

سَوَاحِیْ ہادی کَامِلِ شہادِ ابوالخیر

معروف ہے

مقامِ اخیر

حضرت شاہ ابوالخیر عبد اللہ محی الدین فاروقی دہلوی قدس سرہ
کے مبارک احوال اور آپ کے فضل و کمال و ذوق سخن کا بیان

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

سَوَاحِی ہادی کابل شاہ ابوالخیر
۹۲ ————— ۱۳

معروف ہے

مقامِ خیر
۹۲ ————— ۱۳

حضرت شاہ ابوالخیر عبدالمحی الدین فاروقی دہلوی قدس سرہ
کے مبارک احوال اور آپ کے فضائل و کمالات ذوقِ سخن کا بیان

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

خلیق ۸۹

جلد حقوق محفوظ

بار دوم
۱۹۸۹ء

کتاب کا نام: سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر معروف بہ مقامات خیر

صفحات: ۸۰۰ -

مصنف: حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دامت برکاتہ فاضل ازہر

مہتمم: ابوالنصر انس فاروقی (ڈائریکٹر)

معاون: محمد ادریس قریشی، مکان ۲۴۰۰ - کوچہ میر ہاشم شاہ ابوالخیر مارگ دہلی

طابع و ناشر: شاہ ابوالخیر اکاڈمی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر

شاہ ابوالخیر مارگ، ترکان گیٹ، دہلی ۶

کتابت: محمد منظور الدین - ۴۶۵ - ٹیما محل، دہلی ۶

تعداد: ایک ہزار

قیمت: پچھتر روپے (-/۵۰)

(نعمانی آؤٹ پریس دہلی)

فہرست مضامین مقاماتِ غیر

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۷	ابتدائی جامعہ تھانہ	۳۷	آپ کی ولادت	۷۷	آپ کی ولادت
۱۸	جمہوریہ سیدھا سولہ کی بنیاد	۳۸	قوم کی بنیاد	۷۸	قوم کی بنیاد
۱۹	جمہوریہ سولہ کی بنیاد	۳۹	آپ کی کتاب	۷۹	مکاتیب
۲۰	جمہوریہ سولہ کی بنیاد	۴۰	جامعہ ہندوستان	۸۰	بابائے ششم شیخ سیف الدین
۲۱	جمہوریہ سولہ کی بنیاد	۴۱	آپ کا قید ہونا	۸۱	جنابِ قدر
۲۲	جمہوریہ سولہ کی بنیاد	۴۲	شیخ عبدالحق کی تحریر	۸۲	جمہوریت اور کرامت
۲۳	جمہوریہ سولہ کی بنیاد	۴۳	آپ کے تین مکاتیب	۸۳	اولاد
۲۴	بابائے ششم حضرت محمد	۴۴	کامیابی آزمائش	۸۴	مکاتیب
۲۵	مر شریف	۴۵	طریقہ مسلمان	۸۵	بابائے ششم حضرت محمد عینی
۲۶	آپ کا لب	۴۶	شیخ عبدالحق کا اعتراف	۸۶	بابائے ششم حضرت عزیز القدر
۲۷	خواجہ باہم کشمی (حاشیہ)	۴۷	شاہ غلام علی کا ارشاد	۸۷	بابائے چہارم حضرت صفی القدر
۲۸	حضرت محمد کا سلسلہ نسب	۴۸	حضرت محمد کا مبارک روئے	۸۸	بابائے سوم حضرت زکی القدر
۲۹	اشکال نامہ کے نام میں	۴۹	حدیث صل	۸۹	شاہ غلام علی
۳۰	کتاب سیادت فریدی	۵۰	آپ کا ذکر شریف مشک ہے	۹۰	منصب قبولیت
۳۱	نسب نامہ	۵۱	اتباع سنت میں محویت	۹۱	اولاد
۳۲	حضرت محمد	۵۲	آپ کی تالیفات	۹۲	حضرت شاہ عبد الغنی
۳۳	حضرت خواجہ سے بیعت	۵۳	مکتوبات شریف	۹۳	آپ کی مقبولیت
۳۴	مسجد شریف کی تعمیر	۵۴	مکتوبات کی مقبولیت	۹۴	مکارم اخلاق
۳۵	خلافت اور تعریف ارشاد	۵۵	اشارہ بہ طریق سب	۹۵	آپ کی تالیفات
۳۶	انسداد الحاد اکبری	۵۶	آپ کی اولاد	۹۶	آپ کی منقبت
۳۷	حضرات شیعین	۵۷	قبر پر تعمیر گنبد	۹۷	اتباع سنت
۳۸	تعریف طالبان	۵۸	آپ کے خلفاء	۹۸	آپ کے مکاتیب
۳۹	شیخ اکبر سے آپ کا اختلاف	۵۹	بابائے ششم خواجہ محمد معصوم	۹۹	ذوق سخن
		۶۰	آپ مسندِ وقت تھے	۱۰۰	آپ مسندِ وقت تھے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۳	حلقہ اجاب	۱۰۵	حضرت محمد ابوسعید	۸۶	آپ کے خلفاء
۱۲۴	سفر ہند	۱۰۶	حافظ عبد الحمید حمید	۸۷	اولاد
۱۲۶	حرم کی یاد	۱۰۶	عبد المجید	۸۷	حضرت شاہ عبد المنفی
۱۲۸	مکاتیب شریفہ	۱۰۷	حضرت شاہ محمد منظر	۸۷	حضرت شیخ مصباح المنفی
۱۳۰	اپنے فرزند کی تعریف	۱۰۸	آپ کی تالیفات	۸۸	بابائے دوم حضرت شاہ احمد سعید
۱۳۰	فرزندِ عالی قدر کو وصیت	۱۰۸	آپ کی اولاد	۹۰	جانشینی
۱۳۱	الوصال والتدفین	۱۰۸	شیخ احمد ثانی	۹۰	فرنگ کی غداری
۱۳۲	شاہ محمد منظر کو خط	۱۰۸	شیخ محمد منظر	۹۱	ہجرت
۱۳۲	قطعات تاریخ	۱۰۹	امت الجہیل عرف جمیل	۹۱	آزمائش
۱۳۶	آپ کی تالیفات	۱۱۰	آپ کی بزرگی	۹۲	اللہ کی مدد
۱۳۷	آپ کا ذوق سخن	۱۱۳	قاری محمد اسماعیل	۹۲	ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچنا
۱۳۷	تسہ پارسی	۱۱۳	بابائے اول حضرت شاہ محمد عمر	۹۳	خانقاہ کی تفویض
۱۳۷	دوبنداز خمسہ	۱۱۵	سفر اجیر	۹۳	مولوی رحیم بخش (حاشیہ)
۱۳۷	بنات ہندی	۱۱۵	سفر حجاز	۹۴	وصول بہ مدینۃ الرسول
۱۳۵	لیک ریختہ	۱۱۵	وفات والد	۹۵	قصیدہ ہزارہ
۱۳۶	آیات الہیہ	۱۱۶	سفر قدس	۹۸	آپ کی تالیفات
۱۳۸	لمحولات	۱۱۷	اہلیہ اور دوپسر کی وفات	۹۸	ذوق سخن
۱۵۱	ذکر خیر	۱۱۷	مجاہدات	۹۸	آپ کے شاگرد
۱۵۲	چراغ نبوی	۱۱۹	آپ کا سرمایہ	۹۸	آپ کے خلفاء
۱۵۳	آپ کی حضرت والدہ	۱۲۰	علاات	۹۹	آپ کی اولاد
۱۵۳	عہد طفلی	۱۲۰	دیدِ قصور	۹۹	حضرت شاہ عبدالرشید
۱۵۳	بیعت	۱۲۱	انکساری	۱۰۰	حضرت شاہ محمد معصوم
۱۵۳	خلافتِ خاصہ	۱۲۱	آپ کا علیہ و اخلاق	۱۰۱	شیخ ابوالطاہر سیف الدین
۱۵۵	مناقب احمدیہ میں ہے	۱۲۲	آپ کی بیماریاں	۱۰۳	حضرت ابوالشرف عبدالقادر
				۱۰۵	شیخ ابوالقیض عبدالرحمن

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۳	شباب کی باتیں	۱۶۳	آپ کی ایک تحریر	۱۵۷	سیر الکاملین میں ہے
۱۹۳	مخلصین قُدر	۱۶۳	حضرت شاہ عبدالغنی کی غایت	۱۵۷	فراسط مومن
۱۹۳	اصحاب الدین	۱۶۵	غایات نبویہ	۱۵۸	قوتِ حافظہ
۱۹۵	شجرہ کا نظم کرنا	۱۶۵	سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ	۱۵۸	دریہ منورہ کا سفر
۱۹۵	سائیں توکل شاہ کی آپ کے ملاقات	۱۸۰	شاہ غلام علی کا ذکر	۱۵۸	گیارہ سال کی عمر میں تاریخ
۱۹۶	عجازِ مقدس کو واپسی	۱۸۰	مراقبہ	۱۵۹	تحصیلِ علم اور آپ کے اساتذہ
۱۹۷	نکاح دوم	۱۸۱	پہلا مرتبہ (دائرۂ امکان)	۱۶۰	حضرت شاہ عبدالغنی کی سند
۱۹۷	مولوی عبداللہ قندھاری	۱۸۱	دوسرا مرتبہ ولایتِ صغریٰ	۱۶۱	سفرِ دیارِ حبیب
۱۹۷	سفرِ بہ طابہ طیبہ	۱۸۱	تیسرا مرتبہ ولایتِ کبریٰ	۱۶۲	فتوحاتِ باطنی
۱۹۸	حضرت ابن عباس کے مزار پر حاضری	۱۸۲	چوتھا مرتبہ ولایتِ علیا	۱۶۲	تفیس کتابوں کا خریدنا
۱۹۸	آپ کی علالت	۱۸۲	پانچواں مرتبہ کمالاتِ ثلاثہ	۱۶۳	آپ کا علمی پایہ
۱۹۹	دوبارہ ہند کا سفر	۱۸۳	چھٹا مرتبہ حقائقِ الہیہ	۱۶۳	الانکبیل کا ذکر
۱۹۹	خانقاہ شریف میں درویشوں	۱۸۳	ساتواں مرتبہ حقائقِ انبیاء	۱۶۳	مولانا سید حبیب الرحمن
۲۰۰	ملا محمد عثمان کی آمد	۱۸۳	آپ کا کتبِ سلوک	۱۶۵	حضرت مولانا کے دو خط
۲۰۰	شاہ ولی اللہ کی مراجعت	۱۸۵	لائحہ عمل	۱۶۷	ذوقِ سخن
۲۰۰	پہلی الہیہ محترمہ کی جدائی	۱۸۶	پیر و مرشد کی شہادت	۱۶۷	اپنے کلام کو ضائع کیا
۲۰۱	خانقاہ شریف کب بنی	۱۸۶	ہند کا سفر	۱۶۸	حضرت مولانا کی خدمت میں عریضہ
۲۰۲	خانقاہ شریف کی تفصیل	۱۸۷	سید عبدالسلام ہسوی کو خط	۱۶۹	آپ کے ماموں کی غزل
۲۰۳	حضرت شاہ صاحب کا مزار	۱۸۸	آپ کا پہلا عقدِ نکاح	۱۶۹	حضرت مولانا کا جواب
۲۰۳	مزارتِ شریف پر پھر کی تعمیر	۱۸۸	کرامت النساء	۱۷۱	اس وقت سترہ سال کے تھے
۲۰۵	خانقاہ شریف کی تعمیر نو	۱۹۰	عمرِ محترمہ کا بیان	۱۷۱	آپ کی طباعی
۲۰۶	گوشتِ شہداء حسابات	۱۹۰	اصحاب الدین کا خط	۱۷۱	ذکر السعیدین میں ہے
۲۰۷	پاک مال سے تعمیر	۱۹۱	سید نیک عالم کی روپوشی	۱۷۲	حاجی دوست محمد کا خط
۲۰۷	اسلام الدین کا بیان	۱۹۲	قیامِ دہلی و سرہند	۱۷۲	شاہ عبدالرشید کا خط
۲۰۸	ہر شے کی تسبیح	۱۹۲	ایک تحریرِ مبارک	۱۷۲	کسبِ سلوک

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۸	تعمیر تسبیح خانہ شریف	۲۲۹	ایک شاعر اور ابن عمر	۲۳۹	تیز روشنی
۲۰۹	مبارک مصلیٰ	۲۲۹	آپ کے دو شعر	۲۳۹	احادیث شریف
۲۰۹	محجر شریف	۲۲۷	گلستان جانا	۲۴۱	ابن حجر کی عبارت
۲۱۰	بعض افراد کی شورش	۲۲۷	ملا عبد الحمید آخوند کا واقعہ	۲۴۱	شیخ عبدالحق کی عبارت
۲۱۱	کتابوں کا منگوانا	۲۲۷	علم حجاب اکبر بھی ہے	۲۴۲	وصل کے بزرگ
۲۱۱	حرم سرائے جدید	۲۲۹	میر محبوب علی خاں نظام دکن کی آمد	۲۴۳	کلیات امدادیہ
۲۱۲	حضرت سید نور محمد بدایونی	۲۳۰	دو صاحبزادیوں عثمانی و حیدری کی وفات	۲۴۳	خصائص مبارکہ
۲۱۳	حضرت کے مزار پر حاضری	۲۳۰	میر اعظم خاں	۲۴۵	المختار
۲۱۳	سید السادات کی کرامت	۲۳۱	امیر حبیب اللہ خاں شاہ کابل	۲۴۵	عبارت کا بدلتا
۲۱۵	حضرت حافظ شاہ سعد اللہ	۲۳۱	سکھر کا قیام	۲۴۶	دلی کے ایک واعظ
۲۱۵	حضرت شاہ گلشن	۲۳۲	کوئٹہ میں مکان	۲۴۷	جائے عبرت
۲۱۵	خانقاہ شریف میں قیام	۲۳۲	میرٹھ کا قیام	۲۴۸	علامہ اقبال کا واقعہ
۲۱۶	دنیا اور اہل دنیا سے انقطاع	۲۳۲	عصر کی تفریح	۲۴۸	مفتی عزیز الرحمن
۲۱۸	آپ کی قبولیت	۲۳۳	حافظ عبدالکریم میرٹھی	۲۴۹	مولانا اختر شاہ خاں کا قصیدہ
۲۲۰	آپ پر کفر کا فتویٰ	۲۳۴	سید احمد شاہ قصوری کی آمد	۲۵۱	نماز جمعہ اور احتیاط ظہر
۲۲۰	مفسدوں کی ایذا رسانی	۲۳۴	مولانا محمود الحسن	۲۵۲	ایک نیم ملا کا فتنہ
۲۲۱	قبول ہدایا میں احتیاط	۲۳۴	تفریح اور جلسہ	۲۵۳	پنجابی سوار رحمت
۲۲۱	لطیفہ	۲۳۴	مولانا اشرف علی اور حافظ احمد	۲۵۳	سردھنہ کو جانا
۲۲۲	گرمائی مقام کوئٹہ بلوچستان	۲۳۵	مولانا قاسم کا ذکر	۲۵۳	اصغر علی شاہ کی نظم
۲۲۲	میر حسن صاحبزادہ	۲۳۶	سید گلاب شاہ	۲۵۷	محبت مخلصین اور ایک حدیث
۲۲۳	کوئٹہ پہنچنے کا دن	۲۳۷	رسالہ بزم جمشید	۲۵۸	آپ کی زبرد تو بیخ
۲۲۴	مرزا نیاز محمد	۲۳۸	رسالہ بزم خیر از زید	۲۵۸	معظم علی شاہ کے واسطے دعا
۲۲۴	مخلصین کا دلور	۲۳۸	مولود کے حامی کو مرید نہ کرنا	۲۵۹	مراجعت میرٹھ
۲۲۵	ایک پیر مرد	۲۳۸	آرام کرسی	۲۵۹	مخلصین کی کیفیت
۲۲۵	ولادت حضرت بلال	۲۳۹	محقق اور کامل نہ ہونا	۲۶۰	تفسیر طبری کی حدیث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۱	مولوی فرید احمد کو مفاہط	۲۷۵	مزید واقعات	۲۹۰	میرٹھ سے کوئٹہ
۲۹۲	کوئٹہ کا سفر	۲۷۵	حامد منزل کی سیر	۲۹۰	بلند شہر کا قیام
۲۹۲	علامہ عبد العظیم آخوندزادہ کی وفات	۲۷۶	مولوی سردار احمد وکیل	۲۹۱	گلاڈی
۲۹۳	بلند شہر کی نمائش	۲۷۶	ایک قیدی	۲۹۱	ترکیہ کو قطبی وفد
۲۹۳	نواب احمد سعید خاں	۲۷۷	مولوی عبدالغفار خاں	۲۹۲	حیات اجل
۲۹۳	عبد العلی مختار	۲۷۸	بینظیر سے واپسی اور ایک حال	۲۹۲	سفر محمد اسماعیل خاں
۲۹۵	چودھری خدائش	۲۷۹	نواب صاحب لاگڑ رشوق دید	۲۹۳	کوئٹہ میں مسجد حضرت بلال
۲۹۵	نمائش گاہ سے دہلی پھر کوئٹہ	۲۷۹	رفقائے پاک تہاد کی رحلت	۲۹۴	آپ کے تین شعر
۲۹۶	حضرت برادر کلاں کی طالت	۲۸۰	نظر بندی کا خاتمہ اور کوئٹہ کا سفر	۲۹۴	عاجز کے اشعار
۲۹۶	ریل کا حادثہ	۲۸۱	کوئٹہ پہنچنا	۲۹۵	نکاح ہمشیرہ کلاں
۲۹۷	علی برادران کا اظہار عقیدت	۲۸۱	بی ٹی صاحب	۲۹۶	رسم درواج
۲۹۸	کوئٹہ آنا جانا براہ لاہور	۲۸۲	مہدی حسن خاں	۲۹۷	فرق اور سڈل
۲۹۸	میاں شیر محمد شر قیوری	۲۸۳	آپ کی نواسی محمدی	۲۹۸	بقیہ احوال نکاح
۲۹۸	اور مولانا رؤف احمد شاہ	۲۸۳	محمدی کی بسم اللہ	۲۹۹	سنت بابائے نہم
۲۹۹	حضرت طاہر بندگی	۲۸۳	حضرت برادر کلاں کو خلافت	۲۹۹	تربیت جلالی کے اسباب
۳۰۰	جہانگیر کا مقبرہ	۲۸۴	حافظ محمد اسحاق رائی کھیت دلی	۲۹۹	معباح الدین
۳۰۰	امر تسر کا جانا	۲۸۴	حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا آپریشن	۲۹۹	سی آئی ڈی کا تقرر
۳۰۱	اجیر میں قیام کرنے کی دعوت	۲۸۵	حضرت برادر کلاں کی سوئیچوں کا کوئٹہ	۲۹۹	آپ کو افسر لے بلایا
۳۰۱	باردگر رامپور کا سفر	۲۸۵	حضرت برادر کلاں کی امت	۲۹۹	رامپور کا سفر اور وہاں قیام
۳۰۱	دوسری نواسی	۲۸۵	نشی عبدالرحیم خاں نشی ننھے	۲۹۹	نظر بندی
۳۰۱	ہمشیرہ وسطی کا نکاح	۲۸۸	آخوند جی شاہ محمد عمر	۲۹۹	نواب صاحب کی مہمانی
۳۰۱	آہ قاری نیاز احمد	۲۸۸	دیکھو روح جا رہی ہے	۲۹۹	آپ کی تین شرطیں
۳۰۳	دھوراجی کا ٹھکانا کا سفر	۲۸۹	نماز جنازہ	۲۹۹	النشر کا واقعہ
۳۰۳	یوم شہود	۲۸۹	مولانا اسماعیل نقشبندی کا مدخل	۲۹۹	قلعہ کہن میں قیام
۳۰۵	محفل نکاح	۲۹۱	آپ کا خورجہ کر جانا	۲۹۹	حضرت والدہ کے مزار پر حاضری

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۵	شیخ بیسی منظر	۳۱۵	آپ کی فراست	۳۲۰	وہ ہوا جس کا خیال نہ تھا
۳۰۶	جیت پور کا سفر	۳۱۸	خان قبیلہ بختیار	۳۲۰	حالات مشائخ نقشبندیہ
۳۰۶	دلی کو مراجعت	۳۱۹	دلی کو خطوط	۳۲۱	مقدمۃ الکتاب
۳۰۶	راجہ کی دعوت	۳۱۹	ایک تار	۳۲۱	آثار رحمت
۳۰۷	پانی پت کا سفر	۳۱۹	کوڑے سے روانگی	۳۲۱	بہار باغ مجلس
۳۰۷	سعد آباد کا سفر	۳۲۰	تاگڈاٹ گیا	۳۲۲	جلالی میرٹھی
۳۰۸	سعد آباد	۳۲۱	پیر عبدالحق ہوشیار پوری کی ملاقات	۳۲۳	معمولات
۳۰۸	لطافت علی خاں کی قبر	۳۲۱	ڈاکٹر اشفاق محمد کی تحریر	۳۲۳	بسم اللہ کا پڑھنا
۳۰۹	آگرہ کی سیر	۳۲۲	مزید بیان	۳۲۵	تناول غذا
۳۱۰	محفل مبارک میلاد شریف	۳۲۳	وصول بہ منقذ لاس	۳۲۵	باس
۳۱۰	آپ کی بے خودی	۳۲۳	ایام آخرین	۳۲۵	استنجا اور وضو
۳۱۱	شکارا در مراجعت دلی	۳۲۳	ارادۂ حج و تعمیر مسجد	۳۲۶	نماز بانیاں
۳۱۱	کوڑے کا آخری سفر	۳۲۳	استیصال کو جانا	۳۲۸	قنوت تازل
۳۱۲	حضرت والدہ صاحبہ کی علالت	۳۲۵	آپ کا کشف	۳۲۸	حضور قلب
۳۱۲	ہمشیرہ کلاں کا مرض چشم	۳۲۵	پیر جی عبدالصمد فریدی	۳۲۸	حسنات الابرار
۳۱۲	حضرت برادر کلاں کا عقد نکاح	۳۲۶	شاہ گلشن	۳۲۹	خشوع
۳۱۳	آپ کی پشیمردگی	۳۲۶	پیر ابوالخیر غازی پوری	۳۳۰	ارباب کمال کی قدر
۳۱۳	تولہ باغ	۳۲۶	مثالی نعل مبارک	۳۳۱	جماعت
۳۱۳	بعض اشعار کا پڑھنا	۳۲۷	ایک فزار کی اجازت	۳۳۱	مقتدیوں کا پرکھنا
۳۱۳	آپ کے تین شعر	۳۲۷	امین الاسلام	۳۳۲	حضرات القدس کی عبارت
۳۱۵	نان جوہی	۳۲۷	مزل اللہ خاں	۳۳۳	نماز میں تلاوت
۳۱۶	حضرت مولانا کا قصیدہ	۳۲۸	داؤد احمد خاں	۳۳۳	جمود کی نماز
۳۱۶	غازی انور پاشا	۳۲۸	راہدہ خاتون شروانیہ نرہت	۳۳۴	کالی مسجد
۳۱۶	گلانیک نظر نرکی	۳۲۹	میلاد خاتون کا بلانا	۳۳۴	عید کی نماز
۳۱۷	یہ واقعہ اور ایک روایت	۳۲۹	امیر امان اللہ خاں	۳۳۴	تراویح
۳۱۷	ملا عبدالحمنان تریکی	۳۲۹	کابل کی دعوت	۳۳۵	قاری نیاز کی قرأت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۵	آپ کا طریقہ اور ادب	۳۹۶	نذر بھراں	۳۲۵	مشکات کی حدیث
۳۸۶	شاہ عبدالعدل	۳۹۸	بقیہ احوالِ حلقہ	۳۲۶	پنجاب کے حافظ
۳۸۶	سربیت معتمد کا بیان	۳۹۸	حکیم جی مولوی منظر اللہ کا بیان	۳۲۷	عجیب کشف
۳۸۷	حضرت شاہ محمد آفاق مجددی	۳۹۸	محمد فابڈ ڈھابیل	۳۲۷	گلدستہ
۳۸۸	تخت شریف	۳۹۹	محمد ابراہیم قانی	۳۲۸	بقیہ از اخبار تراویح
۳۸۸	کرامتِ باہرہ	۳۹۹	مولانا مشتاق احمد	۳۲۹	صلوات التبیح
۳۹۰	بہند یوں کو جانا	۴۰۰	منفی منظر اللہ	۳۳۰	صلوات التبیح بر جماعت
۳۹۰	آواز کا پست ہونا	۴۰۰	حکیم فرید احمد عباسی	۳۳۱	مطالعہ
۳۹۰	حضرت اسید کا واقعہ	۴۰۱	سید احمد امام جامع مسجد	۳۳۱	بعض احادیث کا لکھنا
۳۹۱	فتح اللہ آندڑی کی قبر	۴۰۲	مولوی عبد الباقی طالب	۳۳۱	ایک حدیث شریف
۳۹۲	حضرات عنایت و درد	۴۰۲	مولانا حفظ الرحمن	۳۳۳	پانچ مرتبہ مسند کا مطالعہ
۳۹۲	حضرت قطب الاقطاب	۴۰۲	مختل مبارک میلاد شریف	۳۳۳	طبقات اور بکری کا مطالعہ
۳۹۳	نواب خضر	۴۰۳	آرائش	۳۳۳	مطالعہ کا طریقہ
۳۹۴	حضرت سلطان المشائخ	۴۰۴	بعض مفہم	۳۳۴	کتب اور ادو وظائف
۳۹۵	سلطان جی سے آپ کی گفتگو	۴۰۴	مختل مبارک میلاد	۳۳۴	قصائد مبارکہ
۳۹۵	دوسری حاضری	۴۰۷	اشفاق الرحمن	۳۳۴	مالیقی شہنشاہی کے اشعار
۳۹۶	حضرت چراغ دہلی	۴۰۸	ایک اہل حدیث کا اندر ادعیت	۳۳۵	اشعار کا مفہوم
۳۹۶	حضرت سید محمود بھار	۴۰۸	مرد پیر کا بیان	۳۳۶	بعض اشعار
۳۹۷	حضرت شاہ کلیم اللہ	۴۰۹	قیام میلاد	۳۳۷	قرآن مجید کا ترجمہ
۳۹۷	بندہ عالم الغیب	۴۱۰	اختتام مختل مبارک	۳۳۷	ڈبٹی نذیر احمد کا ترجمہ
۳۹۷	چتلی قبر	۴۱۰	عوام پر اثر	۳۳۷	صبح کا حلقہ
۳۹۸	حضرت شرف الدین قلندر	۴۱۱	آواز کا حاضرین تک پہنچنا	۳۳۷	درس حدیث
۳۹۸	داتا گنج بخش اور سرسند شریف	۴۱۱	ایک مخلص کے مدحیہ اشعار	۳۳۸	قرآن مجید کے اوقاف
۳۹۹	نظرہ اور اضحیٰ	۴۱۲	فاتحہ و عرس	۳۳۹	آپ کی تحریر
۴۰۰	زکات	۴۱۳	عاشورار	۳۴۰	رات کا حلقہ
۴۰۰	بچوں کی علالت	۴۱۳	ایک خاص کیفیت	۳۴۰	تحفۃ الاخیار
۴۰۱	تربیت بنات	۴۱۳	قصیدہ ہمزئیہ	۳۴۳	منقبت غوث دہلوی
۴۰۱	داغظوں کی افراط	۴۱۵	مزارات مبارکہ پر حاضری	۳۴۵	اشعار محمد شاہ افغانی

مقامات ۱۰ اخیر

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ختم خواجگان	۴۰۲	خطبہ نکاح	۴۱۷	حضرت استاد عبدالعلی	۴۲۷
مستغاث عشر	۴۰۲	شارع عام برجلنا	۴۱۸	سید یوسف زداوی	۴۲۷
سید الاستغفار	۴۰۳	واقعہ سلام	۴۱۸	سید عبداللہ دحلان	۴۲۸
اسما حسنی	۴۰۳	مُریدوں کی تربیت	۴۱۹	قاری عبدالغنی شامی	۴۲۹
صلوٰۃ حاجت	۴۰۵	واقعہ حافظ عبدالحکیم	۴۲۰	مردودی دحق آگاہ فتح اللہ	۴۲۹
مزید ارشاد	۴۰۶	واقعہ مولانا سیف الرحمن	۴۲۰	اکبر قوٹی	۴۳۰
دفع مرض صراع	۴۰۶	واقعہ ملا عبداللہ	۴۲۱	اختر مشکی	۴۳۰
دفع اثر چشم بد	۴۰۶	واقعہ ملا عبدالحکیم	۴۲۱	شاہ محمد شعیب	۴۳۱
برائے اوجاع خصوصاً جمع چشم	۴۰۶	واقعہ ملا احمد	۴۲۲	مولوی جعفر شاہ	۴۳۱
سال نو کی دعا	۴۰۷	واقعہ محمد رفیع	۴۲۲	پیر سید جماعت علی شاہ	۴۳۲
تعوید	۴۰۷	خلاصۃ القول	۴۲۳	ایک سال کی آمد	۴۳۲
ماہ نو دیکھنے کی دعا	۴۰۷	ملاحمد خاں	۴۲۳	پیر جی مظفر علی خاں حساری	۴۳۳
راہ نجات از بیات	۴۰۷	مولوی محمد اسحاق سید زاہد حسین	۴۲۵	شاہ سلیمان کنگن پوری	۴۳۴
ازالہ رمد کے لئے	۴۰۸	ملاحیب اللہ	۴۲۷	سید ابوالخیرات	۴۳۵
قول جمیل و ظفر جلیل	۴۰۸	تصرف باطنی	۴۲۷	سید ظہور الحسن	۴۳۵
آپ کی تحریر کردہ دعائیں	۴۰۸	سفیر گل محمد و سردار امیر احمد	۴۲۸	محمد حسن خاں رامپوری	۴۳۶
سُری البرق	۴۰۹	حضرت خرقانی اور حکیم بوعلی سینا	۴۲۹	مولانا رکن الدین الوری	۴۳۶
حضرت عمر کے اقوال	۴۰۹	ایک انگریز کا احترام	۴۲۹	مفتی مظہر اللہ امام فنجوری	۴۳۶
ابو عبیدہ کے اقوال	۴۱۱	ایک پادری اور اس کی سیم	۴۳۰	سید محمد شاہ قصوری	۴۳۷
مہلکات و منجیات	۴۱۳	دروازہ پر ایک مخلص کی صدا	۴۳۰	پیر جی سید ممتاز علی شاہ	۴۳۷
ادعیہ	۴۱۳	قصیدہ نسیر	۴۳۱	مولوی حافظ امداد اللہ خان پوری	۴۳۷
نصیحت	۴۱۴	قصیدہ برق اعظمی	۴۳۲	خلیفہ طریقہ مہیاں عبدالحکیم	۴۳۸
شجرہ پر تحریر	۴۱۴	اکرامات الہیہ	۴۳۳	صاحبزادہ طاہر محمد	۴۳۸
اجازت اور اردو صلوات	۴۱۵	پاک اللہ جس کا ہے زمین و آسمان	۴۳۳	مقبولیت نامہ	۴۳۸
احمد پر تنویر	۴۱۵	راہ اجتناب	۴۳۴	کالا ہرن	۴۳۹
تسلطانی کی عبارت	۴۱۶	یَوْضَعُ لَهُ الْقَبُولُ	۴۳۵	ہرن کا بچہ	۴۳۹
دعوت کا قبول کرنا	۴۱۶	یہ ہے مقبولیت	۴۳۵	کبوتر	۴۴۰
مفضل نامہ میں شرکت	۴۱۶	اصحاب کمال کا اعتراف	۴۳۶	طوطے اور چڑیا	۴۴۰

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶۳	علی رضا زینل	۴۶۵	محمد احسان	۴۵۰	اکرامات کرامات
۴۶۴	حسن علی بھرنی	۴۶۶	مولانا کرامت اللہ خاں	۴۵۱	قاری فضل الرحمن
۴۶۴	لالہ پیارے لال	۴۶۶	مولانا محمد یعقوب	۴۵۱	مکتبہ طیب کٹوازی
۴۶۵	مصباح الدین حقی	۴۶۷	مولانا محمد میاں کاندھلوی	۴۵۲	منشی میں قربانی
۴۶۵	سعید الزبیر	۴۶۷	حافظ سید محمد امام جامع مسجد	۴۵۲	حکیم نور الدین قادری
۴۶۶	بہمنی کے مبین	۴۶۸	حافظ سید محمد شاہی امام عید گاہ	۴۵۳	مولوی عبدالسمیع طالب
۴۶۷	زبدۃ الکلام	۴۶۸	حافظ محمد آفاق	۴۵۳	عبد اللہ گدھے والے کا واقعہ
۴۶۷	مولوی ریاست علی	۴۶۸	مولانا عبدالرحمن راسخ	۴۵۳	مولوی محمد یونس
۴۶۸	مسجد دولہ اور مسجد دالیہ	۴۶۸	مولانا حبیب الرحمن	۴۵۴	سید شیر علی
۴۶۸	احیاء العلوم	۴۶۸	خواجہ حسن نظامی	۴۵۵	کوڑہ کے قلعہ میری کے پاس دو قبریں
۴۶۹	ہواجو گرفتار عشق نبی	۴۶۸	مولانا ظفر علی خاں	۴۵۵	مولوی بدرالاسلام
۴۷۰	شیخ فرید الدین عطار	۴۶۹	مولانا عبدالباری فرنگی محلی	۴۵۶	سید احمد حسین
۴۷۱	پیر زادہ مظفر احمد	۴۶۹	مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی	۴۵۶	ملاسبز
۴۷۱	ایک کالیستہ	۴۶۹	مولانا عبید الرحمن خاں شروانی	۴۵۶	نواب زادہ شاہراہ خاں
۴۷۲	اہل حدیث	۴۷۰	حکیم محمد مسعود فرزند مولانا رشید احمد	۴۵۶	قرخ علی شاہ
۴۷۳	شیعان علی	۴۷۰	مولوی عبدالاحد	۴۵۸	خود کشی کرنے والے کو زجر
۴۷۳	مولوی بخش اللہ کی کتاب	۴۷۱	سید محمد میر وکیل	۴۵۸	ملا صاحب خاں
۴۷۳	بکبل گلزار خیر	۴۷۱	مولانا عبدالشکور کاکوروی	۴۵۸	ملا کمال دہلوی
۴۷۵	قصیدہ حافظ	۴۷۱	مولانا عبدالعلیم مستور	۴۵۹	ڈاکٹر احمد اللہ خاں
۴۷۶	مولوی محمد اکرام الحق کی تدریس	۴۷۱	والدہ شوکت علی محمد علی	۴۶۰	مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ
۴۷۸	نذر شمس	۴۷۱	نواب سراج الدین خاں سائل	۴۶۱	ایک معاند
۴۷۹	ملفوظات	۴۷۲	استاد بیخود دہلوی	۴۶۲	تتمہ بعض زائرین کا بیان
۴۷۹	نیک عمل کی غذا	۴۷۲	حکیم محمد احمد خاں	۴۶۲	حضرت شاہ محمد معصوم
۴۷۹	کابل کی ترقی	۴۷۲	خواجہ عبدالحمید	۴۶۳	حضرت شاہ ابوالاحد
۴۸۰	فضل عمر کی قبر	۴۷۲	ڈاکٹر منشاہ احمد انصاری	۴۶۳	حضرت غلام قیوم
۴۸۰	مولانا رشید احمد کے انتقال پر فرمایا	۴۷۳	حکیم محمد اجمل خاں	۴۶۴	حضرت محمد حسن مجددی
۴۸۰	سلطان عبدالحمید خاں	۴۷۳	ڈبئی محبوب عالم	۴۶۴	محمد یعقوب مجددی
۴۹۱	پانچ افراد سے اجتناب	۴۷۳	شرف الدین کتبی	۴۶۵	محمد امیر خاں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۰	ارشاد سیدی الوالد اللہ	۵۰۰	بد زوقی اور بد شوقی	۴۹۱	آرزوئے غامد
۵۲۱	مکتوبات	۵۰۱	شیخ عیسیٰ منظر	۴۹۲	درد و تاج
۵۲۱	۱۔ اصل مکتوب عربی میں ہے	۵۰۱	خوارج کا مبارک واقعہ	۴۹۲	محفل میلاد و قیام
۵۲۱	۱۔ اصل مکتوب فارسی میں ہے	۵۰۲	اللہ کے فضل سے کیریتوں بچے دیکھیں	۴۹۲	ملا گل محمد
۵۲۲	۲۔ ایضاً مولوی عبدالعزیز کو	۵۰۲	لطیف قلبی کا شغل ہونا	۴۹۳	مولوی سید احمد سے خطاب
۵۲۳	۳۔ ایضاً مولوی عبداللہ علی زوی	۵۰۳	تراویح میں تلاوتِ مجید کا مکاشفہ	۴۹۳	تکبیر انتساح کا واقعہ
۵۲۴	۴۔ ایضاً سید عبداللہ زوادی	۵۰۴	جس کا ہاتھ پکڑتا ہوں اس کے باپ کو سبھاؤں	۴۹۳	حزب البحر پڑھنے کے متعلق ہدایت
۵۲۵	۵۔ ایضاً عبدالرحیم ولد عبدالکریم	۵۰۵	بشیر کا واقعہ	۴۹۴	بد عقیدہ شخص کو اپنے سامنے سے ہٹایا
۵۲۵	۶۔ ایضاً سید امجد علی شاہ	۵۰۵	زید جائے گیر ما باشد	۴۹۴	سید احمد حسین اور خاک نقش پا
۵۲۶	۷۔ ایضاً ظہور الحسن	۵۰۶	تحریرات	۴۹۴	حدیث حضرت عثمان
۵۲۷	۸۔ ایضاً حاجی عبداللہ خاں	۵۰۶	مولد سعید	۴۹۵	سید احمد حسین اور احترامِ بیت
۵۲۸	۹۔ ایضاً مولوی محمد عمر گھوسوی	۵۰۷	الدر المنظم	۴۹۵	کان ابوہما صالحا
۵۲۸	۱۰۔ ایضاً مرزا نیاز محمد وغیرہ	۵۰۸	حائل اعجاز صنعت	۴۹۵	اگر دل میں خدا کی یاد ہو تو سب کچھ ہو
۵۲۸	۱۱۔ ایضاً مولوی عبدالعزیز بنگالی	۵۰۸	مخفی بیاض	۴۹۵	اطمینان کی ملاقات جنت میں
۵۲۹	۱۲۔ ایضاً حاجی عبداللہ حکیم دفاتی	۵۰۹	اجازت نامہ طریقت	۴۹۶	تَطْلِبُ قُلُوبُہُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ
۵۲۹	۱۳۔ ایضاً اسماعیل بن عبدالرحمن	۵۰۹	اجازت نامہ دلائل الخیرات	۴۹۶	حقدار کا حق ادا کرو پھر نماز پڑھو
۵۳۰	۱۴۔ ایضاً سردار محمد علی خاں	۵۱۰	اجازت نامہ حصن حصین	۴۹۷	زندہ پیر کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس جاؤ
۵۳۱	۱۵۔ ایضاً بابا محمد شمس (مکتوب تحریر)	۵۱۰	اجازت نامہ حزب اعظم	۴۹۷	مراقبہ اقریبیت
۵۳۱	۱۶۔ اردو میں ثانی انجم النصار کو	۵۱۰	اجازت نامہ حزب البحر	۴۹۷	ہم عمل کرنا سیکھتے ہیں
۵۳۲	۱۷۔ ایضاً عبدالرحیم ولد عبدالکریم	۵۱۱	سلاسل مبارک سید	۴۹۸	بر ملا کہنے میں اثر نہیں ہوتا
۵۳۲	۱۸۔ ایضاً حافظ امیر اللہ	۵۱۱	سلسلہ نقشبندیہ	۴۹۸	دن کا مسئلہ کہیں نیا منیا نہ ہوگا
۵۳۳	۱۹۔ ایضاً حفیظ الرحیم	۵۱۲	سلسلہ قادریہ	۴۹۸	افساد جمع کردہ حضرت برادر
۵۳۳	۲۰۔ ایضاً ظہور الحسن کے نام خطوط	۵۱۳	سلسلہ چشتیہ	۴۹۸	ہم پہلے اپنی نسبت کو ٹھنڈا کرتے ہیں
۵۳۴	۲۱۔ ایضاً مولوی برکت اللہ کے نام خطوط	۵۱۵	سلسلہ سہروردیہ	۴۹۸	محمد صادق اذ نخیل کا واقعہ
۵۳۹	۲۲۔ ایضاً محمد وزیر حساری	۵۱۷	سلسلہ گبرویہ	۴۹۹	بہنی کا سیٹھ اور مرزا نیاز محمد
۵۳۹	۲۳۔ ایضاً سید امجد علی شاہ سرحدی	۵۱۸	سلسلہ مداریہ	۴۹۹	محمد زانیوں سے خطاب
۵۴۰	۲۴۔ ایضاً مولوی کاظم حسین جٹا	۵۱۹	سلسلہ قلندریہ	۵۰۰	مخمسین ہند و مخلصین افغان
۵۴۱	۲۵۔ ایضاً سید امیر لوب بہاری	۵۲۰	مناجات جد امجد	۵۰۰	شیخ غلام احمد ہاشمی کا شاہدہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹۴	پانچ فارسی کے قطعات	۵۹۳	ماحق صادق غلام احمد کے اشعار	۵۹۲	ایضاً مولوی عبد الرحمن جالندھری
۵۹۵	تین اردو کے قطعات	۵۹۴	حیرت کا مقام	۵۹۱	ایضاً مولوی حافظ احمد دیوبندی
۵۹۸	آپ کا منظوم کلام	۵۹۵	ایک خیال	۵۹۰	ایضاً مولانا محمد ذریعہ خاں صاحب مولوی
۵۹۸	دو براؤں کا فارسی کلام	۵۹۶	آپ کی مدین آپ کی پسند کردہ جگہیں	۵۸۹	ایضاً حاجی عبدالطیف عزمین
۵۹۹	آپ کا اردو کلام	۵۹۷	فاتحہ	۵۹۰	ایضاً غلام محی الدین
۶۱۸	خمسہ برغزل خواجہ آتش لکھنوی	۵۹۷	فاتحہ سوم	۵۹۱	ایضاً مولوی احمد یار خان
۶۱۹	خمسہ برغزل مصطفیٰ خاں شیعہ	۵۹۸	نمائندہ امیر امان اللہ	۵۹۲	ایضاً قاضی وزیر حسین
۶۲۱	دو در آخر کلام عربی	۵۹۸	حضرت مولانا عبدالحی کی آمد	۵۹۳	ایضاً مولوی شمس الدین
۶۲۳	کلام فارسی	۵۹۹	فاتحہ چہلم	۵۹۴	ایضاً غشی احمد حسینی
۶۲۳	کلام اردو	۵۹۰	شیخ محمد الیاس (حاشیہ)	۵۹۵	ایضاً مولوی بخش لشر
۶۲۴	قطعہ ہائے تاریخ	۵۹۱	پیر سید محمد گیلانی بغدادی	۵۹۶	ایضاً ڈاکٹر اشفاق محمد
۶۲۴	تاریخ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی	۵۹۳	قصیدہ علی احمد عباسی	۵۹۷	ایضاً متفرق افراد کو
۶۲۴	تاریخ حضرت شاہ محمد عمرہ مدد	۵۹۶	قطعات تاریخ وفات	۵۹۰	حرف آخر
۶۲۶	تاریخ ولادت محمد یوسف	۵۹۶	قطعہ مولانا اختر شاہ خاں اختر	۵۹۲	جلول و جمال کی آمیزش
۶۲۶	تاریخ ولادت حضرت زید بن عبداللہ	۵۸۸	ایضال	۵۹۳	حدیث الوصال
۶۲۶	تاریخ بنائے مسجد	۵۸۸	قطعہ از صدر یار جنگ حبیب الرحمن	۵۹۳	حالات
۶۲۶	تاریخ طبع کتاب	۵۸۸	قطعہ از مولوی صدر الدین کیتی	۵۹۴	پہلی اسلام کے پس جانتے قبر کیلئے جانا
۶۲۶	تاریخ ولادت محمد اسحاق و محمد یعقوب	۵۸۹	ایضال	۵۹۳	مزل اشخان
۶۲۷	تاریخ طبع دیوان میرزا تپاں	۵۹۰	قطعہ از مولانا حافظ قدا احمد حافظ	۵۹۵	مزار مبارک کی جگہ کی نشاندہی
۶۲۷	شجرہ نقشبندیہ (اردو)	۵۹۱	قطعہ از مولانا رشید احمد رشید	۵۹۷	۲۷ جمادی الآخرہ کی کیفیت
۶۲۸	اضافہ زید	۵۹۱	قطعہ از جناب سید الدین	۵۹۹	۲۸ جمادی الآخرہ ارتحالی کیفیات
۶۳۰	الباقیات الصالحات	۵۹۱	قطعات از نوریاں ضیا	۵۹۹	۲۹ جمادی الآخرہ شب جمعہ کو ارتحال
۶۳۰	اولاد معنوی	۵۹۱	قطعات از محمد ابراہیم قانی	۵۹۰	غسل اور کفن
۶۳۰	۱۔ شیخ عمار الدین	۵۹۲	قطعہ از شمس الضحیٰ شمس بناری	۵۹۰	قبر مبارک
۶۳۰	۲۔ مولانا مختار	۵۹۲	قطعہ از محمد مابد عثمان ڈھابلی	۵۹۱	دہ کاغذ کیا تھا
۶۳۰	۳۔ شیخ محمد حسن	۵۹۲	قطعہ از حافظ منیر الدین منیر	۵۹۱	نماز جنازہ
۶۳۱	۴۔ قاری عبدالغنی الطحاکی	۵۹۳	مرثیہ و دعا از منیر	۵۹۲	محمد زمان خان کا بیان
۶۳۱	۵۔ مولوی عبداللہ قندھاری	۵۹۳	زیر ماہر کی مشورہ تاریخ ماری	۵۹۳	مدین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۴۲	۷۔ ملا حاجی نور احمد حاجی صاحب کلاں	۶۴۱	۳۳۔ ملا حسن بابی قندھاری	۶۵۵	۲۔ مولوی محمد کرام الحق آپ کے ابن عم جانشین
۶۴۲	۸۔ ملا گل محمد ادخیل	۶۴۱	۳۵۔ ملا محمد آفاق قوم کرو	۶۵۵	۳۔ مولوی عبد الحمید عرف مولوی کی مرحوم
۶۴۳	۹۔ ملا حاجی گل خدا داد خیل	۶۴۲	(بلوچستان) ۳۶۔ قاضی سل محمد از ملا	۶۵۶	۵۰۔ مولوی قاری دلی محمد میرٹھی
۶۴۳	۱۰۔ ملا عبد اللہ ملیری	۶۴۲	۳۷۔ ملا عبد الحکیم آخوندزادہ کاکڑ چوہی	۶۵۶	۵۱۔ قاضی فتح محمد گجراتی
۶۴۳	۱۱۔ یار محمد خردی سردھوی	۶۴۳	۳۸۔ ملا عبد الرشید آخوندزادہ کاکڑ چوہی	۶۵۶	۵۲۔ حافظ سکندر
۶۴۳	۱۲۔ غلام اکبر اکرو، اتخیل ملیری	۶۴۳	۳۹۔ سید عبد الحق از پشین	۶۵۶	۵۳۔ مولوی سید احمد سنبلی
۶۴۴	۱۳۔ ملا مشوڑی	۶۴۳	۴۰۔ خدائے رحم کاکڑ	۶۵۶	۵۴۔ سردار عدالت خاں
۶۴۵	۱۴۔ ملا زاکر، علی خیل گواشتہ	۶۴۴	۴۱۔ سید اکرم شاہ از پشین	۶۵۷	۵۵۔ محمد اشتم از دوتانہ
۶۴۵	۱۵۔ حاجی عبد الحکیم دفنانی	۶۴۴	۴۲۔ ملا داد محمد دادی ارغسانی	۶۵۸	بعض اصحاب کمال
۶۴۵	۱۶۔ عبد القادر احمدزی گردیزی	۶۴۵	(اہل ہند) ۴۳۔ محمد صاحب لدین چنگامی	۶۵۸	عبد اللہ کاکڑ
۶۴۵	۱۷۔ حاجی ملا احمد خاں شاخیل	۶۴۵	۴۴۔ حاجی فیض اللہ از سرسہ	۶۵۸	پانندہ کاکڑ
۶۴۶	۱۸۔ ملا اسلم کبیر اندری	۶۴۵	۴۵۔ مولوی برکت اللہ فاروقی بانسوی	۶۵۸	سید بدل شاہ
۶۴۶	۱۹۔ سید ملا محمد سعید از اولان رباط	۶۴۵	۴۶۔ مولانا سید عبد الجلیل از دانت	۶۵۸	محمد یعقوب ترین
۶۴۶	۲۰۔ ملا پیر احمد ترکی از نادہ	۶۴۶	۴۷۔ میر واحد دہلوی	۶۵۸	گل خاں ناصر
۶۴۶	۲۱۔ ملا سید باز نیازی گردیزی	۶۴۶	۴۸۔ مولوی عبد العزیز بنگالی	۶۵۸	ملا داد محمد کاکڑ حال
۶۴۶	۲۲۔ ملا نعل محمد جانی خیل	۶۴۶	مولوی عبد العزیز کی اولاد	۶۵۹	حافظ محمد یوسف مجذوب
۶۴۶	۲۳۔ ملا سید رحمت نیازی	۶۴۶	مولوی عبد العزیز کے جانشین	۶۵۹	شیخ عبد الباقی نو مسلم
۶۴۶	۲۴۔ ملا عبد الحق صاحبزادہ بکھیل	۶۴۶	مولوی عبد العزیز کے خلفاء	۶۶۰	مرزا تیار محمد
۶۴۶	۲۵۔ ملا احسان اللہ صاحبزادہ بکھیل	۶۴۶	مولوی عبد الشکور چنگامی کا واقعہ	۶۶۰	استادی ملا امان اللہ
۶۴۶	۲۶۔ غلام احرار صاحبزادہ اندری جلمراد	۶۵۱	آپ (حضرت سیدی الوالد) کی طاق	۶۶۰	دیگر با کمال افراد
۶۴۶	۲۷۔ حسین اللہ صاحبزادہ اندری جلمراد	۶۵۲	مولوی نعیم الدین الزآبادی	۶۶۱	مخلصات عقیقات
۶۴۶	۲۸۔ خدائے مہر گل صاحبزادہ قرہ باغ	۶۵۳	مولوی عظیم الدین مرشد آبادی	۶۶۳	اولاد صلیبی
۶۴۶	۲۹۔ ملا سید احمد جان خیر کوٹ	۶۵۳	مولوی محمد اسلام از چنگام	۶۶۳	ارزوج ادلی مارفہ بگم
۶۴۶	۳۰۔ ملا خیر اللہ جلالزی اندری	۶۵۳	سید محمود حسن الزآبادی ساکن کراچی	۶۶۳	عین صاحبزادیاں
۶۴۶	۳۱۔ شہب الدین ہمنہ کشوری	۶۵۳	۴۹۔ استادی مولانا محمد عمر گھوسوی	۶۶۳	از زوجہ آخری
۶۴۶	۳۲۔ حاجی ملا خاں خردی	۶۵۵	تعمیر مدرسہ خیر فیض عام	۶۶۳	بی بی احمدی
۶۴۶	۳۳۔ حاجی بیہمن خیل جامراد	۶۵۵	آپ کے خلفاء	۶۶۳	بی بی محمدی
۶۴۶		۶۵۵	۱۔ مولوی حافظ محمد منظور احمد آپ کے پسر	۶۶۳	بی بی فاطمہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲۴	۲۲۔ عربی الیراع عربی قلمی	۴۱۶	وصول بمسقط واسی	۶۶۴	بی بی عثمانی، بی بی حیدری
۴۲۳	۲۳۔ مقدرة القول اہل	۴۱۷	فائدہ سفر	۶۶۵	حضرت والدہ صاحبہ
۴۲۵	دو طغوظ مع تشریح	۴۱۸	مولانا عبد اللطیف	۶۶۶	آپ کی حالات
۴۲۹	۲۴۔ مقدرة تقوٰف حقا اول	۴۱۸	تالیفات	۶۶۸	تاریخ بے کسان
۴۳۰	قطعة تاریخ	۴۱۹	۱۔ الاسانید العالیہ عربی قلمی	۶۶۹	محترمہ صدیقی صاحبہ
۴۳۰	۲۵۔ امام الاثر حضرت ابو صفیہ زینب	۴۱۹	۲۔ الخیر المزیہ عربی قلمی	۶۶۹	بی بی صدیقی اور ان کی اولاد
۴۳۰	۲۶۔ یاد کرد سرگودشت۔ ذکر تازیانہ	۴۱۹	۳۔ القول السنی فارسی قلمی	۶۷۱	عبدالوجید اور افتخار محمد
۴۳۰	ذوق سخن	۴۱۹	۴۔ الحجۃ فارسی قلمی	۶۷۲	بی بی فاروقی اور ان کی اولاد
۴۳۱	قمری برکہ فکر طلوع نمودہ	۴۱۹	۵۔ بزم خیر از زید اردو، مطبوع	۶۷۲	فاخر احمد خاں
۴۳۳	کلام عربی و فارسی	۴۱۹	۶۔ مجموعہ خیر البیان اردو، مطبوع	۶۷۳	فیض احمد خاں
۴۳۵	اشک غم	۴۱۹	۷۔ مناجات المیز قاری، مطبوع	۶۷۵	بی بی امراۃ اور ان کی اولاد
۴۳۸	مکتوب منظوم سرہندی	۴۱۹	۸۔ تعویذ خیر، اردو قلمی	۶۷۷	سید محبوب علی شاہ
۴۴۱	جواب ابوالحسن زید	۴۱۹	۹۔ خیر المقال، اردو، مطبوع	۶۷۸	بی بی امراۃ کی وفات
۴۴۲	قطعة سلجوقی	۴۱۹	۱۰۔ علامہ ابن تیمیہ۔ اردو، مطبوع	۶۷۹	حضرت ابوالفیض بلال
۴۴۵	تقریظ برد یوان منیر	۴۲۰	۱۱۔ مسند ضبط ولادت۔ اردو، مطبوع	۶۷۹	ولادت اور آپ کے احوال
۴۴۷	طریقت	۴۲۰	۱۲۔ منہج الانبیا اردو، فارسی، مطبوع	۶۸۷	ساختہ وفات
۴۴۹	بیعت	۴۲۰	۱۳۔ وحدۃ الوجود اردو، فارسی، مطبوع	۶۸۸	آپ کی اولاد
۴۵۱	خانقاہ ارشاد پناہ	۴۲۰	۱۴۔ النہقات، عربی قلمی	۶۸۸	برادر عزیز حضرت ابوالسعد سالم
۴۵۳	قبۃ زرقا کی تعمیر	۴۲۰	۱۵۔ مقامات خیر۔ اردو، مطبوع	۶۹۲	ولادت اور آپ کے احوال
۴۵۳	صاحبزادہ اشیم	۴۲۰	مقامات خیر پر فضلاء کے جمعے	۶۹۳	آپ کی اولاد
۴۵۶	مسجد شریف کے صحن و اطراف کا فرش	۴۲۱	محمد عثمان نور شیعہ الہند کی تلاش	۶۹۵	آپ کی وفات
۴۵۶	عجیب کیفیت کا ظہور	۴۲۱	۱۶۔ مقامات اختیار فارسی، مطبوع	۶۹۶	آپ کی تدفین
۴۵۷	تعمیر کتب خانہ	۴۲۱	۱۷۔ ایک علمی مقالہ اردو	۶۹۷	بندۃ عاجز ابوالحسن زید فاروقی
۴۵۸	ابن العم حضرت ابوسعید کی تہانی	۴۲۱	۱۸۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین	۶۹۸	ترتیب
۴۶۰	تعمیر حرم سرلئے قدیم	۴۲۲	۱۹۔ سوانح شاہ بلال اردو، مطبوع	۶۹۹	تعلیم
۴۶۰	لوہے کی جالی	۴۲۲	۲۰۔ مولانا اسماعیل تقویٰ الامان مطبوع	۷۰۰	مدرسہ عبدالرب
۴۶۱	حضرت سیدی لوالہ کے مکاشفہ کا ظہور	۴۲۳	مولانا سید احمد اکبر آبادی کتب	۷۰۳	مصر کا سفر
۴۶۱	بعض فضلاء کا ایازاد	۴۲۳	۲۱۔ المساجد المہجورہ عربی قلمی	۷۰۷	مصر سے حج کے واسطے جانا
۴۶۲	عاجز کا جواب	۴۲۳		۷۱۱	محبے والہی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۹۰	منظوم نسب نامہ و ختامیہ	۷۸۸	ڈاکٹر محمد ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ	۷۹۳	آزاد کبر الصوت
۷۹۱	مبارک ثنا	۷۸۷	عقد زواج داوود	۷۹۴	عاجز کا سنگ
۷۹۱	نعت مبارک	۷۸۶	حادثہ جانکاه	۷۹۵	عید گاہ کی امامت
۷۹۳	نالی منظومہ	۷۸۵	یادِ جاناں	۷۹۸	سعادت حج و زیارت
۷۹۹	قطعات تاریخ	۷۸۴	تولیت ابراہیم النعمانی سلمانش	۷۷۳	زواج داوود

تاریخی قطعہ از مولف

سُنو دوستو کچھ گمالاتِ خیر بہت دلربا ہیں مقالاتِ خیر
 لکھی زید نے یہ شگفتہ کتاب ہے تاریخ مشیوا مقاماتِ خیر
 ہویدا ہے دیکھو سن عیسوی
 نسیم ہدایت مقاماتِ خیر

ابتدائیہ طباعت ثانیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ اللَّهُ لَكُمْ الرَّحْمَنَ وُزْرًا

جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمن محبت

مبارک خیر کو اللہ کا وُز ہو زہے رفت، محبت رحمان خود ہو

الْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْلَادًا آخِرًا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ سَرْمَدًا۔

یہ کتاب سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر معروف بہ ”مقامات ابوالخیر“ پہلی مرتبہ ۱۳۹۲ھ میں چھپی تھی۔ پھر تین سال کے بعد اس کا عکس لے کر چھوٹی تقطیع پر اس کو طبع کرایا تھا۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے از سر نو اس کی کتابت اور آفست سے طباعت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر و خوبی سے اس مبارک کتاب کو سمجھا دے۔

اس طباعت کی خصوصیات کا عاجز ذکر کرتا ہے۔

۱۔ اپنی طباعت میں چند غلطیاں رہ گئی تھیں ان کی تصحیح کرادی گئی ہے۔

۲۔ بعض مندرجات مجبوراً غیر محل میں اندراج پا گئے تھے اب اپنے مناسب مقام پر لکھ دیئے گئے ہیں۔

۳۔ حضرت برادر کلاں نے اپنی ایک بیاض میں حضرت والد ماجد کے چند ملفوظات معتبر افراد سے نقل کر کے لکھے تھے۔ عاجز نے ”ملفوظات“ کے آخر میں اُن کا اضافہ کر دیا ہے۔

۴۔ حضرت سیدی الوالد قدس اللہ سرہ کے دو چار واقعات جو مستند ذرائع سے عاجز کو معلوم ہوئے ہیں اپنے موقع پر لکھ دیئے گئے ہیں۔

۵۔ حضرت سیدی الوالد کی اولاد میں سے جو صاحبان دارالبقار میں آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے ہیں اُن کا بیان کر دیا گیا ہے۔

۶۔ اس کتاب کی پہلی طباعت کے بعد عاجز کی تالیفات میں جو اضافہ ہوا ہے اُس کا بیان کر دیا گیا ہے۔

۷۔ عاجز نے اپنے شعر و سخن کے سلسلہ میں بھی کچھ وضاحت کر دی ہے۔

۸۔ کتاب کی پہلی طباعت کے بعد خانقاہ شریف کی تعمیرات میں جو اضافے اور تغیرات

ہوئے ہیں اُن کا بیان کر دیا ہے۔

۹۔ ”چتر نورانی“ کے سلسلہ میں بعض فضلا کے ایراد کا جواب لکھ دیا ہے۔

۱۰۔ مولانا محمد میاں کاندھلوی کی بیعت کے واقعہ کی مزید وضاحت کر دی ہے۔

۱۱۔ عاجز نے ”مقامات خیر“ ایک جذبہ کے تحت لکھی تھی۔ جو آمد ہو رہی تھی نوکِ قلم اُس کو مقید کر رہی تھی۔ زیادہ تر آمد اردو میں تھی، لیکن کچھ عربی اور فارسی میں تھی۔ یہ خیال اُس وقت نہ آیا کہ اب خود اردو زبان عنقا صفت بن رہی ہے، بھلا عربی اور فارسی کا کیا مذکور، اس کا احساس بعد میں عاجز کو ہوا۔ اب نئی کتابت کے وقت عاجز اپنے مشفق و مہربان رفیقِ قدیم جناب مولانا قاضی سجاد حسین صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ فتحپوری کے پاس گیا کہ کسی شخص کی نشان دہی فرمادیں جو عربی اور فارسی عبارات کا ترجمہ کر دے۔ عاجز کی بات سُن کر آپ نے فرمایا۔ آج کل مجھے فرصت ہے۔ وقت کا گزارنا بعض اوقات بار ہوتا ہے، لہذا یہ کام میں خود کروں گا۔ اور آپ نے اتنا اصرار کیا کہ کتاب ان کے حوالہ کرنی پڑی۔ آپ نے حرفاً حرفاً کتاب پڑھی، مناسب مقامات میں ترجمے کئے اور پھر اس کتاب کے متعلق اپنی رائے لکھ کر عاجز کے حوالہ کی۔ حضرت مولیٰ جل شاد و عم احسانہ اس طرح اس عاجز کی مشکلات آسان فرماتا ہے۔ جب وہ دنیوی مشاغل آسان کر رہا ہے، اخروی مشاغل اپنے لطف و کرم سے حل فرمائے گا۔

نہ ڈر زید مرشد ہے خیر جہاں نبی تیرا شافعِ خدا مہربان

اللہ تعالیٰ جناب قاضی صاحب کو دارین میں عافیت سے رکھے۔ آپ پانچ سال سے ...

”فتاویٰ تاتارخانیہ“ کی طباعت میں مصروف ہیں۔ تقریباً نصف کتاب چار پانچ حصوں میں چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب امام عالم بن العلاء حنفی متوفی ۷۸۷ھ کی تالیفِ قیم ہے۔ اللہ تعالیٰ بہ وجہ احسن اس کام سے قاضی صاحب کو فارغ کرے۔

ابوالحسن زید فاروقی عفی عنہ

چار شنبہ ۲۴ شوال ۱۴۰۹ھ

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی - ۶

۱۰ مئی ۱۹۸۹ء



تبصرہ جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

(جو مجلہ برہان از ماہ ریح الاول مشعلہ مطابق اپریل سنہ ۱۳۴۴ء شمارہ ۴ صفحہ ۲۵۳ میں چھپا ہے۔)
مقامات خیر از مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی، تقطیع کلاں، ضخامت ۸۰۰ صفحات، کتابت و طباعت اعلیٰ، قیمت
مجلہ درج نہیں، پتہ درگاہ شاہ ابوالخیر شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶۔

حضرت شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر مجددی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ مجددیہ کے ایک نہایت بلند پایہ
عالم اور صاحب طریقت و معرفت بزرگ تھے جو دہلی میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور یہیں ۱۶ فروری ۱۳۴۳ء کو
وفات پائی۔ دہلی کے بازار چکی قبر میں درگاہ شاہ ابوالخیر آپ ہی کے نام سے منسوب اور مرجع عوام و خواص ہے
یہ کتاب آپ ہی کے حالات و سوانح میں ہے۔ چونکہ اس کے مصنف خود حضرت شاہ صاحب کے فرزند
ارجمند ہیں جو "الولد سر لاجبہ" کے مطابق علم و فضل و وسعت مطالعہ و وقت نظر و ورع و تقویٰ اور اخلاق و
شائلی میں پدر بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں، اس سے ظاہر ہے اس کتاب کے لکھنے کا حق آپ کے سوا اور کس
کو پہنچ سکتا ہے، چنانچہ جو جامعیت جزئیات کا استیعاب و استقصا اور مستند معلومات اس کتاب میں ہیں
اس موضوع پر کسی دوسری کتاب میں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نویں پشت
میں شاہ ابوالخیر صاحب کے جد امجد تھے اس لئے کتاب دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت مجدد
سے لے کر حضرت شاہ محمد عمر (والد ماجد شاہ ابوالخیر صاحب) تک سلسلہ وار نو بزرگوں کے حالات و سوانح
فضائل و مناقب اور علمی کمالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا حصہ صاحب سوانح شاہ ابوالخیر
صاحب کے تذکرہ و ترجمہ کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں شاہ صاحب کے حالات سوانح، علمی و عملی کمالات
عبادات دریاضات اور ادواشغال، ارشادات و فرمودات، ارشاد و ہدایت، اندرون خانہ اور بیرون خانہ
مشاغل، اسفار، اخلاق تصنیفات، تدبیر و متعلقین، خلفاء و سرشدین اولاد و احفاد، مرض اور وفات،
یہ سب امور نہایت بسط و تفصیل اور تحقیق و کاوش سے لکھے گئے ہیں۔ اصل موضوع کے علاوہ بیسیوں
افراد و اشخاص کے متعلق بھی ضمنی طور پر بڑا کثرت و بیشتر حواشی ہیں اور کہیں متن میں بھی نہایت مفید اور قیمتی
معلومات آگئے ہیں۔ جو کچھ لکھا ہے حوالہ سے اور استناد کے ساتھ لکھا ہے۔ زبان و بیان شگفتہ رواں اور
دلچسپ ہے اس لئے کتاب تاریخی اور دینی و ادبی حیثیت سے بہت مفید پُر از معلومات اور بصیرت
افروز ہے۔ اس کا مطالعہ ہم خیر و ہم ثواب کا مصداق ہو گا۔

تبصرہ جناب مولانا قاضی سجاد حسین

(سابق مدیر و صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری، اہل)

بے حد تعریفیں خدا کے لئے اور ان گنت درود و سلام اس کے آخری نبی پر اور ان کی اولاد و اصحاب پر۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک صاحب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی گروہ سے محبت کرتا ہے لیکن اس میں شامل نہیں ہو سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ شخص بھی اس گروہ کے ساتھ ہو گا جس سے اس کو محبت ہے مشکوٰۃ اَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِي الصَّلَاحًا

میں نیکوں سے محبت کرتا ہوں اور خود ان میں سے نہیں ہوں بخدا اللہ تعالیٰ مجھے نیک کی توفیق عطا فرماوے۔ مگر میری حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید فاروقی نے اپنی اس کتاب مقامات خیر میں جن لوگوں کو اللہ کا ذکر خیر کیا ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ سے ان میں سے کسی ایک سے بھی محبت پیدا ہو جائے تو وہ انشاء اللہ ذخیرہ آخرت ہے اور وہ شخص تو اپنی قسمت پر جس قدر چاہے ناز کرے جس کو ان تمام خاصانِ خدا سے محبت پیدا ہو جائے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ راقم حروف اگرچہ ان ادیبان کی خاک پاکی بھی ہم ساری نہیں کر سکتا لیکن اس بات کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کتاب کو میں نے مکرر سہ کر پڑھا اور ہر بار ان بزرگوں کے تذکرہ سے ایک خاص لذت اور قلبی سکون و سرور محسوس کیا۔ خدا کی بے پایاں رحمت سے بعید نہیں کہ وہ میرے لئے اس کتاب کے مطالعہ کو ذخیرہ آخرت اور نجات کا سبب بنا دے۔

فاضل مصنف نے حضرت مجدد کی جس شاخ کا ذکر کیا ہے ان میں سے ہر ایک بزرگ اپنے وقت کا جنید اور شبلی تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ذریعہ لاکھوں بندگانِ خدا راہِ یاب اور کامیاب ہوئے ہیں۔ مصنف نے ان میں سے ہر ایک بزرگ کے احوال اور سوانح حیات انتہائی دیدہ ریزی اور جستجو کے ساتھ مستند کتابوں سے اس قدر جمع کر دیئے ہیں کہ اس کتاب کو ان بزرگوں کے احوال میں "دائرة المعارف" کہا جاسکتا ہے۔ مصنف محترم کا یہ کارنامہ اس خانوادے کے متوسلین پر اتنا بڑا احسان ہے جس کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ تصنیف عند اللہ مقبول ہو اور خلق اللہ کے لئے موجب ہدایت اور سعادت بنے۔ وَمَا ذَلَّتْ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

سجاد حسین

۱۵ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ ۳۰ جون ۱۹۹۸ء روز جمعرات

تبصرہ جناب مولانا محمد عبدالشارف صاحب صدر مدرس شعبہ عربی

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثر از مقامات خیر

(تالیف مزینہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی)

اللہ تعالیٰ کا سورہ حج کے آخری رکوع میں ارشاد ہے: **اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِمَّنِ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ بِعِصْمَتِهِ** اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے (جسے چاہیں) اپنے پیغام کی امانت کے لئے منتخب فرمالتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والے ہیں۔ اور سورہ آل عمران کے دسویں رکوع میں ارشاد ربانی ہے: **إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ** بے شک پہلا وہ گھر جو لوگوں کے لئے (مرکز ہدایت بنایا گیا وہ مکہ معظمہ میں ہے جو سارے جہانوں کے لئے برکت اور ہدایت ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جن گھرانوں کو اپنے دین حنیف کے لئے منتخب فرمالتے ہیں وہ قیامت تک کے لئے اس مبارک کام کے لئے منتخب ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک گھرانہ، سادات کرام اور اہل بیت اور اس طرح حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی حیدر کرار کے گھرانے قیامت تک کے لئے منتخب ہیں اور اسی طرح مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جس طرح اولاد ہدایت ربانی کے لئے مرکز رشد و ہدایت تھے آخر تک مرکز ہدایت رہیں گے۔

زیر نظر کتاب مذکورہ بالا دعویٰ کی دلیل ہے، کیونکہ یہ کتاب حضرت شاہ ابوالخیر کے حالات میں لکھی گئی ہے اور آپ اور آپ کا گھرانہ فاروقی ہے۔ اب پڑھنے والا اس کتاب کو پڑھے اور دیکھنے والا دیکھے کہ اس پیاری کتاب میں کیسے کیسے جو ہر پارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیائے کرام اور مقربان بارگاہِ حق کی سوانح حیات حقیقت میں بعد میں آنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہدایت ہوتی ہے۔ ان کی پاکیزہ زندگی کے واقعات پکار پکار کر کہتے ہیں۔ دیکھو تمہارے اسلاف علم و عمل کے کیسے دشمنی تھے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو کس طرح اپنے مولیٰ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود کے آخری رکوع میں اپنی معجزانہ شان سے کیا خوب فرمایا ہے: **وَكَلَّا نَقْصُصَ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ**

مَا نُنشِئُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ یہ ہم آپ پر انبیاء کرام کے جو واقعات بیان کرتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے دل کو تقویت پہنچائیں۔ اور ان واقعات میں آپ کے لئے حق اور ایمان والوں کے لئے نصیحت اور دھیان کی باتیں موجود ہیں۔

قارئین کرام دور نہ جائیں ذرا تقریباً آٹھ سو صفحے کی اس مبارک سوانح خیر کا مطالعہ فرمائیں ارشادِ ربانی مذکور کے مطابق اس کے ہر صفحہ میں پند اور نصیحت کی باتیں سورتوں کی طرح بکھری پڑی ہیں کیوں نہ ہو کہ مصنف ممدوح حضرت مولانا شاہ ابوالحسن مدظلہ العالی نے دل کی روشنی میں اس مبارک کام کو برسہا برس کی محنت اور جانفشانی سے کیا ہے اور وہ کم و بیش ایک صدی کا علمی اور دینی جائزہ ہے۔ ادبیارِ سلف کی ریافتیں، اُن کا اپنے مریدین کی تربیت، علم سے اشتغال، عمل کا انہماک، جن کو ہم اسلاف کی زندگیوں میں پڑھا کرتے تھے، اس ولی کامل، صاحبِ تصرف، حضرت امیر المومنین، خلیفۃ المسیح فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ کے اس تختِ جگر مولانا شاہ ابوالخیر قدس سرہ کی زندگی میں روزِ روشن کی طرح دیکھ رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مؤلف غلام نے اس ضخیم جلد میں اپنے والد ماجد کی جو سوانح لکھی ہے، اہل علم، اہل فضل اور اہل طریقت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے اسلاف کرام کی یاد تازہ کر دی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی مرا با جانِ جاں ہمزاد کردی

یہ سوانح دورِ حاضر کے تحقیقی معیار پر بھی الحمد للہ پوری اُترتی ہے۔ حضرت ممدوح مدظلہ نے جو کچھ لکھا ہے حوالوں اور استناد کے ساتھ لکھا ہے۔ اردو زبان میں بہت سے سوانح، تذکرے اور تراجم لکھے گئے اور لکھے جاتے رہیں گے۔ مگر اس سوانح کو جو ترتیب اور جامعیت حاصل ہے شاید کسی اور کتاب کو اپنے اس موضوع میں ایسا کمال حاصل ہو۔ کسی شاعر نے غالباً ایسے ہی موقع کے لئے یہ شعر لکھا ہے۔

گلستاں میں جا کے ہر اک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

آہ آج ایسی ہستیاں کہاں ہیں جنہوں نے شریعت اور طریقت کو اس طرح اُسُوہ بنایا ہو کہ

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق ہر ہوسنا کے نہ داند جامِ دسنداں بافتن

یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت شاہ محمد عمر (والدِ بزرگوار حضرت شاہ ابوالخیر رحمہما اللہ) تک سلسلہ وار اسلاف کرام کے حالات، فضائل، مناقب اور علمی کارناموں کا تذکرہ ہے۔ اس حصہ کو پڑھ کر جریر کا

یہ شعر زبان پر آجاتا ہے۔

اَوْ لَيْتَ اَنْبَايَ فَيُحْشِنِي بِمِثْلِهِمْ اِذَا جَمَعْتُنَا بِآجَرٍ نَزَّ الْمَجَامِعُ
یہ ہیں میرے آبا و اجداد اے جریر اگر ہم کو مخلص کہیں اکٹھی کریں تو تو ان سے جیسا مجھ کو دکھا۔
اور ایسے ہی موقع پر ایک شاعر ربانی نے کیا خوب لکھا ہے۔

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے نبوت کے یہی وارث یہی ہیں ظلِ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عباد پر انہیں کے آفتابِ رناز کرتی ہے سلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی دراشت ہے انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں بھر میں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر غلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مرا لکے اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو خندانی

اس کتاب کو پڑھ کر اور حضرت مصنف کو دیکھ کر یہ کترین بہ بانگِ دہل کہتا ہے
بہ دہلی زد اگر در جستجوئے آپ حیوانی

یہ عاجز کیا لکھے کہاں تک لکھے جب کہ اس عظیم علمی ادبی اور تاریخی تذکرہ پر مولانا سعید احمد
اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق نے تبصرہ لکھا ہے عاجز یہ شعر لکھ کر اپنی خامہ فرسائی ختم کرتا ہے۔
اند کے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم کہ دل آزرده شوی در سخن بسیار است
مطالعہ کرنے والے آئیں اور اس دفترِ نایاب سے اپنے اپنے ظرف اور اپنی اپنی استعداد کے
مطابق معارف اور مکارم حاصل کر لیں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ بتلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

پروردہ شیوخ و اساتذہ

محمد عبدالستار خاں

سابق پروفیسر و صدر شعبہ عربی

جامعہ عثمانیہ

جمعہ

۲۸ شوال المکرم ۱۴۰۷ھ

۲۶ جون ۱۹۸۷ء

شکر گنج حیدر آباد



تعارف و اعتراف

(برادر طریقت جناب مولانا عبید الرحمن خاں شروانی، حبیب منزل، میرس روڈ، علی گڑھ)

لہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

مخدومنا و مطاعنا حضرت پیر و مرشد شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر مجددی فاروقی قدس سرہ و اہل بیت کے سوانح حیات مبارک موسوم بہ مقامات خیر، حضرت مخدوم زادہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی سلمہ اللہ تعالیٰ نے قلم بند کئے۔ **فَلِلّٰهِ تَعَالٰی الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ۔**

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ قاری، حافظ، عالم اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ روزانہ مغرب کے بعد سے تہجد تک رشد و ہدایت میں مشغول رہتے تھے، دن میں مطالعہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ ہم نے بخاری شریف من اولیٰ الی آخرہ فقط لفظاً حرفاً چودہ مرتبہ پڑھی ہے اور طبقات ابن سعد سات مرتبہ میں نے جیسی سنیست حق حضرت میں دیکھی کسی اور بزرگ میں نہیں دیکھی، موسم سرما میں دہلی اور موسم گرما میں کوئٹہ تشریف رکھتے تھے۔

۱۹۱۶ء میں میں انگلو عربک ہائی اسکول دہلی میں پڑھتا تھا۔ دسمبر کی تعطیلات میں لکھنؤ گیا۔ وہاں ماسٹر سید منظر علیم صاحب فرید آبادی مرحوم کے ساتھ حضرت مولانا امین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دن بعد عصر حاضر ہوا۔ ماسٹر صاحب نے حضرت مخدوم سے کہا کہ یہ میٹرکولیشن کا امتحان دینے والے ہیں آپ دعا کریں کہ کامیاب ہو جائیں، کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت میری تمنا ہے کہ میں داخل سلسلہ ہو جاؤں فرمایا کہ انگریزی تعلیم سے کدورت پیدا ہوتی ہے اور سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے صفائی قلب چاہیے یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟ یہ بھی فرمایا کہ پہلے حلقہ میں بیٹھ کر صلاحیت پیدا ہو جائے تب سلسلہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ جہاں تمہارے نصیب میں ہو گا وہاں تمہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے گی۔ دہلی واپس آکر خانقاہ منظر یہ میں حاضر ہونے کا خیال کرتا رہا۔ لیکن حضرت کے جلال کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بہر حال ہمت کر کے ایک شب منشی محمد سعید خاں آفریدی مرحوم کے ساتھ حاضر ہوا اور خانقاہ شریف میں حاضری کی اجازت چاہی۔ آدھ ایک کوٹھری میں بیٹھنے کے لئے ارشاد ہوا۔ کچھ دیر بعد طلب کیا۔ جب میں حاضر ہوا تو حالات دریافت فرمائے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ انگریزی پڑھتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ آج کل مسلمانوں کے لئے انگریزی پڑھنا ضروری ہے کیونکہ انگریزی تعلیم سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے ہمت کر کے بیعت کی درخواست کی جواز راہ

شفقت منظور فرمائی۔ الحمد للہ یہ سعادت خوش نصیبی سے مجھے حاصل ہوئی۔ شجرہ شریف پر اپنے قلم سے میرا نام مع ولایت تحریر فرما کر مجھے عنایت کیا۔ میں حاضر ہوتا رہا۔ بہت شفقت فرماتے اور اپنے تخت کے قریب بٹھاتے تھے۔ چائے سبز نوش فرماتے تھے۔ مجھے بھی مرحمت ہوتی تھی۔ کبھی کبھی میں تہجد کے وقت تک حاضر رہتا تھا، کبھی عشاء کی نماز میں شریک ہو جاتا تھا۔ حضرت خود امامت فرماتے تھے۔ جب الحمد شریف پڑھتے تھے مقتدیوں کے دل میں خوف الہی پیدا ہو جاتا تھا، تڑپنے لگتے تھے۔ ایک شب میں ۲ بجے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا فضل ہے کہ اس وقت جب مخلوق آرام کر رہی ہے یہاں اللہ کے بندے ذکر الہی میں مصروف ہیں۔ یہ فرما کر ”ھو“ کہا اور حمام خانقاہ اور قرب وجوار کے مکان اور مسجدیں اللہ اللہ کی صدائے گونجنے لگیں۔ بارہ ربیع الاول کو خانقاہ میں میلاد شریف ہوتا تھا، مجلس آراستہ و پیراستہ کی جاتی تھی، شامیلے صحن میں لگتے تھے اور بجلی کی روشنی سے محفل منور ہوتی تھی بعد نماز عشاء بہ نفس نفیس بیان فرماتے تھے۔ بڑا مجمع ہوتا تھا۔ ساری خانقاہ سامعین سے بھر جاتی تھی۔ صبح صادق کے وقت جو ولادت پاک کا وقت ہے قیام کرتے تھے۔ وفات سے قبل جو مجلس ہوتی اس میں دوران قیام میں مجھ سے فرمایا کہ ”دیکھو کیسے انوار نازل ہو رہے ہیں، اچھی طرح دیکھ لو اس کے بعد ایسے انوار دیکھنے نصیب نہیں ہوں گے“ اسی سال ۲۹ جمادی الآخرہ شب جمعہ دو بجے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ العزیز گلاوٹی فسلع بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد مجھ سے فرمایا کہ ”ہیں وہاں کے لوگ میرے مہربان علی کی قبر پر لے گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد ہم نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر حاضرین سے کہا کہ ”میر صاحب مرحوم کے آگے کے دُورانت ٹوٹے ہوئے تھے اور تیل چانولی دارھی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے میر صاحب کو زندگی میں لکھا تھا۔ ہم نے جواب دیا کہ اب دیکھ رہے ہیں“

میرے نانا نواب سر محمد منزل اللہ خاں بہادر مرحوم ممبر کونسل آف اسٹیٹ سے مرض الموت سے قبل جب کہ حضرت تندرست تھے ارشاد کیا کہ تمہارا حکومت میں رسوخ ہے، تم ہمارے خانقاہ میں دفن ہونے کی اجازت دلا دو۔ نواب صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ و سلامت رکھے۔ حضرت نے مکرر یہ فرمائش کی۔ نواب صاحب خاموش ہو گئے اور انھیں یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ عن قریب وفات فرمانے والے ہیں۔ کچھ دن کے بعد حضرت علیل ہوئے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۴۸ کو بوقت دو بجے شب وفات ہو گئی۔ نماز فجر کے لئے نواب صاحب مرحوم وضو

کر رہے تھے کہ چند افتائی مکان پر پہنچے اور حادثہ جاں کاہ کی اطلاع کی۔ نیز حضرت کی فرمائش یا رد لائی۔ نواب صاحب نے چیف کمنڈر سر مالکم ہیلی کو ٹیلیفون کیا لیکن انھیں اجازت دینے میں تامل کیا۔ نواب صاحب نے اصرار کیا اور بالآخر اجازت مل گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے جد امجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اس موقع پر میرے والد ماجد (نواب صدر یار جنگ بہادر) مرحوم مغفور نے مجھے حیدر آباد سے تحریر فرمایا کہ "علیم فرید احمد صاحب (مرحوم) کے خط سے حضرت مولانا ابوالخیر قدس سرہ العزیز کی خبر رحلت دریافت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دلی افسوس اس حادثہ پر ہے۔ اس زمانہ میں طریقہ نقشبندیہ کی مجددیہ کی بڑی رونق ذات گرامی سے تھی۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ ایک گریہ زندہ بہ از صد شیر مردہ "حضرت تو زندہ شیر تھے"۔

خاکسار

عبید الرحمن

حبیب منزل۔ میرس روڈ۔ علی گڑھ

۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء



حرف آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ لَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ
وَمَنْ تَبِعَهُمْ وَآخِئَهُمْ۔ (تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کا شکر ہے درود و سلام
ہمارے سردار محمد پر اور ان کی اولاد پر اور ان کے صحابہ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے ان کا اتباع
کیا اور ان سے محبت کی) بندہ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی عرض کرتا ہے کہ سیدی
دسندی و حجتی و وسیلتی الی اللہ جل شانہ و عزہ برائے حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین قدس اللہ
سرہ و توفیقہ کی وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد اس عاجز کو خیال ہوا کہ
آپ کے احوال مبارکہ اگرچہ ہزار ہا مخلصین کے صفحاتِ قلوب پر کالغش فی النجر (پتھر کی لکیر
کی طرح) ثبت ہیں۔ لیکن کتابی شکل میں بھی ان کا قلم بند ہو جانا بہتر ہے تاکہ بعد میں آنے والوں کے
لئے بمنزل مشعل ہدایت رہیں اور آپ کا ذکر خیر باقی رہے ۵

ذکرِ باقی را حکیمان عمر ثانی گفتہ اند ایں ذخیرہ پس ترا کالباقیات الصالحات
(باقی رہنے والے ذکر کو حکما نے دوسری عمر کہا ہے۔ یہ ذخیرہ تیرے لئے باقیاتِ صالحات کی طرح ہے)
یہ خیال آنے پر اس عاجز نے دو بیاضیں مرتب کیں تاکہ ایک میں آپ کے خطوط کی نقل اور
دوسری میں آپ کے ملفوظات و احوال کو قلمبند کرے۔ آپ کی رحلت کے چند روز بعد اس
خیال کا آنا مبارک ثابت ہوا۔ کیونکہ ابتدائی سالوں میں یارانِ کہن جوق در جوق دُور دراز
علاقوں سے برائے فاتح و تسکینِ قلب آرہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ ان خطوط کو لائے جو آپ نے
ان کو لکھے تھے۔ چنانچہ اس عاجز نے ان خطوط کو بیاض پر نقل کیا اور ان پاک نہاد افراد سے اُن
باتوں کا بھی علم ہوا جو اس عاجز کے ہوش میں آنے بلکہ عالم وجود میں قدم رکھنے سے پہلے کی ہیں۔
اس سلسلہ میں حضرت عتمہ محترمہ امۃ الجلیل رحمہا اللہ و توفیقہ سے نہایت مفید معلومات

حاصل ہوئیں۔ وہ آپ سے چار سال بڑی تھیں قوتِ حافظہ میں آپ کی نظیر تھیں۔ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک بات ان کو تفصیل کے ساتھ یاد تھی جو ردِ سالی اور پھر جوانی کے واقعات اُن ہی سے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ آپ کے بعد سترہ سال تک بقیدِ حیات رہیں۔ ان کا مبارک ذکر حضرت شاہ محمد منظر قدس سترہ کے احوالِ مبارک کے ذیل میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

جس زمانے میں تالیف کا خیال آیا تھا اُس زمانے میں یہ عاجز طلبِ علم میں مشغول تھا جاننے والے جانتے ہیں کہ اگر صحیح طور پر علم کی طلب ہو تو طالب علم کو پھر اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ وہ دوسرے مشاغل بھی جاری رکھ سکے۔ یہی بات اس عاجز کو پیش آئی اور تالیف کا ارادہ دائرہ خیال ہی میں محدود رہا۔ چند سال تک یہ عاجز ہندوستان میں دولتِ علم سے دامنِ مراد پُر کرتا رہا اور پھر پانچ سال کے واسطے مصر گیا اور وہاں اپنی تشنہ لبی کو شیریں چشموں سے سیراب کرتا رہا اور مصر سے واپسی پر دیگر مشاغل میں مصروف ہو گیا۔

اگرچہ یہ عاجز ۱۳۵۹ھ سے تالیف و تصنیف کی طرف متوجہ ہے لیکن یہ مبارک تالیف جس کا خیال ۱۳۴۱ھ میں آیا تھا، دائرہ خیال ہی میں محدود رہی۔ البتہ وہ بیاضیں جو اس کام کے لئے بنائی گئی تھیں آہستہ آہستہ پُر ہوتی گئیں، بلکہ ان کے ساتھ دو بیاضیں اور بھی بن گئیں۔

جب کسی کام کا وقت آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اسباب ظاہر کر دیتا ہے۔ یہی صورت اس کتاب لکھنے کی ہوئی کہ گزشتہ تین چار سال کے دوران میں چند افراد نے حضرت سیدی اللوالہ قدس سترہ کے احوال طلب کئے۔ یہ عاجز اُن کی طلب پوری کرتا رہا۔ جب چونکہ مرتبہ طلب پوری کر رہا تھا تو خیال آیا کہ کیوں نہ اس کتاب کی تکمیل کر دی جائے جس کا خیال پچاس سال سے اعماقِ قلب میں مستتر ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس تازہ خیال کے وقت یہ عاجز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سترہ کے متعلق ایک مضمون لکھ رہا تھا اور اس سلسلہ میں ”زبدۃ المقامات“ اور ”حضرات القدس“ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ان کتابوں کے قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں اور وہ فہرست سے بالکل معرّی تھے۔ کتاب کی فہرست نہ ہو تو اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا پہلے اس عاجز نے ان دونوں کتابوں کی نہایت جامع فہرست مرتب کی اور پھر اس مضمون کی طرف متوجہ ہوا جس کی وجہ سے یہ دونوں کتابیں فہرستِ امانتہ ہوئیں۔ ”زبدۃ المقامات“ کی فہرست سے یہ عاجز جسدِ مورخہ

۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ کو فارغ ہوا تھا۔ اس وقت اس مبارک کتاب کے نام کے آخری حصہ "مقامات" نے اپنی طرف متوجہ کیا اور خیال آیا کہ اگر اس کو حضرت سیدی الوالد کے کنیت سے ملا دیا جائے تو اس تالیف کے لئے جس کا ارادہ اب پھر ہوا ہے مبارک رہے گا۔ کیونکہ یہ لفظ اس کتاب کے نام کا جز ہے جو آپ کے نویں دادا کے احوال میں لکھی گئی ہے اور آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ وراثتہً اسی اصل مبارک سے پہنچا یا ہے۔ لہذا اس عاجز نے لفظ مقامات کو خیر سے ملا کر "مقامات خیر" اس تالیف کا نام تجویز کیا۔ یہ مبارک نام تجویز ہو جانے کے بعد عاجز کی نظر اس کے امداد پر گئی۔ اور یہ دیکھ کر کہ اس کے اعداد تیرہ سو بانوے ہیں دل نے کہا کہ اس مبارک کام کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ۱۳۹۲ھ میں پایہ تکمیل تک پہنچا دے گا۔ "لَا طَیْرَ وَخَیْرُهَا الْفَالُ قَالُوا وَمَا الْفَالُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْکَلِمَةُ الْقَائِلَةُ یَسْمَعُهَا أَحَدُکُمْ" فی مشکوٰۃ عن الصّیحین۔ (پرندہ اگر بھلائی برائی پہچاننے کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ اس میں فال بہتر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور فال کیا ہے۔ فرمایا بھلی بات جو تم میں سے کوئی سنے)

وَسَحَابُ الْخَيْرِ لَهُ مَطَرٌ فَإِذَا جَاءَ الْإِبَّانُ نَجَّى

اور بھلائی کے بادل کی بارش ہوتی ہے۔ جب وقت ہوتا ہے وہ آجاتا ہے۔ اس غیبی بشارت ملنے پر اس عاجز نے قدیمی تحریرات و کاغذات کو اور آپ کے مکاتیب شریفہ کے اس مجموعہ کو جو کہ یارانِ قدیم رحمہم اللہ میں سے بعض افراد نے اس عاجز کو اس تالیف کے لئے عنایت کئے اور ان بیاضوں کو جو اس کام کے لئے ہبیا کی گئی تھیں نکالا۔ تاکہ آپ کے مبارک احوال کو قلمبند کیا جاسکے۔

اس عاجز نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت امام ربانی سے آپ کے حضرت والد قدس اللہ اسرارہم تک تمام اجداد کا مختصر حال ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ کیسا اعلیٰ و ارفع باغ ہے۔ اور کیسا مبارک یہ شجر ہے کہ "جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی"

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے قلاوۃ نسب کے آخری حصہ کی چار کڑیاں بوجہ مطابقت اسی کے زبدۃ المقامات وغیرہ میں لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ اس عاجز نے اس سلسلہ میں جو تحقیق کی ہے اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے ان کاغذات کو بھی نکالا جن میں اس کا بیان ہے۔

حضرات اجداد عالی شان قدس اللہ سرہم العلیہ (اللہ ان کے بلند رازوں کو پاکی عطا کرے) کے احوال مبارکہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابوں سے اخذ کیا جائے گا۔

۱۔ برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات تالیف سر مست جام احمدی حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ۔ یہ کتاب ۳۳۰م میں تالیف ہوئی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک بہ اعتبار تحقیق حضرت امام ربانیؒ کے احوال مبارکہ میں یہ کتاب لَا تَطِيرُ لَه (اس کی کوئی مثال نہیں) ہے۔ اس کتاب کے تین قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں۔

پہلا نسخہ۔ وسط اور آخر میں ناقص ہے۔ اس کی کتابت اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب گیارہویں صدی کے آخر یا بارہویں صدی کی ابتدا میں لکھی گئی ہے۔

دوسرا نسخہ۔ خواجہ فضل احمد شاہجہاں آبادی ڈپٹی کلکٹر نے احمد علی نقشبندی مجددی منطہری مرشد آبادی سے لکھوایا ہے اور تیسری ذی الحجہ ۱۲۸۹م میں اس کی کتابت پوری ہوئی ہے۔ اس کے چار سو اسی (۴۸۰) صفحات ہیں۔

تیسرا نسخہ۔ حضرت سیدی الوالد نے سن تیرہ سو ہجری میں کسی سے لکھوایا ہے اور پھر آپ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ صحت کے اعتبار سے اس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کے چودہ سو بہتر (۶۴۲) صفحات ہیں۔

۲۔ حضرات القدس دفتر دوم۔ یہ کتاب شیخ بدرالدین سرہندی نے لکھی ہے اور وہ اس کی تالیف سے غالباً سن ایک ہزار پچاس یا اس کے ایک دو سال بعد فارغ ہوئے ہیں ان کے پیش نظر زبدۃ المقامات رہی ہے۔ بلکہ بعض جگہ زبدۃ المقامات ہی کی عبارت نقل کی ہے۔ یہ کتاب مستند ہے۔ اس کتاب کے دو قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں۔

پہلا نسخہ ۹۹م میں لکھا گیا ہے اور اس کے پانچ سو تیس (۵۳۰) صفحات ہیں۔ یہ نسخہ محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی قدس سرہ کے مطالعہ اور تصرف میں رہا ہے اور آپ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے یہ کتاب مع دیگر کتب کے حضرت کے ترکہ میں سے ۱۲۹۶م میں خریدی ہے۔ ان شاء اللہ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ اس نسخہ کو محمد نوری شفقارجی نے موضع لمغان میں لکھا ہے اور بہ روز جمعہ ۱۲ رمضان ۱۲۹۹م بہ وقت چاشت قلعہ آباد میں کتابت سے فارغ ہوئے ہیں۔

دوسرا نسخہ بخط نسخ نہایت عمدہ لکھا ہوا ہے۔ مجددی ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ ہے۔ صفحات

پانچ سو بیالیس (۵۳۲) ہیں۔ ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۸۸ھ میں اس کی کتابت سے کاتب فارغ ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

۳۔ مکتوبات سلطان الاولیاء حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ، جن کو آپ کے بڑے صاحبزاد حضرت محمد اعظم قدس سرہ نے جمع کیا ہے۔ اس عاجز نے یہ کتاب مع رسالہ یواقیت الحرمین معرف بہ حسان الحرمین محمد امین مرغینانی سے مکہ مکرمہ میں ۱۳۸۸ھ میں لکھوائی اور حضرت برادر ابوالشرف عبدالقادر رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۴۔ مقامات معصومی معروف بہ برکات معصومی تالیف شیخ صفرا احمد بن فضل اللہ بن عبدالقادر بن محمد امین بن عبدالرزاق برادر سلطان حضرت مجدد فرزند مخدوم عبدالاحد قدس اللہ سرہ اہم۔ صفرا احمد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے نواسے تھے۔ ۱۳۸۲ھ آغاز تالیف ہے۔ یہ نسخہ ۱۳۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں لکھا گیا۔ اور یہ بھی محدث دارالہجرہ شیخ عبدالغنی قدس اللہ سرہ کی ان کتابوں میں سے ہے جن کو حضرت سیدی الوالد نے ۱۳۹۶ھ میں خریدا ہے۔ اس کتاب کے چار سو بانوے (۲۹۲) صفحات ہیں۔

۵۔ جواہر علویہ از حضرت شاہ رؤف احمد مجددی قدس سرہ۔ ۱۳۸۹ھ میں آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی رسالہ تالیف فرماتے تو ایک نسخہ اپنے خال زاد بھائی حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ کو دتی ارسال فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ نسخہ اسی وقت کا تحریر کردہ ہے جو وراثتہ اس عاجز کو ملا ہے۔ اس کے کاتب محمد عیسیٰ ہیں اور ایک سو چورانوے (۱۹۴) صفحات کی کتاب ہے۔

۶۔ مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ تالیف حضرت شاہ محمد منظر قدس سرہ۔ سال تمام بارہ سو ستتر ہے اور اسی زمانہ میں دلی کے اکمل المطابع میں حضرت حاجی دوست محمد رحمہ اللہ نے چھپوائی ہے۔

۷۔ انساب الظاہرین تالیف جد امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ ۱۳۸۴ھ میں آپ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اس عاجز کے پاس ہے۔ اس کتاب میں حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد در اولاد کا ذکر ہے۔

۸۔ سیر الکاملین۔ یہ فارسی میں نہایت نفیس کتاب ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ان حضرات کا ذکر کیا ہے جو اصحاب کمال تھے۔ ابتدا حضرت خواجہ باقی باللہ سے کی ہے۔ پھر ان کے

دونوں صاحبزادوں کا ذکر ہے۔ پھر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور ان کے صاحبزادوں کا اور پھر ان کے صاحبزادوں اور پھر ان کی اولاد اور اولاد میں سے اہل کمال کا ذکر ہے۔ حضرت شیخ سیف الدین کی اولاد میں سے اہل کمال کا ذکر کرنے کے بعد حضرت حبیب اللہ مرزا منظر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہم و افاض علیہما من یرکاتہم کا ذکر ہے۔ کتاب نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ حضرت شاہ احمد سعید اور ان کے برادران و اولاد اور حضرت سیدی الوالد کا حال آنکھوں دیکھا حال معلوم ہوتا ہے۔ عبارت اور طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف عالم فاضل تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید کا ذکر تین اوراق پر اور شاہ عبدالرشید کا ذکر بھی تین اوراق پر اور شاہ محمد عمر کا ایک ورق پر اور شاہ محمد منظر کا ایک صفحہ پر اور سیدی الوالد کا نو سطروں میں کیا ہے۔ شاہ محمد معصوم کا ذکر نہیں ہے اور یہ جائے تعجب ہے وہ تو علم ظاہر و باطن میں از اصحاب کمال تھے۔ اس کتاب کے بہتر صفحات ہیں۔ جو نسخہ اس عاجز کے پاس ہے غالباً مؤلف کے ہاتھ کی پہلی تحریر بمنزلہ مسودہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت جدامجد کی وفات کا ذکر ہے اور شاہ محمد منظر کو باحیات لکھا ہے۔ اول الذکر کی وفات ۲ محرم ۱۲۹۸ھ میں اور مؤخر الذکر کی وفات ۱۱ محرم سنہ ۱۳۰۸ھ میں ہوئی ہے۔ لہذا یہ رسالہ ان تین سال کے عرصہ میں تالیف ہوا ہے۔ مؤلف نے نہ اپنا نام لکھا ہے نہ اپنی تالیف کا چونکہ آپ نے صرف کالمین کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے اس عاجز نے 'سیرا کالمین' اس کا نام تجویز کر دیا ہے۔

۹۔ ذکر الشہیدین تالیف حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ۔ ریاست رامپور میں سنہ ۱۳۰۸ھ میں لکھی گئی ہے اور وہاں کے مطبع منظر النور میں اسی سال طبع ہوئی۔
۱۰۔ بدیۃ احمدیہ تالیف شیخ احمد ابو الخیر العطار المکی۔ سنہ ۱۳۱۲ھ میں اس کو آخری مرتبہ رامپور میں مرتب کیا اور سنہ ۱۳۱۳ھ میں کانپور کے مطبع انتظامی میں چھپی۔ اس میں حضرت مجدد کی اولاد اور اولاد کا ذکر ہے۔

حضرات اجدادِ کرام قدس اللہ اسرارہم کے ذکر کے علاوہ بابائے سوم و دوم حضرت ابوسعید و حضرت احمد سعید قدس اللہ اسرارہما کی اولاد اور پھر اولاد کی اولاد کا بھی ذکر یہ عاجزان شامش کرے گا تاکہ اس شاخ مبارک کے تمام افراد کا ذکر آجائے۔ سلمہم اللہ و حفظہم۔
غرض نقشے است کزما یا دماند کہ ہستی را نہ می بینم بقائے
(ہمارا مقصد ایک نشانی کو چھوڑنا ہے جو ہماری یادگار ہے۔ اس لئے کہ میں اپنے وجود کا بقا نہیں دیکھتا ہوں)

اور اس کے بعد ذکرِ خیر کی سُرخ لکھ کر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے احوالِ مبارکہ کا تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔ اور پھر آپ کی اولادِ معنوی و ظاہری کا۔
 هَذَا مَا أَرَادَ الْعَاجِزُ الْمُتَعِيبُ وَاللَّهُ هُوَ الْمُتَوَقِّعُ وَالْمُعِينُ۔
 (یہ وہ ہے جس کا اس عاجز ذلیل نے ارادہ کیا ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔)

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر (رحمہ اللہ)
 شاہ ابوالخیر مارگ۔ دہلی ۶

جمعہ۔ ۲۳ محرم ۱۳۹۲ھ
 ۱۰ مارچ ۱۹۷۲ء



حضرات آبا واجداد کرام

فی الذّٰہبیّینِ الأوّلٰیہ..... من الکرام لنا بصائر
(پہلے گزرے ہوئے بزرگوں میں ہمارے لئے بصیرتیں ہیں)

(بابائے نہم) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی احمد کنیت ابوالبرکات، لقب بدرالدین اور خطاب امام ربانی مجدد الف ثانی ہے۔ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ سال ولادت قاسم سے ظاہر ہے۔ شمسی تاریخ ۵رجون ۱۵۶۲ء تھی اور وفات روزہ شنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۲ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۳ء کو سرہند شریف میں ہوئی۔ بعض افراد نے چاند کی ۲۷۔ اور بعض نے ۲۹ تاریخ لکھی ہے۔ اور یہ اختلاف مطالع کی بنا پر ہے۔ دن سہ شنبہ ہی کا ہے۔

عمر شریف | قمری حساب سے ۶۲ سال ۴ ماہ ۱۴ دن۔ اور شمسی حساب سے ۶۰ سال ۶ ماہ ۵ دن کی ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی عبدالاحد ہے اور مخدوم کے خطاب سے شہرت ہے۔ اسی خطاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کی اولاد کو مخدومی کہا جاتا ہے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے۔ اس قلاوۃ عالیہ کا وسط حضرت مجدد الف ثانی کی فات بابرکات ہے۔ آپ کا اسم گرامی چار حریفی ہے۔ اور آپ اپنے برادران میں چوتھے ہیں۔

آپ کا نسب | خواجہ محمد ہاشم کشمیری نے کتاب برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور شیخ بدرالدین سرہندی نے کتاب حضرات القدس کا دفتر دوم آپ کے احوال

لے حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمیری ملک بدخشاں میں موضع کشم کے بزرگ زادے ہیں۔ آپ کا گھرانہ سلسلہ کبرویہ سے وابستہ تھا۔ آپ کا دل اشارات و بشارات کی وجہ سے سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کی طرف مائل ہوا اور آپ اس طریقہ مبارک کے کسی فرد کامل کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ آپ نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بھی دیکھا تھا۔ اس (باقی اگلے صفحہ پر)

مبارک میں لکھا ہے۔ یہ دونوں پاک نہاد حضرت مجدد کے خلفاء میں سے ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں حضرت کا نسب نامہ امام الاعلیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک مذکور ہے۔ خواجہ ہاشم نے صرف نام لکھنے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ وسائل کا شمار بھی بیان کیا ہے۔ اس لئے ان کا تحریر کردہ نسب نامہ لکھا جاتا ہے۔

شمار	نام	شمار	نام	شمار	نام
۱	مخدوم عبدالاحد	۱۱	عبداللہ	۵	عبداللہ الواعظ الاصغر
۲	زین العابدین	۱۲	شعیب	۶	عبداللہ الواعظ الاکبر
۳	عبدالحی	۱۳	احمد	۷	ابو الفتح
۴	محمد	۱۴	یوسف	۸	اسحاق
۵	حبیب اللہ	۱۵	شہاب الدین علی فرخ شاہ	۹	ابراہیم
۶	امام رفیع الدین	۱۶	نصیر الدین	۱۰	ناصر
۷	نصیر الدین	۱۷	محمود	۱۱	حضرت عبداللہ رحمہ
۸	سلیمان	۱۸	سلیمان	۱۲	حضرت عمر رحمہ
۹	یوسف	۱۹	مسعود	۱۳	رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین
۱۰	اسحاق	۲۰	مسعود	۱۴	وعنہما معہما ارحم الراحمین

بقیہ منقولہ گزشتہ کا حاشیہ:

خیال کرتے ہوئے جا بجا پھرتے پھرتے برہان پور پہنچے۔ وہاں حضرت سید محمد نعمان قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ان کو دیکھتے ہی ان کے دل کو سکون ملا اور طریقہ شریف میں داخل ہو گئے اور برہان پور کی سکونت اختیار کر لی۔ ایک مدت تک حضرت میرے سلوک حاصل کرتے رہے اور پھر حضرت میر کی اجازت اور حضرت مجدد کی طلب پر سر بند شریف پہنچے اور تقریباً تین سال آپ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ ہاشم نے جب حضرت مجدد کو دیکھا اذول دجان آپ پر عاشق ہو گئے اور اس عشق کی بدولت مالا غین سرائے اور اذن سمیع کے مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر کو جمع کیا ہے اور کتاب زبدۃ المقامات بھی لکھی ہے۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ آپ کی محبت کا آئینہ دار ہے۔ حضرت مجدد کی وفات کے پندرہ بیس سال بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے۔ برہان پور کے قبرستان میں جو کہ قبرستان ٹکڑے کے نام سے مشہور ہے مدفون ہوئے۔ یہ قبرستان اس راستہ پر ہے جو شہر سے ریل کے اسٹیشن کو جاتا ہے۔ قبرستان سے متصل برساتی ندی گزرتی ہے۔ اس ندی کو پنڈول کہتے ہیں۔ تقریباً ساٹھ سال کا واقعہ ہے کہ برہان پور کے ایک نیک و صالح شخص پر آپ خواب میں ظاہر ہوئے۔ آپ نے اس مرد صالح سے کہا۔ ندی سے ہماری قبر کو نقصان پہنچنے والا ہے لہذا ہمارے جسد کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دو۔ اس اشارے پر وہاں کے لوگوں نے حکومت سے اجازت حاصل کی اور آپ کو وہاں سے نکال کر رابرٹ سن اسکول کے قریب میدان میں سپرد خاک کیا۔ قابل ذکر یہ ہے کہ تقریباً تین سو سال کے بعد آپ کے جسد کو قبر سے نکالا گیا۔ آپ کا جسم اور آپ کا کفن بالکل اصلی حالت پر تھے اور آپ کی قبر سے چاروں طرف خوشبو پھیلی رہی تھی۔ ہزار ہا افراد نے یہ کرامت دیکھی اور آپ پر شازہ پڑھ کر سپرد خاک کیا۔ ان خوش نصیبوں نے ہم گنومۃ القروم کی کیفیت پر حیرت سے دیکھی۔ رحمۃ اللہ و قدس سرہ۔

خواجہ ہاشم نے لکھا ہے: ”شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ الکابی جد پانزدہم حضرت ایشان است“
 واؤ بہ یازدہ واسطہ بہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما می پیوند دے اور لکھا ہے: ”امام
 رفیع الدین رحمہ اللہ جد ششم حضرت ایشان است“ اور لکھا ہے: ”وامام رفیع الدین بہ ہشت
 واسطہ بہ فرخ شاہ مذکور می پیوند دے یعنی فرخ شاہ آپ کے پندرہویں دادا ہیں اور وہ گیارہ
 واسطوں سے صحابی جلیل حضرت عبداللہ سے جاتے ہیں جو کہ حضرت عمر بن الخطاب کے صاحبزادے
 ہیں اور امام رفیع الدین آپ کے چھٹے دادا ہیں جو آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ سے جاتے ہیں۔
 خواجہ ہاشم کے اس بیان کا جب ان کے لکھے ہوئے ناموں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو ایک
 نام کی کمی واقع ہو رہی ہے اور یہ کمی فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے درمیان واقع ہوئی ہے کیونکہ
 ان دونوں کے درمیان گیارہ واسطوں کا ذکر کیا ہے اور نام دس ہیں۔ زبدۃ المقامات کے پہلے نسخہ
 میں فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے مابین واسطوں کو اس طرح لکھا ہے: ”زیر اکاد (فرخ شاہ) فرزند
 نصیر الدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم
 بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب“ زبدۃ المقامات کے اس نسخہ میں عنوانات اہم نام اور ہند سے
 شنگرف سے لکھے ہوئے ہیں اور جابجا شنگرف سے لکیریں کھینچ کر ع شنگرف برقرطاس میں غسل
 مصفا ریختہ کا منظر پیش کیا ہے۔ اس میں نصیر الدین کے نام پر لکیر کھینچ کر دو کا اور محمود کے
 نام پر تین کا اور سلیمان کے نام پر چار کا اور مسعود کے نام پر پانچ کا اور عبداللہ کے نام پر چھ
 اور سات کا ہندسہ ہے۔ بعد میں کسی نے شنگرف ہی سے سات کے ہندسہ کو کاٹا ہے۔ اور
 ابوالفتح پر آٹھ کے ہندسہ کو سات کا اور اسحاق پر نو کے ہندسہ کو آٹھ کا اور ابراہیم پر دس کے
 ہندسہ کو نو کا اور ناصر پر گیارہ کے ہندسہ کو دس کا ہندسہ بنایا ہے اور پھر عبداللہ پر گیارہ کا ہندسہ
 لکھ دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تصحیح کرنے والا عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ اس نے خیال نہیں
 کیا کہ عبداللہ الواعظ کے بعد الاکبر بن لکھا ہوا ہے جو کہ تشنیہ کا صیغہ ہے جس کا لفظی ترجمہ ”دوبڑے“
 ہے۔ خواجہ ہاشم نے تغلیبی تشنیہ کا استعمال کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عبداللہ الواعظ دو افراد کا
 نام ہے اور اکبر اور اصغر کہہ کر باپ بیٹے میں تفریق کی گئی ہے اور تصحیح کرنے والے نے عبداللہ پر
 گیارہ کا ہندسہ لکھ کر حضرت عبداللہ کو واسطوں میں شامل کر دیا۔ حالانکہ واسطے اُن کے بعد سے
 شروع ہو کر فرخ شاہ کے والد پر ختم ہونے ہیں۔

زبدۃ المقامات کے اس نسخہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ فرخ شاہ کے والد کا نام جو کہ واسطہ

اول ہیں لکھنے سے رہ گیا ہے اور نصیر الدین پر دو کا ہندسہ لکھ کر بتا دیا ہے کہ یہ واسطہ قدم ہیں۔
حضرات القدس میں دو ناموں کا اضافہ ہے پہلا اضافہ امام رفیع الدین کے بعد نور الدین کا
ہے اور دوسرا اضافہ نمبر اکیس اور بائیس میں ہوا ہے۔ شیخ بدر الدین نے نمبر اکیس کا نام عبد اللہ
الواعظ الاصفیٰ کی جگہ عبد اللہ لکھا ہے اور ان کے والد کا نام واعظ اصفیٰ اور دادا کا نام واعظ اکبر۔
خواجہ ہاشم نے واسطہ بیان کر کے کمی و بیشی سے سلسلہ نسب کو محفوظ کر لیا ہے۔
انہوں نے فرخ شاہ کو آپ کا پندرہواں دادا بتایا ہے۔ اور امام رفیع الدین کو آپ کا
چھٹا دادا بتا کر لکھا ہے کہ وہ آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ تک پہنچتے ہیں۔ لہذا رفیع الدین
اور فرخ شاہ کے مابین نور الدین کے اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور خواجہ ہاشم نے
”عبد اللہ الواعظ“ لکھ کر واضح کر دیا کہ الواعظ ان کی صفت ہے۔ اور پھر الاکبرین لکھ کر
آگاہ کر دیا کہ باپ کا نام بھی عبد اللہ تھا اور بیٹے کا بھی۔ اور دونوں واعظ تھے۔ ان کی
تفریق اکبر و اصفیٰ سے تھی۔ اور نصیر الدین پر دو کی رقم بتا رہی ہے کہ فرخ شاہ کے
والد کا نام سلسلہ نسب نقل کرتے وقت رہ گیا ہے۔

اس عاجز کا خیال ہے کہ شیخ بدر الدین کو نصیر الدین کے نام سے مغالطہ ہوا ہے۔
ان کو نور الدین کا نام شہاب الدین فرخ شاہ اور نصیر الدین کے مابین لکھنا تھا لیکن وہ
جلدی میں رفیع الدین و نصیر الدین کے مابین لکھ گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہر حال ایک نام
کا فرق کوئی فرق نہیں ہے اور نہ یہ کوئی اشکال ہے۔ اشکال تو یہ ہے کہ جس کا ذکر اب
کیا جاتا ہے۔

اشکال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نو صاحبزادے تھے۔ ۱۔ زید اکبر ۲۔ زید اصفیٰ
۳۔ عبد اللہ ۴۔ عاصم ۵۔ عبد الرحمن اکبر ۶۔ عبد الرحمن اوسط ۷۔ عبد الرحمن
اصغر ۸۔ عبید اللہ ۹۔ عیاض۔ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے تیرہ۔ ۱۔ ابوبکر ۲۔ ابو عبید
۳۔ واقد ۴۔ عبد اللہ ۵۔ عبید اللہ ۶۔ عمر ۷۔ عبد الرحمن ۸۔ سالم ۹۔ حمزہ ۱۰۔ زید ابلا
۱۱۔ ابوسلمہ ۱۲۔ عاصم۔ ان دونوں حضرات کے صاحبزادوں میں کسی کا نام ناصر نہیں ہے
اور حضرت فرخ شاہ کے گیارہویں دادا ناصر ہیں اور ان کو حضرت عبد اللہ کا فرزند قرار
دیا گیا ہے۔

ایک عرصہ سے یہ اشکال دل میں کھٹک رہا تھا۔ میزان الاعتدال اور تقریب التہذیب میں

عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر کا ذکر ملا اور خیال ہوا کہ عبداللہ بن عمر بن حفص کے صاحبزاد نام ناصر ہوگا اور مشابہت کی وجہ سے عبداللہ بن عمر کو ابن الخطاب سمجھ لیا ہے۔ اسی بحث و جستجو کے دوران شیخ فضل اللہ مجددی کی کتاب "عمدة المقامات" جو کہ ۱۲۲۳ھ میں تالیف ہوئی ہے نظر سے گزری۔ یہ کتاب تقریباً پینتیس سال پہلے لاہور میں چھپی ہے۔ اس کے صفحہ ۹۸ میں عبدالقیوم متوفی ۱۲۶۱ھ کی یہ عبارت حاشیہ پر ہے: "مخفی نامہ کہ تمام نسب مبارک تا امیر المومنین ازوئے انتخاب سی و دو نفر می شوند الخ" یعنی انتخاب کی رو سے آپ کے نسب مبارک میں بیس افراد ہیں۔ حالانکہ عمدة المقامات میں وہی سلسلہ نسب لکھا ہے جو بہ اعتبار وسائلط کے شمار کے اٹھائیس اور اسامی کے حساب سے ستائیس ہیں۔ اگر انتخاب کسی کتاب کا نام ہے تو عبدالقیوم صاحب کو اس کتاب میں سے ان حضرات کے نام لکھنے چاہیے تھے جو زبدة المقامات میں نہیں ہیں۔

اس عاجز نے اس اشکال کا ذکر حضرت حافظ محمد ہاشم مجددی ساکن طنزہ سائیں داد حیدر آباد سندھ سے کیا۔ انھوں نے یہ عبارت لکھ کر دی: "بر حاشیہ حضرات القدس از دفتر دوم صفحہ ہفتم جناب حضرت قبلہ محمد حسن مجددی قدس سرہ تحریر فرمودہ اند (شیخ عبداللہ بن عمر بن شیخ حفص بن شیخ عاصم بن شیخ عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم۔ ہذا مذکور فی کتب الانساب) حضرت مرحوم کے پاس قلمی کتابوں کا بہت بڑا لغیس ذخیرہ تھا۔ آپ نے یقیناً کسی کتاب میں یہ اضافہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ہذا مذکور فی کتب الانساب لکھا ہے۔ اگر آپ کتاب کا حوالہ بھی لکھ دیتے تو بہتر ہوتا۔

اس عاجز کو بہتہ چلا کہ محمود احمد صاحب عباسی نے تاریخ امروہہ کی چوتھی جلد تحقیق الانساب میں اس سلسلہ میں کچھ تحقیق کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نسیم احمد صاحب فریدی کے پاس یہ جلد موجود ہے۔ چنانچہ عاجز نے اُن کو خط لکھا۔ انھوں نے یہ جواب تحریر فرمایا: محمود احمد صاحب نے ناصر بن عبداللہ بن عمر کے نام پر یہ حاشیہ لکھا ہے (خاکسار مؤلف کی تحقیق میں آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم)۔

جواب معصومی میں احمد حسین خاں صاحب نے اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے: "قول فیصل بہ موجب کتب تواریخ یہ ہے کہ آپ فاروقی ہیں۔ اور نسب اس طرح سے ہے۔ ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سیادت فریدی

شیخ المشائخ حضرت فرید الدین مسعود معروف بہ گنج شکر قدس سرہ کے والد ماجد جمال الدین بن سلیمان بن شعیب ہیں۔ اور شعیب حضرت مجدد قدس سرہ کے بارہویں دادا ہیں۔ رشید احمد صاحب امر دہوی نے آپ کے سلسلہ نسب کے سلسلہ میں کتاب "سیادت فریدی" لکھی ہے۔ رشید احمد صاحب نے طرفہ تاشا کیا ہے کہ اس سلسلہ عالیہ پر از اولیائے کاملین کو بہ یک جنبش قلم از طائفہ سادات حسینی قرار دے دیا ہے۔ صد ہا سال سے یہ اولیائے کبار اپنے کو فاروقی لکھ رہے ہیں اور رشید احمد صاحب ان سب کے اقوال سے صرف نظر کر کے اُن کو حسینی سید کہہ رہے ہیں حالانکہ حضرت شہاب الدین فرخ شاہ کی قبر کابل سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر حقہ شالی میں درہ فرخ شاہ میں موجود ہے۔ آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے اور آپ کے آٹھویں دادا حضرت ابوالفتح کی قبر علاوہ لوگڑ میں موجود ہے۔ اور وہاں کے لوگ ان کو شیخ کہتے ہیں اور واقف کار افراد شیخ فاروقی سمجھتے ہیں۔

اس عاجز کے نزدیک اس قسم کی مساعی جو ہندوستان میں پائی جا رہی ہیں از آثار تشیع ہیں جو کہ اہل سنت و جماعت میں مثل ذیئب الثمل (چیونٹی کی چال کی طرح) سرایت کر رہی ہیں کہ امامت اور ولایت امیر المومنین شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کی مبارک اولاد کا حق ہے۔ اس سلسلہ میں عاجز نے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ باقی بانہ قدس سرہ کے احوال مبارکہ میں کچھ لکھا ہے جو کہ دو مرتبہ آپ کے مجموعہ کلام کے ساتھ بہ تفسیر سیر چھپا ہے۔ ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہوا اور انہوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا۔ بجائے اس قیل و قال کے اگر وہ قبلہ حق پرستاں حضرت خواجہ قدس سرہ کی سیادت کا اثبات معتبر کتابوں سے کر دیتے تو اس عاجز کا کلام خود بہ خود رد ہو جاتا۔ اس عاجز کی نظر "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" (تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے) اور اللّٰهُ يَخْتِیْ اِلَیْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ یَّئِنِّبُ (خدا اپنے لئے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اس کی رہنمائی کر دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے) پر ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا سلسلہ نسب اس عاجز کے نزدیک

نسب نامہ

اس طرح پر ہے :-

شمار	نام	شمار	نام	شمار	نام
۱	مخدوم عبدالاحد	۱۲	شعیب	۲۳	ابوالفتح
۲	زین العابدین	۱۳	احمد	۲۴	اسحاق
۳	عبدالحی	۱۴	یوسف	۲۵	ابراہیم
۴	محمد	۱۵	شہاب الدین علی فرخ شاہ	۲۶	ناصر
۵	حبیب اللہ	۱۶	نور الدین	۲۷	عبداللہ
۶	امام رفیع الدین	۱۷	نصیر الدین	۲۸	عمر
۷	نصیر الدین	۱۸	محمود	۲۹	حفص
۸	سلیمان	۱۹	سلیمان	۳۰	عاصم
۹	یوسف	۲۰	مسعود	۳۱	حضرت عبداللہ
۱۰	اسحاق	۲۱	عبداللہ الواعظ الاصفہر	۳۲	حضرت عمر الفاروق
۱۱	عبداللہ	۲۲	عبداللہ الواعظ الاکبر		رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرت مخدوم آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم علیم ظاہر اور باطن سے پوری طرح محفل اور محفل تھے۔ آپ کی تالیفات میں سے "کنوز الحقائق" اور "اسرار التشہد" کا ذکر زبدۃ المقامات میں ہے۔ اسرار التشہد کا کچھ حصہ خواجہ محمد ہاشم نے نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں ہے اور علمی نکات سے مملو ہے۔ طریقت میں آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت ہوئے۔ اور اتمام سلوک ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین سے کیا اور خلافت پائی۔ لیکن آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ گو فرشتہائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے۔

اگرچہ حضرت مخدوم کے سات صاحبزادے تھے لیکن آپ کو حضرت مجدد سے خاص تعلق اور محبت تھی۔ بچپن ہی سے حضرت مجدد کے بسترے سے نجابت اور ہوشمندی کے آثار ظاہر تھے اور سمجھنے والے سمجھ رہے تھے کہ آپ اپنے وقت کے مایہ ناز فرد ہوں گے۔ ایک مرتبہ آپ علیل ہو گئے۔ اتفاق سے حضرت شاہ کمال قادری کینٹھلی کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے اُن سے برائے دُعا التماس کی۔ حضرت نے فرمایا: "پریشان نہ ہو یہ بچہ عمر پائے گا اور بڑا صاحب کمال ہوگا۔ خلق خدا اس سے مستفید ہوگی۔" تعلیم کی ابتدا کلام پاک الہی سے ہوئی۔ بخوبی جب آپ نے اس کو حفظ کیا اور پھر علوم مروجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کبار وقت سے

برکات تحقیق و تدقیق علم حاصل کیا۔ مولانا کمال کشمیری، مولانا یعقوب کشمیری، قاضی بہلول بدخانی، آپ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں اور آپ نے اپنے حضرت والد سے طریقہ قادریہ اور چشتیہ کی نسبت حاصل کی۔ آپ رسالہ ”مہدائے معاد“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس عاجز کو فردیت کی نسبت جس سے عروج آخر و ابستہ ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی ہے۔

آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلہ نقش بندہ کے فضائل سنے تو آپ کو خواہش پیدا ہوئی کہ اس طریقہ عالیہ سے مستفید ہوں۔ لیکن والد ماجد کی ضعیفی کو دیکھتے ہوئے آپ نے کسی طرف جانے کا قصد نہیں کیا۔ اور آپ کو حج کا بھی بہت شوق تھا۔ لیکن اس شوق کو بھی دباتے رہے۔ ستمبر میں حضرت مخدوم کی وفات ہوئی۔ کسی نے آپ کی تاریخ وصال اس طرح نظم کی ہے ۷

۱۔ آں شیخ کہ بودا علم اندر ہر فن جانش گہرے سیر ازل را معدن

۲۔ چون شیخ زمانہ بود در علم و عمل تاریخ وصال آں بگو۔ شیخ زمن

۱۔ وہ شیخ جو ہر فن مولیٰ تھا اس کی جان ازلی رازوں کی کان تھی۔

۲۔ چونکہ وہ اپنے زمانے کا شیخ تھا۔ اس کی وفات کی تاریخ شیخ زمن (۱۰۰۷ھ) کہہ دے۔

بیعت خواجہ | حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ستمبر میں آپ نے حج کا قصد کیا۔ جب آپ دہلی پہنچے تو آپ کی ملاقات مولانا حسن کشمیری سے ہوئی۔

جو کہ عالم فاضل آپ کے واقف کار اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے۔ انہوں نے آپ سے حضرت خواجہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ کی ایک نظیر فیض اثر سے متوسلین کو جو کچھ نصیب ہوتا ہے وہ آریینا متکاثرہ اور ریاضات متوافرہ سے نہیں ملتا۔ سعادت ازلی نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا۔ اگرچہ آپ ایک مبارک سفر کے ارادے سے روانہ ہوئے ہیں تاہم اگر آپ چند روز فقیر کے پاس قیام فرمائیں تو مضافتہ ہوگا۔ امتثال امر کرتے ہوئے آپ نے ایک ہفتہ کی نیت سے حضرت خواجہ کے پاس قیام کیا۔ ابھی دُودن ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ کی کشش نے اثر کیا اور آپ حضرت خواجہ سے بیعت ہو گئے۔ ڈھائی مہینے تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے۔ جب آپ وطن کو مراجعت فرمانے لگے تو حضرت خواجہ نے آپ کو دولت اکمال و تکمیل کی بشارت دی۔

مسجد شریف کی تعمیر | دلی سے واپسی پر آپ نے سرہند شریف میں اپنے گھر کے دروازے کے سامنے مسجد شریف بنائی۔ اس کا ذکر حضرات القدس کے حضرت تاسوہ کے تصرف ۳۸ میں ہے۔ عاجز نے ”مسجد مردانِ خدا“ سے تاریخ نکالی ہے جو کہ مشہور ہے۔

خلافتِ تفویضِ ارشاد | جب آپ دوسری مرتبہ حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت خواجہ نے نہ صرف آپ کو خلافتِ عنایت کی بلکہ مریدوں کی ایک جماعت بھی آپ کے حوالے کی کہ ان کو ساتھ لے جائیں۔ اور ان کی تربیت فرمائیں۔ تیسری مرتبہ جب آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ نے اپنے جمہور اصحاب کو آپ کے سپرد کیا اور ارشاد کیا: ”مقصود ازیں شیخی کہ ما کر دیم ظہور ایشان بود۔ بناءً علیہ خود ترکِ مشیخت فرمودند“ یعنی میری مشیخت کا مقصد آپ کا ظہور تھا۔ لہذا حضرت خواجہ نے مشیخت چھوڑ دی۔ حضرت خواجہ نے اکبر بادشاہ کی بے راہ روی کی اصلاح کے لئے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اُمرا و اعیانِ مملکت کی اصلاح و درستی کی طرف توجہ مبذول فرمائی تھی۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کی استعداد اور صلاحیت ملاحظہ فرمائی۔ جیسا کہ آپ مکتوب ۹۵ میں تحریر فرماتے ہیں: ”شیخ احمد نام کے ایک مرد کثیر العلم اور قوی العمل سرہند کے رہنے والے چند روز اس فقیر کی صحبت میں رہے۔ ان کے احوال میں اس فقیر نے بہت عجائبات دیکھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا روشن چراغ ہوں گے کہ جس کے نور سے کائنات منور ہو جائے گی“ تو اُمرا و اعیانِ سلطنت کی اصلاح کا کام بھی آپ کے سپرد کر دیا اس سلسلہ میں آپ مکتوب ۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ آپ کو باقی رکھے۔ میاں صدر جہان نے ذکر اور مراقبہ کی تعلیم کی استدعا کی۔ ذکر کی تعلیم کر دی گئی۔ چوں کہ مراقبہ اور خاص کر اس طبقہ کا مراقبہ از مقولہ درس و بیان نہیں ہے اور ان کی خواہش اسی کی ہے لہذا مصلحت اس میں نظر آئی کہ ان کو آپ کی خدمت میں بھیجا جائے تاکہ اس کی تصحیح کر لیں کیونکہ اس کا حصول بے تصرف کے متعذر ہے۔ آپ کی خدمت میں ان شاء اللہ بہ وجہ اتم اس کا ظہور ہوگا“ حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ سے جو اُمیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کا ظہور نہایت شاندار طریقہ پر ہوا۔ اکبری فتنہ کا ازالہ ہوا اور

دین میں نے از سر نو طراوت حاصل کی۔

انسداد الحاد اکبری | اس مقام پر بعض افراد اس بحث میں پڑ گئے کہ اکبری الحاد کا

سرا انجام دیا ہے۔ قدس اللہ امرارہما۔ از روئے قاعدہ جو کام حضرت مجدد نے کیا ہے وہ حضرت خواجہ ہی کا کام ہے۔ حضرت مجدد کا علم ظاہر کامل تھا اور نقشبندیہ طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقوں میں بھی صاحب کمال اور صاحب ارشاد تھے لیکن آپ پر فتح باب نہیں ہوا تھا۔ مسئلہ میں حضرت خواجہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ اور برہمین توجہات حضرت خواجہ آپ کے کمالات اجاگر ہونے شروع ہوئے۔ تین سال نہیں گزرے تھے کہ حضرت خواجہ نے اپنا کام آپ کے حوالے کر دیا۔ اور آپ نے حضرت خواجہ کے کام کو اس خوبی سے آگے بڑھایا کہ جس سے زائد کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ طریقہ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان جس وقت نظر سے آپ نے کیا ہے۔ اس کا بیان سلوک کی کتابوں میں تفصیل سے مشائخ کرام نے کیا ہے ولایت علیا، کمالات نبوت اور حقائق انبیاء اور حقائق الہیہ کا بیان آپ ہی نے کیا ہے۔ آپ کے انفاس قدسیہ کی برکت سے اس طریقہ شریف کا فیضان عام ہوا جبکہ یہ طریقہ تاشقند و بخارا کی حدود میں دائر تھا اور اکبر نے جس فتنہ کی داغ بیل ڈالی تھی اور جس میں ملا مبارک فیضی ابوالفضل اور دوسرے آزاد خیال افراد کا ہاتھ تھا، اکبر کے مرجانے سے مٹا نہ تھا بلکہ اس کی جڑیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان جڑوں کا جُن جُن کر صفایا کیا۔ اور آپ کے مرشد کامل نے جس کام کو شروع کیا تھا آپ نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرات شیعین | یہ عاجز جب بھی آپ کے اور آپ کے مرشد برحق کے احوال پڑھتا ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی یاد آ جاتی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمالات صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہ اتم متصف و متعلق تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیضان سے سیرابی اور آپ کی خلافت کا مقام باقی تھا۔ جب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اِلَى۔ الشَّاكِرِينَ۔

(تم میں سے جو محمد کی پوجا کرتا تھا تو محمد تو مر گئے۔ اور جو تم میں سے اللہ کو پوجتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جو نہ مرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نہیں میں محمد مگر رسول ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں) آپ کے ارشاد اور تلاوت آیات سے تمام صحابہ کی آنکھیں کھلیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ گویا کہ لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت شریفہ موجود ہے۔ آپ کی تلاوت فرمانے سے سب کو یاد آئی اور سب کی زبان پر اس کا ورد ہوا۔ اور جب ارتداد کی وبا پھیلی اور صرف مالعین زکات کے سلسلہ میں حضرت عمر نے آپ سے کہا۔ یا خلیفۃ رسول اللہ تائباً لکاً وارفق بہم۔ کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ آپ تالیفِ قلوب سے کام لیں اور نرمی اختیار فرمائیں تو حضرت ابوبکر نے ان سے فرمایا۔ اجتار فی الجاہلیۃ وحتوار فی الاسلام قد انقطع الوحی وکثر الذین۔ اذینقص وانا حئی۔ (جاہلیت کے زمانہ میں تو زور آور تھا اور اسلامی دور میں بزدل۔ وحی منقطع ہو گئی ہے اور دین مکمل ہو گیا ہے تو کیا اس میں کمی کی جاسکتی ہے اور میں زندہ ہوں) میں ان سے جہاد کروں گا۔ اگر میرا ساتھ کسی نے نہ دیا تو میں تنہا ان سے لڑوں گا۔ آپ کے اس ارشاد سے حضرت عمر کی آنکھیں حقیقت میں ہوئیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم تمام امت کے ایمان سے ابوبکر کا ایمان راجح ہے۔ اور "الاستیعاب" میں آپ کا یہ قول ہے۔ لوددت انی شجرة فی صدد رابی بکر۔ یعنی کاش کہ میں حضرت ابوبکر کے سینہ اقدس کا ایک مبارک بال ہوتا۔ اسی وجہ سے اب بصیرت نے فرمایا ہے۔ وما عثمراً۔ یا۔ وهل عثمراً لا حسنة من حسنات ابی بکر۔ یعنی جناب عمر حضرت ابوبکر کی بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہیں۔ جب حضرت عمر بار خلافت اٹھانے کے بدرجہ اتم قابل ہو گئے تو حضرت ابوبکر نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ تاریخ النخیس فی احوال انفس نفیس میں ہے کہ حضرت طلحہ نے آپ سے کہا کہ آپ ہم پر سخت گفتار و سخت کردار کو والی بنا رہے ہیں، آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ تو آپ نے لوگوں سے کہا مجھ کو سہارا دے کر بٹھاؤ۔ اور پھر آپ نے ارشاد کیا۔ ابا اللہ تخوفنی اقول استعملت علیہم خیر اھلک۔ کیا تم مجھ کو اللہ سے ڈراتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے سب سے اچھے کو ان پر والی بنا لیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پہنچے
تفویض طالبان سے پہلے حضرت مجدد قدس سرہ علم ظاہر میں درجہ عالیہ پر فائز ہو
 چکے تھے اور علم باطن میں بھی طریقہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ کے شیریں چشموں سے سیرابی حاصل

کر چکے تھے۔ البتہ ابھی آپ پر فتح باب نہیں ہوا تھا اور اس کے لئے حضرت خواجہ جیسے فرد اکمل کی صحبت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ غیب سے اس کا سامان ہوا۔ اور آپ حضرت خواجہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر

اُن کہ از تبریز دید یک نظر شمس دین طعنے زند بر چلہ سحرہ کند بردہ نہ
وہ ایک نظر جو شمس نے تبریز سے ڈالی چلوں پر طعنے زنی کرتی ہے اور وہ ہوں کا مذاق اڑاتی ہے)
کا مصداق بنے۔ ذلک الفضل من اللہ۔ حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں کو آپ کے حوالہ کیا۔
اس موقع پر حضرت میر محمد نعمان نے آپ سے کہا۔ میری توجہ کامرکز تو آپ کا آستانہ ہے آپ
نے ان سے کہا ”میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ جس کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں تارے
گم ہیں۔ اُن جیسا کامل فرد اولیائے متقدم میں خال خال نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ نے جو الطاف و عنایات آپ پر کی ہیں آپ نے اخیر وقت تک اُن کا
اعتراف کیا ہے۔ مولانا حسن کشمیری آپ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ آپ نے
مراتب کمال پر پہنچنے کے بعد مولانا حسن کو تحریر فرمایا ہے ”حضرت خواجہ کی خدمت میں اس
فقیہ کو آپ نے پہنچایا۔ یہ فقیر اپنے کو اس احسان کا شکر ادا کرنے اور اس کی مکافات سے قاصر
پاتا ہے۔ یہ تمام کاروبار اسی نعمت پر مترتب ہے۔ جو کچھ نظر آ رہا ہے اور جو عنایات الہیہ ہو رہی
ہیں سب اسی احسان سے وابستہ ہیں“ اور آپ نے اپنے مخدوم زادوں کو اُن کے بڑے ہو
جانے کے بعد لکھا ہے ”یہ فقیر از سر تا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے۔
اس راہ کی الف بے اُن ہی سے پڑھی ہے اور اس طریق کے حروف تہجی کو اُن ہی سے
سیکھا ہے“

حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے شروع کئے ہوئے کام کو نہایت
خوبی سے انجام تک پہنچایا اور دنیا نے آپ کو قاتح اعظم قرار دیا۔ اسی طرح حضرت امام بانی مجدد
الف ثانی نے قبلہ راستان کعبہ حق پرستاں حضرت خواجہ قدس اللہ امرارہما کے کام کو بہ وجہ اتم پورا
کیا۔ اور خلق خدا نے آپ کو قاطع الحاد اکبری قرار دیا تو کیا بے محل ہے ۛ

طالبان راہرچہ باشند از کمال بر علی کعب استاذست دال

(مریدوں میں جو بھی کمال ہوتا ہے وہ پیر کے بلند مرتبہ پر دلالت کرتا ہے)

امت محمدیہ میں جو بھی کرامت کسی امتی کو ملی ہے وہ سب کرامات نبویہ علی صا جہبا الف

الف صلاۃ و تحیۃ ہی کا پرتو ہیں شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ رحمت اللہ
 بگفتا من گلے ناچیز بوم و لیکن مدتے باگل نشستم
 جمال ہم نشیں در من اثر کرد و گرنہ من ہماں عالم کہ ہستم
 (اس نے کہا میں ناچیز مٹی تھی لیکن ایک زمانہ تک پھول کے ساتھ ہی
 ہمنشیں کے حسن نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو تھی۔)

شیخ اکبر سے آپ کا اختلاف | حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے "نصوص" اور "فتوحات"

آج تک کوئی نہ کر سکا ہے۔ آپ نے "وحدۃ الوجود" کا نہایت دقیق مسئلہ بیان کیا ہے۔ اگرچہ
 آپ نے خوب بیان کیا ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے والے بہت کم افراد ہوئے۔ عام اور ناتمام صوفیہ
 نے اس کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ علمائے ظاہر اس سے متنفر ہوئے اور ان میں سے بعض افراد
 نے ایسی بات کہنے والے کو کافر قرار دے دیا۔ اس طرح صوفیہ صافیا اور علمائے اعلام میں کئی سو
 سال سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ ان اختلافات کا رفع کرنا امر سہل نہیں تھا۔ یہ کام وہی شخص کر
 سکتا تھا جو شریعت اور طریقت سے پوری طرح واقف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد کو اس کام کی
 توفیق دی۔ آپ نے پہلے شیخ اکبر کے مسلک کو صحیح طور پر بیان کیا۔ اور پھر حضرت شیخ سے اختلاف
 کیا۔ آپ دفتر دوم کے مکتوب ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں "مسئلہ توحید وغیرہ میں شیخ اکبر سے علماء
 کا اختلاف ازراہ نظر و استدلال ہے اور فقیہ کا اختلاف ازراہ کشف و شہود ہے۔ علماء ان امور
 کے قبح کے قائل ہیں اور یہ فقیر بہ شرط عبور ان امور کے حسن کا قائل ہے" آپ کے بیانات کا
 خاطر خواہ اثر ہوا اور مشائخ و علماء میں جو اختلاف تھا وہ رفع ہوا۔

اجیانے طریقہ نبویہ | آپ نے طریقت کو طریقہ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کا رنگ
 دیا۔ "زبدۃ المقامات" کی فصل ششم میں لکھا ہے کہ آپ فرماتے

ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل میں ادھوری متابعت کے عوض ہزار اجیانے یابی
 کو میں نہ خریدوں" اور آپ کا ارشاد ہے "کوئی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت
 کی برابری نہیں کر سکتی" رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلہ میں آپ نے غلصین سے فرمایا
 "صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرو۔ ہمارا بتل اور انقطاع کیا ہے۔
 آپ کی متابعت حاصل ہونے کے لئے ہم کو سو پابندیاں قبول۔ اور بے توسل متابعت ہم کو

ہزار قبل اور انقطاع قبول نہیں۔ اور آپ نے ارشاد کیا۔ ”لوگوں کو ریاضت اور مجاہدہ کی ہوس ہے۔ حالانکہ نماز کے آداب کی رعایت کرنے کے برابر کوئی مجاہدہ اور ریاضت نہیں ہے۔ خاص کر فرض و واجب اور سنت کے آداب کی رعایت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ۔ بے شک لوگوں پر نماز بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر (بھاری نہیں ہے)۔“ اور آپ نے فرمایا۔ ”بہت افراد دیکھنے میں آئے کہ وہ آداب اور رعایات کے مشغوف و دلدلادہ ہیں۔ لیکن نماز کے آداب میں قساہل سے کام لیتے ہیں۔“ حضرات القدس کے حضرت غامسہ میں شیخ بدرالدین اپنے متعلق لکھتے ہیں۔

”بیعت ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا۔ اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھا کرتا تھا تو دل کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ آپ ہر وقت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام مشاہدہ میں رہتے ہیں اور آپ اُن کو نماز پڑھتا دیکھتے ہیں۔ اور انہی کے طریقہ پر نماز ادا کرتے ہیں میں نے آپ کے سوا دیگر علماء اور مشائخ کو بھی دیکھا ہے۔ لیکن ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر بہ کمال آداب و خشوع آپ ہی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ کی نماز اعظم خوارق میں سے تھی۔“ الخ

آپ نے رہبانیت کے طور طریقوں کو یکسر بند کیا۔ نہ چلہ رہا نہ دہہ۔ اور ادو احراب کی جگہ قرآن مجید اور ادعیہ ماثورہ نے لی۔ آپ نے کرامات کے چکر سے لوگوں کو نکالا۔ شیخ الاسلام پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہ نے فرمایا ہے اور کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ”اگر یہ ہوا روی گئے باشی، و بر آب روی خے باشی، دل بہ دست آرتا کے باشی۔“ زبدۃ المقامات کے فصل ہشتم میں ہے کہ۔ ”پیر کی کرامت یہ ہے کہ وہ مریدوں کے اخلاق کی اصلاح کرے۔ اخلاق رذیلہ سے اخلاق فاضلہ تک لے جائے۔“ حضرت والد الوالد قدس اللہ اسرارہا فرماتے ہیں۔

روم در خدمت پیر سید تانکو گردد رذیلہ خوئے تو

(اے عمر شیخ سعید کی خدمت میں جاتا کہ تیری ناقص عادتیں بھلی بن جائیں)

حضرات القدس کے حضرت ثامنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ”احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کے تابع نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت قطعی ہے اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنی ہیں ان کا ثبوت کشف الہام سے ہوا ہے۔“ اور آپ کا ارشاد ہے۔ ”تعجب ہے خام و ناتمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسہ کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے۔“

فراست مومن | حدیث شریف میں وارد ہے۔ اَتَقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ۔
یعنی مومن کامل کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے حضرت حاج
باقی باللہ قدس سرہ نے ابتدائے امر میں آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ ایسا روشن چراغ ہوں گے
کہ جس کے نور سے ”عالمہاروشن گردے“ آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ سرہند شریف بہ وجہ
اجتماع اہل اللہ بقوہ نور بن گیا اور یہ شعر صادق آیا ہے

سرہند ملو کہ رشکِ طور است خارِ دُخسِ اُدہمہ ز نورِ است
(اس کو سرہند کہو کیونکہ یہ طور کے لئے باعثِ رشک ہے۔ اس کا تو کاٹنا اور گھاس تک نور سے بنا ہے)
آپ کی شان | آپ دُفترِ اول کے مکتوب ۲۲۶ میں اپنے برادرِ محروم کو تحریر فرماتے ہیں۔
”اے بھائی! اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عنایت کرے۔ زندگانی
کی فرصت بہت کم ہے۔ ابدی عذاب اسی پر متفرغ ہوتا ہے۔ افسوس ہے اس شخص پر کہ اس
فرصت کو بیکار امور میں صرف کرے اور دوامی تکالیف مول لے۔ اے بھائی! چاروں طرف
سے ٹڈیوں کی طرح لوگ آرہے ہیں وہ دنیوی اسباب کو چھوڑ رہے ہیں، لیکن تم اپنے گھر کی
نعمت سے بے خبر دنیا کی تلاش میں گھوم رہے ہو اور بڑی محنت سے اس کو حاصل کرنے کی
کوشش کر رہے ہو“ اور تحریر فرمایا: ”اہل اللہ کا ایسا اجتماع اور اللہ سے تعلق رکھنے والی
ایسی جمیعت جو آج کے دن سرہند میں ہے اگر جا کر دنیا کا چکر لگا لو تو شاید ہی ایسی دولت کا
سنو میں سے ایک حصہ کہیں تمہارے ہاتھ لگے۔ ایسی دولت کو کیوں گنوارہے ہو اور بچوں
کی طرح کشمش وغیرہ پر اکتفا کر رہے ہو۔ افسوس صد افسوس“

جامع ہر دو اوصاف | یہ عاجز کہتا ہے۔ امام یافعی نے ”مرآۃ الجنان“ اور عارف
جامی نے ”نفحات الانس“ اور ابن عابد حنبلی نے ”شذرات
الذہب“ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین اور حضرت شیخ اکبر محی الدین کی ملاقات کا
واقعہ لکھا ہے اور ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کے بعد کسی نے شیخ اکبر سے پوچھا کہ آپ نے
شیخ الشیوخ کو کیسا پایا تو آپ نے فرمایا: ”رَجُلٌ مُّمْلُوٌّ مِنْ فَرْقِهِ إِلَى قَدَمِهِ مِنَ الشَّيْخِ“
(وہ سر سے لے کر پیر تک سنتِ مطہرہ سے بھرے ہوئے ہیں) پھر اس شخص نے شیخ الشیوخ
سے شیخ اکبر کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ”هُوَ بِخَيْرِ الْحَقَائِقِ“ (وہ حقائق کا سمندر
ہیں) یہ عاجز جب امام ربانی مجدد الف ثانی کے احوال مبارکہ پر نظر ڈالتا ہے تو ضمیر گواہی
دیتی ہے کہ آپ ان ہر دو اوصافِ عالیہ کے جامع تھے۔

عمر باید کہ تا یک بندہ صاحب کمال بایزیدے در خراسان یا اولیں اندر قرن
 (بہت بڑی عمر چلیے تاکہ ایک صاحب کمال بندہ خراسان میں بایزیدے یا قرن میں اولیں بنے)
آپ کا قید ہونا آپ کے طریقہ اور آپ کے کام سے اہل اسوار خوش نہ تھے۔ وہ
 نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو آپ سے بدظن کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے
 غالباً ایک خط بھی لکھا ہے۔ مفسدوں نے شاہ ہند جہانگیر تک کچھ باتیں پہنچائیں۔ جہانگیر
 نے آپ کو دربار میں بلایا اور آپ کے سامنے وہ الزامات رکھے گئے جو معاندین نے آپ پر عائد
 کئے تھے۔ آپ نے ان کا جواب دیا۔ مفسدوں نے جب اپنا کھیل بگڑتے دیکھا تو ایک ناقت
 اندیش نے بادشاہ سے کہا: ”دیدید تکبر ایس شیخ را کہ ظل اللہ و خلیفہ او تعالیٰ اید، سجدہ نہ کرد بلکہ
 تواضع بہ رسمیکہ یا یکد گرمی کنند ہم بجانیا ورد و سلطان ازیں سخن بشورید۔ و حکم بہ قید گویار
 نمود و قبل ازیں شاہزادہ دین پناہ شاہ جہاں کہ با ایشاں اخلاص تمام داشت علامی فہامی
 افضل خاں و خواجہ عبدالرحمن مفتی را با کتب فقہ پیش ایشاں فرستادہ بود کہ سجدہ تحیت
 برائے سلاطین آمدہ است۔ اگر شما سجدہ کنید، مسیح گزندے از بادشاہ بہ شما نخواہد رسید من ضامن
 و متعہدی شوم، ایشاں فرمودند کہ ایس رخصت است عزیمت آن است کہ غیر حق را سجدہ
 نہ کنند“ الخ (الحضرة السابعة من حضرات القدس) یعنی ”اس شیخ کے تکبر کو جہاں پناہ نے ملاحظہ
 فرمایا۔ باوجودیکہ آپ اللہ کا سایہ اور اس کے خلیفہ ہیں، سجدہ نہ کیا۔ بلکہ جو تواضع آپس میں ایک
 دوسرے سے کی جاتی ہے (سینہ پر دونوں ہاتھ کا رکھنا اور سر کا جھکانا جیسا کہ اہل بخارا میں مروج ہے)
 وہ بھی نہ کی۔ اس بات کو سن کر بادشاہ برا فروختہ ہوا اور قلعہ گویار میں قید کرنے کا حکم صادر کر دیا۔
 (تذکرہ جہانگیری میں اس واقعہ کو ۲۲ خرداد ۱۰۰۰ھ جلوس کے تحت لکھا ہے جو کہ ۸ جمادی الآخرہ
 ۱۰۰۰ھ (۲۲ مئی ۱۶۱۹ء) ہے) شاہزادہ دین پناہ شاہ جہاں کو آپ سے کامل اخلاص تھا۔
 انھوں نے اس سے پہلے علامہ افضل خاں اور عبدالرحمن مفتی کو فقہ کی کتابوں کے ساتھ آپ کے
 پاس بھیجا تھا کہ سجدہ تحیت بادشاہوں کے لئے آیا ہے۔ اگر آپ سجدہ کر لیں گے تو آپ کو بادشاہ
 سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ میں اس امر کا ضامن ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ”یہ حکم رخصت“
 ہے۔ ”عزیمت“ یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔“

شیخ عبدالحق کی تحریر | اہل اہوار نے (جن کو آب آزاد خیال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) حضرت شیخ عبدالحق سے ایسی باتیں جا کر بیان کیں کہ آپ

بھی حضرت مجدد پر معترض ہوئے اور اپنے اعتراضات کو لکھ کر مشہر کیا۔ حضرت مجدد پر زیادہ تر اعتراضات آپ کے تین خطوط کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔ پہلا خط دفتر اول کا مکتوب ہے۔ آپ نے یہ خط اپنے پیر و مرشد قدس سرہ کو لکھا ہے۔ دوسرا خط آپ نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم کو لکھا ہے اور یہ دفتر دوم کا مکتوب ہے۔ دفتر دوم میں ۲۵۰۰ سے ۲۸۰۰ تک کے خطوط ہیں۔ اس حساب سے یہ اوائل ۲۶۰۰ کا خط ہے۔ اور تیسرا خط دفتر سوم کا مکتوب ہے جو کہ غالباً ۲۸۰۰ میں لکھا گیا ہے۔ اہل اہوار کا بیان کلام پاک میں اس طرح برآیا ہے: "فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ" (اور جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنہ کے لئے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ان کا مقصد فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے)۔ آپ کے ساتھ اہل اہوار نے یہی کیا۔ اہل اہوار نے جو کچھ کیا اس کا بیان بیکار ہے البتہ جائے صدحیرت ہے کہ شیخ عبدالحق نے ان کا ساتھ کس طرح دیا۔

آپ کے تین مکاتیب | آپ کے تین خطوط پر اعتراض کیا گیا۔ پہلا خط آپ نے حضرت خواجہ کو لکھا ہے۔ حضرت خواجہ نہ صرف آپ کے

بلکہ شیخ عبدالحق کے بھی پیر تھے۔ وہ کسی نادرست بات پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ نے ابتدائے احوال میں جبکہ آپ توحید و جود کے دائرے میں تھے ایک رباعی حضرت خواجہ کو خط میں لکھ دی۔ حضرت خواجہ نے آپ کو تحریر فرمایا: "آں رباعی لمحمدانہ کہ نوشتہ بودند در غایت سفاہت است۔ عاذا کہ قائل آں مقبول باشد ز نہار ادب نگہدارید کہ کارخانہ الہی محل استغنا وغیرت است والسلام" اگر آپ کے اس عریضہ میں بھی کچھ سقم ہوتا تو حضرت خواجہ آپ کو متنبہ فرماتے۔ حالانکہ قضیہ اس کے برعکس ہوا۔ اور کارخانہ ارشاد آپ کو تفویض ہوا۔ جس وقت آپ کا یہ خط آیا تھا، حضرت خواجہ حیات تھے۔ شیخ صاحب کو اس وقت اس خط میں خرابی کیوں نظر نہ آئی۔ اور پھر بیس سال کے بعد ان کو اس کا خیال کیوں آیا۔ کیا خلاف شرع امور پر اتنی طویل خاموشی اختیار کی جانی چاہیے؟

دوسرے خط میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اپنی پیدائش کا جو مقصد میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ ولایت محمدی ولایت ابراہیمی سے رنگین ہو جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے

وہ علمی حقائق اور دقائق سے بھرا ہوا ہے۔ اہل علم میں سے خواص اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس خط میں آپ لکھتے ہیں: اپنی پیدائش کا جو مقصد میں سمجھا ہوں معلوم ہوا کہ وہ مقصد پورا ہو گیا ہے اور ہزار سال طلب مقرون بہ اجماعت ہو گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِيْ صَلَۃَ بَیْنِ الْفَعْرَیْنِ وَ مُضِلًّا بَیْنَ الْفَاسِیَتَیْنِ۔ حمد ہے اللہ کے لئے جس نے محمد کو دو سمندروں کا صلہ اور دو گروہوں کا صلح بنایا۔ دو سمندر سے مراد شریعت اور طریقت ہیں۔ اور دو گروہوں سے مراد علماء اعلیٰ اور مشائخ کرام ہیں۔ شریعت اور طریقت میں جو اختلاف بہ ظاہر نظر آ رہا تھا وہ آپ کی وجہ سے اللہ نے رفع کیا۔ اور جو اختلاف علماء کا مشائخ سے تھا وہ بڑی حد تک کم ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ نے دفتر دوم کے پہلے مکتوب میں لکھا ہے: ”جناب شیخ اکبر اور علماء نے میانہ روی کے جوانب کو لیا ہے اور میانہ روی کا بیج اس فقیر کو ملا ہے۔ اگر وجود اہل کا ظل جناب شیخ خارج میں پالیتے تو عالم کے وجود خارجی سے انکار نہ کرتے اور اگر علماء اس راز سے واقف ہو جاتے تو خارج میں ممکن کا وجود اہل ثابت نہ کرتے۔“

اہل ابواء ذرا خیال کریں کہ آپ نے حضرت شیخ اکبر اور علمائے کرام کے مسلک کو جوانب میانہ روی قرار دیا ہے اور اس طرح یہ دونوں مسلک ”خیر الامور واسطہا“ میں شامل ہیں دونوں کا اتباع کرنے والا ان شاء اللہ ناجی ہے۔ اور اصحاب بصیرت علماء کا مسلک یہی ہوا کرتا ہے۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ۔

آپ نے دوسرے خط کا اختتام اس پر کیا ہے کہ ”اے فرزند باوجود اس معاملہ کے جو میری خلقت سے وابستہ ہے ایک دوسرا عظیم کام بھی میرے سپرد ہوا ہے۔ مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا ہے اور نہ تکمیل ارشاد میری پیدائش کا مقصد ہے بلکہ مقصود امداد دیگر ہے۔ اس کے ضمن میں مجھ سے وہی شخص فیض حاصل کر سکتا ہے جس کو مناسبت ہوگی ورنہ نہیں۔“

کڑی آزمائش | آپ نے یہ خط ۱۳۲۷ھ میں لکھا ہے۔ اس کے دو سال بعد آپ پر کڑی آزمائش کا وقت آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ کو ثابت قدم رکھا۔ آپ کی اس پیشین گوئی اور اس آزمائش کو دیکھ کر اس عاجز کو حضرت امام احمد کا واقعہ یاد آ جاتا ہے جس کی تفصیل اس طرح برہے۔ مصر میں امام شافعی نے خواب میں جناب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آنحضرت نے آپ سے فرمایا: ”ابو عبد اللہ (امام احمد) کو بعد سلام کے لکھو کہ عنقریب تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ تم سے خلق قرآن کے لئے کہا جائے گا۔ دیکھو اس

کو تسلیم نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کا یہ اجر تم کو دے گا کہ قیامت کے دن تمہارا ایک بیرق ہوگا۔
امام شافعی نے یہ خواب لکھ کر ربیع بن سلیمان کے ہاتھ امام احمد کے پاس بغداد بھیجا۔ امام احمد پر سختیاں گزر چکی تھیں۔ جب ربیع نے خط ان کے حوالے کیا وہ پڑھ کر رونے لگے۔ امام احمد کا یہ رونا از انتہائے مسرت تھا۔ کہ حضرت محبوب خدا نے بعد سلام آپ کو یہ ہدایت فرمائی ہے۔ یہ واقعہ ”طبقات کبریٰ“ کے پہلے حصہ کے صفحہ ۲۰۵ پر ہے۔

اس مکتوب شریف میں حقائق سے بے خبر افراد کو یہ بات کھٹکی ہے کہ ولایت محمدی کا ولایت ابراہیمی سے ملون ہونا تو یہ معنی رکھتا ہے کہ جو کام سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بِأَنْفُسِنَا هُوَ بِآبَائِنَا وَأَقْهَمَاتِنَا (ہماری جانیں اور باپ اور مائیں آپ پر قربان) نہ کر سکے آپ نے کر لیا۔ ان مدعیانِ علم نے اتنا نہ سوچا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کمالات حاصل ہیں۔ جن کمالات کا ظہور آپ کے بعد ہوا ہے وہ بھی آپ ہی کے ہیں۔ دیکھئے عربی زبان موجود تھی اُس میں نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع وغیرہ کا وجود تھا۔ البتہ ان کا ظہور بعد میں ائمہ نحو و صرف و بلاغت نے کیا ہے۔ یہ ائمہ ان علوم کے واضع نہیں ہیں بلکہ بیان کرنے والے اور استخراج و ترتیب دینے والے ہیں۔ یہی کیفیت ان تمام کمالات کی ہے جن کو بزرگانِ دین نے بیان کیا ہے۔ اس سوال کے متعلق خود حضرت مجدد سے دریافت کیا گیا ہے۔ اور آپ نے دفتر دوم کے مکتوب ۹۷ میں اس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

آپ نے تیسرا خط اسرارِ مریدی و مُراد کی بیان میں ہے جو تقریباً آپ کے مکاتیب شریفہ کے خاتمہ میں ہے۔ اور اس عاجز کی نظر میں ”وَجِئَانَهُ مُسَلِّقٌ“ ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے یہ پُر از اسرار و معارف خط لکھا ہے۔ آپ حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

الست ازال ہچناں شاں بگوش بہ فریادِ قالوا بلی در خروش

(ازل سے عہدِ الست اسی طرح انکے کان میں ہے اور وہ بلی کی فریاد میں جوش و خروش میں ہیں)

اس خط کا لطف بھی وہی شخص اٹھائے گا جو کہ اس کیفیت سے سرشار ہوگا ورنہ بے عقلی کے

اعتراضات کرے گا اور مطالب و معانی سے ہٹ کر الفاظ کے چکر میں پڑے گا۔

ہر انسان اللہ کا بندہ ہے چاہے وہ صالح ہو یا طالح۔ اور سب کو ہدایت دینے والا اللہ

ہی ہے۔ اسی طرح علم اور ولایت کا عطا کرنے والا بھی پاک پروردگار ہے۔ حضراتِ انبیاء و رسل

علیہم السلام ہدایت پانے کا ذریعہ بنے ہیں۔ استاد اور مرشد علم اور ولایت کے حصول کا طاہری سبب ہوئے ہیں۔ ان ہی امور کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مجدد نے لکھا ہے: "میں اللہ کا مرید بھی ہوں اور اُس کا مُراد بھی ہوں"۔ یعنی میں اللہ کے قُرب اور وصال کا طالب اور "مرید" ہوں۔ اور میرا وجود اللہ کا پیدا کردہ ہے۔ جب اس کا ارادہ میری تخلیق سے وابستہ ہوا تو صفیہ وجود پر میرا ظہور ہوا لہذا میں مُراد بھی ہوں۔

آپ نے اس قسم کے اسرار اس خط میں تحریر کئے ہیں اور اَلدِّیْنِ فِی قُلُوْبِهِمْ زَیْجٌ (وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) نے اس کی تردید و تشنیع کی ہے اور حضرت شیخ عبدالحق نے مفسدوں کی باتیں سن کر اس سلسلہ میں کچھ لکھ دیا۔ جناب حسام الدین احمد خلیفہ دُعد متگاری مزار حضرت خواجہ باقی بللہ قدس اللہ اسرارہما نے اس سلسلہ میں حضرت مجدد کو خط لکھا۔ اور آپ نے ان کو مفصل جواب لکھا ہے جو کہ دفتر سوم کا مکتوب ۱۲۱ ہے۔ آپ نے تمام اشکالات کو رفع فرمایا ہے اور خط کو اس بیان پر ختم کیا ہے۔

طریقہ مُسلمانی "مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ تو یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی بات بظاہر علوم شرعیہ کے خلاف واقع ہو رہی ہو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس بات کا کہنے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ ملحد اور زندقہ ہے تو اس کے قول کو رد کیا جائے اور اس کے الفاظ کی اصلاح نہ کی جائے۔ اور اگر وہ بات کہنے والا مسلمان ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے کہے ہوئے الفاظ کی اصلاح میں کوشش کی جائے اور ان الفاظ کا صحیح محل نکالا جائے۔ اور اگر وہ بات ایسی ہو کہ اس کی اصلاح نہ کی جاسکے تو اس شخص کو نصیحت کی جائے۔ اور یہ نصیحت نرمی سے ہونی چاہیے۔ کیونکہ نرمی سے نصیحت کی جاتی ہے تو زیادہ تر قبول ہوتی ہے اور اس کا اثر ہوتا ہے اور اگر نصیحت کا مقصد اصلاح اور خیر خواہی نہ ہو بلکہ اس شخص کو رُسوا کرنا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آپ کے مکتوب شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس فقیر کا خط سننے کے بعد بھی ان عزیز کا اشتباہ اور ان کا انحراف اس فقیر سے باقی رہا۔ شاید یہ اشتباہ اور انحراف انعکاسی ہو۔ مناسب تو یہ تھا کہ مواضع اشتباہ کا محل آں عزیز خود کر لیتے اور یہ کام اس فقیر پر نہ رکھتے۔ اور فتنہ کو تسکین دیتے۔ یہ فقیر دوستوں سے کیا گلہ کرے۔ وہ ان میں سے بعض اشتباہات کے دفع کرنے پر قادر تھے، لیکن انہوں نے اپنے کو اس سے بچایا اور خاموشی اختیار کی

ع مازیاراں چشم یاری داشتیم۔ مجھے یاروں سے اُمید یاری تھی۔ اے ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت سے ہم کو نوازا اور ہمارے کام کو درست کر دے۔ والسلام اولاً و آخراً

شیخ عبدالحق کا اعتراف | اگرچہ اس خط کو پڑھ کر شیخ عبدالحق نے حسب معمول حضرت

مجدد پر اعتراضات کئے بلکہ ایک خط بھی لکھ دیا لیکن کچھ ہی دن بعد انہوں نے مرزا حسام الدین احمد کو لکھا۔ دریں ایام صفائی فقیر بخدمت میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز است و اصلاً پروردہ بشریت و غشاوہ جبلتیت بمیان نہ ماندہ قطع نظر از رعایت طریقہ و انصاف و حکم عقل کہ با این جنس عزیزان و بزرگان بد نباید بود در باطن بہ طریق ذوق و وجدان و غلبہ چیزے اقتادہ کہ زبان از تقریر آں لال است سبحان اللہ مقلب القلوب و مبدل الاحوال شاید ظاہر بینان استبعاد کنند من نہ میدانم کہ حال چیست و بہ چه منوال است انتہی بلفظہ جناب شیخ کی یہ تحریر ”انبار الاخیار“ مجتہائی کے اخیر میں صفحہ ۳۱۵ پر ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ آج کل شیخ احمد سلمہ اللہ سے اس فقیر کی صفائی حد سے بڑھی ہوئی ہے ہمارے مابین کوئی پروردہ بشریت یا کوئی غبار جبلتیت باقی نہیں رہا ہے۔ اس امر سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ طریقہ شریف کی رعایت اور عقل و انصاف کے تقاضوں کی رو سے ایسے عزیزوں اور بزرگوں سے بد نہ ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ اب جو کچھ بہ طریق ذوق و وجدان و غلبہ کے میسرے دل میں آیا ہے اس کے بیان کرنے میں میری زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹے اور احوال کا بدلنے والا۔ ظاہر میں افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں۔ میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور کیا کیفیت ہے۔ ا۔

شاہ غلام علی کا ارشاد | حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے جناب شیخ کی اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے۔ ”ازیں قول معلوم می شود کہ اعتراضات سابقہ

از بشریت و نفسانیت بودہ نہ از حقیقت۔ این احوال علما راست وائے برین صرفہ گویان“ اس عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جو اعتراضات پہلے کئے گئے تھے وہ بشریت و نفسانیت کی وجہ سے تھے۔ از روئے حقیقت نہ تھے۔ علما کا جب یہ حال ہو تو فضول باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے۔ آپ نے ”وائے برین صرفہ گویان“ لکھ کر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت مجدد کا مبارک ویہ | وہ افراد جو حضرت مجدد قدس سرہ پر قیل و قال کرتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق کی کسی تحریر کو صحیفہ آسمانی

سمجھے بیٹھے ہیں ذرا سمجھ سے کام لیں اور مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں۔ مالہ اور مال علیہ کو سمجھیں تاکہ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ یہ لوگ حضرت مجدد قدس سرہ کے افراز بیان اور طریقہ ادا کو دیکھیں۔ آپ نے حضرت شیخ اکبر سے اختلاف کیا ہے اور خوب خدشہ سے کیا ہے۔ مع ہذا آپ دفترِ مردم کے پہلے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر اور علماء نے میانہ روی کے جانبین کو لیا ہے اور میانہ روی کا وسط اس فقیر کو ملا ہے۔ یعنی شیخ اکبر کا مسلک اور ان کے مخالف علماء کرام کا مسلک میانہ روی کے دائرہ میں ہے۔ ایک طائفہ نے ایک طرف کو دیکھا ہے دوسرے طائفہ نے دوسری طرف نظر ڈالی ہے۔ اور اسی خط میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے ”شیخ اس جماعت (حضراتِ صوفیہ) کے متقدمین کے لئے برہان اور متاخرین کے لئے حجت ہیں“ اور دفترِ سوم کے مکتوب ۸۹ میں لکھا ہے ”حضرت شیخ اپنی اکثر تحقیقات میں حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں“ آپ جس سے اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کے یہ ارشادات ہیں۔ آپ نے جو خط حسام الدین احمد کو لکھا ہے اس کا کچھ حصہ یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ آپ کی اس عبارت کو دقیق نظر سے دیکھا جائے۔ آپ کے مکتوب شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس فقیر کے خط سننے کے بعد بھی اُن عزیز کا اشتباہ اور اُن کا انحراف اس فقیر سے باقی رہا۔ شاید یہ اشتباہ اور انحراف العکاسی ہو۔ آپ نے ”اُن عزیز“ سے اشارہ شیخ عبدالحق کی طرف کیا ہے۔ آپ جناب شیخ کے اشتباہ اور انحراف کو العکاسی قرار دے رہے ہیں تاکہ اس کا الزام بھی آپ پر عائد ہو جائے اور جناب شیخ پر کوئی حرف نہ آئے۔ علمائے ربانیتین اور اولیائے کاملین کا یہ طریقہ ہے۔ آپ کا عمل ارشاد باری تعالیٰ پر رہا۔ ”وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِذْ فَعَّ بِالنِّفْتِ هٰی اَحْسَنُ فَاِذَا لَدٰی بَيْنَاکَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ کَاَثَّةٌ وَّلٰی اَحْسِنُ“۔ اور برابر نہیں نیکی اور بدی جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو، پھر تم دیکھ لو کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی گو یا وہ قربت والا دوست ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہاں کَاَثَّةٌ وَّلٰی اَحْسِنُ کی صورت پیدا کر دی۔ خود جناب شیخ متحیر ہیں کہ دل نے کیسا پلٹا کھایا ہے اور لکھ رہے ہیں ”اس کیفیت کے بیان کرنے سے میری زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹنے اور احوال کا بدلنے والا۔“ جناب شیخ نے آخر میں لکھا ہے (ظاہر میں افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں) یہ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ آپ کے اشتباہ اور انحراف کا سبب اہل ابہوار اور ظاہر میں افراد ہونے تھے۔ بہر حال حق کا اظہار ہو کر رہا۔ اور ظاہر میں استبعاد ہی کرتے رہے اور ان کی پیروی کرنے والے

جو کہ اپنے کو آزاد خیال اور تحقیق کا دلدادہ کہتے ہیں آج تک گرداب استعجاب میں غوطے کھا رہے ہیں۔ یہ لوگ اگر آپ کے اس خط کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں تو کم از کم اس بات کو نو دیکھیں کہ جناب شیخ کے بڑے صاحبزادے شیخ نور الحق مشرقی کو حضرت مجدد سے محبت پیدا ہوئی اور وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ جناب شیخ کو نور الحق سے بہت محبت تھی اور شیخ نور الحق اپنے حضرت والد سے بیعت بھی تھے، کیل وہ اپنے مہربان والد اور مشفق پیر کو ناراض کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے ہیں؟ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب آپ گوالیار کے قلعہ سے رہا ہو کر شاہ ہند کی معیت میں رہا کرتے تھے۔ ”زبدۃ المقامات“ کے ساتویں فصل میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں آپ سے شیخ نور الحق نے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ آپ نے ان کو اس سلسلہ میں خط لکھا جو کہ دفتر موم کا مکتوب نمبر ستوا ہے۔ یہ خط انیسویں صفحے کا ایک مختصر رسالہ ہے اور اس میں آپ نے بعض اسرار کا بیان کیا ہے۔ خواجہ ہاشم لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مخلص کی یہ بات آپ سے عرض کی: ”مبادا آپ کا یہ خط ”گردہ باطن سقیم“ تک پہنچ جائے اور پھر ان کے لئے قیل وقال کا سبب بنے“ یہ سن کر پہلے آپ نے تبسم فرمایا اور پھر قدرے مراقب ہو کر ارشاد کیا۔

یارب آن غنچہ خداں کہ سپردی ہمیش می سپارم بہ تو از چشم حسودی ہمیش
اگر تحقیق کرنے والے آزاد خیال افراد حضرت شیخ کی یہ نصیحت بھی یاد رکھیں تب اس جنس
عزیزان و بزرگاں بد بنا ید بود“ تو بلا وجہ کی درد ساری سے یہ لوگ بچ جائیں اور ان کی دل آزار
تحریروں سے خلق خدا کو نجات مل جائے۔

حدیثِ صلہ | حضرت مجدد قدس سرہ نے دوسرے خط میں جو کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے نام ہے، لکھا ہے: ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَنِي صَلَٰةَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ“
(تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کا سنگم بنایا ہے) اور ”مستول ہزار سال بہ اجابت قرین گشتہ“ آپ نے اس طرح تحریر فرما کر اس حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے جو خواجہ ہاشم کو سیوطی کی جمع الجوامع میں اور اس عاجز کو ابن سعد کی طبقات کبریٰ مطبوعہ بیروت کے ج ۳، ص ۱۳۴ میں ان الفاظ سے ملی ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ صَلَٰةٌ يَدْخُلُ بِشَفَاعَتِهِ الْجَنَّةَ كَذَا وَكَذَا۔ (عبدالرحمن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک ایسا آدمی ہو گا جس کو سنگم کہا جائے گا اس کی سفارش سے بہت سے اشخاص جنت میں جائیں گے، آپ نے پروردگار کی حمد کی ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس حدیث شریف کا مصداق آپ کو بنایا اور ایک ہزار سال پہلے جس کی بشارت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اس کا ظہور ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے علماء ظاہر اور باطن کو ملادیا۔ آپ نے اس خط میں یہ بھی تحریر کیا ہے: "میرے پیروں میں دوسرا عظیم کام ہوا ہے۔ مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا ہے۔" اس میں کبریٰ فتنۃ الحاد کے قلع قمع کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ سجدۂ تہت اسی کی یادگار تھی۔ سرورِ ہی کے واسطے آپ تیار ہو گئے اور سر نہیں منظور نہ فرمائی۔ رخصت سے منہ موڑ کر عزیمت پر عامل ہوئے علی قدر اہل العزم کا فی العزم۔ (مشکلات، مشکلات والوں کے مرتبوں کے اعتبار سے پیش آتی ہیں)

آپ کا ذکر مثل مشک ہے | اس عاجز کے نزدیک آپ کا مبارک ذکر اور آپ کا پاکیزہ احوال ہوا مشک ہے۔ آپ کی ہر بات بہ ازنیات اور

ہر کام خدا کی رضا مندی کے لئے تھا۔ آپ کا علم ظاہر کس پایہ کا تھا اس کے متعلق آپ کے رسائل اور مکاتیب کو مطالعہ کر کے علماء کرام ہی کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں اور آپ کے احوال باطنی کی کیا کیفیت تھی، اس کے متعلق ارباب کشف و شہود ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ان امور میں یہ عاجز: لَا فِي الْغَيْرِ وَلَا فِي التَّغْيِيرِ کا مصداق ہے۔ البتہ یہ عاجز اتنا جانتا ہے کہ آپ جناب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق و مشید تھے۔ "زبدۃ المقامات" کے فصل ششم میں ہے کہ آپ پر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ نے بے ساختہ فرمادیا: "حق سبحانہ و تعالیٰ را بہ واسطہ آن دوست می دارم کہ رب محمد است" یعنی پاک پروردگار جل شانہ و عم احسان سے مجھ کو بہ ایں وجہ محبت ہے کہ وہ محمد کا پروردگار ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے ارشاد پر کوئی سخن پروری کرے لیکن اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ مخمور بادۂ اُلفت نبوی کا کچھ اور مقام ہے۔ یلیٰ را بہ چشم مجنوں باید دیدہ آپ نے بارہا یارانِ طریقت سے فرمایا ہے۔ ہم کیا اور ہمارا عمل کیا، جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر اس کے کرم کے لئے کوئی شے بہانہ ہوئی ہے تو وہ حضرت سید الاولین والاخرین کی متابعت ہے۔ متابعت کے اس جذبہ نے طریقہ شریف کو طریقہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے رنگ میں رنگ دیا۔ رہبانیت کے تمام اثرات نازل ہوئے۔ نہ چلہ رہا نہ دہہ۔

ایک سنت مبارکہ پر عمل ہزار چلوں سے کہیں برتر: زبدۃ المقامات کے چھٹے فصل میں ہے کہ آپ نے مولانا صالح خٹلانی سے فرمایا کہ چند دانے کالی مرچ کے تھیلے میں سے لے آؤ۔ اتفاق سے وہ چھو دانے نکال کر لائے۔ ناراض ہو کر آپ نے فرمایا۔ ہمارے صوفی کی یہ کیفیت ہے کہ ان کو اب تک اللہ و توحید و توحید الوتر کی خبر نہیں۔ وتر یعنی طاق کی رعایت کرنی مستحب ہے مستحب کو لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ مستحب وہ شے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اگر ایک ایسے عمل کے لئے جو پروردگار جل شانہ کو پسند ہو دنیا اور آخرت دیدی جائے تو کچھ بھی نہیں دیا گیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ اتباع سنت میں آپ محو تھے اور

اتباع سنت میں محویت

محویت کا یہ مقام ازراہ محبوبیت و مرادیت آپ کو ملا تھا۔ آپ کو ولایت اس عمر میں ملی جس عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تھی اور پھر آپ کا زمانہ ارشاد اتنا ہی ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ تھا۔ اور اس طرح عمر شریف میں بھی موافقت رہی۔ پروردگار جل شانہ نے ان امور میں بھی آپ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے نوازا ہے جن کے حاصل کرنے میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر فاستقمکم کما امرت (جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے استقامت اختیار کرو) کے اسرار کھول دیئے تھے۔ ہمہ وقت وہمہ حال و ہمہ جا آپ کی نظر شریعت مطہرہ پر رہتی تھی۔ جس خوش نصیب کے رگ و پے میں اتباع سنت اور اطاعت کا جذبہ سرایت کر جاتا ہے اس کو یہ مرتبہ ملتا ہے: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جو کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ اور یہ کیسی اچھی رفاقت ہے۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ آپ نے دفتر سوم کے مکتوب ۸۷ کو اس عبارت پر ختم کیا ہے: مُرَبَّائے الہی اُم جل شانہ و مجتہائے فضل و کرم نامتناہی او تعالیٰ۔ ع بر کریمان کار ہادشوار نیست: میں اپنے اللہ جل شانہ کا پالا ہوا اور پرورش یافتہ ہوں اور اس کے بے انتہا فضل و کرم کا چٹنا ہوا ہوں۔

کریموں کے لئے مشکل ہے کیا کام نوازیں وہ جسے چاہیں نوازیں

اللہ تعالیٰ اُن پر رحمتیں نازل کرے اور اُن کے مراتب میں ہر آن اضافہ کرے۔

آپ کی تالیفات | شیخ صفیر احمد مخدومی نے "برکاتِ معصومی" میں آپ کے سات رسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ رسالہ تہلیلہ (تحقیق در کلمہ طیبہ) ۲۔ رسالہ اثباتِ نبوت ۳۔ رسالہ ردِ شیعہ
۴۔ رسالہ معارفِ لدنیہ ۵۔ شرح بعض رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ
۶۔ مبدا و معاد ۷۔ مکاشفاتِ غیبیہ۔ اور آپ کے سہ دفتر مکاتیب مبارکہ کا بیان کیا ہے۔ صفیر احمد
نے یہ بھی لکھا ہے کہ مکاشفاتِ غیبیہ کو حضرت خواجہ محمد معصوم نے اور مبدا و معاد کو خواجہ
محمد صدیق بدخشی نے جمع کیا ہے۔ دونوں رسالوں کے خطبے ان دونوں نے لکھے ہیں۔ باقی
مضمون سب آپ کا ہے اور باقی رسائل ازاول تا آخر آپ نے لکھے ہیں۔

ان سات رسائل کے مجموعہ کا قلمی نسخہ ۱۲۶۷ھ کا تحریر کردہ اس عاجز کے پاس ہے ان
میں سے پہلے رسالہ کا نام "تحقیق در کلمہ طیبہ" اور دوسرے رسالہ کا نام "رسالہ در تحقیقِ نبوت"
لکھا ہے۔ یہ دونوں رسالے عربی میں ہیں۔ دوسرا رسالہ ناتمام ہے۔ وہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں
پر مشتمل ہے۔ دوسرے مقالہ کی صرف سرخی لکھی ہے۔ "المقالة الثانية في ذم الفلسفة
وبيان الضرر الحاصلة من ممارسته علومهم ومطالعتهم" اور اس کے بعد کا مضمون
نہیں ہے۔ رسالہ ردِ شیعہ کو منشی نو لکشور نے "رسالہ در ردِ روافض" کے نام سے مکتوباتِ شریف
کے آخر میں طبع کیا ہے۔ اس عاجز کے پاس جو قلمی نسخہ ہے اس میں کچھ اضافہ ہے۔ خاص کر ابتدا
میں نہایت نفیس بیان ہے۔ حضرت خواجہ خسرو کے تیرہ اشعار ہیں جو کہ مطبوعہ میں نہیں ہیں۔

رسالہ تہلیلہ یعنی رسالہ تحقیق در کلمہ طیبہ کے چھٹے صفحے پر قال شعی ووالدی قدس سرہ اور
گیارہویں صفحہ پر وَقَدْ اسْتَفْضَنَاهُ فِي رِسَالَتِنَا الْمُحَرَّرَةِ لِاثْبَاتِ النَّبَوَّةِ تحریر ہے۔ اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تالیف حضرت مخدوم کی وفات اور رسالہ اثباتِ نبوت کی
تالیف کے بعد ہوئی ہے۔ یہ عاجز جب اس رسالہ کا مطالعہ کرتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ
رسالہ سلسلہ تالیف و تحریر کا فاتحہ ہے۔ غالباً اس کا مسودہ اس وقت لکھا گیا ہے اور بیضہ
کرتے وقت قدس سرہ اور وَقَدْ اسْتَفْضَنَاهُ الخ کا اضافہ ہوا ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

مکتوباتِ شریفہ | آپ کے مکاتیبِ شریفہ کا آغا خان خطوط سے ہوا ہے جو آپ نے حضرت
خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں ارسال کئے ہیں اور اُن کی ابتدا

سنتام کے اواخر سے ہوئی ہے۔ پہلا دفتر خواجہ یار محمد البیدی بخشى الطالقانی نے جمع کیا ہے۔
 ۲۵۔ ۲۵۔ کو جب مکاتیب شریفہ کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ انبیائے
 مرسل علیہم السلام اور مجاہدین بدر علیہم الرضوان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان کی مناسبت
 سے اس دفتر کو بند کر دو۔ چنانچہ سال اتمام کے اعتبار سے اس دفتر کا تاریخی نام درالمعرفت لکھا
 گیا۔ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ یہ تاریخی نام میں نے نکالا تھا۔ حضرت مجدد
 قدس سرہ نے فرمایا: "نامش نیز ہمیں باشد" یہی اس کا نام ہو۔ دوسرا دفتر خواجہ عبدالحی
 حصارى نے جمع کیا ہے۔ اس میں ننانوے (۹۹) خطوط ہیں۔ جب ۲۸۔ ۲۸۔ کو خطوط کی تعداد
 ننانوے ہو گئی تو اسمائے حسنیٰ کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کیا گیا اور اس کا تاریخی نام بہ اعتبار
 اختتام "نور الخلائق" رکھا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اس دفتر میں قلو گویا میں محبوس ہونے تک کے
 خطوط ہیں۔ تیسرے دفتر کو عاشق صادق سرست جام احمدی خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جمع کیا ہے۔
 وہ زبدۃ المقامات کے ساتویں فصل میں لکھتے ہیں: "تیسری جلد ایک سو چودہ (۱۱۴) خطوط پر
 مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کے حساب پر یہ خواجہ ہاشم نے اس کا نام "بحر المعارف"
 رکھا ہے۔ اور تاریخ اتمام کاسم الراہین سے نکالی ہے جو کہ ۳۳۔ ۳۳۔ ہے۔ زبدۃ المقامات
 میں لکھتے ہیں کہ اس کے بعد جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اور جن کی تعداد چودہ تک نہ پہنچی تھی
 کہ آسمان قطبیت کا چودھویں کا چاند معرفت تراب کے نقاب میں چھپ گیا۔ قدس سرہ
 الا نور و نور مضجعة المعطر (اللہ تعالیٰ ان کے روشن باطن کو مقدس بنائے اور ان کی ہسکتی ہوئی
 قبر کو نور سے بھرے) بحرمہ سید البشر والقلوۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وَاٰجِبَاہِ اِلٰی یَوْمِ الْمَحْشَرِ
 (سید البشر کی حرمت کے طفیل صلوٰۃ و سلام ان پر اور ان کی اولاد، اصحاب اور احباب پر
 قیامت تک)

خواجہ ہاشم نے چودھویں کے چاند کی مناسبت سے لکھا ہے کہ جن کی تعداد چودہ تک
 نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ اضافہ دس خطوط کا ہوا ہے۔ اس عاجز کے پاس دو نسخے قلمی ہیں۔ ان
 دونوں میں جلد ثالث کے خطوط کی تعداد ۱۲۴ ہے۔ ایک نسخہ ۲۸۔ ۲۸۔ کا اور دوسرا ۲۸۔ ۲۸۔
 کا تحریر کردہ ہے۔

آپ سے پہلے اور آپ کے بعد سینکڑوں بزرگواران
 کے مکاتیب کو لوگوں نے جمع کیا ہے۔ خود آپ کے

مکتوبات کی مقبولیت

فرزند ان رشید حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم اور پھر ان کے صاحبزادوں کے مکاتیب جمع کئے گئے ہیں لیکن جو مقبولیت آپ کے مکاتیب کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی دوسرے کے مکاتیب کو نہ ہوئی۔ حقائق و معارف کے بیان میں آپ کے مکاتیب کی وہی منزلت ہے جو مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کی مثنوی معنوی کو حاصل ہے۔ اگر صرف مکتوبات شریف کہا جائے گا تو آپ ہی کے مکاتیب مراد ہوں گے۔ جس طرح مثنوی شریف کہنے سے مولانا روم کی مثنوی مراد ہوا کرتی ہے۔ آپ کے مکتوبات کا ترجمہ عربی میں بھی ہوا ہے جو کہ سلاسلہ میں دو جلدوں میں چھپا ہے، دوسری جلد میں دوسرا اور تیسرا دفتر ہے۔ اب ان کا عکس لے کر ترکوں نے دوسری مرتبہ طبع کیا ہے۔

آپ کے رسائل بھی ہیں اور مکاتیب بھی ہیں، لیکن جو حلاوت و زور قلم اور نادرانہ زبان مکاتیب شریف میں ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ ایک ایک لفظ "از دل خیز و بردل ریزہ" کا اتم مصداق ہے۔ بلکہ ہر لفظ بادلہ عشق نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا لبریز جام ہے۔ ایک دن جامع الزہر کے اکابر علماء میں سے ایک عالم کے ہاتھ عربی ترجمہ کا ایک نسخہ آیا۔ وہ محویت کے ساتھ ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زائد دیر تک اس کا مطالعہ کرتے رہے اور پھر یہ کہا: "سبحان اللہ! یہ کتاب کیسی پُر از حقائق و معارف ہے۔ آج تک ایسی عمدہ کوئی دوسری کتاب میری نظر سے نہیں گزری" خواجہ ہاشم نے دفتر سوم کے دیباچہ میں کیا خوب کہا ہے۔

زہر یک نقطہ اش چوں ناز تر	شمیم وصل جانان می زند سر
ولے آن کز برودت در ز کام است	چہ داند ناز اش گرد و شام است
سرایم مدح آن سستیاں غواص	کنم خورشید را چوں ذرہ رقاص
مہیں فرزند فاروق است چوں آب	کنوں نطق از زبان او کس در آب
سراپا نسخہ اخلاق فاروق	بہر منقصد تریاق فاروق
چراغ نقشبند ہفت محفل	نگاہش نقش بند غیر از دل

اس کے ہر نقطہ سے تازہ ناز کی طرح محبوب کے دصال کی خوشبو مہکتی ہے۔

لیکن وہ جو سردی کی وجہ سے زکام میں مبتلا ہے وہ کیا جانے خواہ ناز اس کی ناک میں ہو۔ میں اس تیراک غوطہ زن کی تعریف کر رہا ہوں۔ سوچ کو رقاص ذرہ کی طرح بنا رہا ہوں۔ بڑے صاحبزادے باپ کی طرح فاروق ہیں۔ گویائی اب ان کی زبان سے یارب کہتی ہے۔

فاروق کے اخلاق کا پورا نسخہ کمی کے زہر کا فاروق تریاق ہے۔

وہ سات محفل کا نقشبندی چراغ ہے۔ اس کی نظر غیر کے نقش کو دل سے روکنے والی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ہفت محفل کا اشارہ طرق سبعة کی طرف ہو کیوں کہ

اشارہ بطرق سبعة | آپ کو ۱۔ نقشبندیہ ۲۔ قادریہ ۳۔ چشتیہ ۴۔ سہروردیہ ۵۔

کبرویہ ۶۔ مداریہ ۷۔ قلندریہ میں اجازت تھی۔ ان کے شجرات مبارکہ اس عاجز کے پاس محفوظ

ہیں۔ حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ نے ان کو نظم بھی کیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہفت سے مراد

کثرت ہو۔ جیسا کہ عربی میں سبعة سے کثرت مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ طاق کی جمع عین ہے اور زوج

کی چار اور ان دونوں جمعوں کی جمع سات ہے۔ لہذا اس سے مراد کثرت زائدہ ہے۔

زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں بھی آپ کے رسائل کا ذکر ہے لیکن کچھ اختلاف

کے ساتھ۔ زبدۃ المقامات میں رسالہ اثبات نبوت کا نام نہیں ہے اور رسالہ جذب و سلوک

کا ذکر آیا ہے۔ حضرات القدس میں رسالہ تہلیلہ کا ذکر نہیں ہے اور رسالہ آداب المریدین کا

نام لکھا ہے اور ان دونوں کتابوں میں رسالہ "تعلیقات عوارف المعارف" کا ذکر بھی ہے

اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ناتمام ہے۔ حضرات القدس میں رسائل کا نام لکھنے کے بعد وغیر ذلک

بھی لکھا ہے یعنی رسائل کے نام از روئے حصر نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ اور رسائل بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کیں۔

آپ کی اولاد | ۱۔ محمد صادق ۲۔ محمد سعید ۳۔ محمد معصوم ۴۔ محمد یحییٰ ۵۔ محمد عیسیٰ ۶۔

محمد فرخ ۷۔ محمد اشرف ۸۔ خدیجہ ۹۔ رقیہ ۱۰۔ ام کلثوم۔

مؤخر الذکر تین صاحبزادے خورد سالی میں وفات پا گئے۔ اور بڑے صاحبزادے حضرت

محمد صادق کی ولادت سن ایک ہزار کو ہوئی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے منظور نظر و ایۃ من

آیات اللہ (اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) تھے۔ اپنے جہاں حضرت مخدوم کے راسخ و طفت

میں آنکھ کھولی ہے۔ حضرت مخدوم آپ کے حضرت الداجد سے فرمایا کرتے تھے "این طفل شما

عجائب چیز ہا از کیفیت و حقیقت اشیا از مای پر سد کہ جواب بہ دشواری تو اں گفت (زبدہ)۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کو آپ کے کشف و فراست پر کامل اعتماد اور جیسا کہ زبدۃ المقامات میں ہے

کہ حضرت خواجہ اکثر آپ سے (از امور کونیۃ غیبیہ می پرسیدند و ایشان علی الفور از ہر کدام بہ مقتضائے

کشف خود جواب می گفتند) آپ نے علم ظاہری پوری تحقیق اور تدقیق کے ساتھ حاصل کیا۔ آپ

کے شاگرد میثادی اور شرح مواقف پر طعنا کرتے تھے۔ صفائے باطن میں نہایت اعلیٰ مقام پر تھے۔ عین ابتداء شباب میں دو شبہ ۹ ربیع الاول ۸۳۲ھ میں اپنے حضرت والد ماجد کی حیات میں ولت فرمائے خلیدیں ہوئے۔ تاریخ وفات ۹ روزہ شبہ ۹ ربیع الاول ۸۳۲ھ سے خواجہ ہاشم نے نکالی ہے لیکن اس میں ایک عدد زائد ہے۔

قبر پر تعمیر گنبد | حضرات القدس کے دفتر دوم کے الحفرة الحادیہ عشر میں لکھا ہے کہ آپ کو درمیں حویلی آں مخدوم زادہ وقتے ازادقات دراں سکونت داشت //

پسرد خاک کیا۔ اور لکھا ہے کہ ایک مدت تک آپ کی قبر خام تھی۔ بعد ازاں یہ خاطر اشرف حضرت ایٹاں گزشت کہ چوں قبر فرزند ی در میان عمارات واقع شدہ است بہتر آن است کہ دریں مقام گنبد ساخته شود و متابعت بہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نمودہ آید۔ بنا بر علی ذلک براں قبر قرۃ العین خود گنبدے بنا فرمودند۔ اور پھر حضرت امام ربانی الف ثانی قدس سترہ کے پاک دل میں یہ خیال آیا کہ میرے فرزند کی قبر عمارات کے درمیان واقع ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متابعت کرتے ہوئے اس پر گنبد بنایا جائے۔ یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ لَا يُدْفَنُ نَبِيٌّ إِلَّا حَيْثُ قُبِضَ۔ وَفِي لَفْظٍ لَا يَقْبَضُ اللَّهُ رُوحَ نَبِيٍّ إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ۔ کہ جس مقام پر ان حضرات کی وفات ہوتی ہے۔ اسی جگہ ان کو دفن کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی قبروں پر عمارات ہیں۔ آپ نے حضرات انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تدفین سے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر قبر عمران و آبادی میں ہو تو اس پر عمارت کا بنانا بہتر ہے اور اگر صحرا میں ہو تو عمارت کا بنانا بہتر نہیں ہے۔ اور اس بنا پر آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت محمد صادق قدس سترہ کے مزار پر گنبد بنوایا۔ وسط گنبد میں حضرت محمد صادق کی قبر ہے۔ نورال کے بعد آپ کے حضرت والد ماجد آپ کے پہلو میں جہت غرب مدفون ہوئے اور پینتالیس سال بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید آپ کے پہلو میں جہت شرق مدفون ہوئے۔ قدس اللہ اسرارہم۔ آپ کے ایک صاحبزادے شیخ محمد تھے۔ رحمہ اللہ۔

آپ کے خلفاء | خواجہ محمد ہاشم نے زبدة المقامات میں اڑتالیس افراد کے نام لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

آپ نے ہزار ہا بندگان خدا کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ ہزاروں مردہ دلوں میں نئی

جان ڈال کر محبوب حقیقی تک پہنچایا۔ اس دنیا میں جس طرح خالی ہاتھ لے کر آئے تھے اسی طرح خالی ہاتھ لے کر سرائے باقی کا سفر کیا حتیٰ کہ استعمال کے کپڑے بھی برادرانِ طریقت کو دیدیئے۔ رحلت سے کچھ دن پہلے خوب خیرات کیا۔ بعض افراد کو خیال ہوا شاید یہ خیرات دفعِ بلیت کے لئے ہے۔ جب آپ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ فرمایا یہ سب نعمت وصال کا شکرانہ ہے اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر آپ نے یہ مصرع پڑھا: "آج ملاوا کنتھ سوں سکھی سب جگ دینوں وار"۔ آج اپنے محبوب سے ملنے کا دن ہے اسی خوشی میں تمام دولت لٹا رہا ہوں۔

آنہا کہ دل از است مست آوردند جان راز عدم دوست پرست آوردند
وز دیدہ قدم نہادہ اند بر سر جان تائیک دل دیوانہ بہ دست آوردند
جوازل سے مست دل لے کر آئے ہیں۔ جان کو ملکِ عدم سے دوست پرست لے کر آئے ہیں۔
کسی جان میں انھوں نے دیکھ بھال کر کے قدم دھر لے پھرہ کسی دیوانہ دل کو حاصل کر کے ہیں۔
رَحْمَةُ اللهِ وَقَدْسٌ سِرَّةٌ وَتَوَضُّعٌ

(بابائے ہشتم) حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی محمد معصوم۔ کنیت ابو الخیرات، لقب مجد الدین اور خطاب الغزوۃ الثقلین ہے۔ آپ کی ولادت بستی ملک حیدر میں گیارہ شوال سنہ ۱۵۹۹ھ میں ہوئی۔ بستی ملک حیدر سرہند سے دو غام میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرات القدس میں تاریخ اور مہینہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور سنہ ۱۵۹۹ھ لکھا ہے۔ "جواہر علویہ"۔ "خزینۃ الاصفیاء"۔ اور "مناقب احمدیہ" نے حضرات القدس کا اتباع کیا ہے اور سنہ ۱۵۹۹ھ سال ولادت لکھی ہے حالانکہ حضرات القدس کے مولف سے سہو ہوا ہے۔ وہ خود اس سے متصل حضرت مجدد کا یہ قول لکھتے ہیں: "محمد معصوم کی ولادت میرے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کی ولادت کے چند ماہ بعد مجھ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ملازمت نصیب ہوئی" اور حضرات القدس کے مولف نے دفتر دوم کے ابتدا میں صفحہ پندرہ پر یہ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت مخدوم کی وفات سنہ ۱۵۹۹ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال حج کا شوق آپ پر غالب آیا۔ اور آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ اور آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے۔ لہذا صبح سن ایک ہزار سات (۱۰۰۷) ہے۔ جو کہ زبدۃ المقامات اور برکات معصومی اور سیر الکاملین میں ہے۔ بستی ملک

حیدر کا ذکر صرف شیخ صفرا محمد نے کیا ہے۔ آپ کی وفات روز شنبہ دوپہر کے وقت ۹ ماہ ربیع الاول ۱۰۳۸ مطابق ۱۷ اگست ۱۶۲۸ء کو سرہند میں ہوئی۔ قمری حساب سے آپ کی عمر ۷۷ سال ۴ ماہ ۲۸ دن۔ اور شمسی حساب ۶۹ سال ۲ ماہ ۲۵ دن کی ہوئی۔

صفرا محمد نے برکات معصومیؒ میں اور آپ کے خلیفہ محمد شاگر فرزند بدر الدین سرہندی نے "حنات الحرمین" میں آپ کے احوال لکھے ہیں۔ ابھی آپ کی عمر چھوٹی تھی کہ حضرت مجدد اُن سے فرمایا کرتے تھے: "بابا اپنے کو علم ظاہر سے جلدی فارغ کرو۔ مجھ کو تم سے کام لینا ہے۔" آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔ اور پھر اپنے حضرت والد سے کسب معارف کرنے لگے۔ حضرات القدس نے حضرت مجدد کا یہ قول لکھا ہے: "میرے فرزند محمد معصوم کی حالت شرح وقایہ کے مصنف کی حالت سے ملتی ہوئی ہے۔ اُن کے دادا جو سبق دن کو لکھتے تھے وہ اس کو فوراً یاد کر لیا کرتے تھے۔ اُسی سرعت سے محمد معصوم مجھ سے علم باطن کا اقتباس کر رہے ہیں۔ زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔ کہ باوجود افادۃ طلبہ اور التزام اُرداد و مراقبات "وَرَانَدَک رُوزِ حِفْظِ قُرْآنِ مُجِیدِ نُمُودَنَد۔ وَمَا هَذَا إِلَّا مِنْ اِعْطَافِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَالْعَافِیَةِ (طلبہ کو پڑھانے اور اُرداد و وظائف کے باوجود تھوڑے سے زمانہ میں قرآن حفظ کر لینا یہ محض اللہ کی عنایتوں اور مہربانیوں سے ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسب علم کے بعد قرآن مجید حفظ کیا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے اپنے فرزند گرامی حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم قدس اللہ اسراہما کو ایک گرامی نامہ لکھا ہے۔ جو کہ آپ کے مکاتیب شریفہ کے دفتر سیوم کا مکتوب ۱۰۴ ہے۔ اس خط میں یہ مضمون ہے۔ "کہ جو خلعت مجھ کو ملی تھی وہ کل کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ سے اتار لی گئی اور محمد معصوم کو پہنادی گئی۔ اس خلعت زائلہ کا تعلق معاملہ قیومیت سے ہے۔" حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنا یہ مکاشفہ بیان فرما کر گویا آپ کو اپنی حیات میں اپنا جانشین بنادیا۔ اور یہ بشارت سنادی کہ کارخانہ ارشاد کا تعلق آپ کی ذات ستودہ صفات جامع البرکات سے رہے گا۔ آپ کی بشارت صبح کی روشنی کی طرح چمک کر دینا کے سامنے آئی۔ خلق خدا کا رخ آپ کی طرف ہوا۔ مناقب احمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر نو لاکھ افراد نے بیعت کی اور آپ کے خلفاء تقریباً سات ہزار تھے۔ آپ کی صحبت میں پروردگار جل شانہ نے عجیب

تاثیر رکھی تھی۔ ایک ہفتہ میں سالکان راہ طریقت پر فنائے قلب کے اسرار ظاہر ہونے لگتے تھے۔ جو بات سالوں میں حاصل ہوا کرتی تھی وہ مہینوں اور ہفتوں میں حاصل ہونے لگی۔ جیسا کہ شیخ بدرالدین نے حضرات القدس میں لکھا ہے۔ "یقیناً آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے۔ جب سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے آپ کی وفات کی خبر سنی۔ یہ تاریخ کہی "رفقہ زجہاں امام معصوم" قدس اللہ بئرہ الاقدس۔

آپ کی اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عنایت فرمائیں:- ۱۔ صبغۃ اللہ ۲۔ حجتہ اللہ (نقشبند ثانی) ۳۔ عبید اللہ ۴۔ مزوج شریعت ۵۔ محمد اشرف ۶۔ سیف الدین ۷۔ محمد صدیق ۸۔ امۃ اللہ ۹۔ عائشہ ۱۰۔ عارفہ ۱۱۔ عاقلہ ۱۲۔ صفیہ۔

حضرت سیدی و مرشدی والدی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم اُن کی اولاد مبارک قیوم

(حضرت خواجہ محمد معصوم کی اولاد بابرکت قیوم ہے)

قیوم کا بیان حضرت عروۃ دثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے اسم گرامی کے ساتھ "قیوم" کا استعمال شائع ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا بیان کر دیا جائے۔

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اس حدیث قدسی کو روایت کیا ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اَدْبَتُهُ بِالْعَرَبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالتَّوْفَلِ حَتّٰی اُحِبُّهُ فَاِذَا اُحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَیَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ اَعْطَيْتُهُ وَلَیْنٌ اِسْتَعَاذَ بِيْ لَا اُعِيْذُكَ۔

یہ صحیح حدیث شریف ہے۔ اور اس میں کامل دل کا بیان ہے۔ کہ جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے لڑائی مول لے رہا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ کی رضا مندی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ تو وہ ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے تمام افعال اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال

ہو جاتے ہیں اور اس کو محبوبیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اب نہ اس کی اپنی سلامت رہتی ہے اور نہ دید۔ نہ اس کی اپنی گرفت رہتی ہے اور نہ چلنا پھرنا۔ اور وہ ”وَمَارَمْنِيتْ اِذْ رَمْنِيتْ وَلَا كُنَّ اللّٰهُ رَمْنِ“ اور ”اِنَّ الدِّیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ“ (جب تم نے پھینکا۔ تم نے نہ پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ اور وہ لوگ جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں) کے دائرہ میں آ جاتا ہے۔ یہ دائرہ خلافت الہیہ کا ہے۔ یعنی ایسا فرد اکمل اللہ جل شانہ کا خلف اور اس کا نائب مناب ہو جاتا ہے۔ اور تمام کائنات کا قیام بہ حکم خلافت اس سے ہوتا ہے۔ کیا فرشتے، کیا جن، کیا انس، کیا آسمان، کیا زمین، سب اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ کائنات میں سے ہر کائن کی نظر کامرزدی بن جاتا ہے۔

ایسے فرد اکمل کو کسی نے غوث اعظم کا نام دیا ہے۔ کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے حضرت مجدد قدس سرہ نے اس کو قیوم کہا ہے۔ جناب شیخ اکبر قدس سرہ قطب الاقطاب کا نام تجویز کرتے ہیں۔ آپ نے ”نعمات یکتہ“ میں خوب تفصیل سے اس کی حقیقت واضح کی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے جو نام تجویز کیا ہے۔ وہ آپ کی کمال معرفت پر دال ہے اخلاق الہیہ سے متعلق ہونا عین سعادت ہے۔ قیوم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے کامل فرد کو اس صفت سے مہلّی اور متصف کر دیا ہے۔ تمام کائنات کا قیام اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل رحمہما اللہ و قدس سرہ اسرارہما نے اپنی کتاب ”مبعثات“ کے مقدمہ کے بیسویں عبقہ میں لکھا ہے ”اِتَّفَقَ اَهْلُ الْکَشْفِ وَالْوُجْدَانِ وَارْبَابُ الشُّعُودِ وَالْعُرْفَانِ مُؤَيَّدِيْنَ بِالْبَرَاهِیْنِ الْعَقْلِیَّةِ وَالْاَشَارَاتِ النَّقْلِیَّةِ عَلٰی اَنَّ الْقِیَوْمَ لِلْکَثْرَاتِ الْکَوْنِیَّةِ وَاحِدٌ شَخْصٌ“ یعنی اہل کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان جو کہ براہین عقلیہ اور اشارات نقلیہ سے مؤید ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ کثرات کونیہ کا قیوم شخص واحد ہوا کرتا ہے۔ ”یعنی قیوم کا جو بیان حضرت مجدد قدس سرہ نے کیا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس بات پر تمام اہل کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان کا اتفاق ہے۔

بعض افراد کے لئے ایسے فرد اکمل کو قیوم کہنا سوائے ادب بنا ہوا ہے۔ جب وہ حضرت مجدد قدس سرہ کا بیان سنتے ہیں لا حول ولا قوۃ اور استغفار پڑھ کر اظہار نارضا مندی کرتے ہیں۔ چوں کہ ان لوگوں کو حضرات مشائخ کے اقوال سے واقفیت نہیں ہے، معذور ہیں۔ پھر بھی ان لوگوں

کو چاہیے تھا کہ اس بات پر خیال کرتے کہ جو شخص صاحبِ کرم ہوتا ہے اس کو کریم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جبر کرنے والے کو جبار اور نہایت قہر کرنے والے کو قہار اور نہایت غور سے سننے والے کو سمیع اور خوب فکر کرنے والے اور عواقب پر نظر رکھنے والے کو بصیر اور ہدایت کرنے والے اور راہِ صواب دکھانے والے کو ہادی کہتے ہیں۔ حالانکہ کریم، جبار، قہار، سمیع، بصیر، ہادی، اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ ہیں۔ ان مبارک ناموں سے اگر کسی بندہ کو متصف کیا جاتا ہے تو سوائے ادب کا پہلو نہیں نکلتا اور نہ کسی کی زبان پر لاجول آئے اور نہ استغفار، لیکن قیوم سے متصف ہونے پر سوائے ادب کا پہلو نظر آ جاتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ مگر سخن شناس نہائی دلبرِ خطا ایجا است۔

بہر حال پروردگار جل شانہ و عم احسان نے اپنے فضل و کرم سے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کو ان کے والد ماجد کی حیات میں خلعتِ قیومیت سے نوازا۔

قطب حق ہادی دیں خواجہ محمد معصوم
آنگہ پیشش بہ تواضع قد افلاک دوتا است
ظاہر ش جملہ بہ انوارِ شریعت روشن
باطن جملہ بہ اسرارِ طریقت دانا است
قطع شد بر قد اد خلعتِ قیومیت
آرے اس خلعت فاخرہ جین قدیہ باست!
رحمۃ اللہ و رضی عنہ و قدس سرہ و نور ضریحہ

(اللہ کے قطب دین کے ہادی خواجہ محمد معصوم جن کے سامنے آسمانوں کا قد دہرا ہوا ہے۔

ان کا ظاہر پورا شریعت کے انوار سے روشن ہے ان کا باطن طریقت کے تمام رازوں سے واقف ہے۔ ان کے قد سے مطابقت قیومیت کی پوشاک تراشی گئی ہے۔ بیشک یہ قیومیت کی پوشاک ایسے ہی قد کے لئے مناسب ہے۔)

مکاتیب آپ کے مکاتیب شریفہ کو بھی مخلصین نے جمع کیا ہے۔ اور وہ بھی تین حصوں پر مشتمل ہیں۔ پہلا حصہ ۶۲۳ء میں جمع ہوا ہے اور اس کا تاریخی نام ”درۃ التاج جاوید“ اور

”جمع کمالات نبوت“ ہے۔ اس میں دو سو انتالیس مکاتیب ہیں۔ یہ حصہ ۱۲۳۵ء میں مطبع نظامی کانپور میں چھپا ہے۔ دوسرا حصہ ۱۲۴۵ء میں جمع ہوا ہے۔ اس کا تاریخی نام ”وسیلۃ السعادت“ ہے۔ اس میں ایک سو اٹھادون مکاتیب ہیں۔ یہ حصہ ۱۲۴۵ء اور ۱۲۹۶ء میں ظہور پریس لدھیانہ میں چھپا ہے۔ تیسرا حصہ ۱۲۴۵ء میں جمع ہوا ہے۔ اور اس کا تاریخی نام ”مکاتبات قطبِ زمیں“ ہے۔ اس میں دو سو باون مکتوبات ہیں۔ اس حصہ کو مولوی نور احمد امرتسری نے طبع کیا ہے۔ پچاس سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے۔ آپ کے مکاتیب کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات کی شرح و بیان سمجھنا چاہیے۔

(بابائے ہفتم) حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی سیف الدین ہے۔ چونکہ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے حضرت والد نے آپ کو "مختصیب الأمتہ" کا خطاب دیا۔ اور خلق خدا نے آپ کو سلطان الاولیاء کہا۔

برکاتِ معصومی میں آپ کے بھانجے صفرا احمد نے آپ کی ولادت کا صرف سن لکھا ہے جو کہ ۷۴۹ھ مطابق ۱۳۴۷ء ہے۔ اور سیر الکاملین میں سال ولادت ۷۵۵ھ تحریر ہے یعنی ۱۳۵۳ء۔ دونوں کتابوں میں دن تاریخ اور مہینہ کا ذکر نہیں ہے۔ آپ کی وفات بیس جمادی الاولیٰ کی رات کو ۷۹۸ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۳۹۵ء میں ہوئی۔ مادۂ تاریخی "ہے ہے ستون دین افتاد ہے۔ اپنے آب و جد قدس اللہ اسرار ہما کے مزارات کے پایاں کچھ فاصلہ پر ایک قبۃ میں استراحت فرما رہے ہیں۔

آپ کے حضرت والد کے چھ صاحبزادے تھے اور خدا کے فضل و کرم سے ہر ایک ان میں سے شمس ملک الکمال تھا۔ سیدی الوالد فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم ان کی اولاد مبارک قیوم

مع ہذا اللہ نے آپ کو بعض خصائص سے نوازا تھا۔ دراندک مدت قرآن مجید خواندہ بہ کتب متداولہ پر داغ بند (تھوڑے ہی زمانہ میں قرآن حفظ کر کے درسی کتابوں میں مصروف ہو گئے) خور رسائی سے علم باطن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فنائے قلب و ولایت صغریٰ کی بشارت گیاہ سال کی عمر میں اور فنائے نفس و ولایت کبریٰ سے پیش از ایام بلوغت مبشر ہوئے۔ عنفوان شباب میں علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کر کے مجمع البحرین ہو گئے۔

جلالت قدر مستند طور پر تفصیل کے ساتھ آپ کے حالات کو کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔ شیخ محمد احسان نے روضۂ قیومیہ میں جو کچھ لکھا ہے رطب یا بس

پر مشتمل ہے۔ جب تک دوسری کتاب سے تائید حاصل نہ ہو شایان ذکر نہیں۔ برکاتِ معصومی میں اختصار کے ساتھ آپ کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے حضرت والد کی حیات میں مرجع خلافت ہو گئے تھے۔ آپ ان کی حیات مبارکہ میں دلی تشریف لائے۔

خلق خدا، کیا امیر و کیا فقیر، کیا عالم و کیا جاہل، آپ کی طرف مائل ہوئی۔ آپ نے دلی سے صوفی سعد اللہ کو خط لکھا ہے جو کہ آپ کے مکتوبات کا مکتوب ۸۳ ہے اس میں تحریر فرمایا ہے: "بادشا بہ دخول طریقہ علیہ مشرف گشت۔ بسیار متاثر گشت۔ رہ صحبت با حضرت ایشان داشت چوں شاہ جہاں وفات یافت بہ جہت ضرورت متوجہ اکبر آباد گشت۔ دیگر از ہجوم اہل طلب کہ مانند مورد ملخ غلو دارند چہ نویسند کہ از حیضہ نوشتن خارج است۔" (بادشاہ اس بلند طریقہ میں داخل سے مشرف ہو کر بہت متاثر ہوا۔ میں بار حضرت کی صحبت میں بیٹھا۔ جب شاہ جہاں کی وفات ہوئی تو مجبوراً اگر چہ چلا گیا۔ علاوہ ازیں عوام کا ہجوم جو ٹڈیوں اور چیونٹیوں کی طرح ہے اس کے باسے میں کیا لکھوں جو احاطہ تحریر سے باہر ہے) جو اہر علویہ میں لکھا ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم آپ کے مرید ہوئے۔ برکات معصومی میں ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم نے آپ کی دعوت کی۔ آپ کے ہاتھ دھلانے کے لئے خود شاہزادہ آفتاب لے کر آپ کے پاس آئے۔ اس مجلس میں آپ کے بڑے بھائی خواجہ محمد اشرف بھی تھے۔ آپ نے شاہزادے سے آفتاب لیا اور اپنے بھائی کے ہاتھ جا کر خود دھلائے اور پھر آفتاب شاہزادے کو دیا اور انھوں نے آپ کے ہاتھ دھلائے۔ اور برکات معصومی میں یہ بھی ہے کہ جن دنوں آپ دلی میں تھے آپ کے بڑے چچا کے دوسرے بیٹے حضرت عبدالاحد و حدت بھی دلی آئے ہوئے تھے اور خلائق کا رجوع آپ کی طرف تھا۔ آپ کے حضرت والد کو حالات کا علم ہوا تو ارشاد کیا: "سبحان اللہ عبدالاحد بہ اس شیرینی کلام موصوف است و سیف الدین بہ این تمکین و وقار معروف و قبولیت بہ اس نصیب گشت۔" یعنی عبدالاحد اپنی شیریں کلامی سے موصوف ہیں۔ اور سیف الدین اپنی تمکنت اور وقار میں معروف اور پھر بھی قبولیت سیف الدین کے نصیب میں آئی ہے۔" آپ کا طریقہ شاہانہ تھا۔ نفیس لباس استعمال فرماتے تھے دسترخوان بھی نہایت وسیع تھا۔ آپ کی تمکنت اور وقار کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ جناب شیخ میں تکبر ہے۔ آپ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: "تکبر مائظہ کبریائی اوست جلّ جلالہ میں کیا شے ہوں۔ یہ سارا کروفر پروردگار کی کبریائی کا پرتو ہے۔"

خلق خدا کی مشکلات رفع کرنے اور ان کو فائدہ پہنچانے میں آپ مشہور تھے۔ اقربا اور عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کرنے میں بے مثل تھے۔ بڑوں کا نہایت ادب کرتے تھے۔ اور چھوٹوں پر مشفق و مہربان تھے۔ آپ کے برادر کلاں حضرت حجتہ الشرج کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ آپ سے پندرہ سال بڑے تھے۔ ان کی ولادت ذی القعدہ ۷۳۸ء میں ہوئی ہے۔ آپ ایک منزل تک

ان کی مشایعت میں گئے۔ جب جدائی کا وقت آیا تو حضرت حجتہ اللہ نے آپ سے کہا۔ بھائی! اب میری ضعیفی ہے اور حیات مستعار پر کچھ بھروسہ نہیں۔ تم میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے ان سے کہا۔ بھائی صاحب مجھ کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کی عمر دراز ہوگی اور آپ کافی عرصہ بقید حیات رہیں گے، البتہ مجھ کو اپنی حیات کی امید نہیں ہے۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ میرے بچوں کا خیال رکھیں۔ برکات معصومیؒ کے مؤلف لکھتے ہیں کہ ان دونوں بھائیوں کی پھر ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت شیخ سیف الدین دینا سے رحلت کر گئے اور حضرت حجتہ اللہ ان کے بعد انیس سال حیات رہے اور یہی لکھا ہے کہ ایک مدت سے آپ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ نصف شب کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوتے اور جذبہ و شوق کی حالت میں مرقہ مطہر کے گرد گھومتے اور فرماتے: ”سب درگاہ مجدد الف ثانی ام“ اور کبھی یہ الفاظ در زبان ہوتے تھے: ”سب درگاہ بندگی شیخ احمد کابلی سرہندی ام“ اور کبھی آپ اپنے والد ماجد کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوتے اور بے سوز تمام یہ شعر پڑھتے۔

من کیستم کہ با تو دم بسدگی زخم چندی سگان کوئے تو یک کتری منم
ایں کیا ہوں جو آپ کی غلامی کا دعویٰ کروں۔ آپ کے کوچہ کے بہت سے کتوں میں سے کترین میں ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے معمولات میں سے یہ بھی تھا کہ عصر کی نماز کے بعد حدیث شریف کی کسی کتاب کا ترجمہ مستورات کو سنایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دن بھی حدیث شریف کا ترجمہ مستورات کو سنایا۔ جب آپ نے کتاب بند کردی تو مستورات میں سے کسی نے کہا کہ کچھ اور بھی بیان فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ باقی برخوردار محمد اعظم سے سننا۔ چنانچہ رات کو آپ کی وفات ہوئی۔ اور باقی کتاب کا ترجمہ حضرت محمد اعظم نے مستورات کو سنایا۔

برکات معصومیؒ کے مؤلف جو کہ آپ کے بھانجے ہیں

بعد وفات اظہار کرامت

وقت جو واقعہ پیش آیا مجھ کو ابھی طرح یاد ہے اور اس کا چرچا ہونا بھی ذہن نشین ہے۔ پھر بڑے ہونے پر اکثر لوگوں سے اس واقعہ کو سنا بھی ہے کہ جب آپ کے جنازے کو لے کر چلے ہیں تو جنازہ لوگوں کے ہاتھوں سے بالا ہو کر ہوا میں جا رہا تھا۔ لوگ اچھل کر ہاتھ پہنچانا چاہتے تھے تو کم ہی کسی کا ہاتھ پہنچتا تھا اور جب قبر کے پاس پہنچے تو جنازہ خود بخود نیچے آ گیا۔ اس کیفیت کو غیر مسلموں نے بھی دیکھا اور ان میں سے کچھ مسلمان بھی ہو گئے۔

جواہر علویہ کے قلمی نسخہ میں صرف "ہے ہے ستون دین افتاد" سال وفات کا قلم لکھا ہے۔ کسی نے حاشیہ پر یہ تین شعر لکھے ہیں۔

مفسدِ دروغ شیخ سیف الدین بود سلطانِ عالم ارشاد
چوں بہ جنت برفت از دنیا آپ تقویٰ وز ہد شد بر یاد
سال تاریخ وصل آنحضرت گشت ہے ستون دین افتاد

۱۰ ۹۶ ۱۰

شیخ سیف الدین جو پرہیزگاری کے منبع تھے عالم ارشاد کے شہنشاہ تھے۔ جب دنیا سے جنت کو گئے تقویٰ اور پرہیزگاری کی آبرو ختم ہو گئی۔ آنحضرت کی وفات کی تاریخ "ہائے ہائے دین کا ستون گر گیا" بن گئی۔

آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ کسی نے سال ولادت ۵۵۰ھ کی نے سال وفات ۹۵۰ھ اور کسی نے ۹۸۰ھ لکھا ہے۔ اس عاجز کے نزدیک "برکات معصومی" کی روایت زیادہ قابل اعتماد ہے۔ واللہ اعلم۔

اولاد آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ ۱۔ محمد اعظم ۲۔ محمد حسین ۳۔ محمد شعیب ۴۔ محمد عیسیٰ ۵۔ محمد موسیٰ ۶۔ کلمۃ اللہ ۷۔ محمد عثمان ۸۔ عبدالرحمن۔ اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ ۱۔ جنت ۲۔ حبیبہ ۳۔ سارہ ۴۔ زہرا ۵۔ رفیع النصار۔ چھٹی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے خلفاء بکثرت تھے۔ اور اصحاب ارشاد ہوئے۔ حضرت مرزا جانِ جاناں منظر شہید قدس سرہ آپ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے۔ اور آپ کا طریقہ تمام ہندوستان افغانستان مالک عرب، ترکیہ، برما، سمرقند، بخارا وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ شریف سے قیام قیامت تک خلایق کو مستفید فرماتا رہے۔

مکاتیب آپ کے ایک سو نوے مکاتیب شریفہ کو آپ کے فرزند اکبر اور آپ کے جانشین حضرت محمد اعظم قدس سرہ نے جمع کیا تھا۔ آپ نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے۔ "والد بزرگوار این فدویت کردار" آپ نے مقدمہ میں بارہ شعر لکھے ہیں۔ ابتدا کے تین شعر تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں۔

زہے ایں نامہائے رشد فرجام کہ در آغاز او پیدا است انجام
معارف آچنناں در دے ہجوم است کہ گوئی آسمانے پر نجوم است

درو تا بندہ الوار الہ است کہ از درے مقبوس خورشید و ماہ است
 ما شام اللہ یہ نام جو بہترین عاقبت والے ہیں کہ ان کے آغاز سے انجام ظاہر ہے۔
 علوم و معارف کا ان میں اس قدر انجم ہے گویا ستاروں بھرا آسمان ہے۔
 اس میں اللہ کے نور روشن ہیں جن سے سورج اور چاند نور حاصل کر رہے ہیں۔
 مکہ مکرمہ میں حضرت العم شاہ محمد معصوم کے نسخہ سے اس عاجز نے سال ۱۳۵۷ھ کو اپنے
 واسطے ایک نسخہ لکھوایا۔ اس کی تصحیح شاہ ابوالشرف رحمہما اللہ نے کی ہے۔ چند سال ہوئے
 کراچی میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے اس کو چھپوا دیا ہے۔ جزاء اللہ خیرا۔

ابابائے ششم، حضرت محمد عیسیٰ قدس سرہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ باطنی کمالات اپنے بڑے
 بھائی حضرت محمد اعظم سے حاصل کئے "النساب الظاہرین" میں لکھا ہے۔ علم و فضل و بذل
 میں مستثنائے وقت تھے اور شریعت و طریقت پر مستقیم۔ گیارہ سو چھپاس میں آپ نے
 وفات پائی۔ جواہر علویہ میں لکھا ہے کہ عالم و شاعر و ذہین و صوفی و اہل نسبت تھے۔ گیارہ
 سو چھپاس میں وفات پائی۔ ہدیہ احمدیہ کے صفحہ ۳۷ میں حاشیہ پر ہے کہ شاہ سراج احمد مجددی
 نے سال وفات گیارہ سو تریپن لکھا ہے اور سیر الکاملین کے قلمی نسخہ میں بھی سنہ یک ہزار و یک
 صد و پنجاہ دسہ تحریر ہے۔

آپ کی وفات سرہند شریف میں ہوئی۔ اور سیر الکاملین میں لکھا ہے۔ در قبۃ والد خود
 در سہرند مدفون اند (اپنے والد کے گنبد میں سرہند میں مدفون ہیں) رحمۃ اللہ و اکرمہ لدنیہ۔ آپ
 کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ رفیع القدر ۲۔ عزیز القدر ۳۔ عظیم القدر اور ایک صاحبزادی
 عمدة السار۔

ابابائے پنجم، حضرت عزیز القدر قدس سرہ

آپ نے استفادہ باطنی اپنے حضرت والد سے کیا۔ پانچ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں وفات
 پائی۔ جواہر علویہ میں ۸۳۷ھ تحریر ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شیخ وقت تھے۔ ہدیہ احمدیہ کے
 حاشیہ پر لکھا ہے کہ کُنا گیا ہے کہ آپ قبۃ نجیب آباد ضلع بجنور میں پیوند خاک ہوئے ہیں۔

رَحْمَةُ اللَّهِ وَقَرَّبَهُ لَدَائِهِ۔ سیر الکاملین میں ہے کہ آپ کی ولادت گیارہویں صدی کے آخر میں اور وفات بارہویں صدی میں ہوئی۔

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک عشرت دختر انوار الشہ بن محمد جواد بن حضرت عبدالاحد وحدت اور دوسری اکرام النساء دختر فقیر احمد بن محمد اعظم بن حضرت شیخ سیف الدین آپ کے صاحبزادے تین تھے۔ ۱۔ حفیظ القدر از زوجہ اولیٰ۔ ۲۔ احمد معصوم۔ ۳۔ صفی القدر۔ از زوجہ ثانیہ۔ اور تین صاحبزادیاں۔ ۱۔ سمرہ۔ ۲۔ جمیلہ۔ ۳۔ نصیح النساء۔

(بابائے چہارم) حضرت صفی القدر قدس سرہ

آپ عالم باعمل، صوفی بے بدل، کثیر العبادات والوظائف والا اور ادتھے۔ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزرتا تھا۔ ہر وقت ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ تہجد کے واسطے نصف شب سے اٹھتے۔ پہلے خود تہجد پڑھتے اور پھر گھر والوں کو تہجد کے واسطے بیدار کرتے اور خود ذکر الہی میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے پوتے حضرت شاہ احمد سعید کی طالب علمی کا زمانہ تھا اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کی ساری رات مطالعہ میں صرف ہو جاتی۔ حضرت جب آپ کو اس حال میں دیکھتے تو یہ حدیث شریف پڑھتے۔ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْنِكَ حَقًّا وَلِعَيْنِكَ عَلَيْنِكَ حَقًّا اَلْغَرِیْمِی تَم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے الخ۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بہ وجہ اتم کیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالغنی نے رسالہ ”ہوالغنی“ ضمیمہ مقامات منظرہ میں لکھا ہے کہ آپ اپنے آباد اجداد کے طریقہ پر قائم تھے۔ ترک دنیا اور انقطاع آپ پر غالب تھا۔ نواب نصر اللہ خاں نے بخشی گیری کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ آپ ہر وقت اپنے اوراد میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کو علم حدیث کا ذوق تھا۔ اہل فسق و فجور سے متنفر تھے۔ دو شنبہ ۲۵ شعبان ۱۲۳۶ھ کو لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ”فَاذْرِضْوَانُ الْمُوَدُّوْدِ“ سے سال وفات ظاہر ہے۔ سیر الکاملین میں لکھا ہے۔ ”وقت رحلت بہ فرزند خود فرمودند کہ مالا حجب بالکل مرتفع گشتند۔ چوں قاری بہ آیہ شریف ”فَاذْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَاذْخُلِیْ جَنَّتِیْ“ رسید جان باجاناں سپردند۔ یعنی وفات کے وقت اپنے صاحبزادے سے کہا۔ اب تمام پردے اٹھ گئے اور جب قاری اس آیت پر پہنچا۔ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ“ تو جان جاناں کے سپرد کردی۔ شاہ عبدالغنی نے

لکھا ہے: سید احمد صاحب و مولوی اسماعیل شہید و دیگر اعزہ تجہیز و تکفین بر خود گرفتند یعنی تجہیز و تکفین کا بار ان افراد نے اپنے اوپر لیا۔ لکھنؤ میں اکبری دروازے کے قریب جو کہ اب چوک کے نام سے مشہور ہے ایک چھوٹی مسجد شریف کے گوشہ میں مدفون ہوئے اور یہ مسجد شریف ٹیلہ پر ہے۔ آپ کی اہلیہ فیض جہاں دختر حضرت محمد مرشد بن محمد ارشد بن فرخ شاہ سعیدی مجددی تھیں آپ کے ایک صاحبزادے تھے زکی القدر ابو سعید اور دو صاحبزادیاں صفیہ اور امۃ العزیز۔

(بابائے سوم) حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی زکی القدر ہے جیسا کہ الساب الظاہرین میں ہے۔ کنیت ابو سعید ہے اور شہرت کنیت کی ہے۔ آپ کی ولادت دوسری ذی القعدہ ۱۱۹۶ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو ریاست رامپور میں ہوئی۔ حافظ و عالم و ولی بادشاہ سے سالی ولادت ظاہر ہے۔ اور وفات حجاز مقدس سے واپسی پر بروز شنبہ یکم شوال ۱۲۵۵ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء ریاست ٹونک میں ہوئی۔ مولوی خلیل الرحمن قاضی ٹونک نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نواب صاحب اور علماء و علماء اور اہالی شہر حاضر تھے۔ فرزند دوم شاہ عبدالغنی آپ کے ساتھ تھے وہ آپ کے تابوت کو دلی لائے۔ الساب الظاہرین میں ہے کہ شاہ احمد سعید نے تابوت شریف منگوا یا تھا۔ مناقب احمدیہ میں ہے کہ چالیس دن کے بعد جب آپ کو تابوت سے نکالا معلوم ہوا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ آپ کے نیچے روئی بچھائی تھی۔ وہ نہایت معطر تھی۔ لوگ اس کو تبرک مانے لگے۔ آپ کے وصال کی تاریخ مولوی حافظ خلیل احمد مضطرب بھوی مجددی نے حسب ذیل کہی ہے۔

بروز عید چو شد واصل جناب خدا
ستون محکم دین نبی فتادہ ز پا

امام و مرشد شاہ ابو سعید سعید
دل شکستہ و مغموم گفت تاریخش

۵۰ م ۱۲

شاہ آپ شاہ غلام علی سے بیعت تھے شعر و سخن میں اچھا ذوق تھا۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ دلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۱۲۵۵ھ میں ان کی وفات ہوئی اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ قسمت کے بہت اچھے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی حیات میں بیس سال پہلے اپنے واسطے یہ سردار بنایا تھا۔ پھر آپ نے اپنے مکان میں مدفون ہونے کی خواہش کی لیکن آپ اپنے پیرو مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے اور آپ کا سردار حضرت مضطرب کیلئے جائے سکون بنا اور وہ کم کنوڑا العزیز کی کیفیت سے وہاں آرام کر رہے ہیں۔ رحمہ اللہ

نیک بخت امام اور مرشد شاہ ابوسعید عید کے دن جب خدا کے دربار میں جا ملے۔
 رنجیدہ اور شکستہ دل نے ان کی تاریخ کہی۔ نبی کے دین کا ستون جڑ سے اکھڑ گیا۔
 آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۳ سال دس ماہ ۲۸ دن اور شمسی حساب سے ۵۲
 سال تین ماہ ۲۲ دن کی ہوئی۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قاری نسیم احمد
 سے فن تجوید حاصل کیا، آپ کی ترتیل و خوش الحانی مشہور تھی۔ اوائل عمر میں ضیاء النبوی مجددی
 کے ساتھ لکھنؤ جانا ہوا وہاں جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے قریب کفایت اللہ مجذوب
 رہا کرتے تھے اور اکثر اوقات برہنہ ہوا کرتے تھے وہ جب آپ کو دیکھتے ستر عورت فرماتے کسی
 نے اُن سے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ اس شخص کو دیکھ کر ستر عورت کرتے ہیں۔ انھوں نے
 کہا: وہ وقت آنے والا ہے کہ اُن کو منصب ملے گا۔ اور وہ مرجع اقارب ہوں گے۔ مجذوب
 نے آپ سے کہا: تحصیل علم سے جلد فارغ ہو، تم سے ارشادِ خلق واجب ہے۔ آپ نے مفتی
 شرف الدین شاہ رفیع الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد سے کتب متداولہ پڑھیں۔ اور
 اپنے ماموں اور اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی اور شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند حاصل
 کی ہے۔ آپ پہلے اپنے والد سے بیعت ہوئے۔ انھوں نے آپ سے کہا: تمہارا مرغ ہمت
 بلند پرواز ہے۔ لہذا اس خاندان کے خلفاء سے تکمیل نسبت کرو۔ چنانچہ آپ حضرت شاہ
 درگا ہی خلیفہ حضرت شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددی
 قدس اللہ اسرار ہم سے بیعت ہوئے۔ بارہ سال تک فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ شاہ
 درگا ہی نے آپ کو خلافت عطا کی۔ اور اپنا جانشین بنایا۔ وہ آپ پر نہایت مہربان تھے۔ آپ
 کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا۔ جذبہ و شوق کے آثار آپ کے مریدوں میں ظاہر تھے۔ مع ہذا جب
 آپ مکتوبات شریف کا مطالعہ فرماتے تھے کمی کا احساس ہوتا تھا۔ کیونکہ نسبت مجددیہ میں یہ
 باتیں باقی نہیں رہتیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کی طرح افسردگی میں عمر گزرتی ہے۔ اُن کا سماع
 قرآن مجید اور اُن کا حضور نماز اور ان کا طریقہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا ہے۔ اتفاق
 سے اس دوران میں آپ کا دلی آتما ہوا۔ آپ نے دلی سے حضرت قاضی ثناء اللہ کو پانی پت
 خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے محبت بھر خط آپ
 کو لکھا اور آپ کو حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ۱۲۲۵ھ میں
 آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علی کی غلامی اختیار کی۔ یہ شعر آپ کے حسب احوال ہے۔

از برائے سجدۂ عشق آسمانے یافتم سر زینے بود منظور آسمانے یافتم
عشق کے سجدے کے لئے مجھ کو کھٹ مل گئی۔ مقصد سر زمین تھی آسمان مل گیا۔

شاہ غلام علی

شاہ صاحب کا باطنی سلسلہ حضرت سیف الدین کو دو واسطوں سے پہنچتا ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر اور حضرت سید نور محمد بدایونی واسطہ ہیں اور آپ کا نسب سلسلہ حضرت سیف الدین کو تین واسطوں سے پہنچتا ہے حضرت صفی القدر، حضرت عزیز القدر، حضرت محمد عیسیٰ۔ لہذا شاہ صاحب آپ کے احوال پر خصوصی عنایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک طرف آپ کی سچی محبت اور عقیدت اور دوسری طرف آپ کے حضرت مرشد کی عنایت اور شفقت لہذا سالوں اور مہینوں کے مراحل ہفتوں اور دنوں میں طے ہونے لگے اور کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عنایت کی اور سالکوں کی راہ نمائی کا معاملہ آپ کے سپرد ہوا۔ شاہ صاحب کے آخری دور کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردی اور سید اسماعیل مدنی نے آپ سے توجہات لی ہیں اور فوائد حاصل کئے ہیں۔

سنہ ۱۲۳۳ھ میں آپ نے قرآن مجید نماز ادا بین میں شاہ صاحب کو سنایا۔ شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ بتاؤ کیا آرزو رکھتے ہو۔ آپ نے عرض کی کہ میں آپ کی ضمانت کا طلبگار ہوں۔ شاہ صاحب نے فرط محبت سے آپ کو اپنے مبارک سینہ سے چمٹایا اور دیر تک توجہات خاصہ سے سرفراز فرماتے رہے۔ واسطہ ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۳۳ھ میں آپ کو منصبِ قیومیت کی بشارت دی۔

منصبِ قیومیت

آپ کا قیام لکھنؤ میں تھا کہ شاہ صاحب کی علالت شروع ہوئی۔ شاہ صاحب نے اس دوران میں آپ کو دو خط تحریر فرمائے ہیں۔ ایک میں لکھا ہے ”تعجب است کہ قصد آمدن اینجا نہ کردہ اند۔ فقیر را بہ حسب ظاہر صحت محال و افسوس کہ شما اس قدر تاخیر می نمایند۔ ع خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند۔ می بینم کہ منصب آخر مقامات ایں خاندان عالی شان بر شما متعلق دو ابستہ شد و پیشتر ازاں در بیماری سالیق دیدہ بودم کہ شما بر چارپائی مانشتہ اید و قیومیت بر شما عطا کردند“ (آپ اس قدر تاخیر کر رہے ہیں کہ ع معشوق اس معاملہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس عالی خاندان کے آخری مقامات آپ سے متعلق اور وابستہ ہو گئے ہیں اور اس سے قبل پہلے بیماری میں میں نے دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور قیومیت تمہیں دیدی گئی ہے، اس خط کے

ملنے پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے خانقاہ اور مکانات آپ کے سپرد کئے اور آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ شاہ صاحب کی وفات ۱۲۲۲ھ صفر ۱۲۲۲ھ میں ہوئی۔ آپ نو سال تین مہینے مندر ارشاد پر بیٹھے اور جمادی الآخرہ ۱۲۲۹ھ میں اپنے دوسرے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کو لے کر حج کے واسطے روانہ ہوئے۔ حج اور زیارت سے مشرف ہو کر دئی تشریف لارہے تھے کہ ٹونک میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کا بڑا پاکیزہ خط تھا۔ آپ نے خوب جلی قلم سے ایک قرآن مجید لکھا ہے۔ پندرہ جاری الآخرہ ۱۲۳۳ھ میں اس کی کتابت سے فارغ ہوئے ہیں۔ کافذ کی لمبائی ساڑھے اکیس انچ اور چوڑائی ساڑھے گیارہ انچ ہے اور جدول کی لمبائی ساڑھے پندرہ انچ اور چوڑائی سوا سات انچ ہے۔ ہر صفحہ پر نو سطریں ہیں۔ کل آٹھ سواٹھاسی (۸۸۸) صفحات ہیں۔ یہ مبارک مصحف مدینہ منورہ میں حضرت شاہ محمد مظہر کی رباط کے کتب خانہ میں ہے۔ اس عاجز نے اس مبارک مصحف کی زیارت یوم شنبہ ۲۸ رزی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۶۷ء میں کی۔ **فَلْيَتْلُوهُ الْمُحْمَدُ وَلَهُ الشُّكْرُ۔**

آپ نے سلوک مجددیہ کا بیان "ہدایت الطالبین" میں کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ کتاب از اہمات کتب ہے۔ آپ کے خلفاء بہت تھے۔ مناقب احمدیہ اور ضمیمہ مقامات مظہری میں جن کا ذکر آیا ہے ان کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں۔ ۱۔ میاں محمد اصغر ۲۔ ملا حسن بخاری ۳۔ موی حمام احمد ہراتی ۴۔ مولوی محب اللہ افغان ۵۔ میاں محمد جو ۶۔ میاں عظیم اللہ۔ انھوں نے میاں اصغر سے بھی استفادہ کیا ہے اور شاہ صاحب ان کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے: "اے خلیفہ میاں اصغر است"۔ ۷۔ امیر باجوڑی ۸۔ مولوی محمد شریف ۹۔ ملا خدا بردی ۱۰۔ ملا علار الدین ۱۱۔ ملا غلام محمد از ضلع اٹک ۱۲۔ ملا عبدالکریم ترکستانی ۱۳۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی۔ ضمیمہ مقامات مظہری میں شاہ عبدالغنی نے ملا عبدالکریم ترکستانی اور شاہ سعد اللہ حیدر آبادی کے متعلق لکھا ہے: "در خدمت حضرت ایشاں (شاہ صاحب) رسیدند۔ شروع سلوک از حضرت ایشاں (شاہ صاحب) کردند۔ بعدہ از ایشاں (شاہ ابوسعید) توجہات گرفتند و اجازت و خلافت یافتند"۔ کمالات مظہری کے حاشیہ پر شاہ صاحب نے لکھا ہے: "من خلفائے ایشاں دیدہ ام حالات خوب دارند۔ خلافت نامہ کے آخر میں آپ کی ہی ٹہر ہے۔"

آپ کی اولاد دو بیویوں سے ہے۔ پہلی بیوی زبده دختر غلام صدیق پسر حضرت عظیم القدر مجذدی اور ان سے ایک پسر شاہ احمد سعید اور ایک دختر مجیدہ اور دوسری بیوی حسینی

اولاد

دختر میر بادشاہ پسر میر احمد مجددی اور ان سے شاہ عبدالغنی اور شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ۔

حضرت شاہ عبدالغنی آپ کی ولادت شبِ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۹ جون ۱۸۱۹ء کو محلہ مغلیہ دلی میں ہوئی۔ مظاہرِ علیم تاریخی نام ہے۔

اور شنبہ ۴ محرم ۱۲۹۶ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۷۹ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ شہاندر زمین آفتاب علوم سے سالِ وفات ظاہر ہے۔ یہ لاجواب تاریخی مادہ حضرت سید الوالد سے اس عاجز نے سنبھے اور اس طرح نظم کیا ہے۔

۱۔ امامِ زمن شاہ عبدالغنی	شریعت پناہ و طریقت اُردم
۲۔ چوبہفت محرم مد شنبہ رسید	برجنت برفت و برست از ہوم
۳۔ چہا والد م گفت سال وصال	شہاندر زمین آفتاب علوم

۱۲ ۹۶

۱۔ زانہ کے امام شاہ عبدالغنی شریعت کی پناہ گاہ اور طریقت کے سنگِ میل۔
 ۲۔ جب ساتویں محرم منگل کا دن آیا تو جنت کو روانہ ہو گئے اور غموں سے نجات پا گئے۔
 ۳۔ میرے والد نے سالِ وفات کیا عمہ کہا۔ علوم کا سورج زمین میں چلا گیا۔
 آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری مولانا حبیب اللہ سے اور باطنی اپنے حضرت والد سے حاصل کر رہے تھے کہ ۱۲۳۹ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ حرمین شریفین میں شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ اسماعیل رومی سے حدیث کی اعلیٰ سند حاصل کی اور پھر دلی آکر شاہ محمد اسحاق سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کے حضرت والد نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت دی اور وصیت فرمائی کہ اہل دنیا سے دور رہو اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے خلفاء سے راہِ سلوک کی تکمیل کرو۔ چنانچہ آپ نے دو تین مہینے اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ احمد سعید سے اور پھر مرزا عبدالغفور خوجوی سے راہِ سلوک آخر تک طے کیا۔

اوائل ۱۲۴۳ھ میں آپ نے حرمین شریفین کا قصد کیا اور اپنے برادرِ کلاں کے ساتھ آپ نے بھی ہجرت فرمائی۔ ۱۲۴۳ھ کا حج کر کے اواخر ربیع الاول یا اوائل ربیع الآخر تک مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں اقامت فرمائی۔ آپ حرم شریف نبوی میں حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے اسنادِ عالیہ کی وجہ سے دور دراز ممالک سے اہل فضل و کمال آکر آپ کے حلقہٴ درس میں شریک ہوتے

۱۲۴۳ھ اُردم بغنم ہمزہ سنگے را گویند کہ در صحرا برائے ابتدا نصب کنند و بفتح ہمزہ اصل شجر را گویند۔

تھے اور آپ سے اجازت حاصل کر کے مراجعت کرتے تھے۔

آپ کی مقبولیت ذی القعدة الحرام ۱۲۵۷ھ میں جبکہ طلب علم کے سلسلہ میں یہ عاجز مع برادرِ خوردِ دمع میں تھا تو محدثِ غرب حافظ وقت شیخ

عبدالحی کتانی رحمہ اللہ کی شہرت سنی۔ اس عاجز نے ان کو ایک رقعہ ارسال کیا کہ حدیث مسلسل بالاولیٰ کے استماع اور احادیث شریفہ کی اجازت کا خواہشمند ہوں۔ اس عاجز نے اپنا نام لکھ کر جدِ دوم حضرت شاہ احمد سعید تک اپنا نسب بھی لکھ دیا۔ چنانچہ آپ نے وقت دیا۔ اور اس وقت حدیث شریف سنا کر جب اجازت نامہ دینے لگے تو کھڑے ہو گئے اور حاضرین کی طرف جو کہ بیشتر علماء ازہر تھے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوْذُوْا بِالْاَمَانَةِ اِلَى اَهْلِهَا۔ اَلَا قَدْ شَهِدُوْا بِاَنِّيْ قَدْ اَدَيْتُ الْاَمَانَةَ اِلَى اَهْلِهَا فَلَنْ وَالِدِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ سَمِعَ الْحَدِيْثَ الْمُسْلَسَ بِالْاَوَّلِيَّةِ وَاَخَذَ اِجَازَةَ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمِّ جَدِّهِ (وَأَشَارَ لِيَّ) الشَّيْخِ عَبْدِ الْغَنِيِّ وَهَآ أَنَا الْيَوْمَ أَسْمَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى اَحْفَادِ ابْنِ أَخِيْهِ وَاجْزَيْهَا اِلَاجَازَةَ الْعَامَّةِ الْخَالِيَةِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ كَيْفَ بَعَدَ اللّٰهُ تَعَالَى تَمَّ كَوْنُكُمْ دِيَا هِيَ كَ اَمَانَاتِ كَوَانِ كَيْفَ اَصْحَابِ كَيْفَ سِرْدِ كَرُو تَمَّ سَبِّ كَوَاهِ رَهْوِ كَمِيْنَ نِيْ اَمَانَتِ اِسْ كَيْفَ اَصْحَابِ كَيْفَ سِرْدِ كَرُوِيْ۔ مِيْرِيْ وَالِدِ نِيْ حدیث مسلسل بالاولیٰ ان کے دادا کے چچا شیخ عبد الغنی سے سنی تھی اور ان سے حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔ آج میں نے شیخ عبد الغنی کے برادر زادہ کے پوتوں کو وہ حدیث سنائی اور ان کو اجازت عامہ دی۔ الخ۔ اور اس کے بعد وہ بیٹھ گئے اور حضرت کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا بیان کرنے لگے۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى وَرَضِيَ عَنْهُمَا۔

مکارم اخلاق یہ ایک حقیقت ہے کہ برادرِ گاجل شاذ نے آپ کو مکارم اخلاق سے متصف کیا تھا۔ سید احمد خاں رحمہ اللہ نے "آثار العنادرید" میں بالکل درست

لکھا ہے۔ "آپ بھی جنابِ ابوسعید صاحب کے فرزندِ ارجمند اور حقیقت میں فخر خاندان ہیں آپ کا طور ہی جدا ہے اور رنگ ڈھنگ ہی نرالا ہے۔" اور چند سطر کے بعد لکھا ہے۔ "اوقات آپ کے ایسے خوب ہیں کہ اگلے زمانہ کے اچھے اچھے دیندار لوگوں کے بھی شاید ایسے ہوئے ہوں گے۔ مسجد میں بیٹھے رہنا اور طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو برتنارن رات آپ کا کام ہے۔ خوشحال اس شخص کا جو اپنے نبی کے طریقہ کو برتے اور دنیا و مافیہا سے خبر نہ رکھے۔ اس قدر اتباع سنت اختیار کیا ہے کہ اگر آپ کو آسمان و زمین کے رہنے والے محی السنہ وقامع البدع کہہ کر پکاریں تو بجا ہے۔"

اور لکھا ہے: "ادنیٰ سنت کے ترک سے زیادہ کسی چیز کو برا نہیں جانتے۔ فتاویٰ السنۃ اور محو فی الشریعت اور شہسوار میدان طریقت ہیں۔ اگر پوچھو تو آپ کی ذات فیض آیات ہے۔ پس جس شخص کا ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں یہ حال ہو تو پھر خیال کرو کہ بڑی بڑی باتوں میں کیا درجہ احتیاط اور کیا تہذیب اٹھائے گا؟ اس عاجز کے نزدیک سید احمد خاں کی تحریر میں قطعاً بالفہ نہیں ہے۔ آپ کے اوصاف و اطوار ایسے پاکیزہ تھے کہ جو آپ کو دیکھتا تھا آپ کا گرویدہ ہوتا تھا۔ ہر فعل میں اور ہر وقت سنت مبارکہ کا خیال رہتا تھا۔ نہایت سادہ لباس پہنتے تھے۔ زنجیر نہ خصوصی دستار، ٹخنوں سے اوپر پا جامہ اور تن پر کرتا۔ احادیث شریفہ کی مزاوت سے آپ کی نسبت عالیہ میں اتنی لطافت آگئی تھی کہ ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا تھا۔

آپ کی تالیفات | آپ نے سنن ابن ماجہ کا نہایت ہی لطیف حاشیہ لکھا ہے۔ اس کا نام "انجام الحاج" ہے۔ اور آپ نے مکتوبات شریف کی تخریج احادیث کی ہے۔ "مقامات منظری" کا تکرار بھی آپ کی تالیف ہے۔ تحفہ تیموریہ اور شفا السائل "بھی آپ کے رسائل ہیں۔ نصاب الاحساب" کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

آپ کی منقبت | آپ کے رسالہ شفا السائل پر ایک از خدا ناترس نے حاشیہ لکھا ہے اور آپ کو برا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اس عاجز نے حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے سلام کو "القول الشنی فی الذات عن الشیخ عبد الغنی" لکھی۔ اس کتاب کے شروع میں قدرے تفصیل سے آپ کے احوال لکھے ہیں۔ آپ کی وفات پر فضائے حجاز نے جو مرثیہ کہے ہیں وہ بھی لکھ دیئے ہیں اور منقبت میں چند شعر اس عاجز کی زبان پر آئے تھے وہ بھی تحریر ہیں۔ اس منقبت میں سے چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

- | | |
|-------------------------------|---------------------------|
| ۱ چہ گویم وصف شد عبد الغنی را | امام و مرشد دار نبی را |
| ۲ اجازت یافت از مردان یکتا | خلافت یافت از پیران والا |
| ۳ ز اخلاق رذیلہ شد مُبرئی | بر آداب رسول اللہ محلی |
| ۴ بر احکام شریعت مردِ کامل | بر اسرار طریقت فردِ کامل |
| ۵ زبان در ذکر حق ہر آن جاری | دلش معمور از انوار باری |
| ۶ ہمہ تن پائے در راہ رضا بود | ہمہ تن گوش بر قول خدا بود |
| ۷ ہمہ تن لب برائے ذکر سبحان | ہمہ تن دیدہ بہر دید جانان |

- ۸ نہ گتے، نہ برفے، نہ شنیدے
- ۹ بظاہر پیکر شش از خاک بودہ
- ۱۰ کجا ہندو کجا طیبہ بندیش
- ۱۱ بہ کوہ و دشت و دریا جادہ پیود
- ۱۲ نہ ہے قسمت کہ کامل بہت یک سال
- ۱۳ گہے ذکر و گہے تدریس تزیل
- ۱۴ بدیں ساں عمر خود آنجا بسر کرد
- ۱۵ سلام از مار سد ہر دم بہ جانش
- ۱۶ الہی آنچه از احسان کردی
- ۱۷ ازاں فیضان یک جڑ عطا کن
- ۱۸ نگاہ لطف کن دل شاد گردد
- ۱۹ نہ دیدے گر رضائے حق نہ دیدے
- ۲۰ بہ باطن گل ز نور پاک بودہ
- ۲۱ سعادت یاد و اقبال در پیش
- ۲۲ بہ دار مصطفیٰ آنکہ ہیا سو
- ۲۳ سکونت کرد آنجا فارغ اباں
- ۲۴ گہے بحث از حدیث جرح و تعدیل
- ۲۵ ہزاراں بے ہنر را با ہنر کرد
- ۲۶ الہی از تو رحمت بر روانش
- ۲۷ کرامتہا بہ دے ارزان کردی
- ۲۸ ازاں عرفان یک لمعہ عطا کن
- ۲۹ تو لائے عزیزاں زید دارد

- ۱۔ میں شاہ عبدالغنی کی تعریف کیا کروں مدینہ طیبہ کے امام اور مرشد کی
- ۲۔ انہیں بے مثال بزرگوں سے اجازت حاصل ہوئی بزرگ پیروں سے خلافت حاصل ہوئی
- ۳۔ برے اخلاق سے پاک تھے۔ رسول اللہ کے آداب سے مزین تھے۔
- ۴۔ آپ شریعت کے احکام میں مردِ کامل تھے طریقت کے اسرار میں فردِ کامل تھے
- ۵۔ زبان ہر وقت ذکر اللہ سے جاری تھی اُن کا قلب اللہ کے انوار سے بھرا ہوا تھا
- ۶۔ وہ مجسمِ رضائے خداوندی کے راستہ پر قائم تھے ان کا کان ہر طرح سے خدا کے حکم پر تھا۔
- ۷۔ ان کا پورا جسم اللہ کے ذکر کے لئے ہونٹ تھا۔ وہ محبوب کے دیدار کے لئے مجسمِ آنکھ تھے۔
- ۸۔ وہ نہ کہتے، نہ جلتے، نہ سنتے نہ دیکھتے اگر اللہ کی رضا مندی نہ دیکھتے
- ۹۔ بظاہر ان کا جسم خاک کا تھا لیکن حقیقت میں سب تو پاک سے بنا تھا
- ۱۰۔ سوچو کہاں ہندوستان کہاں مدینہ طیبہ نیک نختی مددگار تھی اور نصیبہ سامنے تھا۔
- ۱۱۔ جنگل پہاڑ اور دریا پار کئے پھر مصطفیٰ کے گھر میں آرام پایا۔
- ۱۲۔ کیا قسمت تھی کہ مکمل اکیس سال وہاں بے فکر زندگی گزاری۔
- ۱۳۔ کبھی اللہ کی یاد کبھی قرآن کا درس کبھی حدیث اور جرح و تعدیل کی بحث۔
- ۱۴۔ اس طرح وہاں عمر بسر کی ہزاروں بے ہنروں کو ہنرمند بنا دیا۔

۱۵۔ ہر آن ہمارا سلام ان کی رُوح کو پہنچے اے خدا ان کی رُوح پر تیری رحمت ہو۔

۱۶۔ اے خدا جو تو نے احسان کیا اور ان کو جو کرامتیں عطا کیں۔

۱۷۔ اُن فیوض سے ایک گھونٹ عطا کر دے اس عرفان سے ایک ٹکڑا عطا کر دے۔

۱۸۔ مہربانی کی نظر کر دے دل خوش ہو جائے زید کو عزیزوں کی دوستی پر بھر دے۔

اتباعِ سنت | حضرات القدس کے حضرت حادّیہ عشر میں شیخ بدرالدین نے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے احوال میں لکھا ہے: رسالہ در باب

منع اشارتِ سبّابہ در تشہد بہ فایتِ متانت نوشتہ اند: یعنی تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ نہ کرنے کے متعلق نہایت متین رسالہ لکھا ہے۔ آپ نے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے: سوائے بخاری ہمہ محدثان روایتِ رفعِ سبّابہ کردہ اند و سبّابہ ازیں جہتِ مستحکم نام یافتہ معلوم نیست چہ بہ خاطرِ آمدہ، بہ قوتِ علمی مقابلہٗ سنتِ قائمہ کردہ شد: یعنی بہ جز بخاری کے تمام محدثین نے التّحیات میں انگشتِ شہادت اٹھانے کی روایت کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس انگلی کا نام مستحکم پڑ گیا ہے معلوم نہیں کہ ان کی خاطر میں کیا آیا کہ ایک سنت کا مقابلہ علمی قوت سے کر بیٹھے ہیں۔

اس انگلی کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اشارہ کرنے کی وجہ سے اسلام میں مستحکم اور سبّابہ کہا جاتا ہے یعنی تسبیح کرنے والی۔ دورِ جہالت میں کسی کو گالی دیتے وقت اس انگلی سے اشارہ کیا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام سبّابہ پڑا یعنی گالی دینے والی۔

آپ کے مکاتیب | آپ نے اس عاجز کے حضرت والد کو ایک خط لکھا ہے۔ اس سے آپ کے جذبات و خواہشات کا پتہ چلتا ہے اس لئے نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد القنی فرزند عزیز مولوی ابوالخیر و والد ایشان سلام خوانند مکتوب شمارید۔ از اشتغالِ ایشان بہ علوم دینیہ و امورِ یقینیہ مسرور شدیم۔ طوبی لمن آثار ما یبقی علی ما یفنی۔ سَبْعَةُ يَظْلُمُهُمُ اللَّهُ فِي ظُلْمِهِ يَوْمَ لَا يَظِلُّ إِلَّا ظِلُّهُ "شَابُ نَشَافِي عِبَادَةِ اللَّهِ الْحَمْدُ بِكَلَامِ آيَةِ مَائِلِي كَزِ فَرْصَتِ اِيں ہر غافل تو نگاہ دیدہ بسلی مژہ و اکن و بہ کفن درا

وَنَسْأَلُ مَوْلَانَا الْكَرِيمَ [اللَّهُمَّ] يُصَيِّرُنَا مَعْنٍ يَظِلُّ بِظِلِّهِ
بِحَاجَةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَآصْحَابِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ وَ
عَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔ وَيَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدًا قَالِ آمِينَ۔ (زید)

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔ ۲۶ رجب ۱۲۹۲ھ۔

(عبد الغنی کی جانب سے برخوردار مولوی ابوالخیر اور ان کے والد کو سلام۔ تمہارا خط ملا.... تمہاری دینی علوم اور یقینی امور کی مشغولیت سے دل خوش ہوا۔ خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے باقی کو فانی پر ترجیح دی۔ سات شخص ہیں جن کو اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جب اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پایا) (تا آخر حدیث (شعر) آخر تم کو نئے آئینہ پر مائل ہو گئے ہو کہ جس نے تم کو ان سب کی طرف متوجہ ہونے سے غافل کر دیا ہے۔ تم ہی کشتہ ناشاد کی آنکھ کا نور ہو۔ اس کے پیوٹوں کو اٹھاؤ اور اس کی آنکھ میں سما جاؤ (یعنی جو عشق کے ہاتھ بےسل ہوا ہے اس کا کفن ہونا چاہیے۔ شاعر نے پیوٹوں کو نگاہ دیدہ کا کفن قرار دیا ہے) اللہ اپنی رحمتیں ہمارے آقا محمد اور ان کی آل پر نازل کرے اور سلام بھیجے۔ ۲۶ رجب ۱۲۹۲ھ)

آپ کے نہایت لطیف اور پُر از معانی خطوط کا نفیس مجموعہ حافظ محمد یعقوب مجددی رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا۔ انہوں نے وہ مبارک خطوط حضرت سیدی ابوالدقاسم سرہ کوٹنائے تھے۔ ان کا ارادہ ان کے طبع کرانے کا تھا لیکن ان کی وفات ہو گئی اور وہ خطوط ضائع ہو گئے۔ اس عاجز کے پاس آپ..... کے ہاتھ کے تحریر کردہ گیارہ خطوط ہیں۔ پانچ خانگی معاملات سے متعلق ہیں اور ایک نقل کیا جا چکا ہے۔ باقی پانچ درج ذیل ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی۔ فرزند عزیز حافظ ابوالخیر و والد شاہ سلام خوانند الحمد للہ علی عافیتکم و سلامتکم۔ مکتوب شمار سید خوش وقت ساخت۔ رَزَقْنِي اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ تَبَاعَ الشَّرِيعَةِ الشَّيْخَةِ الْمَرْصُوفِيَّةِ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَالسَّلَامُ۔ ۲۵ شعبان ۱۲۸۹ھ۔ عبد الغنی کی جانب سے فرزند عزیز حافظ ابوالخیر اور ان کے والد پر سلام۔ الحمد للہ تمہاری خیریت اللہ عافیت معلوم ہوئی۔ تمہارا خط ملا۔ تم نے خوش وقت بنا یا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں مصطفویٰ پسندیدہ روشن شریعت کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے آنحضور کے طفیل۔ والسلام

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی ہمیشہ محترم اہل خانہ نواب قطب الدین خاں صاحب سلام مطالعہ فرمائند۔ از استماع رحلت دوست قدیم خود صدر بردل رسید لیکن چوں مراد اوشان.... و مراد امانوت در حرمن شریفین ہست و ازین معنی حمد خدا بجا آورده۔ اَللّٰهُمَّ الْحَقُّا بَعْرُطْنَا الصَّالِحِيْنَ بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَعَلَىٰ جَمِيعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالسَّلَامُ۔ ۲۵ شعبان ۱۲۸۹ھ۔

اپنے غمخواروں میں کس کس کو بھلا یاد کریں غم مخنوں کریں یا ماتم فرما د کریں

عبد الغنی کی جانب سے ہمیشہ محترمہ نواب قطب الدین صاحب کی اہلیہ کو سلام پڑانے دوسرے کی وفات کی خبر پر جو کر دلی صدمہ ہوا۔ لیکن چونکہ ان کی اور ہماری مراد حرمین شریفین کی موت کے اس لئے اس حادثہ پر خدا کی حمد ادا کی۔ اے اللہ ہمیں ہمارے نیک پیشرووں سے وابستہ کر دے۔ حضور یران کی اولاد اور اصحاب پر اور تمام انبیاء پر درود و سلام۔

(۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی۔ فرزند عزیز میاں ابوالخیر و والد ایشان سلام خوانند۔ مکتوب ایشان شہر وفات میاں خورشید احمد صاحب رسید۔ دعا ہائے مغفرت در حق ایشان نمونہ شد۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآٰیٰتٍ لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔ باید کہ پسماندگان عبرت بگیرند موت را نصب العین دارند۔ و اگر چه ماند خضر یک جا و دانہ نہ ماند۔

۷۔ نامہ امروز کس غمخوار میں بیمار سودائی فغان از بیسی فریاد از بیداد تنہائی
صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ۔ والسلام۔ ۲۵ رجب سنہ ۱۲۹۹ھ

عبد الغنی کی جانب سے فرزند عزیز میاں ابوالخیر و والد کے والد کو سلام۔ تمہارا خط میاں خورشید احمد صاحب کی وفات کی خبر کا پہنچا۔ انکے بارے میں دعاے مغفرت کی۔ اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جس کے دل ہوں یا وہ دھیان سے سنیں۔ پسماندگان کو چاہیے کہ عبرت حاصل کریں اور موت کو نصب العین بنائیں۔ مصرع۔ اگر چه خضر زندہ ہیں لیکن ہمیشہ زندہ نہ رہیں گے۔

اس بیمار سودائی کا کوئی غمخوار نہیں رہا۔ بیسی اور تنہائی کی فریاد ہے۔

(۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی۔ فرزند عزیز مولوی محمد عمر و مولوی ابوالخیر سلام مطالعہ نمائند مکتوب ایشان در باب عزائے فرزند نور اللہ مرقدہ رسید الحمد للہ علی کل حال۔

ہر چه بر تو آید از شادی و غم ہم ز گستاخیست و بیباکیست ہم

وَقَفَقْنَا لِلّٰہِ لَمَّا یُحِیْثُ وَیَمِیْتُ۔ اگر ایمان است ہمہ احسان است۔ والسلام۔ ۱۴ از یقعدہ سنہ ۱۲۹۳ھ

عبد الغنی کی جانب سے فرزند عزیز مولوی محمد عمر اور مولوی ابوالخیر کو سلام۔ آپ کا خط میرے فرزند عزیز کی تعزیت کے سلسلہ میں موصول ہوا۔ ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے۔

شعر۔ تیرے اوپر جو غم و خوشی آتی ہے وہ گستاخی اور بیباکی کی وجہ سے ہے۔

خدا ہمیں اس چیز کی توفیق عطا فرمائے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے اگر ایمان ہے سب اس کا احسان ہے۔

(۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی۔ عزیز از جان و دل مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد از سلام سنت اسلام مکشوف باد۔ مکتوب محبت مملوب در عین انتظار رسید سرور ساخت درینجا دو حادثہ عظیم در پیش آمدند۔ یعنی بتاریخ ۹ رماہ ربیع الآخر اہمیت کریم انتقال کرد کہ از چند ماہ مریض بود و بعد پانزدہ روز شب جمہ محمد موسیٰ انتقال کرد۔ روز چہارشنبہ برائے سبق ترمذی بہ خانہ حاجی صاحب رفتہ بود۔ بعد سبق سردی معلوم شد بہ خانہ آمد بخار شد شب دوم انتقال کرد۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ سبحانہ مغفرت فرماید۔ ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۹۵ھ۔

عبد الغنی کی جانب سے۔ جان و دل سے زیادہ عزیز مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام سلام کے بعد جو اسلام کی سنت ہے۔ واضح ہو کہ محبت بھر اخطا عین انتظار میں ملا۔ خوشی ہوئی یہاں دو بڑے حادثے پیش آگئے۔ ۹ رماہ ربیع الآخر کو اہمیت کریم کی وفات ہوئی جو کہ چند ماہ سے بیمار تھیں اور پندرہ دن کے بعد جمعرات کو محمد موسیٰ کا انتقال ہو گیا۔ چہارشنبہ کو ترمذی کا سبق پڑھنے حاجی صاحب کے گھر گیا تھا۔ سبق کے بعد سردی لگی گھر آیا بخار چڑھا۔ دوسری رات میں انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا مغفرت فرمائے۔

آپ احیائنا ذوقِ سخن بھی فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں ۵

ذوقِ سخن

کجا صوفی وصالِ یار بہبات کہاں ممکن کہاں وہ فاتِ بیچوں
غنی تو عشق کا ہرگز نہ دم بھر کہ حیراں ہیں یہاں موسیٰ و ہاروں

آپ مُسندِ وقت تھے حدیث شریف میں آپ مُسندِ وقت تھے۔ علمائے کرام نے آپ کی اسنادِ عالیہ کو کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ

”ایلیافِ ابجی فی اسانیدِ الشیخ عبد الغنی“ تقریباً ساٹھ سال پہلے چھپ چکی ہے۔ اور مولانا ابوالفیض ابوالاسعاد عبدالستار صدیقی مہاجر مکہ نے ”المورد الہنی فی اسانیدِ الشیخ عبد الغنی“ عربی میں لکھی ہے۔ ساٹھ لہ میں اس عاجز نے مکہ مکرمہ میں ان کے نسخہ سے نقل کیا اور انہوں نے اس کو مطالعہ کیا اور صفحہ اول پر تصویب تحریر کی۔ رحمہ اللہ۔

آپ کے خلفاء آپ کے خلفاء کا حال تفصیل سے معلوم نہ ہو سکا۔ صرف سات صاحبان کے نام کا پتہ چلا ہے اور وہ یہ ہیں:-

(۱) جناب مولانا عبدالحق آبادی مہاجر مکہ (۲) شاہ ابوالاحمد مجددی بھوپالی (۳) شاہ رفیع الدین دیوبندی (۴) مولوی امین الدین نانوتوی (۵) نواب مصطفیٰ خاں شریفیہ۔

(۶) میاں احمد جان دہلوی (۷) قاری رحیم بیگ دہلوی۔ پہلے چار حضرات سے طریقہ شریف کی اشاعت ہوئی ہے۔

آپ کے چھ صاحبزادے ہوئے۔ ۱۔ عبداللہ ۲۔ عبدالرحمن ۳۔ اسماعیل ۴۔ عبدالقادر **اولاد** ۵۔ عبدالاحد ۶۔ صالح۔ اور دس صاحبزادیاں ہوئیں۔

۱۔ زینب ۲۔ ام الفضل ۳۔ ام کلثوم ۴۔ امۃ اللہ کبریٰ ۵۔ رقیہ ۶۔ رابعہ ۷۔ یقیہ ۸۔ امۃ اللہ صغریٰ ۹۔ میمونہ ۱۰۔ امۃ الرحمن۔ سب صاحبزادے اور آٹھ نو صاحبزادیاں آپ کی حیات میں رحلت کر گئیں۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔

حضرت شاہ عبدالمغنی آپ حضرت شاہ ابوسعید کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ولادت شریف لکھنؤ میں ۱۲۳۹ھ

میں ہوئی۔ تاریخی نام فضل الرحمن ہے۔ بارہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی: أَبْنُوَ اللّٰہُ قَبْرُہُ وَ شَرَّاءُ، تاریخی رحلت ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ محمد اور تاریخی نام مصباح المغنی۔ ابراہیمؒ۔ عائشہ۔ ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

شیخ حافظ مصباح المغنی آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۲۷۲ھ میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد سے ایک ماہ

بڑے تھے۔ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ پہلی جنگ عظیم میں مدینہ منورہ کو ترکوں نے لوگوں سے خالی کرایا۔ چنانچہ آپ اہل خاندان کے ساتھ ملک شام گئے۔ اور ۱۳۳۷ھ میں حمص میں وفات پائی۔ اور سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قریب میں مدفون ہوئے۔ رَحْمَہُ اللّٰہُ وَ رَحْمَہُ اللّٰہُ عَفْو۔

آپ نے ایک صاحبزادی حبیبہ اور ایک ضعیفہ دیوان شعر، اپنی یادگار چھوڑی۔ صاحبزادی کی اولاد ہے۔ سلمہم اللہ۔ آپ کا تخلص مصباح تھا۔ نہایت پاک باطن اور صاف منش تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔

دبائے دوم حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ

آپ حضرت شاہ ابوسعید کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کا اسم گرامی احمد سعید کنیت ابوالکلام ہے یکم ربیع الآخر ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۰۲ء ریاست لاہور میں ولادت ہوئی۔ منظر نیران "تاریخی نام" ہے اور وفات ظہر و عصر کے مابین روزہ شنبہ ۲۲ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۱ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ محراب نبوی میں جہاں آپ کے جد اکبر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تھی آپ کے جنازہ کی نماز ہوئی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ پر خاک ہوئے حضرت شاہ محمد عمر نے "عاشق سعید املت شہید" اسے بال وفات نکالا ہے۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۹ سال ۱۱ ماہ ایک دن۔ اور شمسی حساب سے ۵۸ سال ایک ماہ سترہ دن کی ہوئی۔

آپ کے مبارک احوال خوب تفصیل کے ساتھ آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ محمد منظر نے "مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ" میں لکھے ہیں۔ پہلے فارسی میں جو "۱۲۷۷ھ" میں دلی کے اکمل المطابع میں چھپی پھر عربی میں جو "۱۲۷۷ھ" میں قزان میں چھپی۔ اور انساب الطاہرین میں اختصار کیساتھ اور ذکر السعیدیہ اور سیر الکاملین میں کچھ تفصیل سے آپ کا ذکر ہے۔ یہ عاجزان کتابوں سے بطور اختصار کچھ احوال لکھتا ہے۔ رُشد و ہدایت کے آثار خورد سالی سے آپ میں ظاہر تھے۔ آپ کے نانا شاہ غلام صدیق نہایت بزرگ اور عالم باعلیٰ تھے انھوں نے آپ کا مشرب معلوم کر کے آپ کا نام غلام غوث رکھا تھا جس زمانہ میں آپ قرآن مجید حفظ کر رہے تھے۔ حضرت شاہ درگاہی کے پاس کبھی کبھی اپنے والد ماجد کے ساتھ جایا کرتے تھے وہ آپ کو محبت سے اپنے پاس بٹھاتے اور کلام پاک سنتے۔ جب آپ کے والد ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ سے بیعت ہونے کے لئے دلی تشریف لائے تو آپ بھی اُن کے ساتھ آئے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا۔ کسی نے نہ دیا۔ ابوسعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھ کو دے دیا۔ شاہ صاحب نے آپ سے کہا۔ حال کو قال کے ساتھ جمع کرنا چاہیے۔ لہذا علماء سے علم ظاہر پڑھو۔ اور فرصت کے وقت حلقہ میں شریک ہوا کرو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ مجھ کو کثرت مستفیدین کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ ابھی میں کھڑا ہی ہوتا تھا کہ شاہ صاحب کی مجھ پر نظر پڑ جاتی تھی۔ آپ مجھ کو بلا کر

اپنے پاس بیٹھنے کو فرماتے اور میں آپ کی مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر شاہ صاحب بہ قوت تمام ایک ساعت تو مجھ پر دیا کرتے تھے۔

آپ نے شاہ صاحب سے تصوف کی کتابیں۔ رسالہ فیثویہ۔ عوارف۔ الاحیاء۔ نفحات۔ رشحات۔ مکتوبات۔ مثنوی معنوی وغیرہ اور حدیث میں مشکات اور ترمذی۔ پرمی۔ معقول کی کتابیں مولوی فضل امام سے اور باقی کتابیں مولوی رشید الدین خاں سے پڑھیں۔ آپ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کبھی زیارت کے لئے اور کبھی برائے استفادہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے۔ اور تفسیر کلام الہی میں شاہ عبدالعزیز اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ تینوں بھائی صاحبِ نسبت و کشف صیح تھے۔ اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ وہ میری تکریم کیا کرتے تھے اور نہایت محبت سے ملتے تھے۔ آپ نے رامپور میں مفتی شرف الدین اور شاہ سراج احمد مجددی سے بھی پڑھا ہے۔ شاہ سراج احمد آپ کے حضرت والد کے ماموں اور خواجہ محمد سعید کی اولاد میں سے تھے۔ حدیث مسلسل بالاولیٰ کی اجازت اُن سے لی جو کہ بہ طریق آبا کرام حضرت مجدد کے واسطے سے روایت کی ہے۔ اور آپ نے لکھنؤ میں مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے بھی پڑھا ہے۔ مولوی محمد اشرف بڑے محقق اور مدقق تھے اور مولوی نور عالم اور صاحبِ نسبت تھے آپ نے حدیث شریف کی اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی ہے۔

حضرات نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے حاصل کیا ہے۔ اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلافت عطا کی ہے چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے پدر بزرگوار سے بھی توجہات لی ہیں۔ اس واسطے شجرہ شریفہ میں حضرت والد کا اسم گرامی لکھا ہے۔

حضرت شاہ محمد مظہر نے "مناقب احمدیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے اواخر عمر میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور غالباً یہ رسالہ ۱۲۳۵ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس وقت حضرت والد ماجد کی عمر بیس سال کی ہو گئی تھی۔ اس رسالے میں جدا جدا حضرت شاہ ابوسعید کے ذکر کے بعد آپ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے: "حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابوسعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوال نسبت شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود"۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے۔ اس عاجز نے اس کا مطالعہ کیا

اور "کمالات مظہری" کا نام اس کے لئے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا ہے جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تیس پر ہے۔ یہ رسالہ ۱۸۵۵ء کے قندہ فرنگ سے پہلے لکھا ہوا ہے۔ اس وقت حضرات عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ "دینر درجائے ارقام نمودہ اند فرزند ایشان حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدر خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ ازین فقیر دارد۔ انتہی منقول از عین مسودہ حضرت شاہ صاحب قبلہ است۔ ۱۲"

شاہ محمد مظہر نے اپنے حضرت والد کا یہ قول بھی لکھا ہے۔ "دراں ایام بہ روز عید قربان در مجمع عام ایں سب آستانہ خود را بہ تشریف بلوس خاص از قسم کلاہ و دستار و پیراہن مہارک از دست شریف خود پوشانیدہ بہ اجازت مطلقہ نواختند و دعاتادیر فرمودند" اور اپنے حضرت والد کی یہ بات بھی لکھی ہے کہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت والد کا قیام دہلی میں رہا اور ان کی جگہ پر میرا قیام کھنٹوں رہا۔ کچھ مدت کے بعد میں بھی دہلی آگیا۔ توجہات سالیس، تدریس علوم دینیہ۔ افتاد و بوقت نماز کی امامت میں مصروف رہا۔ اُسی زمانے میں حضرات عالی قدر کے مزارات شریفہ کی زیارت سرہند شریف جا کر کی۔ جمادی الآخرہ ۱۲۳۹ھ میں آپ کے والد ماجد حج کے لئے روانہ ہوئے اور خانقاہ شریف جانشینی آپ کے حوالے کی۔ حضرت شاہ صاحب نے پندرہ سال لڑکی ظاہری اور باطنی تربیت فرمائی تھی اور انتہائے محبت سے فرمایا تھا کہ میں نے لوگوں سے ایک لڑکا مانگا تھا۔ کسی نے اپنے بیٹے کو مجھے نہ دیا۔ ابوسعید نے میری طلب پوری کر دی۔ اور احمد سعید کو میرے حوالہ کر دیا۔ اس طرح آپ کو حضرت شاہ صاحب کی اینیئت کا مقام حاصل ہوا۔ اب جب کہ شاہ صاحب کی منہ ارشاد آپ کو ملی تو شاہ صاحب کی تربیت اور اینیئت نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور اطراف و اکناف سے خلق خدا آکر مستفید ہونے لگی۔ چوبیس سال سات مہینے اور کچھ دن دریاے فیضان جاری رہا۔

فرنگ کی غداری | اواخر محرم ۱۲۴۲ھ میں فرنگ خذہم اللہ کی فوجیں دہلی میں داخل ہو گئیں۔ اور خونِ مسلم کی ارزانی ہوئی۔ قیاً اللہ من رزقہ۔
(کس قدر مصیبت تھی)۔

ذمی دامن حدیث نامہ چون است ہمیں دامن کہ عنوانش ز خون است

(مجھے معلوم نہیں خط میں کیا لکھا ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ سرنامہ خون سے لکھا ہے)

اس ہنگامہ دارو گیر میں آپ اہل و عیال و فقراء باب اللہ کو لے کر خانقاہ شریف

سے صفر جنگ یعنی مقبرہ منصور روانہ ہوئے۔ اس بے سرو سامانی کے عالم میں

ہجرت

چھوٹے بڑے۔ مردوزن۔ تقریباً ایک سو نفر کا ہجوم اور مامن آپ کی ذات تھی اور آپ کی نظر سونے پر درگاہ
جل شانہ منصور کے مقبرہ میں دو چار دن توقف فرما کر مہرولی کا قصد فرمایا۔ اور وہاں آستانہ قطبہ لاقطاب
میں قیام کیا۔ وہاں طاعون کی وبا کا اثر تھا۔ لہذا جو تھے دن بھر سفدر جنگ شریف لائے۔ وہاں شب
جمعہ چہارم صفر ۱۲۴۴ھ آپ کی الیہ مبارکہ جناب امہ الغافلہ دختر جناب شاعر حسن پسر جناب نثار احمد
یکوی مجددی کی روح پاک بارگاہ قدس کو پرواز کر گئی۔ اس ہنگامہ رنجیز میں نہایت خوبی کے ساتھ
تہنیز و تکفین ہوئی اور سید اسادات حضرت نور محمد بدایونی کے مزار شریف کے جوار میں جانب شرق
مدفون ہوئیں۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔ حضرت سید اسادات کا مزار بتی حضرت نظام الدین سے جانب
جنوب بہ فاصلہ یک تیر ہفتاب واقع ہے۔ حضرت سیدی ابوالداس جگہ کی خدمت کرتے تھے۔ سنگ
خارا کا احاطہ بنوایا۔ فرش سنگ سرخ کا رکھا جس کو ۱۹۴۴ء کے حوادث میں ہٹا دینے لکھنویا۔ پھر
اس عاجز نے وہاں کی درستی کرائی۔ اور احاطہ کے نصف حصہ کا فرش سینٹ کا بنوایا۔ وَفَقَّأَ اللَّهُ لِرُحْمَا

آزمائش

پروردگار جل شانہ فرماتا ہے۔ وَلَتَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔ البتہ ہم آزمائیں گے۔ تم کو
تھوڑے سے ڈر اور بھوک اور جان و مال اور میوؤں کے نقصان سے اور خوشخبری دوسر کرنے والوں
کو یہ مناقب احمدیہ میں لکھا ہے۔ دوران سفر میں یعنی جب سے کہ آپ خانقاہ شریف سے نکلے اور جب
تک کہ آپ دیار حضرت محبوب رب العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچے۔ آپ کے معمولات مبارکہ میں
کوئی فرق نہیں آیا۔ حسب سالیق اشتغال بہ حلقہ وادار رہا۔ اور جس جگہ بھی آپ فردکش ہوتے تھے۔
اذان و اقامت و جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ ذکر السیدین میں مقبرہ سفدر جنگ کا عظیم واقعہ لکھا ہے۔
کہ وہاں ایک انگریز افسر مع چند سوار کے مسلح آیا اور آپ سے کہا۔ میں تم کو اپنے ساتھ لے جا کر ذلت سے
پھانسی دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تم چلتے ہو۔ پھر آپ نے خادم سے کہا۔ سواری لاؤ اور اس میں وظیفہ
کی کتاب اور اشیائے ضروری رکھو۔ چنانچہ سواری آئی۔ اور آپ سوار ہوئے۔ ضروری سامان ساتھ لیا۔
آپ کے دونوں برادر اور ہر سہ پسر اور مولف ذکر السیدین آپ کے پوتے اور سب مریدین سواری کے
چاروں طرف کھڑے تھے۔ انگریز افسر کھڑا ان سب باتوں کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس پر ہیبت طاری
ہوئی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ اور ایک سوار کی زبانی کہلا بھیجا۔ پیر صاحب سے کہو آپ ٹھہریں۔
چنانچہ آپ سواری سے اتر کر اپنے معمولات میں مصروف ہوئے۔

اللہ کی مدد

آپ پر آزمائش کا دور آیا۔ بے سرو سامانی کی حالت میں ایک سو نفوس کو لے کر گھر نکلے۔

مقبرہ صفدر جنگ اور مہرولی کے راستہ میں ڈاکوؤں سے بھی واسطہ پڑا، وہاں سے بھی تکلیف نہ ہوئی۔ اہل ہند مبارک کی رحلت ہوئی۔ اور تختہ دار تک لے جانے کے لئے انگریز افسر بھی پہنچ گیا۔ جب بالکل تمام سہارے بجز پروردگار کے سہارے کے منقطع ہو گئے تو ان شاء اللہ مع القابریں کا ظہور ہوا اور بشیر القابریں کی نوید نے رنگ ہی بدل دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مہرولی سے واپسی کے وقت انگریزی فوج میں پٹھان سپاہیوں کے افسر نورنگ خاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کو مہرولی مقبرہ صفدر جنگ بہ حفاظت لائے آپ کو مقبرہ صفدر جنگ میں ٹھیرایا اور خود فوج کے انگریز بڑے افسر کے پاس پہنچے اور اس سے آپ کے اور آپ کے تمام رفقاء کے واسطے پروانہ راہداری حاصل کیا۔ کہ آپ بہ راہ پنجاب و سندھ حجاز مقدس بہ آرام جاسکتے ہیں۔ دو چار دن اس کام میں لگے پھر نورنگ خاں آپ کو چھاؤنی لے گئے۔ وہاں آپ نے تین دن قیام کیا۔ انگریز افسروں کے سامنے بہ اذان و اقامت نماز بہ جماعت ہوتی تھی اور باقاعدہ حلقہ و توجہ ہوا کرتا تھا۔ انگریز اس کیفیت کو دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔

ظ ”دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست“

(جب دوست مہربان ہو دشمن کیا کر سکتا ہے)

نورنگ خاں آپ کے خلیفہ جلیل القدر حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ و رضی عنہ سے بیعت تھے۔ وہ کلانچی گندہ پوران ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے تھے۔ آپ تین دن ان کے پاس چھاؤنی میں رہے۔ اور پھر پانی پت۔ کراتال۔ انبالہ کے راستے لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب آپ لدھیانہ پہنچے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک پٹھان فوجی افسر کو آپ کی خدمت میں بھیجا وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ صاحب زادہ خورشید احمد مجددی اسیر فرنگ ہو گئے ہیں۔ یہ صاحب زادے آپ سے بیعت تھے۔ آپ نے پٹھان فوجی افسر سے ان کے متعلق کہا۔ اور اس افسر کی کوشش سے خورشید احمد کو رہائی ملی۔ اور وہ بھی آپ کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔

جب یہ مبارک قافلہ لاہور پہنچا آپ کے خلیفہ حاجی دوست

ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچنا

محمد کے افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کے سارے

قافلہ کو لے کر ڈیرہ اسماعیل خاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈیرہ اسماعیل خاں سے دو تین منزل پہلے خود حاجی صاحب مع رفقاء کے آپ کے استقبال کو آئے اور خیر سے سارے قافلہ کو اپنی خانقاہ لے گئے۔ جو موسیٰ زی، قریب ڈیرہ اسماعیل خاں میں ہے۔ وہاں تین مہینے سب کا قیام رہا جناب حاجی صاحب نے اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں نہ صرف تنہا آپ کی بلکہ آپ کے تمام

اہل قافلہ کی جو خدمت کی ہے لائق صد ستائش ہے۔ پروردگار اُن کو اجر کثیر دے اور اُنکے مراتب میں اضافہ فرمائے۔

خانقاہ کی تفویض | حضرت شاہ احمد سید قدس سرہ نے موسیٰ زی میں ایک خط ہندوستان

اور افغانستان کے مخلصین کے نام فارسی میں لکھا ہے۔ اس مکتوب گرامی کو شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں نقل کیا ہے۔ آپ نے اس خط میں حمد و صلاۃ کے بعد لکھا ہے کہ مدت سے حرمین شریفین جانے کی خواہش دل میں تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ شامل حال ہوا۔ اور میں مع اہل و عیال وہاں جا رہا ہوں۔ اللہ خیر سے پہنچائے۔ میں اپنے تمام مریدوں سے جو کہ ہندوستان اور افغانستان میں رہتے ہیں۔ یہ بات کہتا ہوں کہ وہ میرے خلیفہ مقبول بارگاہ احمدی دوست محمد کو میرا قائم مقام سمجھیں۔ اور اُن سے توجہات لیں وہ علی الاطلاق میرے خلیفہ ہیں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے وہ شخص خوش نصیب ہے جو اُن کی پیروی کرے۔ وہ جس کام کو کہیں اس کو کرے اور اُن کی مخالفت نہ کی جائے۔ اے پروردگار تو حاجی صاحب کو ہادی اور مہدی بنا۔ ہمیشہ ان سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ اُن کی عمر میں رشد و صلاح و فلاح میں برکت عطا کر۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی رحمت اس بندہ پر ہو جو آمین کہے۔ والسلام۔

اور آپ نے ایک تحریر لکھ کر حاجی صاحب کو دی۔ اس میں لکھتے ہیں۔ کہ میں دلی کی خانقاہ شریف و تبیع خانہ اور دیگر مکانات حاجی صاحب کے حوالہ کرتا ہوں۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ خود جا کر وہاں قیام کریں یا اپنے کسی خلیفہ کو وہاں رکھیں۔

حاجی صاحب کی ایک خانقاہ افغانستان کے علاقہ میں تھی۔ اور دوسری خانقاہ موسیٰ زی میں تھی جو افغانستان اور ہندوستان کی سرحد پر ہے۔ حاجی صاحب نے اس دوسری خانقاہ کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ جب اُن کے پیرومرشد نے دلی کی خانقاہ اُن کے سپرد کی۔ تو انھوں نے اپنے خلیفہ پاک باطن مولوی رحیم بخش پنجابی کو اپنے پیرومرشد کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ میں ان کو دلی کی

مولوی رحیم بخش پنجاب کے رہنے والے نہایت پاک فطرت فرشتہ خصلت شخص تھے۔ حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور مراتب عالیہ کو پہنچے۔ جب حضرت شاہ احمد سید قدس سرہ ذریہ اسماعیل خاں سپیہ میں مستقبلین کی صف میں مولوی صاحب بھی تھے۔ حاجی صاحب نے دلی کی خانقاہ شریف کے واسطے ان کو تجویز کیا۔ حضرت پیرومرشد نے اُن کی تجویز کو پسند کیا۔ اور مولوی صاحب دلی روانہ ہو گئے۔ ۱۱۳۴ھ سے ۱۱۳۶ھ تک خانقاہ شریف ان کی ذات ستورہ صفات سے آباد رہی۔ آخر یا آیتھما النفس المظہیۃ از جہنم الی ربک راضیۃ فرضیۃ فاذا خلی فی عبادی واذا خلی جہنم فی نویدنی اور راہی ملک بقا ہوئے۔ اُن کے مخلصین نے اُن کو حضرت مرزا جان جان مظہر قدس سرہ کے مزار سے متصل جانب شرق سپرد خاک کیا۔ (باقی آگے)

خانقاہ شریف کی خدمت کے واسطے مناسب سمجھتا ہوں۔ حاجی صاحب کی پسند کو آنکے ہر درم شہ نے بھی پسند فرمایا۔ اور مولوی رحیم بخش صاحب اسی وقت خیر سے دلی کو روانہ ہوئے اور خانقاہ شریف میں آکر مقیم ہوئے۔

ڈیرہ اسماعیل خاں سے کشتی کے ذریعہ یہ مبارک قافلہ بہشتی کو پہنچا۔ اور وہاں سے باد بانی جہاز میں ماہ شعبان میں جدہ روانہ ہوا۔ یہ جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا۔ خیر و

وہوّل بہ مدنیۃ الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم

خوبی سے ۱۲۷۴ھ کاج ہوا۔ تین مہینے مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ اس دوران میں اکثر آپ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا بنی اللہ ترحم
نہ آخر رحمتہ للعالمین زمہجوراں چراقارغ نشینی

فراق کی وجہ سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ اے اللہ کے بنی رحم کیجئے، رحم کیجئے
آپ تو جہانوں کے لئے باعث رحمت ہیں ہجوروں کی جانب سے بے فکر ہو کر کیوں بیٹھ گئے
ماہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ میں مدینہ منورہ کی حاضری ہوئی۔ اور آخر وقت تک وہاں قیام رہا۔
اس عاجز کے جد امجد نے اپنے برادر طریقت مولانا سید عبدالسلام ہسوی قدس سرہ کو جو کہ
آپ کے پدر بزرگوار کے خلیفہ جلیل القدر ہیں۔ مکہ مکرمہ سے ایک خط ارسال فرمایا یہ خط مع دیگر
خطوط مبارکہ کے جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے پاس محفوظ ہے۔ انھوں نے اس خط
کی نقل اس عاجز کو دی ہے۔ خط طویل ہے اور فارسی میں ہے کچھ حصہ کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(بال منہ گزشتہ)

اُن کی قبر جس جگہ بنائی گئی ہے وہ کسی دیوار کی بنیاد ہے۔ جو سب خارا کے ٹکڑوں سے چنی ہوئی ہے۔ اس بات کا علم اس عاجز کو
اُس وقت ہوا۔ جب مہر شریف کے چاروں طرف کا فرش یہ عاجز درست کر رہا تھا۔ شنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۲ نومبر
۱۹۵۵ء کو یہ واقعہ پیش آیا کہ مزدور مولوی رحیم بخش کے سرانے کی طرف سے سب خارا کا ایک بہت بڑا ٹکڑا نکال رہے تھے۔ اس
ٹکڑے نکالتے وقت ایک چھوٹا سا ٹکڑہ سب خارا کا اپنی جگہ سے سرک گیا۔ مزدوروں نے اسے بھی نکال دیا۔ اس کے نکلنے سے
مولوی صاحب کی قبر میں سرانے کی طرف سے دو تین اینچ کا چھید ہو گیا۔ اس چھید میں سے نہایت عمدہ خوشبو کی پٹ نکل جس کی
مہک چاروں طرف تقریباً دس دس گز پھیل گئی۔ مقصود راج نے اس چھید سے مچا لکنا چاہا۔ اس عاجز نے منہ کیا۔ اور اُسی وقت
اُس چھید کو گارے سے بند کرایا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت آٹھ دس افراد فاقہ پڑنے آئے اور انھوں نے خوشبو کے متعلق دریا
کیا کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے۔ راج مزدوروں نے اُن سے حقیقت کا اظہار نہیں کیا۔ اور کچھ کہہ کر اپنے کام میں لگ گئے۔ مولوی صاحب
کا سال وصال: اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ سے ظاہر ہے جو کہ ۱۲۷۵ھ ہے۔ ذَلِكَ فَضْلُ
اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُ

۱۔ ابتدائے سفر سے انتہائے سفر تک یعنی پنجاب کی حدود سے مدینہ منورہ پہنچنے تک ہر جگہ کے علمائے شرف و اہل علم و مشائخ آپ کی طرف راجع ہوئے۔ بیشمار افراد آپ سے بیعت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ترک اور عرب سینکڑوں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ عوام و خواص کے لئے آپ کی ذات گرامی مرجع بن گئی تھی۔ آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر دیکھنے والے متحیر رہ جاتے تھے۔ اور تحریر فرمایا ہے: اگر آپ کی حیات و فنا کرتی اور اس ملک میں کچھ عرصہ تک بہ قید حیات رہتے تو یقیناً آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی۔ اب تک دور دراز ملکوں سے ترک اور عرب آتے ہیں اور حرمان دہلیوی کے تہذیب و اخلاص کے سر کو پھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اور تمام پیرانِ عظام قدس اللہ اسرارہم کے فیوض و برکات سے ان گنت مامجزوں کو سرفراز فرما کر خاندانِ مجددیہ کے چراغ کو قیامت تک روشن رکھے۔ اور فیوض کا یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہے۔

سیر الکاملین میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے پاشا (گورنر) اور کبراہ تجہیز و تکفین کے لئے آئے اور آپ کے جنازہ پر لوگوں کا اتنا اجتماع ہوا کہ اہل مدینہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے اتنی خلقت کسی کے جنازہ پر نہیں دیکھی ہے۔ رحمۃ اللہ۔

حضرت کا قیام مدینہ منورہ علی صاحبہا السلاۃ والتیمۃ میں صرف دو سال رہا۔ اور اس قصیدہ دو سال میں جو مقبولیت خاص و عام میں آپ کو حاصل ہوئی، اس کا کچھ اندازہ اس قصیدہ رائیہ سے ہوتا ہے جو کہ الید الشریف عبد الجلیل برادرہ نے کہا ہے۔ سید عبد الجلیل نے آپ کے احوال اور کیفیات کو نہایت اچھے پیرایہ سے بیان کیا ہے۔ اہل علم پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔

- ۱۔ کَذَا فَلْيَتَكُنْ سَمِيَّ الْقَتْنَى لِمَا خِرَ وَتَجَدِيدِ اَعْلَامِ الْمَعَالِي الدَّوَابِرِ
- ۲۔ لَعَمْرُكَ هَذَا الْفَخْرُ لَا مَتَاعُهُ الْ... مُلُوكُ دَوْدَ الْيَتَحَانِ يَوْمَ التَّفَاخِرِ
- ۳۔ وَمَنْ مِثْلُ سُلْطَانِ الطَّرِيقَةِ اَسْمَدِ سَعِيدٍ جَلَى الْاَبْصَارِ قُلِّ وَالْبَصَائِرِ
- ۴۔ مَنُورًا قَطَارًا الْبِلَادِ بِذَاتِهِ وَأَوْلَادِهِ الْمُغَرِّ الْجَدَامِ الْأَكَاوِرِ
- ۵۔ هُوَ الشَّمْسُ فِي وَسْطِ السَّمَاءِ بِنُورِهَا تَبَدَّتْ وَنَجْمُ الْهَدْيِ يَبْدُو لَنَا ظِرِّ
- ۶۔ هُوَ الطُّوْدُ جَلْمًا رَا سَمْعًا فِي دِقَارِهِ هُوَ الْبَحْرُ عَلِمًا ذَا خَرَابٍ بِالذَّخَايِرِ
- ۷۔ وَكَثْرًا لِأَهْلِ الْفَقْرِ أَصْبَحَ مُغْنِيًا فَيَا حَبَّذَا أَكُنْزُ لِسَدِّ الْمَفَاقِرِ
- ۸۔ عَلَى تَفْجِيهِ إِنْ شِئْتَ تَنْظُرُ بِالْمُنَى وَمِنْهَا جِهَةٌ فَاسْلُكْ سَرِيْعًا وَبَادِرِ

مُحَمَّدٌ أَوْ عِنْدِي أَنْتَ لَنْتَ بِقَادِرٍ
فَمَا شَأْنُ ضَاهِي فِي الْمَلَامَتِ ظِيرٍ
لِمَنْ رَأَى مَا لَا يَلْغِيكَ شَقُّ الْمُرَاثِيرِ
مُبَارَزَةُ الْأَسَدِ اللَّيُوثِ الْخَوَادِرِ
أَنَاءُ فَوَاقَاهُ الْهَدْيُ بِالْبَشَائِرِ
أَنَاءُ فَأَمْسَى جَائِلًا لِلْمَصَادِرِ
فَصَادَفَ مِنْ إِنْخَابِهِ غَوْتَ نَاصِرٍ
فَخَلَصَهُ مِنْ شِرِّ أَخْبَثِ مَسَاكِيرِ
بِرَجَالٍ تَحَامَوْا عَنْ قَبِيحِ الْمَسَاحِيرِ
يَا غُلَى مَقَامِ جَلٍّ عَنْ وَصْفِ شَاعِرِ
مَعَالِيقِ تَمَلَّى مِنْ صُنُوفِ الْجَوَاهِرِ
يُدِيرُ مَكْنُوسًا كَالشَّمْسِ السَّوَابِرِ
يَسِيلُونَ دَمْعًا مِنْ عَيْنٍ سَوَاهِرِ
عَلَامَاتِ صَمْعٍ غَبِثَ فِي السَّرَائِرِ
يُرْقِيهِمْ فِي الْقُرْبِ أَمْسَى الْمَنَابِرِ
وَيَسْعَدُ مَنْ يَلْقَاهُمْ فِي الْمَحَاضِرِ
وَنَافِسٌ إِذَا مَا يَلَتْ ذَاكَ وَقَاضِرِ
بِأَعْلَى جَنَابٍ مِنْهُ فِي دَفْعِ صَائِرِ
يَلْقَى مِنْكَ عَرْفَ قَاقٍ طَيْبِ الْمَجَاهِرِ

۹۔ علی سیرہ سزان قدرت مشیر
۱۰۔ فذاك امام القصر اوحده
۱۱۔ له الرتبة العليا التي دون نيلها
۱۲۔ وكيف لربات الخدور وان سمث
۱۳۔ فكم حابر لا يفتدي بسبيله
۱۴۔ وكم وارِد للفيض يطلب هائما
۱۵۔ وكم مستغيث في دجى الليل امة
۱۶۔ وكم من مرید يشكو مریده
۱۷۔ لطيف به عند المساء وغدوة
۱۸۔ ويسعد هم من نظرة بعد نظرة
۱۹۔ فيفتق من اغلاق حصن قلوبهم
۲۰۔ ولا زال من خمير الوصال عليهم
۲۱۔ اذا جنتهم ليل تجافت جتوبهم
۲۲۔ سكارى ومن انظاره في وجوههم
۲۳۔ وينقلهم من حالة بعد حالة
۲۴۔ هم القوم حقا ليس يشقى جليهم
۲۵۔ فبادر اليه واغتنم قرب وصله
۲۶۔ ولذا كلما قابلك في الكون حاج
۲۷۔ ومن حبه كن دائما متمسكا

- ۱۔ بڑائیوں کے حصول اور بلندیوں کے چلنے والے آثار کی تجدید کے لئے نوجوان کی کوشش ایسی ہی ہوتی ہے۔
- ۲۔ تیری جان کی قسم اصل فخر یہی ہے کہ وہ جو تاج والے بادشاہ باہمی فخر کرتے وقت ذکر کرتے ہیں۔
- ۳۔ کون ہے طریقہ کے شہنشاہ احمد سعید کی طرح جنہوں نے بنیادیوں اور بصیرتوں کو جلا بخشا۔
- ۴۔ وہ اپنی ذات اور اپنی باغزت شریف بزرگ اولاد کے ذریعہ شہروں کے اطراف کو منور کرنے والے ہیں۔
- ۵۔ وہ مع اپنے نور کے آسمان میں سورج ہے جو ظاہر ہے اور ہدایت کا ستارہ دیکھنے والے کیلئے ظاہر ہو جاتا ہے۔
- ۶۔ وہ پہاڑ ہے پکی بروباری کے اعتبار سے اپنے دقار میں وہ علم کے اعتبار سے سمندر ہے جو خیروں کیلئے جامع ہے۔

- ۷۔ وہ خزانہ ہے جو محتاجوں کو بے نیازی بخشا ہے۔ وہ ضرورتوں کو پورا کرنے کا ایسا اچھا خزانہ ہے۔
- ۸۔ اس کے راستے سے تم مقصد کو پہنچو گے۔ اس کے راستے پر جلد چلو اور بڑھو۔
- ۹۔ تیار ہو کر اس کی رفتار پر چل کر کوشش کر کے اور میرے نزدیک تو اس پر قادر نہیں ہے۔
- ۱۰۔ یہ زمانہ کے امام اپنے زمانہ کے یکتا ہیں۔ یہ بعید ہے کہ ان کو کسی نظیر سے مشابہ کیا جائے۔
- ۱۱۔ ان کو وہ بلند رتبہ حاصل ہے کہ اس کے درے جو اس کو حاصل کرنے کا ارادہ کرے پتوں کو پھاڑتا ہے۔
- ۱۲۔ کیونکر ممکن ہے پردہ نشین عورتوں کیلئے اگرچہ وہ بلند ہوں حیران شیروں سے مقابلہ۔
- ۱۳۔ بہت حیران ہیں جو اپنا راستہ نہیں پاتے وہ انکے پاس پہنچے تو ہدایت خوشخبری لیکر انکے پاس پہنچے۔
- ۱۴۔ بہت فیض کے طالب پیلے ان کے پاس آئے اور بہت سے گھاٹ لے کر واپس ہو گئے۔
- ۱۵۔ بہت سے فریادی رات کی تاریکی میں ان کے پاس آئے انھوں نے انکے احسان و مددگار کی مدد حاصل کی۔
- ۱۶۔ بہت سے مریض جنہوں نے اپنے سرکش شیطان کی شکایت کی انھوں نے انکو اجب و متکثر نجات لادی۔
- ۱۷۔ ظام اور صبح کو چکر کاٹے ہیں ایسے اسٹخاص جو بُرائی سے باز رہتے ہیں۔
- ۱۸۔ پے درپے نظر کے ذریعہ اُن کو ایک ایسے مقام کی سعادت عطا کرتے ہیں جو شاعر کے بیان سے باہر ہے۔
- ۱۹۔ ان کے دلوں کے قلعہ کو ایسی کنجیوں سے کھول دیتے ہیں جو قسمہا قسم کی جواہر سے پُر ہیں۔
- ۲۰۔ اور ہمیشہ وصال کے خراب کے پیالوں کا ان پر دُور چلاتے ہیں جو روشن سورجوں کی طرح ہیں۔
- ۲۱۔ جب رات آتی ہے انکے پہلو (بستروں سے) جدا ہو جاتے ہیں اور بیدار آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں۔
- ۲۲۔ وہ مست ہیں اور انکے چہروں پر ملائی نگاہوں سے۔ ہوشیاری کی ایسی علامتیں ہیں جو باطن میں پوشیدہ ہیں۔
- ۲۳۔ ان کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتے ہیں اور انکو قریب بلند منبر پر بٹھادیتے ہیں۔
- ۲۴۔ یقیناً یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہمنشین محروم نہیں رہتا اور جو انکے مجلسوں میں ملتا ہے نیک نعت ہو جاتا ہے۔
- ۲۵۔ ان کے پاس جلد پہنچ اور انکے وصل کے قرب کو غنیمت سمجھ اور جب تو حاصل کر لے فخر کر۔
- ۲۶۔ جب دنیا میں تجھے کوئی حاجت پیش آئے اُن کی پناہ پکڑ جو اُن کی اعلیٰ بارگاہ ہے۔ نقصان کو رفع کرنے کے لئے۔

۲۷۔ ہمیشہ ان کی محبت سے وابستہ رہ۔ تجھ میں سے وہ خوشبو مہکے گی جو انگلیٹھیوں کی خوشبو سے بڑھ جائے گی۔

سید برادرہ کو اللہ نے آپ سے مستفیض کیا۔ ان کی آنکھیں کھلیں، حقائق سے روشناس ہوئے اور اُن کا بیان کیا۔ سچ ہے ع۔ لذت مے نشناسی بخذاتنا وحشی۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

آپ کی تالیفات

آپ نے پانچ رسالے لکھے ہیں۔ ۱۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان
اردو میں ۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف۔ فارسی میں ۳۔
الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ فارسی میں ۴۔ الانہار الاربعہ فارسی میں ۵۔ تحقیق الحق البین فی
اجوبۃ المسائل الاربعین فارسی میں۔ اس رسالہ میں آپ نے شاہ محمد اسحاق کے رسالہ "المسائل الاربعین"
پر جرح و قدح کی ہے۔ آپ اجماعاً فتویٰ بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاویٰ کو جمع
نہیں کیا ہے۔

آپ کے جلیل القدر خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری نے آپ کے ایک سولہ تیس مرتبہ
جمع کئے ہیں۔ چھپانوالے خطوط حاجی صاحب کے نام اور اکتالیس اوروں کے نام ہیں۔ اس
مبارک مجموعہ کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے "تحفہ زواریہ" کے نام سے ۱۳۲۷ھ میں کراچی سے شائع کیا ہے
اگر اس مجموعہ میں وہ خطوط بھی شامل کر دیئے جاتے جو خلیفہ عالی مرتبت مولانا سید عبدالسلام ہسوی
کے نام ارسال کئے گئے ہیں تو نہایت بہتر ہوتا۔ یہ خطوط مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے
پاس محفوظ ہیں۔ اس عاجز کے پاس قلمی نسخہ ہے۔ اس میں تین خطوط کا اضافہ ہے۔ آپ نے شیخ
محمد حشمتی کے رسالہ "اثبات ذکر جہر بعد الصلوات" کی تقریظ عربی میں لکھی ہے اور وہ آپ کی
تحریر کردہ تحریر اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔

ذوق سخن

شعرو سخن سے بھی آپ کو ذوق تھا۔ سعید تخلص فرماتے تھے۔ آپ نے غوث اعظم
کی منقبت فارسی میں نظم کی ہے۔ اس کے اکتالیس شعر ہیں۔ یہ منقبت "مناقب
احمدیہ" میں موجود ہے۔ اور حضرت صفی القدر کی تاریخ وفات چھ شعروں میں کہی ہے۔ جذاً مجید نے
انساب الطاہرین میں ان کو نقل کیا ہے اور اپنے اشعار کی بیاض پر آپ کا یہ شعر لکھا ہے۔

دو گوشہ رعل تو سرچشمہ حیوان است رُئے دل من زان رُو ہر لحظہ سوئے آن است

اتیرے رعل کے دو گوشے آپ حیات کا سرچشمہ ہیں اس لئے میرا دل ہر وقت ان کی جانب ہے

سیر الکالمین میں لکھا ہے "بسیارے از علماء زماں شاگرد حضرت ایشان
آپ کے شاگرد" بورندر مثل مولوی عبدالقیوم ابن مولوی عبدالحی و مولانا محمد نواب

و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری
مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم وغیرہم

حضرت شاہ محمد منظر نے "مناقب احمدیہ" میں فرزند ان عالی قدر کے علاوہ
آپ کے خلفاء اسی افراد کے نام لکھے ہیں۔ اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کہاں تک آپ کے

خلفاء اور اصحابِ اجازت کے نام لکھوں وہ بہت ہیں۔ اور انساب الطاہرین میں جبراً مجد نے لکھا ہے۔ سینکڑوں افراد اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک صاحب ارشاد ہے۔ خلق خدا ان سے مستفیض ہے۔

آپ کی اولاد | آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ ۱۔ عبدالرشید ۲۔ عبدالحمید ۳۔ محمد عمر ۴۔ محمد منظر اور ایک صاحبزادی تھیں روشن آرا۔ عبدالحمید اور روشن آرا کا طفلی میں انتقال ہوا۔

حضرت شاہ عبدالرشید | آپ حضرت شاہ احمد سعید کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کے مبارک احوال کو آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم نے "ذکر السیدین" میں تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ کی ولادت دوسری جمادی الآخرہ ۱۲۳۷ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔ دس سال کے نہ ہوئے تھے کہ کلام پاک کے حفظ سے فارغ ہوئے۔ مولوی فیض احمد دہلوی سے علم معقول اور مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد اسحاق سے حدیث شریف اور اپنے حضرت والد سے علم تفسیر وفقہ و اصول و تصوف حاصل کیا۔ آپ اپنے دادا کے ملحوظ نظر تھے۔ رات کو ان کے پاس سوتے اور جب وہ تہجد کے واسطے اٹھتے آپ بھی اٹھتے اور ان کے ساتھ تہجد پڑھتے بین سال کی عمر میں آپ پوری طرح تحصیل علم ظاہر سے فارغ ہوئے۔ علم باطن اپنے حضرت والد سے حاصل کیا اور اجازت و خلافت پائی۔ ۱۲۵۷ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا اور حج و زیارت کی دولت سعادت حاصل کر کے بعافیت مراجعت فرمائی۔

۱۲۷۳ھ کو اپنے والد ماجد کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۲۸۶ھ میں حسب معمول مکہ مکرمہ حج کے لئے آئے اور خیر و خوبی سے حج کیا۔ چودھویں ذی الحجہ کو علالت کے آثار ظاہر ہوئے اور منگل کے دن ظہر و عصر کے درمیان سولہ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو مصطفیٰ و مزنگی ہو کر خلیہ بریں تشریف لے گئے۔ حرم محترم میں حضرت جدِ امجد نے نماز جنازہ پڑھائی اور مغللہ میں مومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روضہ مبارکہ کے پاس مدفون ہوئے۔ حضرت جدِ امجد نے یہ تاریخ وفات کہی ہے

عبدالرشید شیخ وقت سوئے جنان تشریفش بُرد

گفت عمر سالی ترحیل شیخ زمانہ ہے ہے مُرد

(شیخ وقت عبدالرشید جنہوں کی جانب تشریف لے گئے۔ عمر نے رحلت کا سال کہا۔ بائے ہائے شیخ زمانہ گئے)

قدس اللہ سرہ و روح و نور و حرکت۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔ ۱۔ بدر العیام ۲۔ محمد معصوم ۳۔ محمد بشیر ۴۔ محمد وحید ۵۔ محمد نذیر ۶۔ محمد سعید اور آٹھ لڑکیاں تھیں۔ ۱۔ امۃ الرشید ۲۔ امۃ العلیم ۳۔ امۃ الکرم ۴۔ عائشہ ۵۔ امۃ الرحیم ۶۔ حفصہ ۷۔ فاطمہ۔ انھوں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ صاحبزادوں میں بہت بڑے محمد معصوم کے سب خورد سالی میں وفات پا گئے۔

حضرت شاہ محمد معصوم | آپ حضرت شاہ عبدالرشید کے فرزند دوم ہیں۔ آپ کی ولادت دس شعبان ۱۲۶۳ھ میں خانقاہ شریف دلی میں ہوئی۔ ۱۲۶۳ھ

میں اپنے حضرت والد اور جد امجد کے ساتھ حجاز مقدس گئے۔ قرآن مجید آپ نے حفظ کر لیا تھا مدینہ منورہ پہنچ کر حرم نبوی میں اپنے جد امجد قدس سرہ کو تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ آپ نے تفسیر حدیث فقہ، اصول تصوف، معقول اور دوسرے علوم کو اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد منظر سے حاصل کیا اور حضرت شاہ عبدالغنی سے کچھ حدیث شریف پڑھی اور اجازت حاصل کی۔ آپ اپنے جد امجد سے بیعت ہوئے لیکن اتمام سلوک اپنے والد امجد سے کیا اور خلافت حاصل کی اور ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ان کی جگہ مسند ارشاد پر بیٹھے۔

والی رامپور نواب کلب علی خاں ۱۲۶۳ھ میں آپ کے حضرت والد امجد سے بیعت ہوئے تھے اور اس وجہ سے ان کو آپ سے نہایت درجہ محبت اور اخلاص تھا۔ نواب صاحب اپنے پیروم رشد کی وفات کے بعد حج کو گئے تھے۔ وہاں بہت اصرار کیا کہ آپ ان کے ساتھ رامپور تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ کام ہیں ان کو کر کے ان شاء اللہ رامپور کا سفر کروں گا۔ چنانچہ آپ ۱۲۹۱ھ میں رامپور تشریف لائے اور وہاں نہایت عزت و احترام کے ساتھ قیام کیا۔ چوک نصر اللہ خاں کے قریب خانقاہ معصومی بنائی۔ اس خانقاہ شریف کی مسجد شریف لپ سڑک ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے خوب آباد ہے۔ آپ کا قیام بتیس برس رامپور میں رہا۔ نواب حامد علی خاں کے دورِ نوابی کے افاصل ۱۳۲۳ھ میں مدینہ طیبہ واپسی ہوئی۔ وہاں آپ کا قیام رہا پہلی جنگ عظیم کے دوران میں مدینہ منورہ میں اسباب خور و نوش کی بے حد قلت ہوئی۔ لہذا حکومت ترکیہ نے وہاں کے رہنے والوں کو ترکیہ شام اور فلسطین بھیجا۔ آپ دس شعبان ۱۳۲۵ھ میں ملک شام گئے۔ اور حصص میں تقریباً دو سال اور پھر دمشق میں سات آٹھ ماہ قیام کیا اور جنگ عظیم کے ختم ہونے پر ۱۳۲۵ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ اور وہاں دس شعبان ۱۳۳۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور معلّٰۃ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ آپ نے رامپور میں دوزکاح کئے اور ان سے اولاد ہوئی۔ آپ کو شعر و سخن کا ذوق تھا۔ تخلص

معصوم تھا۔ عربی قصائد کا ایک مجموعہ ترکی میں چھپا ہے۔ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۲۸ء میں اس کا
کچھ حصہ قصائد معصومی کے نام سے رامپور میں چھپا ہے۔ اس کے ساتھ "المثنوی الغافل بین الحق والباطل"
بھی ہے جو کہ فارسی میں ہے اور "انتخاب معصوم" فارسی کلام کا اور "کلام معصوم" اردو کلام کا مجموعہ چھپ
چکا ہے۔ آپ کا علمی پایہ بلند تھا۔ آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں۔ ۱۔ وضوح المعانی تفسیر الکلام الزبانی
تاسوۃ مائذہ غیر مطبوع ۲۔ ریاض الحکم فی معارف القدم و درقصوف۔ عربی میں تالیف قیم ہے۔ غیر مطبوع۔
۳۔ الادعیۃ الماثورۃ المعصومیہ مطبوع ۴۔ اجارۃ الارشاد عربی میں۔ یہ رسالہ شیخ اسعد حفید مولانا خالد
گزدری کو لکھ کر دیا، غیر مطبوع ۵۔ فصیح البیان فی مکائد الشیطان اردو میں مطبوع ۶۔ شمائل العارفین
فی سیر المجتہدین عربی میں غیر مطبوع۔ یہ رسالہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی خواہش پر تالیف کیا ہے۔ ۷۔
کشف الغطاء عن اہل الخطاء اردو میں مطبوع ۸۔ بسع الاسرار فی مدارج الاخیار اردو میں مطبوع۔
۹۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین اردو میں مطبوع ۱۰۔ الکہف المتین من منہج الرسول الامین۔ یہ رسالہ
حصن حصین کا خلاصہ ہے اور چھپ گیا ہے ۱۱۔ احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام اردو میں مطبوع
۱۲۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان کی تہذیب و ترتیب اردو میں مطبوع ۱۳۔ الفوائد الضابطہ
کو عربی میں ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ یہ رسالہ آپ کے جد امجد کا فارسی میں ہے۔

آپ کے فرزند اصغر حضرت محمد ابوسعید سے آپ کی تالیفات کی تفصیل اس عاجز کو معلوم ہوئی
ہے۔ البتہ جو رسالے چھپ گئے ہیں وہ عاجز کے پاس ہیں۔

آپ نے ذکر السعیدین میں اپنے اٹھارہ خلفاء کے نام لکھے ہیں۔ آپ کا حلقہ ارشاد ترکیہ،
روسیتہ اور چین میں خوب پھیلا۔

آپ کے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تین بیویوں سے ہوئیں۔ ۱۔ صبغۃ اللہ۔
۲۔ ابوالطاہر سیف الدین ۳۔ ابوالطیب محمد الدین ۴۔ ابوالشرف عبدالقادر ۵۔ ابوالفیض عبدالرحمن
۶۔ محمد ابوسعید۔ ۱۔ عارف ۲۔ صادق ۳۔ طاہرہ ۴۔ کاملہ۔

آپ کی ولادت ۲۰ زدی الحجہ ۱۲۹۸ء کو رامپور میں
ہوئی۔ محمد عبدالغنی تاریخی نام ہے۔ ۱۲۲۳ء کو اپنے

حضرت والد کے ساتھ حجاز گئے۔ کچھ دن رہ کر اپنی والدہ صاحبہ کے پاس رامپور آگئے۔ جمعہ اٹھارہ
ربیع الاول ۱۳۴۸ء مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں رامپور میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آپ
اردو کے باکمال جدت طراز شاعر تھے۔ تخلص طاہر تھا۔ ایک ضمیمہ دیوان اور متفرق اوراق پر بہت

کلام چھوڑا۔ افسوس ہے ان کا سارا کلام ان کے صاحبزادوں کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اردو کے بعض رسائل میں جو کلام چھپا ہے وہ بہت کم ہے۔

آپ کی ایک صاحبزادی قریشہ اور دو صاحبزادے میاں ابوالاحمد اور میاں عبدالباری تھے۔ قریشہ کا نکاح شیخ عیسیٰ منظر المدنی سے ہوا۔ ان کے ساتھ مدینہ منورہ گئیں اور ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۵۷ء مطابق ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ اس عاجز نے جب خبر وفات سنی درج ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے

۱۔ چونہی قریشہ بہ شملہ رسید
۲۔ بہ دریائے حیرت چناں غرق شد
۳۔ چسان رفت از ہند سوئے حرم
۴۔ چساں نارالفت تنش را گرفت
۵۔ زہے بخت عالی کہ یا بد مقام
۶۔ بود تا ابد در جوارِ رسول
۷۔ دریں فکر و حیرت زمانے گزشت
۸۔ بگو سالِ ترحیلِ آں پاک جاں

ترجمہ: ۱۔ جب قریشہ کی موت کی خبر شملہ پہنچی۔ افسوس کرتے ہوئے زید نے آہ سرد بھری

۲۔ حیرت کے دریا میں ایسا ڈوبا کہ ایک وقت تک دونوں عالم سے غافل ہو گیا

۳۔ ہندوستان سے حرم کیسے گئی۔ وہاں سے مدینہ کیسے پہنچی۔

۴۔ اس کے بدن میں محبت کی آگ ایسی لگی کہ تمام دنیا سے علاقے توڑ لئے۔

۵۔ سبحان اللہ بلند نصیب کہ جگہ پائی وحی کے اترنے کی جگہ نیک بخت ملک میں

۶۔ ہمیشہ رسول کے پڑوس میں رہے گی کیا ہی خوبی ہے اس سے اور بڑھ کر خوبی کیا ہوگی۔

۷۔ اسی فکر و حیرت میں ایک زمانہ گذرا کہ میرے دل کے کان نے آواز سنی

۸۔ کہہ دے اس پاک جان کی وفات کا سال قریشہ طیبہ سے جنت میں پہنچی۔

ابوالاحمد کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ طیب۔ شاید۔ زاہد۔ ساجد۔

۱۔ نزہت ۲۔ عصمت ۳۔ عشرت ۴۔ فاطمہ۔ سلمہ۔ سلمہ اللہ و حفظہم۔

عبدالباری کے تین بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ ۱۔ عبدالرحمن یوسف ۲۔ عبدالہادی ۳۔ عبدالملک

۱۔ اختر عروسہ ۲۔ مبارک فگفتہ سلمتم اللہ وحفظہم۔

حضرت ابوالشرف عبدالقادر آپ کی ولادت رامپور میں ۴ ذی القعدہ ۱۲۰۱ھ مطابق یکم ستمبر ۱۸۸۶ء میں ہوئی۔ تاریخی نام منظر قیوم

ہے اور رحلت شب جمعہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۴۳ء میں مکرملہ میں ہوئی۔ اُن کے برادر زادے حافظ عبدالحمید حمید نے حسب واقعہ تاریخ لکھی ہے: ”ہوا خاک منغل شرف“ آپ اپنے حضرت والد کے جانشین تھے۔ حضرات کے طریقہ پر قائم تھے۔ حافظ عالم صاحب نسبت و ارشاد اور بلند پایہ شاعر تھے۔ شرف تخلص تھا۔ ایک ضخیم دیوان موسوم بہ ”کلام شرف“ موجود ہے، چھپا نہیں ہے۔ عربی اور اردو میں اشعار کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ عربی کا ایک قصیدہ ”شمس الثقلی“ کے نام سے چھپا ہے اس میں وحدت شہود کا بیان کیا ہے۔ اردو میں ”صبح حرم“، ”توضیح حقیقت“، ”دیوانہ حجاز“ اور ”بنجر سخن“ چھپ چکے ہیں۔ بنجر سخن میں آپ نے محسنات کو جمع کیا ہے۔ آپ نے حضرت سیدی ابوالدقدس سترہ کی دو غزلوں کو محسن کیا ہے۔ ایک غزل کے مطلع و مقطع کے بند درج ذیل ہیں۔

قربان تمہارے اس چلن کے روٹھے کو منایا ہے مَن کے
کر جاتے ہو کام اپنا تن کے لے لیتے ہو دل کو دوست بن کے
اُستاد ہو تم بھی اپنے فن کے

کیوں مثل شرف پھر و نظریں آرام سے بیٹھو اپنے گھر میں
یکساں رہو تم سفر حضر میں مدت سے خراب ہو سفر میں
اے خیر چلو طرف وطن کے

اپنے حضرت والد کی کتاب بسح اسرار کو عربی میں ترجمہ کیا ہے اور وہ آستانہ (ترکیہ) میں ۱۳۳۱ھ میں چھپی ہے۔

۱۳۵۰ھ میں یہ عاجز مصر سے حجاز گیا۔ جمعہ ۲ ذی الحجہ سے شنبہ ۶ صفر ۱۳۵۱ھ تک مکرملہ میں قیام رہا۔ اس دوران میں آپ سے ہر روز ملاقات ہوا کرتی تھی۔ اُس وقت آپ کے ایک صاحب زادے عبدالعزیز تھے اور وہ برائے کسب علم رامپور آئے ہوئے تھے۔ اور ایک صاحب زادی رقیہ تھیں۔ عبدالعزیز نہایت ہوشیار و ذہین و فطین فوجران تھے۔ قرآن مجید خورد سالی میں حفظ کر لیا تھا۔ رامپور میں علم دین حاصل کیا۔ اور ان کے چھوٹے چچا حضرت ابوسعید نے ارادہ کیا کہ ان کا عقد نکاح خاندان کی لسی حنیف

سے کر دیں اور اس سلسلہ میں دعوتی خطوط ٹائپ کی چھپائی کے مکہ مکرمہ میں چھپوائے۔ جب عقد نکاح میں چند روز رہ گئے تو صرف دو دن بیمار رہ کر رُوح و ریحان و جنات النعیم کو ان کی روح پر دراز کر گئی۔ اُن کے حضرت والد نے عقد نکاح کے دعوتی خط کی پشت پر درج ذیل مضمون لکھ کر اس ماجہ کو مصر ارسال کیا جو اب تک اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

”وہ چن ہی مٹ گیا جس میں بہار آنے کو تھی

جس کی تقریب شادی کے لئے یہ جدت طرازی کی گئی کہ مکہ مکرمہ میں یہ دعوت نامے چھپوا کر ہندوستان ارسال کئے گئے اور انتظار تھا کہ اب تاریخ انعقاد شادی کی خوشخبری آتی ہے۔ یہ تقدیر الہی بجائے اس کے یہ اطلاع ملی کہ ۱۲ محرم ۱۳۵۳ھ روز جمعہ وہ نوحشاہ عزیز عروس اجل سے ہمکنار ہو کر جملہ گور میں جا کر آرام سے سو گیا اور داعی حق کو بتیک کہتا ہوا جنت الفردوس کو سدھارا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ بندے کے منصوبے کچھ ہوتے ہیں۔ اللہ کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی بہتر و اولیٰ ہے۔ اس کی ایک مرضی پر ہزار جان عزیز قربان۔ وَہُوَ الْمُتَوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔ یہ ہے بے ثباتی دنیا کا ایک ادنیٰ نمونہ عبرت فَاَعْتَبُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

اس رقعہ کے ساتھ جو خط لکھا تھا اس میں تحریر فرمایا ہے۔

اس واقعہ کا جو اثر ہونا چاہیے اس کے لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب فیر اور اجنبی تک متاثر ہیں

تو بیکس دور افتادوں کا کیا پوچھنا۔ فسوس

اَزِیْنِکَ (یا وَلَدِی) بِاَیِّ سَمَاءٍ (عَبْدُ الْعَزِیْزِ) یَعْرِفُ فِیْکَ عَزَائِی

مَا کُنْتُ اَحِبُّ اَنْ تُسَابِقَنِ الْفَنَاءَ بَلْ کُنْتُ اَحِبُّ اَنْ تَکُوْنَ وَرَائِی الْ

اے بیٹا کس مرثیہ سے تیرا مرثیہ پر لھوں عبدالعزیز تیرے بارے میں میری تعزیت ہے

مجھے گراں نہ تھا کہ فنا میں تو مجھ سے سبقت لے جائیگا بلکہ یہ گمان کرتا تھا تو میرے پیچھے رہیگا۔

(حَمْدُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃٌ وَّاسِعَۃٌ وَغَفَرَ اللّٰہُ لَہُ۔

ابوالشرف کان اللہ لا۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ شنبہ

آپ کی صاحبزادی رقیہ نہایت سمجھدار اور ہوشیار تھیں۔ شعر و سخن سے بھی لگاؤ تھا۔ پہلے اپنے

جان بھائی کا رنج برداشت کیا۔ پھر اپنے حضرت والد کا غم اٹھایا۔ چونکہ طبیعت حساس تھی اثر پذیر

ہوئی اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔ اب قید شعور سے بالکل آزاد راہپور میں اپنے دن پورے کر رہی ہیں۔

شیخ ابوالفیض عبدالرحمن آپ کی ولادت ۸ ازوی القعدہ ۱۳۳۲ھ کو رامپور میں ہوئی۔ منظرالحسین تاریخی نام ہے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ علم دین

ماصل کیا۔ فن اصول میں "وصول الماشی الی اصول النشائی" نام رسالہ لکھا۔ آپ کا حافظہ قوی تھا بات کم کرتے تھے۔ ذوق سخن خوب تھا۔ تخلص فیض تھا۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "چشمہ فیض" کے نام سے قلمی موجود ہے۔ آپ کی شادی ہوئی۔ دو اولادیں ہوئیں اور پھر اہلیہ اور اولاد کی وفات ہوئی۔ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے۔ داغ پراثر پڑا اور پھر ان کے تاریخی نام نے یہ اثر دکھایا کہ جمعہ دس محرم ۱۳۳۳ھ کو اپنے حضرت والد کی حیات میں راہی ملک بقا ہوئے اور دمشق کے مقام صالحیہ میں سپرد خاک ہوئے۔ رَحْمَةُ اللهِ وَغُفْرَانُهُ

حضرت محمد ابوسعید آپ کی ولادت رامپور میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ جس وقت آپ کے حضرت والد ماجد

رامپور چھوڑ کر حرمین شریفین زاد کھانا اللہ شرفاً وَتَكْرِيماً ہجرت کر کے جا رہے تھے۔ آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ مدینہ منورہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور خوب حفظ کیا۔ آپ کی قرأت دلکش و شیریں ہے۔ جہری ناز میں سامعین کو خوب لطف آتا ہے۔ خاص کر قرأت جبکہ قدرے طویل ہو۔ علوم دینیہ سے بھی بہرہ ور ہیں۔ بینائی میں ضعف آجانے کی وجہ سے مطالعہ اور کتب بینی سے معذور ہو گئے ہیں۔ ذوق سخن خوب ہے۔ جب چاہتے ہیں عربی اور اردو میں اشعار کہتے ہیں۔ فارسی میں اچانک کچھ کہتے ہیں۔ زیادہ ترہ آمد کسی مناسبت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ اس عاجز نے ۱۳۵۹ھ میں عربی کتاب "الْخَيْرُ الْمَزِيدُ فِيْ اَعْرَابِ الْاَيَةِ وَكَلِمَةِ التَّوْحِيدِ" لکھی۔ آپ نے تاریخی قطعہ گیارہ شعر کا عربی میں نظم کیا اور ۱۳۵۹ھ میں اس عاجز نے ضمیمہ کتاب "الْقَوْلُ السَّيِّئُ فِي الذَّبِّ عَنِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَنِی" فارسی میں لکھی۔ آپ نے تاریخی قطعہ نو شعر کا فارسی میں نظم کیا اور ۱۳۵۹ھ میں جب فارسی میں "منارج التیمر و منارج الخیر" کی تالیف ہوئی تو آپ نے تین شعر کا تاریخی قطعہ نظم کیا۔ آپ کے مجموعہ کلام کا نام "نکر سید" ہے۔

۱۳۳۳ھ میں آپ کے حضرت والد کی وفات ہوئی۔ آپ حجاز سے ریاست رامپور تشریف لے آئے اور "خانقاہ معصومی" آپ کے وجود سے آباد ہوئی۔ تقریباً بائیس سال مسلسل رامپور میں قیام رہا۔ جب ان کے حضرت برادر کلاں ابوالشرف کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تو وہاں کی جائداد کے سلسلہ میں اکثر وہاں جانا ہوتا ہے۔ چونکہ آپ ۱۳۵۹ھ میں حجازی پاسپورٹ پر آئے تھے اس لئے

اب حکومت عربیہ سعودیہ کا پاسپورٹ مل گیا ہے۔ اُن کے متعلقین رامپور میں رہتے ہیں۔ اپنے منجملے ماموں شیخ محمد یوسف کی بڑی صاحبزادی سے ۱۳۳۷ھ میں نکاح کیا۔ دو صاحبزادے عبدالحمد عبدالمجید ہوئے۔ تیسری اولاد کی ولادت پر مرحوم کی وفات ہوئی۔ نومولود بھی اپنی والدہ کا رفیقِ سفر بنا۔ چند سال کے بعد اپنے ماموں کی دوسری صاحبزادی سے نکاح کیا۔ ان سے چار صاحبزادیاں بہ قیدِ حیات اور اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ ۱۔ سکینہ ۲۔ میمونہ ۳۔ عذرا ۴۔ مرشدہ۔ اول الذکر تین کے اولاد ہے۔ چوتھی کی شادی سالِ گزشتہ ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی نیک اولاد عنایت کرے۔ (۱۳۹۵ھ تک دو بیٹے اللہ نے عنایت کئے)

افسوس صد افسوس کہ آپ منگل کے دن سوا گیارہ بجے ۳۰ ماہ صفر ۱۴۰۴ھ (۶ دسمبر ۱۹۸۳ء) کو رامپور میں رحلت کر گئے اور ہمارے جدِ امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ کی پہلو میں جہتِ غرب مدفون ہوئے۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ۔

اپنے جدِ امجد کی حیات میں ۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء

حافظ عبدالحمد

میں ان کی ولادت ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ حجازی لہجہ میں کلامِ پاک کی ترتیل نہایت عمدہ کرتے ہیں۔ جب مولوی حافظ عبدالعزیز کی وفات ہوئی تو اُن کے والد نے ان کو مکہ مکرمہ میں اپنے برادرِ کلاں کے پاس بھیج دیا۔ وہاں عربی کی اچھی استعداد حاصل کی۔ شعر و سخن سے فطری ذوق اور لگاؤ ہے۔ عربی اور اردو میں جب چاہتے ہیں اشعار کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ تخلصِ حمید ہے۔ عربی کلام کے مجموعہ کا نام ”وحی الخیال“ ہے۔ اور اردو کلام کے مجموعہ کا نام ”آئینہ افکار“ ہے۔ اپنے عمِ مکرم حضرت ابوالشرف عبدالقادر رحمہ اللہ سے بیعت میں۔ جَلَّةُ اللہُ بِمَنْتَبَہِ وَکَرَمِہِ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔ حکومتِ عربیہ سعودیہ کے پاسپورٹ پر رامپور آئے ہوئے ہیں اور سالہا سال سے سفارتِ سعودیہ میں موزن ہیں۔ ان کی اہلیہ رامپور کے اپنے خاندان میں سے ہیں۔ اللہ نے ان کو دو بیٹیاں اور تین بیٹے عنایت کئے ہیں۔ ۱۔ سعدیہ ولادت ۱۳ رمضان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء۔ ۲۔ صبیحہ ولادت ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۵۶ء۔ ۱۔ معصوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء۔ ۲۔ ربیعہ ولادت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق جون ۱۹۶۱ء۔ ۳۔ مین ولادت رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۱ء سَلَّمَہُمْ اللہُ حَفَظَہُمْ۔

اپنے جدِ امجد کی حیات میں ماہ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق اواخر مئی یا اوائل جون ۱۹۲۲ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ ایک یاد دہارے رنگے ہیں باقی کلامِ پاک حفظ کر رہے۔

عبدالمجید

ان کی اہلیہ راشدہ بنت قاری محمد اسماعیل مہدوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عین بیٹے اور عین بیٹیاں عنایت کیں ہیں۔ ۱۔ عبدالرشید ولادت ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۲۵۸ھ موافق ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء یوم چہار شنبہ۔ ۲۔ عبدالوحید ولادت ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۲۵۸ھ موافق ۲۸ فروری ۱۹۵۲ء یوم یکشنبہ ۳۔ عبدالعبد ولادت ۲۵ رذی الحجہ ۱۲۵۸ھ موافق ۳ اگست ۱۹۵۶ء یوم جمعہ۔ ۱۔ لیلیٰ ۲۔ بخارا ۳۔ شہبلا۔
سَلَّمَہُمُ اللہُ وَحَفَّظَہُمُ۔

حضرت شاہ محمد منظر آپ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ولادت ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۸ھ میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی۔ "مظاہر محمدی" آپ کا تاریخی نام ہے۔ وفات دوشنبہ ۱۱ محرم ۱۳۲۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبہ شریف کے قریب استراحت فرما ہیں۔

آپ حافظ، عالم، کامل، صاحب نسبت، قوی الجذبہ، کثیر الارشاد تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے بعد آپ سے طریقہ شریف کی خوب رونق پڑھی۔ سمرقند، بخارا، قزاقان، ارضِ روم، افغانستان، ایران کے بعض اضلاع، سارا جزیرہ عرب اور شام وغیرہ فیضیاب ہوا۔ مناقب احمدیہ کے آخر میں آپ نے اپنا مختصر حال لکھا ہے۔ بائیس سال کی عمر میں آپ کو خلافت ملی۔ پھر آپ سرہند شریف گئے اور حضرات عالی قدر سے فیضیاب ہوئے۔ اس کے بعد آپ حج کے واسطے روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کے دوران آپ نے جو خطوط اپنے حضرت والد رحمہما اللہ کو ارسال کئے ہیں۔ انہوں نے ہر خط پر تصویب و تحسین تحریر فرمائی ہے۔ شاہ محمد منظر نے اپنے دس خط مع آپ کی تحریرات کے نقل کئے ہیں لیکن اپنے خلفاء میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ کے احوال مبارک کو کسی نے تفصیل سے نہیں لکھا ہے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں سہ منزلہ نہایت عمدہ رباط ۱۲۹ھ میں بنائی۔ حضرت جدِ مکرم قدس سرہ نے اس کی تاریخ لکھی ہے۔

چوں اَبخِ کامل محمد منظر عالی ہمم
سالِ تاریخش دعائیہ عمر گفت اے الہ

(جب کامل بھائی عالی ہمت محمد منظر نے اچھی بنیاد کی خانقاہ احمدی بنائی

اس کے سال کی تاریخ دعائیہ عمر نے کہی اے خدا ابد تک خانقاہ احمدی آباد رہے۔)

حضرت شاہ محمد منظر قدس سرہ نے ۱۲۹ھ میں یہ رباط فرخندہ انجام بنائی۔ ایک سترہ سال کے بعد یہ مبارک رباط حرم شریف نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

کا شرعی حصہ بن گئی۔

آپ کی تالیفات | آپ نے کتاب مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ فارسی اور عربی میں تالیف فرمائی ہے اور اس کا بیان آپ کے حضرت والد کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ "الذرا المنتظم فی اقیام تہجاء القبر المکرم" ایک مختصر رسالہ عربی میں ۱۲۹۶ھ میں لکھا ہے اور الذرا المنتظم اس کا تاریخی نام ہے۔ اس کی شرح آپ کے خلیفہ سید محمود مدرسی نے لکھی ہے جس کا نام "السلک المنتظم" ہے۔ ۱۲۲۳ھ میں آپ کا یہ رسالہ مع شرح کے مدراس کے احسن المطابع میں چھپا ہے۔

آپ کی اولاد | آپ کے دس صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں:

صاحبزادے ۱۔ عبداللہ ۲۔ مبشر ۳۔ احمد ۴۔ عبداللہ ثانی ۵۔ احمد ثانی بہار الدین ۶۔ محمد ۷۔ محمود ۸۔ عیسیٰ ۹۔ موسیٰ ۱۰۔ ابراہیم۔ اور صاحبزادیاں: ۱۔ امۃ البھیل معروف بہ جمیلہ ۲۔ فاطمہ ۳۔ خدیجہ ۴۔ امۃ العزیزہ ۵۔ ام کلثوم۔

آپ کی وفات کے وقت احمد ثانی بہار الدین چھ سال کے اور عیسیٰ موسیٰ ابراہیم زوجات مختلف سے حالت شیرخوارگی میں تھے۔ باقی چھ صاحبزادے آپ کی حیات میں۔ اور موسیٰ و ابراہیم آپ کی وفات کے بعد رحلت کر گئے۔ شیخ عیسیٰ کی یادگار تین صاحبزادیاں ہیں اور آپ کی صاحبزادیوں میں صرف امۃ البھیل نے عمر پائی۔ ان کا ذکر احمد بہار الدین کے بعد آ رہا ہے۔

شیخ احمد (ثانی) بہار الدین۔ آپ شاہ محمد مظہر کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ والد بزرگوار کے انتقال کے وقت چھ سال کے پورے نہ ہوئے تھے۔ آپ کی تربیت آپ کے والد کے خلیفہ سید عبداللہ زواوی نے کی اور پھر آپ کو مسند ارشاد پر بٹھایا۔ تقریباً اسی سال کی عمر پائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے محمد مظہر ہیں۔

شیخ محمد مظہر | آپ شیخ احمد بہار الدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۲۱۹ھ یا ۱۲۲۰ھ کی ہے۔ مدینہ منورہ میں قیام ہے۔ عطاریے کی دکان کرتے ہیں۔ کسب حلال دہ ذکر رب ذی الجلال مصروف ہیں۔ نہایت پاکیزہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چھ سال پہلے اُن کا خط اس عاجز کو ملا تھا۔ درج ذیل تفصیل اولاد کی لکھی ہے:-

صاحبزادے:- ۱۔ احمد سعید ۲۔ محمد عمر ۳۔ محمود ۴۔ عدنان ۵۔ ہاشم ۶۔ ابراہیم۔ احمد سعید کی ولادت غالباً ۱۲۳۹ھ کی ہے۔ ان کے چھ صاحبزادے ہیں۔ ۱۔ خالد ۲۔ عبدالعزیز ۳۔ عبداللہ ۴۔ بہار الدین ۵۔ نشأت ۶۔ عصام۔

محمد عمر کے ایک صاحبزادے عبدالرحمن ہیں۔

محمد منظر صاحب نے صاحبزادیوں کے نام نہیں لکھے۔ اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے۔ "أَمْثَلُ الْأَنَاءِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى أَسْمَاءٍ مِثْلَ: سَلَّمَ اللَّهُ الْكَوْزَ وَالْأَنَاءَ وَحَفِظَهُمْ۔"

اس عاجز نے حضرت مجدد و فیما بعد دیگر حضرات قدس اللہ اسرارہم کی صاحبزادیوں کے صرف نام لکھے ہیں۔ انکے حالات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس لحاظ سے حضرت امۃ البجیل کا بھی ذکر نہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس عاجز نے ان کے جو کمالات دیکھے انہوں نے مجبور کیا کہ آپ کا کچھ حال لکھا جائے۔ متنبی نے کیا خوب کہا ہے۔

وَلَوْ كَانَ الْبَسَاءُ كَمَنْ فَقَدْ نَا
لَفَضَّلْتُ الْبَسَاءَ عَلَى الرِّجَالِ
وَمَا الثَّانِيَةُ إِلَّا مِمَّنْ لَشَمْسٍ عَيْبُ
وَلَا الثَّدَّ كَبِيرُ فَخْرٍ لِلْهِلَالِ

اگر تمام عورتیں اس کی طرح کی ہوتیں جس کو ہم نے گم کیا ہے تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت دیدی جاتی
شمس کے نام کی تانیث عیب نہیں ہے۔ نہ ہلال کے لئے تذکیر باعث فخر ہے)

آپ کی ولادت خانقاہ شریف دہلی میں ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ اور وفات رامپور میں ۱۲۸۹ھ کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو عشاء کے بعد رات کے نویجے ۵ رمضان ۱۲۵۹ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا نام اُمّ الفضل تھا اور وہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔

۱۲۶۳ھ میں اپنے جدِ مکرم والوین و اہل خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ گئیں۔ آپ کا نکاح آپ کے بڑے چچا حضرت شاہ عبدالرشید کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ ایک صاحبزادی السیدہ عارفہ حیات رہیں۔

حضرت شاہ محمد معصوم والی رامپور نواب کلب علی خاں کی خواہش پر ۱۲۹۰ھ میں رامپور تشریف لے آئے۔ آپ اپنے حضرت والد کے پاس مدینہ منورہ میں رہیں۔ کیونکہ آپ کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہ تھی۔ حضرت شاہ محمد معصوم نے رامپور میں دو شادیاں کر لیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی اُن کو اولاد دی۔

آپ نے اپنے نانا محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی اور اپنے حضرت والد سے پڑھا تھا اور نسبت شریفہ بہ وجہ اتم حاصل کی تھی۔ ۱۲۹۰ھ میں اپنے چھوٹے بزرگوار چچا کے ساتھ رامپور تشریف لائیں اور تادفات رامپور میں قیام رہا۔ آپ حضرت سیدی الوالد کی چچا زاد بہن اور

اور خواشا من تھیں۔ حضرت والدان کو آپا صاحبہ اور وہ حضرت والد کو اچھا نا میاں اچھا نا بھائی فرمایا کرتی تھیں۔

حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کے اوائل مطابق نومبر ۱۹۱۵ء میں رامپور تشریف لے گئے تقریباً تیس سال کے بعد ہر دو حضرات کی ملاقات ہوئی۔ اس عاجز کو وہ وقت خوب یاد ہے کہ صبح سویرے مکان میں داخل ہو کر حضرت سیدی الوالد نے حضرت عمہ محترمہ سے جو کہ دروازے کے پاس کھڑی تھیں، دریافت کیا: ہماری آپا صاحبہ کہاں ہیں؟ حضرت عمہ محترمہ نے فرمایا: بھائی تم تو بوڑھے ہو گئے ہو۔ یہ سن کر آپ اُن کے قریب پہنچے اور نہایت ادب سے سر جھکا کر آداب بجالائے اور انھوں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا۔ پھر آپ نے حضرت والدہ صاحبہ اور ہم بھائی بہنوں کو اُن کے سامنے پیش کیا اور ہر ایک کا تعارف کرایا۔

اگرچہ آپ دونوں کی ملاقات تقریباً تیس سال بعد ہوئی تھی لیکن آپ اُن کی خدمت میں ہر سال سوا سو روپیہ اور ایک سیر عمدہ سبز چائے اور دو سیر بادام ارسال کیا کرتے تھے۔ اور ہر دختر کی پیدائش پر پچیس روپیہ اور ہر پسر کی پیدائش پر پچاس روپیہ۔

جو ادب اور احترام حضرت سیدی الوالد اُن کا کرتے تھے شاید ہی کوئی اپنی ہمیشہ کا بلکہ شاید ہی کوئی اپنی والدہ کا اتنا ادب کرتا ہو۔ آپ رحمہ اللہ میں دوسری مرتبہ ہمیشہ صاحبہ سے ملنے رامپور تشریف لے گئے۔ تین رات وہاں قیام فرمایا۔ اہل شہر کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو بہت سے لوگ جن میں علماء اور عمائدین شہر بھی شامل تھے، آپ سے ملاقات کے لئے آئے۔ آپ ہمیشہ صاحبہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ پٹھان نے آنے والوں کی اطلاع آپ کو دی۔ آپ نے پٹھان سے فرمایا: سب سے کہہ دو ہم اس وقت اپنے بزرگوں کا ذکر کر رہے ہیں تم لوگوں سے نہیں مل سکتے۔ دو چار منٹ کے بعد حضرت عمہ محترمہ نے آپ سے فرمایا: میاں یہ تم نے کیا کیا؟ یہ الفاظ سن کر گہرا ہٹ کی حالت میں آپ نے فرمایا: آپا صاحبہ کیا ہوا، کیا ہوا؟ انھوں نے فرمایا: شہر کے لوگ تم سے ملنے آئے اور تم نے اُن کو رخصت کر دیا۔ آپ نے فرمایا: آپا صاحبہ ہم اُن سے ابھی جا کر ملتے ہیں۔ چنانچہ آپ اُسی وقت باہر تشریف لائے اور سب سے ملے۔ آپ کا یہ ادب و احترام حضرت عمہ محترمہ کے صفائے باطن اور علو مرتبہ کی وجہ سے تھا۔ حضرت شاہ احمد سعید حضرت شاہ عبدالغنی حضرت شاہ محمد مظہر قدس اللہ اسرار ہم کی توجہات عالیہ کا اثر پوری طرح آپ پر ظاہر تھا۔ حضورِ قلب اور توجہ الی اللہ ہر وقت اور ہر حالت میں نقد وقت تھا۔ ہر کام کا وقت مقرر تھا جو کہ نہایت سکون اور حضورِ قلب سے

آپ کی بزرگی

کیا جاتا تھا۔ غفلت کے لئے کسی حال میں کسی طرح کی گنجائش نہ تھی۔

ذکر گفتن ہمارا نیست کہ گوئی اللہ ذکر آن است کہ زیاد کنی وقت گناہ

(اگر صرف یہی نہیں ہے کہ تو اللہ کہے۔ ذکر یہ ہے کہ گناہ کے وقت اسے یاد کرے)

حضرات القدس میں حضرت مجدد قدس سترہ کے نماز کی جو کیفیت لکھی ہے اس میں سے آپ کو پورا حقہ ملا تھا۔ توکل اور رضا میں بلند مقام تھا۔ تقریباً تیس سال بلا کسی یار و مددگار کے تنہا ایک مکان میں رہیں جو رامپور کے محلہ مدرکہ میں حکیم مظہر حسین خان صاحب کا تھا۔ انھوں نے اپنے مکان سے متصل یہ چھوٹا مکان آپ کو رہنے کے لئے دیا تھا جو کہ دم واپس تک آپ کے تصرف میں رہا۔ صرف ایک بڑی بی کو کام کے واسطے آپ رکھتی تھیں۔ وہ بھی آپ کی طرح ضعیفہ اور سال خوردہ تھیں۔ نواب حامد علی خاں والی رامپور آپ کو بیس یا پچیس روپے ہر ماہ دیا کرتے تھے۔ جب دربار رامپور سے یہ رقم بند ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد کو آپ پر مہربان کر دیا اور وہ آخر وقت تک ہر ماہ تیس روپے حیدر آبادی آپ کو دیتے رہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔

ایک دن اس عاجز کی زبان سے حضرت شاہ محمد معصوم قدس سترہ کے لئے تائیا کا لفظ نکلا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں یہ گنوا ری لفظ کیوں بولتے ہو۔ عاجز نے کہا۔ والد کے بڑے بھائی کو کیا کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری دلی دالے بڑے ابا یا چچا ابا یا چچا میاں کہتے ہیں تم کیوں نہیں چچا حضرت کہتے۔

ایک دن یہ عاجز اُن سے کچھ حالات دریافت کر رہا تھا۔ دوران گفتگو میں انھوں نے فرمایا۔ تمہارے دادا مجھ کو مدینہ منورہ سے رامپور لائے اور چند ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی۔ تمہارے چچا شاہ محمد معصوم، مکہ چلے گئے، تمہارے باپ دلی میں بیٹھ گئے۔ میں یہاں تنہا رہ گئی میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔ اللہ نے اپنے کرم سے مجھ کو کسی کا محتاج نہ کیا۔ پھر اُن کو کچھ جوش آیا اور فرمایا۔ میں تمہارے باپ اور چچا سے کس بات میں کم ہوں۔ اگر وہ شاہ احمد سعید کے پوتے ہیں تو میں بھی اُن کی پوتی ہوں اور شاہ عبدالغنی کی نواسی ہوں۔ بس یہی فرق ہے کہ وہ مرد ہیں اور میں عورت ہوں۔ اگر میں بھی مرد ہوتی تو تم دیکھتے کہ میرا دائرہ ارشاد ان سے کم نہ ہوتا۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ نے درست بات کہی۔ حضرت سیدی الوالد نے کئی بار یہ بات فرمائی کہ "ہماری آپا صاحبہ نجیب الطرفین ہیں اور ہمارے خاندان میں یہ بات کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔" اور اگر آپ مرد ہوتیں تو حضرت شاہ محمد مظہر کی رباط مدینہ منورہ میں اللہ کے نیک بندوں سے معمور رہتی اور خلق خدا اس چشمہ ارشاد سے مستفید ہوتی۔

راپور میں آپ کے سوتیلے بیٹے جناب ابوالطاہر طاہر کی سکونت تھی۔ وہ ہفتہ میں ایک بار آپ کی زیارت کرنے حاضر ہوتے تھے۔ اُن کے آنے کا دن اور وقت مقرر تھا۔ آپ ان پر شفقت فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ اس عاجز نے آپ سے کہا کہ آپ بہ نسبت اُن کے برادران کے بھائی ابوطاہر صاحب پر شفقت فرماتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اس کی ماں بھی میری طرح مظلومہ تھی اسلئے مجھ کو اس پر شفقت ہے۔"

حضرت سیدی الوالد جب ۱۳۳۲ھ میں پہلی بار راپور تشریف لے گئے اور وہاں چند ماہ قیام رہا تو آپ نے عمر محترمہ سے فرمایا کہ جب تک ہمارا قیام راپور میں ہے آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ آپ نے منظور فرمایا اور حضرت سیدی الوالد کی خواہش کو دیکھتے ہوئے یہ بات منظور فرمائی کہ جمعہ کے دن صبح کے دس بجے سے شام کے پانچ بجے تک کے لئے وہ آپ کی قیام گاہ برتشریف لے آیا کریں گی چنانچہ آپ کے دوران قیام راپور میں اُن کا یہی معمول رہا۔ ان کے وقت پر سواری ان کے واسطے پہنچتی اور پھر وقت پر اُن کو پہنچاتی۔ تیس بتیس سال کے دوران میں مکان کی دہلیز سے باہر اگر آپ نے قدم رکھا تو صرف حضرت سیدی الوالد کی خواہش کی وجہ سے اس سال رکھا۔ نہ اس سے پہلے کبھی وہ باہر نکلیں اور نہ اس کے بعد کبھی انھوں نے قدم باہر نکالا۔ جب دوسری مرتبہ حضرت سیدی الوالد ۱۳۳۹ھ میں اُن سے ملنے راپور تشریف لے گئے تو ان سے فرمایا۔ آپ دلی تشریف لے چلیں۔ ہم آپ کے واسطے مستقل مکان بنوا دیتے ہیں۔ اس پر آپ کا کامل تصرف ہوگا۔ بلا اجازت کوئی داخل نہ ہوگا۔ لیکن آپ نے یہ بات منظور نہ کی۔

آپ کی صرف ایک بیٹی محترمہ عارفہ تھیں۔ اُن کا عقد نکاح حضرت سیدی الوالد سے ۱۲۹۹ھ میں ہوا۔ تین اولادیں ہوئیں اور پھر ان کی خواہش پر حضرت سیدی الوالد نے ان کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے حضرت والد کے ساتھ حرمین شریفین چلی گئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران محس میں ان کی وفات ہوئی اور پھر ان کی صاحبزادی رابعہ عرف نواسی بیگم کی وفات بہ حالت نفاس مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے ان خبروں کو سنا بجز کلمہ استرجاع ایک لفظ بھی زبان پر نہ آیا۔

آپ کے صرف ایک نواسے قاری محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ جب تک ان کے نانا حضرت حیات رہے وہ مکہ مکرمہ میں رہے اور ان کی وفات کے بعد راپور آ گئے۔ اُن کی وجہ سے حضرت عمر محترمہ کا دل خوش ہو گیا۔ جس وقت وہ سرائے فانی سے سرائے باقی کو رحلت فرما رہی تھیں یہ ان کی خدمت میں موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آخر وقت تک حضرت نانی صاحبہ کے ہوش و حواس قائم تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ٹانگوں کی رُوح نکل چکی ہے۔ پھر ہاتھوں کی رُوح نکلنے کا

بیان کیا۔ اور آخر میں فرمایا کہ اب آنکھوں میں دھند آگئی ہے۔ اور آنکھیں بند کر کے ذکر الہی میں مصروف ہو کر بیکمال سکون و خندہ پیشانی جان غیریں جان آفریں کے سپرد کردی

متلے بود جان شد نذر جانان ولم زیں بیش سامانے نہ دارد

(جان ایک پونجی تھی جو جانان کی نذر ہو گئی۔ میرا دل اس سے زیادہ سامان نہیں رکھتا۔)

آپ کو حضرت شاہ درگاہی قدس سرہ سے ایک خاص نیاز مندی تھی اور انہی کے حظیرہ مبارک کو اپنے مرنے کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی مبارک مقام میں آرام کی ابدی نیند سو رہی ہیں۔ کیا کو سال کی عمر پائی۔ تقریباً ساٹھ سال تک گونا گوں مصائب برداشت کرتی رہیں۔ لیکن کیا مجال ہے جو سر موٹوں کے معمولات میں فرقی آیا ہو۔ یہی وہ دولت عظمیٰ ہے جس کو حضرات مشائخ کرام قدس اللہ اسرارہم الاستقامۃ فوق الکرامۃ کہتے ہیں۔

مبارک بادوے را ایں کرامت مبارک باد ویرا ایں سعادت

(یہ کرامت اس کو مبارک ہو۔ یہ سعادت اس کو مبارک ہو)

قاری محمد اسماعیل آپ کے نواسے قاری محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ ان کی ولادت ۱۲۰۷ رجب ۱۲۲۸ھ راپور میں ہوئی اور ۱۲۳۲ھ میں اپنی والدہ صاحبہ و نانا صاحب کے ساتھ حجاز مقدس گئے۔ وہاں سے ۱۲۳۲ھ میں غالباً واپسی ہوئی اور راپور میں قیام ہے۔ انھوں نے اپنے عم اصغر کی صاحبزادی امۃ العلی سے نکاح کیا۔ اللہ نے سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عنایت کیں۔ ان میں سے دو صاحبزادے محمد عثمان اور محمد حسین اور دو صاحبزادیاں اسماء و عائشہ اجرو و ذخیر آخرت ہوئیں۔ اور ۱۔ محمد عمر ولادت رمضان ۱۲۳۳ھ ۲۔ محمد علی، ولادت ۵ محرم ۱۲۵۵ھ ۳۔ محمد خالد ولادت یکم ربیع الاول ۱۲۶۳ھ ۴۔ حافظ محمد راشد ولادت یکم محرم ۱۲۶۵ھ ۵۔ محمد جاد ولادت ۸ ربیع الآخر ۱۲۶۸ھ ۱۔ زبیدہ ولادت ۲۸ صفر ۱۲۷۳ھ ۲۔ رضیہ ولادت ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۷۸ھ ۳۔ راشدہ ولادت ۵ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ ۴۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ جیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عنایت کرے۔ یتیموں صاحبزادیاں، اور اول الذکر دو صاحبزادے متزوج اور صاحب اولاد ہیں۔ سَلِّمُہُمُ اللہُ وَحَفِظُہُمُ۔

افسوس کہ قاری محمد اسماعیل صاحب ترچناپلی میں ۲۳ رمضان کا دن تمام کر کے جمعرات کی رات ۲۴ رمضان ۱۲۹۲ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ۔

(بابائے اول) حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ

آپ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے فرزندِ ثالث ہیں۔ آپ کی ولادت شریف ماہ شوال ۱۲۴۲ھ مطابق اپریل ۱۸۲۹ء میں خانقاہ ارشاد پناہ دلی میں اور وفات صباح یکشنبہ دوم محرم ۱۲۹۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۸۸۳ء کو رامپور میں ہوئی اور حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہ کے گنبد سے متصل جہتِ غرب چبوترے پر مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۳ سال ۳ ماہ اور شمسی حساب سے ۵۱ سال ۸ ماہ کی ہوئی۔

آپ سے بڑے بھائی کا نام عبدالحمید تھا۔ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ اُن کی وفات ہو گئی اور حضرت کو بہت رنج و ملال ہوا۔ اتفاق سے اُنہی دنوں میں آپ کے ایک خلیفہ خواجہ نقشبندیاں حضرت باقی باللہ قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے مراقبہ میں اُن سے حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اپنے پیر سے جا کر کہو کہ وہ رنج نہ کریں عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کو نعم البدل عطا فرمائے گا اور وہ میرا فرزند ہو گا۔ میں اس کا نام عمر رکھتا ہوں۔ وہ عمر پائے گا اور صاحبِ کمال ہو گا۔ حافظ غلام رسول دیران نے اسی مکاشفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ۵

دلا ایں بشارت نہ شاید نہفت کہ فرزند خود خواجہ باقیش گفت

ز بس بیش بودش بہ سولش نظر بہ ضمنت خود گرفتش پدر

(اے دل اس خوشخبری کو چھپانا نہ چاہیے کہ اس کو خواجہ باقی باللہ نے بیٹا کہا۔

اُس کی طرف سب سے زیادہ نگاہ تھی آپ نے اس کو اپنی ضمنت میں لے لیا،

انہی دنوں میں آپ کی والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ مہتاب میرے گھر میں نکلا ہے۔

حضرت نے اُن سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو مثل بدر فرزند عنایت کرے گا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی

تو نام محمد عمر اور کنیت ابوالسعادات تجویز فرمائی۔ جو محبت حضرت کو عبدالحمید سے تھی وہ آپ کی طرف

منتقل ہوئی۔ آپ خود سالی سے آخر دم تک گوناگوں امراض میں مبتلا رہے۔ اور اس وجہ سے

آپ کے حضرت والد کو آپ سے مزید لگاؤ پیدا ہوا۔ چنانچہ جب آپ نے دورانِ سلوک میں اپنے

والد ماجد سے کہا کہ امراض کی وجہ سے حلقہ شریف سے میری غیر حاضری ہوتی ہے اور مجھ کو اس کا ملال

ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد نے فرمایا۔ میں تم کو اپنی ضمنت میں لیتا ہوں۔ میری طرف سے کوتاہی کا

خیال نہ کرو۔ خدا تم کو استقامت دے۔ ویران نے دوسرے شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔
آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا حبیب اللہ سے علوم متداولہ اور اپنے چچا شاہ عبدالغنی
سے حدیث شریف اور حضرت والد سے تصوف کی کتابیں پڑھیں اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ از
اول تا آخر اپنے حضرت والد سے حاصل کیا۔

۱۲۶۲ء کو آپ کا نکاح ہوا۔ مقامات سعیدیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے بچہری ہو گئی تھی۔ جراح
نے چیرہ دے کر اس کو نکالا۔ اس وجہ سے آپ کے یہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔
اس عاجز سے عمہ محترمہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو بڑی فکر لاحق تھی اور وہ اکثر حضرت
سے کہتی تھیں کہ آپ دعا فرمائیں تاکہ پروردگار اس فرزند کو اولاد دے۔ حضرت ان کو تسلی دیا کرتے
تھے اور فرماتے تھے تم خاطر جمع رکھو، پروردگار اپنے فضل و کرم سے تمہارے فرزند کو یسر نیک اختر عنایت
فرمائے گا۔

خود آپ کو بھی اولاد نہ ہونے کا خیال تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ میں اجمیر
سفر اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے پروردگار جل شانہ سے دعا کی۔ اس
وقت آپ کی عمر بائیس سال کی تھی۔ جب آپ اجمیر شریف روانہ ہونے لگے تو آپ کے حضرت
والد نے آپ کو کامل خلافت عنایت کی اور اپنے خلفاء میں سے دو افراد کو آپ کے ساتھ کیا اور
ارشاد کیا کہ حلقہ کیا کرو اور اپنے رفقاء کو توجہ دیا کرو۔ آپ نے اجمیر شریف کے سفر کی تاریخ
اس طرح کہی ہے :

تیرے جانے میں عمر اجمیر کے جب دُعا دل سے کرے سارا جہاں
باتغیبی نہ کیوں سُن کر کہے خیر سے اللہ لاوے پھر یہاں

جب دلی پر نصاریٰ کا تصرف ہو گیا آپ مع اہل و عیال اپنے حضرت والد ماجد کے
سفر حجاز ساتھ حجاز مقدس کو روانہ ہوئے اور دیا ر حبیب صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں قیام
فرمایا۔ اواخر ماہ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ سے اول ماہ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ تک بمالِ راحت وہاں قیام کیا۔
خدا نیست آنکہ ذاتِ بے مثالش نہ گردد ہرگز از حالے بہ حالے

(خدا ہی ہے کہ جس کی بے مثال ذات ایک حالت دوسری حالت کی جانب متغیر نہیں ہوتی ہے)

آخر وہ وقت بھی آپہنچا جس نے آپ کا سارا چین و سکھ لے لیا۔ اگر آپ کے حضرت
وفات والد والد کو آپ سے فوق العادہ محبت تھی تو آپ کو بھی ان سے کمال ارتباط عشق تھا

دوسری ربیع الاول ۱۲۴۹ھ کو آپ کے والد ماجد کی رحلت ہوئی۔ آپ پر اس صدمہ کا بڑا ہی اثر ہوا۔ حضرت عمر محترمہ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی۔ وہ اس عاجز سے کہتی تھیں کہ تمہارے دادا کو اتنا صدمہ ہوا کہ گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہیں ان کے دماغ پر بُرا اثر نہ ہو جائے۔ آپ نے اپنی تسکین خاطر کے لئے وہی صورت اختیار فرمائی جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمائی تھی۔ وہ مدینہ منورہ سے ملک شام چلے گئے تھے اور آپ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ آپ نے ۱۲۴۹ھ کا حج کیا۔ دورانِ حج میں گیارہ بند کا خمسہ کہا ہے۔ اور اس کا تاریخی نام بیک ریختہ (۱۲۴۹ھ) رکھا ہے۔ آپ نے جو خط حضرت مولانا سید عبدالسلام ہسوی قدس سرہ کو لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں: "مدینہ منورہ میں قیام کرنے کی تاب نہ لاتے ہوئے آیامِ حج سے پہلے مع عیال و اطفال مکہ مکرمہ پہنچ گیا تاکہ زیارت کعبہ مشرف سے تسکین حاصل کر سکوں۔ میری طبیعت پر جو وحشت و بے قراری طاری ہے اس کے بیان سے قاصر ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تسکین عنایت فرمائے۔"

سفر قدس آپ کے دل و دماغ پر جو اثر ہوا تھا اس کے ازالہ کے لئے آپ مولوی ابوالبرکات بہاری فرزند مولوی فضل امام اور مولوی حکیم محمد اسماعیل اور مولوی ابوالحسن وغیرہم رحمہم اللہ کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کے واسطے روانہ ہوئے۔ ۱۲ محرم ۱۲۴۹ھ کو جدہ سے مصر کو سمندری جہاز سے روانہ ہوئے۔ آپ سب نے صخرہ شریفہ اور اماکن مقدسہ کی زیارت کی۔ اس مبارک سفر کی تاریخ آپ نے کیا ہی خوب نکالی ہے۔ فرماتے ہیں ۵

بحمد اللہ دیدم روئے اقصیٰ کر بنیاد تقویٰ شد مؤسس

چہ خوش تاریخ مولانا عمر گفت عَبدُ اللہ فی بَیتِ المَقدس

۲۳۵ + ۳۱۲ + ۹۰ + ۶۶ + ۳۴۶
۱ ۲ ۳ ۴ ۵

اللہ کا شکر ہے میں نے مسجد اقصیٰ کی زیارت کی جس کی تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی ہے مولانا عمر نے کس قدر عمدہ تاریخ کہی میں نے بیت المقدس میں خدا کی عبادت کی آپ نے یہ تاریخ مولوی ابوالبرکات کی زبان سے کہی ہے اور ان کو دی تاکہ وہ اپنی کتاب میں اس کو لکھ لیں۔ مولوی ابوالبرکات نے اس مبارک سفر کا حال خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان کی کتاب کا نام "برکات الأرض لزار المقدس" ہے۔ یہ کتاب اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۲۴۹ھ کو آپ مع رفقا واپس جدہ پہنچے۔ آپ نے مسجد اقصیٰ میں احرام

باندھ کر عمرہ کیا اور پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوئے۔

ابھی آپ کے دل و دماغ کو پورا سکون نہیں ملا تھا کہ آپ

اہلیہ اور دوسری وفات

مزید مصائب سے دوچار ہوئے۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ کو یہ حالت نکاس آپ کی اہلیہ محترمہ نواب بیگم بنت جناب احمد علی بن مولوی محمد باقر اناولاد امجد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی وفات ہوئی اور ساتویں دن نو مولود ابو حفص اور پھر ساتویں دن دو سالہ ابو بکر اپنی حضرت والدہ ماجدہ سے جا ملے۔ پندرہ دن کے عرصہ میں آپ کو یہ تین مصائب شدیدہ پیش آئے اب آپ کے پاس آپ کے فرزند اکبر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ ہی رہ گئے۔ پروردگار جل شانہ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی نظر عنایت صرف انہی کی طرف متوجہ رہے۔ اور وہ مہذب باوصاف نبویہ و متخلق بہ اخلاق الہیہ و مجلیٰ مزکی محلی ہو کر اپنے وقت کے فردا کمل بنیں۔

آپ کے کسی مخلص نے عربی میں نہایت مختصر رسالہ آپ کے احوال مبارکہ میں لکھا ہے۔ آپ نے ۱۲۹۶ھ میں جب ہندوستان کا سفر کیا تو وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے چشم دید لکھا ہے۔ یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

مجاہدات

”اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ کی سکونت اختیار کی اور مجاہدات شاقہ میں مصروف ہو گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد بیت اللہ شریف کے سامنے مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور فجر تک مراقبہ رہتے۔ مریدوں کی تربیت دن میں تین مرتبہ فرماتے۔ اشراق کے بعد ظہر کے بعد اور پھر مغرب سے عشاء تک، رمضان مبارک میں آپ کی مساعی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس ماہ مبارک میں آپ بکثرت قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تراویح میں تین مرتبہ کلام الہی کا ختم کرتے۔ مراقبات و اذرا دیں مزید اضافہ فرماتے۔ باوجودیکہ آپ کا مبارک جسم کمزور و نحیف تھا اور گونا گوں امراض آپ کو لاحق تھے۔ آپ کو دیکھنے والا یہ خیال کرتا تھا کہ آپ کے لئے بات چیت باعث تکلیف ہے۔ آپ اللہ کی یاد میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ آخر حیات تک ہمیشہ تراویح کھڑے ہو کر پڑھی حالانکہ قیام طویل ہوا کرتا تھا۔ آپ بیت المقدس گئے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بیت المقدس سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے۔ یہ واقعہ ۱۲۹۹ھ

۱۲۸۵ھ اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ رسالہ علی افندی نے لکھا ہے۔ محمد اصحاب الدین کا ذکر ان شراذہ بعد میں آئے گا۔ انہوں نے ۱۲۹۹ھ میں آپ کو عید رسالہ کیا ہے اس میں علی افندی کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

کا ہے: الخ

آپ کے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ "ذکر السعیدین" میں لکھتے ہیں۔
 "شب در روز سوائے از کار و اشغال و طاعت و عبادت و نشر طریقت و افادہ سلوک طریقت
 کوئی کام نہ تھا، باوجودیکہ ایسے سخت امراض لاحق تھے کہ طاقت نشست و برخاست وغیرہ
 بہت کم ہو گئی تھی۔ مگر جو اشغال و اوراد و توجہ و حلقہ آپ کے معمول تھے، ہرگز ان میں فتور نہ تھا۔
 یہی استقامت ہے کہ نزد صوفیہ بالائے کرامت ہے: الخ

سیر الکاملین میں لکھا ہے: "تا والد ماجد بہ قید حیات بودند سکونت در مدینہ منورہ داشتند و
 بعد رحلت بہ مکہ معظمہ تشریف آوردہ توطن اختیار فرمودند۔ تقریباً بست سال کامل در آن بلدہ
 معظمہ بودہ اند و رواج طریقہ شریفہ فرمودہ اند و صد ہا کس را بہ نسبت حضور و آگاہی رسانیدہ اند۔
 مجاہدات کثیرہ در ریاضات شاقہ از بہر تعالیٰ و قیام و صیام و قلۃ المخالطۃ مع الانام بر ذات شریف
 لازم داشتند از اتفاقات قضا و قدر در سنہ یک ہزار و دود و صد و نو و ہفت رونق افروز ہندوستان
 شدند و بلدہ را پور را از قدم شریف منور ساختند۔ نواب صاحب را پور نہایت بہ تعظیم و تکریم
 پیش آمدند و تشریف آوری آنحضرت را از مغنمات و کمال عزت و شرف خود دانستند و بہ خدمات
 لائقہ ممتاز گردیدند۔ و حضرت را از مدت شش ہفت سال مرض سخت لاحق شدہ بود گاہ خفیف
 می شد، اما اکثر بہ شدت می بود و جناب ایشان ازاں بسیار خفیف و ضعیف گشتہ بودند و باوجود ایں
 کیفیت، در توجہات و از کار و اشغال و اوراد مثل سابقہ بلکہ زائد ازاں مشغول می بودند و بیچک
 فتورے راہ نیافتہ بود و ایں دلیل قوی ہست بر کمال استقامت ظاہری و باطنی آنحضرت پنج شش
 ماہ در آن شہر بہ قید حیات بودہ روز یکشنبہ دوم محرم الحرام سنہ ہزار و دود و صد و ہشت ازیں دار
 فانی بہ دارالقرار رحلت فرمودند و بہ جانب مغرب روضہ حضرت حافظ جمال اللہ رحمہ اللہ مدفون
 گشتند۔ رضی اللہ الوکیل عنہ مادہ تاریخ ارتحال آن جناب است: ۱۴۰۰ھ

(جب تک والد ماجد زندہ رہے مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ ان کی وفات کے بعد مکہ معظمہ
 منتقل ہوئے اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ تقریباً بیس سال اس بابرکت شہر میں رہے۔ اور
 طریقہ شریفہ کو رواج دیا اور سینکڑوں اشخاص کو نسبت حضوری و آگاہی تک پہنچایا۔ سخت یا سختیں
 اللہ کے لئے رات کے نوافل روزے لوگوں کے ساتھ کم آمیزی اپنی ذات پر لازم رکھی۔ اتفاقاً سنہ ۱۲۹۵ھ
 میں ہندوستان تشریف لائے اور را پور کو رونق بخشی۔ نواب صاحب را پور تعظیم و تکریم سے پیش

آئے امداد آپ کی تشریف آوری کو مغنات سے سمجھا اور ان کی تعظیم کو اپنے لئے باعث شرف سمجھا اور اچھی خدمات کیں۔ آپ چھ سات سال سے مریض تھے۔ مرض کبھی ہلکا ہو جاتا تھا لیکن اکثر اس میں شدت رہتی تھی۔ اور آنجناب اس کی وجہ سے بہت لاغر اور کمزور ہو گئے تھے لیکن بآئیں ہمہ اور ادوا و اشغال پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ان میں مشغول رہتے تھے اور اس میں کوئی کمی نہ کرتے تھے جو کمال استقامت ظاہری و باطنی کی دلیل ہے۔ پانچ چھ ماہ اس شہر میں زندہ رہے۔ یکشنبہ ۲ محرم الحرام ۱۲۹۸ھ کو دنیا سے آخرت کی جانب روانہ ہو گئے اور حضرت حافظ جمال اللہ کی قبر کے مغربی جانب دفن ہوئے۔ ”رضی اللہ الوکیل عنہ“ ماؤۃ تاریخ وفات ہے۔

آپ کا سرمایہ | آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں باب العتیق کے قریب تھا اور آپ کا سرمایہ توکل اور قناعت تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔

اہل حرفہ پر کسب وارد ناز کار درویش بر خدا باشد

(ہنرمند کمائی پر ناز کرتا ہے۔ فقیر کا کام اللہ کے بھروسے ہوتا ہے)

آپ کی تنگدستی اور عسر کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کے برادر کلاں حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرہ اپنی وفات سے پانچ چھ سال قبل سے ہر سال مدینہ طیبہ سے حج کے واسطے مکہ مکرمہ تشریف لایا کرتے تھے۔ اُن کا قیام آپ کے پاس ہوا کرتا تھا۔ ایک سال آپ نے اپنے حضرت برادر کا ساتھ حج میں نہ دیا۔ حج کے بعد آپ کے بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ آپ نے مالی مشکلات کی وجہ سے عرفات و منی کا قصد نہیں کیا تھا تو از روئے شفقت و محبت آپ سے فرمایا: ”بھائی تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا۔ میرے پاس اللہ کے فضل و کرم سے اتنا تھا کہ تم بھی آرام سے حج کر لیتے۔“ آپ نے حضرت برادر کلاں سے فرمایا اور کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ”آپ کا ارشاد بجا ہے۔ لیکن کہنے کے بعد وہ لذت و حلاوت کب نصیب ہوتی جو نہ کہنے کی صورت میں ہے۔“

یہ بات اس عاجز سے حضرت ابوالشرف نے اوائل ۱۲۵۶ھ میں مکہ مکرمہ میں فرمائی اور اُن سے اُن کے حضرت والد شاہ محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما نے کہی ہے۔ آپ کے جواب سے آپ کی قناعت اور رضا بقضائے الہی کا پتہ چلتا ہے۔ اور آپ کی خود داری کا اظہار ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَنَوِّرْ قَبْرَیْ وَارْفَعْ مَنَازِلَیْ۔

مکہ مکرمہ میں تمام عزیزوں سے الگ تھلگ بہ جوار بیت اللہ الحرام شاداں فرماں اپنے آیام بسر کرتے رہے۔ دنیوی وابستگی کے لئے صرف ایک فرزند دلبند کی ذات ستورہ صفات رہ گئی

تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لختِ جگر کو ایسی استعدادات سے نوازا کہ جن کو دیکھ کر آپ اپنے تمام غموں کو بھول جایا کرتے تھے۔

علالت عربی کے قلمی رسالہ میں لکھا ہے: ”براہِ کلاں کی وفات کے تین سال بعد (ان کی وفات ۱۶ رزی الحجہ ۱۲۸۷ھ مکہ مکرمہ میں ہوئی) آپ علیل ہوئے اور آپ کی علالت اتنی سخت تھی کہ دیکھنے والے آپ کی شفا یا بی سے ناامید ہو گئے تھے۔ آپ کے فرزندِ کریم، فاضلِ فہیم سیدنا مولانا واما نا شیخ محی الدین ابوالخیر عبداللہ الاحمدی نہایت پریشانی اور مضطرب ہوئے۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند کی پریشانی کو دیکھ کر فرمایا۔ تم پریشانی نہ ہو ابھی میری رحلت کا وقت نہیں آیا ہے۔ یہ بات سن کر آپ کے فرزند کو خیال ہوا کہ شاید میری تسلی کے لئے آپ نے یہ بات فرمادی ہے یا پھر مرض کی شدت اور بحرانی کیفیت کا اثر ہے۔ جب آپ کو اپنے لختِ جگر کے اس خیال کا علم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا ”میری بات تم نہیں سمجھے ہو۔ ابھی تمہارے دادا حضرت میرے پاس آئے تھے میں نے ان سے عرض کی۔ حضرت میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔ ابھی نہیں کیونکہ تم کو ایک فرد کی تربیت ابھی کرنی ہے۔ (رسالہ کے مؤلف نے اس کے بعد لکھا ہے) ظاہر ہے کہ وہ فرد آپ کے فرزندِ کریم ہی کی ذات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا دی اور آپ کئی سال حیات رہے۔ الخ

دیدِ قصور ابتداء سے آپ پر دیدِ قصور غالب تھی۔ مناقبِ احمدیہ میں لکھا ہے۔ حضرت والد کی وفات کے بعد آپ کو غلبہ تواضع کی وجہ سے طالبانِ حق کو بیت کرنے میں تردد ہوا۔ آپ نے امام الطریقہ خواجہ بہار الدین کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی مبارک ٹوپی آپ کو پہنائی اور تسلی دی۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے حضرت والد کے طریقہ پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ اپنے والد ماجد قدسِ سرہ کے قائم مقام بلکہ سجادہ نشین ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت عنایت کر کے کمال و تکمیل کے بلند ترین مرتبہ پر پہنچائے اور آپ کو فیضِ بخش جہاں کرے۔ آمین یا رب العالمین“

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ کو عتفوانِ شباب سے اپنی کوتاہی کا احساس ہو گیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ آپ خورد سالی سے بیماریوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اکثر حلقہ شریفہ میں شریک ہونے سے قاصر رہے۔ آپ نے اپنی اس کوتاہی کا اپنے حضرت والد سے ذکر کیا تھا۔ انھوں نے آپ سے فرمایا تھا ”اگر قدم بہ قدم من خواہید رفت مثل من خواہید شد۔“ آنچہ کار من بود در حق

شماں اُن را کردم حالا استقامت شمارا راست ۱۱ (اگر میرے قدم بہ قدم چلو گئے مجھ جیسے ہو جاؤ گے جو میرا کام تھا وہ میں نے تم سے متعلق کر دیا ہے۔ اب تمہاری استقامت کی ضرورت ہے۔) آپ کا یہ احساس ادا فرمیں انتہا کو پہنچا اور اس کا علاج آپ نے صرف اسی میں پایا کہ پروردگار جل شانہ کی عبادت میں ہمہ تن متوجہ ہو جائیں۔ اور آپ نے یہی کیا۔ سیر الکاملین میں ہے: "روز خوری موطا نظر جدا مجد خود حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ بودند۔ حضرت والد ماجد ایشان، ایشان را در فرزندان خود بسیار دوست می داشتند و رعایت و نظر شفقت بر حال شریف آن حضرت بسیار مصروف بود۔" (بچپن میں اپنے دادا شیخ ابوسعید کے منظور نظر تھے۔ اُن کے والد اپنی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ان پر نظر شفقت بہت زیادہ رکھتے تھے) اور لکھا ہے: "در آخر عمر آن قدر در مشہود خود استہلاک داشتند کہ از خویش و بیگانہ بیگانہ گشتہ بودند و شب در روز بہ اذکار و اشتغال و مراقبات و اوراد و وظائف اشتغال داشتند و تعلقات ماسوا از مساحت سینہ و نقوشات غیر از قلب متورم قلع بود۔ تحمل و بردباری و مسکنت و تواضع شیوہ مرضیہ حضرت ایشان بود۔ بہ ہر کس کہ سخن می فرمودند شیفتہ تقریر و پذیر می شد۔ مَن اِذَا رَوَّاهُ ذُکْرًا از سماع شریف چوں مہر تاباں جلوہ گر بود۔ حُب دنیا و اہلہا بر ضمیر عرفاں تخمیر اثر سے نہ داشت۔ بادشاہ و فقیر و امیر و وزیر در نظر شریف یکساں بود در معاملہ بہ ہیچ کس ازینہا فرق نہ می فرمودند۔" (آخری عمر میں اپنے مشہود میں استقدر گم رہتے تھے کہ اپنے اور بیگانے سے بیگانے ہو گئے تھے شب در روز ذکر و فکر و مراقبہ و اذکار و اشتغال میں مشغول رہتے تھے۔ ماسوا اللہ کے تعلقات آپ کے سینہ سے اور غیر اللہ کا نقش آپ کے قلب سے میٹ چکا تھا۔ تحمل اور بردباری و مسکنت و تواضع ان کا پسندیدہ طریقہ ہو گیا تھا۔ جس سے بات کرتے وہ عاشق بن جاتا۔ دنیا اور اہل دنیا کی محبت کا اثر ختم ہو گیا تھا۔ بادشاہ، فقیر، امیر، وزیران کی نظر میں یکساں تھا۔ معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہ برتتے تھے۔)

انکساری آپ کی طبیعت میں انکساری بہ درجہ اتم تھی۔ آپ نے "الساب الطاہرین" میں اپنا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ محمد عمر فرزند سیوم حضرت سراج الاولیاء کی تاریخ ولادت۔ احقر البشر محمد عمر سے نکلتی ہے۔

آپ کا حلیہ و اخلاق عربی قلمی رسالہ میں لکھا ہے کہ آپ معتدل القامہ معتدل الاعضاء معتدل المزاج تھے۔ حضرت عمہ محترمہ اور حضرت سیدی الوالد اور

خاندان کے کہن سال افراد سے جنہوں نے آپ کو راپور میں دیکھا تھا جو تفصیل اس عاجز کو معلوم ہوئی ہے، لکھتا ہے۔

آپ کا قد میاں تھا۔ بدن بھاری نہ تھا۔ ہجوم امراض نے نہایت کمزور کر دیا تھا۔ سر مبارک میاں زلفوں کی درازی کان کی لوت تک۔ لحيہ مبارک بہت گھنی نہ تھی۔ درازی میں بہ اندازہ یک مشت۔ چہرہ مبارک بیضوی، آنکھیں فراخ پر ازالوار، جب آپ حلقہ و توجہ سے فارغ ہوتے تھے تو آنکھ کی سپیدی پر سُرخ غالب ہوتی تھی۔ ناک بلند، دست و پا نازک۔ شیریں کلام۔ غصہ نہایت کم، البتہ اگر غصہ آجاتا تو شانِ فاروقی کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ گھر میں کپڑے کی ٹوپی استعمال فرماتے اور باہر سر پہ دستار رہتی۔ دستار مختصر ہوتی تھی۔ طبیعت نفاست پسند تھی۔ آپ کا قلمدان، میقظ، مخاریق، مقراض، مہر، منبہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے استعمال کی اشیاء نفاست سے خالی نہ تھیں۔ آپ نے حزب البحر اور درود کبریت احمر کو مختصر تقطیع پر نہایت خوشخط لکھوایا تھا۔ عمدہ باریک کاغذ ہے۔ پہلے صفحہ پر گول دائرہ بنایا ہے اور اس میں۔ وظیفہ عمر بے بدل است۔ تحریر فرمایا ہے۔ پھر اس کی نفیس جلد مع غلاف کے جس کا رواج ترکی میں ہے، بنوائی ہے۔ آپ کی تین مہریں ہیں۔ پہلی سلطنت میں بنوائی جو بہت مختصر ہے اور اس پر محمد عمر کندہ ہے۔ دوسری مہر سلطنت میں بنوائی اس پر محمد عمر ابن احمد سعید کندہ ہے۔ محمد عمر نیچے ابن بیچ میں اور احمد سعید اوپر۔ یہ مہر پیکل کی ہے اور بڑی ہے۔ تیسری مہر نہایت نفیس ہے۔ عقیق پر یہ شعر کندہ ہے۔

عمر نام و فعلش ہمہ ناپسند سب خانقاہ مشہر نقشبند

کتاب بہ خط نسخ ہے عقیق کو چاندی کے ٹکٹے میں پکڑا ہے۔ اور یہ ٹکٹا بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ غالباً ترکیہ کی ساخت ہے۔

مناقب احمدیہ کے صفحہ ۱۶۲ پر ہے کہ آپ کے مشائخ میں پتھری ہو گئی

آپ کی بیماریاں

اور اس کو جراح نے چہرہ دے کر نکالا۔ ایک مدت کے بعد آپ کے مشائخ میں پھر پتھری ہو گئی۔ جراحوں نے کہا کہ اب جراحی نہیں کی جاسکتی۔ یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ کو نہایت ملال ہوا۔ انہوں نے آپ کے حضرت والد سے دعا کرنے کے واسطے نہایت عاجزی سے عرض کی۔ چنانچہ حضرت والد نے توجہات فرمائیں اور پتھری ازراہ بول خارج ہو گئی۔

آپ نے ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں ایک خط اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو لکھا ہے۔ اصل خط فارسی میں ہے جو نہایت طویل ہے۔ اس میں خانگی امور کا بھی ذکر ہے۔ اس کا

ایک حصہ یہ ہے۔ میں نے شیخ ابوالخیر کو لکھا ہے کہ رجبیہ کے بعد یہاں آجائیں (مدینہ منورہ سے) اگرچہ گرمی شدید ہے اور رطب یعنی کھجوروں کے دن ہیں لیکن اُن کے سبب سے قرآن مجید کے تین ختم نئے جاتے ہیں۔ اور اہل ذوق و شوق حاضر ہوتے ہیں۔ تذکیر کے وقت تک یعنی پہلی توپ سر ہولے تک ان کی ترویج تمام ہوتی ہے۔ عشرۂ اخیرہ میں فقر کی جگہ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ اُن کی وجہ سے حرم شریف کا ایک گوشہ آباد ہوتا ہے۔ یہ فقیر بالکل بیکار ہو گیا ہے۔ نماز فرض اور وہ بھی بہ وقت کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں۔ کمر کے نامور و جمع مفاصل اور ضعف و ماغ کی وجہ سے بوقت دو وقت حرم شریف میں حاضر ہوتا ہوں اور یہ بھی شیخ ابوالخیر کے سفر کرنے کی وجہ سے، ورنہ انہوں نے فقر کا تمام بوجھ اٹھایا ہے۔ میں تو قارۂ نشین اور صاحب قرائش ہو گیا ہوں۔ شیخ منظر کا حال بھی اسی کے قریب شیخ ابوالخیر نے لکھا ہے کہ دسویں پندرہویں دن اُن کو بخار عود کر آتا ہے اور وہ پھر ضعیف ہو جاتے ہیں۔ غرض ہماری عمریں آخر کو پہنچی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو سلامت باکرامت اور شریعت پر مستقیم رکھے۔ تم دونوں سے طریقہ شریفہ کو رواج دے۔ تم دونوں کا وجود بقیۂ سلف ہے۔ سَلِّمُکُمْ مَا رَجَّیْکُمْ۔ آپ کے اس مکتوب گرامی سے ناسور کا پتہ چلا۔ عربی کے قلمی رسالہ میں ہے کہ سات سال سے آپ کو ایک مرض لاحق تھا۔ کبھی اُس میں تخفیف ہوتی تھی اور کبھی شدت۔ غالباً اس مرض سے مراد ناسور ہو گا۔ حضرت عمرؓ محترمہ نے فرمایا تھا کہ آپ کے سر میں درد ہوا کرتا تھا۔

حلقۂ اجاب | مولانا رحمت اللہ کیرانوی مولانا سید حبیب الرحمن کاظمی رد دہلوی، مولانا عبدالحق آبادی خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی اور مولانا حاجی امداد اللہ سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ ان حضرات کا اجتماع ہوا کرتا تھا اور یہ حضرات اپنا آوازہ کلام ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ اس بزم صفا کیشاں میں حضرت سیدی الوالد شمع محفل تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک غزل پڑھی جب یہ شعر پڑھا۔

روئے الور پہ نمو ہے خط کا ابر میں ماہ نہاں ہوتا ہے
تو حاجی صاحب کو بہت لطف آیا۔

ایک دن آپ حرم شریف میں تھے۔ مولانا محمد سکندر حاضری خالص پوری خلیفہ سید عبدالسلام ہسوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس دعا کی۔ آپ نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔
سکندر یکے از غلامان تست بکن رحم بردے کہ شایان تست

(سکندر تیرا ایک غلام ہے اس پر رحم کر یہ تیری شایان شان ہے)
سفر ہند | آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں اواخر ۱۲۴۷ھ سے اوائل ۱۲۹۷ھ تک رہا حضرت
 سیدی الوالد نے فرمایا ہے ۵

وہ رہے قاسم فیض اقدس حرم کعبہ میں اُنٹیس برس
 بارہ سو ستتر کے اوائل میں آپ نے ہندوستان کا قصد کیا تاکہ اپنے فرزند گرامی قدر کا نکاح
 اپنے برادرِ کلاں کی پوتی السیدہ عارفہ سے کر دیں۔ یہ رشتہ آپ ہی نے تجویز کیا تھا۔ صرف اس رشتہ
 کی وجہ سے حضرت سیدی الوالد کی شادی میں چند سال کی تاخیر ہوئی۔ اس رشتہ کی وجہ یہ ہوئی کہ
 آپ کو اپنے بڑے بھائی کے فرزند شاہ محمد معصوم اور اپنے چھوٹے بھائی کی دختر محترمہ امۃ الجہیل
 سے بہت محبت تھی۔ جب یہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو
 عارفہ عنایت کی تو آپ نے اُسی وقت اپنے حضرت برادرِ کلاں اور برادرِ خورد سے فرما دیا کہ اس
 بچی کو میں اپنے فرزند و لبند کے واسطے طلب کرتا ہوں۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر اس وقت
 بارہ سال کی تھی۔ دونوں بھائیوں نے آپ سے فرمایا کہ بچی آپ کی ہے ہم کو کوئی عذر نہیں۔
 آپ کے برادرِ کلاں کی وفات ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ میں ہوئی۔ والی رامپور نواب کلپ علی
 خاں ۱۲۷۳ھ میں آپ سے بیعت ہوئے تھے۔ حضرت کی وفات کے بعد نواب صاحب نے
 اپنے مرشد زادے شاہ محمد معصوم کو رامپور بلایا۔ چنانچہ وہ ۱۲۹۷ھ میں تنہا رامپور آگئے اور وہاں
 انھوں نے دو نکاح کئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد عنایت کی۔ محترمہ امۃ الجہیل اپنی دختر کے
 ساتھ اپنے حضرت والد کے پاس رہیں۔ آپ نے جب اپنے فرزند کے نکاح کا قصد فرمایا تو آپ
 نے اپنے برادرِ زادے کو لکھا کہ اگر یہ کام کر لو۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے عہدِ محترم کی طلب پر حرمین
 شریفین چلے جاتے لیکن نواب کلپ علی خاں کی بڑی تمنا تھی کہ حضرت جتو امجد کچھ دن کے
 واسطے رامپور تشریف لائیں۔ لہذا وہ اپنے مرشد زادے سے کہتے رہے کہ کسی طرح اپنے
 حضرت عم کو رامپور بلائیں۔

مدینہ منورہ سے آپ کے برادرِ خورد اور اُن کی صاحبزادی نے آپ کو مکہ مکرمہ خطوط لکھے
 کہ عارفہ بالغ ہے لہذا آپ یہاں تشریف لے آئیں اور اپنے فرزند کا نکاح کر دیں۔ چونکہ آپ
 کو اپنے برادرِ زادے سے محبت تھی اس لئے آپ نے اُن کی خواہش کو پورا کیا اور خیر سے ہندوستان
 کو اپنے فرزند و برادرِ زادی اور ان کی دختر اور کرامت النساء کو لے کر روانہ ہوئے۔

عربی قلمی رسالہ کے مولف آپ کی خدمت میں تھے وہ لکھتے ہیں: "حکم قضا و قدر ۱۳۹۷ھ میں ہندوستان آپ کے مبارک قدم سے مشرف ہوا۔ آپ مبین جماعت کے ساتھ مع متعلقین مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ جدہ سے سمندری سفر شروع ہوا۔ آپ پر ایک دن اور ایک رات استغفرانی کیفیت طاری رہی۔ آپ کو اس عرصہ میں کسی بات کی خبر نہ تھی۔ نہ گرمی کی نہ ازدحام کی اور نہ سمندری سفر کے اثرات کی حالانکہ تمام مسافروں کو دورانِ سر اور قے کی تکلیف تھی اور خاص کر مستورات کو تکلیف زیادہ تھی۔ جب آپ کے رفقاء کی تکلیف حد سے بڑھ گئی تو بعض مریدوں نے آپ کو مطلع کیا۔ آپ ان کی بات سن کر مراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ جہاز کا انگریز کپتان آیا۔ وہ انگریزی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ کوئی اس کی بات نہیں سمجھا۔ چونکہ وہ بار بار حضرت کا لفظ کہہ رہا تھا۔ اس لئے آپ کے مریدوں کو خیال ہوا کہ وہ آپ کو دریافت کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس کو آپ کی خدمت میں لائے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اپنی لہجہ اتار دی اور ترجمان کو بلوا کر آپ سے کہا کہ وہ آپ کے واسطے الگ جگہ کا بندوبست کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے تختوں اور لکڑیوں کے مخزن کو خالی کرایا اور صاف کر کے آپ کو اودا آپ کے مریدوں کو اس میں ٹھیرایا اور مستورات کے واسطے دوسری جگہ کا بندوبست کیا۔ جب تک سفر جاری رہا ہر روز کپتان ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ کے سامنے تقریباً نصف ساعت برہنہ سر کھڑا رہتا تھا۔ جب جہاز کلکتہ پہنچا تو وہ آپ کو اپنے خصوصی کمرے میں لے گیا اور وہاں نصف ساعت تنہائی میں آپ سے ملا۔ آپ کے مریدوں میں سے بعض نے کہا۔ کیا عجب کہ وہ مسلمان ہو گیا ہو۔ لیکن آپ سے بہ وجہ آپ کی ہیبت کے کوئی دریافت نہ کر سکا۔

حضرت عمرؓ محترمہ نے فرمایا کہ کلکتہ میں تقریباً چالیس دن آپ کا قیام رہا۔ رامپور سے آپ کے برادر زادے آپ کے لینے کے واسطے کلکتہ پہنچے تھے۔ کلکتہ سے مراد آباد تک ریل کا سفر رہا۔ ریل کا ایک ڈبہ مخصوص کرایا تھا۔ اس میں دو پلنگ نیچے اور دو اوپر تھے۔ ایک طرف نیچے کے پلنگ پر تمہارے دادا اور اس کے اوپر تمہارے والد اور دوسری طرف نیچے میں اور اوپر میری بیٹی۔ اور چونکہ میری بیٹی کی شادی تمہارے والد سے ہونے والی تھی اس لئے بیچ میں پردہ ڈال لیا تھا۔

عربی کے قلمی رسالے میں ہے۔ جب کلکتہ والے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو آپ ریل کے ذریعہ رامپور کو روانہ ہوئے۔ سبحان اللہ راستہ بھر کیا کیفیت رہی۔ جس اسٹیشن پر بھی ریل ٹھہرتی تھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ اگر آپ کے پاس کی کھڑکی کھلی ہوتی تھی تو لوگ پروانہ وار آپ

کی دست بوسی کے لئے گرتے تھے۔ ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ وہ آپ کے مبارک بدن کو چھولیں اور اگر آپ کے پاس کی کھڑکی بند ہوتی تھی تو اس سے متصل کھڑکی سے آپ کے فرزند اپنا مبارک ہاتھ نکال کر لوگوں سے مصافحہ کر لیا کرتے تھے۔ سارا سفر اسی کیفیت سے گزرا۔ رامپور پر نواب صاحب نے آپ کا شاہانہ استقبال کیا اور نہایت تکریم و تعظیم کے ساتھ آپ کو آپ کے قیام فرمانے کے مکان تک لے گئے۔ ان

نواب صاحب نے نواب احمد یار خاں کا محل آپ کے اور آپ کے متعلقین کے قیام کے واسطے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے متعلقین نے اس محل میں قیام کیا۔ لیکن آپ نے اپنے واسطے اس مسجد شریف کا انتخاب فرمایا جو کہ اس محل کے قریب تھی۔ جب تک آپ حیات رہے مسجد شریف کے حجرے میں قیام پذیر رہے۔ اسی حجرے میں آپ نے صدائے "يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ" سنی اور اسی حجرے میں آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ رَحْمَةُ اللهِ وَرَضَى عَنْهُ۔

حرم کی یاد | آپ نے اپنے برادر زادے کی خوشی پوری کی۔ ان کی اہلیہ و دختر اور اپنے پسر کو باوجود نقاہت و گوناگوں امراض کے لے کر رامپور تشریف لائے۔ لیکن یہ آنا آپ کی تکالیف میں اضافہ کا سبب ہوا۔ آپ کے امراض میں شدت ہوئی اور آپ بالکل صاحب فراش ہو گئے۔ ان تکالیف کے ساتھ ساتھ آپ کو حرم محترم کی یاد تڑپانے لگی۔ آپ نے دورانِ قیام حرم میں ایک مناجات نظم کی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں :-

مدینے میں مدفون ہو میرا الہی	مجھے پاس رکھ لے مرے پیشوا کے
الہی تو جنت دے سب مومنوں کو	بڑھا جس نے کلمہ ہو تصدیق لا کے
مجھے کافرستاں سے ٹوٹنے نکالا	رکھا پھر حرم میں عنایت سے لا کے
اب اُمید یہ ہے کہ فردوس میں بھی	عمر زیر سایہ رہے مصطفیٰ کے

نواب کلب علی خاں رَحْمَةُ اللهِ نے اگرچہ دوا دارو کے سلسلہ میں پوری توجہ کی۔ لیکن دل کی بیکار کا وہ کیا علاج کرتے۔ دل میں اگر کسی وجہ سے مسرت اور توانائی ہوتی ہے تو ازالہ مرض میں سہولت ہوتی ہے اور جبکہ دل مہموم و محزون ہو تو مرض پوری طرح زور دکھاتا ہے۔ اندر میں صورت نواب صاحب کی کوششیں کیا بار آور ہوئیں بلکہ کیفیت یہ تھی۔

مریضِ عشق پر رحمتِ خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ نے اس دوران میں جو غزل کہی ہے وہ حقیقت حال کو بتا رہی ہے۔ فرماتے ہیں ۷

ترے کوچہ کی دل کو اب جستو ہے گلستاں کی ٹبل کو پھر آرزو ہے
جیں آستاں پر رکھوں اسکے کیونکر کیا میں نے کب خون دل سے فربہ ہے
ہوا سُرخی رنگ گل سے ہویدا پیا اس نے ٹبل کے دل کا لہو ہے
دم میر سایہ کہیں پڑ گیا ہے جو تیرے پسینے کی سی گل میں بو ہے
بتا اپنے قاصد کو میں کیا بتاؤں خبر کیا کہاں منزل ماہر دہے
خبر کر دو مستشقیانِ حرم کو مری چشم تر سے رواں آب جو ہے
رگ جاں سے تو گرچہ نزدیک تھے مگر مجھ کو پھر قیری ہی جستو ہے
تیرے ہونے سے میں ہوں اور مجھ سے توڑ جو تھے تو میں ہوں جو میں توں تو تو ہے
ستم میں بھی اس کے مزا ہے کرم کا مجھے ہر طرح سے پسند اس کی خو ہے
سید جہاں سے طے سارے مطلب عمر اب نہیں دل میں کچھ آرزو ہے

آپ نے پہلے شعر میں اپنی تڑپ کا اظہار کیا ہے اور دوسرے شعر میں دیدِ قصور کا غلبہ ہوا ہے اور آپ اس مضمون کا بیان کر رہے ہیں جس کو فارسی میں آپ نے اس طرح ادا کیا ہے ۷

شدہ تو مسخ و بیجاں بہ نشیں بہ قربِ انساں کر دو بہ فیضِ یزداں بہ تن تو جانِ ایماں
بکن اقتباسِ عرفاں کہ شوی تو قابلِ آں تو غریقی بھر عیساں چہ روی بہ کوئے جاناں
سب تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

ا تو مسخ اور بے جان بن گیا کسی انسان کے قرب میں بیٹھا کہ خدا کے فیض سے تیرے بدن میں ایمان کی جائے
عرفان حاصل کرتا کہ تو اسکے قابل بن جائے تو گناہوں کے سمندر میں غرق ہے جاناں کے کوچہ میں کیا جاتا ہے۔
بارش میں بھیگے ہوئے کتے کا حرم میں کیا کام ہے)

نویں شعر میں اعلیٰ مقام رضا کا بیان ہے کہ ہر چہ از دوست می زد و نیکو است۔ آپ کی معارف سے بھر پور اس غزل پر مولانا سلامت اللہ ابو ذکا ماسلام پوری خلیفہ حضرت مولانا ارشاد حسین نے خمسہ کہا ہے۔ اس کے اکتیس بند ہیں۔ دو بند درج ذیل ہیں:

اذا جاء الحق سے مراد تھا ان کو بیاں اس میں اور رنج و غم دوستوں کو
کہا کھول کر صاف رازِ خفی کو خبر کر دو مستشقیانِ حرم کو
مری چشم تر سے رواں آب جو ہے

ہے طاعت میں شرط طہارت مقرر نہ ہو شرط یہ جس کسی کو میسر
تو کس طرح سجدہ کے لائق ہو وہ سر جہیں آستان پر رکھوں اس سے کیونکر
کیا میں نے کب خون دل سے دھو ہے

مکاتیب شریفہ | آپ کے فرزند گرامی قدر سالہ ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔
اس وقت آپ نے جو خطوط ارسال فرمائے ہیں ان کی ابتدا اس طرح
ہے۔ ایک خط کی ابتدا۔ اعزی ارشدی قرۃ عینی سے اور دو کی۔ اعزی ارشدی قرۃ عینی ثمرۃ
نوادری۔ اور چودہ کی۔ فرزند ی اعزی قرۃ عینی ثمرۃ نوادری۔ ان خطوط میں آپ نے حضرت سیدی
الوالد قدس سرہ کی بعض باتوں کا جواب دیا ہے۔ اور کچھ نصائح تحریر فرمائے ہیں۔ یہ عاجزان
کو بیان کرتا ہے :-

(۱) جدہ سے حضرت سیدی الوالد نے لکھا کہ بازار کی ظلمت کی وجہ سے مسجد شریف نہیں جاناؤ
گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ آپ نے تحریر فرمایا: بازاروں کی ظلمت کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنی بہاے
حضرات کا معمول نہیں ہے۔ اگرچہ جماعت نماز پڑھی جائے۔

(۲) صبح و شام "کبریت احمر" کا پڑھنا فقیر کا معمول ہے اور عید کے دن جمعہ کی نماز کے بعد
بھی۔ شام اختیار کنید۔

(۳) اللہ معکم ایںما کنتم ہو الناصر والحاظ والمعين والسلام علیکم ورحمة اللہ و
بَرَکَاتُہ (ترجمہ) تم جہاں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ رہے۔ نصرت دینے والا، حفاظت اور مدد
کرنے والا وہی ہے اور تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

(۴) مراقبہ میں تمہارا مقام ولایت کبریٰ ہے۔ صبح اور شام ایک بجے (عربی وقت) کے
بعد تقریباً ڈیڑھ بجے تک تمام یارانِ طریقت سے پہلے تم کو توجہ دی جاتی ہے اور پھر دوسروں
کو۔ اکثر اوقات تمہارا خیال اپنے مراقبہ پر ہونا چاہیے رات دن۔ بلکہ بعض اوقات بخیاں فوق
عالم امر کے لطائف میں سے کسی لطیفہ کا مراقبہ گھڑی آدھ گھڑی کرنے میں مضائقہ نہیں۔ یہ
مراقبہ فرحت میں اضافہ کرتا ہے۔ پروردگار ہم کو اور تم کو اپنی نظر عنایت سے نوازے۔
بجاء خاتم الرسالۃ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا۔ ۶ ماہ میلادینچنبہ ۱۲۹۶ھ۔
(۵) لوگوں کی وعدہ خلافی سے رنجیدہ نہ ہو۔ ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہے اس
میں کسی تبدل اور تغیر کو دخل نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ انجام کار بخیر فرمائے۔ بحمرۃ حبیبہ

صلی اللہ علیہ وسلم والصلام۔

(۶) مشائخ رضی اللہ عنہم کے اذکار و اشغال میں مشغول رہو جہاں بھی رہو۔

اوقات یہاں است کہ بایار بصرفت باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

(اوقات تو وہی ہیں جو یار کے ساتھ بسر ہوں۔ بقیہ سب بے حاصلی و بے خبری ہے)

سورہ یاسین بھی ہمارے حضرات کا معمول ہے اور حاجت روائی کے لئے نہایت مفید ہے۔ اقل درجہ رات اور دن میں ایک ایک مرتبہ اور زیادہ جتنا کرو اتنا ہی زیادہ فائدہ مند ہے۔

(۷) بلدہ طیبہ کے لوگوں نے بہ وجہ طبع کرلے فیروز آبادی کی کتاب کے جیون بیگ اور فضل اللہ پر بہت شورش کی اور مولوی رحمت اللہ نے نہایت زحیر کر کے کتابوں کے اخراج کا حکم دیا۔ اور حامی صاحب (یعنی حاجی امداد اللہ صاحب) بیچ میں پڑے ورنہ فساد زیادہ ہوتا۔

جمعہ ۱۳ میلاد (یعنی ۱۳ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ)

(۸) فرزند ی اعزی قرۃ عینی ثمرۃ فواد ی سلمہ ربہ تعالیٰ شانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حمد ہے اللہ سبحانہ کی تمہاری سلامتی اور تمہاری عافیت پر۔ تمہاری بیجا بخشش پر تعجب ہے۔ ابھی تو میں تم کو سفر میں شمار نہیں کرتا۔ گویا کہ تم گھر میں ہو اور اگر سفر میں تکلیف نہ ہوتی تو نمازیں قصر کیوں ہوتا۔ ہر چیز اپنے وقت پر موقوف ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اسی چیز کا حکم کرتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے۔ عربی مولد جو حکیم عظیم آبادی نے بھیجا تھا کہاں ہے۔ اس کو کرامت بدرہمتی ہے۔

(۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بھلائی اُسی میں ہے جو اللہ نے کیا۔ بلدہ طیبہ کی

زیارت اور قبیلہ اعظم کی عتبہ بوسی مبارک ہو۔ تم اپنے آخری کام میں مشغول رہو۔ دنیوی کام ہمتا اپنے وقت پر خود بخود انجام پائیں گے۔ اگر اپنے دل میں دہاں کے رہنے میں جمعیت پاؤ تو اقامت کرو۔ کیونکہ کل کی خبر نہیں ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ رات دن مواجہہ شریف اور اپنے دادا کے مزار پر انوار اور عم بزرگوار کی صحبت سے فیض حاصل کرنے میں سرگرم رہو۔ اور اگر طواف بیت اللہ اور میری اور یاران طریقہ و سلسلہ کی ملاقات کی طرف دل مائل ہو تو یہاں آ جاؤ۔ اور درس و تدریس اور ذکر و اذکار میں اپنا وقت خرچ کرو۔ یہاں کے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔ اس فقیر کا حوصلہ کہاں ہے کہ میان معصوم کے لینے کو ہندوستان اس ضعف اور بیماریوں میں جلسے۔ بہت ہمت کر کے حرم شریف دوبار اور کبھی ایک بار جانا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی سر کے

در اور جوڑوں میں درد کی وجہ سے کسی دن رہ جاتا ہے۔ البتہ خط لکھ لیتا ہوں۔

شنبہ۔ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

اپنے فرزند کی تعریف | آپ نے اپنے برادر زادے شاہ محمد معصوم رحمہ اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ آپ کا خط فارسی میں ہے۔

(۱۰) اپنے ختم اور حلقہ کا حال لکھو۔ اگر ایک گھڑی دن میں ایک گھڑی رات میں اس کا شغل رکھو گے تو باطن کو فیوض و برکات کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہاں شیخ ابوالخیر سے طالبوں کو بہت فائدہ قلیل مدت میں میسر ہوتا ہے۔ وہ اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دونوں وقت حلقہ اور مراقبہ کرتے ہیں۔ مگر معظّم میں بھی اور مدینہ منورہ میں بھی۔ بَارَكَ اللهُ فِي مَا عَظَاكُمْ اَوْ سَلَمَكُمْ اَرْبَابَكُمْ اَوْ جَعَلَكُمْ اِلٰهًا مُّتَقِّينَ اِمَامًا مَّحْرَمًا سَيِّدِ الْاَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ اجمعین۔ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں برکت دے۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تندرست رکھے اور تم دونوں کو برہیزگاروں کا امام بنا دے سید الاولین والآخرین کے طفیل)

اس خط کا کچھ حصہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ اسی خط میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

(شیخ ابوالخیر نے) شریف عبداللہ کے ساتھ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا لیکن استخارہ مسنونہ میں جاز نہ ملی اور اشرف المخلّاق صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات اور برکات و عنایات مدینہ طیبہ سے جانے نہیں دیتیں۔ الحق کے راستہ میں بدوان نے (عرب کے بادیہ نشین لوگوں نے) شریف کے ساتھ جنگ و جدال کیا جس میں چند فوجی، تین اونٹ، ایک گھوڑا اور شریف کا گدھا قتل اور ضائع ہوئے۔

فہرند عالی قدر کو وصیت | حضرت عمر محترم نے فرمایا کہ تمہارے والد کو انکی نصیحت تھی کہ حضرات کرام کے طریقہ پر قائم رہو۔ رحلت فرمانے سے پہلے آپ نے ان کو کہا: کلکتہ میں ایک مسین نے دو ہزار روپیہ نذرانہ دیا تھا۔ وہ روپیہ میں نے امانت اسی کے پاس رکھ دیا ہے۔ یہ روپیہ تم نے کرکرامت النساء کی شادی پر خرچ کر دینا۔ تمہارا حافظ و ناصر پروردگار ہے۔

بجز اس رقم کے جو کلکتہ میں نذر پیش کرنے والے کے پاس امانت رکھی تھی دینی مال و مستلح سے آپ غالی ہاتھ تھے۔ آپ کی میراث علم دین کی کچھ کتابیں تھیں یا وہ نسبت شریف تھی جس سے آپ کا مبارک سینہ بھرا ہوا تھا اور یہ دونوں چیزیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں اپنے فرزند گرامی قدر کو سونپ دی تھیں۔

آپ کے برادران والا مرتبت حضرت شاہ عبدالرشید، حضرت شاہ محمد منظر اور آپ کے عم مکرم محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس اللہ اسرارہم واقاض علینا من برکاتہم نے تراث دینی اور علمی دولت کے ساتھ کچھ متاع دنیویہ بھی اپنے پسندگان کے واسطے چھوڑا۔ یہ حضرات بہ زبان حال فرماتے تھے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ لیکن آپ نے دنیا سے بالکل روگردانی فرمائی تھی اور وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ آپ کے حسب حال تھا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

جو لقاے حبیب در عالم خستہ دل را چہ مدعا باشد
خوبی عافیت از دہر رسید کہ در آلام مبتلا باشد
محبوب کی ملاقات کے علاوہ جہاں میں خستہ دل کا مدعا کیا ہوگا۔
سلامتی کی خوبی اس سے بوجہ جو مصائب میں گرفتار ہو۔

اہل حرفہ بہ کسب دار و ناز کار درویش بر خدا باشد
آپ کی دنیوی حالت و کان ردقہ کفایاً فصبر علی ذلک (الحديث) کی منظر ہے۔ آیام آخر میں کسی مخلص نے دو ہزار کی رقم آپ کو پیش کی وہ بھی آپ نے اسی کے پاس رہنے دی۔ اور وہ کرامت النساء کے لئے مخصوص کر دی۔ لَنْ يَكُنَّ وَجْهَةً هُمْ يُؤْتِيهَا۔ رحمہم اللہ ورضی عنہم۔

الوصال التدفین | آخر وہ گھر ہی بھی آگئی جس کا انتظار بڑی شدت سے آپ کو تھا اگرچہ رامپور میں آپ کی آمد عارضی طور پر کچھ وقت کے لئے ہوئی تھی تا کہ فرزند گرامی قدر کا گھر آباد ہو اور گھر میں بہو آجائے۔ لیکن رامپور پہنچنے پر امراض جسمانی نے پوری طرح ہجوم کر لیا اور صبح یکشنبہ دوم محرم ۱۲۹۵ھ کو آپ نے نوید یا ایتمھا النفس المطمئنة ارجی الی ربک راضیة مرضیة سنی اور

علی الصلاح جو مردم بہ کار و بار روند بلاکشان محبت بہ کوئے یار روند
(صبح جب لوگ کار و بار کے لئے جاتے ہیں محبت کی مصیبت جھیلنے والے دوست کو چہ میں جاتے ہیں)
آپ نے متاع جاں سپرد جاناں کی اور حجرہ مسجد شریف سے حضرت حافظ شاہ جمال اللہ کے حظیرہ میں منتقل ہوئے۔ جنازہ کی نماز حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی نے پڑھائی جو کہ آپ کے پدر بزرگوار کے خلیفہ تھے۔ آپ کی قبر حضرت شاہ جمال اللہ کے گنبد سے ایک قبر کے فاصلہ سے چوتراہ کے اوپر جانب غرب بنائی گئی اور ایک قبر کا فصل نواب کلب علی خاں کے ایما پر ہوا۔ وہ جگہ انہوں

نے اپنے واسطے تجریر کی اور چند سال بعد وہی جگہ اُن کی قبر ہوئی۔

اے خوشامریے کہ باشد خاکِ او در حریمِ دوستانِ کردگار

(وہ انسان خوش قسمت ہے جس کی خاک اللہ کے پیاروں کے احاطہ میں ہو۔)

آپ کی تربت مبارکہ مہبطِ انوارِ الہیہ بنی ہوئی ہے۔ جو بھی حاضر ہوتا ہے مستفید ہوتا ہے جو شفقتِ مخلصین پر اپنی حیات میں فرماتے تھے وہی کیفیت اب بھی زائرین کے ساتھ ہے۔ آپ عیسوی المشرّب تھے اور اس مشرب کا اثر ظاہر و باہر ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے مولانا سید عبدالسلام ہسوی کو اُن دنوں ایک خط لکھا ہے حضرت سید صاحب آپ کے جدِ بزرگوار کے خلیفہ تھے۔ یہ خط جناب سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ آپ نے اس کی نقل عاجز کو دی ہے اس خط میں سیدی الوالد نے لکھا ہے ”بعد وفات شریف عنایتہا و نواز شہابیش از ایام حیات مشہود اند“ یعنی آپ کی نوازشیں اور عنایات بہ نسبت ایام حیات اب بعد وفات زیادہ نظر آرہی ہیں۔ رحمہ اللہ و عطرِ ضریحہ۔

شاہ محمد منظر کو خط حضرت سیدی الوالد نے اس حادثہِ جانکاه کے بعد اپنے مشفق اور مہربان چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد منظر کو ایک خط لکھا ہے کسی نے صرف ابتدائی حصہ نقل کیا ہے۔ چونکہ اس حصہ سے آپ کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو رہا ہے اس لئے یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بخد مت شریف جناب عموی صاحب محذوم کرم قبلہ و کعبہ اعظم۔
دل بہ چاہِ ذقن افتاد حریفانِ مدے یوسف گم شدہ ارواحِ عزیزاں مدے
(دل ٹھوڑی کے کنوئیں میں جاگرا دوستوں و دکر و میرا یوسف گم ہو گیا عزیزوں کی روحوں و دکر)
بلے چو فضلِ الہی طیب من گردد۔ اھ

قطعاتِ تاریخ حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی رحمہ اللہ اُن دنوں راپور میں تھے جو تاریخیں آپ کے ارتحال پر کہی گئی تھیں وہ انھوں نے لکھ دی تھیں اور اس عاجز کو ان کی نقل دی۔ ان میں سے بعض تاریخیں نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت سیدی الوالد گفتمہ

جناب شاہ محمد عمر مشہر عرفاں کہ مرشدِ حرمِ دہادی طریقت بود
دومِ زماہِ محرمِ صباحِ یکشنبہ وداعِ خلق و لقائے حق اختیار نمود

برائے سال وصالش بخیر گفت میر کیں مقصد قسمت "ہاتف مسود
 معرفت کے ظہنشاہ شاہ محمد عمر محرم کے مرشد اور طریقت کے ہادی تھے۔
 یکشنبہ کی صبح ۲ محرم کو مغلظات سے رخصت ہوئے اور اللہ کی ملاقات اختیار کی۔
 ان کے وصال کے سال کے متعلق ہاتف نے خیر سے کہا عمر سچائی کے مقام کے کہیں تھے
 ایضاً لفظ

- | | |
|------------------------------|--------------------------------|
| ۱ محمد عمر آسمان پایگاہ | منور زخاک درش مہر راہ |
| ۲ مودب بہ آداب ختم رسل | مہذب بہ اوصاف مردان راہ |
| ۳ شہ آلف را بود نخت جگر | ہم احرار را بود نور نگاہ |
| ۴ ز فوٹش نہ گرید چرا عالمی | کہ غوث راں بود بے اشتباہ |
| ۵ ز ماہ شہادت محرم لقب | دوم بود یکشنبہ و صبح گاہ |
| ۶ بکن ماتم اے نسبت احمدی | کزیں خاکدان مونس رفت آہ |
| ۷ بیا معرفت گریہ کن بر سرش | کہ فرق تو زیں مرگ شد بے کلاہ |
| ۸ کجائی کجا روح پاک سعید | کہ فرزند تو رفت نزدال |
| ۹ گر کشہ شد شمع دیں کز غمش | ز ماہی است ماتم کناں تا بہ ماہ |
| ۱۰ مجھے بود در گلشن معرفت | کہ پژمرد از صرصر دہر آہ |
| ۱۱ خدا را کن اے نور چشم سعید | بہ حال من خستہ دل یک نگاہ |
| ۱۲ کہ مست نگاہ خدا بین تو | نہ سجدہ نگین سلیمان بہ گاہ |
| ۱۳ ہائموا ایجائی ننظر ائی | ضریح گونیم و ماقد خواہ |
| ۱۴ من أنوار احمد خیر الوری | و صید یقہ و کذا امر تضاہ |
| ۱۵ واسترار من جدہ الائف اڈ | یہم و با صحا بہم منت سماہ |
| ۱۶ بنفسی قد یتک من مذہبی | و من حل فی القبر روحی فداء |
| ۱۷ بگو خیر تاریخ ایں صدر بلے | بمردند شاہ حقیقت پناہ |

- ۱۔ آسمان جیسے رتبہ والے محمد عمر جن کے در کی خاک سے جانہ سورج منور ہیں
- ۲۔ وہ رسول کے آداب سے وابستہ تھے اور راہ کے مردوں کے اوصاف سے مہذب تھے۔
- ۳۔ وہ مجدد صاحب کے نخت جگر تھے اور احرار کے نور نگاہ تھے۔

- ۴۔ اُن کے مرنے پر دنیا کیوں نہ روئے بلاشبہ وہ زمانہ کے غوث تھے۔
- ۵۔ شہادت کے مہینہ میں جس کو محرم کہتے ہیں ۲ تاریخ اور یکشنبہ اور صبح کا وقت تھا۔
- ۶۔ اے احمدی نسبت ماتم کر۔ اس خاکدان سے تیرا منس اُٹھ گیا۔
- ۷۔ اے معرفت ان کے سر ہانے رو اس لئے کہ ان کے مرنے سے تیرا سر بلا ٹوپی کے رہ گیا۔
- ۸۔ سعید کی روح پاک کہاں ہے۔ تیرا بیٹا اللہ کے پاس گیا۔
- ۹۔ شاید دین کی شمع بجھ گئی کیونکہ اس کے غم میں مچھلی سے چاند تک ماتم کرنے والے ہیں۔
- ۱۰۔ وہ معرفت کے جمن کا پھول تھا۔ جو زمانہ کی آندھی سے مڑ جھا گیا۔
- ۱۱۔ سعید کی آنکھ کے نور خدا کے لئے مجھ حسد دل پر ایک نگاہ ڈال دیجئے۔
- ۱۲۔ تیری خدا میں مست نظر سلیمان کی انگوٹھی کو ایک تنکے کے برابر بھی نہیں تولتی ہے۔
- ۱۳۔ میرے دوستو! اس قبر کو دیکھیں جو ایک شریف کی ہے اور اس کو جس پر قبر مشتل ہے۔
- ۱۴۔ احمد خیر الوریٰ کے نوروں کو اور اس کے صدیق اور ایسے ہی اس کے مرتضیٰ کے نوروں کو۔
- ۱۵۔ اور مجدد الف کے رازوں کو کہ اس کو ان سے اور اُن کے اصحاب سے نسبت ہے۔
- ۱۶۔ اے قبر میری جان تیرے اوپر قربان اور جو اس قبر میں ہے اس پر میری روح قربان ہو۔
- ۱۷۔ اے خیر ان صدقوں کی تاریخ کہہ دے۔ حقیقت پناہ شاہ مر گئے۔

منشی امیر مینائی گفتہ

چوں محمد را کنی ضم با عمر پسدا شود نام آں شاہ ہے کہ حق در فقر اورا شاہ کرد
 مصرع سال دفاتش رنجت از طبع امیر اللہ اللہ کردش اینک فنا فی اللہ کرد
 (جب لفظ محمد کو لفظ عمر سے ملا دو گئے اس شاہ کا نام ظاہر ہو جائیگا جس کو اللہ نے فقیر نہیں بادشاہ بنایا۔
 اس کی وفات کے سال کا مصرع امیر کی طبیعت سے ظاہر ہوا۔ اللہ اللہ کر لے نے اس کو فنا فی اللہ کر دیا)
 مولوی محمد سعید عظیم آبادی گفتہ

آں کہ نام نایش باشد محمد با عمر وارث علم نبی شیخ مکرم آہ آہ
 کرد رحلت زیں جہاں سوئے بہشت عاں دید باشد پر نعم و دلہا پراز غم آہ آہ
 مصرع تاریخ شہادی روز و ماہ و سال یوم یکشنبہ دوم شہر محرم آہ آہ
 (جن کا نام نامی لفظ محمد لفظ عمر کے ساتھ مل کر بنا۔ علم نبی کے وارث شیخ مکرم ہائے
 اس جہان سے ہمیشگی کی بہشت کی جانب کوچ کر گئے۔ آنکھیں آنسوؤں سے اور دل غموں سے بھر گئے ہائے)

تاریخ کا مصرع دن اور مہینہ اور سال ہر ماہی ہو گیا۔ یکشنبہ کا دن ۲۲ محرم ہائے ہائے۔
جلال لکھنوی گفت

یک بزرگے بڑا ایک صورت تھی عطا کر غم اوسینہ قد و سیاں ہم شق شدہ
مصرع سال کا نقش گفت ہاتھ از جلال جاں بحق تسلیم دے الحق بہ یاد حق شدہ
افرشہ صورت پاک صفات والا ایک بزرگ تھا۔ اس کے غم سے فرشتوں کا سینہ بھی چاک ہوا
جلال سے ہاتھ نے ان کی قات کے سال کا مصرع کہا۔ جان کو سپرد کر کے اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے
شاہ محمد معصوم گفت

جناب محمد عمر عثم اکبر ز فو تش شکستہ دلم شد جگر ہم
ہمہ خلق در گریہ معروف گشتند زمین دسمار و نجوم و قمر ہم
چو معصوم گفت بہ رضوان چو گوئی بر تاریخ آن شیخ جن و بشر ہم
الم را ز سر دور کردہ بفردود بختات باشد مقام عمر ہم
(بڑے چچا جناب محمد عمر ان کی وفات سے میرادل اور جگر بھی شکستہ ہو گیا۔
سب لوگ رونے میں معروف ہو گئے۔ آسمان زمین اور ستارے بھی اور چاند بھی۔
جب معصوم نے رضوان سے کہا کہ اس جن و بشر کے شیخ کی تاریخ میں کیا کہتے ہو۔
الم کو سر سے دور کر کے کہا۔ عمر کا مقام بھی جنتیوں میں ہو گا۔)

حضرت شاہ محمد معصومؒ نے اردو قطعہ بھی پانچ شعر کا کہا ہے اور (رضی اللہ الوکیل عنہ) اور (افسوس
فتاد برج عرفاں) سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ لیکن افسوس فتاد برج عرفاں کے لاجواب مادہ کو نظم نہیں فرمایا۔
مولوی حبیب الرحمن مجددی نے دو شعر کا تاریخی قطعہ اردو میں کہا ہے اور عاشق جوادا و
سبعینا مات شہیداً اور قد سقاہم ربہم شراباً طہوراً سے بھی تاریخ نکالی
ہے۔ لیکن وقد سقاہم سے فصلی تاریخ ۱۲۸۸ھ نکالی ہے۔ اس عاجز نے بحمد اللہ سقاہم
ربہم شراباً طہوراً سے، ہجری تاریخ ۱۲۹۸ھ نکالی ہے۔ مولوی منصور علی رامپوری نے تین شعر
کا قطعہ فارسی کہا ہے۔ اس میں سال فصلی اور سال ہجری کے تاریخی مصرعے ہیں۔ عبدالرحمن شاکر نے
دو شعر کے پانچ فارسی قطعے لکھے ہیں۔ چار سے ہجری اور ایک سے فصلی سال نکلتا ہے۔
واقعہ گویا یاری نے حضرت سیدی الوالد کو ایک پرچہ ارسال کیا ہے اس میں یہ قطعہ
تاریخ لکھا ہے:-

جب سے بیت اللہ سے آئے عمر
آفتاب فقر و مہرِ اَلْقَا
شکلِ انسانی میں سترِ سردی
عینِ عشرے میں ہوئی انکی وفات
یوں لکھا تاریخ میں واقعہ نے کیا
اس پرچہ کی پشت پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو فارسی کے یہ تین شعر لکھے ہیں۔
نور سے روشن ہوا ہندوستان
نیرِ اسلام و فخرِ قدسیاں
اور مقامِ سبک میں مبتوجیاں
کیوں نہ ہو آراستہ باغِ جنان
انتقالِ عمر، عمرِ جاوداں
میتے شد کہ من غمزدہ سودائی
جرعہ زہرِ غریبی جو شکر می نوشم
یاد آرا از غریبے رنجور بے طیبے
از بگردنِ نگاہے واروئل بے نصیبے

(ایک مدت گزری کہ میں غمزدہ دیوانہ جدائی کا بوجھ اور تنہائی کا ستم برداشت کرتا ہوں
مسافرت کے زہر کا پیالہ شکر کی طرح پیتا ہوں فلک مینائی کے ساقی کے دورے
ایک رنجیدہ بے وطن بے طیب کو یاد کر زخمی دل کے ہجر اور بے نصیب و ہل کے سلسلے میں)
حضرت سیدی الوالد نے ان تین شعروں کے نیچے تحریر فرمایا ہے: "نزہل گویا ر بودہ در راہپور
ہم چندے اقامت کردہ، باز بہ گویا ر رفتہ۔ ہما نجا وفات یافت۔ رحمہ اللہ۔"

(۱) آپ نے اپنے حضرت والد قدس سرہ کے رسالہ "اربعہ انہار" میں سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار و مراقبات کو مختصر رسالہ کی شکل میں بیان فرمایا ہے اور اس کا نام "الجدول المنتخب من النہر الماد من الانہار الاربعۃ" رکھا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔

(۲) عربی میں نہایت مختصر رسالہ وظائف و مراقبات کے بیان میں
(۳) رسالہ "کنز المصلی" کو آپ نے اردو میں نظم کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں
برس بارہ سو اور اکتانویس
یہ تاریخِ اصغر میں پائی تمام
مولانا عبدالحق آبادی مہاجر مکہ و شیخ الدلائل و خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی نے اردو میں
اس کی شرح بیت اللہ شریف کے سامنے بیٹھ کر لکھی جو کہ ۱۲۹۳ھ میں پوری ہوئی ہے۔ اس کا
نام "الکنز الاکبر شرح الفقہ الاصغر" ہے۔

(۴) "الساب الطاہرین" حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد در اولاد کے بیان میں ہے۔
چهارشنبه ارزی الجہ سکتہ سال تالیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں ہے۔ آپ نے اتمام کی تاریخ
اس طرح کہی ہے۔

۱۔ خوش نسو درست عمر بعد مرتے ایں مختصر شرح مطلق مجد دست
۲۔ پرید مش جواز سن ترتیب ایں کتاب گفتا غر۔ فیصل گلستان احمد دست

۱۔ ایک مدت کے بعد عمر نے ایک اچھا اور درست نسخہ لکھا جو کہ حضرت مجدد کی طویل شرح کا اختصار ہے۔
۲۔ میں نے عقل سے اس کتاب کی ترتیب کا سال پوچھا۔ اس نے کہا۔ احمد کے گلستان کی فیصل ہے۔
آپ کو خود رسالی سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ حکیم مومن خاں مومن کو اپنا
کلام دکھاتے تھے۔ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء سے پہلے جس مکان میں
رہتے تھے اس کی دیواروں پر آپ کے تحریر کردہ اشعار اب تک ثبت ہیں۔ آپ کے فارسی کلام
اور اردو کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

تفسیر سی

دہانے کو کہ در مدحت سرایم حرف زیارا
نمایم ہر بن مورا زبان صد بیاں آرا
جنوئم بر زہ شیری است گر بند گئے سویم
کہ دائم دوست دارد طفل شوخ من تشارا
کشد بدکاری ماگر بفسق و کفر ہم یارب
امید عفو افروں تر ز جرم خود بود مارا
(وہ منہ کہاں ہے کہ تیری تعریف میں حسین الفاظ گاؤں ہر بال کی جڑ کو بیان کو سنوارنے والی سوز بانیں دکھاؤ
میرا باگل پن ہوشیاری سے بہتر ہے اگر وہ کسی وقت دیکھ لے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا شوخ معشوق تماشے
کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔

اگر میری بدکاری فسق اور کفر تک بھی لیجائے اے خدا ہمیں اپنے گناہ سے زیادہ معافی کی امید ہوگی)
کن نجل از جلوات مہر جیاں افروز را
تا نیابد ہچو شب ہر چند جوید روز را
در فغان و زاریم معذور دار اے شعلہ زد
ضبط نتوان کرد ہرگز ناہ جاں سوز را
(اپنے جلوہ سے دنیا کو روشن کر نیوالے سورج کو شرمندہ کرے تاکہ شب جیسی چیز نہ آئے وہ دن کو تلاش کرے
اے شعلہ زد آہ و بکا کے معاملہ میں معذور سمجھ جان کو جلانے والا ناہ ضبط نہیں کیا جاسکتا)
اے سر و قد نسریں قبائے غنچ لب لے گلستان
بنا جمال خویش تن سیرے کنم گلزار را
بگزار مارا بر زمیں آرام من بیتابی است
غلطم بجا کہ خوں زمی خواہیم ننگے عار را

شد نیم جاں از درد بھرت عاشق شیدا تو
از شربت دیدار خود دریاں بکن بیمار را
مسکین عمری گویدت للہ سعید اللف کُن
از من سلام عرض فرما سید ابرار را
اے سرو چہ قدو لے نسرین کی قبا دلے لے غنچ لب لے گلبدن اپنا جمال دکھا دے تا کہ میں جہن کی سیر کروں۔
مجھے زمین پر رہنے دے میری راحت بیتابی میں ہے میں خاکِ خون میں لوٹا ہوں ننگ اور عار کی پروا نہیں۔
تیرا عاشق شیدا تیرے بھر کے درد کی وجہ سے ادھ موا ہو گیا ہے اپنے دیدار کے شربت سے بیمار کا علاج کر دے۔
مسکین عمر کہتا ہے اے سعید مہربانی کر میری جانب سے سید ابرار کو سلام پہنچا دے۔

۱ نیم جانم نیم جاں اے گلزارِ من بیا
در فراق عمر بگزشت لے نگارِ من بیا
۲ بر سر یک قل تو داری ناز اے عند لب
ایں گلستان است جسم داغدارِ من بیا
۳ کن قدم رنجہ خدا را یک دم اے عیسیٰ نفس
تم باذن اللہ گویاں بر مزارِ من بیا
۴ زندہ گرم بار دیگر باز گرم سبزہ زار
از کرم اے ابر رحمت بر مزارِ من بیا
۵ در غم دوری عمر بیچارہ اقتدارہ شہا
اے سعید چارہ ساز و غمگسارِ من بیا

۱۔ میں ادھ موا ہوں میرے معشوق آجا۔ تیری جدائی میں عمر گزر گئی اے میرے معشوق آجا
۲۔ اے بلبل تو ایک پھول پر ناز کرتی ہے۔ میرا داغدار جسم چمن ہے آجا۔
۳۔ اے عیسیٰ نفس تھوڑی دیر کے لئے آجا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو۔ کہتا ہوا آجا
۴۔ میں دوبارہ زندہ ہو جاؤں پھر میں سبزہ زار بن جاؤں لے ابر رحمت کرم کر کے میرے مزار پر آجا۔
۵۔ اے شاہ! عمر بیچارہ دوری کے غم میں مبتلا ہے۔ لے میرے غمگسار چارہ ساز سعید آجا۔

۱ آخر شدہ عمر و بہ لب آمد نفس ما
صد حیف کہ از دل نہ بروں شد ہوس ما
۲ گر گریہ کنم گاہ فغاں گاہ دعا ما
دیگر چہ کنم چوں نہ بود دسترس ما
۳ زحمت مکش لے بحر کہ آلودہ و نیم
جز اشک ندامت نہ بردایں و نس ما
۴ یک دیدہ نہ دیدم کہ بگریہ بمن زار
ایں چشم نہ دارم کہ شود گریہ پس ما
۵ در حرص و ہوارفت دریغا ہمہ برباد
شد صرف عبادت نہ دم یک نفس ما
۶ خواہد کہ کند سرو چراغاں ہمہ جسم
از شمع سعید است عمر چوں قفس ما

۱۔ عمر ختم ہو گئی ہمارا سانس ہونٹوں پر آگیا۔ صد افسوس ہوس ہمارے دل سے نہ نکل
۲۔ کبھی روؤں کبھی آہ کروں کبھی دعائیں۔ اور کیا کروں جب ہماری پہنچ نہ ہو
۳۔ اے سمندر تکلیف نہ کر میں گناہ میں ملوث ہوں۔ ندامت کے آنسوؤں کے سوا ہمارا میل دور نہیں ہو سکتا۔

- ۴۔ میں نے ایک آنکھ بھی نہیں دیکھی جو مجھ عاجز پر روئے۔ ایسی آنکھ نہیں ہے جو میرے بعد روئے۔
 ۵۔ افسوس ساری عمر میں دہوا میں زیادہ ہو گئی۔ ایک سانس کے بقدر بھی جہالت میں صرف نہ ہوئی۔
 ۶۔ چاہتی ہے پورے جسم کو مرد و چرافال بنارے جبکہ عمر میری روشنی سعید کی شمع سے ہے۔

- ۱۔ محمد منظر جان جہان است محمد مصدر ستر نہبان است
 ۲۔ محمد سید اولاد آدم محمد منظر کون و مکان است
 ۳۔ محمد قبلہ اہل حقیقت محمد کعبہ صاحبان است
 ۴۔ محمد تاجدار قاب قوسین محمد شہسوار لامکان است
 ۵۔ بہ تسلیم سعید پیر کامل عمر نام محمد حرز جان است

- ۱۔ محمد منظر جہان کی جان ہیں۔ محمد پوشیدہ راز کا گھاٹ ہیں
 ۲۔ محمد اولاد آدم کے سردار ہیں۔ محمد کون و مکان کا فخر ہیں
 ۳۔ محمد اہل حقیقت کے قبلہ ہیں۔ محمد صاحبان کا کعبہ ہیں
 ۴۔ محمد قاب قوسین کے تاجدار ہیں۔ محمد لامکان کے شہسوار ہیں
 ۵۔ کامل پیر سعید کی تعلیم کی وجہ سے اے عمر محمد کا نام جان کا تعویذ ہے۔

- ۱۔ حسن روئے تو نہ از زلف نمایاں شدہ است از ابر سیہ مہر درخشاں شدہ است
 ۲۔ بار بار آمدہ چوں مصحف رومی بوسد زلف کا فریجے نیست مسلمان شدہ است
 ۳۔ نظم کردن چہ عجب چوں عمر اصلاح سخن از سعید و دجہاں منظر یزداں شدہ است
 ۱۔ تیرے چہرے کا حسن زلف سے نمایاں نہیں ہوا۔ کالے ابر کے نیچے چمکتا سورج بنا ہے۔
 ۲۔ بار بار آتی ہے قرآن جیسے چہرے کو بوسہ دیتی ہے۔ کافر زلف تعجب نہیں کہ مسلمان ہو گئی ہو
 ۳۔ نظم کہنے پر کیا تعجب ہے جبکہ عمر اصلاح سخن کی وجہ سے سعید و دجہاں کی جانب سے خدا کا منظر بن گیا ہے۔

- ۱۔ رولق افزا است کدای شہ خواہاں یارب کز قد و شش دل پر زنگ مصفا شدہ است
 ۲۔ باش خود یار خود و گوشت خود گیسر دلا یار غمخوار دریں دہر جو عنقا شدہ است
 ۳۔ مرثہ اے خارش پا، خار مغیلاں در پیش باز در دل ہوس یثرب و بطحا شدہ است
 ۱۔ اے خدا کو نہ شاہ خواہاں رولق افزا ہے جس کی آمد سے زنگ آلود دل صاف ہو گیا ہے
 ۲۔ اے دل اپنا یار خود بن اپنا گوشت پکڑ غمخوار دوست اس دنیا میں عنقا ہو گیا ہے۔
 ۳۔ اے پیروں کی خارش خوشخبری ہو کی کہ کے کانٹے دریش میں۔ دل میں پھر یثرب و بطحا کی تمنا ہے۔

- ۱۔ صد بلا در گردنم بودا میں اسیری تانہ بود
- ۲۔ کے بجز گردیدن گرد قدش گرد و طواف
- ۳۔ دوستاں من خود اسیرم حاجت زنجیر چیست
- ۴۔ در حریم حرمتش اظہار حال من کنید
- کرد آزاد از جہاں یک حلقہ گیسوئے دوست
- کے ادا گرد نمازم بے غم ابروئے دوست
- بس بود از ہر قیدم حلقہ گیسوئے دوست
- سہی فرماید شد ساکتان کوئے دوست

- ۱۔ جب یہ قید نہ تھی سو بلائیں گردن میں تھیں۔ یار کے گیسو کے ایک حلقہ نے دنیا سے آزاد کر دیا۔
- ۲۔ اس کے قد کے چاروں طرف گھسنے کے سوا طواف کب ہو سکتا ہے دوست کے غم ابرو کے علاوہ نماز کب ہو سکتی ہے۔
- ۳۔ اے دوستو میں خود قیدی ہوں زنجیر کی ضرورت نہیں ہے۔ دوست کے گیسو کا حلقہ میری قید کے لئے کافی ہے۔
- ۴۔ اس کے دربار میں میری حالت بیان کر دو۔ دوست کے کوچہ کے رہنے والو خدا کے لئے مدد کرو۔

- ۱۔ اگر حسن روئے تو پہناں نہ باشد
- ۲۔ چناں شادم اندر خیالش کہ ہرگز
- ۳۔ سکندر بود تشنہ و خضر نوشد
- ۴۔ سعید ازل چوں مراد نہ باشد
- بہ گردوں گئے مہر تاباں نہ باشد
- غم فرقت و رنج بجز راں نہ باشد
- میسر بہ زر آب حیواں نہ باشد
- عمر را چرا منزل آساں نہ باشد

- ۱۔ اگر تیرے چہرے کا حسن پوشیدہ نہ ہوتا تو آسمان پر کبھی سورج نمودار نہ ہوتا
- ۲۔ میں اس کے تصور میں اس قدر خوش ہوں کہ کبھی فرقت کا غم اور اس جہاں کا رنج نہ ہوگا۔
- ۳۔ سکندر یہاں تشنہ رہا اور خضر نے پی لیا آپ حیات روپے سے نہیں خریدا جاسکتا۔
- ۴۔ سعید جب میرے رہنا ہیں۔ عمر کی منزل آسان کیوں نہ ہوگی۔

- ۱۔ من شکایت ز غیر کے کردم
- ۲۔ اہل حرفہ بہ کسب دارد ناز
- ۱۔ میں نے غیر کی شکایت کب کی۔ جو ہے وہ آشنا کی جانب سے ہے۔
- ۲۔ ہنرمند اپنے ہنر پر ناز کرتے ہیں۔ فقیر کا کام اللہ کے بھروسے پر ہے۔
- ہرچہ باشد ز آشنا باشد
- کار درویش بر خدا باشد

- ۱۔ بہار لالہ و گل را خزاں کند برباد
- ۲۔ چہ گو نہ جلوہ جاناں نصیب من گردد
- ۱۔ لالہ و گل کی بہار کو خزاں برباد کر دیتی ہے۔ تیرا حسن و جمال ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔
- ۲۔ محبوب کا دیدار کب میرے نصیب میں ہو سکتا ہے کیونکہ اپنی آنکھ کا آنسو اس کا حجاب ہے۔
- ہمیشہ حسن و جمال تو پہچناں باشد
- کہ اشک دیدہ خویشم حجاب آں باشد

- ۱۔ لالہ و گل کی بہار کو خزاں برباد کر دیتی ہے۔ تیرا حسن و جمال ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔
- ۲۔ محبوب کا دیدار کب میرے نصیب میں ہو سکتا ہے کیونکہ اپنی آنکھ کا آنسو اس کا حجاب ہے۔
- چہ حسن است ایں کہ پایاں نہ دارد
- مرد خور پیش آں شانے نہ دارد

۲۔ متاعے بود جان، شد نذر جانان ولم زیں بیش سامانے نہ دارد

۳۔ بود صد گونہ سنگ بہتر اناں دل کہ زخم تیسر ہڑ گانے نہ دارد

۱۔ یہ عجیب حسن ہے جن کی انتہا نہیں ہے۔ چاند سورج کی اس کے سامنے کوئی شان نہیں ہے۔

۲۔ جان سرا یہ تھی جو جانان کی نذر ہو گئی میرے دل کے پاس اس سے زیادہ سامان نہ تھا۔

۳۔ اس دل سے پتھر سو گنا بہتر ہے۔ جس پر آنکھ کا تیر نہ لگے۔

۱۔ بہ فراق ماہ سپیکر ولم اضطراب دارد بہ امید وصل لیکن قدر قرار دارد

۲۔ تو فراقی بحر عیاں چہ روی بہ کوئے جانان سگ خردہ بہ باران بہ حرم چہ کار دارد

۱۔ ماہ سپیکر کے فراق میں میرے دل میں اضطراب ہے۔ لیکن وصل کی امید سے قدرے سکون ہے۔

۲۔ تو گناہوں کے سمندر میں غرق ہے جانان کے کوچ میں کیوں جاتا ہے۔ بارش میں بھیگے ہوئے

کتے کا حرم میں کیا کام ہے۔

چہ عجب دے کہ دروے نہ بود سوا فکرش چہ عجب کے کہ چشم بہ جمال یار باشد

(وہ دل کس قدر اچھا ہے جس میں اس کے فکر کے سوا کچھ نہ ہو۔ وہ شخص کیا ہی اچھا ہے جس کی نظر جمال یار پر ہو)

۱۔ بدہ ساقی چناں ساغر کا از خود بے خبر گرم فشانم دست از ہستی ز عقل و ہوش بر گرم

۲۔ زمین آسا شوم ساکن گزیم خلوت خود را چرا ہر دم بہ رنگ چرخ نیلی فتنہ گر گرم

۱۔ ۱۔ ساقی ایسا جام دے کہ میں بے خود ہو جاؤں۔ ہستی سے ہاتھ ہماڑوں عقل و ہوش سے بیگانہ بن جاؤں

۲۔ زمین کی طرح ساکن بن جاؤں اپنی خلوت اختیار کر لوں کیوں ہر آن نیلے رنگ کے آسمان کی طرح فتنہ گر ہوں۔

۱۔ غلام شاہ سعیدم دگر نہ می دانم نیاز مند و مریدم دگر نہ می دانم

۲۔ ترا جو دیدم دگر نہ قد تو گر دیدم بہ گرد کعبہ دویدم دگر نہ می دانم

۳۔ ز جام نسبت تو آب و شیر و شہد و شراب ز چار نہر چشیدم دگر نہ می دانم

۴۔ غزال دشت فیوض مجسّد دالقم ز جملہ خلق رسیدم دگر نہ می دانم

۵۔ ز بزم خلق گزیم چرا کتارہ عبث چلہ چہ سود چہ خلوت در انجمن بینم

۶۔ سفر نشستہ نمایم بہ عالم امکان بغیر منت پاسبان در وطن بینم

۱۔ میں شاہ سعید کا غلام ہوں اسکے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو نیاز مند و مرید ہوں اور کچھ نہیں جانتا۔

۲۔ جب تجھے دیکھا اور تیرے قدر کا طواف کیا۔ میں کعبہ کے چاروں طرف دوڑا مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔

۳۔ تیری نسبت کے ساغر سے پانی دودھ شہد شراب چاروں نہروں سے چکھا اور مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

- ۴۔ میں مجدد الف ثانی کے فیوض کے جنگل کا ہرن ہوں تمام مخلوق سے بھاگتا ہوں مجھے کچھ اور معلوم نہیں۔
 ۵۔ مخلوق کی محفل سے کیوں کنارہ کشی کروں۔ چلکشی سے کیا فائدہ جب جلوت میں خلوت حاصل ہو۔
 ۶۔ عالم امکان کا بیٹھے بیٹھے سفر کرتا ہوں۔ پانوں کے احسان کے بغیر وطن میں سیر کرتا ہوں۔

اے عمر بیعت احسان و جہاد اکبر از سعید ازلی قبلہ پا کاں دارم
 (اے عمر احسان اور جہاد اکبر پر بیعت پاکوں کے قبلہ ازلی سعید سے رکھتا ہوں)
 جلوہ مفت است چو خورشید مگر حیف من تاب نہ دارم چہ کنم
 (سورج کی طرح جلوہ عام ہے لیکن افسوس مجھ میں طاقت نہیں کیا کروں)

- ۱۔ گرچہ باشم سوئے کعبہ در نماز سجدہ ام ہر وقت باشد سوئے تو
 ۲۔ دو عمر در خدمت پیر سعید تانکو گردد رزیدہ خوئے تو

- ۱۔ اگرچہ نماز میں کعبہ کی جانب ہوتا ہوں۔ میرا سجدہ ہر وقت تیری طرف ہوتا ہے۔
 ۲۔ اے عمر پیر سعید کی خدمت میں پہنچ: تاکہ تیرے بڑے اخلاق اچھے بن جائیں۔

از زلف مشکبویست رستم زرنج و محنت یا بم نہ تا قیامت اس سلسلہ رہائی
 (تیری مشک جیسی خوشبوداری زلف کی وجہ سے رنج و محنت سے آزاد ہو گیا ہوں۔ قیامت تک اس سلسلہ سے رہائی نہ پاؤں گا)

اے دل بہ جہان پنج روزہ بیہودہ کنی تو خواب تاکے
 (اے دل پانچ دن کی دنیا میں تو بے کار سوتا ہے)

ذوق شعراست عمر را وہ گفتن نہ رسد جانِ جاناں مدوے مظہر یزداں مدوے
 عمر کو شعر کا ذوق ہے کہنے کی نوبت نہیں آتی۔ جانِ جاناں مدوے کیجئے اے مظہر یزداں مدوے کیجئے)

دوبند از خمسہ بر غزل حضرت میرزا مظہر قدس سرہ

۱۔ فغان دزاری بلبل مرا بس زاری سازد نگار سینہ لالہ مرا افکار می سازد
 نگہ بر نرگس شہلا مرا سرشار می سازد نسیم کوئے رعنا یاں مرا بیکار می سازد
 زبیں نازک دماغم بوئے گل بیمار می سازد

۲۔ عمر از خادمان تست گو عاش بود ابتر شدہ آلودہ دامن در خرابات جہاں اکثر
 بہ جرم زندیم معذور داراے مرشد رہبر نیاید کارے از من تانہ گیرم جام می مظہر

۱۔ جانِ جاناں سے مراد حضرت میرزا مظہر ہیں اور مظہر یزداں سے آپ کے حضرت والدہ کیونکہ یہ اُن کا تاریخی نام ہے۔

ہمیں مستی و مہوشی مرا ہستیاز می سازد

۱۔ بلبل کی آہ و زاری مجھے ڈلاتی ہے۔ لالا کا چاک سینہ مجھے زخمی کرتا ہے۔

زنگں شہلاہ پر نظر کرنا مجھے مست بنا دیتا ہے۔ معشوقوں کے کوچہ کی نسیم مجھے بیمار کر دیتی ہے
میں بہت نازک دماغ ہوں پھول کی خوشبو مجھے بیمار کرتی ہے۔

۲۔ عمر تمہارا غلام ہے اگرچہ اس کی حالت بدتر ہے۔ دنیا کے خرافات میں اکثر اس کا دامن آلود ہے۔

مجھے رندی کے جرم میں معذور سمجھ لے مرخدا رہنا۔ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا جب تک منظر کے جام
کی شراب نہ پی لوں۔ یہ مستی اور مہوشی مجھے ہوشیار کر دیتی ہے۔

دوبند از خمسہ بر غزل خود حضرت ایشان

۱۔ بہ وصال مہر دامنم کہ کمال ذرہ باشد رخ آفتاب ہر دم بہ خیال ذرہ باشد

بہ ہمیں طریق باید کہ وصال ذرہ باشد بہ خیال مہر انور چہ مجال ذرہ باشد

خبر آن حسین دلبر چہ ز خاکسار دارد

۲۔ شدہ تو مسخ دے جاں بخشیش بہ قرب انسان کہ رود بہ فیض یزداں بہ تن تو جانایاں

بکن اقتباس عرفان کہ شوی تو قابل آن تو غریق بحر عصیاں چہ روی بہ کئے جاناں

سگ تر شدہ بہ باران بہ حرم چہ کار دارد

۱۔ ذرہ کا کہاں سورج سے وصال ہے سورج کا رخ ہر دم ذرہ کے خیال میں ہوتا ہے۔

اسی طریقہ سے ذرہ کا وصال چاہیے۔ ذرہ کی کیا مجال ہے کہ اس کو روشن سورج کا خیال ہو۔

وہ حسین دلبر خاکسار کی کیا خبر رکھے

۲۔ تو مسخ اور بے جان بن گیا ہے کسی انسان کے قریب بیٹھ۔ تاکہ اللہ کے فیض سے تیرے بدن میں ایسا کی جان آئے

عرفان سے نور حاصل کر تاکہ تو اس کے قابل بن جائے۔ تو گناہوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے محبوب کے کوچہ میں کیا جاتا ہے۔

بھگے ہوئے کتے کا حرم میں کیا کام

نہایت ہندی

اگرچہ لطف کرم سے اپنے نقاب الٹ کر دکھائے جلوا ہر ایسی آنکھیں کہاں سے لائے کوئی جو دیکھے جہاں سلمیٰ

عمر قیامت کا تجھ کو کیا ڈر سقید درداں ہے تیرا رہبر رسول تیرا شفیع محشر غفور بیشک ہے تیرا مولیٰ

فکر ملنے کا کروں میں جو فراہم ہوں حواس اس کی زلفوں کے تصور نے پریشاں کر دیا

ہر بن مٹو سے ہوا ہے سوز آفت شعلہ زن ان بتوں کے عشق نے مجھ کو چراغاں کر دیا

رکھوں گا زمیں پر نہ کبھی اپنی جبین میں
 مت چھوڑ عمر ساتھ سعیدِ ازل کا
 گردن بھی کٹی تو بھی وہی ایک نظر تھی
 خاکِ ترِ پاؤں سیدِ ازل سے
 مہرِ دہن و سید ہے عز و وقار کا
 چل جانبِ مدینہ سعیدِ جہاں کے پاس
 ہم نے اس محفل میں آکر کیا کیا
 عمر بھر بازیچہ اطفال میں
 ہو چکی ہے نوشی ہمدم چل دیئے
 ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں کہاں
 جانِ جہاں سے کام ہے کیا ہے جہاں سے کام
 ہرگز بھلا نہ دل سے سعیدِ ازل کا قول
 جو قسمت یاوری کرتی تو نظارہ رہا کرتا
 ریاضت سے دلِ پُر زنگ یوں آئینہ بنتا ہے
 چشمِ کس کام کی جو منتظرِ یار نہ ہو
 رونقِ افزائی سے ہوتا ہے تری گھر روشن
 فلک تک اسی کا ہوا بول بالا
 درِ قصرِ عرفان کھلا گر کسی پر
 جستجو کی انہیں حاجت کیا ہے
 کیوں نہ تھک جائے وہ پائے نازک
 دل تو مزرع ہے جو لگاؤ گے
 ہے نشانی سعیدِ حق کی یہ درد
 ہو غرق سر سے تابہ قدم بحرِ عشق میں
 سراپاؤں سے لگا دیا گو ضعف نے مرا
 کوچہ تر از فردوس ہے یا خلدِ بریں ہے
 جب تک تری دہلیز کا پتھر نہ ملے گا
 دنیا میں پھر ایسا کوئی رہبر نہ ملے گا
 توحید کا تھا دیدہ منصور کا سرا
 آنکھوں میں عمر کے ہے بھرا نور کا سرا
 عالم میں ہے سکوت سبب اعتبار کا
 کراے عمر طوافِ نبی کے مزار کا
 مفت اپنے آپ کو رسوا کیا
 سانگِ رنگارنگ کے دیکھا کیا
 تو تو غافل رات بھر سویا کیا
 ساتھ جن کے مدقوں کھایا کیا
 مطلب کیس سے ہے نہیں مجھ کو مکاں سے کام
 کبجو عمر جُدا نہ کبھی تو زباں سے کام
 ہم اپنی آنکھ جڑ دیتے تمہارے گھر کے روضہ میں
 جلا سے جس طرح صورتِ نظر آتی ہے آہن میں
 کیا وہ سر ہے جو ترِ خنجر قاتل ہی نہیں
 تجھ سے خالی ہو جو محفل تو وہ محفل ہی نہیں
 جسے خاک پر ہم بڑا دیکھتے ہیں
 تو قفل اس کے منہ پر لگا دیکھتے ہیں
 جو تصور میں رہا کرتے ہیں
 میری آنکھوں میں پھرا کرتے ہیں
 تخمِ اُلفت کا اس میں بونے دو
 اس کو ضائعِ عمر نہ ہونے دو
 پر شرط یہ ہے بال برابر بھی تر نہ ہو
 یارب نشانِ سلسلہ اب در بدر نہ ہو
 یا عرش ہے یا مہبطِ جبریلِ امیں ہے

ہر ذرہ ہے یاں خاک کا خورشید سے بہتر
کس در پہ سعیدِ ازلے گئے تجھ کو
کوئی دل پر جما کر نقش اس بے نقش کاہر دم
اٹت کیا کریں گے چارہ سازی
زردی زردی الفت کی خبر دیتی ہے
کیا نگہ تجھ پہ سعیدِ ازلے نے ڈالی
کر مشرف تو ہمیں دیدار سے
عسریہ یہ ہے سیدِ ابرار سے
ناخسریہ ہیں کسی کے ہم غلام
مشکل نہیں کچھ بھی کرم یار کے آگے
ہر لحظہ زمانے کے تغیر سے ہے عبرت
جلوا دکھا کے اپنا دل لے یا کسی نے
ہیں جتنے اہل دنیا مطلب کے آشنا ہیں
ہیں یوں تمام مرسل مقبول پر خدا کو
نہ ہے حشر برپا نہ قائم قیامت
توڑ کر بال و پر مرے صیاد
کچھ جو بھاتا نہیں ان روزوں
کرتا ہے سدا رشک فلک یہ وہ زمیں ہے
اس طرح سے روشن جو عمر تیری جبین ہے
بسانِ نقشبندان نقشِ ہستی کو مٹاتا ہے
مرا تو درد ہی سیری روا ہے
بن کے غماز یہ رسوا مجھے کر دیتی ہے
کہ عمر خاک تری اب بھی شرر دیتی ہے
بخت کیا لا تدرک الالبصار سے
دل مرا بھر دیکھنے انوار سے
ہے جو نسبت خواجہ احرار سے
اک روز پہنچ جائیں گے دلدار کے آگے
غفلت نہیں آسکتی ہے ہشیار کے آگے
دل کیا یا کسی نے بے جاں کیا کسی نے
نام ان کا خوب رکھا ہے بے وفا کسی نے
آنکھوں سے کب ہے دیکھا جز مصطفیٰ کسی نے
تڑپتے ہیں بسمل بچارے تمہارے
مژدہ دیتا ہے اب رہائی ہے
سچ کہو کس کی آن بھائی ہے

بتیک ریختہ

۱۲۷۷

یہ کیا آج ہے شان بتیک بتیک
فدا ہوں دل و جان بتیک بتیک
میں لایا ہوں ایمان بتیک بتیک
کروں نعمتوں کا تری کیا بیاں میں
خداے جہاں تو ہے نگ جہاں میں
پے شکر لاؤں کہاں سے زباں میں
کہاں یہ وقوف و طواف اور کہاں میں
ترے سب میں احسان بتیک بتیک

گناہوں میں ہرچند میں مبتلا ہوں مگر دل میں شرمندہ حد سے سوا ہوں
تو مالک ہے میرا میں بندہ ترا ہوں ترے آستانے پر حاضر ہوا ہوں
بری جاں ہو ترے بان بٹیک بٹیک

الہی بہت نادم و منفعل ہوں غم درنج و اندوہ سے خستہ دل ہوں
اسیر ہواؤ ہو کس پایہ رگل ہوں عمل کے نہ کرنے سے یارب نجل ہوں
بہت ہوں پشیمان بٹیک بٹیک

میں پہنچا ہوں درگاہ شاہ شہاں میں حرم میں ہوں اس کے اسی کے اماں میں
مرا بھی تو حصہ ہے لطف نہاں میں چھپا میرے عیبوں کو دونوں جہاں میں
مرے بخش عصیان بٹیک بٹیک

آیات الہیہ آپ اور آپ کے دونوں گرامی قدر بھائی قدس اللہ اسراہم آیات تھے۔ از
آیات الہیہ حضرت سیدی الوالد کے ایک بن رسیدہ مرید منشی احمد حسین
اپنی نانی کی یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ تینوں بھائی جس وقت ایک ساتھ کھڑے ہوتے تھے مجھ
کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے فرشتوں کی جماعت اُتری ہے اور وہ کھڑی ہے۔
ایں گروہ انس بنیم یا ملک یا قمر را بانجوم اندر فلک

میں یہ انسانوں کی جماعت دیکھتا ہوں یا فرشتوں کی یا چاند کو ستاروں کے درمیان دیکھتا ہوں
ان تینوں بھائیوں میں جو اخوت، محبت، یگانگت تھی بہت کم اس کی مثال ملتی ہے ان
کی خواہش یہ تھی کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوا ہے اور ان کو بھی حاصل ہو جائے۔ لہذا ان حضرات
میں سے کسی ایک کا مرید اگر دوسرے کے پاس جاتا تھا تو وہ اپنے بھائی کے نام خط لکھ کر اس کے
ہاتھ ارسال کرتے تھے کہ یہ شخص اس مقام تک پہنچا ہوا ہے۔ آئندہ تسلیک میں اس کی مدد فرمائیں۔ یہ
عاجز آپ کے مکاتیب کے بعض حصص لکھ چکا ہے۔ مکتوب ۹ میں آپ اپنے فرزند گرامی قدر کو
لکھ رہے ہیں کہ اپنے عم بزرگوار سے فیض حاصل کرو۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالرشید کا خط
اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ وہ تحریر فرما رہے ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
اخیراً اعزازی، ارشدی منظر انوار و فیوضات لم یزلی از فقیر عبدالرشید احمدی کان اللہ لا بعد سلام سنت
الاسلام و اشتیاق حصول ملاقات بہجت آیات مطالعہ فرمایند الحمد للہ واللہ کہ خیریت دارم و دعائے خیر
و برکت ظاہری و باطنی آن عزیز از جان از درگاہ اوتعالیٰ خواستگار۔ مکاتبہ مرسلہ ایشان در بارہ

تعزیت بر خورداری مرحوم رسید و کاشف مندرجہ گردید۔ الحق کہ عزیزان ما از وفات عزیزان رنج و الم حاصل میشود۔ لیکن از انجام کار مشیت الہی عزائم جز تسلیم و صبر چارہ نیست باید کہ صبر نمایند و دعائے مغفرت نموده باشند۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهَا اِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ۔
درین ولا محمد یعقوب بخاری طالب در آنجامی رسد صاحب "مقام قلب" ہست مشغولی در معیت دارد۔ کوجہ نموده باشند۔ تحریر تاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ۔ مقام مدینہ منورہ

دیارے بھائی ہدایت یافتہ، خدائی انوار اور فیوض کے منظر۔ عبدالرشید احمدی کی جانب سے اسلام کی نسبت سلام کے بعد مطالعہ کریں۔ خدا کا شکر ہے خیریت سے ہوں اور اللہ کے دربار میں آپ کی خیریت و برکت کی دعا کرتا رہتا ہوں۔ بر خورداری مرحوم کی تعزیت کے سلسلہ میں آپ کا خط ملا۔ عزیزوں کو عزیزوں کی موت سے رنج ہوتا ہے لیکن چونکہ مشیت خداوندی ہر بجز صبر و تسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ دعائے مغفرت کریں۔ اے اللہ اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ کر اور اس کے بعد کسی فتنہ میں ہمیں مبتلا نہ کر۔

یہ تینوں حضرات دل و جان سے شریعت اور طریقت کے خادم تھے اور ہر وقت اس خیال میں رہتے تھے کہ علم ظاہر و باطن کو دوسروں تک پہنچائیں۔ لہذا حدیث شریف نصر اللہ امرًا سمع متاشیئاً قبلہ کما سمعہ۔ الحدیث کی رو سے نصارت کے مستحق ہوئے۔ یعنی دنیا و آخرت میں ان کے مبارک چہرے تروتازہ اور چمک دمک کے ساتھ رہیں۔ ع

هَيْئًا لَا تُرَابُ النَّعِيمِ نَعِيمُهُمْ

(نعمتوں والوں کو نعمت مبارک ہو)

رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَارَبَّ الْعَالَمِينَ

الہی یہ ایں پاک مردانِ خویش کہ بودند در عشق تو سینہ ریش

بیفگن ازیشاں یہ من پر توے کہ ایں رہرواں را شوم پیرے

مرا نیز از عشق دردے بدہ ز خاک رہ خویش گردے بدہ

(اے خدا ان اپنے پاک بندوں کے طفیل جن کے سینے تیرے عشق میں چاک تھے

ان کا سایہ مجھ پر ڈال دے تاکہ ان رہنماؤں کا پیرو بن جاؤں۔

مجھے بھی عشق کا درد دیدے اپنے راستے کی خاک گرد عطا کر دے)

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم

ملفوظات

(۱) حضرت سیدی الوالد کے بابائے نہم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر قدس اللہ اسرارہم تک تمام حضرات کا مختصر طور پر حال بیان کر دیا ہے۔ ان بزرگواران کے حالات کو بڑھنے سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک خدا کے فضل و کرم سے علیم ظاہر سے محلی اور علیم باطن سے مجلی تھا اور جب ان کے ساتھ حضرت مخدوم کو شامل کیا جاتا ہے تو تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ہونے میں کلام نہیں۔ اور پھر جب جناب ابوالخیر خیر مجسم کا شمول اس سلسلہ مبارکہ میں ہوتا ہے تو أَحَدٌ عَشْرٌ كَوْنُكِبًا کی صورت پیدا ہے۔ اور خواجہ خواجگان قبلہ حق پرستان سیدی و سیدآبائی واجداری حضرت خواجہ بیرنگ باقی باشت قدس سرہ کا یہ شعر جو آپ نے "ساقی نامہ" میں کہا ہے، صادق آتا ہے۔

اس سلسلہ از پلائے ناب است اس خانہ تمام آفتاب است

(یہ سلسلہ خالص سونا ہے۔ یہ گھر مکمل سورج ہے۔)

اور کیوں نہ آئے جب کہ آپ نے اپنے مکتوب گرامی ۶۵ کے اخیر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اور آپ کی اولاد طیبہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے: "فرز عماران آل شیخ کہ اطفال اند اسرار الہی اند، بالجملة شجرہ طیبہ است، اَنْبِیَۃُ اللّٰہِ نَبَاتًا حَسَنًا و فقرائے بابائے اند، دلہائے عجب دارند" حضرت خواجہ نے حضرت مجدد اور ان کے صاحبزادگان کو شجرہ طیبہ قرار دے کر رب العزت سے دعا کی ہے کہ وہ اس مبارک درخت کی اچھی نشوونما فرمائے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور عوج جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی۔ کی صورت ظاہر ہے۔ ذَلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ عَلٰی مَا ہ

(۲) حضرت سیدی الوالد اپنے دادا حضرت شاہ احمد سعید کو بڑے حضرت اور اپنے والد حضرت شاہ محمد عمر کو "حضرت" یا "ہمارے حضرت" فرماتے تھے۔ لہذا آپ کے کلام میں جہاں ان الفاظ کا استعمال ہوا ان کا یہی مفہوم سمجھا جائے۔

(۳) یہ عاجز جہاں بھی "حضرت صاحب" کا لفظ مطلقاً لکھے گا اس سے مراد حضرت

سیدی الوالد ہیں۔ آپ کی مبارک حیات میں کیا اولاد اور کیا مرید سب ہی آپ کو حضرت صاحب

کہتے تھے۔ اور دادا حضرت یا حضرت جد یا جد مکرم سے مراد حضرت شاہ محمد عمر اور حضرت جد اکبر سے مراد حضرت شاہ احمد سعید ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم۔

(۴) حضرت سیدی الوالد کے حقیقی بہن بھائی نہیں تھے۔ وہ اپنے بڑے چچا حضرت شاہ عبدالرشید کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم کو "بھائی صاحب" اور چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر کی صاحبزادی حضرت امۃ الجلیل کو آپا صاحبہ فرماتے تھے۔ اور ہم سب ان دونوں حضرات کو چچا حضرت اور پھوپھی اماں کہا کرتے تھے۔ وہی استعمال اس کتاب میں بھی ہوگا۔
اب آئندہ صفحات میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر خیر لکھا جا رہا ہے
پروردگار خیر سے پورا کرائے۔





ذکر خیر

گوهر درج ولایت

سیدی و مرشدی و وسیلتی الی اللہ

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین خیر

فاروقی مجددی دہلوی

قدس اللہ سرہ الاقدس

بہ سرو ریاض سعید و عمر	ابوالخیر بڑندہ بیخ شہر
دجودش ہمہ خیر آمد پدید	بہ این شکل خیر مجسم کہ دید
محبت خدا دوستدار رسول	فدائے روح نثار رسول
دلش پر ز توحید باری چنان	کہ وہم دگر ہم نہ گنجہ دران
بہ مشغولی خالق انس و جان	شدہ فارغ از شغل خلق جہان
فتد چشم لطفش بہ ناقص اگر	کند کامل دہر از یک نظر

۱ از غلام رسول دیران

چراغ نبوی

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین خیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت شریف و تسمیہ | آپ کی ولادت یکشنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ موافق ۶ جنوری ۱۸۵۶ء خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی۔ آپ کے

حضرت والد نے دو تاریخیں کہی ہیں۔ ایک اردو میں، دوسری فارسی میں جو درج ذیل ہیں۔

تاریخ ولادت نور چشم ابوالخیر عبداللہ اطال اللہ عمرہ

خوب سی دینا مبارکبادیاں جب جگر گوشہ عمر صاحب کا ہو

اور کوئی پوچھے سن میلاد تو "قرۃ العین عمر صاحب" کہو

تاریخ تولد نور بعرجستہ اختر ابوالخیر عبداللہ بن عمر مجددی سلمائے

چوں ابوالخیر شدہ نور فگن مہر بنیاد چراغ نبوی

سال میلاد عمر خواست زدل کرد ارشاد۔ چراغ نبوی

(جب ابوالخیر نور پھیلانے والے بنے۔ تو چراغ نبوی مہر بنیاد ہے۔

عمر نے پیدائش کا سال دل سے چاہا۔ اس نے کہا چراغ نبوی)

آپ کے حضرت والد کو جو مرض لاحق تھا اس کے پیش نظر صرف ان کو بلکہ ان کی حضرت

والدہ اور گھر کے بیشتر افراد کو ناامیدی نے گھیر لیا تھا۔ البتہ آپ کے جدِ مجد پوری طرح مطمئن تھے

اور وہ اکثر آپ کی دادی صاحبہ سے فرماتے تھے۔ تم پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے

تمہارے بیٹے کو فرزند عنایت کرے گا۔ چنانچہ وہی ہوا اور دس سال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں اَدْخُلُوا الْبَابَ سُبْحَانَکَ بَیَان

میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض تبرک مقامات جو اللہ کی رحمت کا نورِ ذہن چلے ہیں یا بواہلِ تقویٰ اور

صلاح کے قدیم گھرانے ہیں ایک خاص کیفیت کے حامل ہو جاتے ہیں کہ دہاں جا کر توبہ و استغفار

و عبادت و طاعت مقبولیت کا سبب اور اچھے ثمرات کا حامل ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد نے ۱۲۶۲ھ میں امیر شریف کا سفر کیا اور وہاں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آپ کی مراد برآئی۔

مناقب احمدیہ میں لکھا ہے کہ پورے دس سال کے بعد جدِ امجد کی ہمتِ باطن اور قوتِ تصرف سے ان کی ولادت ہوئی۔ جدِ امجد بہت عیش ہوئے اور انھوں نے محی الدین نام رکھا۔ آپ کے جدِ امجد حضرت شاہ احمد سعید کے بیان میں گزر چکا ہے کہ جب حضرت کی ولادت ہوئی تھی تو آپ کے نانا شاہ غلام صدیق نے آپ کا مشرب معلوم کر کے آپ کا نام غلام غوث رکھا تھا۔ اب آپ نے حضرت غوث سیدنا عبدالقادر قدس سرہ کا لقب اپنے محبوب پوتے کے واسطے تجویز فرمایا۔

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر عمر رکھا گیا تھا۔ اس لئے انھوں نے حضرت امیر المومنین کے فرزند جلیل القدر کے نام پر اپنے محبوب پسر کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالخیر رکھی۔

آپ کی حضرت والدہ آپ کی حضرت والدہ کا اسم گرامی فواب بیگم ہوا۔ نسب الطاہرین میں ہے۔ "والدہ اُن کی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔" پھانک مفتی والان تبراہا بہرام خاں دلی میں اُن کا آبائی مکان تھا۔ مولوی انوار الحق حقی (خان بہادر) نے ۲۹ ماہ میلاد ۱۲۹۵ھ ہجری میں خاندانی شجرہ لکھا ہے۔ اس میں آپ کا اور آپ کی والدہ صاحبہ اور ان کے نسب کا ذکر اس طرح پر ہے۔

مولوی ابوالخیر عبداللہ مجددی پسر فواب بیگم صاحبہ دختر میر احمد علی خاں پسر مولوی محمد باقر از بطن صاحب بیگم بنت عبدالرحیم زمال و منجم سرکار بادشاہی از اولاد عبدالرشید زمال مشہور عہدِ شاہی۔ مولوی محمد باقر پسر مولوی کلیم اللہ فرزند صبغۃ اللہ فرزند افضل شاہ فرزند حضرت عبداللہ سنائی۔ صبغۃ اللہ کی والدہ کا نام امامی بیگم عرف بڑی بی بی مورث اعلیٰ کا نام حضرت شاہ دوست محمد حیشتی دہلوی برادرِ خال زاد حضرت سید حسن رسول نما از اولاد امجد حضرت خواجہ عثمان ہارونی بودہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کی عمر پونے دو سال کی تھی کہ دلی پر انگریزوں کا تصرف ہوا۔ اور اواخرِ محرم ۱۲۶۳ھ میں آپ اپنے جدِ امجد ابوبکر کریمین اور اہل خاندان کے ساتھ خانقاہ شریف سے

جہاز مقدس روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کا مختصر حال آپ کے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے احوال میں گزر چکا ہے۔

آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ میں آپ کی والدہ صاحبہ آپ کے تیسرے بھائی ابو حفص کی ولادت کے وقت رحلت فرمائیں۔ آپ نے اُن کی تاریخ ”اللَّهُمَّ نُورٌ مَّقْبَعًا“ سے نکالی ہے۔ آپ کی کوئی خالہ نہ تھیں صرف ایک ماموں اشرف علی صاحب تھے۔ اُن کا تخلص شرف تھا۔ ۱۱۹۵ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ جوانی میں رحلت کر گئے۔ لَأَعْقَبَ لَکَ۔ آپ کے نانا کی ایک بہن تھیں اور اُن کے نواسے مولوی مصباح الدین حقی تھے۔ یہ آپ سے عمر میں کچھ چھوٹے تھے۔ آپ ان کو بھائی مصباح الدین فرمایا کرتے تھے۔

عہدِ طفلی | آپ کا عہدِ طفلی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جو حضرت جدِ بزرگوار کے سایہ عاطفت میں گزرا۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جو حضرت والدہ کے دامن شفقت میں بسر ہوا۔

ہر مولود میں کچھ علامات اور خصوصیات ہوا کرتی ہیں جن کے بنا پر اہل بعیرت اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسی خصوصیات و علامات ولایت کی تھیں کہ آپ کے خاندان کے تمام حضرات آپ کے متعلق پر اُمید تھے۔ آپ کے احوال پر حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے ۵

بالائے سرش ز ہوش مندی می تافت ستارہ بلندی

(اس کے سر پر ہوش مندی سے بلندی کا ستارہ چمکتا ہے)

بیعت | آپ کی عمر چار سال کی جب پوری ہو گئی تو آپ کے والد بزرگوار آپ کو لے کر آپ کے جد امجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ان کو بیعت فرمائیں۔ آپ کے جد امجد اُس وقت حرم نبوی میں حلقہ و توجہ فرما رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور آپ کے پیارے ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر آپ سے بیعت کے الفاظ کہلوائے اور پھر آپ کے واسطے دیر تک دعا فرماتے رہے اور اہل حلقہ آمین کہتے رہے۔

خلافتِ خاصہ | آپ اکثر اپنے جدِ بزرگوار کے ساتھ حرم تشریف لے جاتے اور ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ ایک دن حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا

جانشین کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا خدا کے فضل و کرم سے میرے تینوں بیٹے حافظ، عالم، مفتی اور صاحب نسبت ہیں۔ سلوک مجددیہ از اول تا آخر و جہانم حاصل کیا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک میری جانشینی کے قابل ہے۔ رہی میری خلافت خاصہ تو وہ اس بچے کے نصیب میں ہے۔ پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ آپ کے مبارک سر پر پھیرا۔

آپ کے والد بزرگوار "النساب الطاہرین" میں تحریر فرماتے ہیں: "ارادت اس فرزند ارجمند کو حضرت سراج الاولیاء (حضرت شاہ احمد سعید) سے ہے۔ حضرت سراج الاولیاء اپنے پوتوں میں ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور بشارت انہی خلافت خاص کی دی ہے۔ الحمد للہ کہ آثار اس کے پائے جاتے ہیں۔ نو دس برس کی عمر میں قرآن شریف یاد کیا اور تحصیل کتب درسیہ میں مشغول ہیں۔ کافیہ پڑھتے ہیں۔ سلمہ ربیہ و بلغۃ الی مراتب الکمال والتکمیل۔"

مناقب احمدیہ میں ہے | آپ کے عم اصغر نے سلسلہ میں کتاب "مناقب احمدیہ" تالیف کی ہے۔ اس میں اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ عبدالمغنی اور

برادران کرام حضرت شاہ عبدالرشید اور حضرت شاہ محمد عمر کے صاحبزادوں کا اور اپنے فرزند دلبند کا ذکر کیا ہے۔ یہ چاروں حضرات ایک ہی شجرہ طیبہ کی شاخیں ہیں اور ان کی مبارک اولاد اسی ایک درخت کا پھل ہیں۔ آپ نے ان میوہ ہائے نورس کا ذکر جن الفاظ سے کیا ہے یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالمغنی کے فرزند کا ذکر صفحہ ۶ پر "فرزند دلبند ایشاں میاں محمد (مشہور تاریخی نام مصباح المغنی سے) بہ ہفت سال رسیدہ حفظ قرآن مجیدی نماید، دراشت آبار کرام از ناصیہ او پیدا است اللہ تعالیٰ سمر و صالح کند، و از ظاہر و باطن ممتاز گرداند۔ آمین" (فرزند دلبند میاں محمد (مصباح المغنی) سات سال کے ہو گئے قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ بزرگ آبار و اجداد کی درشت کے آثار ان کی پیشانی پر ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک اور طویل عمر والا بنائے اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے ممتاز بنائے۔)

(۲) حضرت شاہ عبدالرشید کے فرزند کا ذکر صفحہ ۲۱ پر "فرزند ایشاں نور بصیر محمد معصوم حالاً بہ بلوغ رسیدہ است حفظ کلام شریف نمودہ بہ تحصیل علم اشتغال دارد، آثار سعادت از ناصیہ او ظاہر و باہر است حق تعالیٰ اورا مثل آبار کرام از ظاہر و باطن کامل و مکمل گرداند و عمر فرماید۔ آمین" (فرزند نور بصیر محمد معصوم اب بالغ ہو گئے۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد دوسرے علوم کے حاصل کرنے میں مشغول

ہیں۔ نیک بختی کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاندان کے بزرگوں کی طرح ظاہر و باطن کے اعتبار سے مکمل کر دے اور دروازہ عمر عطا فرمادے۔

(۲) اپنے فرزند دلبند کا ذکر صفحہ ۲۱۸ پر "فرزند ی نور چشمی شیخ احمد باریک اللہ فی عمرہ و علمہ نیز بہ ہفت سال رسیدہ حفظ قرآن می نماید اللہ تعالیٰ بموجب تسمیہ حضرت ایشاں (حضرت مجدد و قدس سرہ) اور وارث اتم حضرت مجدد فرماید۔ آمین یا رب العالمین" (میر ابیٹا نور چشم شیخ احمد خدا اس کی عمر و عمل میں برکت دے سات سال کا ہو گیا ہے۔ قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔ خدا اس کو حضرت مجدد کا صحیح وارث بنائے)

(۴) حضرت شاہ محمد عمر کے فرزند (حضرت سیدی الوالد کا ذکر صفحہ ۲۱۸ پر "فرزند ایشاں قرۃ العین ابوالخیر محی الدین ابن وقت ہفت سالہ است و بہ حفظ قرآن مشغول است آثار سعادت و فہم و سلامت عقل و علم از پیشانی او آشکارا است۔ حق سبحانہ معرو و صالح کند و در صورت معنی مانند سلف کبار گرداند بمنہ و کمال کرم۔ آمین" (فرزند آنکھوں کی ٹھنڈک ابوالخیر محی الدین اس وقت سات سال کے ہیں۔ قرآن حفظ کرنے میں مصروف ہیں۔ سعادت سمعہ عقل کی سلامتی اور علم کے آثار انکی پیشانی سے ظاہر ہیں۔ خدا عمر دراز کرے اور نیک بنائے اور ظاہر و باطن کو اسلاف کی طرح بنادے)

آپ کے متعلق آثار سعادت کے ساتھ فہم و سلامت عقل و علم کا اضافہ کیا ہے اور دعائیں بھی۔ مانند سلف کبار گرداند۔ لکھ کر گویا اپنے حضرت والد ماجد کے ارشاد کی تائید کر دی ہے کہ میری خلافت خاصہ اس فرزند کا نصیب ہے۔ اور بمنہ و کمال کرم۔ لکھ کر اپنی دلی خواہشات کا بھی اظہار کر دیا۔ ذلک الفضل من اللہ۔

حضرت عمر محترم نے دو تین مرتبہ اس عاجز سے یہ بات فرمائی ہے: تمہارے باپ بچپن ہی سے نہایت بھولے اور نیک تھے۔ اُن کی شکل و صورت ہی کچھ ایسی اچھی تھی کہ گھر کے بڑے کیا مرد اور کیا عورت، اُن سے محبت کرتے تھے۔ اُن کے دادا ان کو بہت چاہتے تھے اور بلا کر کبھی اپنے پاس اور کبھی اپنی گود میں بٹھاتے تھے۔ جب وہ حرم شریف حلقہ و توجہ کے واسطے جاتے تو یہ بھی کبھی ان کے ساتھ چلے جاتے اور اُن کے پاس مسند پر بیٹھتے۔ میرے نانا (شاہ عبدالغنی) اور میرے بڑے چچا اور والد بھی اُن کو بہت چاہتے تھے۔ اور ان کے والد تو ان کے گردیدہ اور عاشق تھے۔

سیر الکاملین میں ہے | میرا کاطین قلمی کے صفحہ ۵۳ و ۵۴ میں لکھا ہے: شیخ ابوالخیر فرزند

حضرت شیخ محمد عمر ہستند، ولادت ایشان در ربیع الثانی سنہ ہزار و دو صد و ہفتاد و در دہلی روداد، در عمر نہ سالگی حفظ قرآن شریف کردند و تحصیل علم از علمائے زمانہ مثل مولوی رحمت اللہ و سید مولوی حبیب الرحمن الکاطی و مولانا محمد نواب و حدیث شریف از عم والد خود حضرت شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ خواندند و در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کرده اند۔ بسیار ذہین و طباع، شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند، حضرت جد ایشان ایشان را در نمیر بادوست می داشتند۔ پنج سال بودند کہ بردست شریف آنحضرت الدیثا ایشان را بیعت کنانیدند۔ والد ایشان می فرمودند۔ در حق این فرزند خویش بشارت خلافت خود داده اند۔ کسب کمالات باطنی و سلوک از حضرت والد خود حاصل کرده اند و از نسبت آبائے خود بہرہ تمام دارند۔ زاد اللہ رشدہ۔ آمین۔

فرستہ مومن | یہ عاجز کہتا ہے کہ ائمہ حدیث نے یہ حدیث شریف روایت کی ہے

”اتقوا فراسۃ المؤمنین فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ“ (مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے) ان حضرات کی فراست کا سرچشمہ نور الہی ہے۔ لہذا وہی ہوا جس کی توقع ان حضرات کو تھی۔ ابھی عمر شریف کے نو سال پورے ہوئے تھے کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ ۱۲۷ھ میں آپ کے جد امجد کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور چند ماہ بعد آپ کے والد بزرگوار آپ کو اور آپ کی والدہ محترمہ کو لے کر مکہ مکرمہ آ گئے۔ بسم اللہ آپ کے جد امجد سے کراچے تھے۔ طبقات ابن سعد کی جلد اول صفحہ ایک سو بارہ میں شوق صدر شریف کے سلسلہ میں لکھا ہے: ”وكانہ ابن اربع سنين“ غالباً اسی وجہ سے اکابر نے یہ عمر بسم اللہ کے واسطے تحریر فرمائی ہے۔ مکہ مکرمہ میں آپ حفظ کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔ نو سال اور چند ماہ کی عمر تھی کہ آپ نے کلام پاک رب العالمین کو اپنے صاف سینہ میں محفوظ کر لیا۔ آپ کی حضرت والدہ نے آپ کی یہ سعادت دیکھ لی اور قریر العین اس دنیا سے سفر کر گئیں اور پندرہ دن کے عرصہ میں ان کے دو چھوٹے بیٹے بھی اُن سے جا ملے۔ آپ کی تربیت کا پورا بوجھ آپ کے صاحب الامراض ناتواں حضرت والد پر پڑا۔ اُن کی عمر اس وقت سینتیس سال کی تھی۔ حضرت عم محترمہ فرماتی تھیں۔ کہ میرے نانا (شاہ عبدالغنی) اور بڑے چچا (شاہ عبدالرشید جو خسر بھی تھے) نے آپ سے کہا کہ

عقد ثانی کر لیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہیں سوتیلی والدہ سے میرے تختِ جگر کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس لئے میں عقد ثانی نہیں کرتا۔ چنانچہ آخر وقت تک انھوں نے دوسرا عقد نکاح نہ کیا۔ آپ نے سولہ سال تک تکالیف برداشت کیں لیکن اپنے تختِ جگر کو تکلیف نہ پہنچنے دی۔

قوتِ حافظہ | حضرت سیدی الوالد کی قوتِ حافظہ و یادداشت بہت عمدہ تھی آپ کے جدِ بزرگوار نے ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں جب دلی چھوڑی تھی

اور براہِ پانی پت ڈیرہ اسماعیل خاں کا سفر کیا تھا اس وقت آپ کی عمر دس سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ آپ کو اس وقت کی دو باتیں یاد تھیں۔ ایک بات صفدر جنگ کے دوران قیام کی ہے کہ وہاں پر ایک انگریز کچھ سپاہیوں کو لے کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں بید تھی۔ اُس نے پوچھا۔ یہاں پر کوئی عبداللہ نام کا شخص ہے۔ آپ اس وقت حوض کے کنارے کھڑے تھے۔ کسی نے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس بچہ کا نام عبداللہ ہے۔ انگریز ہنسنا اور اپنی بید آپ کی کمر سے لگائی۔ آپ نے جس جگہ پر اپنے کھڑے ہونے کا بیان کیا تھا وہ جگہ اس عاجز کو اب تک یاد ہے۔ دوسری بات کا تعلق پانی پت میں حضرت قاضی ثنار اللہ قدس سرہ کے مکان سے ہے۔ ۱۲۸۴ھ میں آپ تین دن کے واسطے پانی پت تشریف لے گئے۔ نواب زادہ فاخر احمد خاں انصاری رحمہ اللہ نے آپ کو محلہ قاضیان میں حضرت قاضی صاحب کے مکان میں ٹھہرایا۔ آپ جب اس مکان میں داخل ہوئے تو اندر کے دالان میں ایک جگہ کھڑے ہو کر فرمایا: ہم کو یاد ہے کہ یہاں ہمارے دادا حضرت نے قیام کیا تھا۔

مدینہ منورہ کا سفر | ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۲۸۳ھ میں جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال دو مہینے کی تھی آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آپ نے الملتقی

شرح الملتقی کے قلمی نسخے کے شروع میں سادہ کاغذ پر انہی آیات میں یہ عبارت لکھی ہے۔
 "۲۶ جمادی الآخری قافلۃ شیخ العلماء و مفتی مکہ شیخ جمال روانہ می شود۔ فقط"

گیارہ سال کی عمر میں تاریخ | آپ نے گیارہ سال دو ماہ کی عمر میں یہ فارسی عبارت لکھی اور اسی صفحہ پر سفر مبارک کی عربی تاریخ تحریر فرمائی۔

پہلے آپ نے "زار النبئی ابو الخیر عبد اللہ" مادہ نکالا ہے۔ اس کے عدد ۱۲۹۳ نکلے۔ آپ نے اس پر "غ" لکھ دیا۔ یعنی غلط۔ پھر آپ نے "زار خیر النبئی عبد اللہ" کا مادہ نکالا اور اس کے عدد ۱۲۸۳ تحریر فرمائے۔ پھر اس مادہ کے الفاظ کو آگے پیچھے کر کے "نبئی الخیر عبد اللہ زار" تحریر فرما کر اس کے اوپر یہ مصرع تحریر

فرمایا ہے۔ قُلْتُ لِمَا طَابَ سَعْيًا أَرِخُوا۔ اس طرح ایک شعر مکمل ہو گیا۔ اور اس کے پاس ہی آپ نے تین شعر لکھے ہیں۔ یہ عاجز بجنسہ تینوں شعر مع ماوۃ تاریخ کے لکھتا ہے۔

۱۔ اَمَى فَعَصِي قَدْ خَوَى كُلَّ الْخَنَارِ مثلُ مَخْدُومٍ لَهُ طَلَابُ الْخَنَارِ
۲۔ زَارَ ظُهُ وَكَذَا جَسَدًا لَهُ عمر الفاروق من طاب البحار
۳۔ و امام الصعب من ينمى له طرقتا الصديق موفور الوقار
۴۔ قُلْتُ لِمَا طَابَ سَعْيًا أَرِخُوا لَنَبِيِّ الْخَيْرِ عَبْدُ اللَّهِ زَارِ

۱۔ کون ہے جس نے تمام فخر حاصل کئے ہوں۔ مخدوم کی طرح اُن کی اصل پاکیزہ ہے۔
۲۔ انھوں نے ظاہر کی اور اپنے دادا کی زیارت کی عمر فاروق کی جن کا پڑوس پاکیزہ ہے۔
۳۔ اور صحابہ کے امام کی جن کی طرف ہمارا طریقہ منسوب ہے۔ صدیق جن کا وقار بہت تھا۔
۴۔ جب تاریخ پاکیزہ ہو گئی میں نے کہا تاریخ نکال لو عبد اللہ نے نبی خیر کی زیارت کی۔

آپ نے گیارہ سال اور دو ماہ کی عمر میں جو جواب تاریخی ماوۃ نکالا ہے اور پھر جن پاکیزہ اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے، یقیناً آپ کی غیر معمولی ذہانت اور صلاحیت پر دال ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے ۱۲۸۴ھ میں "انساب الطاہرین" تالیف کی ہے۔ انھوں نے آپ کی فوق العادہ صلاحیتوں کو دیکھ کر تحریر فرمایا ہے۔ "الحمد للہ کہ اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔"

تحصیل علم اور آپ کے اساتذہ | آپ نے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی کتابیں مندرجہ ذیل حضرات سے پڑھی ہیں :-

(۱) حافظ عبد اللہ الضریر (۲) قطب مکہ سید احمد دہان (۳) شیخ الاسلام سید احمد دحلان مفتی شافعیہ (۴) مولانا رحمت اللہ کیرانوی مؤسس مدرسہ صولتیہ (۵) سرشار بادۂ عشق نبوی (۶) مولانا حبیب الرحمن رد لوی (۷) عم اصغر حضرت شاہ محمد منظر (۸) عم پدر پزر گوار حضرت شاہ عبدالغنی محدث دارالہجرۃ۔ رسالہ سیر الکاملین میں مولانا محمد نواب کا اسم گرامی آپ کے اساتذہ میں لکھا ہے۔ مولانا محمد نواب آپ کے جد امجد کے شاگرد اور مرید تھے۔ اور مدت تک ساتھ رہے ہیں۔ ممکن ہے مدینہ منورہ کے دوران قیام میں آپ نے خورد سالی میں ان سے کچھ پڑھا ہو۔ لیکن آپ نے اپنے اساتذہ کرام میں کبھی اُن کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ بعض افراد نے مولانا عبدالحق آبادی مہاجر کی کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ درست نہیں ہے۔ مولانا عبدالحق سے آپ نے کچھ نہیں پڑھا ہے۔

مع الخنار بکسر النون وضمها الاصل والحسب۔ والمخدوم هو جده۔

اس عاجز کو تفصیل کے ساتھ نہ معلوم ہو سکا کہ آپ نے کونسا فن کس سے پڑھا آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ احیاء العلوم اور الطريقة المحمدیہ شیخ الاسلام سید احمد دحلان سے پڑھی ہے اور ابن عجب کی شافیہ کے آخر میں آپ نے لکھا ہے: تَقَرَّ هَذَا الْكِتَابَ وَقَرَأْتَهُ عَلَى الْحَافِظِ عَبْدِ الضَّرِيرِ يَوْمَ الْارْبَعَاءِ السَّادِسِ وَالْعَشْرِينَ مِنْ شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ الْحَرَامِ سَنَةِ الْفِ وَمَاتَيْنِ وَخَمْسٍ وَثَمَانِينَ مِنْ هِجْرَةِ نَبِيِّ الْكَوْنَيْنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا الْفَقِيرُ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ الْأَكْبَرِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْخَيْرِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْمَجْدِيِّ نَسَبًا وَالنَّقْشَبَنْدِيُّ طَرِيقَةً وَالْحَنْفِيُّ مَذْهَبًا عَفَى اللَّهُ عَنْهُمَا وَغُفِرَ لهما - یعنی عبداللہ الضریر سے ۲۶ ذی القعدہ ۱۲۸۵ھ بدھ کے دن یہ کتاب ختم کی۔ اور آپ نے ابن سعد کی مختصر پر تحریر فرمایا ہے: کان ابتداء قرائتی لمختصر السعد علی العلامة ادیب الزمان سیدی حبیب الرحمن الکاظمی جزاء اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء وادام لہ الافاضۃ والبقاء یوم الاثنين عاشر شوال واختتامہ یوم الخميس الخامس والعشرين من ذی القعدہ سنۃ الف وماتین وخمس وتسعین۔ وانا المرتقی شفاعۃ خیر البشر ابو الخیر عبد اللہ بن عمر خادم السادۃ النقشبندیۃ ومقلد الأئمة الحنفیۃ الحقما اللہ لسلفہما الکرام۔ آمین: یعنی میں نے مختصر المعانی پر دن شوال کو مولانا سید حبیب الرحمن سے شروع کی۔ اور جمعرات ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۹۵ھ میں ختم کی یعنی پینتالیس دن میں آپ نے یہ کتاب پڑھی۔ اور آپ نے حضرت شاہ عبدالغنی سے مدینہ منورہ میں جامع ترمذی پڑھی۔ حضرت نے آپ کو یہ سند لکھ کر مہر لگا کر عنایت فرمائی۔

حضرت شاہ عبدالغنی کی سند بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلًا وَآخِرًا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ وَآلِهِ دَائِمًا وَسَرْمَدًا - أَمَا بَعْدُ فَقَدْ

قَرَأْتُ عَلَى الْوَلَدِ الْأَعَزِّ أَبُو الْخَيْرِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو الصَّيِّحِ لِلْأَمَامِ أَبِي عَيْسَى مُحَمَّدَ بْنَ سُوْرَةَ التِّرْمِذِيِّ مِنَ الْأَوَّلِ إِلَى الْآخِرِ إِلَّا مَنَافَاتٍ مِنْهُ نَبَذْتُ مِنَ الْكِتَابِ وَأَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى لَهُ الصَّوَابَ وَأَنْ يُوَفِّقَهُ لِمَا يَحِبُّ وَيَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّيَّةِ وَالْهَدْيِ وَأَجْزَلَ لَهُ بِمَا يَجُوزُ الرِّوَايَةُ عَنْهُ عَلَى الْعُمَمِ وَأَوْصِيَهُ بِالْوَرَعِ وَالتَّقْوَى وَاجْتَنَابِ أَهْلِ الْهَوَى وَاللَّهُ وَلِي التَّوْفِيقِ -

واللہ الغنی

وانتم الفقراء

کتبہ الملتبی الی حریم النبی عبد الغنی بن ابی سعید ساجد ساجد ساجد بلطفہ الخفی سلمہ

اولاً اور آخراً خدا کی تعریف۔ بر خور دار عزیز ابو الخیر عبداللہ بن عمر نے مجھ سے ترمذی شریف اول

سے آخر تک پڑھی۔ کچھ تھوڑی سی بچک میں چھوٹ گئی۔ خدا سے اس کی درستی کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ اس کو ان باتوں کی توفیق دے جو اس کو پسند ہیں۔ اور میں اس کو اعزازت دیتا ہوں اور تقویٰ سے اور ہر بیزگاری کی وصیت کرتا ہوں۔

آپ نے حدیث شریف کی باقی کتابیں اور تفسیر وفقہ و اصول وفقہ و نحو و صرف و منطق و فلسفہ کی کتابیں کس سے پڑھیں تفصیل کے ساتھ اس کا علم عاجز کو نہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ آپ نے بیشتر علوم و فنون کی کتابیں مولانا حبیب الرحمن سے پڑھی ہیں اور ان ہی سے آپ نے شاطبیہ وغیرہ کا درس تحقیق و تدقیق کے ساتھ لیا ہے۔ آپ نے مختصر ابن سعد پر جو عبارت لکھی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ تک آپ کسب علوم فرماتے رہے۔ یعنی تیس سال کی عمر تک۔ ایک دن کو نزد میں آپ نے اس عاجز سے فرمایا: ہم جوان ہو گئے تھے اور دوستوں کے ساتھ تفریح کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب ہم تفریح کر کے گھر آئے تو تمہارے دادا حضرت نے ہم کو دیکھ کر فرمایا: میاں خدا کے فضل سے اب تم جوان ہو گئے ہو اپنے باپ دادا کا علم کب سیکھو گے؟ آپ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد سے ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور یہ صورت ہونے لگی کہ ہم اپنے وظیفہ میں مصروف رہتے اور تمہارے دادا حضرت کہیں تشریف لے جاتے اور لوگ آپ سے پوچھتے کہ صاحبزادے کہاں ہیں؟ تو آپ ان سے فرماتے کہ وہ اپنے کام میں مصروف ہیں۔

آپ کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ظاہر کی تکمیل میں علم باطن کے اشتغال سے کچھ تاخیر واقع ہوئی۔ انساب الظاہریہ ۱۲۸۳ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی اور کافہ پڑھتے تھے اور ۱۲۸۵ھ میں آپ نے شافعیہ پڑھی ہے۔ اگر آپ صرف علم ظاہر میں اشتغال فرماتے تو اٹھارہ سال کی عمر میں علم ظاہر سے بہ وجہ اتم فارغ ہو جاتے۔

سفر دیار حبیب | مہینہ، محرم ۱۲۹۵ھ میں آپ کے حضرت والد کے چچا اور آپ کے نہایت مشفق و مہربان استاد حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کی وفات

مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس سلسلہ میں آپ ماہ مبارک ربیع الاول میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ چار پانچ مہینے آپ بہ فراغ خاطر اس دیار مقدسہ میں رہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے حضرت شاہ محمد معصوم کے گھر میں قیام کیا۔ اگرچہ وہ قورامپور میں تھے لیکن ان کے بہن بہنوئی وہاں تھے آپ کے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد منظر اصرار کر کے آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ کچھ دن آپ نے وہاں قیام کیا

چونکہ وہاں کے قیام میں آپ کو کچھ تکلف کرنا پڑتا تھا اس لئے آپ بھائی صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ساری کیفیت حضرت والد ماجد کو لکھ دی۔ آپ کے حضرت والد نے ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۲۹۹ھ میں ایک مفصل خط فارسی میں اپنے برادر زادہ کو راہپور لکھا۔ اس خط کے کچھ حصہ پہلے نقل کئے جا چکے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے: ”پرسوں شیخ ابوالخیر کا خط مدینہ طیبہ سے اور تمہارا خط مع ہنڈی کے بلا۔ فحمدُ اللہ سبحانہ علی صحتکما و سلامتکما واستقامتکما علی الطریقتہ المرضیۃ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ عزمِ اکرم اصرار کر کے مجھ کو اپنے گھر لے گئے۔ چونکہ میری طبیعت آزاد ہے اور وہاں قیودات ہیں اس لئے میں پھر بھائی صاحب کے گھر آگیا۔ بی بی عائشہ اور ان کے خاوند نہایت خدمت گزاری و مسافر پروری کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے (بی بی عائشہ اور ان کے خاوند نے) اپنا گھر چھوڑ کر اسی مکان میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ جزاھا اللہ سبحانہ“

فتوحات باطنی | اس مبارک سفر میں باطنی فتوحات عظیم آپ کو حاصل ہوئیں۔ آپ منہج شریف نبوی میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ کے چچا حضرت شاہ محمد منظر اس وقت روضہ مطہرہ پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ ان سے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ہماری طرف سے اپنے بھتیجے کو چادر اڑھاؤ اور ان سے کہو کہ ہندوستان جائیں چنانچہ حضرت شاہ محمد منظر آپ کے پاس آئے اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر اپنی چادر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور کہا کہ یہ چادر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ڈال رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان جاؤ۔“

نفیس کتابوں کا خریدنا | حجاز مقدس میں جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی اشیائے منقولہ فروخت کر دی جاتی ہیں اور ورثہ پر قیمت تقسیم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کا سامان منقولہ فروخت ہوا۔ آپ نے ان کے سامان میں سے تیرہ نفیس کتابیں خریدیں اور کسی کتاب کے ابتدا میں سادہ ورق پر یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

اَشْتَرَيْتُ مِنْ تَرْكَةِ سَيِّدِي وَاسْتَادِي مَوْجِ الْفَرَايَةِ الْغَرَاءِ الْمَحْمُودِيَّةِ، مُنَوَّرِ الطَّرِيقَةِ
الْبَيْضَاءِ الْأَمْعَدِيَّةِ نَاصِرِ أَهْلِ سُنَّةٍ مُحَدِّثِ دَارِ الْحَجَرَةِ، بَقِيَّةِ السَّلَفِ حُجَّةِ الْخَلْفِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْغَنِيِّ
الْمَجْدِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، صَيِّحِ الْأُمَامِ مُسْلِمٍ مَعَ شَرْحِ الْأُمَامِ النَّوَوِيِّ وَالْخَصَائِصِ الْحَكِيمِيِّ
لِلْبُيُوتِيِّ وَالِدِ الشَّيْخِ الْإِسْلَامِيِّ وَالْمِيزَانِ لِلشَّيْخِ الْفُجَرَانِيِّ وَالنَّصِيفِ الثَّانِي مِنْ حَضَرَاتِ الْقُدْسِ

للشیخ عبداللہ بن السہروردی ومقامات العروة الوثقی الامام محمد معصوم رضی اللہ عنہ للشیخ
صفیر احمد العریضی والمجموعۃ الثریفة فی المعارف والرسالة الشهيرة بالحسامی فی اصول الفقه
والمجموعتین البیہیتین من رسائل محدث الهند الشیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ
وشرح الشاطبۃ بالفارسی وکلیات المعارف السامی سیدی عبد الرحمن الجمالی رحمہ اللہ
وبیان الاشعار الفارسیة بخط ظریف۔

آپ کا علمی پایہ سیر الکاملین کے مؤلف نے درست لکھا ہے۔ ”در جمیع علوم استعداد خوب
حاصل کروا دیا۔ آپ صحیح بخاری صحیح مسلم اور شاطبیہ کا درس جس تحقیق سے

دیا کرتے تھے اور جس دقت نظر سے آپ نے قرآن مجید کے ازاوّل تا آخر اوقاف لکھے ہیں اور تمام حسن
وکافی پر جائز کا اضافہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ اس عاجز
نے بارہا دیکھا کہ آپ ایک مختصر بات فرما دیا کرتے تھے اور بڑے بڑے علماء کا اشکال رفع ہو جاتا
تھا۔ مولانا مفتی منظر اللہ امام جامع فقیہ پوری آپ کے پاس مولانا شاہ رکن الدین الوری کا رسالہ ”توضیح
العقائد“ لائے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ اس پر تقریظ لکھ دیں۔ اس وقت مولانا سیف الرحمن
صدر مدرس مدرسہ عالیہ فقیہ پوری اور دو تین علماء اور بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے وہ رسالہ کھولا۔ اتفاق
سے ”میزان“ کا بیان آپ کے سامنے آیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ دنیوی اور اخروی ترازو میں فرق
ہے۔ دنیوی ترازو کا بھاری پلہ نیچے رہتا ہے اور ہلکا پلہ اوپر اٹھتا ہے۔ اور اخروی ترازو کا
بھاری پلہ اٹھارہ ہے گا اور ہلکا پلہ نیچے رہے گا۔ آپ نے مفتی صاحب کو یہ مضمون سنا کر فرمایا۔
”اس کی کیا دلیل ہے؟“ مفتی صاحب خاموش رہے۔ آپ نے پھر فرمایا: ”مولوی منظر، تم او
مولوی سیف الرحمن ہم کو یہ رسالہ از اوّل تا آخر سناؤ، پھر ہم تقریظ لکھ دیں گے۔“ جب دو دن
صاحبان آپ سے رخصت لے کر روانہ ہوئے تو مولانا سیف الرحمن نے مفتی صاحب سے کہا۔
حضرت صاحب کے علم باطن کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہ تو تم سمجھو یا مولوی رکن الدین حسنا
سمجھیں البتہ ظاہر کے متعلق میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ کا علم نہایت وسیع اور
متین ہے۔ ان کے سامنے اس رسالہ کا پڑھنا اور ان کے استفسارات کا جواب دینا کوئی معمولی
بات نہیں ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ان سے تقریظ لکھوانے کے خیال کو دل سے نکال دو۔

یہ تفصیل جناب مفتی صاحب نے ۱۳۸۵ھ میں اس عاجز سے بیان کی۔ ”رسالہ توضیح العقائد“
کی دوسری تیسری اشاعت میں یہ بیان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اور اگر آپ کے پاس قلمی نسخہ لایا گیا تھا تو طباعت کے وقت اس حقہ کو نکال دیا گیا ہے۔

الاکلیل کا ذکر | آپ کی محققانہ روش کا اندازہ آپ کی اس بات سے بخوبی ہوتا ہے جو آپ نے ایک دن حلقہ میں فرمائی۔ استاذی جناب مولانا مولوی محمد عمر

صاحب گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے اس وقت موجود تھے اور انھوں نے اس عاجز سے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے مولانا عبدالحق مہاجر کی کا ذکر فرمایا کہ وہ "الاکلیل علی مدارک التنزیل" کی تالیف میں مصروف تھے۔ ہم نے ان سے ایک دن کہا۔ مولوی صاحب! آپ دوسری تفاسیر سے علماء کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، آپ اپنی تحقیق بیان نہیں کرتے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق بھی لکھا کریں۔ جو شخص محقق و مدقق ہوتا ہے وہ رطب و یابس کے جمع کرنے سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ تحقیق کا طلبگار ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ مولف نے جو کتاب لکھی ہے اس میں کیا تحقیق کی ہے۔ یحییٰ بن کے ملائید عبد القدوس آپ کے مخلصین میں سے تھے۔ وہ کوئٹہ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ سے تفسیر رُوح البیان کی کوئی جلد لے کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: روح المعانی تفسیر راست۔ شاہراہ مطالعہ روح المعانی نہ می کنید یعنی ہم کو روح المعانی پسند ہے۔ ہم اس کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔

مولانا سید حبیب الرحمن | استاذہ کرام میں آپ کو مولانا حبیب الرحمن سے خصوصی تعلق دارتباط تھا اور ان کو بھی آپ سے خصوصی نگاہ تھا۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ دونوں حضرات کی طبیعت میں تحقیق و تدقیق کا ذوق بدرجہا قائم تھا۔ دونوں کا مشرب ایک تھا، دونوں عشق نبوی سے سرشار تھے۔ ایسے پاکیزہ نفوس یقیناً نازک مزاج و مستغنی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ دونوں حضرات نازک مزاج اور مستغنی واقع ہوئے تھے۔ ایسے حضرات کی نازک مزاجی نا اہلوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اگر ان کو کوئی اہل ملتا ہے تو وہ سراسر مؤدت و مرحمت ہوا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے مولانا غلام امام شہید کی غزل پر غم کہا ہے۔ حضرت سیدی الوالد احیانا اس کے تین بند نہایت ذوق و شوق و نیاز مندی سے پڑھا کرتے تھے۔ وہ تین بند یہ ہیں:-

مردم نہ تھے کوچہ جاناں میں گزر سے
حاضر در دولت پہ ہوا کرتے تھے سر سے
خونابہ نشاں رہتے ہیں اب بیدہ تر سے
قسمت پہ دکھائی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں اُن کو جو دیکھ آئے مدینہ

اللہ سے بندوں کو بلا دیتے ہیں اب تک زنجیر درِ عرشِ بلا دیتے ہیں اب تک
جب چاہیں مئے وصل پلا دیتے ہیں اب تک سومرہ صد سالِ جلا دیتے ہیں اب تک
اک آن میں دربانِ مسلمانے مدینہ

إِنِّي لَتَحِيْبٌ وَأَرَى الشَّوْقَ شَدِيدًا مَنْ يَذْنُ مِنَ الْحُبِّ يَرَى الصَّبْرَ كَعَيْنًا
لَمْسَكَةٌ بَلَّ أَطْلُبُ فِي الْوَصْلِ مَزِيدًا اب خواب سے تسکین نہیں ہوتی ہے شہیدا
بیداری میں مولیٰ مجھے دکھلاتے مدینہ

جب بھی حضرت مولانا کو دیارِ محبوب کی یاد ساقی تھی وہ دیوانہ وار مکر مر سے مدینہ منورہ
روانہ ہو جاتے تھے۔ نہ وہ کسی رفیق کا انتظار کرتے تھے اور نہ کسی قافلہ کو دیکھتے تھے۔ وہ ہوتے
تھے اور مبارک بیابانِ حجاز۔

دشتِ یثرب میں ترے ناؤ کے پیچھے پیچھے دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے
اس دوران میں حضرت سیدی الوالد آپ کی خدمت میں عرض
حضرت مولانا کے دو خط ارسال کرتے تھے اور آپ جواب تحریر فرماتے تھے۔ آپ کے
دو خطوط درج ذیل ہیں :-

(۱) اَلِی الْجَنَابِ الْمَكْرَمِ الْعَزِيزِ سَيِّدِي الشَّيْخِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْخَيْرِ. سَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَبَعْدَ السَّلَامِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَأَوَّلًا، السُّؤْلُ عَنْكُمْ وَعَنْ عَزِيزِ خَاطِرِكُمْ، وَثَانِيًا، أَنْ مَا لَقِيتُمْ عَنِ الْعَبْدِ الضَّعِيفِ
فَلَهُ الْحَمْدُ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَقَدْ وَصَلَ إِلَيْنَا مِنْكُمْ كِتَابٌ مَبْنِيٌّ عَنْ صِحَّتِكُمْ وَسَلَامَتِكُمْ فَحَمْدُ اللَّهِ
سُبْحَانَهُ عَلَى ذَلِكَ. جَزَيْتُمْ عَنَّا خَيْرًا. وَالْفَقِيرُ بِنَفْسِي كُنْتُ مُقْصِرًا فِي أَرْسَالِ الْكِتَابِ إِلَيْكُمْ ظَنًّا
بِمَنْ هُنَا تَكُونُوا مُشْغُولِينَ فِي الْعِيدِ وَالْمَشْغُولُ لَا يَشْغُلُ، وَالَّذِي ضَمَنْتُمُوهُ كِتَابِكُمْ الْعَزِيزُ بَعْضُ كَلِمَاتٍ
نَاشِئَةٍ عَنْ حَسَنِ اخْلَاقِكُمْ وَفَرَطِ عَنَانِيَتِكُمْ فَكُلُّ ذَلِكَ عَلَى لِسَانِي وَمَا هُوَ إِلَّا حِكَايَةُ عَمَائِرِ قَوْمِي بِنَافِي ۝

ماخوذ مقصریم و تو در بندِ اعتذار ایں نیز از خصائصِ لطفتِ بعید نیست
(۲) ہم خود کوتاہی کرنے والے ہیں اور آپ کو معذرت کی فکر ہے۔ یہ بھی آپ کے اخلاق سے دور نہیں ہے
کُتِبَتْ هَذِهِ الْأَسْطُرُ فِي كَمَالِ الْعَجَلَةِ فَلَا تَأْخُذْ وَأَعْلَى مَا نَسِيتُ فِيهِ وَاقْتَصَرْتُ عَلَى قَدَرٍ مَا لَا يَدْرِي
وَالْمُسَامَحَةُ مِنْ شَأْنِ الْكِرَامِ وَالسَّلَامُ وَسَلَامُوا لَنَا عَلَى حَضْرَةِ الْوَالِدِ الْمَاجِدِ وَكُلِّ مَنْ يَسْأَلُ عَنَّا.

(۲) مِنْ حَبِيبِ الْكُتَيْبِ إِلَى حَضْرَةِ الْجَنَابِ الْمَكْرَمِ الْعَزِيزِ الْمُحْتَرَمِ الشَّيْخِ ابْنِ الْخَيْرِ عَبْدِ اللَّهِ
سَلَّمَ اللَّهُ وَابْقَاهُ. السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَبَعْدَ فَا فِي أَحْمَدَ إِلَيْكُمْ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاصْلَى وَاسْلَمَ عَلَى

حبیب المصطفیٰ ونبیہ المرتضیٰ وعلی الہ وصحبہ وقد قرت العین بموافاة کتاب منکم بعد کتابین۔
جزاکم اللہ خیرا۔ المامول من عنایتکم ان لا تنسوننا من صالح دعائکم ولا تخرجونا من خاطرکم
ومرادى اتوجه الیکم بعد الجمعة ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صلوا لنا علی حضرة الوالد الماجد وسائر
من یسأل عنا والسلام علیکم۔

سَطَرَاتُ قَبْلِي أَحَادِيثُ الْهَوَىٰ وَهَيْسَلٌ مِنْ حَدِيثِي يَخْتَمُ
میں نے پہلے عشق کی باتیں لکھیں۔ اب میری بات کے مشک سے اس پر مہر لگا دی گئی ہے۔
ان دو خطوں میں اس تعلق اور ارتباط کا پورا پورا پتہ چل رہا ہے جو آپ میں اور سیدی الوالد میں تھا۔
ایسے خطوط کا ترجمہ کوئی کیا کرے۔ وہ نسبت اور جذبہ مودت جو کہ ان الفاظ میں ہے مترجم کے الفاظ
میں کب سما سکتے ہیں اور ان کی حلاوت اور چاشنی کا بیان کیا ہو سکتا ہے۔
گر مصور صورت آں دلربا خواہد کشید حیرتے دارم کنائش را چہاں خواہد کشید
لہذا یہ عاجزان کا مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔

(۱) عزیز مکرم سیدی جناب شیخ عبد اللہ ابوالخیر، سلم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
پرسش احوال کے جواب میں نگارش ہے کہ بخیریت ہوں اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ آپ
کی صحت و سلامتی کا حال معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے
خیر مرحمت فرمائے۔ اس فقر کی جانب سے خط لکھنے میں اس خیال کے زیر اثر تاخیر ہوئی کہ آپ عید سعید
کی سرتوں میں مشغول ہوں گے اور مشغول کی مشغولیت میں مغل ہونا مناسب نہیں۔
آپ نے اپنے عنایت نامہ میں ازراہ عنایت جو الفاظ میرے متعلق لکھے ہیں وہ آپ کے عمدہ
اخلاق کے آئینہ دار ہیں اور گویا کہ وہ میری زبان سے آپ کے محاسن اخلاق کے بارے میں ادا
ہوئے ہیں یا آپ کے قلم نے میری تحریر کی ترجمانی کر دی ہے۔
قصود دار تو ہم خود ہیں لیکن عذر خواہی آپ کر رہے ہیں۔ یہ بات بھی تو آپ کے خصوصی
لطف و عنایت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ چند سطریں انتہائی عجلت میں لکھی ہیں۔ اگر کوئی بھول ہوئی ہے یا لکھنے میں کچھ کوتاہی ہوئی
ہے تو اس سے صرف نظر کریں کہ کریموں کی شان اور طریقہ یہی ہے۔

حضرت والد ماجد اور پڑسان حال کی خدمت میں میری جانب سے سلام پہنچا دیجئے۔
(۲) از حبیب خستہ دل بر حضرت جناب مکرم عزیز محترم شیخ ابوالخیر عبد اللہ۔ سلام مسنون۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ خدائے وحدہ لا شریک کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد نگارش ہے کہ آپ کا مکتوب جو میرے دو عطلوں کے بعد ملا، باصرہ نواز ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ امید ہے اپنی نیک دعاؤں میں مجھے فراموش نہ کریں گے اور خاطر خاطر سے دُور نہ فرمائیں گے۔ جمعہ کے بعد ان شاد اللہ آپ کی طرف آنے کا قصد ہے (مکہ مکرمہ کا) اپنے حضرت والد ماجد اور پُرساں حال کو میرا سلام پہنچا دیں (شعر) میرے خط کی ابتدا عشق و محبت سے ہوئی اور اب اختتام بھی محبت اور خلوص پر ہو رہی ہے۔

ذوق سخن

جب سے آپ نے آنکھ کھولی اپنے حضرت والد قدس سرہ کو شعر و شاعری کی طرف متوجہ پایا۔ پھر آپ کو استاد ملے تو مولانا حبیب الرحمن جیسے یگانہ روزگار مشفق و مہربان استاد ملے، جن کی جامعیت مسلم تھی۔ قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، علوم، بلاغت، ادب، نحو، صرف اور تصوف میں کامل دستگاہ تھی اور شاعری میں بھی عجب کمال حاصل تھا۔ ان سب کمالات ظاہری کے ساتھ صفائے باطن اور عشقِ نبوی میں مشہور تھے۔ آپ ان کا کلام سنتے تھے۔ ذہن کی تیزی اور فکر کی بلند پروازی خدا کے فضل و کرم سے بہ وجہ اتم موجود تھی۔ اب جو آپ نے اپنے گھر میں اور پھر مدرسہ میں شعر و شاعری کا چرچا دیکھا تو اس کی طرف بھی متوجہ ہو گئے اور خورد سالی میں اپنے جوہر دکھا کر اپنے خاندان کے اکابر کو اپنا گردیدہ بنالیا۔ گیارہ سال کی عمر میں جو تاریخ مدینہ منورہ کے سفر کی آپ نے نکالی ہے اور عربی میں جن معانی کا اظہار فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نو دس سال کی عمر سے آپ اس طرف متوجہ ہو گئے تھے اور یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ یکم صفر ۱۲۹۳ھ تک جاری رہا یعنی بائیس سال کی عمر تک۔ کیونکہ پھر امور یقینیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے کونٹہ میں اس عاجز سے فرمایا تھا۔ جب ہم اس طرف مشغول ہو گئے تو ہم نے سب مشاغل چھوڑ دیئے۔

اپنے کلام کو ضائع کیا

آپ اپنا کلام کتابوں کے اول و آخر جلد سے متصل سادے ادراق پر لکھ لیا کرتے تھے۔ ۱۳۲۳ھ تک آپ کا سارا کلام محفوظ رہا۔ اس سال بابو عزیز الدین ساکن صدہ بازار میرٹھ، مکہ مکرمہ سے آپ کی کتابیں لائے۔ آپ نے شیخ غلام احمد ہانسوی، مولوی شمس الدین میرٹھی، منشی حسین علی دہلوی سے فرمایا کہ کتابوں کی فہرست بنائیں اور ترتیب سے ان کو رکھیں۔ اس موقع پر آپ ہر روز کئی گھنٹے اس کام میں صرف کرتے تھے منشی حسین علی ایک ایک مجلد آپ کو پیش کرتے تھے اور اس کے متعلق جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ

لکھ لیا کرتے تھے۔ منشی حسین علی نے اس عاجز سے کہا کہ بیشتر مجلدات پر آپ کا کلام درج تھا اور آپ اُن اوراق کو مجلد سے الگ کر کے ریزہ ریزہ کر دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے کلام کا بیشتر حصہ ضائع کر دیا۔ اس عاجز کو اتفاق سے آپ کی ایک بیاض مل گئی ہے۔ اس میں اردو کی اٹھاؤں کامل اور ایک غیر کامل غزل اور دو خمے اور ایک غزل فارسی کی ہے۔ آپ نے اپنے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی دو تاریخیں وفات کی فارسی میں کہی ہیں۔ یہ دو تاریخیں حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی سے اس عاجز کو ملی ہیں۔ جس وقت حضرت جد امجد کی وفات ہوئی تھی یہ رامپور میں موجود تھے اور انھوں نے حضرت کے وصال کی تمام تاریخیں جن کو یہ عاجز لکھ چکا ہے، لکھ لی تھیں۔ اور ان میں آپ کے فرمودہ دو قطعے بھی ہیں۔ فارسی کی ایک غزل تو مل گئی ہے لیکن عربی کا ایک شعر بھی اس وقت کا نہیں مل سکا ہے۔ بجز اس تاریخی قطعہ کے جو گیارہ سال کی عمر میں آپ نے لکھا تھا۔ دُورِ آخر کا کلام خواہ وہ عربی ہو یا فارسی یا اردو، از قسم مناجات و دُعا ہے۔ آپ نے اردو میں تین شجرے نظم کئے ہیں۔ ان میں سے دو کا قافیہ وفا۔ صفا اور درویش کے واسطے ہے۔ یہ سن بارہ سو تنانوے اور تیرہ سو میں نظم فرمائے ہیں۔ ایک مختصر ہے، دوسرا مطول۔ البتہ ان دونوں شجروں کا ایک ایک شعر بعد میں آپ نے بدلا ہے۔ اور تیسرا شجرہ وفات سے دو سال پہلے نظم فرمایا ہے۔ اس کا تتمہ اس عاجز نے لکھا ہے جو خیر البیان میں چھپ چکا ہے۔

اتفاق سے اوراق قدیمہ میں آپ کا ایک خط دستیاب ہوا ہے جو کہ آپ نے اپنے استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمن کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط کے ساتھ حضرت مولانا کا جواب بھی ہے۔ آپ کے خط اور حضرت مولانا کے جواب سے آپ کی شاعری پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ ماجرا ان کو نقل کرتا ہے۔

حضرت مولانا کی خدمت میں عریضہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از ابوالخیر عبداللہ احمدی

بہ خدمت شریف جناب مولوی صاحب
عمدۃ العلماء العظام و قدوة الفضلاء الکرام سیدی و مولائی حضرت شیخ حبیب الرحمن صاحب مدتیع الشہ
المسلمین بطول بقائکم آداب و تسلیم رازریۃ نامہ نگاری می نمایم و عرض ضروری بہ سمع شریف میرسانم
مدتیست کہ از احوال گرامی اطلاعی نہ دارم و بدین سبب از بس پریشان حال و بے قرارم۔ غالب
گویدہ

دعہ آنے کا وفاق کج ہے کیا اندھیر ہے تم نے کیوں سوچی ہے میرے گھر کی درانی مجھے
مکرر آنکھ عرصہ چند روز می گزر رہی کہ جناب ماموں اشرف علی صاحب از دہلی تشریف آورده اند۔

تو لکم۔ دن بدن جوش جنوں اور ترقی پر ہے۔ علی ما یظهر لی احسن وانسب لأن الباء لفظ فارسیہ وہی حرف والحرف مع الاسم بمنزلة كلمة واحدة فی وقوعهما بعد التركيب احد طرفی الكلام وعدمه قبل انضمام الاسم الی الحرف بخلاف الاسم فانه مستقل فتركبهما مع اللفظ الفارسی دون الہندی احسن۔ ولفظة "دُن" ہندیہ وکلمة "دُم" فارسیہ والسطر التالی۔ رنگ لایا ہے۔ عجب قید سلاسل قائل۔ یحتاج فیہ لفظ "لایا ہے" الی تذکیر لفظہ "قید" فما الشاهد فی ذلك۔ هذا وسلموا لنا علی الوالد الماجد وعلی کل من یسأل عنا و اقروا المکرم العزیز الشیخ اشرف علی جزیل السلام وقد تأملت کلامہ والنشادہ فوجدتہ کلاما حسنا و شعرا مستحسنا یدل علی مصاحبته لشعراء الہند ومجالسته للقصحاء والأدباء کمایرشد ذلك الی حسن اخلاقہ وتواضعہ وکل منکم مغتنم فی مثل هذا الزمن والسلام ختام۔

یعنی۔ جناب مکرم عزیز شیخ عبداللہ ابوالخیر سلام اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مجھ کو تمہارا خط ملا جس سے تمہاری صحت اور سلامتی معلوم ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اُن اشعار کو جو تم نے کہے ہیں میں نے دقیق نظر سے دیکھا اور پرکھا۔ میں نے ان کو نہ بد لنے کے قابل پایا اور نہ تمہارے استعمال کردہ الفاظ سے ایسا کوئی بہتر لفظ مجھ کو نظر آیا جو کہ ان کی جگہ لے سکے۔ البتہ میرے نزدیک تمہارے اس مصرع میں۔ دن بہ دن جوش جنوں اور ترقی پر ہے۔ دن بہ دن کی جگہ دم بہ دم کا استعمال زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ "فارسی لفظ ہے اور وہ حرف ہے اللہ اسم کے ساتھ جب حرف ملتا ہے تو وہ بمنزلہ ایک کلمہ کے ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال کلام کے کسی حصہ میں اسی طرح پر ہوتا ہے کہ وہ کسی اسم سے مل گیا ہو اور اگر وہ کسی اسم سے نہیں ملتا ہے تو اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ بہ خلاف اسم کے کہ وہ خود مستقل ہے۔ لہذا فارسی حرف "بہ" کا فارسی اسم کے ساتھ مرکب ہونا بہ نسبت ہندی اسم کے میرے نزدیک بہتر ہے۔ اور دوسرے مصرع میں جو کہ رنگ لایا ہے عجب قید سلاسل قائل۔ ہے۔ لفظ قید کو مذکر قرار دیتے ہوئے۔ تم نے۔ رنگ لایا ہے۔ کہا ہے اور یہ قابل توجہ ہے۔ قید کی تذکیر کا کیا ثبوت ہے۔ اپنے والد ماجد اور سب پرسان حال کو میرا سلام پہنچا دو۔ اور عزیز مکرم اشرف علی کو بھی میرا سلام پہنچے۔ میں نے اُن کے کلام اور اشعار کو تامل کر کے دیکھا۔ عمدہ اور اچھا پایا۔ معلوم ہوتا ہے ان کو ہندوستان کے شعراء کی صحبت اور وہاں کے اُدبا اور فصحا کی مجالست ملی ہے اور اُن کے اچھے اخلاق اور تواضع کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اب موجودہ زمانہ میں تم میں سے ہر ایک مغتنم ہے۔ والسلام ختام۔

حضرت مولانا نے اپنے اس خط کے ساتھ ایک دوسرا پرچہ بھی آپ کو اسی دن لکھا ہے اور اس میں تاریخ شنبہ ۳۴ رذی القعدہ تحریر ہے۔ اس پرچہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حاضرین جلسہ میں سے بعض افراد نے تمہاری غزل مجھ سے طلب کی۔ لیکن میں نے معذوری ظاہر کی۔ اور میں نے اُن سے کہا۔ تم صبر کرو تا آنکہ صاحب غزل اپنی غزل تمہارے واسطے ارسال کریں۔ اب اگر تم چاہو تو ایک نقل مجھ کو ارسال کر دو۔ والسلام۔

اپنے مسئلہ میں یہ غزل مولوی صاحب کو ارسال کی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی جو اس وقت ۷۷ سال کے تھے۔
متانت اور نچستی آپ کے فارسی خط میں ہے اور جو زور اور خوبی آپ کی اردو غزل میں ہے تجرُّ کا مقام ہے۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللهِ يَوْمَئِذٍ مِنْ يَشَاءُ۔

عہد طفلی کے بیان میں یہ عاجز "سیر الکاملین" کی عبارت نقل کر چکا ہے۔ اس میں یہ عبارت ہے۔ "در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند۔ بسیار ذہین و طباع۔ شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند" یعنی تمام علوم میں اچھی استعداد حاصل کی ہے۔ نہایت ذہین و طباع ہیں۔ عربی و فارسی و ہندی اشعار خوب کہتے ہیں۔ یعنی ان تینوں زبانوں میں آپ اشعار کہا کرتے تھے جو مقبول خواطر ہوتے تھے۔

آپ کے ابن عم اکبر حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ نے ذکر السعیدین میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ "ان کے والد ماجد نے بہ عمر چار سالگی ان کو بہ حضور حضرت جدِ امجد لا کر عرض کیا کہ اس فرزند کو بیعت سے مشرف فرمائیے۔ آپ نے الفاظ بیعت ان کو پڑھائے۔ حفظ قرآن شریف کر کے تحصیل علوم مرقومہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مولوی سید حبیب الرحمن صاحب مہاجر و سید احمد دہان کی دغیرہ سے کئے۔ استعداد علوم ظاہری میں خوب حاصل ہے۔ فطین و ذہین ہیں طبیعت موزوں ہے شعر خوب کہتے ہیں اور سلوک طریقہ آبار کلام اپنے والد ماجد سے ملے کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔ بعد ان کے انتقال کے ان کے قائم مقام ہوئے۔ مستفیدین توجہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت کرے۔ مانند آبار و اجداد ظاہر و باطن میں کامل و مکمل فرمائے۔ آمین۔
خورد سالی سے جب آپ کے اکابر نے (کیا اہل خاندان اور کیا اساتذہ) آپ کی فطانت عقل اور قوت اخذ کو دیکھا۔ آپ کے گردیدہ ہوئے۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست تاز بخشد خدائے بخشندہ
ایہ سعادت قوت سے حاصل نہیں کی جاسکتی ہے جب تک عطا کرنا الاقدار عطا نہ کرے

حاجی دوست محمد کا خط جناب حاجی دوست محمد صاحب کی وفات (دوشنبہ ۲۲ شوال ۱۲۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے نام جو خط تحریر فرمایا ہے اس کی ابتدا اس طرح پر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد بہ خدمت با عظمت حضرت ولایت منزلت قدوة السالکین زبدة العارفين عمدة الواصلین قبلۃ المتحقین وارث الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا نیکو سیر حضرت مولوی محمد عمر قدس سرہ العزیز و جناب صاحبزادہ سعادت و سادہ حضرت مولوی عبداللہ ابوالخیر صاحب او صلوات اللہ تعالیٰ الیٰ مراتب آباءہ الکرام۔ آپ چھوٹی عمر سے اپنے حضرت والد کے خط میں حضرات اعظام وغیرہما کو خط لکھا کرتے تھے اور وہ حضرات بھی آپ کو جواب تحریر کرتے تھے۔ غالباً یہی صورت حضرت حاجی صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ اور انھوں نے جواب لکھا ہے۔

شاہ عبدالرشید کا خط آپ کے عم اکبر حضرت شاہ عبدالرشید کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو آپ نے اسی طرح ان کو تعزیت کا خط تحریر فرمایا۔ انھوں نے جواب اس طرح لکھا ہے کہ پہلے حصہ میں آپ کے والد کے نام خط ہے اور پھر آپ کے نام یہ خط ہے۔

بر خوردار نور چشم حافظ ابوالخیر اطال اللہ عمرہ۔ بعد دعوات و دیدہ بوسی معلوم نمایند کہ خط تعزیت رسید و حال رنج دالم معلوم گردید۔ صبر نمایند و بہ دعا و مغفرت یاد آورده باشند کہ ہمیں حق مردگان بر زندگان ہست و در تحصیل علوم ظاہری و باطنی سعی یلیغ دارند۔ اللہ تعالیٰ بہ منتہا مرام برساند و جمیع عزیزان خور و کلاں ما و جب می رسانند۔ تحریر تاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ مقام مدینہ منورہ۔

کسب سلوک آپ چار سال کے ہوئے تھے کہ حضرت جد بزرگوار نے حرم نبوی میں مواجہہ شریفہ میں آپ کو سلسلہ مبارکہ طیبہ سے وابستہ کر دیا اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے گلے میں حلقہ عبدیت ڈال دیا تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ اپنے حسب حال بڑے ذوق سے یہ شعر اچانا پڑھا کرتے تھے۔

حلقہ در گردنم انگسندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

(دوست نے میری گردن میں پانسہ ڈال دیا ہے وہ جہاں چاہتا ہے مجھے لیجاتا ہے)

رسالہ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشیدہ کے صفحہ ۶۴ پر اس عاجز نے لکھا ہے: خاتمہ علم و فضل میں آپ کی آنکھ کھل۔ دایہ شریعت نے آپ کی پرورش کی۔ پستانِ طریقت سے آپ کی تربیت ہوئی۔ اور پستانِ معرفت میں معلمِ فطرت نے اسرار و حقائق کے خیابانوں سے گزار کر مالا عینِ رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر کے مقامِ اعلیٰ سے آپ کو مشرف فرمایا۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ خَيْرَ مُعَلِّمٍ عَلَّمْتَ بِالْقَلَمِ الْقُرُونِ الْأُولَى

أَخْرَجْتَ هَذَا الْعَقْلَ مِنْ ظُلُمَاتِهِ وَهَدَيْتَهُ النُّورَ الْمُبِينِ سَبِيلًا

(اے بہترین معلم تیری ذات پاک ہے۔ تو نے قلم کے ذریعہ پہلے لوگوں کو تعلیم دی۔

اس عقل کو تو نے اندھیریوں سے نکالا۔ اور نورِ مبین کے راستہ کی ہدایت کی۔)

فَسَمِعَ مَا سَمِعَ وَرَأَى مَا رَأَى وَحَفِظَ مَا حَفِظَ وَوَعَى مَا وَعَى - وَكَانَ صَدْرُهُ الشَّرِيفُ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ - رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ فِي كُلِّ حِينٍ وَآيِنٌ

جن پاکیزہ نفوس کی گودیوں میں آپ نے پرورش پائی ہے اور جن کی مبارک صحبتوں میں آپ کی نشوونما ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی لوحِ قلب اور راحتِ سینہ بالکل پاک و صاف ہو گئی تھی۔ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ الْأَوَّلَانِ فِي الْجَسَدِ مُضْفَعَةٌ إِذَا صَلَّيْتَ صَلَّحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا قَسَدَتْ قَسَدَ الْجَسَدِ كُلُّهُ الْأَوَّلَانِ الْقَلْبُ - (آگاہ جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب اس میں فساد آتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ آگاہ وہ قلب ہے) اور آپ کا معاملہ باطن یَکَادُ زَيْتُهُا يُغْنِي وَلَوْلَا تَمَسُّهُ نَارٌ كَامِصَاتُ بَنَاهَا تَحْتَا - اب ضرورتِ اشتعال کی تھی۔ کارِ باطن کی طرف آپ متوجہ کب ہوئے۔ اس سلسلہ میں حکیم فرید احمد عباسی امر دہوی رحمہ اللہ نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا، لکھو۔ اور پھر آپ نے درج ذیل بیان لکھوایا۔ آپ کا بیان فارسی میں ہے۔ یہ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

آپ کی ایک تحریر | یومِ جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۳ھ کو حضرت ایشاں (حضرت والد) کے حضور سے مشرف ہوا۔ آپ نے مراقبہٴ احدیت اور لطیفہٴ قلب و لطیفہٴ نفس سے اہم ذات کا ذکر شریف دو دو ہزار اور باقی لطائف سے (روح۔ سر۔ خفی۔ خفی) لکھوایا۔

ایک ایک ہزار اور نفی اثبات گیارہ سو مرتبہ۔ اور دو ساعت انتظار فیض اور دو رکعت اشراق اور دو رکعت اول نہار میں استخارہ کے اور چار رکعت چاشت کی عبادت کی ہدایت فرمائی۔ اور صبح و شام سورہ یاسین پڑھنے کی وصیت کی۔ اور ان امور کی تاکید فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ کام کے دن یہی ہیں۔ جو شے بھی اس کام سے مانع ہو وہ لہو و لعب میں داخل ہے۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است جز ستر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوے لوح دل از یاد غیر حق علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است
(دوست کی یاد کے علاوہ توجہ کچھ کرے عمر کی بربادی ہے عشق کے راز کے علاوہ توجہ پڑھے خرابی ہے۔
اے سعدی دل کی تختی سے غیر حق کی یاد کو دھو دے وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے)
اسی سال ماہ رمضان میں مراقبہ معیت کی تعلیم فرمائی اور شوال ۱۲۹۵ھ میں مراقبہ
اقربیت "ہمہ دوست" سے سرفراز فرمایا۔ اور اسی سال ذی القعدہ میں حضرت شاہ عبدالغنی
قدس سرہ نے اپنی وفات سے پونے تین ماہ پہلے ظہر کے حلقہ "اور توجہ بیاباں" کا امر فرمایا۔ اور
ارشاد کیا کہ صبح کا حلقہ اور توجہ تمہارے والد کریں۔ اور صفر ۱۲۹۶ھ میں مراقبات لطائف خمسہ
کی تعلیم فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہر لطیفہ کا فیض الگ حاصل کرو۔ اسی مہینہ مدینہ منورہ کا سفر کیا اور
وہاں حلقہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت عثم بزرگوار شاہ محمد منظر قدس سرہ موجود تھے۔ سر دار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے مشرف ہوا۔ اسی سال ماہ شعبان میں مکہ مکرمہ واپسی
ہوئی۔ اس وقت حضرت پیر و مرشد والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے تم کو محمدی المشرب پایا
اور آپ نے ولایت کبریٰ کے دائرہ تانیہ کی تعلیم فرمائی اور اسی سال رمضان میں دائرہ ثالثہ
عنایت فرمایا اور ذی القعدہ میں قوس کی تعلیم فرمائی جو کہ ولایت کبریٰ کا آخر مقام ہے۔ اور
۱۲۹۷ھ کے شروع میں مسجد حرام میں حلقہ مغرب اور مریدوں کو توجہ کی خدمت سپرد کی۔
اور اسی سال ماہ صفر میں مراقبہ ولایت علیا جو کہ ولایت ملائکہ کرام ہے تلقین فرمایا۔

یوں گھنٹہ میں آپ نے اپنی یادداشت کی بنا پر یہ بیان تحریر کرایا ہے۔ تقریباً پچاس سال
قبل کے واقعات کو دن اور ماہ و سال کی تفصیل کے ساتھ لکھوانا بجائے خود ایک کرامت ہے۔
حضرت شاہ عبدالغنی کی عنایت | آپ کے اس بیان میں در باتوں کا ذکر ہے
کہ آپ کو حلقہ اور توجہ کا امر ذی القعدہ
۱۲۹۵ھ میں آپ کے حضرت والد ماجد کے عثم بزرگوار حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ نے دیا۔

ان کا یہ امر بمنزلہ نور علی نور ہے اور اس سے ان کی انتہائے عنایت و شفقت کا پتہ چلتا ہے۔

اور دوسری بات حضرت شاہ محمد منظر قدس سرہ اور عنایات نبویہ کی ہے۔ اس
عنایات نبویہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ مسجد نبوی میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ

کے عہم بزرگ تشریف لائے اور تھوڑی دیر تک آپ کی کیفیات کو ملاحظہ فرماتے رہے۔ پھر روضہ مقدسہ
 پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ وہاں سے آکر ایک مبارک چادر آپ کے سر اور خالوں پر ڈالی
 اور انتہائے مسرت سے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میں تو کسی لائق نہیں ہوں۔ یہ چادر حضور پر نور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب آپ کی طرف سے ڈال رہا ہوں اور پھر یہ فرمایا کہ حضور
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تم ہندوستان جاؤ“

اے خدا قربان احسانت شوم ایں چہ احسانہا است قربانت شوم

(اے خدا میں تیرے احسان کے قربان ہو جاؤں۔ یہ کس قدر احسان ہے میں تیرے اوپر قربان ہو جاؤں)

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد فاروقی
سلوک نقشبندیہ مجددیہ سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں:-

پروردگار جلالت حکمت نے پہلے عالم امر بنایا اور پھر عالم خلق۔ عالم امر کا ظہور لفظ کُن کے
 فرماتے ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا اَمْرٌ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔
 عالم امر نورانی عالم ہے۔ اور پھر عالم خلق کو پیدا کیا جس کی تخلیق میں زمانہ صرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے۔ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں
 ہوئی ہے۔ دن سے مراد ہزار سال دن ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وَاِنْ يَوْمًا عِنْدَ
 رَبِّكَ كَاُنْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یا پچاس ہزار سال دن ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور
 ہے۔ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ یا اس سے بھی بڑا دن ہے۔ اس کا علم اللہ ہی
 کو ہے۔

آپ فرماتے ہیں جو کچھ عالم خلق میں ہے اس کی حقیقت اور اصل عالم امر میں موجود ہے۔
 عالم ارواح اور عالم مثال کا تعلق عالم امر سے ہے۔

جب پروردگار جل شانہ نے ارادہ کیا کہ اپنے اسماء و صفات کے کمالات کو پردہ غیب سے
 مَنصُفَہ شہود پر ظاہر کرے تو اس نے تمام عالم کو پیدا کیا۔ تمام عالم اس کے اسماء و صفات کی تجلیات
 کا اثر ہے۔ جب عالم امر اور عالم خلق کا ظہور ہو گیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنائے

اور امانت اس کے سپرد کی جائے۔ آسمان و زمین بار امانت اٹھانے سے عاجز رہے۔ صرف عالم خلق کے اجزاء میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ یہ بوجھ اٹھا سکتے۔ لہذا پروردگار نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کی تخلیق عالم امر اور عالم خلق کے اجزاء سے ہوئی ہے۔ وہ ہر دو عالم کے اجزاء کا مرکب ہے۔ ہر عالم ایک عالم صغیر ہے اور دونوں عوالم کا مجموعہ عالم کبیر ہے۔ اور اس کو عالم امکان کہتے ہیں۔ انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے عالم کبیر کا خلاصہ ہے۔ اس نے بار امانت اٹھایا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی تمام صفات کا منظر بنا۔ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت اکبر ہے۔ جب انسان اس صفت کا منظر بنا تو وہ "عالم اکبر" ہوا۔

یہ کون و مکاں اور ساری زمیں	سموات علیا و عرش بریں
یہ سب عالم خلق کی ہے نمود	دوم عالم امر کا ہے وجود
ہر اک ان میں کا اک جہان صغیر	صغیرین مل کر بنے ہیں کبیر
سمجھ لو کہ اکبر بھی ہو گا ضرور	جہاں شان اکبر کا ہو گا ظہور
وہ اکبر ہے کیا اور کیسے بنا	کبھی اس کو سوچا ہے تم نے ذرا
شرف آدمی کو ملا کس نے	وہ خلقت میں اشرف ہوا کس نے
جو اشرف ہے سمجھو کہ اکبر بھی ہے	جو اکبر ہے، جانو کہ انور بھی ہے
وہ اکبر۔ وہ انسان کامل بنا	جو بار امانت کا حامل بنا
صفات جلیلہ کا منظر ہے وہ	کمالات علیا کا مصدر ہے وہ
بظاہر ہے اصغر وہ از مشیت خاک	بباطن ہے اکبر وہ از نور پاک
ز اسرار بیچون و فیضان نور	ہوا غاۃ قلب صمد شک طور
سموات پر ہے وہ عرش بریں	ہے یہ قلب عرش دگر بر زمین
ہے سایہ خدا کا وہ کامل بشر	جو در شکل مرشد ہوا جلوہ گر
وہ مرشد ہے انسان فضل کی ذات	وہ فضل ہے بیشک جلیل القفات
وہ ہے بالاصالت حبیب خدا	ہیں بالشیع سب انبیا اولیا
تمام انبیا آپ کے ہیں مناب	تمام اولیا آپ سے فیض یاب
خلائق میں جس کو بھی نعمت ملی	ہے معطی خدا اور قاسم نبی

حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں۔ انسان کی ساخت دس لطائف سے ہوئی ہے۔

ان میں سے پانچ عالم خلق کے اجزاء ہیں: 'انفُس' ہوا، 'پانی' آگ اور مٹی ہیں۔ اور پانچ عالم امر کے اجزاء ہیں اور وہ قلب، روح، سر، خفی، اخفی ہیں: 'لطیفہ نفس' عالم خلق کے اجزاء کا مجموعہ ہے اور 'لطیفہ قلب' عالم امر کے اجزاء کا مرکب ہے۔ ان اجزائے عشرہ کو حضرات کرام 'لطائف عشرہ' کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ عالم امر کے پانچ لطائف کا مقام انسان کے سینہ میں ہے بائیں جھاتی سے دواٹھل نیچے قدرے مائل بہ پہلو
"لطیفہ قلب" کا مقام ہے اور دائیں جھاتی سے دواٹھل نیچے قدرے مائل بہ پہلو 'لطیفہ روح' کا اور بائیں جھاتی سے بہ فاصلہ دواٹھل گشت

وسط سینہ کی طرف 'لطیفہ سر' کا اور دائیں جھاتی سے بہ فاصلہ دواٹھل گشت وسط سینہ کی طرف 'لطیفہ خفی' کا اور وسط سینہ میں 'لطیفہ اخفی' کا۔ اور فرمایا ہے کہ 'لطیفہ قلب'، 'لطیفہ نفس' کا، اور 'لطیفہ روح'، 'لطیفہ ہوا' کا اور 'لطیفہ سر'، 'لطیفہ آب' کا اور 'لطیفہ خفی'، 'لطیفہ آتش' کا اور 'لطیفہ اخفی'، 'لطیفہ خاک' کا اصل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ پانچ لطائف اللہ تک پہنچانے کے پانچ راستے ہیں اور ان پانچوں راستوں میں سے ہر ایک راستہ ایک اولوالعزم رسول کے زیرِ قدم ہے۔ 'لطیفہ قلب' حضرت آدم کے اور 'لطیفہ روح' حضرت ابراہیم کے اور 'لطیفہ سر' حضرت موسیٰ کے اور 'لطیفہ خفی' حضرت عیسیٰ کے اور 'لطیفہ اخفی' سرِ درِ درِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین بارک وسلم کے زیرِ قدم ہے۔ سالکان راہِ طریقت اگرچہ پانچوں لطائف سے ذکر کرتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں لیکن ان کو کسی ایک لطیفہ سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔ جس سالک کو 'لطیفہ قلب' سے زیادہ مناسبت ہوگی وہ آدمی المشرب ہے۔ اور جس کو 'لطیفہ روح' سے زیادہ مناسبت ہوگی وہ ابراہیمی المشرب اور 'لطیفہ سر' والا موسوی المشرب اور 'لطیفہ خفی' والا عیسوی المشرب اور 'لطیفہ اخفی' والا محمدی المشرب کہلاتا ہے۔ ان پانچوں مبارک لطائف کا اصل مقام عرش کے اوپر ہے۔ پہلا مقام قلب کا ہے، اس سے اوپر روح کا، اس سے اوپر سر کا اور اس سے اوپر خفی کا اور اس سے اوپر اخفی کا۔ یہ پانچوں لطائف نورانی ہیں۔ لیکن انسانی جسم میں اگر گناہوں کی وجہ سے ان کی نورانیت زائل ہوگئی ہے۔ حضرات نقشبندیہ لطائف عالم خلق کی اصلاح سے پہلے عالم امر کے لطائف خمسہ کو اپنی اہل حالت پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بخلاف

دوسرے طریقوں کے کہ ان میں پہلے لطائف عالم خلق کے اصلاح کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ اور مجاہدات و ریاضات میں عمریں بسر ہوتی ہیں اور پھر لطائف عالم امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ چونکہ طریقہ نقشبندیہ میں ابتدائے کار لطائف عالم امر سے ہے۔ اس لئے حضرت امام الطریقہ سید محمد بہار الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

اول ما آخر ہر منہی آخر ما جیب تمتاہی

(ہر منہی کا آخر ہمارا اول ہے۔ ہمارا آخر تمتا کی جیب سے خالی ہے)

حضرات نقشبندیہ پہلے لطیفہ قلب سے اسم بجلالہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جب یہ لطیفہ مبارکہ پوری طرح ذاکر ہو جاتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے گفتگو کرتے نہ کرتے وقت اسم ذات سے گویا ہے تو پھر لطیفہ روح کی طرف پھر لطیفہ سر کی طرف پھر لطیفہ خفی کی طرف پھر لطیفہ اخفی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جب یہ پانچوں لطائف بہ اسم پاک پروردگار گویا ہو جاتے ہیں اَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے اسرار کھلنے لگتے ہیں اور ساخت سینہ جولانگہ انوار بن جاتا ہے۔

ز نور قلبہا جولانگہ برق دل ہر ذرہ در جوش انا الشرق

(اترے نور سے دل برق کی جولانگہ ہے۔ ہر ذرہ کے دل میں جوش ہے کہ میں مشرق ہوں)

ان پانچ لطائف کی نورانیت کے بعد لطائف عالم خلق کی طرف توجہ دی جاتی ہے پہلے لطیفہ نفس کو ذاکر کیا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کا مقام پیشانی کا وسط ہے۔ اور یہ لطیفہ عالم خلق کے باقی لطائف کا جن کو عناصر اربعہ کہتے ہیں، معجون ہے۔ یہ لطیفہ آمارۃ بالسور ہے۔ جب ذکر الہی میں اس کو مشغول کیا جاتا ہے تو اس کی آمارتیت رُوبہ زوال ہوتی ہے۔ اور مُغْنِیَّتِیَّت کے جوہر کھلنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اَرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مُّوَضَّیَۃً کے خطاب کا سزاوار بنتا ہے۔ جب یہ لطیفہ پوری طرح ذاکر ہو جاتا ہے اور اَرْجِعِیْ سے انس پیدا کر لیتا ہے تو اپنے مقام سے مقام قلب میں نزول کرتا ہے اور لطیفہ قلب کی نیابت کا منصب سنبھالتا ہے تاکہ لطیفہ قلب کے باقی لطائف عالم امر کے اپنے اصل موطن کی سیر کرے اور پانچوں لطائف کو فنایت حاصل ہو اور مَوْتُوَا قَبْلَ اَنْ مَوْتُوَا کَمَا قَالَ الْمَشَاحُجُ ان کے نقد حال ہو۔

گشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

(رضا و تسلیم کے خنجر کے مقتولوں کی ہر زمانہ میں غیب سے ایک دوسری جان ہے)

لطیفہ نفس کی ثنائیت کے بعد عناصر اربعہ کی باری آتی ہے جن سے کالبذ انسان بنا ہوا ہے اور اس لطیفہ کا نام لطیفہ قابلیت ہے۔ جب اس لطیفہ سے ذکر کیا جاتا ہے تو جسم کا ایک ایک بال ایک ایک ذرہ ذاکر بہ اسم پاک ہوتا ہے۔ اور جب یہ کیفیت سالک کو حاصل ہو جاتی ہے، تو پردوں، درختوں اور ہواؤں کی آوازیں بھی اس کے واسطے ذکر الہی ہوتی ہیں اور اُس پر وائے مثنیٰ شنیٰ والا نیتیم محتدیا کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

چوں باد و شوق تو کسند بَرّاقی گر و دقن و روح جملہ مست ساقی
تن مست شرابے روح مست ساقی آں گر و دقانی و این گر و دقانی
(جب تیرا بادہ شوق چمک دکھاتا ہے جسم اور روح سب ساقی کے مست بن جاتے ہیں جسم شراب سے مست، روح ساقی سے۔ وہ فانی بن جاتا ہے یہ باقی بن جاتی ہے۔)
یہ ہیں لطائف سبعہ جن کی مناسبت سے حضرات مشائخ کبار قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے۔ راہ سلوک الی اللہ ہفت گام است۔ اور چونکہ لطائف عالم امر کا معجون لطیفہ قلب اور لطائف عالم خلق کا معجون لطیفہ نفس ہے اور اگر یہ دو لطائف صحیح معنی میں پوری طرح ذاکر ہو جاتے ہیں تو بقیہ لطائف از خود ذاکر ہو جاتے ہیں۔ بنا بریں کہا گیا ہے۔ راہ سلوک الی اللہ دو گام است۔

- ۱۔ خوش نصیب است آنکہ سُکر و انبساط صرف در ذکرش کندیل و نہار
- ۲۔ در رہ الفت بہ عزم و صدقِ تام مرد و اداں پانہارہ استوار
- ۳۔ چشم پر نغم آہ پر سوزش بود تن ز بون و قلب باشد بے قرار
- ۴۔ ہر زماں از شوق مستیہا کند ہر نفس بر نام جانانش نثار
- ۵۔ ذکر پاکش داروئے دلہا است زید آتش عشقش پیر باشد ز نثار

۱۔ وہ خوش نصیب ہے جس کو سُکر اور انبساط دن رات ذکر میں مصروف کر دے۔

۲۔ محبت کے راستے میں پوری سچائی اور ارادہ سے بہادروں کی طرح اس نے استوار قدم دھر ہو۔

۳۔ اس کی آنکھ نغم اور آہ پر سوز ہو۔ تن عاجز اور دل بے قرار ہو۔

۴۔ ہر وقت شوق کی وجہ سے مستیاں کرے۔ اس کا ہر سانس جانان کے نام پر قربان ہو۔

۵۔ لے زید اس کا پاک ذکر دلوں کی دراہے۔ اس کے عشق کی آگ نار جہنم سے ڈھال ہے۔

لطائف مبارکہ سبعہ کے بعد نفیِ داشتات کا مشغلہ ہوتا ہے اور لا الہ الا اللہ کا ورد حرز جان

ہنا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ناف سے لاکھینچ کر مقام لیس تک جو کہ وسط پیشانی میں ہے لے جاتے ہیں اور وہاں سے اللہ کو دائیں بازو تک لاتے ہیں جو کہ اصحابِ سین سفرۃ کرامہ بزرۃ کا مقام ہے۔ اور پھر وہاں سے اللہ کو لطیفہ اخفی اور میر سے گزارتے ہوئے لطیفہ قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔

شاہ غلام علی کا ذکر شریف | حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرہ و آفاض علیہ
من بزرگاتہ و استوارہ، جس وقت دلی کی جامع مسجد میں نزد حوض نغی و اثبات میں مصروف ہوتے تھے تو جامع مسجد بوقت نور بن جاتی تھی۔

حریفان باد با خوردند و رفتند | تہی خمناہبا کردند و رفتند
(یاروں نے شراب میں پی اور چل دیئے شراب خانے خالی کر دیئے اور روانہ ہو گئے)
یہاں تک ذکر شریف کا بیان تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے سالک الذاکرین اللہ کثیرا
والذاکرات کی مبارک جماعت میں شامل ہو گیا۔ اب وان شکرتکم لا یزیدکم کے مقام کا
حاصل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے اکرامات و انعامات سے دامن مراد بھرا جاسکے۔ اس کام کے لئے
حضرات نقشبند یہ مجددیہ نے مراقبات کا طریقہ بیان کیا ہے۔

مراقبہ | مراقبہ ماخوذ ہے رقبۃ سے جس کے معنی انتظار کرنے اور حفاظت کرنے کے ہیں
اور حضرات مشائخ کے نزدیک حضرت مبدؤ فیاض سے ورود فیض کا انتظار کرنا ہے۔

- ۱۔ جتنا قورمے کہ داد بندگی را داده اند
- ۲۔ روز با روز ہا در گوشہ بنشستہ اند
- ۳۔ طرۃ العینے نہ بودہ غافل از حضرت ولے
- ۴۔ راحتے دیدند و ذوقے یافتند از این دآں
- ۵۔ بیر انصاری تو میدانی کہ ایشان کیستند
- ۱۔ وہ قوم کس قدر راجھی ہے جس نے بندگی کی داد دی۔ انھوں نے ترک دنیا کیا اور سب آزاد ہیں
- ۲۔ دنوں وہ گوشہ میں بیٹھے رہے ہیں۔ پھر راتوں میں بندگی کے مقام میں کھڑے رہے ہیں۔
- ۳۔ ہلک جھپکنے کی بقدر بھی خدا سے غافل نہیں ہوئے۔ بایں ہمہ آنسو آنکھوں سے جاری ہیں۔
- ۴۔ انھوں نے راحت دیکھی اور اس سے ذوق حاصل کیا۔ دن رات مشقت کے گوشہ میں مصطفیٰ پر رہے ہیں۔
- ۵۔ بیر انصاری آپ جانتے ہیں وہ کون ہیں۔ وہ سادہ فرقہ ہے اور سادہ دل گردہ ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ نے مراقبات کا بیان خوب تفصیل سے کیا ہے۔ اکابر نے اپنی تالیفات میں اور اس عاجز نے فارسی رسالہ "مناجج التیر و مدارج الخیر" میں تشریح کے ساتھ ان کا بیان کیا ہے۔ یہاں مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ نے راہ سلوک کو سات مراتب پر تقسیم کیا ہے۔ ہر مرتبہ کو ایک دائرہ قرار دیا ہے اور دائرہ اس وجہ سے کہا ہے کہ حلقہ منقطعہ کا ہر حصہ اول و آخر بالادپست یمن و یسار ہو سکتا ہے۔

پہلا مرتبہ :- دائرہ امکان کا ہے۔ اس دائرہ کے دو حصے ہیں۔ ایک عالم امر۔ دوسرا عالم خلق۔ عالم امر عرش سے اوپر ہے۔ اور عالم خلق از عرش تا تحت الثریٰ ہے۔ اس دائرہ میں صرف ایک مراقبہ احدیت ہے۔ اور مورد فیض لطیفہ قلب ہے۔

دوسرا مرتبہ :- دائرہ ظلالی تجلیات اسماء و صفات ہے۔ ظل سے مراد وہ سایہ نہیں ہے جو مومن تولیدِ مثل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو محمد کے خدا جل و علا کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ ظل سے مراد دوسرے یا تیسرے مرتبہ میں (الی آخر) مراتب ظہور ہے۔ اس دائرہ کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں صرف ایک مراقبہ معیت ہے۔ اور مورد فیض لطیفہ قلب ہے۔

تیسرا مرتبہ :- دائرہ تجلیات اسماء و صفات ہے۔ اس دائرہ کو دائرہ ولایت کبریٰ کہتے ہیں۔ یہ ولایت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ولایت کہلاتی ہے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب اس مقام و مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں تو ان کی نبوت ظاہر ہوتی ہے۔ اس دائرہ میں ظل کا اثر نہیں ہوتا اور نہ سکر و غیوبت کی گنجائش ہے۔ یہ دائرہ مشتمل ہے یمن و دائرہ اور ایک قوس پر۔

پہلے دائرہ میں مراقبہ اقربت کرتے ہیں۔ اس دائرہ کے دو حصے ہیں۔ نصف سافل میں تجلیات اسماء و صفات زائدہ میں سیر ہوتی ہے اور نصف عالی میں تجلیات شیونات و اعتبارات میں مراقبہ اقربت کر دوئی کا پتہ چلتا ہے اور سالک محسوس کرتا ہے کہ کمال اقربت دوئی میں ہے۔ یہ مقام صحو ہے۔

دوسرے اور تیسرے دائرہ میں اور بھر قوس میں مراقبہ محبت کیا



جائز ہے۔ مراقبہ محبت ہی سالک کو ایک اصل سے دوسرے اصل تک اور دوسرے سے تیسرے تک اور پھر قوس تک پہنچاتا ہے۔ تینوں دائرہ اور قوس کے مراقبات میں مورد فیض لطیفہ نفس ہوتا ہے۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ ان تین دائرہ اور قوس کے متعلق فاسْتَوَى وَهُوَ بِالْأَفْقِ الْأَعْلَى ثُمَّ دَنَى فَتَدَنَى وَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى سے شاید اشارہ ہوتا ہو۔

ابتدائے ولایت صغریٰ سے انتہائے ولایت کبریٰ تک سالک کی سیر کا تعلق اُن اسماء و صفات الہیہ سے ہے جن میں ذات مبارکہ ملحوظ نہیں ہوا کرتی۔ جیسے سمع، بصر، قدرة، ارادہ، علم۔ اس سیر کو حضرت مجدد قدس سرہ نے اسم الظاہر میں سیر بتایا ہے، تحریر فرمایا ہے: "سیر در اسم الظاہر سیر در صفات است بے آنکہ در ضمن آنہا ذات ملحوظ گردد تعالیٰ و تقدس" مکتوب ۲۶ از درقراول جو تھا مرتبہ :- دائرہ تجلیات اسماء و صفات الہیہ بہ امتزاج تجلیات ذاتیہ الہیہ ہے۔ اس دائرہ کو دائرہ ولایت علیا کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں سالک کی سیر اُن اسماء و صفات الہیہ کی تجلیات میں ہوتی ہے۔ جن میں تجلیات ذاتیہ الہیہ کا امتزاج ہوتا ہے۔ جیسے سمع، بصر، قدیر، عزیز، علیم۔ اس سیر کو حضرت مجدد قدس سرہ نے اسم الباطن میں سیر سے تعبیر کیا ہے۔ مکتوب سابق الذکر میں تحریر فرماتے ہیں: "سیر در اسم الباطن نیز ہر چند سیر در اسماء است اما در ضمن آنہا ذات تعالیٰ ملحوظ است و اُن اسماء در رنگ سیر ہا اند کہ روپوش حضرت ذات تعالیٰ و تقدس گشتہ مثلاً در صفت العلم ذات تعالیٰ اصلاً ملحوظ نیست و در اسم العلم ملحوظ ذات تعالیٰ در پس پردہ صفت۔ زیرا کہ علیم ذاتی است کہ مراد را علم است۔ فالسیر فی العلم سیر فی الاسم الظاہر والیسیر فی العلم سیر فی الاسم الباطن و قس علی ہذا سائر الصفات والا سماء و ایں اسماء کہ بہ اسم الباطن تعلق دارند مبادی تعینات ملائکہ ملائکہ اعلیٰ است" اس ولایت کو ولایت ملائکہ کلام کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں ایک مراقبہ ہے اور مورد فیض عنابر ثلاثہ آب و ہوا و آتش ہیں۔

پانچواں مرتبہ :- دائرہ کمالات ثلاثہ ہے جس کو دائرہ تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں تین دائرہ ہیں۔ دائرہ کمالات نبوت۔ دائرہ کمالات رسالت۔ دائرہ کمالات اولی العزم۔ ہر دائرہ کا ایک مراقبہ ہے۔ مراقبہ کمالات نبوت میں مورد فیض لطیفہ خاک ہے۔ اور مراقبہ کمالات رسالت اور مراقبہ کمالات اولی العزم میں مورد فیض ہیئت وحدانی ہے۔ ہیئت وحدانی سے مراد وہ کیفیت ہے جو لطائف خمسہ عالم امر اور لطائف خمسہ عالم خلق کے تصفیہ کے بعد پیدا ہو گئی ہے۔ یہ دس لطائف مجلیٰ، مزکی ہونے کے بعد باہم مل کر ایک ہیئت بنالیتے ہیں۔ اس ہیئت کو ہیئت وحدانی کہتے ہیں۔ دائرہ

کلمات رسالت سے تا آخر دوائر فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہے۔

اس کے بعد راہ سلوک دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک راہ معبودیت صرفہ کی طرف اور دوسری راہ لائقین و حضرت اطلاق کی جانب جاتی ہے۔ جو راہ معبودیت صرفہ تک پہنچتی ہے اس کو حقائق الہیہ اور جو لائقین تک پہنچتی ہے اس کو حقائق انبیاء کہتے ہیں۔ بعض حضرات پہلے حقائق الہیہ کو طے کراتے ہیں اور بعض حضرات حقائق انبیاء کو۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرار ہما پہلے حقائق الہیہ کو طے کراتے تھے اور پھر حقائق انبیاء کو۔ یہ عاجزان حضرات کا اتباع کرتے ہوئے پہلے حقائق الہیہ کو بیان کرتا ہے۔

چھٹا مرتبہ :- حقائق الہیہ کا ہے۔ اس مرتبہ میں چار دوائر ہیں۔ ۱۔ دائرہ حقیقت کعبہ۔ ۲۔ دائرہ حقیقت قرآن۔ ۳۔ دائرہ حقیقت صلاۃ۔ ۴۔ دائرہ معبودیت صرفہ۔ مورد فیض سب میں ہیئت وحدانی ہے۔

ساتواں مرتبہ :- حقائق انبیاء کا ہے۔ اس مرتبہ میں چھ دوائر ہیں۔

۱۔ دائرہ حقیقت ابراہیمی ۲۔ دائرہ حقیقت موسوی ۳۔ دائرہ حقیقت محمدی ۴۔ دائرہ حقیقت احمدی ۵۔ دائرہ حقیقت صرفہ ذاتیہ ۶۔ دائرہ لائقین و حضرت اطلاق جل مجدہ۔ مورد فیض سب میں ہیئت وحدانی ہے۔

یہ سب میں مراقبات ہوئے۔ بعض حضرات مراقبات لطائف خمسہ کا عمل بھی کرتے ہیں اور یہ مراقبات لطائف خمسہ کے ذاکر و شاغل ہونے کے بعد کئے جاتے ہیں اور بعض حضرات تیسرے مرتبہ کے اختتام پر مراقبہ اسم الظاہر اور چوتھے مرتبہ کے اختتام پر مراقبہ اسم الباطن کا شغل کرتے ہیں۔ اور بعض حضرات مراقبہ شرح صدر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ولایت کبریٰ کے اختتام پر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جن میں مراقبات کا ذکر کیا ہے وہ از شہادت راہ سلوک ہیں۔ سالک نے ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات سے اپنے لطائف عشرہ کو مزکی و مصفیٰ کیا اور پھر مراقبات کی مداومت سے ان لطائف پر ابواب فیضان و برکات کھلے۔ اب وہ اس سے مستفید ہو رہا ہے۔ وہ قرآن مجید و احادیث نبویہ کے ایک ایک لفظ سے مراقبہ کر کے لطف اٹھا سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ اہل سلوک کے نزدیک اللہ کی صفات میں تفکر کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں اور اس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک متراہ فان لم تراہ فانه یراک (اللہ کی عبادت اس طرح پر سمجھ کر

کر دیکھو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے (اور آپ کا یہ ارشاد ہے۔) (حَفِظَ اللّٰهُ شِجْدَةَ تِجَاهَكَ اِنَّكَ لَتَكُنْ فِيْ حِفْظِ اللّٰهِ) اور اگر کوئی مراقبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ یہ آیت شریفہ پڑھے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ يَا۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (آپ نے چند آیات اور بھی لکھی ہیں) یا وہ اس ارشاد نبوی کو پڑھے: ”سمجھ لو اگر ساری امت ارادہ کرے کہ تم کو کچھ فائدہ پہنچائے تو وہ صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہی نقصان تم کو پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ قلم اٹھایا گیا ہے اور وہ خشک ہو چکا ہے۔ یا اس ارشاد نبوی کو پڑھے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتوں میں سے صرف ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی ہے پھر ان آیات و احادیث کے معنی و مفہوم کا تصور بلا کسی تشبیہ اور جہت کے کرے۔ وہ صرف یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مستصف ہے اور اسی خیال میں بیٹھ جائے۔ جب اس خیال میں فتور آنے لگے تو آیت یا حدیث کا اعادہ کر لے اور اس کا تصور کرتا رہے اور اس شغل کے لئے وہ وقت مناسب ہے کہ حوائج ضروریہ کی وجہ سے تنگ نہ ہو۔ نہ بھوکا پیاسا ہو، نہ غیند آرہی ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو۔ اس کا قلب تمام امور سے فارغ ہو۔ یہ ہے خلاصہ سلوک نقشبندیہ مجددیہ۔

بایں ہمہ بے حاصلی و بیچ کسی در ماندہ بہ نارسانی دہو الہوسی
دادیم تراز گنج مقصود نشان گرامہ رسیدیم تو شاید برسی
(بے حاصلی اور بے کسی کے باوجود۔ نارسانی اور دہو الہوسی کے عجز کے باوجود
میں نے تجھے مقصود کے خزانہ کا پتہ بتا دیا۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے ہیں شاید تو پہنچ جائے)

رجوع بہ احوال حضرت سیدی الوالد قدس سرہ۔

آپ کا کسب سلوک کسب سلوک کے متعلق آپ کا بیان نقل کیا جا چکا ہے۔ آپ

باقاعدہ طور پر جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۳ھ میں اس راہ لغرب الی اللہ پر گامزن ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت والد نے پہلے دن آپ کو لطائف خمسہ عالم امر: قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور لطیفہ نفس کی تعلیم دی۔ اور ساتھ ہی مراقبہ احدیت کرنے کو فرمایا۔ یعنی دائرہ امکان قطع کرنے کا راستہ کھول دیا۔ وہ افراد جو اس راہ درسم سے واقف ہیں

جاتے ہیں کہ ہزاروں میں کوئی ایک آدمی ایسا ہوا کرتا ہے کہ جہاں اس کو لطیف قلب کی تعلیم دی گئی اس کا نہ صرف لطیف قلب ہی ذاکر ہو جاتا ہے بلکہ عالم امر کے بقیہ چاروں لطائف بھی ساتھ ہی ذاکر ہو جاتے ہیں اور وہ لطائف خمسہ سے ذکر کرنے لگتا ہے۔ ورنہ عام طور پر پہلے صرف لطیف قلب ہی کو ذاکر کیا جاتا ہے۔ اور پھر روح کو، پھر سر کو، پھر خن کو، پھر اخن کو۔ اور ایسا شخص تو بہت کم ملتا ہے۔ جو پہلے ہی دن سے لطائف خمسہ عالم امر و لطیفہ نفس سے ذکر الہی میں مصروف ہو جائے۔ اور جس کو یہ بات نصیب ہوتی ہے وہ از جماعت مرادان و مجذوبان ہے۔ اللہ کی عنایت اور رحمت اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ مجذوب سالک کہلاتا ہے۔ وہ ازراہ اجتہاد منازل سلوک قطع کرتا ہے۔ "ایں سیرا اندراج النہایت فی البدایۃ گویند کہ جذب کہ در آخر کار بود و ما بتدا مندرج شد" ذلک الفضل من اللہ و کفی باللہ علیم۔

لا تحرم عمل دلائل الخیرات کی جلد پر اپنے اوقات شریف کا بیان آپ نے اس طرح کیا ہے۔ (آپ کی عبارت کا اردو ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔)

تحريم سے پہلے (یعنی صدائے تہجد سے پہلے) بیدار ہو کر چند رکعتیں پڑھنی اور پھر کچھ ذکر کرنا اور اسفار میں حنفی امام کے ساتھ نماز پڑھنی، پھر ادعیۂ ماثورہ کا پڑھنا۔ اس کے بعد حرم شریف میں ذکر کرنا یا حلقہ میں (حضرت والد کے حلقہ میں) شریک ہونا اور آفتاب کے نکلنے کے بعد دو رکعت پڑھ کر خلوت میں جانا اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ جیسے مکتوبات قدسی آیات امام الطریقہ رحمہ اللہ و مشنوی مولوی رحمہ اللہ و احیائے غزالی رحمہ اللہ و نفحات عارف جامی رحمہ اللہ و طریقہ محمدیہ برکوی رحمہ اللہ۔ خصوصاً محل درس کا۔ اس کے بعد کھانا کھا کر قیلور کے واسطے سید حبیب اللہ کے گھر جانا اور زوال سے پہلے وضو کرنا اور بعد زوال کے چار رکعت پڑھنی اور ظہر کی چار رکعت سنت پڑھ کر نماز کے واسطے حرم شریف میں حاضر ہونا، ظہر کی نماز تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھنی، پھر خلوت خانہ میں جا کر بعد کی ستیں پڑھنی، پھر کچھ ذکر کرنا، پھر حلقہ میں حاضر ہونا، حلقہ سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کے چھ پارے پڑھنا۔ میری روح اور میرے تمام آبا و اجداد کی ارواح اس کے مبارک نام پر فدا ہو۔ اور اسبوعہ دلائل الخیرات اور حزب اعظم کا باکمال ترتیل و خشوع و تفکر اور اور لحاظ معنی سے پڑھنا۔ انتہی آپ کو نعمت اظفار سے اللہ تعالیٰ نے ادیائے کبار کی صحبت عنایت کی۔ ادیار اللہ کی ایک نظر انسان کی کا یا پلٹ کر رکھ دیتی ہے چہ جائے کہ مسلسل بیس سال ان کی رفاقت رہی ہو صحیحین کی حدیث شریف میں اچھے جلس اور برے جلس کی مثال مشک رکھنے والے اور لوہے کی بھٹی تپانے

دلے سے دی ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ مشک والا یا تو کچھ مشک تم کو عنایت کر دے گا یا تم کچھ مشک اس سے خرید لو گے ورنہ مشک کی اچھی خوشبو سے مستفید ہو گے۔ الخ یعنی جلس صالح کی صحبت سراسر خیر و برکت ہے۔ اس خیر و برکت کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جب راہ سلوک کو طے کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے ہی قدم میں دائرہ امکان قطع کر لیا۔ دو سال چار ماہ پچیس دن کے بعد بروز چہار شنبہ ۲۴ جادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں آپ کے پیر و مرشد حضرت والد ماجد اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو راجا پر تحریر فرماتے ہیں۔

پیر و مرشد کی شہادت | حال ختم و حلقہ خویش کہ اگر یک ساعت از نہار و یک ساعت از

یل مشغولی کردہ شود نقصان بہ باطن از فیوض و برکات نخواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ و روز بہ روز از فضل الہی قوت نسبت و ذوق و شوق و حرارت زیادہ خواہد شد بر نگارند و اس جا از شیخ ابوالخیر طالبان نافائد بسیار بہ زود میتری شود و در شغل خود سرگرم اند۔ و ہر دو وقت حلقہ و مراقبہ می کنند۔ در مکہ معظمہ ہم و در مدینہ منورہ ہم۔ باریک اللہ فیما اعطاکما و سلمکمما ربکمما و جعلکمما للمتقین اماما۔ بحمۃ سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ و آلہ اجمعین۔

یعنی ان کی صحبت میں مریدوں کو فائدہ جلدی حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دونوں وقت حلقہ و مراقبہ کرتے ہیں۔ چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں چاہے مدینہ منورہ میں۔ پیر و مرشد کی اس گواہی کے بعد اب کسی بیان کی ضرورت نہیں۔ فَإِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَزَام۔

ہند کا سفر | اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا کہ آپ اپنے ناتوان و مریض والد مکرم کو لے کر برائے

عقد نکاح ہندوستان کا سفر کریں۔ آپ کی سنگنی محترمہ عارفہ دختر حضرت شاہ محمد معصوم سے ہوئی تھی۔ عارفہ کی والدہ عمر محترمہ تھیں جو حضرت شاہ محمد منظر کی صاحبزادی تھیں۔ شاہ محمد منظر اور عمر محترمہ کی خواہش یہ تھی کہ عقد نکاح مدینہ منورہ میں ہو۔ آپ کے حضرت والد ماجد اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو بہت چاہتے تھے۔ ان کا فرمانا یہ تھا کہ "اگر میاں محمد معصوم بخوشی عقد زواج کرنے کی اجازت دیں تو مدینہ منورہ میں اس خوشی کو کر لیا جائے ورنہ نہیں" اس سلسلہ میں آپ کے حضرت والد نے اپنے برادر زادے کو چند خط بھی ارسال کئے اور ان کو رائے دی کہ عارضی طور پر دو چار ماہ کے واسطے وہ آجائیں۔ شاید وہ اپنے مشفق و مریض و ناتواں چچا کے بلانے پر کچھ دن کے واسطے مدینہ منورہ چلے بھی جاتے لیکن نواب کلب علی خاں کی خواہش کو دیکھتے ہوئے

وہ اس بات پر متعجب ہوئے کہ ان کے کرم چچا اور ان کی اہلیہ و دختر اور اپنے فرزند رشید کو ساتھ لے کر خود رامپور تشریف لائیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ۱۲۹ھ میں یہ مبارک قافلہ حجاز مقدس سے کلکتہ پہنچا۔ اور وہاں چالیس دن قیام کر کے اواخر مہماوی الآخرہ ۱۲۹ھ تک رامپور پہنچا۔

دوسری محرم ۱۳۰۰ھ میں یکنہ آپ کے حضرت پدر بزرگوار راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ نے اس زمانہ میں ایک خط اپنے جڑا مجد کے خلیفہ اجل سیادت پناہ مولانا سید عبدالسلام مہسوی رحمہما اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط سے اس وقت کے احوال پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ اصل خط سیادت پناہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ اور انھوں نے اس عاجز کو اس کی نقل ارسال کی ہے۔ جزا اللہ سبحانہ بخیر الجزاء۔

سید عبدالسلام کو خط بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَتَمَّ اللَّهُ بِكَ سَلَامًا عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ
اصطفیٰ۔ از ابوالخیر عبداللہ بن عمر کان اللہ بخد مت حقائق پناہی
 معارف دستگاہی مولانا سید عبدالسلام جعلہ اللہ للمتقین اماما و کثرا مثالا و بارک فی علومہ
 و معارفہ و عمرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و بركاتہ۔ و بعد فللہ سبحانہ المنۃ والحمد والشکر
 علی ما انعم و علی ما ائینی۔ ہر چند اس مصیبت عظمیٰ۔ فوت جنیں مربی و مرشد و شفیق و عاشق و معلم مرے
 و دار و دے نہ دار و۔ می دانم کہ تائب گور ایں داغ مونس من است۔ اما بعد وفات شریف عنایتہا و
 نوازشہا بیش از ایام حیات مشہو دانہ و دل را بہ تصور صورت مبارک خورشید می دارم۔ انا اللہ
 شہادۃ ملکا و عبودیتہ و انا الیہ راجعون۔ بعد چند سے ان شاعر اللہ دران عالم قدمبوسی میل
 خواہد شد۔ رحمۃ اللہ سبحانہ و اکتوم نزلہ فی مقعد صدق عند مہلک مقتدر و رضی عنہ و ارضاه و
 واقاض علینا من فیوضاتہ و بركاتہ۔ عنایت نامہ رسید شرفہا بخشید۔ جزا کم اللہ خیرا۔ در عین حیات
 قبل گاہی ارشاد پناہی قدس سرہ نیز مکتوب گرامی رسیدہ بود۔ لیکن بہ سبب اشتغال بہ تداوی حضرت ایشان
 اتفاق تحریر جواب نیفتاد۔ بعد وصول مکتوب سامی حضرت ایشان رحمہ اللہ فرمودند کہ مولوی صاحب
 بہ ما گفتہ بودند کہ اگر در ہندوستان آئی بہ عائد ما ہم بیائی۔ لیکن میاں معصوم ما را نہ گزاشتند و بہ خط مستقیم بہ
 رامپور آوردند۔ انتہی کلام الشریف۔ عقد نکاح فقیر با دختر جناب مولانا محمد معصوم در منتصف ماہ گزشتہ
 جمادی الاولیٰ شد۔ و داغ در آخرا یں ماہ قصد دارند دعا کنند کہ حق سبحانہ مبارک کند و موجب جمیت
 و اطمینان کند نہ پریشانی۔ باقی احوال مستوجب حمد الہی است۔ ختمہا صبح و شام خواندہ می شود و قصد
 حرمین ہنوز بیج موبوم نیست۔ ہر چہ مرضی مولیٰ از ہمدادئی۔ اگر گاہ گاہ بہ مکاتیب خوش می فرمودہ باشند

بعد از محبت نیست۔ والسلام علیکم وعلینا وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین۔ سبحانک اللہم و بحمدک
أشھد أن لا إله إلا اللہ أنت أمتغفرک وأتوب إلیک۔

حررتی ۱۲ جمادی الآخرہ یوم الربیع (۱۲۹۸ھ) از رامپور متصل قلعہ

آپ کے اس خط سے چند باتوں کا استفادہ ہوا۔

آپ کا پہلا عقد نکاح

(۱) آپ نے اپنے حضرت والد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ
ایسے مربی اور مرشد اور شفیق اور عاشق اور معلم کی مصیبت کی دوا کچھ نہیں ہو سکتی الخ۔ آپ کی اس
تحریر سے حضرت عمہ محترمہ کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے جو کہ عاجز پہلے در بیان عہد طفلی لکھ چکا
ہے کہ ان کے والد تو ان کے گرویدہ و عاشق تھے۔ آپ نے صراحۃً لفظ عاشق کا استعمال فرمایا ہے۔
(۲) آپ کا عقد نکاح وسط جمادی الاولیٰ ۱۲۹۸ھ میں ہوا۔ اور وداع اواخر ماہ جمادی الآخرہ
۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔

(۳) آپ کو غالباً کچھ کھٹکا پیدا ہو گیا تھا کہ یہ عقد نکاح موجب جمعیت و اطمینان نہ ہوگا۔
بلکہ پریشانی کا سبب بنے گا۔ لہذا سید صاحب کو برائے دعا تحریر فرمایا ہے۔ اور آپ کو جو اندیشہ
لاحق ہوا تھا وہ واقع ہوا۔

عارف صاحب سے رامپور میں آپ کا عقد نکاح جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے ہوا اور جمادی
الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں عابدہ کی ولادت ہوئی۔ عابدہ نے پانچ ماہ زندہ رہ کر وفات پائی پھر ماہ ربیع الاول
سنہ ۱۳۰۰ھ میں صابرہ کی ولادت ہوئی۔ کچھ دن رہ کر وفات پائی۔ پھر سنہ ۱۳۰۱ھ میں کاملہ کی ولادت
ہوئی۔ سترہ دن زندہ رہ کر وفات پائی۔

کرامت النساء

حضرت جد امجد کے بیان میں گزر چکا ہے کہ آپ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے
کرامت النساء بھی ساتھ آئی تھیں اور آپ نے حضرت سیدی الوالد کو
وصیت فرمائی تھی کہ وہ رقم جو کلکتہ میں ہے کرامت النساء کی شادی پر خرچ کر دیں اور کرامت النساء
کا عقد زواج کسی بھلے آدمی سے کر دیں۔ کرامت النساء کا ذکر آپ کے آٹھویں خط میں بھی ہے۔
کرامت النساء کون تھیں؟ اس سوال کے جواب کی تفصیل اس طرح ہے کہ شیخ احمد
ابوالخیر العطار المکی نے حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد کا بیان رسالہ "ہدیۃ احمدیہ" میں کیا ہے یہ سال
فارسی میں ہے اور ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ میں مطبع انتظامی واقع کانپور میں چھپا ہے۔ اس کے
صفحہ ۷۷ پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر ہے۔ آپ کے ذکر میں لکھا ہے۔ ایشان را از بطن

عارف بیگم مجددیہ سر دختر مشرہ بود۔ عابدہ بیگم، صالحہ بیگم، کاملہ بیگم ہر سرہ در طفولیت فوت شدند۔ واز زوجات مختلفہ غیر مجددیہ دو دختر وارند۔ یکے منسوب بہ نیک عالم غیر مجددی و دیگرے احمدیہ بیگم خورد سال است۔ سلمہار بہاء اس بیان کی وجہ سے مشہور ہوا کہ کرامت النساء آپ کی صاحبزادی تھیں۔

اس عاجز کی ہمیشہ وسطی جناب فاروقیہ رحمہا اللہ کا عقد نکاح گیارہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اس تاریخ تک ہم بھائی بہنوں کو کرامت النساء کے متعلق کسی بات کی خبر نہ تھی۔ نہ کہیں ان کا ذکر سنا۔ نہ کہیں ان کو دیکھا اور نہ کہیں وہ خانقاہ شریف میں آئیں۔ چند مواقع ایسے پیش آئے کہ بعض افراد نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے دریافت کیا کہ آپ کی کتنی اولاد ہے، تو اپنے ان سے ارشاد کیا۔ تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ دریافت کرنے والوں میں سے اعظم خاں بھی ہیں۔ یہ خان قلات خدا داد خاں کے فرزند ہیں۔ اُن کے بھائی محمود خاں خان قلات تھے اور یہ کوئٹہ میں نظر بند تھے۔ بعد میں محمود خاں کے مرنے پر وہ خان قلات ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ کوئٹہ کا ہے۔ اور دہلی میں صدر الدین صاحب کیفی غازی پوری نے ۱۳۳۹ھ میں آپ سے دریافت کیا اور آپ نے ان کو بھی تین بیٹے اور تین بیٹیاں نام لے کر بتائے۔ ان مواقع پر یہ عاجز حاضر تھا۔ ان دو افراد کے علاوہ دیگر دو تین افراد نے آپ سے دریافت کیا تھا اور آپ نے ان سے بھی یہی فرمایا تھا۔ ہم بہن بھائیوں نے پہلی مرتبہ کرامت النساء کو ہمیشہ وسطی کی شادی کے موقع پر دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ان کے صاحبزادے جو حضرت برادر کلاں سے ایک سال کے قریب بڑے تھے، اُن کے ساتھ آئے۔ وہ خانقاہ شریف میں باہر بیٹھے رہے، گھر کے اندر نہیں آئے اور نہ حضرت والدہ صاحبہ و ہر سرہ ہمیشہ گان سے ملاقات کر سکے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ۱۳۳۹ھ میں آپ نے شیخ غلام احمد ہالوسی چودھری مولاداد خاں خورجی مولوی عبید الرحمن معروف بہ سردار احمد مجددی رامپوری سے فرمایا۔ ہماری جائداد کو ہمارے بچوں کے نام منتقل کر دو اور آپ نے تمام کاغذات ان لوگوں کو دیدیتے۔ آپ نے ہم تین بھائی اور تین بہنوں کے نام بتائے تھے۔ چند روز بعد آپ سے چودھری مولاداد خاں نے یہ عرض کی کہ حضور! آپ کی ایک اور صاحبزادی کرامت النساء بھی ہیں کیا ان کو بھی کچھ دیا جائے گا۔ یہ بات حلقہ شروع ہونے سے قبل رات کے نو بجے چودھری صاحب نے کہی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ "کون کہتا ہے وہ ہماری لڑکی ہے، وہ لونڈی کی لڑکی ہے" یہ الفاظ جو اس عاجز نے نقل کئے ہیں آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے بعد چند افراد نے ایک فتنہ کی صورت پیدا

کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت جناب والدہ صاحبہ رحمہا اللہ نے حقیقت امر سے آگاہ کیا۔ پھر اس عاجز کی مع برادران گرامی قدر حضرت عمرہ محترمہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ ان سے حقیقت امر دریافت کی گئی۔ ان کا بیان یہ تھا۔

”تمہاری دادی اماں کی وفات ہو گئی۔ تمہارے والد چھوٹے تھے۔
عمرہ محترمہ کا بیان | گھر میں کوئی عورت نہ تھی۔ ان کی تکلیف کو دیکھ کر کسی مرید نے آپ

کو ایک لونڈی بازار سے خرید کر دے دی۔ وہ لونڈی پیٹ سے تھی۔ تین چار مہینے کے بعد کرامت النسا پیدا ہوئی۔ تمہارے دادا نے کہا۔ ہماری کوئی بیٹی نہیں ہے یہ ہماری بیٹی ہے۔ وہ کرامت النسا کو بیٹی کی طرح رکھتے تھے۔ تمہارے والد کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی بلکہ میں کسی مہینے نے تمہارے دادا کو دو ہزار روپے دیئے تھے وہ اسی کے پاس امانت رکھے تھے وفات کے وقت انھوں نے تمہارے والد کو وصیت کی کہ اس دو ہزار روپے سے کرامت کی شادی کر دیں رامپور میں تمہارے والد عبید الرحمن عرف سردار احمد وکیل کو بیٹے کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے۔ انھوں نے چاہا کہ سردار احمد مجددی سے کرامت کی شادی کر دیں لیکن سردار احمد کے ماں باپ نے یہ رشتہ اس لئے پسند نہیں کیا کہ کرامت کسی لونڈی کی بچی تھی۔ تمہارے والد کے ایک کشمیری مرید تھے ان کا نام نیک عالم تھا۔ تمہارے والد نے نیک عالم سے کرامت کی شادی کر دی۔ جب نیک عالم کو حقیقت کا پتہ چلا وہ تکیہ کے نیچے ایک پرچہ رکھ کر کسی طرف چلے گئے۔ اس پرچہ میں لکھا تھا۔ میں تم کو حضرت صاحب کی صاحبزادی سمجھتا تھا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ تم ان کی صاحبزادی نہیں ہو، اس لئے میں جا رہا ہوں۔“

مولوی عبید الرحمن عرف سردار احمد مجددی کے متعلق حضرت عمرہ
اصحاب الدین کا خط | محترمہ کے قول کی تائید محمد اصحاب الدین کے خط سے ہوتی ہے۔

جوانھوں نے ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۳ مارچ ۱۸۸۵ء میں آپ کی خدمت میں دہلی ارسال کیا ہے۔ یہ آپ سے رامپور میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کر کے وطن گئے۔ وہ لکھ رہے ہیں۔ ”بخدمت شریفات اخوان طریقہ اعنی میر عوض علی صاحب و ملا عبد الرحیم صاحب و محمد صدیق صاحب و سید نیک عالم صاحب و منشی کریم بخش صاحب الف تحیات و سلام مسنون الاسلام موقر باد اللہم بلغ منی السلام الی خدمت اخى الاعلیٰ جناب ملا محمد یعقوب صاحب و بخدمت جمیع اخوان طریقہ درجہ بدرجہ سلام مع الاحترام مقبول باد و حال جناب علی افندی صاحب

معلوم نہ شد کہ خدمت شریف حاضر اند یا نہ وہم معلوم نہ شد کہ حال میاں عبید الرحمن کہ باوے تزدیج عقیقہ مسلم شریازہ الخ

کرامت النساء کے متعلق حضرت والدہ صاحبہ محترمہ نے وہی سب کچھ بیان کیا تھا جو حضرت عمر محترمہ نے بیان کیا ہے۔ اس عاجز سے ایک دن مدرسہ عبدالرب میں حضرت استاد مولانا محمد شفیع تلمیذ و داماد مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہما اللہ نے کرامت النساء کے متعلق استفسار فرمایا۔ غالباً اس سلسلہ میں آپ سے کسی نے کچھ کہہ دیا تھا۔ اس عاجز نے پوری حقیقت اُن کے سامنے ظاہر کر دی۔ جو کچھ ہدیہ احمدیہ نے لکھا ہے وہ بھی اور جو کچھ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے چودھری مولانا داغیاں وغیرہ سے فرمایا ہے وہ بھی۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ کرامت النساء کے بیٹے سے ہمیشہ گان کا پردہ آپ نے کرایا۔ اس عاجز کے بیان کو سن کر جناب مولوی صاحب نے فرمایا: ”ہدیہ احمدیہ میں لکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا جب کہ حضرت شاہ صاحب نے آپ بہن بھائیوں سے نہیں فرمایا کہ یہ میری لڑکی ہیں۔ اور پھر جب کہ انھوں نے آپ کی بہنوں کا ان کے بیٹے سے پردہ کرایا۔ اندریں صورت کرامت النساء کو ان کی عاجزادی نہیں کہا جاسکتا۔“

سید نیک عالم کی روپوشی | کرامت النساء سے نکاح کے بعد اُن کے شوہر سید نیک عالم کشمیری روپوش ہو گئے تھے لہذا جب ۱۳۲۲ھ میں

آپ حجاز گئے تو کرامت النساء کو بھی ساتھ لیتے گئے اور پھر ۱۳۲۴ھ میں اپنے ساتھ دلی لائے ۱۳۰۹ھ تک وہ خانقاہ شریف میں رہیں۔ اس کے بعد نہایت غیر مناسب طریقہ سے اُن کا جانا ہوا۔ اس وقت سے ۱۳۳۴ھ تک حضرت سیدی الوالد اُن سے بالکل بے خبر رہے۔ اس عاجز کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے نیک عالم کا پتہ لگایا۔ وہ پنجاب میں کسی جگہ تھے۔ اُن سے طلاق حاصل کی گئی اور پھر ڈاکٹر ولی اللہ ساکن رٹول ضلع میرٹھ سے ان کا عقد ثانی کر دیا گیا۔

مع ہذا یہ عاجز کہتا ہے کہ کرامت النساء کی تربیت حضرت جد امجد نے کی تھی۔ کچھ کتابیں بھی پڑھائی تھیں۔ آپ کے آٹھویں خط میں تحریر ہے: ”عربی مولد جو حکیم عظیم آبادی نے بھیجا تھا کہاں ہے، اس کو کرامت پڑھتی ہے۔“ آپ کی تعلیم و تربیت کا اثر کرامت النساء میں موجود تھا۔ ان کے مخارج حروف نہایت اچھے تھے۔ نسبت شریف سے بھی فحلی تھیں۔ اوائل شعبان ۱۳۴۹ھ مطابق اوائل فروری ۱۹۶۶ء میں یہ عاجزان سے ملا تھا۔ اس وقت ان کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ یہ عاجز حضرت برادر بکھان کے ساتھ گیا تھا حضرت برادر نے ایک حدیث شریف پڑھی اور وہ لطف اندوز ہوئیں۔ رحمہما اللہ وغفر لہما۔

ہدیہ احمدیہ میں حضرت سیدی الوالدی زوجہ اولیٰ کی تین صاحبزادیوں کا ذکر ہے۔ لیکن ان کی ترتیب میں اور ایک کے نام میں فرق ہے۔ اس عاجز نے حضرت عمہ محترمہ کا بیان لکھا ہے۔

قیامِ دلی و سرہند | اول ماہ صفر ۱۲۹۴ھ سے آپ کے احوال مبارکہ بالکل بدل گئے تھے۔ اوقات شریفہ کی نگہداشت فرماتے تھے۔ خوش طبعی کی محفلوں سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطلالت است
سعدی بشوے لوحِ دل از یادِ غیر حق علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است

ایک تحریر مبارک | ایک پرچہ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ملا ہے۔ اس میں حضرات گرامی و قدیم سے کسی حضرت کے ارشادات تحریر ہیں۔ یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

می فرمودند: ہر کراہیضہ قابلیت بہ صحبتہائے مختلف فاسد شد تدبیر کارِ اود شوار است جز بہ صحبت اہل تدبیر کہ کبریت احمر است بہ صلاح نہ می آید۔

جز صحبت عاشقانِ مستان پسند در دل ہوس قوم فرومایہ پسند
ہر طائفات بہ جانبِ خویش کشد چھت سونے ویرانہ و طوطی سونے قند
(عاشق مستوں کی محبت کے علاوہ پسند نہ کر۔ کینی قوم کی دل میں ہوس نہ لا۔

ہر گروہ تجھے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ چند ویرانہ کی جانب اور طوطی شکر کی جانب،
می فرمودند: دور افتاد گہائے خلق ازان است کہ خود را دور می اندازند و بہ اختیار بار
بر خود زیادت می گردانند و گرنہ قصور در فیض الہی نیست۔

می فرمودند: عادت انس می شود و انس طبیعت۔ سالک را ترک نوافل عبادات گاہ گاہ
از برائے ترک استیناس رواست۔

می فرمودند۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ فرمودہ اند کہ اغتائب الزیادۃ مع حضور
القلب خیر من ذواہما بلا حضور۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرماؤں ہریرہ راضی اللہ
عند فرمودند۔ ذرغبنا شذوذ حجتا۔ دے ازیں ستونے درگشت و گفت۔ یا رسول اللہ بیش ازیں طاقت
نہ دارم۔ اگرچہ اظہار کمال محبت خود کرد آما اگر متابعت امر کر دے بہتر بودے۔

شباب کی باتیں

آپ کی اس مبارک تحریر سے آپ کے احوال کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کا مشغلہ کیا تھا اور آپ کا لگاؤ کین چیزوں سے تھا۔ رام پور میں زندہ دل عزیزوں کا اجتماع تھا۔ ہنسی مذاق، سیر و تفریح اور خوش طبعی ان کا مشغلہ تھا۔ ۱۳۳۹ء مطابق ۱۹۲۳ء میں عین دن کے واسطے آپ رامپور گئے۔ وہاں عزیزان گرامی آپ سے ملنے آئے۔ ان میں چند افراد وہ بھی تھے جو چالیس سال پہلے اپنی خوش طبعی اور بے فکری میں مشہور تھے آپ نے ان کے نام لے کر ارشاد فرمایا: تم کو وہ وقت یاد ہے جب تم لے ہم کو تاشہ دیکھنے کا مشورہ دیا تھا ابھی آپ کچھ اور باتیں بیان فرماتے کہ مخلص قدیم طبیعت شناس، عاشق صادق، صاحب نسبت شیخ غلام احمد ہنسوی رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا ہے

عہد پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

اس شعر کو سن کر آپ اس کا لطف لینے لگے اور وہ ذکر رہ گیا۔ آپ کو زندہ دل ثنابان کی جگہ سوختہ جگر و دل ریش بلوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ گوشہ عافیت کے طلبگار تھے اور رامپور میں اس کی کمی تھی۔ لہذا حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد سے جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ء تک جبکہ آپ حجاز گئے آپ اکثر دلی تشریف لے آتے تھے اور خانقاہ شریف میں مہینوں قیام فرماتے۔ دو مرتبہ اس دوران میں آپ سرہند شریف بھی تشریف لے گئے اور وہاں کافی دن قیام فرمایا۔ پہلی مرتبہ ۱۳۹۹ء میں آپ کا جانا ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۳۹۹ء میں۔ آپ سے دلی اور سرہند شریف میں پاکیزہ نفوس کی ایک جماعت بیعت ہوئی۔ اس مبارک جماعت میں سے جس کو بھی اس عاجز نے دیکھا ہے، آپ کا عاشق و شیدا پایا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے نسبت شریف سے بھی بہرہ ور دیکھا۔ اس جماعت مبارکہ میں سے چند افراد کے نام ادراک قدیمہ سے معلوم ہوئے ہیں۔ یہ عاجزان کو لکھتا ہے۔

مخلصین قدام

شیخ عبدالرحمن عرف غلام بھیک مخدومی شیخ محمد معصوم مخدومی حاجی عبداللہ پیر جی حسین شاہ عرف سوندھے شاہ آستانہ عالیہ سرہند شریف

کے متوالی، عبدالشکور خان، قادر بخش کشمیری، اللہ بخش، احمد بخش، نبی بخش، خدا بخش، مولا بخش، پیراں بخش، حکیم عبدالسبحان، شیر خان، اعظم خان، محمد حسین خان، حافظ غلام رسول دیران، حافظ محمد وزیر خان، قدرت فیض اللہ، برکت اللہ، حاجی محمد سرہندی، محمد اصحاب الدین چانگامی وغیرہم۔

حافظ غلام رسول دیران، استاد ذوق کے شاگرد تھے اور حافظ محمد وزیر خان، دیران کے شاگرد تھے۔

یہ دونوں سالہ میں آپ سے دلی میں بیعت ہوئے تھے۔ دیران نے سلسلہ مبارکہ پیران طریقت کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ کل اشعار ایک سو چوراسی ہیں۔ آپ کے احوال مبارک کے بیان کرنے سے پہلے جو چھ شعر لکھے گئے ہیں وہ اسی شجرہ شریفہ کے ہیں۔ دیران کی وفات سالہ ۱۳۰۵ میں ہوئی۔ حافظ وزیر خاں نے اس وقت آپ کی خدمت میں ایک عریضہ مکرمہ ارسال کیا ہے، اس میں لکھتے ہیں۔

”قبلہ استادی بہ حسین حیات خود مادہ تاریخ وفات خود قبل از یک سال بہ زبان مبارک خود جنیں ارشاد کردہ بودند۔ خاک سُدہ خواجہ، سالہ ۱۳۰۵ اور دیران نے لوح مرقد کے لئے یہ شعر لکھا ہے۔

کہدوان سے جو ہیں اس رہ سے گزریو! فاتحہ مرقد دیران پہ بھی پڑھتے جانا

اُن کا نظم کردہ شجرہ شریفہ نہایت خوشخط، بڑی تقطیع پر سالہ ۱۳۲۲ میں مطبع قاسمی میرٹھ میں حافظ اشفاق الہی، حافظ حفیظ الدین اور محمد یاسین نے چھپوایا تھا۔ رحمہم اللہ و رحمہم اننا ظم و رضی عنہم۔

محمد اصحاب الدین کے والد کا نام محمد زین الدین صدیقی ہے! اصحاب الدین نے آپ سے سلوک مجددیہ پوری طرح حاصل کیا اور اجازت و خلافت حاصل کر کے اپنے وطن کو مراجعت فرمائی اور وہاں اُن سے خلق خدا مستفید ہوئی۔ اُن کے عین خط پیش نظر ہیں۔ ان خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے پیرومرشد کی محبت میں درجہ فنایت حاصل کر چکے تھے۔ لکھا ہے۔

بجز تو شاہے دگر نہ دارم بجز در تو درے نہ دارم
(تیرے سوا کوئی میرا شاہ نہیں ہے۔ تیرے در کے علاوہ میرا کوئی در نہیں ہے)
فَإِنْ سَجَدْنَا إِلَيْكَ فَتَجِدْ وَإِنْ مَسَعَيْنَا إِلَيْكَ فَتَسْعِ
(اگر ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں تو سجدہ کیا۔ اگر ہم تیری طرف درڑتے ہیں تو ہم نے سہی کی)
اور اپنے قلبی شوق اور تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

- | | |
|---------------------------------|----------------------------|
| ۱۔ من از دنیا و دین بس بے نیازم | بہ سر دارم کف پا خیر عمری |
| ۲۔ نہ دارم بیم و طمع جنت و نار | تمنا یم کف پا خیر عمری |
| ۳۔ خدایم دادشای در دو عالم | بہ سر تا جم کف پا خیر عمری |
| ۴۔ گدایم بل سگم در کوئے بوالخیر | بر در شکم شہاں، والا تری |
- ۱۔ میں دنیا اور دین سے بے نیاز ہوں۔ میرے سر میں خیر عمری کے پاؤں کا تصور ہے۔
۲۔ مجھے جہنم کا خوف اور جنت کی توقع نہیں ہے۔ میری تمنا تو خیر عمری کا پاؤں ہے۔

۳۔ خدا نے مجھے دونوں جہان میں شاہی عطا کر دی۔ خیر عمری کا باڈوں میرا سراج ہے۔

۴۔ میں بھکاری بلکہ کتا ہوں ابوالخیر کے کوچہ کا میرے اوپر بڑے شہنشاہ رشک کرتے ہیں۔

غالباً محمد اصحاب الدین اس عاجز کی ولادت سے قبل رحلت فرمائے غلہ بریں ہو چکے تھے۔ رحمہ اللہ۔

شجرہ کا نظم کرنا | اس زمانہ میں آپ نے اردو میں دو شجرے نظم فرمائے ہیں۔ دونوں کی ردیف

مر کے واسطے "اور قافیہ گدا۔ روا۔ صفا" ہے۔ ایک مختصرہ گیارہ شعر کا دوسرا

مطولہ اثنائیس شعر کا ہے۔ مطولہ کا تینتیسواں شعر اپنی وفات سے چند سال پہلے بدلا ہے۔ آپ نے

۱۲۹۹ء میں شجرہ مختصرہ حافظ امیر اللہ بی دلی کو دیا ہے۔ اس کے دس شعر ہیں۔ دسواں شعر اس

طرح ہے۔

یا الہی تو ابوالخیر و امیر اللہ کو عشق اپنا کر عطا ان اولیا کے واسطے

بھر آپ نے پہلے مصرع کو اس طرح بدلا۔ حضرت شاہ ابوالخیر ولی مرشد مرے۔ اور پھر آپ نے اس ایک شعر کی جگہ دو شعر کر دیئے۔

گو ہر درج ولایت شاہ ابوالخیر احمدی عارف کامل دلی با خدا کے واسطے

یا الہ العالمیں کر یہ دعا میری قبول عشق دے اپنا مجھے ان اولیا کے واسطے

سائیں توکل شاہ کی آپسے ملاقات | سائیں توکل شاہ صاحب آپ سے ملے۔ ان کی باطنی کیفیت کو دیکھ کر آپ بہت خوش

ہوئے اور آپ نے ان سے یہ الفاظ فرمائے "سائیں صاحب یہ دولت کہاں سے حاصل کی ہے۔"

سائیں صاحب پر آپ کی اس بات سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ زار و قطار

روتے ہوئے دست بستہ کہا "حضرت یہ سب آپ کے گھر سے ملا ہے" سائیں صاحب، ملا محمود

جاندھری کے خلیفہ تھے اور وہ ملا محمد شریف کے اور وہ حضرت شاہ ابوسعید قدس اللہ سرار ہم کے۔

اس عاجز سے مولوی احمد سعید بن عصمتہ اللہ سرحدی نے چند سال پیشتر کہا کہ سائیں صاحب

آپ سے انبالہ میں ملے تھے۔

انبالہ کے مخلصین ددین دن کے واسطے آپ کو انبالہ لے گئے تھے۔ جب آپ انبالہ کا قصد

فرما رہے تھے تو مولوی سراج الدین ساکن پھانک مفتی والان دہلی نے آپ کے متعلق سائیں صاحب

کو لکھا۔ سائیں صاحب نے مولوی سراج الدین کو لکھا "او ملا تو آفتاب کی کیا تعریف کرتا ہے وہ تو

مثل آفتاب کے ہیں" اس تحریر کو مولوی سراج الدین نے خوب حفاظت سے رکھ چھوڑا تھا اور اپنے

دوستوں کو دکھایا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ

حجاز مقدس کو واپسی | محترمہ عارفہ سے آپ کا نکاح ہوا اور تین صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔ اگرچہ وہ اپنے ابوین کے واسطے اجر و ذخیرہ آخرت ہو گئیں۔ لیکن

طبائع میں بہم اختلاف تھا اور دختر سوم کاملہ کی ولادت اور وفات کے بعد محترمہ عارفہ اپنے والدین کے پاس رامپور میں رہنے لگیں اور آپ کا قیام خانقاہ شریف دلی میں رہا۔ اس عاجز سے عمہ محترمہ نے فرمایا ”میں اپنی لڑکی کی طبیعت سے اور تمہارے والد کی طبیعت سے خوب واقف تھی۔ مجھ کو یقین تھا کہ ان دونوں میں نباہ نہ ہوگا۔ اور یہ شادی صرف تمہارے دادا کی خوشی کے پیش نظر ہوئی اور وہی پیش آیا جس کا کھٹکا تھا۔“

آپ نے خانقاہ شریف کے دوران قیام میں جناب ملا محمد عثمان دامانی خلیفہ وجانشین جناب حاجی دوست محمد قندھاری رحمہما اللہ سے خانقاہ ارشادیناہ میں قیام کرنے کے سلسلہ میں خط و کتابت کی (عنقریب اس کا بیان آنے والا ہے) اور اواخر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۵ھ مطابق پانچ ۱۸۸۵ء میں دلی سے بمبئی روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ کرامت النساء اور غالباً علی افتخاری تھے جن کا ذکر اصحاب الدین نے اپنے خط میں کیا ہے۔ آپ کا پہلی مرتبہ بمبئی جانا ہوا۔ نہ وہاں آپ کا کسی سے تعارف تھا اور نہ کوئی آپ کو جانتا تھا۔ نہ آپ کے ساتھ مریدوں کی کوئی جماعت تھی اور نہ کچھ نام و نمود تھا۔ آپ کا مبارک چہرہ اَلَّذِیْنَ اِذَا نَادَوْا ذَكَرَ اللّٰهُ (وہ لوگ کہ جن کو دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے) کا مصداق تھا۔ لہذا جس کی نظر آپ پر پڑتی تھی وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ دو مہینے آپ کا قیام بمبئی میں رہا اور جن کی قسمت میں سعادت تھی وہ آپ سے بیعت ہوئے۔ بمبئی سے آپ غالباً ۲۲ رجب ۱۲۸۵ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۸۵ء کو جدہ روانہ ہوئے۔ حاجی

ایوب اور محمد اسماعیل نے آپ کے روانہ ہوتے ہی ایک ضروری خط آپ کو مکہ مکرمہ ۲۵ رجب ۱۲۸۵ھ کو لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: ”بعد از انفصال صحبت صوری دل بسیار مغموم و متفکر شد، گویا آدم از ملاک الامر و فضائل المؤمن مہجور شدہ باشد بعد عصر ارادہ کر دیم کہ یک بار از مطالعہ آفتاب عالم تاب روئے النور و چہرہ منور کہ نقوش ماسوا از دیدنش سوختہ شوند و جمال محبوب حقیقی برستاد اودیدہ شود مشرف شویم لکن اگبوٹ روانہ شدہ بود بجز حسرت و غم بر غم ہیج حاصل نہ شدہ

فراتے کافتہ از دوران دوری

بہ از وصل بدیں تلمنی و شوری الہ

نکاح دوم مکرم میں جناب امجد حسین صاحب صدیقی شادبہاں پوری اور ان کے چھوٹے بھائی (مہاجر مکہ) کا قیام تھا اور شال والا کے نام سے ان کی شہرت تھی۔ یہ دونوں حضرت جتو امجد اور حضرت والد مکرم سے نہایت اخلاص رکھتے تھے۔ جب برادر خورد زیارت کے واسطے آئے تھے تو دروازے پر کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

برادر آمد بسندہ بگریخت آبروئے خود ز عصیاں ریخت

(بھگڑا غلام دروازہ پر آیا ہے جس نے گناہوں سے اپنی آبرو برباد کر دی ہے)

مکرم پہنچ کر آپ نے حضرت ماجرہ بنت جناب امجد حسین سے نکاح کیا۔ اس عاجز کو صحت کے ساتھ معلوم نہیں ہو سکا کہ سن ۱۳۲۷ء کے حج سے پہلے عقد زواج ہوا یا بعد میں۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ سن ۱۳۲۷ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبزادی احمدی عنایت کی۔

مولوی عبداللہ قندھاری مولوی عبداللہ قندھاری آپ سے کب بیعت ہوئے اس کے متعلق عاجز کو کچھ علم نہیں، البتہ یہ معلوم ہے کہ یوم جمعہ

۱۶ رزی الحجہ ۱۳۲۷ء کو آپ نے مکرم میں خلافت نامہ لکھ کر مولوی صاحب کو دیا۔ پھر ۱۵ محرم ۱۳۲۷ء کو مدینہ منورہ سے اور ۶ صفر ۱۳۲۷ء کو مکرم سے ان کو خطوط ارسال کئے۔ دو شنبہ ۱۶ رجب ۱۳۲۷ء مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو کابل میں مولوی عبداللہ قندھاری رحمہ اللہ کے فرزند مولوی عبدالکریم حقانی سابق قاضی القضاات سے اس عاجز کی ملاقات ہوئی اور ان سے خلافت نامہ اور دونوں خطوط کا علم ہوا اور پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے ان کی نقل اس عاجز کو دی۔ ان شاء اللہ آپ کی تحریرات و خطوط میں ان کو نقل کیا جائے گا۔ خلافت نامہ عربی میں ہے اور اس عاجز کے علم میں نہیں کہ آپ نے کسی اور کو خلافت نامہ لکھ کر دیا ہو۔

سفر بہ طابہ طیبہ آپ نے مکرم سے ایک خط ملا عبدالکلیم کولابی کو مدینہ منورہ لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں: "عرض غلامی ازیں اسیر ہوا و ہوس بہ حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ وسلم بہ ہزاراں ادب نمایند و تحیتہ۔ صلاۃ و سلام بصد تعظیم عرض نمایند" پھر لکھا ہے: "لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ" (اگر میرا خدا مجھے ہدایت نہ دے تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا) یا رسول اللہ چشم رحمت بکشا سوائے من انداز نظر۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَغُلِي ضَجِيعَتُكَ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَغُلِي خَادِمِيكَ سَعِيدٌ وَعُمَرُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ" (آپ پر سلام اور آپ کے ہمبستر ابو بکر و عمر اور آپ کے خادم سعید و عمر پر سلام) خط کے بعد یہ چند شعر لکھے ہیں ۵

إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقٌّ مَطْلَبِي
وَمَا كُنْتُ قَبْلَ الْيَوْمِ أَحْسَبُ أَفْنِي
فَقَدْ كُنْتُ مُشْتَاقًا إِلَيْكَ اشْتِيَاقًا
الْإِقْلَاقَ لَكِنْ كَانَ لِي أَنْ أَلْقِيَا

اے رسول اللہ آپ کی جانب میری سواری چلی۔ میں آپ کا بہت زیادہ مشتاق تھا
آج سے پہلے میں گمان نہ کرتا تھا کہ میں آپ سے ہلوں گا لیکن تمنا تھی کہ میں ہلوں

آپ پر ہم بانیازوں کا ہے ناز
آپ پر ہم ناتوانوں کا ہے زور
اک جوشِ عشق ہے نہ عمل ہے نہ زورِ علم
تم خوب جانتے ہو مری کائنات کو
کعبہ بھی گئے پر نہ گیبِ عشقِ بتوں کا
زمزم بھی پیلا پر نہ بھی آگِ جگر کی
اس متاعِ گوہرِ غلطاں کو دیکھے کون ہے
کاروانِ شکِ مسلسل کا رواں ہونے کو ہی

یہ عاجز کہہ نہیں سکتا کہ یہ اشعار آپ کے ہیں یا دیگر شعرا کے ہیں یا بعض آپ کے اور بعض
ادروں کے۔ البتہ آپ کے اس خط اور ان اشعار کو پڑھ کر آپ کے عشق اور جذبہ نہانی کا کچھ اندازہ
ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۵ محرم ۱۳۰۴ھ کو ایک خط مدینہ منورہ سے مولوی عبداللہ قندھاری کو لکھا کہ
میں ماہِ رجب (۱۳۰۳ھ) میں مدینہ منورہ آیا ہوں اور بے انتہا عنایات سے مشرف ہو رہا ہوں۔
اور دوسرا خط ۶ صفر ۱۳۰۴ھ کو مکہ مکرمہ سے لکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں تقریباً چھ
ماہ آپ کا قیام رہا۔

حضرت ابن عباسؓ کے مزار پر حاضری | مکہ مکرمہ سے گریسوں کے موسم میں آپ
طائف تشریف لے گئے وہاں حضرت

کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ مراقبہ میں آپ سے حضرت نے فرمایا: ہماری مسجد
میں آج جمعہ کی نماز تم پڑھاؤ گے۔ آپ متحیر ہوئے کہ حضرت تو یہ فرما رہے ہیں اور مسجد شریف کا
امام مقرر ہے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مؤذن نے آکر آپ سے کہا: امام صاحب علیل ہو گئے
ہیں لہذا آپ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی۔ یہ واقعہ آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔

آپ کی علالت | ماہِ شوال ۱۳۰۵ھ میں آپ علیل ہوئے۔ مرض نے شدت اختیار کی۔ آپ
نے بارگاہِ بے نیاز میں عرض کی کہ ”بارِ خدا یا اس موزی مرض سے نجات

پاؤں تو حج کروں اور تیری راہ میں ایک اونٹ نخر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور
آپ نے حج کیا اور ایک اونٹ نخر کیا۔ جس وقت نخر کر رہے تھے تو اپنے حضرت والد کا بتیکہ بخت
بہ ذوق و شوق تمام پڑھ رہے تھے۔ مولوی بخش اللہ رحمہ اللہ نے آپ کے حضرت والد ماجد کے

کسی مرید کا بیان لکھا ہے کہ یہ حالات مدینہ منورہ میں ہوئی اور صحت یاب ہوئے پر آپ فرما کر فرما
روانہ ہوئے اور حج و عمرہ کیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ ص ۱۱۸ میں یقیناً گئے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ قدس اللہ سرہا سے
اس عاجز نے سنا تھا اور یہ بھی سنا تھا کہ بارگاہ نبوی سے آپ کو حکم ملا تھا: تم ہندوستان جاؤ۔
چنانچہ ص ۱۱۸ کا حج کر کے آپ نے رختِ سفر باندھا اور ہند کو روانہ ہوئے۔

دوبارہ ہند کا سفر | آپ نے کتابیں حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کے پاس اور کچھ
سامان خوقندی کے پاس رکھا۔ اور ص ۱۱۸ کے احوال میں یعنی

ادھر ستمبر ۱۸۸۸ء جدہ سے بمبئی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی
احمدی اور کرامت النساء اور ایک بھاری تھے۔ بمبئی میں تقریباً دو ماہ قیام رہا۔ کافی افراد داخل
سلسلہ ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ عمر اور اسماعیل عبدالرحمن قابل ذکر ہیں۔

خانقاہ شریف میں ورودِ مسعود | بمبئی سے دلی کی خانقاہ شریف میں آمد ربیع الآخر
۱۳۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ آپ

کے جدِ امجد نے ۱۲۴۵ھ میں حرم نبوی میں فرمایا تھا: میری خلافتِ خاصہ اس بچے کے نصیبے میں ہے۔
اکتیس سال کے بعد اس کا ظہور ہوا اور خانقاہ شریف پھر گہوارۂ رشد و ہدایت ہوئی۔ اس عاجز
سے اکبر خاں خردٹی کوچی نے جمعہ ۳ رزی القعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کہا کہ میں شعبان
۱۳۵۶ھ میں آپ سے بیعت ہوا یعنی اپریل ۱۸۸۹ء میں۔ غالباً یہ وہی دن تھے جب ملا محمد عثمان
قدس سرہ خانقاہ شریف کی تفویض کے لئے دلی آئے تھے۔ آپ کی اس آمد کے بعد غالباً اکبر خاں
افغانوں میں سب سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ پھر ان کے بھائی اورنگ خاں اور یار محمد اور محمد نماں
وفاں فقیر وغیرہم بیعت ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کے جدِ بزرگوار کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ نے یہ خانقاہ شریف ۱۲۴۳ھ
میں جناب حامی دوست محمد کو عنایت کر دی تھی۔ حاجی صاحب کی وفات ۲۲ شوال ۱۲۸۳ھ ہجری
مطابق ۱۶ فروری ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ وفات سے پہلے انھوں نے اپنی تینوں خانقاہوں کو اپنے خلیفہ
ملا محمد عثمان دامانی کے حوالہ کیا۔ اور آپ نے اپنے مریدوں کے نام ایک خط لکھا۔ اس کے آخر میں یہ
عبارت ہے: "مولوی محمد عثمان صاحب راسلہ ربہ خلیفہ و مسند نشین خود دستوں خانقاہات و کتب
و اسباب متعلقہ لنگر ساختم و براتباع خود اتباع او شان مقرر نموده ام۔" اس عاجز نے حاجی صاحب کی

اس تحریر کو افغانستان میں دیکھا ہے۔ اور اپنی بیاض پر پوری تحریر نقل کر لی ہے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو ان امور کا علم تھا۔ لہذا مسئلہ میں مجاز جانے سے پہلے آپ نے خانقاہ شریف کے متعلق ملا صاحب سے خط و کتابت کی تھی۔ اب دئی پہنچنے پر آپ نے ملا صاحب کو لکھا کہ میں دئی آگیا ہوں اور اب اس کام میں تاخیر مناسب نہیں۔

ساقیا عشرتِ امروز بہ فردا منگلن یاز دیوانِ قضا خطِ امانی بہ من آر

(اے ساتی آج کے عیش کو کل پر ڈال۔ یا قضا قدر کے دفتر سے میرے لئے امان کی تحریر لے آ)

آپ کی اس تحریر پر جناب ملا صاحب خود دلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالہ کی۔ حاجی محمد اسماعیل جو ہری خانقاہ شریف کے قریب رہتے تھے آپ سے بیعت تھے۔ ملا صاحب کی آمد کے موقع پر موجود تھے۔ ان کا چشم دید بیان درج ذیل ہے۔

ملا محمد عثمان کی آمد

ملا صاحب پنیں میں سوار تھے اور تقریباً ساٹھ ستر افراد ان کے ساتھ تھے۔ زیادہ تر ضلع بلند شہر اور علی گڑھ کے رؤسا تھے۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازے پر ملا صاحب پنیں سے اترے۔ اُن کی دائرہ سفید چہرہ نورانی تھا۔ حضرت صاحب خانقاہ شریف کے دروازے میں اندر کھڑے تھے۔ ملا صاحب بہ محبت آگے بڑھے اور انھوں نے قصد کیا کہ آپ کے قدموں کو ہاتھ لگائیں۔ حضرت صاحب نے ان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے فرمایا۔ ملا صاحب دیکھو ہمارے حضرات کیا فرما رہے ہیں۔ اور آپ نے دائیں ہاتھ سے حجر شریف کی طرف اشارہ کیا اور پھر آپ ملا صاحب کو مزارات شریف پر لے گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد ملا صاحب نے حاضرین سے کہا کہ حضرت صاحبزادے صاحب کے جدِ امجد نے یہ خانقاہ اپنے خلیفہ حاجی صاحب کو دی اور انھوں نے میرے سپرد کی۔ میں آج یہ خانقاہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیتا ہوں۔ اور ملا صاحب نے حاضرین سے کہا۔ تم حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں یا کرو۔

شاہ ولی البتی کی مراجعت

جب ملا صاحب نے حضرت سیدی الوالد کے سپرد خانقاہ شریف کر دی تو حضرت شاہ ولی البتی راہپور شریف کے نواب کلب علی خاں خانقاہ شریف کے مصارف کے واسطے تیس روپے ماہوار ارسال کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد نے عطیہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لکھ دیا۔ ”ہم کو ضرورت نہیں۔“

پہلی اہلیہ محترمہ کی جدائی

خانقاہ شریف میں قیام کرنے کے بعد آپ نے حضرت شاہ محمد معصوم اور حضرت امراجمیل کو راہپور خطوط ارسال کئے

کہ ہم نے مجاز میں عقد ثانی کیا اور ان کو لے کر خانقاہ شریف آگئے۔ اگر آپ کی صاحبزادی عارفہ ہمارے پاس آنا چاہیں تو خوشی سے آجائیں ہم ان کو آرام سے رکھیں گے۔ حضرت عمر محترمہ نے اس عاجز سے کہا کہ میری بیٹی کی خوشی جانے کی نہ تھی لہذا میں نے تمہارے والد کو لکھ دیا کہ تم میری بیٹی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ انھوں نے فوراً طلاق دے دی اور مجھ کو لکھ دیا۔

خانقاہ شریف کب بنی | حضرت مرزا جاجی جاناں مظہر قدس اللہ سرہ الاقدس کو کسی مشیسی نے بخت خاں کی ایسا پر شنبہ ۱۹۵۵ء محرم ۱۲۷۵ھ میں زخمی کیا۔

شب ۱۹ شنبہ ۱۵ محرم میں آپ کی پاک روح اعلیٰ علیتین کو پرواز کر گئی اور دس محرم ۱۲۷۵ھ میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی خواہش پر ان کے مکان میں جو کہ چٹکی قبر اور ترکمان دروازے کے مابین واقع ہے آپ کو سپرد خاک کیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت کے مریدوں کو اس کا علم تھا۔ لہذا انھوں نے حضرت بی بی صاحبہ کی خوشی کو ملحوظ رکھا۔ شاہ نعیم اللہ بہرائچی مؤلف ”معمولات مظہری“ نے ”بشارات مظہریہ“ میں لکھا ہے ”و صباح آں شب تجہیز و تکفین نمودہ تابوت مبارک ایساں ہمراہ تعزیر ہائے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشتہ ہمہ یاران و عزیزاں ماتم کناں ہمراہ جنازہ شد بعد نماز جنازہ در حویلی حضرت بی بی صاحبہ در دہلی کہ متصل چٹکی گور واقع است آسودہ و بہ زبان حال ایں بیت دیوان شریف می سرانیدند۔“

نہ کرد مظہر با طاعتی در فت بخاک نجات خود بہ قولایے بو تراب گزاشت۔ الخ
(میرے مظہر نے کوئی اطاعت نہ کی اور خاک میں بل گیا۔ اپنی نجات کو حضرت علی کی دوستی کے سپرد کر گیا) چونکہ آپ کے مخلصین کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کو دیا ہے اور اس میں تحریر ہے کہ میں نے اپنی اہلیہ کی درخواست منظور کر لی تھی۔ لیکن ان دنوں دہلی میں ان کی کوئی زمین نہ تھی اور اب انھوں نے ایک حویلی خرید لی ہے اور میرے دل کو اس جگہ سے نفرت ہے۔ میں وہاں سے بیزار ہوں۔ میرے مخلصین کو چاہیے کہ اس جگہ مجھ کو دفن نہ کرنے دیں۔ بنا بریں مخلصین نے آپ کو تابوت میں رکھ کر سپرد خاک کیا۔ چوں کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت میرزا صاحب رحمہ اللہ کے مجروح ہونے کی اطلاع آس

لے ”بشارات مظہریہ“ کا وہ مبارک نسخہ جس کے حاشیہ پر حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے دست مبارک کی کچھ تحریرات بھی ہیں لندن کے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ اس عاجز نے وہاں سے عکسی نقل سنگائی وہ پیش نظر ہے۔

واقعہ کے فوری بعد دی جا چکی تھی۔ لہذا وہ فوراً پانی پت سے روانہ ہوئے اور چہار شنبہ گیارہ محرم کو وہی پہنچے اور یہ ارادہ کیا کہ پنجشنبہ بارہ محرم کو آپ کے تابوت شریف کو نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کرینگے۔ "تابوت آنحضرت درآں حویلی بہ نیت امانت بود کہ بوقت فرصت نقل خواہند کرد۔ سیوم چون قصد نقل کردند در معاملہ آنحضرت از نقل منع فرمودند لہذا نعش مبارک از انجا نقل نہ کردند و در ہما نجا بہ خاک سپردند" الخ (آپ کا تابوت اس حویلی میں امانت کے طور پر تھا کہ جب چاہیں گے منتقل کر دیں گے تیسرے دن منتقل کرنے کا قصد کیا تو مرزا صاحب نے منتقل کرنے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے اسی جگہ خاک کے سپرد کر دیا۔)

آپ کو شہید کرنے اور کرا لے میں جس جس کا ہاتھ تھا منتقم حقیقی نے بہت جلد اُن کو سزا دی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بشاراتِ مظہریہ میں کسی کا یہ قطع تحریر ہے ۵

نجف خاں نہ ماند و نجف خانیس نہ افراسیاب و نہ ہمدانیس
نہ لشکر بماند و نہ مرزا شفیع شود حاکم نو بہ فصلِ ربیع
(نہ نجف خاں رہا نہ اس کی نجف خانی۔ نہ افراسیاب رہا اور نہ ہمدانی
نہ لشکر رہا نہ مرزا شفیع۔ فصلِ ربیع میں شیا حاکم ہوگا۔)

غلافِ توقع آپ کی تدفین حضرت بی بی صاحبہ کی حویلی ہی میں ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کو توفیق دی کہ اس مبارک مقام کو خانقاہ مبارک بنائیں۔ وَكَانَ ذَلِكَ قَدَرًا مَّقْدُورًا۔

حضرت میرزا صاحب کا مبارک مزار شارعِ عام خانقاہ شریف کی تفصیل | سے شرق کی طرف بانوے (۹۲) فٹ کے فاصلہ پر

ہے۔ سڑک پر خانقاہ شریف کا دروازہ ہے۔ دروازہ سے متعلق ستائیس فٹ شمالاً جنوباً، اور انیس فٹ شرقاً و غرباً زمین ہے اس کے بیچ میں چھ فٹ چوڑا راستہ ہے۔ اس کے دونوں طرف صحنیاں ہیں اور شمال کی طرف صحنی سے متصل کنواں ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں دوسری طرف ایک حجرہ ہے۔ اس کے بعد مزار شریف تک کھلا صحن ہے۔ دروازہ کی زمین کے متصل جہتِ شمال مسجد شریف ہے مسجد شریف کی پشت شارعِ عام پر ہے۔ شمالاً جنوباً بیالیس فٹ اور شرقاً و غرباً تقریباً سینتالیس فٹ ہے۔ اس میں سے شرقاً و غرباً اٹھارہ فٹ کا صحن اور باقی حصہ میں دو دالان کی مسقف مسجد تھی۔ صحن میں متصل بڑا حوض تھا اور حوض کے بعد ایک کونہ میں حوائج

ضروریہ اور پھر تقریباً پچاس فٹ لمبی اور بارہ تیرہ فٹ چوڑی زمین پر حجرے بنے ہوئے تھے۔

خانقاہ شریف کا دوسرا دروازہ شمال مشرق گوشہ میں ہے۔ اس دروازے کے دونوں طرف حجرے بنے ہوئے تھے اور ان حجروں کے اوپر بالا خانہ تھا اور اسی میں حضرت شاہ محمد منظر رہا کرتے تھے۔ یہ حصہ حضرت کے مزار شریف کے جہت شرق ہے اور ادھر بھی اخلاہہ زمین واقع ہے۔ حضرت کے مزار شریف سے تقریباً سولہ سترہ فٹ کے فاصلہ پر جہت جنوب حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے رہنے کا بڑا مکان ہے۔ اس مکان کو حضرات کرام تسبیح خانہ کہتے ہیں۔ اس مکان کا عقب محلہ سویولان سے ملتا ہے۔ اس مکان سے متصل جہت شرق ایک مکان ہے۔ یہ مکان ایک ہندو عورت کا تھا۔ اور اس مکان سے متصل جہت شرق ایک مکان اور پھر اس سے متصل جہت شمال دو منزلہ مکان حضرت شاہ صاحب کے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی خواہش تھی کہ ہندو عورت کا مکان بھی آپ کو مل جائے تاکہ خانقاہ شریف میں کسی دوسرے کا تصرف و گزر باقی نہ رہے۔ اس مکان کے سلسلہ میں غیثمہ مقامات منظر ہی میں حضرت شاہ عبدالغنی نے فصل مکاشفات والہامات میں لکھا ہے ”روزے مکان ہمسایہ طلب نمودم الہام شد چرا ہمسایہ را تکلیف می رسانی و بدر می کنی“ یہ مکان ۱۲۷۳ھ سے چند سال پیشتر حضرات کرام کے تصرف میں آیا ہے۔ حضرت عثمہ محترمہ نے فرمایا کہ ہجرت سے تین چار سال پہلے ہندو عورت کے ورثہ سے حضرت شاہ عبدالغنی نے یہ مکان خریدا۔ پھر ان کو خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے مقابل ایک بڑا مکان مل گیا۔ لہذا انھوں نے یہ مکان فروخت کر دیا۔ اور ان سے تمہارے دادا نے یہ مکان خریدا۔ کیونکہ وہ بالا خانہ پر رہتے تھے اور ان کو اپنی بیماریوں کی وجہ سے چڑھنا آجڑا شکل تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے بھی اتنا فرمایا تھا۔ یہ مکان ہمارے حضرت والد نے خریدا تھا اور آپ نے اس مکان کو حضرت والدہ صاحبہ کے مہر میں ان کو دے دیا تھا۔

اس مکان کے علاوہ ایک چھوٹا مکان تسبیح خانہ کے دروازے سے خانقاہ کے صدر دروازے تک تھا۔ اور اس کا راستہ اس مختصر سی گلی میں تھا جو خانقاہ شریف سے متصل بہ جہت جنوب واقع ہے۔ یہ حصہ حضرات کے ہجرت فرمانے کے بعد خرید لیا گیا تھا۔

مسجد شریف کے جانب شمال حجرے تھے۔ یہ حصہ اور مسجد شریف اور حوض و حجروں کا حصہ اور شرقی دروازے کی طرف کا کچھ حصہ اور تین مکان اور صدر دروازے کا حصہ حضرت شاہ صاحب کا خرید کر رہا ہے۔ آپ نے مرض الموت میں اپنے خلیفہ اجل حضرت شاہ ابوسعید کو لکھنا جو خط تحریر فرمایا ہے، اس میں لکھا ہے۔

”برخوردار احمد سعید را آنجا گزاشته بہ مجرور سیدن رقیمہ ہمد را جواب دادہ نزد ما بیایند۔ قبر ما در
معن ہیں مکان خواہد شد و تبرکات بر بالین برگنبد ضیق۔ و مردمان وابستہ شما ہر وقتیکہ خواہند آمد در
دو حویلی باشند و شما اینجا بہ مزار ما با شید۔ و اخراجات خانقاہ ہمد بر طور شما است۔ بہ ہر طور کہ
مناسب دانید و برداری و تحمل بہ سر برید و دعائے حسن خاتمہ و لقائے جان افزا و اتباع حبیب
خدا محمد مصطفیٰ فرمایند زیادہ والسلام“

۱) برخوردار احمد سعید کو وہاں چھوڑ کر خط پہنچتے ہی سب کو جواب دے کر میرے پاس آ جلتے
میری قبر اسی مکان کے معن میں ہوگی اور تبرکات سرانے اور جو لوگ تم سے وابستہ ہیں وہ جس
وقت چاہیں گے دونوں حویلیوں میں آئیں گے۔ تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہنا۔ خانقاہ کے
اخراجات سب تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ برداری اور برداشت اختیار کرنا۔ حسن
خاتمہ کی دعا کرنا۔

آپ نے تین حویلیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک تسبیح خانہ اور پھر وہ ٹو مکان جو خانقاہ شریف
کے جنوب شرقی گوشہ میں واقع ہیں۔

آپ نے پہلے اپنے واسطے حضرت خواجہ باقی باللہ
حضرت شاہ صاحب کا مزار | قدس سرہ کے قبرستان میں سردابہ بنوایا تھا جو ۱۲۶۲ھ

تک محفوظ رہا اور پھر آپ کے مرید خاص مولوی حافظ خلیل احمد بھوی مجددی رحمہ اللہ کی آرام
گاہ بنا۔ جیسا کہ بابائے سوم کے احوال میں حاشیہ پر ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر آپ نے تسبیح خانہ کے
معن میں اپنا مدفن تجویز فرمایا۔ رحلت فرمانے سے دو تین ماہ پہلے آپ نے خط لکھا ہے۔ اور
اس میں اس کا ذکر ہے۔ مع ہذا آپ کی تدفین حضرت میرزا صاحب کے مزار شریف سے متصل
جہت غرب ہوئی ہے۔ غالباً آخر وقت میں آپ نے اس کی اجازت دی ہوگی۔

سلام میں حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ اپنے
مزارات شریفہ پر محبہ کی تعمیر | حضرت والد صاحب کے تابوت کو ٹونک سے دہلی

لائے اور حضرت شاہ صاحب کے پہلو میں جہت غرب سپرد خاک کیا۔ اس وقت تک مزارات
مبارکہ کے چار جانب مجر بنا ہوا نہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالغنی نے مزارات کے چار طرف اینٹ کی
چوٹے کی قد آدم دیوار بنائی۔ شرق و غرب و شمال کی طرف سنگ باسی کی عمدہ نین تین جالیاں
لگائیں جو کہ اب تک محفوظ رکھی ہیں اور سمت جنوب میں دو جالیاں اور بیچ میں آنے جانے کا راستہ۔

راستہ پر خوبصورت کمائی بنائی تھی اور اس کے اوپر سنگ مرمر کا چوکور پتھر لگا ہوا تھا۔ اس پتھر میں پھر
دوسطروں میں کندہ تھا۔ پھر حضرت میرزا صاحب کا ہے۔

بہ لوح تربیت میں یافتہ از غیب تحریر ہے کہ اس مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے
خانقاہ شریف کی تعمیر نو | آپ کی عمر چار سال کی تھی کہ حرم نبوی میں آپ کے جد

بزرگوار نے فرمایا تھا کہ میری خلافت خاصہ اس بچے کے
نصیبہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی نے یہ پیشین گوئی کی تھی جو کہ اِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللہ کے
مصدق تھے۔ اب وقت آیا کہ اس پیشین گوئی کا ظاہر و باطن ظہور ہو۔ آپ سنیہ کے واسطہ
میں دلی آئے۔ تین چار مہینے بعد جناب ملا محمد عثمان رحمہ اللہ موسیٰ زئی سے آئے اور خانقاہ شریف
آپ کے حوالے کی۔ آپ کے جدا مجد کے جانے کے بعد سے آپ کے تشریف لانے تک خانقاہ شریف
کی مرمت کا خیال کسی کو نہ آیا۔ بلکہ خانقاہ شریف کے حجروں پر نااہل افراد کا تصرف تھا۔ آپ نے
ان لوگوں کو خانقاہ شریف سے نکالا۔ مسجد شریف کی آدمی چھت گر گئی تھی۔ یہی حالت حجروں کی
تھی۔ آپ نے سب سے پہلے مسجد شریف کی تعمیر کی طرف توجہ کی۔

نیک بندوں کا مددگار پروردگار جل شانہ ہوتا ہے۔ اسی دوران میں منشی محمد رضا دلی کے
حاجی فیض اللہ سرسہ کے، کرم اللہ خاں عرف منشی منے خاں جو ٹیا محل دلی میں رہتے تھے، حاجی
عبدالغنی آنریری مجسٹریٹ دلی، حاجی محمد اسحاق سوداگر صدر بازار دلی آپ سے بیعت ہوئے۔ ان میں سے ہر
ایک نہایت قابل سمجھدار تھا۔ خاص کر منشی منے خاں اور منشی محمد رضا اور حاجی فیض اللہ۔ آپ نے
ان تین افراد کے متعلق مسجد شریف کی تعمیر کا کام کیا۔

مسجد شریف اور اس کا شمالی حصہ اور شرقی حصہ جس میں خانقاہ شریف کے شرقی دروازے
تک پختہ دیوار بھی ہے، پہلے بنا۔ یہ کام چار شنبہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۸۷۲ء کو شروع
ہوا اور چار شنبہ ۵ محرم ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۸۷۳ء کو تمام ہوا۔ مسجد شریف کے شمال کی طرف پ
سڑک تین دروازوں کا کمرہ بنا ہے۔ پہلے یہ جگہ کیٹی کے تصرف میں تھی۔ کیٹی سے یہ جگہ لے لی گئی۔ اس
کمرے کا چھوٹا صحن بھی ہے۔ پھر مسجد شریف کے صحن کے محاذات میں چار حجرے بنائے ہیں۔ آپ نے
تین گنبد کی مسجد شریف و دو دالان کی بنوائی جس کے دو منارے ہیں۔ مسجد شریف کے اندر نہایت
نازک اور عمدہ منبت کاری کی گئی ہے۔ اس عاجز کو پڑانے کاغذات میں مصارف کا یہ گوشوارہ دستیاب
ہوا ہے۔ اس کی نقل درج ذیل ہے۔

گوشوارہ حسابات

فرد گوشوارہ آمد و خرچ بابت تعمیرات متعلقہ خانقاہ شریف ازابتداء
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۶ھ لغایت محرم الحرام ۱۲۱۰ھ

تعمیر میں خرچ ہوئے ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۶ھ سے لغایت ۵ محرم الحرام ۱۲۱۰ھ تک بابت خرید مصالحو و مزدوری وغیرہ یا فتنی بزمہ عبدالرحمن مرحوم مستری یا فتنی بزمہ حاجی سقہ بقایا نقد تاریخ ۵ محرم ۱۲۱۰ھ	آمدنی نذرانہ بنابر تعمیر ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۶ھ پانے آنے روپیہ ۶۸۴۷ - ۲ - ۳ لکھ ۸ ۴	۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۶ھ پانے آنے روپیہ ۶۸۴۷ - ۲ - ۳ لکھ ۸ ۴
---	---	---

میزان کل سہ ماہیہ ۶۸۶۹ - ۱۳ - ۹ میزان کل آمدنی سہ ماہیہ ۶۸۶۹ - ۸ - ۰ غلطی ہے

یہ ہر دور قوت اسامی عبدالرحمن دھامی سقہ قابل وصول نہیں ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خرچ میں
ڈال کر حساب برابر کر دیئے جاویں اور مبلغ ۸۸۶۹ روپے جو آپ کے امانت کھاتہ میں جمع ہیں
اس کا بھی جمع خرچ کر دیا جاوے تو تاریخ مذکور تک تمام حساب صاف ہو جاتے ہیں۔
یہ عاجز کہتا ہے کہ ایک دوسرے پر جے معلوم ہوا تھا کہ راج کی اجرت چار آنے اور ساٹھے
چار آنے تھی اور اچھے بیلدار کو تین آنے اور مزدور کو دو آنے اور جو پیسے ملتے تھے۔ مستری اسلام الدین
فراش خانہ میں رہتے تھے۔ مسجد شریف جب بن رہی تھی ان کی عمر بیس سال کی تھی وہ اپنے والد
اور چچا کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ابتدا میں مجھ کو ساٹھے تین آنے اور بعد میں
چار آنے ملتے تھے۔ اور اب ۱۲۰۶ھ میں دلی میں اچھا راج بارہ اور چودہ روپے اور بیلدار آٹھ
روپے اور مزدور چھ روپے لے رہا ہے۔ یعنی مسجد شریف کی تعمیر کے وقت کا ایک روپیہ اس
وقت کے پینتالیس اور پچاس روپے کے مساوی ہے۔ گویا جو رقم اس وقت صرف ہوئی ہے
وہ اس وقت کے پونے چار اور چار لاکھ کے مساوی ہے۔

پاک مال سے تعمیر آپ نے اس مسجد شریف کی تعمیر میں ایک پیسہ بھی مکروہ اور مشتہال نہیں لگایا۔ جناب کرم اللہ خاں عرف منشی خاں ٹیا محل میں رہتے تھے۔ ان کے برادر کلاں عبدالرحیم خاں اور برادر زادہ عبدالمجید خاں خواجہ دہلی کے رؤسار میں سے تھے۔ منشی خاں آپ کے اولیہ غلہ میں تھے۔ ان کے گھرانے کا ایک بڑا وقف تھا۔ دونوں بھائیوں کی نہایت خواہش تھی کہ وقف جائداد کی آمدنی میں سے کچھ روپیہ مسجد شریف کی تعمیر میں لگائیں۔ چونکہ اس وقف میں شرعی پہلو سے کچھ خرابی تھی آپ نے منظور نہ فرمایا۔

آپ نے ۶ ماہ جمادی الاولیٰ سن ۱۲۸۷ھ میں ایک خط ملا عثمان صاحب رحمہ اللہ کو موسیٰ زی لکھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ”امیر علی شاہ ازلاہور قصد تعمیر مسجد شریف کردہ است۔ بہ ما تحریر عرض کردہ بود۔ معماران اس شہر بست و دو صدر روپیہ تخمینہ تعمیر کردند، بہ مومی الیہ اطلاع کردیم۔ نوٹ چہار صدر روپیہ بہ ما فرستاد و در صدر جمع اسباب عمارت شدہ ایم، امیر علی شاہ دریں معاملہ از سابقین شدہ معماران ظہر نے جو اندازہ لگایا تھا، صرفہ اس سے سہ چند ہوا۔ غالباً اس کی بڑی وجہ منبت کاری ہوگی۔ کیونکہ آپ نے مسجد شریف میں نہایت عمدہ اور نازک منبت کاری کروائی ہے۔ اور پھر وہ سہ درہ ہوگا جو کہ مسجد شریف کے بالمقابل بنوایا گیا تھا۔ اور شیخ غلام احمد قریشی ہانسوی نے سن ۱۲۸۷ھ میں توڑا۔ اس حصہ میں شاندار دو منزلہ کتب خانہ بنائیں۔ کتب خانہ کی بنیاد نہایت عمدہ بھری۔ سنگ باسی کے ستون اور داسے بنوائے۔ ہزاروں روپیہ آپ کا اس پر صرف ہوا۔ اب تعمیر کا کام شروع ہوتا کہ آپ رحلت فرمائے غلہ بریں ہوئے اور وہ کام رک گیا۔ بنیاد بھری ہوئی ہے۔ داسے اور ستون رکھے ہوئے ہیں اور تعمیر کرنے اور کرانے والے ابدی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ رحمہم اللہ۔“

اسلام الدین کا بیان مستری اسلام الدین نے بیان کیا کہ آپ کرتے کے دان میں روپیہ رکھ کر باہر تشریف لاتے تھے اور کارپردازوں کے حوالہ کر کے فرماتے تھے۔ شمار کر کے حساب میں جمع کر لو۔ اور آپ صحن میں سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے۔ دو تین گھنٹے اس حالت میں گزر جاتے تھے۔ حاجی فیض اللہ وغیرہ آپ سے عرض کرتے تھے کہ آپ پراڈ کر گرد آرہی ہے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ ان سے فرماتے۔ اللہ کا گھر بن رہا ہے اور اس کی مٹی اڑ کر ہم پر آرہی ہے ہمارا دل خوش ہو رہا ہے۔ راج اینٹ کاٹ رہے ہیں جو آواز پیدا ہو رہی ہے ہم کو اس میں اللہ کی تسبیح سنائی دے رہی ہے۔

شہ اس کتاب کے آخر میں ابوالحسن زید کا ذکر ہے اس میں خانقاہ ارشاد پناہ کے بیان میں تعمیر چتر نورانی اور تعمیر کتب خانہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ صفحہ ۵۳، ۵۴، ۵۵ میں۔

ہر شے کی تسبیح

ارشادات کے فصل دوم میں فقر و تجر و ایشاں سے ایک صفو پہلے لکھا ہے: مستبانا
خواجه عبدالخالق رذخ اللہ تعالیٰ روحہ کہ در بازار ہامی روند ہر آواز باہ گوش
ایشان ذکر می آید و غیر ذکر ہیچ چیز نہ می شنوند و در مبادی حال ذکر چنان غالب شدہ بود کہ از ہر باد و
از ہر آواز سے کہ بہ گوش می آمد ذکر شنودہ می شد: آپ حضرت خواجه ہی کے طریقہ پر تھے اور اللہ تعالیٰ
نے آپ کو اسی رنگ میں پوری طرح رنگ دیا تھا۔ آپ پر اسرار کبیتہ: لہ الشَّمَوَاتِ السَّبْعُ وَالْأَرْضِ
وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ کے کھل گئے تھے۔ ذلک
فَضَّلَ اللَّهُ يَوْمَ تَبَيَّنَ مَنْ يُكْفَرُ۔

اساتوں آسمان اور زمین اور جان میں ہے اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ ہر چیز اس کی تسبیح
پڑھتی ہے لیکن تم نہیں سمجھتے۔

آپ نے حوض کوٹھی سے بھر داکر مسجد شریف کے صحن کو وسیع کر دیا۔ پہلے صحن میں چار (۴)
صفیں تھیں اور اب نو ہیں۔

مسجد شریف اور اس کا شمالی اور شرقی حصہ بن جانے کے دو تین سال بعد خانقاہ شریف
کا صدر دروازہ اور اس کی صحنیاں اور بالاخانہ اور زینہ اور پھر صدر دروازے سے تسبیح خانہ
کی ڈیوڑھی تک چار حجرے اور ایک سہ دری کی تعمیر ہوئی۔ بعد میں سہ دری میں جالی کے
دروازے لگوا کر عمدہ کمرہ بنا دیا گیا۔

تعمیر تسبیح خانہ شریف

حضرت شاہ غلام علی کی رہائش گاہ کا ہم تسبیح خانہ شریف ہے
آپ نے ۱۳۳۷ھ میں اس مبارک مکان کو بنا کر

چو فقرا ندر لباس شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللہی آمد

کی یاد تازہ کر دی۔ دیواروں کے علاوہ صرف کھلی زمین کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ یہ زمین
شرقا غربا ۲۸ فٹ چوڑی اور شمالا جنوبا ۶۲ فٹ لمبی ہے۔ دروازہ شمال غریب گوشہ میں ہے داخل
ہونے پر ساڑھے اٹھائیس فٹ کا صحن ملے گا۔ جس کے چاروں طرف چار فٹ چوڑی روش سنگ
سرخ کی ہے۔ پھر پونے دو فٹ کرسی دے کر بارہ فٹ چوڑا چبوترہ ہے۔ پھر مزید پانچ انچ کی کرسی
دے کر بارہ فٹ چوڑا دالان ہے اور اس کے عقب میں نو فٹ چوڑے دو کمرے ہیں۔ ایک سو
انیس فٹ لمبا اور دوسرا آٹھ فٹ لمبا ہے۔ چبوترے کا اور پھر دالان کا داسا پانچ انچ موٹا اور پونے
دو فٹ چوڑا نفیس سنگ مرمر کا ہے۔ اور دالان کے ستون بھی سنگ مرمر کے ہیں۔ آپ اس مبارک مکان
کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ اس مکان میں آپ نے کبھی جوتی نہیں پہنی اور نہ آپ کی حیات مبارکہ میں

کوئی شخص جوتی ہیں کہ اس میں داخل ہوا۔

مُبَارک مَصَلّٰی | تسبیح خاد شریف میں سنگ خارہ کا ساڑھے پانچ فٹ لمبا، پونے تین فٹ چوڑا اور تقریباً نو انچ موٹا ایک قطعہ تھا۔ یہ مبارک پتھر سالہا سال حضرت شاہ

غلام علی کا اور پھر دس سال حضرت شاہ ابوسعید کا اور پھر تین سال حضرت شاہ احمد سعید کا اور پھر اکتیس سال مولوی رحیم بخش اور شاہ ولی النبی کا اور پھر کئی سال تک حضرت سیدی الوالد قدس اللہ اسرارہم کا مصلی بنا رہا۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ اکثر اس پر ایک اینٹ کا تکیہ بنا کر لیٹ بھی جاتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے جب تسبیح خانہ کو قصر عالی شان میں تبدیل کر دیا تو حاجی فیض اللہ اور منشی حسین علی رحمہما اللہ اس مبارک پتھر کو باہر لے آئے۔ اور مولوی رحیم بخش کی قبر کے سرہانے قبلہ رخ کر کے بچھا دیا۔ ربیع الآخر ۱۲۷۳ھ میں اس عاجز نے محجر شریف کے حوالی فرش کو درست کرایا تو اس مبارک پتھر کو مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے مزار کے محاذ میں جنوب کی طرف قبلہ رخ کر کے نمایاں طور پر برشکل مصلیٰ بچھا دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جس کا دل چاہے اس سنگ مبارک کو اپنا مصلیٰ بنائے اور فیوضات و برکات حاصل کرے۔

محجر شریف | ۱۲۷۳ھ میں آپ نے محجر شریف کو توڑا۔ آپ کی خواہش تھی کہ تہ خانہ میں اصل مزارات شریف رہیں اور اوپر تعویذ بنادیئے جائیں۔ اس مقصد سے مزارات شریف کے اوپر کی مٹی ہٹوائی اور چاروں طرف سے گھدائی کر دائی۔ حضرت مرزا صاحب کے مزار پر انوار سے حضرت شاہ صاحب اور حضرت شاہ ابوسعید کا مزار اوپر تھا اس لئے تہ خانہ نہیں بن سکتا تھا۔

منشی حسین علی صاحب کی نگرانی میں یہ کام ہو رہا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ مزارات مبارک کے پائنتی ایک قبر تھی۔ اس کے اوپر سے جب مٹی ہٹائی جا رہی تھی تو پٹاؤ کا ایک پتھر سرک گیا۔ اس وقت دن کا ایک بجاتا تھا۔ حضرت صاحب برہنہ سر اور برہنہ پا تسبیح خانہ کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: ”لڑکو! تم کیا کر رہے ہو، ابھی ہم سے شکایت کر رہے تھے کہ ہم کو تکلیف پہنچا رہے ہیں“ منشی حسین علی کہتے تھے کہ میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ پتھر کو درست کر دو اور ان کی قبر کو نہ چھیڑو۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔

مجر شریف اندر سے شمالاً جنوباً ساڑھے سولہ فٹ اور شرقاً غرباً پونے سترہ فٹ ہے۔ اس کا فرش لور مرزات کے تعویذ سنگ مرمر کے ہیں اور دیوار سنگ باسی کی ہے۔ تین طرف عین عین جالیاں اور سمت جنوب میں دو جالیاں اور بیچ میں دروازہ ہے

جن دنوں یہ مجر شریف آگرہ میں حافظ عبدالحکیم صاحب سوداگر جفت کی معرفت بنوایا جارا تھا اور وہاں کے کاریگر یہاں آئے ہوئے پیمائش کر رہے تھے تو حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی (مدیر جنگ) برائے ملاقات علی گڑھ سے آئے اور انھوں نے دو ہزار روپیہ برائے مجر پیش کیا۔ جزاء اللہ سبحانہ بخیر الجزاء و رحمہ و رضی عنہ۔

بعض افراد کی شورش جب آپ نے مجر شریف بنوایا تو مولوی رحیم بخش رحمانی کے مریدوں نے کچھ شورش کی اور واجد علی خاں رئیس بڑھانسی ر

مدارالمہام ریاست جے پور نے ان افراد کی سرپرستی کی۔ ان لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ جناب مولوی رحیم بخش صاحب کے مزار کو بھی مجر شریف کے اندر لے جایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب خانقاہ شریف کے خادم اور محافظ تھے۔ ان کو حضرات کی صف میں لانا درست نہیں۔ اور جب ان لوگوں نے زیادہ شورش کی اور آپ کو گناہ خطوط لکھ کر دھکی دی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر یہ لوگ اپنے پیر و مرشد کی خاک کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں لے جائیں اور پھر ان کی تربت پر گنبد بنوائیں۔ جب ان لوگوں کو اس سلسلہ میں ناکامی ہوئی تو ایک دوسرا قفیہ اٹھایا کہ خانقاہ شریف کا صدر دروازہ بند رہتا ہے۔ اور دروازہ کا بند رکھنا مسجد شریف میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے نام واجد علی خاں نے فتویٰ ڈاک سے بھیجا۔ یہ فتویٰ مفتی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری کا تھا۔ مفتی صاحب اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس عاجز سے مفتی صاحب نے ۱۳۵۳ھ ہجری مطابق ۱۹۶۳ء میں فرمایا۔ میں حسب معمول عشاء کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا سیف الرحمن صدر مدرس مدرسہ فتحپوری بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ کو خطاب کرتے ہوئے صرف یہ الفاظ فرمائے۔ "مفتی مظہر یہ تو مسجد بیت ہے" اس کے علاوہ کچھ ارشاد نہ کیا۔ آپ نے اس دن مجھ کو مفتی مظہر فرمایا۔ ورنہ آپ عام طور پر مجھ کو مولوی مظہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے اس ارشاد سے مجھ کو خیال ہوا کہ جے پور کے واجد علی خاں نے چند روز پیشتر جو فتویٰ دیا تھا وہ آپ کو ڈاک سے ارسال کیا ہے میں نے عام مساجد کے متعلق فتویٰ دیا تھا۔ آپ کے اس فرمانے کے بعد میں نے محسوس کیا اور دیکھا کہ جو دروازہ بند رہتا ہے وہ مسجد کا خاص دروازہ نہیں ہے۔ لہذا اس مسجد کا حکم عام مساجد کا نہیں ہو سکتا۔

یہ فی الواقع مسجد بیت ہے۔

مجر کے دروازے کے اوپر آپ نے چار فٹ کے قطر کے نصف دائرے کا ایک قطعہ سنگ باسی لاکڑا کر یا تھا اس پر نہایت عمدہ پھول پتے بنے ہوئے تھے اور اس میں سنگ مرمر کا وہ چوکور ٹکڑا نصب تھا جو پہلے دروازے کے اوپر اینٹ چوڑے سے جایا گیا تھا۔ روضہ ہرزی الحجۃ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں زبردست آدمی سے وہ منقش سنگ باسی لاکڑا مع قطعہ سنگ مرمر گر کر پاش پاش ہو گیا۔ روضہ ۱۳۶۱ء جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو توفیق دی کہ سنگ مرمر پر یہ انداز سابق شعر کندہ کروا کے دروازے کے اوپر لگوا دیا ہے۔

کتابوں کا منگوانا منشی عزیز الدین رحمہ اللہ ساکن صدر بازار میسرٹھ اوائل ماہ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۵۴ء میں آپ کی کتابیں مکہ مکرمہ سے لائے۔ آپ نے سمت جنوبی کے دو حجروں کو ایک حجرہ کروا کے کتب خانہ بنایا اور اب باقی دو حجروں کو بھی اس عاجز نے ایک حجرہ کروا کے کتب خانہ میں شامل کر دیا ہے۔

آپ نے پوری خانقاہ شریف، منجر شریف اور تبسیع خانہ کو کمال طور پر از سر نو بنوایا اور مسجد شریف کے سامنے جہت شرق کتب خانہ کی نہایت اعلیٰ دو منزلہ عمارت کے لئے کام شروع کر دیا لیکن آپ کی رحلت فرمانے سے وہ کام رک گیا۔ ۱۳۷۳ھ میں ایک دن ہوا خوری سے تشریف لانے کے دوران میں فرمایا تھا: خانقاہ شریف کی تعمیر پر ایک لاکھ روپے سے کچھ اوپر صرف ہوا ہے۔ تبسیع خانہ سے متصل جہت غرب آپ نے ایک مکان خریدا اور ۱۳۷۵ھ **حرم سرلے جدید** میں اس کو بہت عمدہ بنوایا۔ منشی حسین علی صاحب نے اس کی تاریخ لکھی۔

باقی ماند بہ خوبی و خیر فردوس منازل ابوالخیر

(خوبی اور خیر کے ساتھ باقی رہے ابوالخیر کے مکانوں کی جنت)

اور مکا خ بہشت سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ یہ مکان حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ کے حصہ میں آیا۔ اور ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد کسٹوڈین نے اس پر تصرف کیا اور اس طرح یہ مبارک مکان جس میں تیرہ سال حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا قیام رہا اور اڑتیس سال تک خانقاہ شریف کا ایک حصہ بنا رہا، غیروں کے تصرف میں چلا گیا۔ ع

تَجْرِي الزَّيْلَحُ بِمَالٍ تَشْتَعِي الشُّعْنُ - وَلَا مَرْكَلَهُ يَلْتَوُ

ہوائیں اس رخ چلتی ہیں جس کو کشتیاں نہیں چاہتیں اور سب معاملہ اللہ کے ہاتھ ہے۔

حضرت سید نور محمد بدایونی | آپ نے خانقاہ شریف کے اذ سر نو تعمیر کرانے کے بعد سیدالتادات حضرت نور محمد بدایونی قدس سرہ کے مزار پُر انوار کی طرف توجہ

فرمائی۔ آپ کا مزار پُر انوار نواب مکرم خاں کے باغ میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین لاویا قدس سرہ کے مزار کی سیدہ میں جہت جنوب بستی سے بہ فاصلہ یک تیر پرتاب واقع ہے۔ مزار شریف خام تھا اور سرہلنے لوح لگی ہوئی تھی۔ آپ کے مزار کے جہت شرق حضرت ام الفاطمہ بنت نشار حسن یحوی مجددی اہلیہ حضرت شاہ احمد سعید کا مزار شریف ہے۔ نواب مکرم خاں حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی اولاد میں سے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ جواہر طویہ میں لکھا ہے کہ آپ کے انتقال فرمانے کے وقت آپ کے مبارک سر پر حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ کی مبارک ٹوپی رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا اگرچہ اس کلاہ مبارک کے الوار سے مستفید ہو رہا ہوں لیکن میرے سر پر میرے پیرومرشد کی مبارک ٹوپی لا کر رکھو تاکہ آپ کے الوار میں مستغرق ہو کر اس دنیا سے سفر کروں۔ چنانچہ آپ کے پیر کی مبارک کلاہ آپ کے سر مبارک پر رکھی گئی اور اسی حال میں آپ کی رحلت ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ حضرت سید صاحب کے آپ سے بہت زیادہ روابط تھے۔ اُن کے باغ میں آپ ان کے مزار سے کچھ فاصلہ پر جہت جنوب مدفون ہوئے۔ باغ اُجڑ چکا ہے اور یہ علاقہ نئی دہلی میں آگیا ہے۔ ۱۳۵۵ھ کے اواخر اور ۱۳۵۶ھ کے اوائل میں اس عاجز نے وہاں کی مرمت کی اور اس وقت ضرورت ہوئی کہ اس جگہ کے نمبر وغیرہ معلوم ہوں۔ اس عاجز نے جناب خواجہ حسن نظامی کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے دریافت کیا۔ پروردگار اُن کو اجر کثیر دے کہ انہوں نے درج ذیل معلومات فراہم کر کے اس عاجز کو ارسال کیں۔

حضرت سید نور محمد بدایونی کا مزار سکندر پور کے رقبہ میں واقع ہے۔ پہلے اس جگہ کا تعلق پی۔ ڈبلیو۔ ٹوی سے تھا اور اس وقت کے نقشہ میں خسرہ نمبر ۳۶۵ میں اندراج تھا۔ اب اس موضع کا تعلق امپرومنٹ ٹرسٹ سے ہے اور خسرہ نمبر ۶۳۴ میں واقع ہے۔ مزید معلومات ڈبئی کمشنر کے دفتر میں شاخ معاوضہ کا فذات ۱۳۵۶ھ و ۱۳۵۷ھ سے کی جائے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو پتہ چلا کہ حکومت بہت چوڑا برساتی نالابنانے والی ہو اور اس میں حضرت سید صاحب کا مزار شریف آنے والا ہے۔ آپ کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور آپ نے اس جگہ کو بنانے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے ایک مسلمان افسر ڈبئی محبوب عالم صاحب کا تقرر وہاں ہوا۔ اور انہوں نے احاطہ بنانے کی اجازت دے دی۔

سمت جنوب سے شرقاً غرباً صحن کی درازی ۲۸ فٹ ۳ انچ ہے اور سمت شمال سے شرقاً غرباً صحن کی درازی ۵۵ فٹ ۵ انچ ہے۔ غرب کی طرف شمالاً جنوباً صحن کی درازی ۳ فٹ ہے اور شرق کی طرف کا صحن کی لمبائی ۷۹ فٹ ہے۔ اس زمین کے چاروں طرف سنگ خارہ کی دیوار ہے جو کہ ڈیرہ فٹ چوڑی ہے اور صحن سے ساڑھے تین فٹ بلند ہے۔ آپ نے سارا فرش سنگ سُرُخ کا لگوا یا تھا۔

حضرت کے مزار پر حاضری | آپ دو تین سال تک جاڑوں کے موسم میں صبح کو دس بجے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور تین بجے کے بعد وہاں سے

روانہ ہوتے تھے۔ ناشتہ حوان میں کھانا ایک صراحی اور ایک لٹا ساتھ ہوتا تھا۔ آپ تنہا وہاں یا دہلی میں معروف رہتے تھے۔ کھانے کے وقت ہم بچوں کو بلا لیتے تھے۔ اس عاجز کی عمر اس وقت چار پانچ سال کی ہوگی۔ اس وقت تک احاطہ نہیں بنا تھا اور نہ سنگ سُرُخ کا فرش لگاتھا غالباً فرش اور احاطہ کی تعمیر سن تیرہ سو اکتیس یا تیس میں ہوئی ہے یعنی انیس سو تیرہ یا چودہ عیسوی میں۔

سیدالسادات کی کرامت | آپ کا مزار شریف دلی میں بستی حضرت نظام الدین قدس سرہ کی آبادی سے باہر ہے۔ جمعہ ۲۴ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ مار

اگست ۱۹۴۷ء میں ہند کو آزادی ملی۔ اس عاجز کے نزدیک مسلمانوں کا دورِ محن و بربادی شروع ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں جبکہ ترک موالات کی تحریک نے شدت اختیار کر لی تھی حافظ عبدالحکیم وغیرہ سے حضرت سیدی الوالد نے فرمایا: تم لوگ اس زمانہ کو پھر یاد کرو گے: آپ نے ستائیس سال پہلے بہ چشم باطن اللہ کے نور سے جس بربادی کو دیکھا تھا اب بہ چشم سر ہم نے اس کو دیکھا کہ دَمُ الْمُسْلِمِیْنِ هَذَا۔ نہ مساجد کی حرمت باقی رہی اور نہ اولیاء اللہ کے مزارات کی۔ حضرت سیدالسادات کے مزار کو بھی اشقیانے نقصان پہنچایا۔ کتبہ کو اور احاطہ کی دیوار کو دو تین جگہ سے توڑا۔ سنگ سُرُخ کا سارا فرش اکھاڑ کر لے گئے۔ اس عاجز نے ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں اس جگہ کی مرمت کرائی تھی۔ کچھ ٹکڑیاں (۲۸۲ فٹ کی) خراب اور ضائع ہو گئی تھیں۔ اُن کی جگہ نئی لگوائی تھیں۔

یہ عاجز دو شنبہ ۱۲ محرم ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء کو مع ایک شخص کے حضرت کے مزار پر حاضر ہوا تاکہ مصارف کا اندازہ کیا جاسکے۔ یہ عاجز ابھی وہاں تھا کہ ایک ہندو کچھ پھول لے کر آیا۔ اس نے حضرت کے مزار پر ان کو ڈالا اور یہ بیان کیا۔

”یہاں کا فرش دو آدمیوں نے اکھاڑا ہے۔ ایک اس گاؤں کا ہے اور دوسرا بھوگل کا چھار ہے۔ یہ دونوں افراد برباد ہو گئے۔ گاؤں والے نے اپنے واسطے نیا کرہ بنایا۔ چھت پر کڑیاں رکھ کر

لکڑیاں پھیلائیں اور اوپر طبلہ ڈالا۔ دوپہر کو راج مزدور کھانا کھانے سامنے کنویں پر گئے۔ وہ شخص اپنے گھر والوں کو کمرہ دکھانے لگا۔ یہ سب کمرے میں تھے کہ ان پر چھت آپڑی، وہ اس کی بیوی بڑی لڑکی اور اس کے دو چھوٹے بچے دب کر مر گئے۔ بھوگل کا جوار بیمار ہوا اور دونوں میں مر گیا۔ پھر اس کا جوان لڑکا اور بہو مرے اور اس کی بیوی اندھی ہوئی جو ابھی زندہ ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ ان دونوں کو ان کی بے ادبی کی سزا ملی ہے۔ آج میں نے آپ دونوں کو یہاں آنے دیکھا تو آگیا۔ ورنہ میں ہر جمعرات کو یہاں آکر پھول چڑھاتا ہوں۔

پنجشنبہ ۱۵ محرم (۲۴ ستمبر) کو تینیس بوری سیمنٹ دس من چوٹا اور دوسرا سامان وہاں گیا۔ مقصود راج اور چار مزدور کام پر لگے۔ عصر کو مزدوروں کو کہا گیا کہ ان میں سے دو آدمی رات کو یہاں سوئیں تاکہ سیمنٹ ضائع نہ ہو۔ چونکہ وہ جگہ ایک گوشہ میں ہے۔ مزدور ڈر رہے تھے۔ اس وقت وہ ہندو بھی آگیا جو ہر جمعرات کو پھول چڑھاتا تھا۔ اس نے بھی مزدوروں کو ہمت دلائی۔ چنانچہ دو مزدور راضی ہو گئے اور رات کو وہاں رہے۔ یہ عاجز ہر روز دن کے بارہ بجے گھر سے جاتا تھا۔ اور شام تک وہاں رہتا تھا۔ دوسرے دن جمعہ کو وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مزدور نہایت خوشی سے کام کر رہے ہیں۔ مزار شریف پر تازہ پھول پڑے ہیں۔ اگر کی بتی جل رہی ہے اور ایک ٹوکری رکھی ہے۔ اس میں کچھ شیرینی ہے۔ مقصود راج نے کہا۔ آج رات ان دونوں کو حضرت کی زیارت ہوئی ہے اور اس خوشی میں پھول اور شیرینی لائے ہیں۔ پھر مزدور نے یہ واقعہ بیان کیا۔

رات ہم سامان کے پاس سوئے (حضرت کے مزار سے شمال کی طرف چھ سات گز کے فاصلہ پر) ہم کو کچھ ڈر لگ رہا تھا۔ ہماری آنکھ لگ گئی۔ رات میں کسی وقت میری آنکھ کھل۔ چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قبلہ کی طرف منہ کئے ایک بوڑھے شخص مزار شریف کے اوپر بیٹھے ہیں۔ اُن کی ڈاڑھی سفید ہے اور کمر جھکی ہوئی، ان کے چہرے سے نور نکل رہا تھا سفید کپڑے پہنے دو زانو بیٹھے ہیں۔ میں تھوڑی دیر تک بہت غور سے ان کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اپنے ساتھی کو جگایا۔ اور اس سے کہا کہ وہ بھی اُن بڑے میاں کو دیکھے اور ہم دونوں دس پندرہ منٹ دیکھتے رہے۔ پھر اچانک وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔

حضرت سید صاحب کا جو علیہ کتابوں میں لکھا ہے وہ مزدوروں کے بیان کردہ علیہ سے ہر منہ متفاوت نہیں ہے۔ کثرت مراقبہ سے آپ کی مبارک کمر جھک گئی تھی۔ یہ دونوں مزدور بالکل اُن پڑھ تھے۔ نماز روزے کے بھی پابند نہ تھے۔ اس کرامت کو دیکھ کر دل و جان سے حضرت کے مستقدم ہوئے

اور پچھلے ۲۹ محرم (۸ اکتوبر) تک نہایت محوشی سے وہاں رہے۔ پچھلے کو کام ختم ہوا۔ اور وہ مزار شریف پر پھول چڑھا کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت حافظ شاہ سعد اللہ | آپ حضرت محمد صدیق فرزند ششم حضرت خواجہ محمد معصوم کے

خلیفہ ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے حضرت سید نور محمد بدایونی کے بعد حضرت محمد افضل خلیفہ حضرت حمزہ اللہ نقشبند سے دس سال استفادہ کیا۔ اور پھر بارہ سال تک حضرت سعد اللہ سے مستفید ہوئے۔ آپ کا مزار اجمیری دروازے کے باہر درغازی الدین خاں کے قریب تہ خانہ میں ہے۔ حضرت سیدی الوالد آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ ریل کی لائنوں کی وجہ سے تہ خانہ میں شکات پڑ گئے تھے اور خطرناک حالت میں تھا۔ آپ نے عربک کالج کے ماسٹر فضل الدین اور مولوی سید عظیم الرحمن کی نگرانی میں نیچے مزید پائے کھڑے کر کے ڈالیں لگوائیں اور تہ خانہ کو محفوظ کر دیا۔ مرمت کے بعد جب آپ حاضر ہوئے تو آپ پر کشف ہوا اور حافظ صاحب نے آپ سے فرمایا: تم نے میرے جھوٹے کو سنوارا اللہ تم کو اور تمہارے گھر کو سنوارے۔

حضرت شاہ گلشن | آپ حضرت عبدالاحد وحدت فرزند حضرت خواجہ محمد سعید کے خلیفہ

ہیں۔ آپ کا مزار شریف کناٹ پلے کے باہر کے دروازے میں ہے۔ حکومت کا ارادہ اس مزار کو توڑنے کا تھا۔ آپ نے امام صاحب جامع مسجد دہلی سید احمد شمس العلماء سے اس سلسلہ میں کہا اور ان کی مساعی سے اجازت مل گئی کہ ان کی قبر کے چاروں طرف گول چبوترہ بنوایا جائے۔ آپ نے نقشہ بنوایا، تعمیر کے لئے روپیہ بھی فراہم کر لیا، مگر آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات کے دس ماہ بعد حضرت برادر کلاں ادام اللہ فیضہ وارشادہ نے وہ نقشہ اور روپیہ حافظ غلام محمد باغ والے کو دیا اور وہ چبوترہ سنگ خارا کا بنا۔ امام صاحب جامع مسجد کی نگرانی رہی۔ چار شنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء کو تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اور جنوری ۱۳۳۴ھ میں مکمل کو پہنچا۔

خانقاہ شریف میں قیام | حجاز مقدس سے آپ اپنے ساتھ ایک بخاری مخلص کو لائے تھے۔

دو تین سال تک وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ اُن کے جانے کے بعد تقریباً تین سال تک کوئی خدمتگار نہ تھا۔ رات کو حلقہ کے بعد آپ خانقاہ شریف کی کٹری اندر سے لگاتے تھے۔ اور دہلی کے مخلصین میں سے دروغ صبح کے نویچے آکر کٹری کھٹکھٹاتے تھے۔ اُن کو ہدایت تھی کہ اندر سے کٹری کھولنے کے ایک دو منٹ کے بعد دروازہ کھولا کریں۔ کیوں کہ

حضرت والدہ صاحبہ کٹڈی کھولا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں کرامت النساء کے جانے کا واقعہ پیش آیا ہے۔ جس کا بیان پہلے لکھا جا چکا ہے۔

یہ ایک دو آدمی جو کٹڈی کھٹکھٹاتے تھے، گھر کا سودا لاتے تھے اور پھر شام تک کوئی نہ کوئی ہوا ہی کرتا تھا۔

آپ نے ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ء میں ایک خط ملا محمد عثمان کو لکھا۔ اور اس میں اُن افراد کا ذکر ہے جو رات کو حلقہ شریف میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حاجی عیسیٰ عبد الرسول، محمد عالم، منشی محمد رضا، مولوی سیف الرحمن، احسان علی، امداد حسین، عبد الرحمن، حافظ محمد، حبیب بخش، عبد الحق، عبد الواحد، سید اکبر، شمس الدین گل محمد، کے نام تحریر فرمائے ہیں اور اس زمانہ میں حاجی عبد الغنی منتظم عید گاہ و حاجی محمد اسحاق سوداگر صدر بازار و نور الہی صندوق والے و منشی منے خاں و منشی حسین علی و حاجی فضل عمر سوداگر آپ سے بیعت ہوئے اور یہ سب افراد خدا کے فضل و کرم سے آپ سے مستفید ہوئے اور حاجی فضل عمر تو مخلصین ہندوان کے سر تاج ہوئے۔ رحمہم اللہ و رحمۃہم

غالباً ۱۳۱۲ء سے آپ کی خدمت میں افغانستان کے پٹھان آنے شروع ہوئے۔ ان میں یار محمد خروٹی از مرزوزہ و خان فقیر احمد خیل از وازخواہ سابقین میں سے ہیں۔ یار محمد کے اداک دور میں دو تین سال ایسے گزرے کہ آپ بہت کم افراد سے ملتے تھے۔ البتہ وہ افراد جو حلقہ میں شریک ہوتے تھے اپنے وقت پر آتے تھے، ان کے علاوہ افغانستان سے جو لوگ برائے بیعت آتے تھے ان کے لئے خانقاہ شریف کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان میں سے جو افراد اہل علم ہوتے تھے ان کو آپ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس بھی دیتے تھے۔ غالباً مولوی سیف الرحمن صدر مدرس مدرسہ فتویٰ نے آپ کے حلقہ درس کو دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ آپ کا علم بہت وسیع ہے اور آپ کی تحقیق کوئی معمولی تحقیق نہیں ہے۔

آپ نے جمعہ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ء کو ایک خط اسماعیل دُنیا و اہل دُنیا سے انقطاع | بن عبد الرحمن ساکن بمبئی کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط میں آپ

تحریر فرماتے ہیں یہ کتاب مستطاب رسید۔ سبحان اللہ عجب کتاب است۔ سالہا است کہ حقیر مشتاق زیارت آں بود۔ بہ سبب شہابہ سعادت مطالعہ اش سرفراز شد۔ نسبت غلامی کہ اس حقیر را بہ قرآن شریف است ہر چند نہ می گزارد کہ بہ کلام کسے ذوقین شوم۔

آں را کہ در سرے نگاہے است فاغ است از باغ و بوستان و تماشاے لال زار

(جو محبوب کے گھر میں ہے وہ باغ اور چمن اور لالہ ناز کی سیر سے بے نیاز ہے)

اما در تصوف قدیم در مدح این کتاب لم یصنف مثله گفتن رواست۔ الخ

اور آخر میں تحریر فرمایا ہے: "زیادہ از یک سال است که از خانقاہ شریف قدم بیرون نہ نهادہ ام۔ دروازه ملاقات مردم بالکل مسدود شدہ است۔ دوسرے خادم ولایتی یک نیم ہندی بہ مشقت تمام حاضری شرم۔ طالب غنائیت الاشارۃ اللہ۔ از آمدن مردم بیزگی می شود۔ بہ دعایاد دارند۔ والسلام۔ اے عزیز در عالم کے نیست و چیزے نیست کہ مرادوق دہد بہ جز خلوت من۔ سلوک سالکان و جذبہ مجذبان را در دل من بار نیست خود در فہم عنایتے کہ بر من است قاصر۔ بہ دیگران چہ رسد۔ واللہ یختمش بکفایتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ تھدیشاً بنعمۃ اللہ بہ شما و شتم کہ دوست با مشید و فہم کنید۔"

من اگر زندم و گر شیخ چہ کارم با کس عاقلاً را ز خودم عارف وقت خویشم

(میں خواہ زند ہوں خواہ شیخ مجھے کسی سے کیا واسطہ میں خود اپنے راز کا محافظ اور اپنے وقت کا عارف ہوں) یعنی کتاب مستطاب پہنچی سبحان اللہ کیا ہی عمدہ کتاب ہے۔ سالوں سے یہ حقیر اس کتاب کی زیارت کا مشتاق تھا۔ تمہاری وجہ سے اس کے مطالعہ سے سرفراز ہوا۔ ہر چند کہ اس حقیر کو قرآن شریف سے جو غلامی کی نسبت ہے اور اس کی وجہ سے مہلت نہیں ملتی کہ کسی کے کلام سے لطف اندوز ہوں۔ (شعر) جس کے خاندول میں محبوب جلوہ فرما ہو اُس کو گل و گلزار کی سیر کی کیا حاجت۔

پھر بھی میں کہتا ہوں کہ اس کتاب کی تعریف میں یہ کہنا درست ہے کہ تصوف قدیم کے بیان میں اس کتاب جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ الخ

ایک سال سے زائد عرصہ ہونے کو آیا کہ میں نے خانقاہ شریف سے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ دو تین ولایتی اور ایک آدھ ہندی خادم بہ مشقت تمام حاضر ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں خدا کے طالب بہت ہی کم ہیں۔ لوگوں کے آنے سے بد مزگی پیدا ہوتی ہے۔ دعائیں یاد رکھو۔ والسلام۔ اے عزیز! دنیا میں میری خلوت کے علاوہ کوئی شخص یا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میرے ذوق میں اضافہ کرے۔ میرے حریم دل میں سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذبہ سے کوئی گرانی نہیں پیدا ہوتی جو عنایت مجھ پر ہو رہی ہے اس کے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں بھلا اور کیا سمجھیں گے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے اختصاص دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اللہ کی نعمت کا بیان کرتے ہوئے تم کو یہ بات لکھ دی تاکہ دوست رہو اور حقیقت کو سمجھو۔ شعر

میں چاہے رند رہوں چاہے شیخ کسی سے میرا کیا کام۔ اپنے راز کا حفاظت کرنے والا اور اپنے وقت کا سمجھنے والا ہوں۔

یہ عاجز کہتا ہے جس نے بھی آپ کو دیکھا ہے اور آپ کے احوال پر نظر ڈالی ہے وہ جانتا ہے کہ آپ نے بلا شک و شبہ اظہار امر واقع کیا ہے۔ آپ کے مخلصین میں سے دسیوں اصحاب جذب کو اس عاجز نے دیکھا ہے۔ اکبر توخی، عبداللہ کاکڑ، پائندہ کاکڑ، سید اکرم شاہ، سید بدل شاہ، حافظ محمد یوسف دہلوی، مولوی عبدالعزیز بنگالی وغیرہم جذبہ کی حالت میں نہایت شور برپا کرتے تھے۔

بہ جرم عشق تو ام می کشند و غوغا نیست تو نیز بہ میرام آعجب تماشا نیست

وہ افراد جو حلقہ میں شریک ہوتے تھے ان پاک نہاد افراد کے آہ و نعرے سے گراں خاطر ہو جاتے تھے لیکن آپ گھنٹوں تشریف فرما رہتے تھے اور کبھی کوئی بات نہ فرمائی۔ ایک رات آپ خانقاہ شریف کے دروازے میں حلقہ فرما رہے تھے۔ حافظ محمد یوسف جذبہ کی حالت میں شایع عام پر چلا رہے تھے۔ بانس کی لکڑی کو زور سے زمین پر مارتے اور نعرے لگا رہے تھے۔ اہل حلقہ میں سے بعض افراد پر ان کا شور گراں گزرا۔ آپ نے یہ الفاظ فرمائے: زیادہ چڑھ گئی ہے: اور ایک دن فرمایا: یوسف کو گرمی زیادہ پہنچ گئی ہے: آپ کا یہ تحمل آخر وقت تک رہا۔ نہ صرف حلقہ میں بلکہ نماز کی حالت میں بھی۔ کیونکہ جب آپ نماز پڑھتے تھے، از خود رفتہ افراد میں سے کوئی نعرہ اللہ لگا کر بے ہوش ہو جاتا تھا، کوئی آہ و فغاں کرتا تھا۔ سید اکرم شاہ اس میں پیش پیش تھے۔ آپ نے ایک دن کوٹھ میں اس عاجز سے فرمایا: سید اکرم شاہ اس قابل ہیں کہ نماز میں میرے پاس کھڑے ہوں، لیکن ان میں ضبط نہیں ہے اور بے اختیارانہ حرکت کرتے ہیں، اس لئے اپنے سے متصل ان کو کھڑا نہیں کرتا: یہ بیان قدرے تفصیل سے آپ کے حلقہ اور نماز کے بیان میں آئے گا۔

آپ نے اہل دنیا اور اصحاب غفلت پر ملاقات کا دروازہ بند کر دیا لیکن آپ کی قبولیت | جو قبولیت پروردگار جل شانہ نے آپ کو عطا فرمائی تھی اور جس کی بشارت

آپ کے حضرت جد امجد نے حرم نبوی میں دی تھی اس کا ظہور کیسے نہ ہوتا۔ مشکلات کے باب الحب فی اللہ کے فصل اول کی دوسری حدیث جواز صحیح مسلم ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاجبتہ قال فبعثہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ محب فلانا فاجبتہ فبعثہ اهل السماء ثم یوضع له القبول فی الارض الخ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس خوش

نصیب بندے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو محبت ہوتی ہے وہ جبریلؑ کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریلؑ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر جبریلؑ آسمان میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بندے سے محبت کی ہے لہذا تم سب اس بندے سے محبت کرو چنانچہ اہل سماء اس بندے سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے یعنی اہل زمین کے دل اس بندے کو قبول کرتے ہیں الخ

آپ نہ واعظ شیریں بیان تھے کہ اپنی سحریانی سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالا ہو۔ نہ کسی بڑے ادارے یا مدرسے کے سرکردہ تھے جو امتیازی شان پیدا کی ہو، نہ آپ کی تصنیفات تھیں جن کی وجہ سے شہرت پائی ہو، نہ آپ کا کوئی مجلہ اور اخبار تھا، نہ آپ کے گماشتے تھے جو آپ کی طرف دعوت دیتے پھرتے ہوں۔ خاموشی کے ساتھ ایک غارم والیہ کے ہمراہ آپ حجاز مقدس سے دہلی آئے۔ اپنے جدا مہم کی خانقاہ جائز صورت سے حاصل کی اور دروازے بند کر کے اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے۔ اب تم یومئذ القبول کا ظہور ہوتا ہے۔ الہی منادی کا یہ اثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی اکیاب (یرامے)، کوئی چٹاگانگ (شرقی بنگال)، سے، کوئی ملک شام سے، کوئی حجاز سے، کوئی ہرات سے، کوئی افغانستان کے دور دراز پہاڑی علاقہ سے ایک ماہ کی مسافت طے کر کے آتا تھا، کوئی نیٹال افریقہ میں آپ کا ذکر خیر کر کے اپنے دل کو تسکین دیتا تھا۔ ایک دن سید محمد شاہ قصوری جانشین خانقاہ مولانا غلام محی الدین قصوری آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ مولوی سیف الرحمن اور دوسرے افراد بھی حلقہ میں موجود تھے۔ سید محمد شاہ نے آپ سے "فرد" کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کس پایہ و مرتبہ کا ہوتا ہے۔ آپ خاموش رہے۔ اسی عرصہ میں مولوی شمس الدین خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ایسے شخص کا سلام پیش کیا کہ نہ کبھی وہ آپ کی خدمت میں آئے تھے اور نہ کبھی آپ نے اُن کو دیکھا تھا۔ آپ نے سید محمد شاہ سے فرمایا۔ فرد کا یہ مقام ہوتا ہے کہ کوئی واقفیت نہیں ہوتی ہے اور نیک بندوں کے دل اس کی طرف از خود مائل ہوتے ہیں۔ "جمع الفوائد" کی کتاب "التوادر و کتمان السر" میں بخاری کی حدیث ہے: "قالت عائشة سمعتہ یقول الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ایتلف وما تنافرت منها اختلف"۔ یعنی ارواح افواج مجتمہ ہیں، ایک فوج وہ ہے کہ ان کا آپس میں تعارف ہو چکا ہے اور ان میں ایک دوسرے سے الفت ہے۔ پھر ایک فوج وہ ہے کہ ان میں باہم دگر تنافر ہوا اور وہ مختلف ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کے قلوب ملے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے مراتب کو سمجھتے ہیں چاہے ان کی ملاقات بظاہر نہ ہوئی ہو۔

آپ پر کفر کا فتویٰ چونکہ آپ نے خانقاہ شریف سے مفسدوں کو نکالا، اس لئے ان لوگوں نے آپ کے خلاف غلط باتیں پھیلانی شروع کر دیں اور خانقاہ شریف کی مسجد کے غم میں گھلنے لگے۔ اس سلسلہ میں ان لوگوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ کسی سے حاصل کر کے شائع کر دیا۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس حکیم عبدالمجید خاں آئے اور افسوس کرتے ہوئے ابدیدہ ہو کر انھوں نے کہا۔ آپ پر مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ہم نے حکیم صاحب سے کہا۔ آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ کیا ہم ان دو پیسوں کے ملاؤں کے فتویٰ سے کافر ہو جائیں گے؟ حکیم صاحب آپ کے استقلال اور ثبات کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور سرنیاز جمعہ کا کر دل شاد گھر کو روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب کو آپ سے کامل عقیدت تھی۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار حکیم محمود خاں سے بارہا سنا تھا۔ ہم نے حضرات صحابہ کو دیکھا نہیں ہے۔ لیکن اُن کا ذکر اور اُن کا حال پڑھا ہے۔ اگر صحابہ کے احوال کو دیکھنا ہے تو خانقاہ شریف میں جا کر دیکھ لو۔

مفسدوں کی ایذا رسانی فسادی عنصر نے جب دیکھا کہ ان کے شائع کردہ فتویٰ کا اثر کچھ بھی نہ ہوا بلکہ آپ کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، تو

انھوں نے آپ کے خدمتگار یار محمد خروئی کو خانقاہ شریف کے اندر بہت زد و کوب کیا۔ یار محمد نے بیان کیا کہ پندرہ افراد سے زائد نے مجھ پر حملہ کیا۔ چنانچہ کافی دن یار محمد صاحب فراش رہے اور پھر ان لوگوں نے حبیب بخش کو آمادہ کیا کہ وہ یار محمد پر مار پیٹ کا دعویٰ کر دے۔ چنانچہ ۶ جنوری ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۶ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۹۵ھ میں یہ دعویٰ ہوا۔ اور ۱۳ فروری ۱۳۹۵ھ مطابق، شعبان ۱۳۹۵ھ کو یار محمد اللہ کے فضل و کرم سے باعزت بری ہوئے۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ (اور وہاں بھی باطل پست ٹوٹے میں ہی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَنَبْلُوا الصَّابِرِينَ" (اللہ! ہم تم کو آزمائیں گے، تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے اور خوشخبری و صبر کرنے والوں کو) آپ نے ان تکالیف کو بخوشی برداشت کیا۔ اور بشر الصابرين کے مستحق ہوئے۔ آپ علالت باطنی کی کمی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اس کے واسطے اکل طلال کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا آپ ہدیہ قبول کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جو بھی ہدیہ آتا تھا وہ آپ کی رہائش گاہ کے صحن میں دیوار کے پاس رکھ دیا جاتا تھا۔ اگر آپ کی علالت باطنی میں کچھ بھی فرق آیا دوسرے دن آپ نے دربان سے کہہ دیا کہ اس شخص کا ہدیہ واپس کر دو۔ چنانچہ جہاں اس نے ایک دن پہلے ہدیہ رکھا تھا وہاں سے اٹھا کر وہ ہدیہ واپس کر دیا

تھا۔ احتیاط اس حد تک بھی کرانے والے کاروبار تک وہی رہتا تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کا روپیہ کسی دوسرے کے لئے ہوئے روپیہ سے مل جائے۔ آپ کی اس احتیاط کام کی بدولت یہ بھی ہوتا تھا کہ گھر کے خرچ کے واسطے کچھ نہ رہتا تھا اور اس صورت میں آپ اپنی کوئی کتاب یا کوئی دوسری شے فروخت کروا کر خرچ چلاتے تھے۔ یا محمد خروئی رحمۃ اللہ کے دوران خدمت میں یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا اور انہوں نے اس عاجز سے بیان کیا۔

جوا احتیاط آپ کرتے تھے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

قبول ہدایا میں احتیاط

آپ کے پاس جو رقم کوئی لاتا تھا اس کے متعلق معلوم کیا جاتا تھا کہ کس مد سے اس کا تعلق ہے۔ مثلاً مسجد شریف کی تعمیر، مسجد شریف کے حجروں کی تعمیر، خانقاہ شریف کی تعمیر، مزارات شریف کی تعمیر۔ ہر مذ کی الگ تفصیل اور حساب ہوتا تھا۔ ایک مد کا روپیہ پیسہ دوسرے مد کے روپیہ پیسے سے بالکل الگ رہتا تھا۔ خاص مسجد شریف کی تعمیر میں مشتبہ مال سے اجتناب فرماتے تھے۔ منشی نئے خاں صاحب کے پاس کسی مستورہ کا وقف تھا۔ اور اس میں کچھ سقم تھا۔ لہذا اس وقف کی آمدنی میں سے مسجد شریف کی تعمیر میں ایک پیسہ نہیں یا گیا۔ خانقاہ شریف یا مزارات شریف یا تہذیب خانہ کی تعمیر میں قبول فرمایتے تھے۔

آپ کو جو شخص ہدیہ دیتا تھا اس کے قبول کرنے میں نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ سود خور، رشوت خور، بد اعمال مثلاً شرابی، بھنگ وچرس استعمال کرنے والے کا ہدیہ نہیں لیتے تھے، اس لئے آپ کا مال نہایت پاک و صاف ہوتا تھا۔ نہایت اخراج ہوتا تھا۔ مشکات کے باب استجاب الہاں کے فصل سوم میں حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ہے: "الحلال لا یحتمل السرف" یعنی پاک صاف، حلال طیب مال، اسراف کا متحمل نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قَوْنًا وَفِي رِوَايَةِ كُفَّاءٍ۔ عن ابی ہریرہ۔ متفق علیہ۔ کتاب الرقاق عن المشکات۔ بار خدایا، آل محمد کی روزی گزارے کے لائق رہے۔ یعنی نہ وہ دوسروں کے محتاج ہوں اور نہ فضول خرچی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حال میں رکھا۔

افغانستان کے بعض افراد کہا کرتے تھے کہ جو شخص مال و دولت کا خواہشمند ہو تو فلاں لطیف پیر کا مرید ہونا چاہیے اور جو شخص نام و نمود چاہے تو فلاں پیر کا مرید ہونا چاہیے اور جو گزارے کے لائق روزی چاہتا ہو تو وہ دہلی کے حضرت صاحب کے پاس جائے۔ افغانستان میں آپ کے مخلصین بہت تھے مگر ان میں مال و دولت والے نہایت قلیل تھے۔

گرانی مقام کوئٹہ بلوچستان | بارہ سال تک آپ خانقاہ شریف میں مقیم رہے آپ کے مزاج کی طرح آپ کا جسم بھی مثلِ گلِ نازک اور ملائم تھا۔

گرمی کے موسم میں گرمی دانوں سے آپ کا سارا بدن پھل جاتا تھا۔ حکیم عبدالحمید خاں صاحب آپ کے معالج اور مخلص تھے۔ انھوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ موسم گرما میں پہاڑ پر جائیں اور جوں کہ آپ مرطوب مزاج ہیں اس لئے آپ کے واسطے کوئٹہ بلوچستان جانا بہتر ہے۔

کوئٹہ آپ کے واسطے بالکل نئی جگہ تھی۔ نہ وہاں آپ کا کوئی مرید تھا اور نہ حضراتِ کرام سے وابستہ کوئی فرد تھا۔ آپ نے خانقاہ میں ولایتی خادم کو چھوڑا۔ اور ایک بڑے میاں اور بڑی بی کو ملازم رکھا۔ کیونکہ اس وقت آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی پانچویں سال میں، چھوٹی دو سال کی۔ آپ نے مخلص ملک طینت حاجی فضل عمر سے فرمایا۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور وہاں کرایہ پر مکان حاصل کرو اور پھر آجاؤ۔ آپ اوائل محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق مئی ۱۹۰۲ء مع اہلیہ محترمہ و دختران و ملازم و ملازمہ حاجی فضل عمر دہلوی کے ہمراہ کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد قندھاری بازار کے شرقی سرے پر واقع تھی مسجد شریف کے قریب ایک بالا خانہ کرایہ پر لیا اور چار ماہ وہاں قیام فرمایا۔

آپ کی طلعت نورانی محتاج تعارف نہ تھی۔ شمع جہاں روشن ہوتی ہے پرولنے خود بخود پہنچ جاتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ پہلے عوام کا رحمان ہوا کرتا ہے اور بعد میں علماء کا میلان ہوتا ہے۔ لیکن آپ کا معاملہ برعکس تھا۔ عوام آپ کے پاس آنے سے ڈرتے تھے اور علماء حاضر ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد کے امام مفتی محمد جمعد اور جوہی مستقل کوئٹہ کے آخوند زادے ملا عبد الرشید و ملا عبد الحلیم اور مستنگ ریاست قلات کے قاضی لعل محمد آپ سے بیعت ہوئے۔

میر حسن صاحبزادہ | افغانستان کے جید علماء میں سے میر حسن صاحبزادہ پسر سید امان اللہ مشہور

میاں صاحب، امیر کابل عبدالرحمان خاں کی وجہ سے جلا وطن ہوئے تھے اور پشین میں رہتے تھے، مہتر تھے، انھوں نے آپ کا ذکر سنا۔ لہذا پشین سے جو کہ کوئٹہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے اپنے چھوٹے صاحبزادے عبد الحلیم کو بھیجا کہ جاؤ، حضرت صاحب کا حال دیکھو جو کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور پھر مجھ کو آکر خبر دو۔ چنانچہ عبد الحلیم صاحبزادہ کوئٹہ آئے، دس دن قیام کیا۔ آپ کی نورانی شکل دیکھ کر وہ خود آپ کے گردیدہ ہو گئے اور پشین جا کر اپنے والد ماجد سے کہا کہ آپ بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں۔ فاسقوں سے دور رہتے ہیں۔ ہر شخص کا ہدیہ نہیں قبول فرماتے، کسی کے پاس نہیں جلتے اور نہ کسی سے تعارض کرتے ہیں۔

چلتے وقت نظر قدم پر رہتی ہے۔ آپ کی مجلس علمی ہے۔ مریدوں میں سے جو بھی غلطی کرتا ہے اس کو فوراً جھڑک دیتے ہیں۔ عبدالعلیم صاحبزادہ نے اس عاجز سے بیان کیا کہ میرے والد ماجد نے میرے بیان کو سن کر فرمایا: اے پسر! یقیناً یہ شخص اللہ کا کامل ولی ہے۔ اس کی خدمت میں حاضر ہونا سعادت مندی ہے۔ چنانچہ انہوں نے صرف آپ کی وجہ سے کونڑ کی سکونت اختیار کی۔

میر حسن صاحبزادہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ احادیث شریفہ کا بہ کثرت مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بنابرین اُن کو افغانستان کے نیم ملاؤ والی کہتے تھے۔ وہ جب بھی آپ کے پاس آتے تھے آپ ان کی سیادت و علم و معمری و صفائے باطن کی وجہ سے اپنے قریب بٹھلاتے تھے۔ آپ کے پاس ایک صندوق پر حدیث شریف کی کچھ کتابیں رکھی ہوتی تھیں اور اسی کے ایک کنارے پر فانوس رکھا ہوتا تھا۔ آپ کسی کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ میر صاحب بھی کوئی کتاب لے کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اسی کیفیت میں ایک دو گھنٹے گزر جاتے تھے۔ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں میر صاحب علیل ہوئے آپ جمعہ کی نماز کے بعد میر صاحب کی عیادت کو کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ آپ دہلی واپس تشریف لائے اور وہ سردی کی وجہ سے سیبی گئے۔ وہاں یکشنبہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۱۶ء کو بر عمر چوڑاسی سال رحلت فرمائی اور متصل سول اسپتال، کومہ سرائے میں نزد گنبد پیر بخاری مدفون ہوئے رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

آپ کا کونڑ بلوچستان تشریف لے جانا افغانستان کے لوگوں کے واسطے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ یہ لوگ عام طور پر دہلی نہیں آسکتے تھے۔ کونڑ افغانستان سے ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ سینکڑوں افراد پیادہ پاسفر کر کے آ جاتے تھے۔ علماء کی بڑی تعداد آیا کرتی تھی۔ افغانستان کے بعض مشائخ نے آپ کے پاس اپنے آدمی ارسال کئے اور حصول برکت کے لئے آپ سے اجازت ارشاد چاہی۔ وہ آپ کو اپنے وقت کا فرد کامل اور قطب ارشاد جانتے اور مانتے تھے۔

آپ ۱۳۱۸ھ سے ۱۳۳۳ھ تک یعنی ۱۵ سال سے ۱۳۳۳ھ تک

کونڑ پہنچنے کا دن

برابر تیس سال کونڑ تشریف لے گئے۔ عام طور سے آپ اپریل کی بیس پچیس کو دہلی سے کونڑ کو اور اکتوبر کی بیس پچیس تک کونڑ سے دہلی کو روانہ ہوتے تھے۔ کونڑ پہنچنے کی تاریخ کا اندازہ اہل افغانستان کو ہو گیا تھا۔ لہذا کونڑ کے اسٹیشن پر ہزار ہا مخلصین کا اجتماع ہوتا تھا جس وقت اسٹیشن پر آپ کی ریل پہنچتی تھی پاک باطن افراد کے نعرہ ہائے ہو و آہ و بکا سے فضا مرتعش ہو جاتی تھی۔ انگریز حکام ایک طرف کھڑے ہو کر بہت غور سے اس کیفیت کو دیکھا

کرتے تھے۔ اور جس وقت آپ گہمی میں سوار ہو کر گھر تشریف لے جاتے تھے، سرشارانِ بادۂ وحدت فروعاً
مستی لگاتے ہوئے آپ کی گہمی کے آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑتے جلتے تھے۔ کوہِ ان بڑی احتیاط سے
گہمی چلاتا تھا کہ کہیں کوئی دب نہ جائے۔ ضعفِ سرک کے کنارے کھڑے ہوتے تھے تاکہ آپ کی سواری کو
دیکھ لیں۔ افغانستان کے حاجی نیاز اندر ایک مرتبہ یومِ وردِ اسٹیشن میں آپ تک پہنچ گئے۔ وہ دست
بوس ہوئے۔ وہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے خوش ہو کر ان سے کہا۔ واہ واہ، نیاز! امروز
جامدائے خوب پوشیدہ۔ اپنا نام آپ کی زبان سے سن کر وہ عاشقِ صادق و جد میں آگیا۔ اور
اس نے کہا۔ یہی دن میری عید کا دن ہے کہ میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں۔

مرزا نیاز محمد کوئٹہ کے تاجر مرزا نیاز محمد خاں جو کہ از زمرة رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع
عن ذكر الله (وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید و فروخت ذکرِ اللہ
سے غافل نہیں کرتی ہے) تھے، اس موقع پر بڑی خدمت کرتے تھے۔ ایک دن پہلے کوئٹہ سے پانچ
اسٹیشن پہلے چھ پر حاجی عبدالغنی کو مع دو نفر کے بھیجتے تھے۔ جس وقت آپ کی ریل پٹھان پتہ پتی تھی
وہ نہایت عمدہ شیر چائے بہت بڑے چائے دان میں اور نہایت اعلیٰ سبز چائے دو گز ڈر چائے
دانیوں میں اور گہمی کے عمدہ گرم پراٹھے پیش کرتے تھے۔ پھر کوئٹہ میں تین دن تک ہر دو وقت کا کھانا
آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے لئے اور تین دن تک عمدہ چائے ہر زائر و فارِد کو پیش کرتے تھے۔
گھر پر چائے پلانے کا انتظام حاجی مرزا محمد اسلم کے سپرد ہوتا تھا۔ مرزا نیاز محمد خاں یہ سب کچھ کرتے تھے۔
اور جب وہ آپ کی دست بوسی کے لئے بڑھتے تھے ارشادِ نبوی ﷺ تھا تَوَّابًا تَوَّابًا تَوَّابًا تَوَّابًا
تھے اور کچھ ہدیہ ضرور پیش کرتے تھے۔

مخلصین کا ولولہ افغانستان سے جو جماعتیں آتی تھیں طرح طرح سے اپنے عشق و محبت
کا اظہار کرتی تھیں۔ اس عاجز کو خوب یاد ہے کہ ملا خیر اللہ اندری باج
میں بیٹھے بسوز و محبت اپنی افغانی نظم پڑھ رہے تھے۔ وہ خود زار و قطار رو رہے تھے اور عاشقان
پاک دل جو کہ ان کو گہرے بیٹھے تھے اپنی اپنی جگہ آہ دہکا میں مصروف تھے۔ ان کے بعض اشعار کا
مفہوم اس عاجز کو یاد ہے جو اس طرح ہے۔

اے غوثِ دہلوی تم کوئٹہ کی سر زمین پر آرہے ہو۔ تمہاری آمد پر یہاں کا ذرہ ذرہ جموں رہا
ہے۔ آسمان سے انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ اس ملک کا چہ چہ تمہاری آمد کا منتظر تھا اور آج
وہ خوشی سے ناچ رہا ہے۔ اگر خلقِ خدا تمہاری سلامی کے لئے کھڑی ہے تو یہ بلند و بالا پہاڑ جس

کا نام کوڑک ہے (جن کے قریب بڑا بھاڑ ہے) تمہارے سلام کے لئے اپنی جوتاں اٹھائے ہوئے ہے کب ہم کو تمہارا دیدار نصیب ہوتا ہے اور کب ہمارے دلوں کو قرار ملتا ہے۔ الخ

ملا خیر اللہ صاحب نسبت تھے آپ نے ان کو طریقہ شریف کی اجازت دی تھی۔ اُن کے اشعار بڑھنے لگے اور تھا۔ اس کا بیاں کیا ہو۔ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ جتنے افراد ان کو گہرے بیٹھے تھے، بادۂ محبت سے سرشار ہو رہے تھے۔ اس نظم کو پڑھ کر ملا خیر اللہ نے سامعین سے کہا: آپ کے جسم پر نہ جبتہ ہو نہ سر پر دستار اور نہ ہاتھ میں تسبیح ہو نہ عصا۔ صرف سر پر عرفی چین (سفید کپڑے کی ٹوپی) ہو اور تن پر یہ مختصر کرتہ ہو اور آپ صحرایی بن جائیں تو جو بھی آپ کو دیکھے گا آپ کا گردیدہ ہو جائیگا۔

سالہا سال پہلے ملا خیر اللہ سے یہ بات اس عاجز نے سنی تھی۔ اوائل ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں آپ کو ٹرے سے دہلی تشریف لارہے تھے دو دن لاہور میں قیام ہوا۔

ایک پیر مرد

آپ شالامار باغ تشریف لے گئے۔ یہ عاجز اور معالج چشم حکیم محمد شفیع دہلوی اور میاں قمر الدین چھوٹے اور ڈاکٹر اشفاق محمد امیر قسری آپ کے ساتھ تھے۔ بلغم میں ایک حوض کے کنارے آپ بیٹھ گئے۔ آپ کے مبارک سر پر سفید ٹوپی اور تن پر چھوٹا کرتہ تھا۔ میاں قمر الدین، حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ اسی دوران میں ایک سفید ریش جن کی عمر غالباً نوے سال کی ہوگی، آئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے آپ کی طرف دیکھا اور نہایت محبت سے آپ کے مبارک سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ سائیں اللہ تم کو خوش رکھے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ قمر الدین و اشفاق محمد و حکیم محمد شفیع تعجب کے ساتھ اُن بڑے میاں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ عاجز برادرِ طریقت ملا خیر اللہ کے خیال کو ظاہری شکل میں دیکھ رہا تھا۔

کوٹڑ میں پہلے ہی سال آپ سے کافی افراد بیعت ہوئے۔ جب آپ دہلی تشریف لانے لگے تو انھوں نے آپ سے کہا کہ قاتل و سامان آپ چھوڑ دیں اور آپ اپنی آمد سے پہلے خبر دیں ہم یہاں مکان کرایہ پر لے یا کریں گے۔

جب آپ کو ٹرے سے دہلی تشریف لائے تو آٹھ صاحبزادیوں کے بعد ولادت حضرت بلال

(تین پہلی اہلیہ محترمہ سے اور پانچ حضرت والدہ صاحبہ سے) اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو فرزند ارجمند شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۱۲ء میں عنایت کیا۔ یہ خیر افغانستان اور بلوچستان میں بجلی کی طرح پھیلی اور وہاں کے مخلصین نے خوشی میں صد ہا دُنبے فوج کر کے لوگوں کو کھانا کھلانا۔ حاجی عبدالحکیم دفنائی جو کہ آپ کے جاں نثار مرید اور صاحب نسبت تھے اس

وقت دہلی میں موجود تھے۔ آپ باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو فرزند عنایت کیا ہے۔ صاف باطن حاجی عبدالحکیم دقتانی نے آپ سے کہا کہ عبدالرحمن نام تجویز فرمائیں چونکہ آپ کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔ اس مناسبت سے انھوں نے عبدالرحمن تجویز کیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ ہم نے حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر حضرت بلال نام رکھا۔ آپ نے بہ روزِ شنبہ دوم رمضان ۱۸ھ حبشہ کے عبداللہ عمر کو خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

”ہمارے حضرت ابوبکر کے ایک غلام تھے ان کا نام بلال تھا۔ وہ بڑے مرتبہ کے تھے یہاں سے دادا حضرت عمر فرماتے ہیں۔ ابوبکر سپہنا و اعتق سپہنا۔ یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلال کو۔ بہ نیتِ تحفیل برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول مقبول کی زبان پر نام بلال جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو“

آپ نے ایک کارڈ پر لکھا ہے: ”مَدَحُ شَاعِرٍ... هَذَا اللَّهُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: وَيَلَالُ عَبْدُ اللَّهِ خَيْرٌ بِلَالٍ. فَغَضِبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ كَذَبْتَ. بَلْ- يَلَالُ رَسُولُ اللَّهِ خَيْرٌ بِلَالٍ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَحِمَهُمْ قَدْ عَرَفُوا الْحَقَّ لِأَهْلِيهِ وَأَذْغَنُوا لَهُ“

یعنی ایک شاعر نے عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور ان کے فرزند بلال کی مدح میں اشعار کہے جب شاعر نے یہ مصرع پڑھا جس کا ترجمہ ہے کہ عبداللہ کے بلال بہتر بلال ہیں۔ تو عبداللہ بن عمر نے غضب ناک ہو کر فرمایا۔ تم نے غلط بات کہی، بلکہ رسول اللہ کے بلال بہتر بلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انھوں نے اہل حق کے حق کو پہچانا اور اس کا اعتراف کیا۔ اور آپ نے ایک پرچہ پر عربی کے یہ دو شعر تحریر فرمائے ہیں

آپ کے دو شعر | يَلَالُ رَسُولُ اللَّهِ فِي مَسْنَدِهِ ذِمَّةٌ بِأَنِّي أَذْعَى فِي الْوَدْعَى بِإِسْمِهِ الشَّاهِدِ
يَلَالُ رَسُولُ اللَّهِ يَا مَسْنَدَ الْعَجَبِ سَمِيكَ أَرْجُو أَنْ تَقِيضَ عَلَيَّ قَلْبِي

ان تقيض علی کا نسخہ ان تنویری، تحریر فرمایا ہے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر آپ کے ہیں۔ ترجمہ:-
۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال پر میرا یہ ذمہ ہے یعنی حرمت اور حق ہے کہ میں اُن کے مبارک نام سے مخلوق میں پکارا جاتا ہوں۔

۲۔ رسول اللہ کے بلال۔ اے سید اصحاب۔ میں آپ کا ہمنام ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ

میرے قلب پر فیضان فرمائیں، یا میرے قلب کو منور فرمائیں۔

گلستان جانا اور ملا عبد الحمید کا واقعہ | گلستان پشین کا ایک بڑا گاؤں ہے۔ کوڑے

کے خان جلال خان آپ سے بیعت ہوئے۔ جلال خان کو آپ سے نہایت محبت و اخلاص تھا۔ افسوس یہ ہے کہ چند سال بعد جوانی میں رحلت کر گئے۔ ۳۱۹ھ مطابق سلسلہ میں وہ آپ کے چالیس دن کے واسطے گلستان لے گئے۔ بلوچستان میں پشین کا علاقہ اہل علم کا علاقہ تھا۔ ہر گاؤں میں ایک اچھا عالم ہوتا تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے اس علاقہ کے علماء آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ کے مخلصین میں جو افراد اصحاب جذب تھے وہ نماز میں آہ و بکا کرتے تھے۔ کوئی اپنے ہاتھ اور بدن کو بے اختیاری کے عالم میں ہلاتا تھا۔ اس سلسلہ میں علماء نے کچھ بحث کی۔ اس علاقہ کے ضعیف العمر جید عالم ملا عبد الحمید آخوند زادہ تھے۔ تمام علماء اُن کا احترام کرتے تھے۔ وہ سب کے استاد یا استاد استاد تھے۔ آخوند زادہ صاحب آپ کے پاس آئے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آخوند زادہ صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز میں نعرے لگاتے ہیں یا حرکت کرتے ہیں اُن کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بات سنی اور تھوڑی دیر تک مراقب رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر آخوند زادہ صاحب سے صرف اس قدر فرمایا: اے عزیزِ حلاوت! ایمان نہ چشیدہ تُو! یعنی اے عزیزِ ایمان کی حلاوت سے بے بہرہ ہو۔

علم حجاب اکبر بھی ہے | سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ آپ کی اس ایک بات نے ملا صاحب پر

حجاب نے ابلیس کو راندہ درگاہ بنایا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ و نور ضریحہ اپنے خلیفہ اجل حضرت قاضی شہار اللہ پانی پتی قدس سرہ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

”برادرِ عجب کار سے است کہ ہر واحد از مردم پانی پت لبریز شکایت می آید معلوم نیست چہ عمل از شما واقع می شود۔ اگر راستی و دیانت شما باعث آزار مردم است اناں راستی بگزیرید و خود را فضیلت نہ کنید برائے حفظ حرمت بتاویل ہم خاطر مردم را مرعی دارید کہ طریقہ و پیران طریقہ بدنام می شوند و این معنی نتیجہ خوب نہ دارد۔ و انہماک در امور دنیا و منصب قضا بلائے است کہ راحت و حرمت شمارا برباد داند۔ خدا حافظ آخرت است۔ نفس علماء افعال خود بہ زور و قوت علم مزین در نظر خود می دارد و متصدی جواب

لہ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ خط اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔ عبد الرزاق قریشی صاحب نے آپ کے مکاتیب شریفہ کو ملوی بک ٹریڈ محمد علی روڈ بمبئی ۳ سے طبع کرایا ہے۔ اس میں ملا کو دیکھا جائے۔

می شود۔ عندالحساب مشکل خواہد شد الخ

حضرت موسیٰ علیہ السلام تاب تجلی نہ لاسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَخَرَّ مُوسَىٰ صَبِقًا۔ اور سر زار
روحہاں صلی اللہ علیہ وسلم خلوت غایت قباب تو سین او ادنیٰ میں مشرف بہ دیدار و کلام ہوئے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفقا تو عین ذات می نگری در تہمتی
(صفت کے ایک سایہ سے موسیٰ بیہوش ہو گئے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے عین ذات کا شاہدہ کیا)
آخوند زادہ صاحب پر آپ کے کلام نے ایسا اثر کیا کہ پھر جب تک وہ حیات رہے یہ بات
زبان پر نہ لائے۔

دہلی میں جناب مفتی کفایت اللہ صاحب سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک صاحب
ناز پڑھا رہے تھے۔ اور ان کے پیچھے جو لوگ کھڑے تھے وہ رو رہے تھے اور ان میں سے کوئی اللہ کا
نعرہ لگاتا تھا۔ ان کی نواز ہوئی یا نہیں۔ مفتی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ ناز کون پڑھا رہا
تھا اور مقتدی کون تھے۔ سائل نے کہا ناز حضرت شاہ ابوالخیر پڑھا رہے تھے اور ان کے مرید مقتدی تھے اور
وہ سورۃ والش پر پڑھ رہے تھے۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ کفایت اللہ کس طرح کہہ دے کہ ناز نہیں تھی
یہ تو عشق و محبت کی بات ہے۔ مفتی صاحب نے یہ بات چند افراد کے سامنے کہی تھی۔ عبدالمجید نے
بھی یہ بات سنی اور اس عاجز سے بیان کی۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ کسی امر میں اختلاف کا ہونا مذموم نہیں بلکہ شانِ علم اور وسیلہ رحمت ہے۔
البتہ یہ سمجھ لینا کہ جو کچھ اپنی سمجھ میں آیا ہے وہی حق ہے اور دوسروں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ غلط ہے۔
اسی پندار کو علم کا حجاب اکبر کہا گیا ہے۔

خواجہ پندار و کمرد واصل است حاصل خواجہ بہ جز پندار نیست

(جناب خیال کرتے ہیں کہ پہنچا ہوا انسان ہوں۔ جناب کا یہ محض خیال ہے)

اس پندار نے تفسیق، تفسیل، تکفیر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔

آں کس کہ بداند و بداند کہ نہ داند اس طلب خویش بہ افلاک جہاند

واں کس کہ نداند و بداند کہ بداند در جہل مرکب ابد القہر بماند

(جو شخص کہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا۔ اپنی طلب کا گھوڑا آسمانوں پر دوڑا دیتا ہے۔
اور جو شخص نہیں جانتا اور سمجھتا ہے کہ جانتا ہوں۔ وہ قیامت تک جہل مرکب میں مبتلا رہے گا)

میر محبوب علی خاں نظام حیدر آباد دکن کی آمد

میر محبوب علی خاں نظام حیدر آباد دکن کی آمد دکن کی آمد دہلی میں تاجپوشی کے دربار کے سلسلہ میں ہوئی جو کہ یکم شوال ۱۲۳۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۲۱ء کو ہوئی۔ اس موقع پر نواب صاحب مع فرزند عثمان علی خاں آپ سے ملاقات کے لئے خانقاہ شریف میں آئے۔ اس عاجز سے ایسے چند افراد نے اس آمد کی تفصیل بیان کی ہے جو کہ اس موقع پر موجود تھے۔ ان لوگوں کا بیان اس طرح ہے۔

”خانقاہ شریف کے دروازے پر پٹھان بیٹھے تھے۔ نواب صاحب کی سواری آئی۔ ایک انگریز افسر بھی ساتھ تھا۔ اس کے اردلی نے پٹھان سے کہا کہ نواب صاحب آئے ہیں۔ پٹھان نے اطلاع کی۔ انگریز افسر دروازے پر رہا۔ نواب صاحب اور ان کے بیٹے اندر داخل ہوئے۔ دو تین آدمی نواب صاحب کے پیچھے تھے۔ نواب صاحب آپ سے مل کر باہر آئے تو انھوں نے ایک لاکھ روپے کی اشرفیاں چاندی کی تھالیوں میں بطور نذر پیش کیں۔ آپ نے فرمایا۔ نواب صاحب سے ہمارا سلام کہ دو۔ ہم نے اُن سے ملاقات کرنی۔ اس نذر کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔ ہم ان کے واسطے دے دیتے ہیں۔ چنانچہ نذر کی تھالیاں اسی وقت لوٹادی گئیں۔“

ایک دن آپ نے اس عاجز سے نواب صاحب حیدر آباد کے آنے کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔

”ہماری دارگاہ میں تکلیف تھی۔ ہم مسجد شریف میں باہر کے دالان کے وسط میں جنوب کی طرف منہ کئے بیٹھے تھے کہ نواب صاحب آئے۔ ان کے ساتھ اُن کے بیٹے بھی تھے۔ وہ جس وقت دالان کے جنوبی سرے پر پہنچے باہر کے صحن میں جھک کر تین مرتبہ دونوں ہاتھ سے فرشی سلام کیا۔ اور پھر دالان کے سرے پر بیٹھ گئے (تقریباً سولہ فٹ کے فاصلہ پر) انھوں نے خیریت دریافت کی میں نے کہا۔ اللہ کا فضل ہے۔ خیریت سے ہوں۔ اور پھر میں نے ان کی خیریت دریافت کی۔ تقریباً ہ منٹ بیٹھے اور پھر تین مرتبہ فرشی سلام کر کے چلے گئے۔“

آپ نے نذر کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ عاجز کہتا ہے۔ نواب صاحب صرف اس خیال سے آپ کے پاس آئے کہ اُن کے خیال میں آپ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے۔ اور آپ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ نواب صاحب کو اس کا اجر ملے گا اور کیا عجب ہے کہ یہی عمل ان کی بخشش کا سامان ہو جائے۔ حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ خوش نصیب ہے وہ بندہ کہ اس کا کوئی عمل مقبول بارگاہ کبریا ہو جائے۔

دو صاحبزادیوں عثمانی و حیدری کی وفات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو افاضل محرم سلام

اُن کا عثمانی نام رکھا۔ وہ جمادی الآخرہ ۱۲۳۸ء مطابق ستمبر ۱۹۲۳ء ایک ہفتہ بیمار رہ کر رحلت کر گئیں۔ کوئٹہ شہر سے جہتِ غرب چین کو جانے والے راستہ پر شیخ ماندہ اسٹیشن سے قریب ان کی تدفین ہوئی۔ یہ جگہ ملا عبدالرشید ملا عبدالعلیم آخوندزادے کے گھر کے قریب ہے۔ پھر افاضل شعبان ۱۲۳۸ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور صاحبزادی عنایت کی۔ آپ نے حیدری نام رکھا۔ اور وہ بھی گرمیوں کے موسم میں جب کہ آپ کوئٹہ میں تھے۔ ۱۲۳۸ء مطابق ستمبر ۱۹۲۳ء میں رحلت کر گئیں اور اپنی بہن عثمانی کے پہلو میں آرام فرما ہوئیں۔

عثمانی اور حیدری کی قبریں ریل کی لائن اور سڑک کے شمال کی طرف ہیں۔ آپ جمعہ کی نماز کے بعد وہاں جایا کرتے تھے اور دو تین گھنٹے بیٹھتے تھے۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ اور دو بڑی صاحبزادیاں ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے ملا عبدالرشید اور ملا عبدالعلیم نے تقریباً تیس فٹ لمبی تیس فٹ چوڑی چار دیواری بنوادی تھی۔ راستہ شمال کی طرف سے رکھا تھا۔ آپ وہاں آنکھیں بند کر کے اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ بھی یادِ الہی میں اور مراقبہ میں مصروف رہتی تھیں۔

خان قلات خداداد خان کے بڑے بیٹے خان محمود خاں نے انگریزوں سے سازش کر کے بلوچستان کی ریاست انگریزوں کی حمایت میں دے دی۔ اور اپنے والد

میر اعظم خاں

اور ایک بھائی میر اعظم خاں کو نظر بند کرادیا۔ میر اعظم خاں کی کوٹھی اس راستہ پر واقع تھی جو کوئٹہ سے چین کو جاتا تھا۔ اور عثمانی و حیدری کے مزار سے تقریباً آدھ میل پہلے تھی۔ ان کو علم تھا کہ آپ جمعہ کے دن مزارات پر جاتے ہیں اور پھر تقریباً تین گھنٹے کے بعد مراجعت فرماتے ہیں۔ وہ ان کے بیٹے اور دیگر افراد کوٹھی سے متصل کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے اور آپ کی سواری کے منتظر رہا کرتے تھے۔ جب آپ کی سواری قریب پہنچتی تھی وہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب تک آپ کی سواری خاصی آگے نہ چلی جاتی تھی ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ سالہا سال اُن کا یہ معمول رہا۔ وہ اور ان کے دو بڑے بیٹے اکرم خاں اور اللہ یار خاں بہت عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے۔ اگر کہیں ان کو آپ کی سواری نظر آ جاتی تھی فوراً گھوڑوں پر سے اتر کر ہاتھ سینہ پر رکھ کر سر جھکا کر سلام عرض کرتے تھے اور جب تک آپ کی سواری گزر نہ جاتی تھی اسی حالت میں کھڑے رہتے تھے۔ ایک دن جب آپ مزارات پر جا رہے تھے اور میر اعظم خاں صاحب معمول اپنے فرزندوں کے ساتھ اپنی کوٹھی سے

متصل دست بستہ کھڑے تھے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے کہا۔ دیکھئے حضرت! وہ اعظم خاں کھڑے ہیں۔ آپ نے مظفر کو چان سے لگے روکنے کو کہا۔ جب آپ کی بھئی زکی اعظم خاں، ان کے بیٹے اور ملازم دوڑے ہوئے آئے اور آپ کی دست بوسی سے مشرف ہوئے۔ یہ سالہا سال کے بعد پہلا موقع تھا کہ انہوں نے آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر انہوں نے نہایت ادب سے کہا کہ آپ اس عاجز کے گھر تشریف لے چلیں۔ آپ نے ان کی خوشی پوری کی اور اس دن دو تین گھنٹے وہاں ٹھہرے۔

اپنے بھائی کے مرنے کے بعد اعظم خاں میر قلات ہو گئے تھے۔ دو چار سال نوابی کی پھر رحلت کر گئے ان کے بعد اشدر خان میر قلات ہو گئے اور غالباً اب تک حیات ہیں۔

امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان | امیر حبیب اللہ خان وائسرائے کی دعوت پر ۱۹۰۷ء میں دہلی آئے تھے۔ دہلی میں ان کے سفیر سردار محمد اسماعیل

خان تھے۔ انہوں نے ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۰۷ء کو اپنے سفیر محمد اسماعیل خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ مجھ کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے سفیر صاحب سے فرمایا: امیر صاحب کو ہمارا سلام کہدو اور ہماری طرف سے یہ بات کہہ دینا۔ معروض وغایت آمد شاہ دہلی ملاقات فقیر نہ بود۔ لہذا برائے کارے کہ آمدہ انداں را بہ اتمام رسانند فقیر برائے ایشاں دوائے خیر می کند۔ البتہ اگر از کابل بہ نیت ملاقات فقیر می آمدند۔ فقیر ملاقات می کردہ آپ کے دہلی آنے کی غرض وغایت میری ملاقات نہ تھی۔ لہذا جس کام کے واسطے آپ آئے ہیں اس کو پورا کریں۔ میں آپ کے واسطے دوائے خیر کرتا ہوں۔ البتہ اگر آپ کابل سے اس فقیر کی ملاقات کی نیت سے آتے تو یہ فقیر آپ سے ملاقات کرتا: سفیر محمد اسماعیل خان ۷ رذی الحجہ مطابق ۲۲ جنوری کو پھر امیر صاحب کا پیام لائے کہ آپ میرا یہ قبول فرمائیں۔ آپ نے عذر کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے فضل و کرم سے مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے امیر ہیں۔ اسلام کی خدمت کریں یہی میرا تحفہ ہے۔

سکھر کا قیام | ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء سے آپ موسم گرما میں کوٹہ تشریف لے جاتے تھے اور چھ مہینے وہاں قیام رہتا تھا۔ ۱۳۱۵ھ میں جب آپ کا قصد دہلی آنے کا ہوا تو منشی

نئے خاں اور حکیم اجمل خاں نے آپ کو صلاح دی کہ دہلی کا موسم اچھا نہیں ہے ابھی آپ تشریف نہ لائیں۔ کوٹہ میں سردی زیادہ ہو گئی۔ برادر خورد کی عمر آٹھ ماہ کی اور یہ عاجز دو سال کا اور ہمیشہ خورد ساڑھے تین سال کی تھیں۔ لہذا آپ نے سردار محمد علی خان محمدزی سے فرمایا کہ سکھر میں کوئی جگہ کرایہ پر لیں۔ کیونکہ سردار صاحب سردیوں میں سکھر میں رہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک کوٹھی لب دریا چائیں

روپے ماہوار کرایہ پر دو ماہ کے واسطے لی۔ آپ شنبہ ۱۲ شوال ۱۳۲۶ء مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو سڑک سے روانہ ہوئے اور یکشنبہ کو صبح صادق کے وقت سکھر پہنچ گئے۔ آپ کو کوٹھی اور اس کا محل وقوع پسند آیا۔ آپ نے سکھر سے غلام رضا کو دئی خط لکھا ہے۔ اس خط سے دن اور تاریخ کا پتہ چلا ہے۔ اس میں تحریر فرمایا ہے: ”یہ شہر ملک سندھ کا برلہ دریا واقع ہے۔ چالیس روپے ماہوار پر ایک عمدہ بنگلہ کرایہ پر لیا ہے۔ یہاں بیماری سے بھی امن ہے اور سردی سے بھی امن ہے۔ دلی کی خانقاہ شریف کی حفاظت و خدمت طیب خاں کرتے تھے۔ چونکہ اکتوبر میں اُن کو جانا تھا اس لئے آپ نے حاجی ٹلا احمد خاں کو دئی بھیج دیا اور پھر ٹلا احمد خاں کو خط لکھا کہ ”سید نعمت علی و سید معشوق علی اور سرور کو وظیفہ بتادو اور اُن سے وظیفہ کرو دیا کرو“ آپ سکھر سے دلی کو ذی القعدہ کے اواخر میں تشریف لائے۔

کوٹھ میں مکان | کوٹھ میں آپ کا قیام کرایہ کے مکانات میں رہتا تھا۔ جس مکان میں ۱۳۲۶ء سے آپ کا قیام تھا، اتفاق سے وہ فروخت ہو رہا تھا۔

آپ نے ۲۷ رجب ۱۳۲۸ء مطابق ۱۳ اگست ۱۹۱۰ء کو وہ مکان خرید لیا۔ جس وقت آپ نے اس مکان کو خریدا تھا وہ شہر سے باہر کھیتوں میں تھا اور اب وسط شہر میں آگیا ہے۔ اس مکان سے متصل تیس فٹ چوڑی سڑک شمالاً جنوباً نکلی ہے۔ پہلے اس کا نام ”پیر ابوالخیر روڈ“ تھا اور اب ”شارع پیر ابوالخیر“ کا بورڈ دونوں طرف لگا ہوا ہے۔

میرٹھ کا قیام | آپ رجب ۱۳۲۹ء مطابق اکتوبر ۱۹۱۰ء میں کوٹھ سے دلی تشریف لائے یہاں دربار سلطنت کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا: ”دربار کے موقع پر دلی میں اہل دنیا کا اجتماع ہوتا ہے اور وہ اگر ہم کو ستاتے ہیں۔ لہذا چند ماہ کے واسطے ہمارا کسی دوسری جگہ جانا مناسب ہے۔“ میرٹھ کے مخلصین حاضر تھے۔ انھوں نے میرٹھ صدر میں ویسٹنڈ روڈ پر حیدر شاہ کی کوٹھی ۱۲ تیس روپے ماہوار کرایہ پر لی اور آپ میرٹھ تشریف لے گئے۔

عصر کی تفریح | آپ کا معمول تھا کہ عصر کو تفریح کے واسطے آبادی سے دور تشریف لے جاتے تھے اور وہاں تنہائی میں تین گھنٹے اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے تھے۔ ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی۔ آنکھیں بند کئے قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کے پاس ایک چوہری پان کی ڈبیہ اور صراحی ہوتی تھی۔ ہم بچے آپ سے کچھ فاصلہ پر کھیلے رہتے تھے۔ ایک پٹھان ساتھ ہوتا تھا۔ وہ خیال رکھتا تھا کہ کوئی آپ کے پاس نہ جائے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ہمارے شور سے یا ہماری گند سے آپ آنکھیں کھولتے۔ اس وقت آپ کی آنکھیں سرخ ہوا کرتی تھیں لیکن کبھی آپ نے ہم سے کچھ نہ فرمایا۔

ایک مرتبہ دلی کے روشن آداباغ میں ہماری ٹٹ بال آپ کی پیٹ پر زور سے لگی۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا: بچو خیال کرو! اگر مخلصین میں سے کوئی پہنچ جاتا تھا تو وہ نہایت خاموشی سے دس ہندو گز کے فاصلہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ اس کا رد سے باطن آپ کا خیال مبارک اور آپ کی توجہ بہ حضرت لا تعین و حضرت اطلاق جل مجدہ۔ دلی کے روشن آداباغ میں دو سال تک برابر مفتی منظر اللہ صاحب آیا کرتے تھے اور یاد الہی میں معروف ہو جاتے تھے۔ جو بھی اس وقت حاضر ہوتا تھا کچھ دیر کے لئے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا تھا۔

- ۱۔ اے زور و دست خستگان دلیوے دریاں آمدہ یاد تو مر عاشقان را راحت جاں آمدہ
- ۲۔ صد ہزاراں بھوموسی ہست در ہر گوشہ ربہ ارنی گوشہ دیدار جویاں آمدہ
- ۳۔ سینہا بینم ز سوز بجز تو بریاں شدہ دیدہا بینم ز درد عشق گریاں آمدہ

۱۔ شکستہ دلوں کو تیرے درد سے علاج کی خوشبو آتی ہے۔ تیری یاد عاشقوں کے لئے جان کی راحت ہے۔
۲۔ ہر گوشہ میں لاکھوں حضرت موسیٰ کی طرح ہیں جو کہتے ہیں اے خدا ہمیں دیدار کرادے اور دیدار کے جویاں ہیں۔
۳۔ تیرے ہجر میں بہت سیسے چاک ہوئے دیکھتا ہوں بہت سی آنکھیں درد عشق سے رونے والی ہیں۔

حافظ عبدالکریم میرٹھی | حافظ عبدالکریم ساکن لال کُرتی میرٹھ محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ ان کے صاحبزادے شیخ وحید الدین

شیخ بشیر الدین کو آپ سے غایت درجہ محبت و اخلاص تھا۔ جب آپ میرٹھ تشریف لے گئے یہ دونوں بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے کہا: ہم کچھ اور خدمت آپ کی نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ خواہش ہے کہ جب تک آپ کا قیام میرٹھ میں رہے عصر کو ہماری گنجی آپ کی خدمت میں آیا کرے۔ آپ نے اس کو منظور فرمایا اور جب تک میرٹھ میں قیام رہا ان کی گنجی میں تفریح کے واسطے تشریف لے جاتے۔ آپ میرٹھ میں معظم علی شاہ کے باغ تشریف لے جاتے تھے۔ اور سردیوں میں عصر کی نماز پڑھ کر اور گلابی موسم میں مغرب کی نماز پڑھ کر مراجعت فرماتے تھے۔ واپسی میں آپ لال کُرتی کی طرف سے آتے تھے۔ لال کُرتی میں تھوڑی دیر بیٹھتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوتے تھے۔ صدر بازار میرٹھ کے مخلصین میں سے چند افراد وہاں پہنچ جایا کرتے تھے اور نماز کا نطف حاصل کرتے تھے۔ شیخ وحید الدین اور شیخ بشیر الدین آپ کے واسطے ایک آرام کرسی رکھا کرتے تھے اور جب آپ اس پر بیٹھ جاتے تھے تو دونوں برادران اور صدر بازار کے مخلصین تھوڑی دیر آپ کے پاؤں بھی دباتے تھے۔

سید احمد شاہ قصویٰ کی آمد | سید احمد شاہ قصوری آپ سے بیعت تھے۔ ان کے بڑے بھائی سید محمد شاہ اپنے نانا جناب عبدالرسول کے جانشین تھے چونکہ ان کی خورد سالی میں ان کے نانا کی وفات ہو گئی تھی۔ انھوں نے سلوک مجددیہ آپ سے حاصل کیا۔ چند سال تک آپ کی خدمت میں آتے رہے اور مہینہ چالیس دن تک آپ کے ملقہ میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ سید احمد شاہ اپنے ساتھ دو تین افراد کو بھی لاتے تھے۔ ان میں سے ایک پیر سید گلاب شاہ تحصیل دار ریواڑی بھی تھے جو کہ مولوی غلام دستگیر قصوری مؤلف رسالہ تقدیس لکھنؤ کے مامیوں میں سے تھے۔ سید احمد شاہ اپنے بڑے فرزند سید رؤف احمد شاہ کے واسطے بڑی ہمیشہ مراجعہ صدیقی رحمہما اللہ کو طلب کرنے آئے تھے۔ میرٹھ میں چار پانچ دن ان کا قیام رہا۔ ان کی طلب کے سلسلہ میں آپ نے دئی سے چند مخلصین کو بلایا تھا۔ چنانچہ آپ نے مخلصین سے مشورہ کر کے بعد سید احمد شاہ کی طلب منظور فرمائی۔

جناب مولانا محمود الحسن | میرٹھ میں جن دنوں سید احمد شاہ قصوری مع رفقاء اور دئی کے مخلصین آئے ہوئے تھے۔ ایک دن صبح کو جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی آپ سے ملنے تشریف لائے۔ آپ اُن سے نہایت محبت سے ملے۔ گھنٹہ سا گھنٹہ دونوں حضرات کی نہایت پر لطف ملاقات رہی۔ مولوی صاحب نے آخر میں آپ سے جلسہ موثر انصاری کا ذکر فرمایا جو کہ اس دن عصر کو آپ کی کوٹھی کے پاس منعقد ہو رہا تھا۔ اور خواہش ظاہر فرمائی کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں۔ آپ نے اُن کی بات سنی اور خاموشی اختیار فرمائی۔ مولوی صاحب آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے اُن کو بہت محبت و احترام مرحوم کیا۔ حسب معمول آپ عصر کو تفریح کے واسطے روانہ ہوئے۔ قصور کے مہانوں **تفریح اور جلسہ** | اور دئی کے مخلصین کے واسطے مزید دو سواریوں کا بندوبست تھا۔ موثر انصاری کا جلسہ ہو رہا تھا۔ مقررین کے واسطے جو جگہ بنائی تھی وہ راستہ کے قریب تھی۔ آپ نے راستہ پر گہمی رُکوائی اور گہمی میں بیٹھے بیٹھے غائباً آدھ گھنٹہ تقریر سنی اور پھر معظّم علی شاہ کے باغ کو روانہ ہوئے۔

مولانا اشرف علی اور مولانا حافظ احمد | موثر انصاری کے جلسہ میں مولانا اشرف علی اور مولانا حافظ احمد موجود تھے۔ ان دنوں صاحبان نے آپ کو دُور سے دیکھا اور ان کو معلوم ہوا کہ آج صبح مولانا محمود الحسن سے بھی آپ کی پُر تپاک ملاقات ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بین العشائین آپ شیخ وحید الدین و بشیر الدین کی کوٹھی کو جاتے ہیں۔ اور

وہاں تھوڑی دیر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں صاحبان کج ملاقات کرنے کے واسطے لال کرتی تشریف لائے۔ شیخ وحید الدین و بشیر الدین آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ لہذا انھوں نے ان دونوں صاحبان کو آپ کی نشست گاہ کے علاوہ دوسری جگہ بٹھایا۔ آپ اپنے وقت پر پہنچے اور آرام کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ دونوں بھائی فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب معمول انھوں نے اور صدر بازار کے آئے ہوئے مخلصین نے آپ کو دبا نا شروع کیا۔ دو چار منٹ گزرنے پر شیخ وحید الدین نے مولانا صاحب اور حافظ صاحب کی آمد سے مطلع کیا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔ ہاں اُن کو بلاؤ ہم اُن سے ملیں گے۔ چنانچہ دونوں صاحبان تشریف لائے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ ہم کو سہارا دو۔ چنانچہ سہارا لے کر آپ کھڑے ہوئے اور دونوں سے بہ محبت ملے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے اُن کے پدر بزرگوار کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے خانقاہ شریف میں حضرت شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی ہے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے استاد کا اودان کی جائے قیام کا انتخاب کرتے تھے کہ خانقاہ شریف کے دروازے کے باہر جوتی اتار دیا کرتے تھے اور خانقاہ شریف میں برہنہ پا داخل ہوتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مگر کمرہ میں ہمارے حضرت والد ماجد علیل تھے۔ حلقہ اور توجہ کی خدمت ہمارے سپرد تھی۔ ایک دن جب حلقہ سے فارغ ہوا تو مولوی قاسم صاحب مجھ سے ملے اور حضرت والد کی خیریت دریافت کی۔ میں نے ان کی علالت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور میرے ساتھ گھر کو روانہ ہوئے۔ چلتے وقت مخلصین میں سے ایک شخص نے حسب معمول سجادہ اٹھایا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ یہ خدمت آج مجھ کو ملنی چاہیے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے سجادہ اٹھایا اور میرے ساتھ مکان پر آئے۔ حضرت والد بہ وجہ علالت و ناتوانی لیٹے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر آپ نے بیٹھنا چاہا۔ لیکن مولوی صاحب نے بہت اصرار سے رد کیا اور پھر بڑی محبت سے آپ کو ڈبائے گئے۔ اور آخر میں آپ سے کہا۔ حضرت ہندوستان میں دو دجال پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اُن کے شر سے محفوظ رکھے۔

مولانا قاسم کا ذکر | اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے مولانا قاسم صاحب کی خدمت اسلام کا ذکر کیا اور اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا اتفاق

سے ان دونوں اخبارات و رسائل میں دارالعلوم کی بدانتظامی وغیرہ کا چرچا ہو رہا تھا اور آپ سے بھی کسی نے اس کا ذکر کیا تھا۔ لہذا آپ نے فرمایا۔ ہم نے منسلک کہ مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت اب نہیں کر رہا ہے۔ یہ سن کر دونوں صاحبان نے کہا۔ حضرت مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت کر رہا ہے۔ البتہ بعض مخالفوں

نے ذاتی عناد اور فاسد اغراض کی وجہ سے مدرسہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اخبار غلط خبریں شائع کر رہے ہیں۔

یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں ہو رہی تھی اور ماضی میں لطف اٹھا رہے تھے۔

سید گلاب شاہ

پیر سید گلاب شاہ تحصیلدار دیواری یہ مکالمہ سن رہے تھے۔ وہ مولانا غلام دستگیر قصوری کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے ایک مختصر رسالہ طبع کرایا تھا جس میں مولوی امجد علی اور ان کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کو جمع کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ پیر سید گلاب شاہ کی جیب میں تھا۔ انہوں نے اپنی جیب سے اس رسالہ کو نکال کر حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جا رہی ہے۔ مولوی خلیل احمد نے براہین قاطعہ کے ساتھ پر لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور اٹل کنہیہ کے جہم کے ہے۔ اس قبیح تشبیہ کو سن کر آپ کو نہایت ملال ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہاں حضرت محبوب ذوالجلال کے ذکر مبارک کی محفل اور کہاں ہندوستان کے مشرکوں کا تہوار۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آپ نے فرمایا تافسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بُری تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جہاں بھی کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اور حسب احوال اس جگہ کو پاک و صاف کیا جاتا ہے اور زیب و زینت کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ میلاد شریف کی مبارک محفل کے لئے اس سے بھی روکتے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں کرتے جو میلاد شریف کرتا ہو یا اس کا حامی ہو۔ اس موقع پر مولانا اشرف علی نے کہا۔ مولوی خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کریں گے۔ اور بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہی ہے۔ چونکہ آپ سے یہ بات مولوی شمس الدین نے کہی تھی جو کہ صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ اور نماز میں شریک ہونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ ارے بھائی جواب دو۔ یہ سن کر مولوی شمس الدین نے اس شخص کا نام بتایا جس کو مولوی خلیل احمد صاحب نے مرید کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ شخص میرٹھ کا رہنے والا تھا اور اس وقت زندہ تھا۔ مولوی شمس الدین کا بیان ختم ہوتے ہی پیر سید گلاب شاہ نے مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ عبارت سنائی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر مہی و مجنون بلکہ

جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ یہ سن کر آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا: کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تمہ نے اس کے خلاف کیوں کیا۔ مولوی صاحب نے کہا: میں نے اس عبارت کی تفسیر اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے۔ آپ نے ان سے کہا: تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔ اس کے بعد دو چار منٹ خاموشی رہی۔ اور پھر آپ نے فرمایا: نماز کا وقت ہو گیا ہے جس کا وضو ہو وضو کر لے، اس موقع پر کچھ لوگ اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب بھی اٹھ گئے۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ نماز شروع کرنے سے پہلے جیسا کہ آپ کا معمول تھا۔ فرمایا: ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس موقع پر شیخ وحید الدین نے آپ سے کہا: حضور یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صاحبان سے کچھ دیر اور گفتگو فرماتے۔ لیکن ان کے چلے جانے کی وجہ سے نہ مزید گفتگو ہوئی اور نہ پھر کبھی ان سے ملاقات ہوئی۔

اس ملاقات کے وقت دونوں میزبان اور قصور کے مہمان اور دلی سے آئے ہوئے تمام مخلصین جن میں مولوی بخش اللہ بھی تھے اور صدر بازار کے مولوی شمس الدین و حافظ اشفاق الہی و حافظ محمد عمر و محمد یاسین اور دو چار افراد موجود تھے۔ مولوی بخش اللہ کا قاعدہ تھا کہ وہ آپ کے احوال اور اقوال لکھ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تفصیل کے ساتھ یہ ساری کیفیت لکھ لی تھی۔ ہاں عاجز نے مولوی بخش اللہ کی تحریر پڑھی ہے۔ اور مولوی شمس الدین اور حافظ اشفاق الہی سے بھی اس واقعہ کو بالتفصیل سنا ہے۔

رسالہ بزم جمشید | دصل بلگرامی نے اپنے پیر مولوی اشرف علی صاحب کے چند اقوال کو جمع کیا ہے اور باہفت کے رئیس جمشید علی خاں کے نام پر اس مجموعہ کا نام ... "بزم جمشید" رکھا ہے۔ اور اس مجموعہ کو امداد الغر بار سہارنپور نے ۱۳۵۲ھ میں چھاپا ہے۔ یہ رسالہ ۳۴ صفحے کا تھا اور ۱۳ صفحات کا اضافہ صرف حجم بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے۔ صفحہ ۳۴ پر دصل نے لکھا ہے: "اسی دوران گفتگو میں دونوں کا خیال ہوتا ہے کہ اس کا حجم کم ہے۔ اگر دصل نے یہ حکیمانہ قول سنا ہوتا۔ مَا قُلَّ وَ كَفَى خَيْرًا مِّمَّا كَثُرَ وَ الْهٰی تو ہرگز اس خود ساختہ بیان کا اضافہ نہ کرتے۔ دصل نے اپنے بیان میں نہ کہنیا جنم کا ذکر کیا ہے اور نہ حفظ الایمان کی رسوائی زمانہ عبارت کا۔ میرٹھ کے واقعہ کے ۲۹ سال بعد در حضرت سیدی الوالد کی وفات کے ۷۷ سال بعد ۱۳۵۸ھ میں دصل

نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ مولوی بخش اللہ نے ۱۳۳۳ھ میں اپنے پیر و مرشد قدس سرہ کے کچھ مبارک احوال لکھے۔ وہ میرٹھ کی ملاقات کے وقت موجود تھے۔ اور انھوں نے اسی رات سارے واقعہ کو لکھ دیا تھا۔ وہ چاہتے تو اپنی کتاب میں اس کو لکھتے لیکن انھوں نے صرف اتنا لکھا ہے: ”سور اتفاق سے حاضر ہوا میں سے کسی نے اس وقت اختلافی مسائل کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور آپ دونوں حضرات اجازت لے کر تشریف لے گئے“ مولوی بخش اللہ نے اس عاجز سے کہا: ”بات گزر گئی ہے۔ اب اس کا ذکر کرنا اختلاف کو بڑھانا ہوگا۔ اس لئے میں ذکر نہیں کرتا“ جَزَاةَ اللّٰهِ عَلٰی حَسَنِ بَيِّنَةٍ وَرَحْمَةً وَرِضًى عَنْهُ۔

بزم خیر از زید | وصل کے کارنامہ کی اطلاع اس عاجز کو شعبان ۱۳۳۳ھ میں ہوئی۔ یہ عاجز مجبور ہوا کہ حقیقت کا اظہار کرے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے: ”مَا مِنْ مُّسْلِمٍ نَزِدَتْ عَنْ عِزِّهِ اَوْ خِيَرِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَزِدَّ عَنْهُ مَا رَجَعَتْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ثُمَّ عَلَى هَذِهِ الْاَيَّةِ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ (مشکات باب الشفقة) یعنی جو مسلمان اپنے بھائی کی ابروی کی جاب سے مدافعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا حق ہو جاتا ہے کہ جہنم کی آگ سے قیامت کے دن اس کی مدافعت کرے۔

اس عاجز نے سہارنپور سے بزم جمشید، گھوسی سے تفسیر العنوان، بازار سے حفظ الایمان بسط البیان اور المہندھتیا کی اور ۹۶ صفحے کا رسالہ ”بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید“ لکھا اور چھپوایا۔ جس میں بہ تفصیل حقیقت واقعہ بیان کی گئی ہے۔

مولود کے حامی کو مرید نہ کرنا | اس سلسلہ میں وصل نے لکھا ہے: ”اُن کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے؟“ حالانکہ آپ نے جواب میں مولوی شمس الدین کو پیش کر دیا اور انھوں نے حقیقت بیان کر دی اور اس کے شاہد حافظ اشفاق الہی بھی موجود تھے۔ اللہ نے سیدی الوالد کی مدد اس طرح کی۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ مولانا خلیل احمد کی یہ بات کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ مولانا اشرف علی بھی ان کے ساتھ تھے۔ شیخ پورہ کی مسجد قصائی میں چودھری شادی خاں کا ایک روپیہ ہدیہ انھوں نے رد کیا۔ اور چودھری صاحب سے کہا۔ اگر مولوی محمود خاں خلیفہ حضرت لطافت علی قدس سرہ کی بیعت توڑ دو تو میں تمہارا ہدیہ لے لیتا ہوں۔ نہ انھوں نے بیعت توڑی۔ (جزاۃ اللہ خیر الجوار) اور نہ مولانا نے ہدیہ قبول کیا۔

آرام کرسی | وصل کو آپ کا آرام کرسی پر بیٹھنا ناگوار گزرا ہے۔ حالانکہ آپ کو عشق الہی اور محبت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بدولت جو بلند مقام حاصل تھا اس

کی وجہ سے آپ دلوں کے بادشاہ تھے اور گدائی میں شوکت شامانہ رکھتے تھے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔
 بر سر بردل شام شوکت گدا این است گرد کوئے معشوقم رتبہ رسا این است
 (ایک فقیر کا دجیر ہے کہ دل کے تخت پر بادشاہ ہے۔ میرا رتبہ یہ ہے کہ میں معشوق کے کوچ کی گرد ہوں)
 خدا کے فضل و کرم سے آپ از گرو و محبوبان و مرادان تھے۔ چوبی کرسی کیا خٹے ہے اگر دل و جان کی
 کرسی کا وجود ہوتا تو شیخ و حید الدین اور شیخ بشیر الدین اسی کو پیش کرتے۔ عاجز نے کہا ہے۔

اے بلا گردان تو جانم بود دے فدایت جملہ سامانم بود

در حریم دل فرد آیک نفس فرشی را بہت ہر دو چشمانم بود

(میری جان آپ کی مصیبت کو ٹالنے والی ہو جائے۔ میرا تمام سامان آپ پر قربان ہو جائے۔

دل کے حریم پر تھوڑی دیر کے لئے آجیئے میری دونوں آنکھیں آپ کے راستہ کا فرش ہوں گی۔)

وصل نے سیدی الوالد کو غیر محقق اور غیر کامل قرار دیا ہے۔ بے شک
محقق اور کامل نہ ہونا جو تحقیق اور کمال (کنہیا جنم کا مثل) قرار دینے میں اور (اس میں
 حضور کی ان) لکھنے میں ہے، اس سے آپ کو سوں دُور تھے۔ آپ کا مسلک "لَا یُمْکِنُ الشَّاءُ مَّا كَانَ
 حَقًّا" (کما حقہ اس کی تعریف ممکن نہیں ہے) اور آپ دل و جان سے اس کے قائل تھے۔

۱۔ خدا ما در الہیت احد خواں نبی را در عبودیت یکے داں

۲۔ جو حق اندر خدائی فرد دانا است نبی در بندگی بے مثل و بہتا است

۳۔ یقین داں تاکہ نشناسی خدا را دانی تدر و جاہ مصطفیٰ را

۱۔ خدا کو الوہیت کی یکتائی میں پڑھ۔ نبی کو بندگی میں یکتا جان۔

۲۔ جیسا کہ خدا خدائی میں یکتا اور دانا ہے۔ نبی بندگی میں بے مثال ہے۔

۳۔ یقین کرنے جب تک تو خدا کو نہ پہچانے گا۔ مصطفیٰ کی قدر و منزلت کو نہ جانے گا۔

تیز روشنی نماز کے سلسلہ میں وصل نے لکھا ہے "ہمارے بزرگ محقق و کامل تھے۔ ان کے انوار
 مثل تیز روشنی کے قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات اُن کے سامنے ہوں ان سب
 پر وہی غالب رہے" یہ عاجز چند احادیث لکھتا ہے۔ وصل صاحب پہلے ان کو پڑھ لیں پھر اپنے بزرگ
 کا ذکر کریں کہیں یہ نہ ہو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا خواستہ اپنے بزرگ کو بڑھادیں۔

(۱) مشکات کے باب القراءات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
احادیث شریفہ نماز پڑھائی۔ سلام پھرنے کے بعد آپ نے دریافت فرمایا "کیا تم میں سے

کسی نے ابھی نماز میں میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا۔ ایک شخص نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا: **إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَافِقُ الْقُرْآنَ**۔ یعنی میں بھی کہتا تھا کہ کیا بات ہے جو میری قرأت میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔

(۲۱) مشکات کے باب الوسوس میں مسلم کی روایت ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری قرأت کو شیطان خراب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس شیطان کا نام خنزب ہے۔ جس وقت اس کا تم کو احساس ہو تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ اور بائیں جانب تین مرتبہ تَف کر دو۔ راوی نے کہا۔ میں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا۔ اور اللہ نے شیطان کو دُور کیا۔

(۳) مشکات کی کتاب الرقاق میں احمد کی روایت عائشہ صدیقہ سے ہے کہ میرے ایک پردے پر پرندوں کی تصویریں تھیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: **يَا عَائِشَةُ خَوَّلَيْتِهِ فَإِذَا رَأَيْتَهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا**۔ یعنی اے عائشہ اس پردے کو پلٹ دو کیوں کہ جب میں اس کو دیکھتا ہوں مجھ کو دنیا یاد آ جاتی ہے۔

(۴) مشکات کے باب الستر میں بخاری کی روایت انس سے ہے کہ عائشہ صدیقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَمِيعِي عَنَّا قَرَامَكَ هَذَا عَائِشَةُ لَا يَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَقْرُبُ مِنِّي فِي صَلَاتِي**۔ یعنی اپنے اس باریک پردے کو میرے پاس سے ہٹاؤ، کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہیں۔

(۵) مشکات کے باب الستر میں بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار کالی چادر میں نماز پڑھی۔ اس کی دھاریوں پر آپ کی ایک نظر پڑی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا۔ میری یہ اچھی چادر لے جا کر ابو جہم کو دیدو (ابو جہم نے آپ کو یہ چادر دی تھی) اور ان کی موٹی کھردری چادر میرے واسطے لے آؤ۔ **فَانْهَأْ أَلْهَثْنِي أَيْغَاءُ عَنْ صَلَاتِي**۔ کیونکہ اس نے نماز میں مجھ کو اس وقت اپنی طرف متوجہ کیا۔ شیخ عبدالحق نے یوں ترجمہ لکھا ہے۔ "بازداشت مرا از ذوق و حضور نماز" (اس نے رکاوٹ ڈالی میرے ذوق اور حضور نماز میں)

(۶) مشکات کے باب صفة الصلاة کی فصل ثالث میں احمد کی روایت ابو ہریرہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ہم کو پڑھائی۔ ایک شخص نے صفوں کی آخر میں کھایا عمل کیا جو نماز کے آداب کے خلاف تھا۔ سلام پھرنے کے بعد آپ نے اس شخص کو آواز دی اور اس سے فرمایا اے فلاں تمہ کو خدا کا ڈر نہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ تو نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ **إِنَّكُمْ تُشَوُّونَ أُمَّةً**

يَخْنُ عَلَى شَيْءٍ وَتَمَّا تَنْفَعُونَ وَاللَّهُ إِلَهِي لَا دُونَِي مِنْ خَلْقِي كَمَا أَرَى مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ - یعنی تم لوگ خیال کرتے ہو گے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ ہے۔ اللہ کی قسم جس طرح اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیٹھ پیچے کی چیز کو بھی میں دیکھتا ہوں۔

مشکات کی مطبوعہ احمدی دہلی سال ۱۳۸۷ء کے حاشیہ پر اس مبارک حدیث کے بیان میں ابن حجر کی یہ عبارت لکھی ہے: "أَيُّ فِي حَالِ الصَّلَاةِ لَا تَلَا"

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْضُلُ لَهُ فِيهَا قُوَّةُ الْعَيْنِ بِمَا يَفَاضُ عَلَيْهِمْ فِيهَا مِنْ غَايَاتِ الْقُرْبِ وَخَوَارِقِ الْغَلِيَّاتِ لَيْتَ كَيْفَ لَهُ حَقَائِقُ الْمَوْجُودَاتِ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ فَيُذَرِّكُ مِنْ خَلْفِهِ كَمَا يُذَرِّكُ مِنْ أَمَامِهِ لِأَنَّهُ بَاهِي كَمَالِهِ لَا يَشْغَلُهُ بَمَنْعَةٍ عَنْ فِرْقَةٍ فَهُوَ وَإِنْ اسْتَفْرَقَ فِي عَالَمٍ لَغَيْبٍ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ عَالِمِ الشَّهَادَةِ - یعنی نماز کی حالت میں انتہائے قرب اور ظہور تجلیات کی وجہ سے آپ کی مبارک آنکھوں کی قوت اس حد تک قوی ہو جاتی تھی کہ تمام موجودات کی حقیقتیں اپنی اصل حالت میں آپ پر ظاہر ہو جاتی تھیں۔ آپ پس پشت کی چیز کو بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی چیز کو دیکھتے تھے۔ چونکہ آپ قرب و حضوری کے اوج کمال پر فائز ہوتے تھے۔ اس لئے موجودات کا دیکھنا آپ کی بصیرت خاطر کو پراگندہ نہیں کرتا تھا اور نہ کوئی شے اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔ آپ اگرچہ عالم غیب میں مستغرق ہوتے تھے لیکن آپ سے عالم شہادت کی کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔

اشعة اللمعات میں شیخ دہلوی لکھتے ہیں: "این جامع عبرت و تدکار است مرعائل را در تاثیر صحبت که سید رسل صلوات اللہ"

وسلامہ علیہ بہ آن مرتبہ و جلالت شان در حالت قرابت قرآن در نماز کہ اعظم حالات و اقرب اوقات اوست در قرب حضرت رب العالمین از صحبت یکے از آحاد امت بہ ترک سنن و بعض آداب وضو کہ عبادت مقصود لذاتہ است متاثر گرد و چہ جائے دیگران کہ بہ مصاحبت و مخالفت اہل فسق و بدعت گرفتار باشند و شب و روز بہ ایشان باشعور یعنی سمجھ بوجھ رکھنے والے کے لئے یہ حیرت و عبرت کا مقام ہے کہ صحبت میں کیسی تاثیر ہو ا کرتی ہے۔ سردارانِ نبیاء و مرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ دہلی جمیع اخوانہ۔ باوجود اس بلند مرتبہ اور جلالت شان کے، نماز میں قرآن مجید پڑھنے کے وقت جو کہ حضرت رب العالمین میں قرب حضوری کا بہترین وقت ہوتا ہے، اپنی امت کے ایک فرد کے بعض سنن اور وضو کے آداب کے چھوٹے سے جو کہ مقصود لذاتہ عبادت بھی نہیں ہے۔ متاثر ہوئے تو پھر ان

لوگوں کا کیا ذکر ہے جو کہ فاسقوں اور اہل بدعت کی مصاحبت اور مخالفت میں گرفتار ہیں اور دن رات ان کے ساتھ رہتے تھے۔

وصل صاحب ان چھ احادیث مبارکہ کو خیال سے پڑھیں اور علامہ ابن حجر اور شیخ دہلوی کے بیان کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اُس عبارت کو پڑھیں جو انھوں نے اپنے بزرگوں کی تعریف میں لکھی ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بعض سنن و آداب کے تارک سے اثر لے رہے ہیں اور وصل اپنے بزرگوں کے متعلق لکھ رہے ہیں: "ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات ان کے سامنے جمع ہوں، اُن سب پر وہی غالب رہے" کیا حضرت مجتہد کبریا کے پاس انوارِ اود تیز روشنی کی العیاذ باللہ کی تھی جو آپ نے اثر لیا۔

وصل نے اپنے بزرگوں کی تعریف لکھی ہے لیکن نام نہیں لکھا ہے۔ یہ عاجز اتنا جانتا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب مولانا محمد قاسم صاحب اور وصل

وصل کے بزرگ

صاحب کے بزرگ مولوی اشرف علی صاحب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ ہاجر کی تھے۔ اور اول الذکر دو صاحبان کے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہاجر کی اور حضرت شاہ عبدالغنی ہاجر و محدث دارالہجرت تھے۔ وصل صاحب کے پیر اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں چند مہینے رہے ہونگے لیکن حضرت سیدی الوالد کے سترہ اٹھارہ سال تک وہ نہایت مہربان دوست رہے اور جب اللہ تعالیٰ جل شانہ و عہد احسان نے اپنے فضل و کرم سے حضرت سیدی الوالد کو حقیقتِ صلوٰۃ سے کامل نصیب غایت کر دیا تو حضرات گرامی قدر حاجی صاحب، مولانا رحمت اللہ، مولانا سید حبیب الرحمن اگر کسی مجلس میں ہوتے تھے اور نماز کا وقت آجاتا تھا تو حضرت سیدی الوالد سے فرماتے تھے کہ نماز پڑھائیں۔

وصل صاحب جو اپنی واعظانہ شان دکھاتے ہوئے حضرت سیدی الوالد کو ناقص ثابت کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے مولوی اشرف علی صاحب کو "ایمان سوز" عبارت پر کیوں ٹوکا۔ آپ نے مولوی صاحب کو صرف یہ دو باتیں کہی ہیں۔ (۱) "کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے، تم نے اس کے خلاف کیوں کیا۔ (۲) تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔" ان دو باتوں کے سوا آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ اور آپ نے یہ دونوں باتیں نہایت درست فرمائی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہلوائی ہیں۔ چنانچہ ان کا اثر ہوا، جس کا بیان عنقریب آنے والا ہے۔

و صل صاحب اگر اپنی اس تقریر سے پہلے جو کہ رسالہ کا مجملہ بڑھانے کے لئے بنائی

کلیات امدادیہ

کلیات امدادیہ کے نام سے تھانہ بھون سے چھپا ہے، اس اضافہ کرنے اور رسالہ کا مجملہ بڑھانے سے یقیناً باز آئے۔ کلیات امدادیہ میں مولوی اشرف علی نے اپنے پیر و مرشد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اور مولوی رشید احمد وغیرہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک بدوی نے آکر حضرت حاجی صاحب کو دعوت دی۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ میں اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ سلع بھی ہو۔ بدوی نے آپ کی شرط قبول کی۔ جب آپ بدوی کے گھر تشریف لے جانے لگے تو فرمایا: جس کی طبیعت چاہے چلے اور جس کی طبیعت نہ چاہے نہ چلے۔ مولوی اشرف علی نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا اور جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ گیا۔ وہاں کھانے کے بعد نعت خوانی ہوئی اور پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا: فقیر کا سماع یہ ہے۔ یہ لوگ فقیر سے نفع بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور فقیر کا اتباع بھی نہیں کرتے۔

کلیات امدادیہ کا یہ نسخہ اس وقت پیش نظر نہیں۔ بعد کی طباعتوں میں یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے از روئے حافظ ہے۔ لہذا الفاظ میں فرق آسکتا ہے لیکن مفہوم میں کمی بیشی نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے جوابات سن تیرہ سو بارہ تیرہ یا اس سے کچھ پہلے یا بعد میں اپنے بعض مخلصین کے متعلق فرمائی ہے وہی بات حضرت سیدی الوالد نے میرٹھ میں مولوی اشرف علی صاحب سے کہی ہے، جس پر وصل صاحب چراغ پا ہوئے ہیں۔ کیا وصل صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ چودھویں صدی کے اوائل میں مولوی اشرف علی صاحب کانپور میں رہا کرتے تھے اور جب تک حضرت حاجی صاحب حیات رہے، مولوی صاحب نہایت جوش و خروش اور عقیدت کے ساتھ میلاد شریف کرتے تھے اور بڑے ادب اور نیاز مندی سے قیام کرتے تھے اسی زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ لائے اور اس کو چھپوایا۔ اور پھر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کلیات امدادیہ تالیف کی اور اس کو چھپوایا۔ ان کے پیر بھائیوں نے کہا۔ یہ کتابیں تم نے کیوں چھپوائیں۔ تو انھوں نے کہا۔ پیر و مرشد کے ارشاد کو میں کس طرح ٹالتا۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت حاجی صاحب رحلت فرمائے غلہ بریں ہوئے۔ اب مولوی صاحب کے واسطے راستہ صاف ہوا۔ ان پر نئی تحقیق کی راہیں کھل گئیں۔ سب سے پہلے انھوں نے علم غیب کے مسئلہ کو چھیڑا اور رسالہ تحفظ الایمان لکھ کر بے حساب غلامان بارگاہ و رسالت کو ایذا پہنچائی۔ یہ واقعہ ۱۳۱۹ھ کے اوائل کا ہے۔

حفظ الایمان لکھنے کی برکت سے وہ ایسے مقام پر پہنچے کہ الْعَظَمَةُ بِالله۔ وصل صاحب بزم جمید کے صفحہ ۳۶ پر اپنے پیر و مرشد کی زبانی اس اعلیٰ مقام کا بیان ان الفاظ سے کر رہے ہیں (دیکھو سطرات اور آٹھ) ”جس طرح حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے نہیں پہچانا، خدا معاف کرے خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا۔ سردار کل کائنات بِاللهِ سَنَاهُوَ وَبِآيَاتِنَا وَآفَاقَاتِنَا وَلَاجِنَا (ہماری جانیں) باپ، مائیں اور اولاد آپ پر قربان ہو، صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ جل شانہ فرما رہا ہے: ”وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا“ (آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے) اور فرما رہا ہے: ”فَاَوْفَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْفَىٰ“ بشر تو درکنار ملک مقرب تک نہیں جانتا کہ وہ فضل عظیم کتنا ہے۔ اور اللہ نے آپ کو کیا وحی کی اور آپ کو کیا کچھ عنایت کیا۔ اور مولوی صاحب نہایت آسانی سے لکھ جاتے ہیں ”تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو اللہ ہی ہے“ خدا معاف کرے خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا۔ کا اعلیٰ مقام۔

خواجہ پندارو کہ مرد واصل است حاصل خواجہ بہ جز پندار نیست
(جناب خیال کرتے ہیں خدا رسیدہ ہیں۔ یہ محض جناب کا خیال ہے)

خصائص مبارکہ | یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم از سر تا پا خصائص ہی خصائص ہیں۔ ائمہ اعلام نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کو اٹھا کر دیکھا جائے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ ادب پر نظر رکھی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے دریافت کرتے تھے: ”جانتے بھی ہو آج کون سادہ ہے“ اور ”جانتے بھی ہو یہ کون سا مقام ہے“ صحابہ کرام کو خوب معلوم تھا کہ وہ دن ایام تشریق میں سے تھا اور وہ مقام مشعر حرام تھا۔ لیکن انہوں نے جواب میں کہا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ صحابہ نے اپنی ہمدانی کا اظہار نہیں کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے دیکھنے اور آپ کے دیکھنے میں اور ان کے علم اور آپ کے علم میں صرف اسی اشتراک ہے۔ ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بعد از خدا بزرگ توئی قعہ مختصر

(اس کی تعریف ممکن نہیں جو کاس کے شایان شان ہو قعہ مختصر اللہ کے بعد آپ ہی کی بزرگی ہے) اور پھر یہ عاجز کہتا ہے بالفرض والتقدير اگر آپ کی تخصیص نہ بھی ہو تو کیا ادب اس بیاق کا مقتضی ہے۔ کیا کوئی تلمیذ اپنے معلم سے کہے گا۔ آپ نے بھی طالب علمی کی تھی اور میں نے بھی کی ہے۔ یا کوئی مرید اپنے مرشد سے کہے گا۔ آپ نے بھی صاحب بصیرت بننے کی کوشش کی تھی اور میں نے

یہی کی ہے اور کیا یہ ادب کا طریقہ کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جاہ جا آپ کے ادب کرنے کے طریقے ہم کو بتا رہا ہے اور ہم اس کا خیال نہ کریں۔ رَبَّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعْلَنُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو)۔

المہتد کسی صاحب نے ۱۳۲۵ھ میں رسالہ المہتد لکھا ہے۔ علامہ دیوبند کی اُن عبارتوں کو جن پر فریقہ ثانی کو اختلاف ہے، اس رسالہ میں عربی میں بیان کیا ہے، تاکہ ان کی صحت اور عدم صحت کے متعلق علما نے اسلام کی ریلے لی جاسکے۔ عاجز کو نہ ان باتوں سے تعلق ہے اور نہ اس رسالہ کا ذکر کرتا اگر مؤلف بزم جمشید جارحیت نہ کرتا۔ لہذا عاجز صرف "حفظ الایمان" کی تعریف اور پھر اس کے ترجمہ کا جائزہ لیتا ہے۔

المہتد نے حفظ الایمان کی عبارت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے: "اس غیب سے مراد کیا ہے۔ یعنی غیب کا ہر ہر فرد یا بعض غیب کوئی کیوں نہ ہو پس اگر بعض غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہی۔ کیونکہ بعض غیب کا علم اگرچہ تھوڑا سا ہو، زید و عمرو بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے" اور اسی عبارت کو عربی جا سر پہنایا ہے۔ رسالہ حفظ الایمان میں جو عبارت ہے یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ دونوں عبارتوں کے الفاظ میں بڑا فرق ہے۔ اور خرابی کی جڑ کلمہ ایسا کو معرب و مترجم صاحب نے حذف کر دیا ہے۔ عبارت کو انہی الفاظ سے جو حفظ الایمان میں ہیں نہ لکھنا اور خرابی کی جڑ کو حذف کرنا ظاہر کر رہا ہے کہ خود معرب و مترجم کو پورا شک تھا کہ اگر وہی الفاظ بیان کئے گئے اور انہیں کو عربی کا لباس پہنایا گیا تو یقیناً علماء کرام کی آراء موافقت میں نہیں آئیں گی۔

عبارت کا بدلنا معرب و مترجم صاحب اس کو دیکھیں کہ یہ رسالہ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں لکھا گیا۔ بے شمار بندگان خدا کے قلوب مجروح ہوئے ان کے دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے ۱۳۲۵ھ میں بسط البنان کا ظہور ہوا، جس کی عدم افادیت کا اظہار حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے ان الفاظ میں فرمایا: "تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کہتے لوگ گمراہ ہوئے" ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں؟ اللہ کے ایک ولی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے، بھلا کس طرح رائیگاں جاتے، ان کا اثر ہوا اور کامل افر ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد ۱۳۳۷ھ میں خود مؤلف نے اس گندی عبارت کا خاتمہ کر دیا اور رسالہ متغیر العنوان میں صراحت کے ساتھ لکھ دیا: "اس طرح بدقتا ہوں" اور "اس طرح پڑھا جائے" مترجم صاحب خیال فرمائیں کہ ایک معمولی رسالہ کے واسطے اتنی درد سہی کیوں

مولیٰ جاری ہے کہ خود مؤلف اس کی وضاحت کے واسطے پہلے رسالہ بسط الایمان لکھتے ہیں اور پھر مجبور ہو کر رسالہ تغیر العنوان لکھ کر عبارت بدلتے ہیں اور معرب و مترجم صاحب بھی اس گندی عبارت کی اصلاح کر کے عالم اسلام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

بہر حال جس دن سے مؤلف نے اپنی عبارت کو بدلا، حفظ الایمان کو اس گندی عبارت سے بچھا پنا شرعاً و اخلاقاً جائز نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر جن لوگوں کی ذہنیت بدل گئی ہے، اُن کو اس گندی عبارت میں جو لطف آتا ہے، وہ اصلاح شدہ عبارت میں نہیں آتا۔ لہذا وہ اسی پہلی گندی عبارت میں اس کو چھاپ رہے ہیں۔

دلی کے ایک واعظ | یہ عاجز اُن نیم ملا افراد کو دیکھ رہا ہے جن کا پیشہ واعظی ہے کہ وہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر نہایت تیزی کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ عاجز چار سال پہلے کا واقعہ لکھ رہا ہے تاکہ حفظ الایمان جیسے رسائل کی قباحت و مشناعت معلوم ہو جائے۔

ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ ختم کرنے کے سلسلہ میں جلسہ کیا۔ جہاں شہر کے دوسرے علماء و فضلاء کو بھی بلایا دیا اس عاجز کو بھی بلایا۔ اس سلسلہ میں دو مرتبہ وہ اس عاجز کے پاس آئے اور نہایت اصرار کیا۔ چونکہ ختم کلام پاک کا مبارک جلسہ تھا یہ عاجز چلا گیا۔ یہ واقعہ جمعرات کا دن تمام کر کے شب جمعہ ۱۱ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء رات کے ساڑھے نو بجے کا ہے۔ یہ جلسہ پھانک تیلیان نزد ترکمان دروازہ میں تھا۔ اس عاجز کے ساتھ عبدالحی خاں بھی تھے۔ مولوی صاحب نے کلام پاک کا ترجمہ کیا اور اس کے بعد ایک واعظ وعظ کرنے لگے انھوں نے حضرت محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین (بنفسی ہو و بآبائی و اُنہ ساقی و ازلادی) صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا۔

”آپ پانچ سال کے ہوئے، دس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں۔ پندرہ سال کے بیس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں۔ پچیس سال کے تیس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں۔ پینتیس سال کے چالیس سال کے ہوئے کچھ بھی نہیں۔ اب آپ کو نبوت ملی اور آپ کی وہ بات حجت ہوئی جو وحی سے ہو ورنہ کچھ بھی نہیں۔ آپ نے شہد حرام کر لیا تو اللہ نے ان کو ڈانٹا۔ لَعَنَ الْمُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَمَّ کُونُ ہوتے ہو اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام کرنے والے۔“

جس وقت اس بے ادب نے یہ الفاظ کہے یہ عاجز آیت شریفہ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔ (وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوائی کا عذاب تیار کیا ہے) پڑھتا ہوا اُٹھ آیا اور عبدالمی خاں بھی ساتھ آگئے۔ گھر پہنچ کر اُسی وقت اس بیان کو لکھ دیا۔ یہ عمر میں پہلی بار تھی کہ عاجز نے حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بے ادبی کے الفاظ کسی شقی سے سنے ہوں۔ افسوس صد افسوس۔ گریگ ازیں حدیث بنیاد عجب دار۔ اِلَى اللَّهِ الْمُنْزَعُ وَالْيَهُ الْمُسْتَكِي۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَلَمٍ لَا یَنْفَعُ وَ قَلْبٍ لَا یَنْفَعُ۔

اس واقعہ نے بار بار آپ کے متعلق ”کچھ بھی نہیں“ کا استعمال کیا۔ اور آپ ارشاد فرمایا ہے ایں۔ کُنْتَ نَبِیًّا وَ اَدَمُ بَنِیْنَ التَّوْحِ وَالْجَسَدِ (میں نبی تھا جبکہ آدم روح اور جسم کی درمیانی حالت میں تھے) اور اللہ تعالیٰ سورہ فتح میں فرما رہا ہے۔ لَتَوْثِقُنَّوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْا وَتَوَقَّوْا (تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو)۔

یہ داعط کرتا ہے۔ آپ کی وہ بات محبت ہوئی جو وحی سے ہو۔ اور رب العزت ارشاد فرما رہا ہے۔ وَمَا یَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وُحْیٌ یُّوْحٰی۔ یعنی آپ خواہش نفسانیہ سے بات نہیں کرتے جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں وہ وحی الہی ہے۔ آپ تو سراپا رحمت عالم تھے۔ آپ کے ہر فعل میں اُمت کے واسطے رحمت ہی رحمت ہے۔ اس واقعہ سے اُمت کو جو فوائد حاصل ہوئے اہل بعثت نے اُن کا بیان کیا ہے۔ کور باطن ان کو کیا سمجھے۔

یہ بے ادب کہہ رہا ہے۔ اللہ نے ان کو ڈانٹا۔ مَا الْمَعْرِبِہٖ مِنْ عَلَمٍ وَلَا اِلٰبَاتُھُمْ کِبَرٌ کَلِمَۃٌ تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِھُمْ اِنْ یَقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نہایت محبت اور احقرام سے اپنے حبیب کو یا اَیُّھَا النَّبِیُّ سے مخاطب فرما کر لِمَ تَخْرِجُھُمْ مَّا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ ارشاد کر رہا ہے اور یہ کور باطن کہہ رہا ہے۔ تم کون ہوتے ہو اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام کرنے والے کیا یہ بے ادب کہیں دکھا سکتا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہو۔ میں اللہ کی حلال کردہ شے کو حرام کر رہا ہوں۔ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرًا۔

ان مدعیانِ علم کا یہ حال ہے اور جن افراد کو یہ لوگ فاسق کہتے ہیں اُن کا یہ حال ہے جو نثار احمد صاحب فریدی فاروقی نے یکشنبہ یکم شعبان ۱۳۹۳ھ ہجری

جائے عبرت

مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۷۷ء کو سنایا اور پھر اس عاجز کی طلب پر سات دن بعد لکھ کر دیا۔ جزاء اللہ خیر۔
اُن کی تحریر یہ ہے۔

علامہ اقبال کا واقعہ ”ذاکر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں یہ واقعہ لکھا ہے اور غالباً اس کی روایت مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی کتاب

”یارانِ کہن“ یا ”سرگزشت“ میں کی ہے کہ علامہ اقبال مرحوم سے ملاقات کرنے کے لئے ایک مسلمان نوجوان آئے۔ یہ ولایت سے تازہ وارد تھے اور وہاں کی کسی یونیورسٹی سے فارغ ہو کر آرہے تھے۔ انھوں نے علامہ اقبال کے سامنے اثنائے گفتگو میں ”محمد صاحب“ (روحی فدا) کہا۔ علامہ نے اچانک رونا شروع کر دیا۔ حاضرین اور خود وہ نوجوان حیرت زدہ تھے کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ چند ثانیوں کے بعد علامہ نے بہت درد بھری آواز میں حاضرین سے کہا: ”میں یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ اس قوم کا کیا انجام ہونا ہے جس قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان اپنے پیغمبر کا نام لینا بھی نہیں جانتے؟“ خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ علامہ کے اس طرزِ عمل اور کلام سے وہ نوجوان اتنے غم ہوئے کہ پھر وہ جتنی دیر بھی موجود رہے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کر سکے۔“

علامہ اقبال رحمہ اللہ رضی عنہ کا کھٹکا بالکل صیح تھا۔ مسلمانوں پر حراقتیں نازل ہو رہی بلاوجہ نہیں ہیں۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (ان پر خدا نے ظلم نہیں کیا ہاں وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے) بھلا مسئلہ بیان کرنے کے سلسلہ میں ایسی گستاخیاں۔
الْأَمَانُ الْحَقِيقَةُ۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمدوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است
(اپنے آپ کو مصطفیٰ تک پہنچا کہ وہ مجسم دین ہیں۔ اگر اس تک تو نہ پہنچے سب کفر ہے)
جناب مفتی عزیز الرحمن میرٹھ میں آپ تفسیر منطہری کی تصحیح فرماتے تھے۔ مولوی حافظ کفایت اللہ آپ کو تفسیر سنایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب جناب مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور جناب مفتی صاحب کے مرید تھے۔ مفتی صاحب شاہ رفیع الدین دیوبندی کے اور وہ شاہ عبدالغنی مجددی کے خلیفہ تھے۔ ایک دن حافظ صاحب کے ساتھ جناب مفتی صاحب نسبت شریفہ مجددیہ لے کر حضرت سیدی الوالد سے ملنے تشریف لائے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیدی الوالد کھڑے ہو کر حضرت مفتی صاحب سے ملے۔ اور دونوں حضرات کی آنکھوں سے محبت کے آنسو جاری ہوئے۔ قدس اللہ اسرار جمیعہم۔

حافظ کفایت اللہ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ایک دن جناب مفتی صاحب اور جناب مولانا محمود الحسن صاحب آپ سے ملنے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ آپ ان دونوں صاحبان سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور یہ دونوں صاحبان بھی آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب قیروہ سواکتیس یا بتیس میں دلی آکر بھی آپ سے ملے۔ رحمہم اللہ۔

مولانا اختر شاہ خاں کا قصیدہ | مولانا اختر شاہ خاں امر دہوی میرٹھی نے آپ کی شان میں درج ذیل قصیدہ کہا۔

قصیدہ

- ۱۔ مرجا اے منظر ذاتِ خداے لایزال
- ۲۔ مرجا اے غیرت خورشید عالم تاب دہر
- ۳۔ مرجا اے مایہ صد گوند فخر ادلیا
- ۴۔ ہر زمان اہل زمیں اندازِ درونت مقبیس
- ۵۔ نیستی عیسیٰ دے بخشی حیاتِ جاوداں
- ۶۔ در حضور لامع التوریت ہوا جس ثرت ثرت
- ۷۔ بس کہ یکتا ہست گوید فلسفی ہم لاکلام
- ۸۔ افتخارِ صاحب الفقر و فخری گشتہ ای
- ۹۔ تو ابوالخیری و محمودی و مسعودِ ازل
- ۱۰۔ آستانِ راست در فوقیتِ فردوس شک
- ۱۱۔ قصرِ جاہت را بُود خاتونِ یغما غارہ
- ۱۲۔ بس کہ از ذاتِ رفیعیت گشت دہلی مرفع
- ۱۳۔ بس کہ می ریزی بہ کامِ طالبانِ آپِ حیات
- ۱۴۔ ہمتت مستغرق بحسبِ رضا ماند مدام
- ۱۵۔ کے خسانِ دہر را گنجائش در قلب تو
- ۱۶۔ دیورا یا لیتنی کنت تراقبا و زد مشد

دے کہ در وصفِ زبانِ عقلِ اول گشت لال
کز فیارتِ دروے آمد مہ کامل ہلال
کز فیوضِ صحبت تو جامِ جم گردد بسفال
می سزد گر گویم آں را آفتابِ بے زوال
نستی یوسف دے داری جمالِ بے مثال
وز وجودِ کامل الجودت و تواس تال و مثال
انقسامِ جوہرِ فرد کمالِ را محال
بس کہ کردی دولتِ دنیائے دوں را پائمال
خیریتِ از ذاتِ تو یا بدر چگونہ انفصال
خادمانتِ راست در تفضیلِ رضواں احتمال
خدمتِ را پیر گردوں بند از جزا و ذال
دارد از غلہ بریں اندیشہ عین الکمال
خضر و الیاس اند دامن غرقِ آبِ انفعال
کے بہ دامانش نشیند از جہاں گردِ طال
کاتش عشقِ خدا دارد درو بس اشتعال
بس کہ از دستِ تومی یا بدر دامِ گوشمال

۱۔ ہوا جس ثرت ثرت - ای خطر ابر باد - منہ - تال و مال - ای برباد - منہ - خاتونِ یغما - ای آفتاب - منہ - غارہ - جارو بے لاگو بند کہ بر سر چوپ درازے بند و سقف خانہ را بدان رو بند بران منہ - عین الکمال - ای چشم زخم - منہ - حمرانہ -

- ۱۷۔ شانِ عنقا راجہ واند چنڈ دور نادر نشد
- ۱۸۔ کور باطن ار نیاید در حضورت گویا
- ۱۹۔ در حضورت طالبان رامرگ ہم باشد حیات
- ۲۰۔ مختصر گویم کہ نتوانم صفاتِ حصر کرد
- ۲۱۔ جویدار کورے زمن اوصافِ پاکت را دلیل
- ۲۲۔ محبتے زیں ہم عین ترگز بخوابد گویمش
- ۲۳۔ مدحت را ختم سازم بردعائے زانکہ نیست
- ۲۴۔ تا بود خیر و صلاح آثار مرز نیک ذات
- ۲۵۔ حامی خیر و صلاح و ماحی شر و فساد
- ۱۔ خدائے لایزال کی ذات کے منظر خوش آمدید۔ اے وہ کہ اس کی تعریف کرنے میں عقل اول گونگی ہے۔
- ۲۔ اے زمانہ کے عالم کو روشن کرنوالے سورج، غیرت کے سبب تیری روشنی کے سامنے فوراً پورا چاند ہلا دینگا۔
- ۳۔ اے لاکھوں گونا دویار کے فخر خوش آمدید۔ آپ کی صحبت کے فیض سے جام جمشید مٹی کا پیالہ بن جاتا ہے۔
- ۴۔ زمین والے ہر دم آپ کے باطن سے نور حاصل کرنوالے ہیں مناسب اگر میں آنکھ نہ دھلنے والا سورج کہوں۔
- ۵۔ آپ عیسیٰ تو نہیں ہیں لیکن مہشگی کی زندگی عطا کر دیتے ہیں۔ آپ یوسف تو نہیں ہیں لیکن بیٹا مال خس بکتے ہیں۔
- ۶۔ آپ کے نور کی چمک کی موجودگی میں خیالاتِ فاسد مٹ جاتے ہیں۔ آپ کی کس عطا کی وجہ سے دوسرے فنا ہو جاتے ہیں۔
- ۷۔ وہ یکتا ہیں، فلسفی بلاشبہ کہتا ہے۔ آپ کے کمال کے جوہر فرد کی تقسیم محال ہے۔
- ۸۔ آپ الفقہ فخری کے فخر والے بن گئے ہیں۔ آپ نے کینہ دنیا کی دولت پر لات مار دی ہے۔
- ۹۔ آپ ابوالخیر ہیں محمود و مسعود ازل ہیں۔ خیریت آپ کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتی ہے۔
- ۱۰۔ آپ کے آستانہ کو جنت کی فرقیات پر شک ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کے خادم رضوان سے افضل ہوں۔
- ۱۱۔ آپ کے مرتبہ کے قلعہ کیلئے آفتاب جھاڑ دے۔ پیر گردوں نے آپ کی خدمت کیلئے جوا کی پیٹی کسی ہے۔
- ۱۲۔ آپ کی بلند ذات کی وجہ سے دہلی بلند ہو گئی ہے۔ اس کو ٹکڑی بریں کی نظر لگنے کا اندیشہ ہے۔
- ۱۳۔ آپ مریدوں کے حلق میں آب حیات ڈالتے ہیں خضر اور ایاس ہمیشہ شرمندگی کے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔
- ۱۴۔ آپ کی توجہ ہمیشہ رضا و خداوندی کے سمندر میں مستغرق رہتی ہے۔ آپ کے دامن پر ملاں کی گرد کب مٹ سکتی ہے۔
- ۱۵۔ آپ کے دل میں دنیا کے کمینوں کی گنجائش کہاں ہے۔ اس میں عشقِ خداوندی کی آگ شعلہ زن ہے۔
- ۱۶۔ شیطان کا، فلیفہ (کاش میں مٹی ہوتا)، بگیا ہے چونکہ آپ کے ہاتھ سے ہر وقت اسکے کان اٹھتے جاتے ہیں۔
- ناقصہ در شانِ والائے تو کرد، ارقیل و قال
- خبرک خورشید را ہرگز نہ می خواہد وصال
- زندگی باشد مگر در غیبتت جان را وبال
- با جمالی، با جلالی، با کمالی، خوش خصال
- گویمش خود شمس آمد بر وجود شمس دال
- حاصل چوں در عذاب انداز نہ می دارد کمال
- اخترے را پیش خورشید شرف تاب مقال
- تا بود شر و فساد اطوار شخص بد مال
- ذات پاکت را بدار و فضل رب ذوالجلال

۱۷۔ عنقار کی شان کینہ چند کیا جانے۔ یہ بات ناور نہیں ہے کہ ناقص انسان آپ کی بلند شان پر اعتراضات کرے۔

۱۸۔ باطن کا اندھا اگر آپ کی محفل میں نہیں آتا ہے نہ لگے۔ چمکاؤ سورج کا وصال کبھی نہیں جانتی ہے۔

۱۹۔ آپ کے دربار میں طالبوں کی سرت بھی زندگی ہے۔ آپ کی غیبت میں زندگی جان کا وبال ہوگی۔

۲۰۔ میں مختصر کہتا ہوں آپ کی صفات کا احاطہ نہیں ہے۔ جمالی، جلالی، کمالی عمدہ عادتوں کا۔

۲۱۔ اگر کوئی مجھ سے آپ کے پاک الوصف کی دلیل مانگے میں کہہ دوں گا سورج خود اپنے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

۲۲۔ اگر کوئی اس سے بھی کھلی ہوئی دلیل چاہے گا تو میں کہہ دوں گا اگر ان میں کمال نہیں ہے تو حاسد کیوں عذاب میں ہیں۔

۲۳۔ آپ کی تعریف کو دما پر ختم کرتا ہوں شرافت کے سورج کے سامنے تارے کو گفتگو کی طاقت نہیں ہے۔

۲۴۔ جب تک خیر اور نیکی نیک فلاح کی نشانیاں ہوں جب تک بلذخام کا طور و طریقہ شر اور فساد ہو۔

۲۵۔ خیر اور صلاح کی حامی اور شر و فساد کو مٹانے والی آپ کی پاک ذات کو رب ذوالجلال کا فضل باقی رکھے۔

مولانا اختر شاہ خاں نے آپ سے بیعت تھے اور نہ کبھی آپ کے پاس دتی آئے۔ صرف میرٹھ میں

چند بار اُن کی ملاقات آپ سے ہوئی۔ اُن کا مسلک دیوبندی تھا۔ البتہ آپ کے مخلصین سے اُن کی

خوب ملاقات تھی۔ انہوں نے آپ کے خطوط پڑھے اور آپ کے مریدوں کے احوال کو دیکھا اور دل و

جان سے آپ کے معترف ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اپنی وفات سے دو سال پہلے حافظ

حفیظ الدین کی بیٹی کی شادی میں دو تین رات کے واسطے میرٹھ تشریف لے گئے۔ جب آپ نے نکاح

پڑھا دیا تو مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ نہایت عمدہ قصیدہ تھا۔

اس کی نقل عاجز کو دستیاب نہ ہو سکی ورنہ اس کو بھی نقل کرتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ واکرمہ۔

آپ کا مسلک یہ تھا کہ اگر جمعہ کی شرط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی تو جمعہ مسقط فرض نہیں ہے۔ آپ فرماتے تھے ہندوستان

میں تمام شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا ظہر کی نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں مولوی عبدالرحمن

پسہ مولوی امام الدین ساکن نکودر ضلع جالندھر نے آپ کو ایک خط لکھا۔ اور آپ نے اُن کو یہ جواب

تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت نشان عبدالرحمن کو بعد سلام علیک واضح ہو کہ شرائط جمعہ

میں سے کوئی شرط اگر یقیناً مفقود ہو تو جمعہ مسقط فرض ظہر نہیں، فرض ادا کرنا ضرور فرض ہے۔

کتب معتبرہ مذہب ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز سے یہ مسئلہ ظاہر ہے۔ مذہب حنفی کو اور شرائط

مرقومہ کتب کو جو لوگ معتبر جانتے ہیں، اُن کا یہی مسلک ہے۔ اور جو لوگ اصل سے مذہب کو اور

شرائط مرقومہ کتب کو حق اور معتبر نہیں جانتے اُن کا مسلک مائل غیر مقلدی کی طرف ہے۔ وہ سیدھے

راہ پر نہیں۔ علم ضروری حاصل کر لو اور اس کے بعد تکمیل علم قرأت کے واسطے معرکہ کو جانا ان شاء اللہ تعالیٰ مناسب ہے۔ وہ علم پورا اس ملک میں ہے یہاں نہیں اور خود قرآن مجید سے وہ علم متعلق ہے بلا واسطہ۔ وَقَفَّيْنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَبِكَ يَمُوتُ وَيَرْضَاهُ وَالسَّلَامُ۔ شنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۲ھ۔

عبد اللہ ابوالخیر فاروقی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ واحسن فی الدارین الیہما والیہ۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ جمعہ کے متعلق آپ کی تحریر بالکل واضح ہے۔ سلطان کا ہونا ازما ظہر شرط ادائے نماز جمعہ ہے اور یہ شرط ہندوستان میں یقیناً مفقود ہے۔ جس شخص کا مسلک کتب معتبرہ قدما نے حنفیہ اور ظاہر الروایہ و ظاہر المذہب پر ہو اس کے نزدیک نماز جمعہ یقیناً نفل ہے۔ لَأنَّ الْأَدَاءَ لَا يَصِحُّ بِإِتِّفَاعِ شُرُوطِهِ وَيَصِحُّ بِإِتِّفَاعِ شُرُوطِ الْوُجُوبِ۔ لمطاوی اور علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے۔ مَا لَمْ يَحْتَقِ وَجُودُ الشَّرْطِ لَمْ يُحْكَمْ بِوُجُودِ الْجُمُعَةِ فَلَمْ يُحْكَمْ بِسُقُوطِ الْفَرَضِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ۔

آپ سے مولوی عبدالسلام پانی پتی نے جمعہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے مالم تحقیق سے آخر تک عربی عبارت ان کو سنائی اور فرمایا۔ جب شرط مفقود ہے تو شرط بھی مفقود ہے۔ شعاب اسلام ہونے کی وجہ سے ہم جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ اور ظہر کی نماز پڑھ کر فرض ادا کرتے ہیں۔

خواجہ محمد ہاشم کشمیری رحمہ اللہ نے برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے۔ ”ظہر را نیز بعد ادائے جمعہ احتیاطاً مای گزاردند“ ملا احمد جیون جو پوری نے ”التفسیرات الاحمدیہ“ پر نظر ثانی سنہ ۱۲۸۷ھ میں کی ہے۔ انہوں نے اس تفسیر میں شرائط جمعہ کا بیان کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ علماء میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ بعض نے جمعہ کی نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ تَرَكُوا الْجُمُعَةَ أَصْلًا۔ اور بعض نے صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کی۔ اکتفوا بها فقط۔ اور بعض اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر جمعہ کی نماز پڑھنے کو جاتے ہیں۔ اور بعض اکثر پہلے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلام کے شعائر میں سے ہے اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھنے کا التزام کرتے ہیں۔ کیونکہ مشکوک کی کثرت اور اوہام کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اگرچہ اسلام میں جمع بین الفرضین نہیں ہے۔ التَّزَمُوا بَعْدَهَا آدَاءَ الظُّهْرِ لِكَثْرَةِ الشُّكُوكِ فِي شَائِعِهَا وَغَلْبَةِ الْأَوْهَامِ وَإِنْ كَانَ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْفَرْضَيْنِ عِنْدَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز کا ملا پڑھتے تھے۔ پہلے چار سنتیں، پھر چار فرض اور پھر دو سنتیں۔ آپ نے ایک بیاض کی جلد پر تحریر فرمایا ہے۔ إِذَا قَامَتِ السُّنَنَاتُ الْمَشْرُطَةُ (جب شرط عمارد ہو جائے مشروط عمارد ہو جاتا ہے۔ لہذا چہار رکعت ظہر عوامن لازم است۔)

ایک نیم ملا کا فتنہ برپا کرنا | اگر بزم جمشید والوں نے اپنی نادانی اور کم علمی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے: یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی۔ یعنی ملاز

میں حضور قلب کو قائم رکھنے کے لئے جواہرنامہ آپ فرماتے تھے یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ ان کے بھائی نے میرٹھ میں یہ فتنہ برپا کیا کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کے چار فرض پڑھتے ہیں۔ لہذا آپ کا جمعہ بڑھانا نقل ہے۔ اور ہم لوگ جمعہ کو فرض کہتے ہیں۔ لہذا فرض کہنے والے کی نماز جمعہ آپ کے جیسے جائز نہیں۔ اور یہ فتویٰ اس بنا پر دیا کہ جامع مسجد کے امام صاحب جمعہ کے دن آپ کو امام بناتے تھے۔ ان مولوی صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور ادھر مولوی اشرف علی صاحب کا فتنہ ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کے اس فتوے پر عجب شور و شغب پیدا ہوئی۔ پنجابی سوار رجمنٹ کے بیشتر افراد آپ سے بیعت تھے۔ ان میں سے ایک نے تصدیق کیا کہ مولوی صاحب کو جسمانی ایذا پہنچائیں اس کی خبر صدر بازار کے مخلصین کو ہوئی اور آپ تک یہ خبر پہنچی۔ آپ نے سختی سے اس شخص کو منع کیا اور ارادہ فرمایا کہ شہر کی جامع مسجد جانا چھوڑ دیں لیکن صدر بازار کے مخلصوں نے ایک آدمی کے ہاتھ دارالعلوم دیوبند مستفاد ارسال کیا۔ وہاں سے فتویٰ آیا اور اس کو ان لوگوں نے شائع کیا۔ اس طرح نیم ملا کا فتنہ فرو ہوا۔ فتح القدیر میں لکھا ہے: "إِذَا دَامَ الْأَشْتِبَاءُ قَائِمًا فَلَا تَجْزِمُ بِكُونِهَا تَعْلًا" جب کہ ظہر کی نماز کی نفی قطعی نہیں تو پھر قیل و قال کے لئے کیا گفتگو۔ اللہ سب کو سمجھ دے۔

پنجابی سوار رجمنٹ | اس رجمنٹ میں آپ کے بکثرت مرید تھے۔ جیسے عدالت خاں، مہتاب شاہ، بولے خاں، شیر احمد، عبداللہ خاں، محبوبے خاں، فضل الہی

وغیرہم۔ یہ لوگ اپنی محبت اور اخلاص میں بہت پیش پیش تھے۔ انھوں نے ایک دن آپ کے خواہش ظاہر کی کہ وہ اسپ سواری کے کرتب آپ کو دکھائیں گے۔ آپ نے منظور فرمایا۔ چنانچہ اس چمن میں جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں آپ تشریف لے گئے۔ فوج کے انگریز افسر بھی بکثرت تھے۔ ان لوگوں نے نہایت خطرناک کرتب دکھائے۔ گھوڑوں کی پیٹھ ننگی تھی۔ گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا ہے اور سوار اس کی پشت پر تیر کی طرح سیدھا کھڑا ہے۔ جب سوار آپ کے سامنے آتا تھا تو ہاتھ اٹھا کر آپ کو سلام کرتا تھا۔ ایک نے سات گھوڑے دوڑائے اور وہ دوڑنے کی حالت میں ایک گھوڑے سے دوسرے پر، دوسرے سے تیسرے پر، یہاں تک کہ چھٹے ساتویں پر گیا۔ ایک سوار کبھی لیٹ جاتا تھا اور کبھی گھوڑے کی گردن پکڑ کر نیچے کو ٹھکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ نیزہ بازی کے کرتب تھے۔ یہ کرتب دکھانے کے بعد ان لوگوں نے آپ کو ایک شامیانہ کے نیچے چائے پلائی۔ جزاہم اللہ خیراً ورحمہم وغفر لہم۔

سردھنہ کو جانا نواب جانفشاں خاں سردھنوی آپ کے جد امجد حضرت شاہ احمد سید قدس سرہ کے خلعین میں سے تھے۔ ان کے بیٹوں میں سے صرف چھوٹے بیٹے یہ قیدیات تھے اور نوابی کے خطاب سے سرفراز تھے اور بیٹوں کی اولاد میرٹھ اور بلند شہر میں آباد تھی، بیشتر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ ان میں سے سید امجد علی شاہ آپ کے قدیم خلعین تھے۔ اور معظّم علی شاہ، صفر علی شاہ، افضل علی شاہ، فرخ علی شاہ، حیدر علی شاہ، سلطان محمد خاں شاہ، دوست محمد خاں شاہ وغیرہ کو آپ سے کامل عقیدت اور محبت تھی۔ ان سب نے آپ سے سردھنہ تشریف لے جانے کو کہا۔ اور آپ نے منظور فرمایا۔ میرٹھ سے دور لائیشن تک ریل میں جانا ہوا اور وہاں سے سردھنہ تک گئے، لیکن نگہ میں گھوڑے نہیں تھے۔ جانفشاں خاں کی اولاد نگہ کو کھینچ رہی تھی اور اللہ اکبر کے نعروں سے سردھنہ کی فضا مرتعش تھی۔ ان تمام راستوں کو آراستہ کیا گیا تھا جہاں سے آپ کی ہوا کی گزر رہی تھی۔ مختلف قسم کے اعلام آویزاں تھے۔ چراغاں کی رونق قابل دید تھی۔ تمام راستہ بھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ قیام گاہ پہنچنے پر آتش بازی چھوڑی گئی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ "ان کے بزرگوں نے ہمارے جد امجد کو جب کہ وہ ہجرت کر کے حجاز تشریف لے جا رہے تھے۔ دہلی سے لاہور تک مع الخیر پہنچایا تھا اور حکام سے ایسا کاغذ حاصل کیا تھا کہ راستہ میں کوئی مانع و مزاحم نہ ہو"۔ اصغر علی شاہ فرزند فتح علی شاہ فرزند جانفشاں خاں نے پُر کیف انداز میں آپ کے سامنے یہ نظم پڑھی۔

اصغر علی شاہ کی نظم

- | | |
|-------------------------------|----------------------------|
| ۱۔ مظهر حق قامتِ دلجوئے تو | دیدہ محو رخ نیکوئے تو |
| اے ہلالِ عیدِ جود ابروئے تو | چشمِ امیدِ مریداں سوئے تو |
| مفلحانیم آمدہ در کوئے تو | شیخِ شہزادِ جمالِ روئے تو |
| ۲۔ ہستم آوارہ بہ جستِ جوئے تو | خضر کو۔ تارہ نماید سوئے تو |
| تشنہ ام نوشم زلالِ جوئے تو | اے کلیدِ گنج فیض ابروئے تو |
| مفلحانیم آمدہ در کوئے تو | شیخِ شہزادِ جمالِ روئے تو |
| ۳۔ واقفِ اسرارِ پنهانی توئی | مورود الطافِ رحمانی توئی |
| راز دارِ سیرِ یزدانی توئی | خاصہ درگاہِ سبحانی توئی |

- ۳۔ اے قوی ہر گھرے را رہنما
نہست جز تو درو دہا را دوا
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۴۔ نایب خیر الوری خواہم ترا
وقت مایوسی ترا خواہم ترا
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۵۔ بر درت اے شاہ شاہان آدم
ہمہ صد یاس و حراں آدم
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۶۔ مفت کردم عمر خود را من تلف
گوہر مقصود گم شد از مدف
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۷۔ دست من از کار رفته اے حبیب
بر درت افتادہ مسکین و غریب
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۸۔ بار بار پیش می دارم سفر
خوف رہزن در دلم شام و سحر
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۹۔ بر سر کوہ آفتابم آمدہ
سر ز نشہا در حسابم آمدہ
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۱۰۔ عمر آخر گشتہ و من بے خبر
خودہ کردم امتیاز خیر و شر
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
- شیئاً شد از جمالِ روئے تو
منبع جودی و تو بحسب سخا
ہاں نگاہِ لطف بر ایں بینوا
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
نفس دین مصطفیٰ خواہم ترا
اے ستودہ رہنما خواہم ترا
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
سفسط و خاطر پریشاں آدم
باہزاراں شوق و اراں آدم
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
گشتہ ام تیر ملامت را ہدف
مفلسم ہیچک ندارم من بہ کف
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
کار من از دست گشتہ بے نصیب
نہست جز تو بہر درد دل طیب
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
پائے من تنگ است و منزل پر خطر
خواجہ ما شاہ ما برانگر
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
وقت صبح و باز خوابم آمدہ
وقت یاس و اضطرابم آمدہ
شیئاً شد از جمالِ روئے تو
ہمراہاں در منزل و من در سفر
داری اے خواجہ زا حوالم خبر
شیئاً شد از جمالِ روئے تو

۱۲۔ زاد راہم جز گناہاں ہیچ نیست
در کفم جز بایں مہراں ہیچ نیست
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۱۳۔ نیست اندر جیب داماں یک جہم
در قطارِ خادمانت من دوم
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۱۴۔ نامہ این اصغر گم کردہ راہ
اولیا را ہست قدرت اذالا
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
۱۵۔ بس دریں عالم ہیں خیر من است
صد ہزاراں خادمش غیر من است
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
توشہ من غیر عصیاں ہیچ نیست
بے سر و برگیم ثماں ہیچ نیست
شیئا شد از جمالِ روئے تو
توشہ تا جانبِ عقبیِ روم
تا بگردم گرد و قربانت شوم
شیئا شد از جمالِ روئے تو
از عملہائے زبوں گشتہ سیاہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ
شیئا شد از جمالِ روئے تو
خواجہ ام شاہ البواخیر من است
خلد دیدارِ خوش سیر من است
شیئا شد از جمالِ روئے تو

- ۱۔ آپ کا دل جو قد حُسن کا مظہر ہے۔ آنکھیں آپ کے نیک چہرے کو دیکھنے میں محو ہیں۔
آپ کی ابروئیں عید کا چاند ہیں۔ مرید آپ کی جانب اُمید کی آنکھ لگائے ہوئے ہیں۔
ہم مفلس ہیں آپ کے کوچ میں آئے ہیں۔ اللہ کے لئے اپنے چہرے کا کچھ حُسن عطا کر دیجئے۔
- ۲۔ میں آوارہ ہوں آپ کی تلاش میں خضر کہاں ہے تاکہ آپ کی طرف راہنائی کر دے۔
میں پیاسا ہوں آب کی نہر کا منہ پانی پیتا ہوں۔ اے وہ ذات کہ آپ کی ابرو فیض کے خزانہ کی کنجی ہے۔
- ۳۔ آپ پوشیدہ رازوں سے واقف ہیں۔ خدائی الطاف آپ کے اوپر ہیں۔
اللہ تعالیٰ کے آپ راہدار ہیں۔ آپ خدائی دربار کے خواص میں سے ہیں۔
- ۴۔ اے وہ کہ تو ہر گمراہ کا راہنما ہے۔ آپ سخاوت کا چشمہ اور سخاوت کے سمندر ہیں۔
آپ کے سوا دلوں کے درد کی دوا نہیں ہے۔ اس بیخواب مہربانی کی نگاہ ڈال دیجئے۔
- ۵۔ میں آپ کو خیر الوریٰ کا نائب کہتا ہوں۔ آپ کو دینِ مصطفیٰ کا نفس کہتا ہوں۔
مایوسی کے وقت صرف آپ کو پکارتا ہوں۔ میں آپ کو برگزیدہ راہنما کہتا ہوں۔
- ۶۔ اے شہنشاہ میں آپ کے در پر آیا ہوں۔ مضطر اور پریشان ہو کر آیا ہوں۔
سینکڑوں مایوسیوں اور محرومیوں کے ساتھ آیا ہوں۔ ہزاروں حقوق داران کے ساتھ آیا ہوں۔

- ۷۔ میں نے اپنی عمر بیکار برباد کر دی۔ میں طاعت کے تیر کا نشانہ بنا ہوں۔
- سیب میں سے موتی گم ہو گیا ہے۔ میں مفلس ہوں ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔
- ۸۔ اے جیب میں بیکار ہوں۔ میرا کام ہاتھ سے بد بخت بنا ہے۔
- مسکین اور مسافر تیرے در پر پڑا ہے۔ آپ کے ہوا در دروں کا کوئی طبیب نہیں ہے۔
- ۹۔ اے راہنما مجھے سفر درپیش ہے۔ میرا پاؤں لنگڑا ہے اور راستہ خطرناک ہے۔
- صبح و شام مجھے ڈاکو کا ڈر ہے۔ اے ہمارے خواجہ لے ہمارے شاہ مجھ پر نظر کر دے۔
- ۱۰۔ پہاڑ پر میرا سورج جڑ ٹھ گیا ہے۔ صبح کا وقت ہے اور مجھے پھر نیند آگئی ہے۔
- میرے حصّے میں سحر کیاں آئی ہیں۔ میری مایوسی اور پریشانی کا وقت آگیا ہے۔
- ۱۱۔ عمر آخر ہو گئی اور میں بے خبر ہوں۔ ساتھی منزل پر ہیں اور میں راستہ میں ہوں۔
- میں نے خود بھلائی بُرائی میں امتیاز نہ کیا۔ اے خواجہ آپ کو میری حالت کی خبر ہے۔
- ۱۲۔ میرا سفر کا قوشہ سوائے گھاہوں کے کچھ نہیں۔ میرا قوشہ معصیتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔
- میری مٹھی میں یاس اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں بے سامان ہوں سامان کچھ نہیں ہے۔
- ۱۳۔ میری جیب اور دامن میں ایک جو بھی نہیں ہے قوشہ، تاکہ آخرت کی جانب سفر کروں۔
- آپ کے خادموں کی صف میں میں دوڑوں تاکہ آپ کا طواف کروں اور آپ پر قربان ہو جاؤں۔
- ۱۴۔ راستہ سے بھٹکے ہوئے اس اصغر کا نام اعمال گھٹیا کاموں سے سیاہ ہے۔
- اولیاء کو اللہ کی جانب سے قدرت حاصل ہے۔ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستہ واپس دیتے ہیں۔
- ۱۵۔ اس دنیا میں میری بس یہی بھلائی ہے۔ میرے آقا میرے شاہ ابوالخیر ہیں۔
- اس نظم کا ایک ایک لفظ جس سوز و گداز کا پتہ دے رہا ہے، اصغر علی شاہ کے پڑھنے نے
- آگ پر تیل کا کام کیا۔ فرط عقیدت سے ہر ایک حاضرین میں سے رو رہا تھا۔ رحمہم اللہ جمیعاً
- رَحْمَةُ الرَّحْمَةِ۔

محبتِ مخلصین اور ایک حدیث | اس عاجز کو ان لوگوں کی محبت اور اخلاص کو دیکھ کر

مصحیحین کی یہ حدیث شریف یاد آ جاتی ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ یعنی رحمتِ مالیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے کہ اس کو ایک عبادت

سے محبت ہے لیکن وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس جماعت سے ملحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص کو جس سے محبت ہوگی وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ سبحان اللہ عاجز اور ناکارہ اُمّیوں کے لئے کیا روحِ ہدایت نازل ہوئی ہے۔ اگر اعمال میں کمزوری ہے لیکن محبت کامل ہے وہ اس حدیث شریف کی بشارت میں شامل ہے۔ کھینٹا لہ۔

آپ کی زبردستی آپ کا برتاؤ مخلصین کے ساتھ ایک مشفق اور مہربان باپ کا برتاؤ تھا۔ اپنی اولاد کی طرح مخلصین کو بھی جھڑکتے تھے۔ تنبیہ کرتے تھے۔ گھر سے نکالتے تھے تاکہ وہ اخلاقِ رذیلہ کو چھوڑیں۔ اور ان باتوں کو اختیار کریں جن سے اللہ جل شانہ راضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مخلصین میں انسانیت کا مرض نہیں تھا۔ یہی روش آپ کی سر دھنہ والوں سے تھی۔ آپ کو کسی نے کوڑا خط لکھا کہ معظم علی شاہ پسر علی شاہ پسر جانفشاں خاں کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے ہیں۔ آپ نے دلی مولوی بخش اللہ کو کارڈ لکھا۔ اس میں معظم علی شاہ کے متعلق تحریر فرمایا: ہم کو اطلاع دیں معاملہ کیا ہوا۔ کس نے نالش کی۔ قید تو نہیں ہوئے۔ یا قید ہو گئے۔ یا جرمانہ ہوا۔ افسوس ۵

قرض کی پیتے تھے مے اور رہے بھتے تھے کہاں رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

معظم علی شاہ کے واسطے دعا معظم علی شاہ مقدمہ بازی میں بہت معروف رہا کرتے تھے۔ آپ نے بار بار ان کو روکا تھا۔ لیکن وہ اپنی افتادِ طبع سے مجبور تھے۔ اس بار وہ ایسے پھنسے کہ رہائی کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ آپ جب کوڑے سے دہلی تشریف لائے تو وہ آستانہ خیر پر حاضر ہوئے۔ آپ نے پہلے ان کو جھڑکا اور فرمایا۔ ہم نے تم سے بار بار کہاؤ تم نے کچھ خیال نہ کیا۔ دو دن تک خانقاہ شریف میں گھسنے نہ دیا۔ وہ گلی میں بڑے بے۔ اور عاجزی کرتے رہے۔

تازہ گریڈ طفل کے جو شد لبین تازہ گریڈ ابر کے خند و چین

(جب تک بچہ نہ روئے دودھ جوٹ کب مارتا ہے جب تک آسمان گریہ نہیں کرتا چین نہیں سکھاتا)

جب آپ نے سمجھ لیا کہ معظم علی شاہ صدق دل سے تائب ہو گئے ہیں اور ان کو اپنے کئے پر ندامت ہے تو آپ نے ان کو بلایا اور ان سے توبہ کرائی اور پھر مبارک ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا فرمائی۔ کہ پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور پھر سورہ فاتحہ ایتا کہ نَعْبُدُکَ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُکَ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور پھر ان الفاظ سے دعا کی: اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں

آپ کو ہمارے اور معظم علی شاہ کے اور سب مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے اور معظم علی شاہ کو اس بلا سے نجات دے: آپ دعا کر رہے تھے اور حاضرین بھی عاجزی کر رہے تھے۔ پھر آپ نے محبت معظم علی شاہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور اُن کو رخصت کیا۔ دوسرے دن مقدمہ کی میرٹھ میں بیٹھی تھی۔ عمر کو تارایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی کر دیا۔

آپ حضرات مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے قبض اور اُن کے ارشادات پر عمل کرنے والے تھے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَذْخُلُوا الْبُيُوتَ مِنْ اَتْوَابِهَا یعنی گھروں میں اُن کے راستے سے داخل ہو۔ گھر چلے ظاہری ہو چلے معنوی طریقے اور قاعدے سے اس میں جانا چاہیئے۔ آپ نے معظم علی شاہ کو ایک دو دن گریہ و زاری کرنے دی۔ انفعالِ جرم بہتر از غرورِ طاعت است منظر لے دو روز حقیقت بر نمازِ خود مناز (جرم سے شرمندہ ہونا عبادت کے گھنٹے سے بہتر ہے۔ اے حقیقت سے دور منظر اپنی نماز پر ناز نہ کر) جب صبح معنوں میں انفعال ہو گیا تو آپ نے دعا کی اور روح اجابت از در حق بہر استقبال می آید کا ظہور ہوا۔ وہ لوگ جو حضرات مشائخ کرام کے اقوال اور ان کے طریقوں سے واقف نہیں ہیں وہ آپ پر اعتراضات کرتے ہیں۔ یشوقنی بعبادہ شوق۔

آپ کی سر دھن سے واپسی بھی اسی شانِ عبید اللہی سے ہوئی جس کے مراجعت میرٹھ متعلق مولانا جاتی کہتے ہیں۔

زادہ جہاں دولت شاہ ہنشی کو کبر فقیر عبید اللہی

میرٹھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک صاحب نہایت سن رسیدہ ہیں۔ ان کی عمر تقریباً سو سو سال کی ہے۔ آپ نے اُن کو بلایا وہ نہایت شوق سے آئے۔ ان کے دانت تیسری بار نکلے تھے۔ انہوں نے اُن پاکیزہ نفوس کا ذکر کیا جن کو انہوں نے دیکھا تھا۔ ان کی باتوں سے آپ کو مسرت ہوئی اور دورانِ گفتگو میں بعض اوقات آبدیدہ بھی ہوئے۔ حاضرین میں سے ہر شخص پر رقت طاری تھی۔ رحمہ اللہ۔

مخلصین کی کیفیت آپ کا قیام جس کوٹھی میں تھا وہ ایک بڑے رقبہ میں تھی۔ مشرق اور شمال کی طرف پکی سڑک تھی۔ کوٹھی کی عمارت ایک طرف کوٹھی دو طرف کھلا تھا۔ آپ جس وقت حلقہ فرماتے تھے تو وہ افراد جن کا معاملہ باطن کچھ مست تھا اور وہ آپ کے قریب جاتے ہوئے ڈرتے تھے کافی دور فاصلہ پر آپ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔

ان میں سے بعض افراد نے بیان کیا ہے کہ اپنے گھر میں ہم اپنے قلب کو ذکر شریف میں مصروف کرنے کی کوشش کرتے تھے اور پھر بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کی نیت سے جب ہم آپ کی طرف روانہ ہوتے تھے قلب کی کیفیت میں تبدیلی واقع ہونی شروع ہو جاتی تھی۔ اور جب ہم کوٹھی کی حدود میں داخل ہوتے تھے ہمارا قلب ڈاکر ہو جاتا تھا۔ اور مثنیٰ دیر ہم یہاں بیٹھتے تھے ہمارا قلب ذکر الہی میں مصروف رہتا تھا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ امام ابو جعفر طبری نے تفسیر جامع البیان کی دوسری جلد کے اخیر میں وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمُ بَعْضًا لَّفَسَدَتِ

تفسیر طبری کی حدیث

الْأَرْضُ مِنْ كَيْفِ بَانَ فِي جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يَدِ حَدِيثِ شَرِيفِ رَوَايَتِ كَيْ هِيَ كَرَأَتْ خَفَرَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَا يَأْتِيهِ إِنْ اللَّهُ لَيُصْلِحُ بِصَلَاةِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَلَكَدَّةً وَوَلَدًا وَلَدًا وَأَهْلًا ذَوْنِيَّةً وَذَوْنِيَّةً خَلَّةً وَلَا يَزَالُونَ فِي حِفْظِ اللَّهِ مَا قَامَ فِيهِمْ۔ یعنی مرد صالح کی صلاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بچوں کو اور بچوں کے بچوں کو اور اس کے گھر کے لوگوں کو اور اس کے گھر سے متعلق گھروں کے لوگوں کو صالح کرتا ہے۔ اور جب تک وہ مرد صالح اُن میں رہتا ہے وہ سب اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ اور ابن عمر سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِنْ اللَّهُ لَيَذْفُقُ بِأَتَمِّهِ الصَّالِحِ عَنْ مِائَةِ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِزَائِهِ الْبَلَاءِ یعنی ایک مومن صالح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے پڑوس کے ایک سو گھر والوں کی بلائیں مالتا ہے۔

نارِ خنداں باغِ راخنداں کند صحبتِ نیکانت از نیکاں کند

مسکراتا ہوا مار باغ کو ہنساتا ہے۔ نیکوں کی صحبت تجھے نیکوں میں سے بنا دیتی ہے،

میرٹھ سے کوٹہ | میرٹھ میں غالباً پانچ ماہ قیام فرمانے کے بعد آپ دلی ہوتے ہوئے ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ مطابق اپریل ۱۹۱۲ء کو ٹہن تشریف لے گئے۔ وہاں اس عاجز کی خواہر کلاں کی طبیعت غلیل ہوئی۔ آپ نے حافظ اشفاق الہی کو میرٹھ خط تحریر فرمایا کہ ہم متعلقین کو لے کر میرٹھ آرہے ہیں۔

بلند شہر کا قیام | آپ میں رمضان ۱۳۳۲ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کو ٹہن سے روانہ ہو کر میرٹھ میں حافظ اشفاق الہی کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں تھوڑی دیر قیام فرمایا تھا کہ شیخ وحید الدین شیخ بشیر الدین آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ کوٹھی خالی ہے آپ وہاں تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ نے اس کوٹھی میں آٹھ دس دن قیام کیا اور قاری نیا نا محمد صاحب لے وہاں ترائی

میں قرآن مجید ختم کیا۔ عید الفطر کے بعد آپ بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں خان شیریں خاں کی کوٹھی میں کرایہ پر چند ماہ قیام رہا۔ یہ کوٹھی دلی کی سڑک سے متصل کالا آم کے پاس واقع ہے۔ اور پھونس کی کوٹھی کے نام سے مشہور تھی۔ آپ نے مولوی برکت اللہ کو دہلی ضلع حصار خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے: ہم عشرہ آخرہ رمضان میں میرٹھ پہنچے۔ علاج و معالجہ سے فائدہ نہ ہوا تو بلند شہر آئے۔ یہاں علاج سے نفع ہوا۔ اور تحریر فرمایا ہے: یہاں کا پتہ: بلند شہر۔ کوٹھی پھونس والی۔ حضرت صاحب بلند شہر کے مولوی عبدالرشید نے چند سال پہلے اس عاجز سے بیان کیا کہ میں کوٹھی پھونس والی میں آپ سے بیعت ہوا۔ میں اس زمانے میں مولوی احمد اللہ صاحب سے اُن کے مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا جو کہ محلہ فراخان کے اُس مسجد میں ہے جو تلاسن شہید کے مزار کے قریب ہے۔ ایک دن حضرت صاحب تلاسن شہید کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ فاتحہ پڑھ کر آپ نے مولوی احمد اللہ صاحب سے کہا: تلاسن نے ہم کو شیشہ پر جگہ دی۔ مولوی صاحب نے کہا: حضور کا قلب آئینہ ہے اس لئے شہید صاحب نے حضور کو شیشہ پر جگہ دی۔

گلاؤٹی گلاؤٹی کے حکیم محمد سعید صاحب ہمیشہ محترمہ کے علاج کے سلسلہ میں اکثر آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ آپ کو ایک دن کے واسطے گلاؤٹی لے گئے۔ وہاں آپ نے میر مہربان علی رئیس کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا: میر مہربان علی کی داری میں سفیدی آچلی ہے اور دو دانت سامنے کے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے آپ سے کہا: کیا میر مہربان علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہم اس وقت اُن کو دیکھ رہے ہیں۔ اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ ان کی قبر کی طرف کیا۔ بلند شہر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ صاحبہ کو خفادی۔ اور آپ چالیس پینتالیس دن وہاں قیام کر کے بخیر دلی تشریف لے آئے۔

ترکیہ کو طبی وفد اطرابلس اور بنقان کی لڑائیوں سے حکومت ترکیہ کو جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کو حکومت ترکیہ اور خلیفۃ المسلمین سے قلبی تعلق تھا۔ اکثر آپ نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں دلی کے مسلمانوں نے ترکیہ کو طبی وفد بھیجنے کے لئے چندہ جمع کیا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو وفد کا رئیس تجویز کیا گیا۔ اور اس وفد کو خدمت کرنے کے لئے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جلسہ منعقد کیا گیا۔ جامع مسجد کے جنوبی دالان اور سیڑھیاں اور اس کے سامنے کا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ مولانا محمد علی اور حکیم محمد اہل خاں نے تقریریں کیں۔ اس جلسہ میں آپ کو بھی خاص طور سے بلایا تھا کہ دعا آپ

فرمائیں۔ اس عاجز سے ان لوگوں نے بیان کیا جو اس موقع پر موجود تھے کہ تمام میدان اور بیڑیاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس بیڑیوں سے کسی کا گزرنا نہایت مشکل تھا۔ جب آپ کی تشریف آوری ہوئی اور مولانا محمد علی اور حکیم محمد اجل خاں کی نظریں آپ پر پڑیں تو خوشی کی ایک لہری دوڑ گئی اور جس طرح کائی پھٹتی ہے اُس طرح مجمع بھٹا اور آپ کے واسطے ایک راستہ بن گیا۔ آپ بیڑیوں کے اوپر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ارکانِ دولت مولانا محمد علی اور حکیم صاحب اور دیگر عابدین کھڑے تھے۔

”حیاتِ اجل“ میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی ایک تحریر ہے جس میں انھوں نے اس کیفیت کا بیان کیا ہے۔ یہ عاجزان کی تحریر کا ایک حصہ نقل کرتا ہے۔

”دلی کے عام مسلمانوں میں ایک ایسی رُوح پیدا ہو گئی تھی کہ تنہا انھوں نے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ جمع کیا۔ وفد کو رخصت کرتے وقت مسجد جامع اور اس کے سامنے کے میدان میں آدمیوں کے سروں کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی تھی۔ یہ مجمع نہ صرف آدمیوں کی تعداد اور اُن کے جوش کے لحاظ سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا، بلکہ دلی میں شاید شاہانِ مغلیہ کے بعد اپنے ترک و احتشام میں یکتا تھا۔ حکیم صاحب اور محمد علی صاحب کی الوداعی تقریروں نے اور مولانا شاہ ابوالخیر کی رخصتی دے نے ایسے گہرے اثرات چھوڑے ہیں کہ تمام عمر کوئی نہیں بھول سکتا! الخ

روشن صاحب صدیقی مرحوم نے اس واقعہ کی تفصیل کسی سے سُنی تھی۔ وہ اپنی وفات سے دو سال پہلے عاجز سے پرکشف انداز میں اس کا بیان کر رہے تھے۔ اور ”حیاتِ اجل“ کی تحریر کا ذکر بھی انھوں نے کیا تھا۔ آج اُن کی بات یاد آرہی ہے اور یہ عاجزان کے واسطے دعائے خیر کر رہا ہے۔ رحمہ اللہ۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

محمد اسماعیل خاں محمدزی افغانستان کے سفیر تھے۔ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آئے تھے۔ حکومت ہند

سے امیر صاحب کی مہانداری کا ٹھیکہ محمد اسماعیل خاں لے لیا تھا۔ اور اس میں انھوں نے لاکھوں روپیہ کمایا۔ یہ بات امیر حبیب اللہ خاں کو پسند نہ آئی اور انھوں نے بعد میں محمد اسماعیل خاں کو سفارت سے برطرف کر دیا تھا۔ محمد اسماعیل خاں نے شکار پور سندھ اور کوئٹہ بلوچستان میں لاکھوں روپے کی عمارتیں بنوائیں۔ کوئٹہ میں انھوں نے تقریباً ایک سو مکان کرایہ کے اور ایک مالی شانِ منزل

قصر اپنے واسطے بنوایا۔ اس قصر کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ مردانہ دوسرا زنانہ، دوسرے حصے میں بہت عمدہ پائیں باغ بھی تھے یہ قصر آپ کے مکان کے قریب تھا۔ محمد اسماعیل خاں نے بہت کوشش کی کہ یہ کامل قصر آپ قبول فرمائیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سردار محمد اسحاق خاں وغیرہ سے کہا کہ وہ آپ سے عرض کریں۔ لیکن ان کی تمام کوششیں بے سود رہیں۔ اور آپ نے ایک وجہ زمین کا لینا قبول نہ کیا۔

خاک نشینی است سلیمانیم ننگ۔ بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشش کہنہ نہ شد جامہ عریانیم
(میری سلیمانی خاک نشینی ہے۔ میرے لئے شاہی تاجِ دولت ہے
چالیس سال سے میں اس کو پہنتا ہوں۔ میرا ننگے پن کا لباس پڑانا نہیں ہوا)

کوئٹہ میں مسجد حضرت بلال
کوئٹہ شہر کی کمیٹی نے شہر کی توسیع کا نقشہ بنایا۔ اس میں آپ کے مکان سے متصل شرق کی طرف شمالاً جنوباً تیس فٹ چوڑا راستہ دکھایا اور اس راستہ کا نام ”پیر ابوالخیر روڈ“ رکھا۔ آپ نے اپنے مکان کے مقابل راستہ کے دوسری جانب نہایت عمدہ عالی شان مسجد شریف بنوائی۔ زلزلہ ۱۹۳۵ء سے پہلے کوئٹہ کی عمارتیں کچی اینٹ اور گارے کی ہوتی تھیں۔ آپ نے مسجد شریف خشت پختہ اور مصالحے سے بنوائی۔ مسجد شریف کو چار فٹ کی کرسی دی۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام بلوچستان میں یہ ایک مسجد شریف تھی۔ اس کی تعمیر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ دیواروں پر پائی نہیں ہوئی تھی اور چھت میں جست کی چادروں کے نیچے تختہ بندی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مسجد شریف سے متعلق پانچ عمدہ کثادہ حجرے تھے۔ سڑک کی طرف دو دکانیں نکالی تھیں۔ تین کمروں کا ایک عمدہ مکان اس سے متعلق تھا اور اس مسجد کا نام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی پر مسجد حضرت بلال رکھا۔

آپ کے ایک پُرانے مخلص حافظ محمد وزیر حصاری نے آپ کو خط لکھا۔ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ القاب و آداب لکھے اور مسجد شریف کو ”مسجد بلال“ لکھ دیا۔ آپ نے اُن کو خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا: خط لکھنے سے غرض مکتوب الیہ کا خوش ہونا ہے۔ القاب و آداب باقاعدہ ہونے سے مکتوب الیہ خوش ہوتا ہے۔ نسخہ آمیز الفاظ جو کوئی لکھتا ہے اس سے دل خفا ہوتا ہے۔ مثلاً مولانا، مولوی، حاجی، صوفی صاحب، ایسے القاب سے دل کو نفرت ہوتی ہے۔ پرہیز کرنا

چاہئے۔ اور مثلاً مسجد حضرت بلال کے بدلے مسجد بلال لکھنا، حضرت بلال کی تحفہ ہے۔ اگرچہ عوام کی وقعت کچھ کم نہیں ہے۔ تم جیسوں کا کیا لکھنا، کیا مذمت، کیا تعریف، مگر قاعدہ شرفا سے تم کو مطلع کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ایسے الفاظ آئندہ نہ لکھنا۔ بلکہ خط و کتابت بھی کم ہونی بہتر ہے تم جیسے اشخاص سے۔ والسلام۔

آپ کے تین شعر | حافظ محمد وزیر رحمہ اللہ کے خط یا کسی دوسرے شخص کے اس قسم کے خط پہنچنے پر آپ نے حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ کی گلستان کے صفحہ اول کے حاشیہ پر فارسی کے یہ تین شعر تحریر فرمائے ہیں۔ اشعار آپ کے ہیں ۵

۱۔ نہ جنابم نہ شہ نہ مولانا
۲۔ گر کنی نسبت بہ آں در فیض
۳۔ در کنی زیں اضافہ فی الجسد

۱۔ میں نہ جناب ہوں نہ شاہ نہ مولانا۔ عمر کے در کا غلام ہوں۔
۲۔ اگر تو میری نسبت اس در فیض سے کرے۔ جو تو کہے میں اس سے بھی بلند ہوں۔
۳۔ اور اگر تو اس پر کچھ اور اضافہ کرے۔ میں خیر بد کردار حقیر ہوں۔

عاجز کے اشعار | اس عاجز نے جب آپ کے ان اشعار کو بڑھاپے ساختہ زبان پر یہ اشعار آگئے ۵

نہ صوفی ہوں نہ مولانا نہ حضرت
غلام بے درم اُس خیر کا ہوں
پڑا ہے جب سے یہ طوق غلامی
طلب پیدا ہوئی راہ ہدیٰ کی
محبت اولیا کی رنگ لائی
ناب دنیا کی نیرنگی کا کھٹکا
ہوا ہے ذرّہ ناچیسز بے غم
محبت میں اضافہ ہر گھڑی ہو
یہ اُلفت جزو ایمان ہے عزیز
نہ ہو جس دل میں اُلفت کا یہ جذبہ

نہ ان القاب کی مجھ میں بیاقت
غلامی جس کی ہے کانِ گرامت
کھلے ہیں مجھ پر ابوابِ سعادت
ہوئی اہل صفا سے دل کو اُلفت
ہوئی نسبت بہ درگاہ رسالت
نہ اب عقبیٰ کے اندیشوں سے وحشت
اُسی نسبت کی ہے ساری یہ برکت
ترقی پر رہے دائم یہ نسبت
یہی فتویٰ ہے از اہل طریقت
نہ پائی کچھ بھی ایساں کی ملاوت

الہی اُن کی اُلفت بیشتر ہو رہے نظروں میں ہر دم پاک طلعت
اکھوں محشر میں اُن کے زیرِ سایہ چلے جنت میں پھر اُن کی رفاقت
کرم ہے زید کچھ تجھ پر خدا کا لڑکپن سے ملی تجھ کو یہ دولت

یہ مسجد شریف شب جمعہ ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو ٹڈ کے زلزلہ ہائلیں
سمار ہو گئی۔ وَكَانَ ذَلِكَ قَدْرًا مَقْدُورًا۔

آپ جب دلی تشریف لائے تو ماہ محرم ۱۳۳۳ھ میں ملا حاجی گل ولد ملا شیخ الدین
خداداد خیل از دروازہ خواہ۔ کٹواڑ، رحلت کر گئے اور انہی دنوں میں اُن کے برادرِ طریقت ملا گل
محمد ولد ملا مہر دادا دخیل ساکن کٹواڑ نے دہلی آتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خاں میں وفات پائی۔
آپ کو ان دونوں اصحاب کمال کی رحلت کا افسوس ہوا۔ ان شام اللہ ان کا کچھ بیان آپ کے
خلفاء و مجازین کے ذکر میں آئے گا۔ رحمۃ اللہ علیہا و علی جمیع اخوانہا من اہل الوفاء النہبتہ۔

آپ کی مسلسل چھ صاحبزادیاں ہوئیں اور وہ سب خورد سالی میں
نکاح ہمیشہ کلاں رحلت کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۳۳ھ میں آپ کو ساتویں صاحبزادی
عنایت کی۔ آپ نے ان کا نام صدیقی رکھا۔ مخلصین اُن کو بڑی بیگم اور ہم بھائی بہن بڑی آپا
کہتے تھے۔ وہ خورد سالی سے اکثر مریض رہا کرتی تھیں۔ اُن کی دوا دارو پر آپ نے بہت روپیہ
صرف کیا۔ اور اُن کی ان خصوصیات کی بنا پر آپ کو اُن سے بہت محبت تھی۔

آپ نے جب اپنی عمر شریف کے باسٹھ مراحل طے کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ وقت
دکھایا کہ آپ اپنی صاحبزادی کا گھر آباد کریں۔ تصور کے سید احمد شاہ صاحب نے جن کا ذکر میرٹھ کے
قیام کے بیان میں گزر چکا ہے اپنے فرزند سید رؤف احمد شاہ کے واسطے اُن کو طلب کیا اور آپ
نے منظور فرمایا۔ اور اب وقت آیا کہ یہ کارِ خیر بہ انجام پہنچے۔ چنانچہ شب جمعہ ۱۴ ماہ صفر ۱۳۳۳ھ
مطابق ۳ دسمبر ۱۹۱۳ء اس کارِ خیر کی تاریخ مقرر ہوئی۔

آپ سے مخلصین نے کہا کہ اس موقع پر خانقاہ شریف میں بجلی لگوانی چاہیے۔ آپ نے
ان کو اجازت دی اور بجلی لگی۔ چونکہ اس وقت دلی میں بجلی عام نہ تھی۔ صرف بڑے بڑے بازاروں
میں بجلی کی روشنی تھی۔ اس وجہ سے خرچہ بہت ہوا۔ دلی دروازے سے خانقاہ شریف تک سات
کھجے لگے اور یہ سب آپ کے حساب میں لگے۔

لے ساڑھے دس سال کی عمر میں یہ عاجز سلسلہ عالیہ میں داخل ہوا ہے۔

آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ دلی شہر کے علماء و فضلاء شرفاء کی فہرست مرتب کرو اور تمام مخلصین کے نام لکھو۔ اسی طرح باہر کے لوگوں کے نام لکھو اور سب کو دعوتی خط ارسال کرو۔ مخلصین نے آپ سے رسم درواج کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: دلی کے پرنے شریف گھرانوں میں جو رسم و رواج ایسے موقع پر ہوتے ہیں وہ کرو، ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اور ہم سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھو جو خرچ ہو وہ ہم سے لے لو۔ اور آپ نے گھر میں سید محمد میر وکیل کی والدہ جو سید صاحب کی بیٹی کے نام سے مشہور تھیں اور امہ الہی جو سید احمد خاں کی بہن تھیں اور حکیم جی کی بیٹی کے نام سے مشہور تھیں، اور امہ الوحید جو میر قادر علی کی بہن کے نام سے مشہور تھیں اور غشی نئے خاں کی بہن اور حنیفہ زوجہ چودھری مولاداد خاں خوجوی وغیرہن کو بھی یہی بات فرمادی تھی۔

گھر میں تقریباً ایک ماہ پہلے سے بیس بچپس مستورات کا اجتماع ہو گیا تھا اور انتظامات ہو رہے تھے۔ یہ سب کچھ اندر اور باہر ہو رہا تھا لیکن آپ کے جو معمولات تھے ان میں بال برابر فرق نہیں آیا۔ اپنے وقت پر ہر کام ہو رہا تھا۔ کیا حلقہ، کیا توجہ اور کیا تفریح کو جانا۔ پینشنہ ۱۳ صفر کا دن گزار کر بعد عشر محفل عقد نکاح منعقد ہوئی۔ صد ہا اشخاص باہر سے آئے ہوئے تھے لیکن آپ عمر کو حسب معمول برائے تفریح تشریف لے گئے اور بین العشاءین تشریف لائے۔

آپ نے گھر میں مخلصات سے اور باہر مخلصین سے صرف ایک بات فرمادی کہ **رسم درواج** دلی کے شریف گھرانوں میں جو رسوم اس موقع پر کی جاتی ہیں وہ کرو، ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اس موقع پر حافظ عبدالحکیم مالک جنرل بوٹ ہاؤس نے آپ سے کہا نکاح کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے شیرینی تقسیم ہوگی۔ آپ کی طرف سے بن، لالچی وغیرہ تقسیم ہونی چاہیے۔ آپ نے فرمایا شہر کے شریفوں میں جو کچھ ہوتا ہے کرو۔ حافظ عبدالحکیم نے کہا حضور یہ سب کے یہاں ہوتا ہے اور یہ ضروری ہے۔ آپ نے ارشاد کیا: تم نے ایک رواج کو جو کہ شرعاً غیر ضروری ہے ضروری قرار دے دیا۔ اور غیر ضروری کو ضروری قرار دینے سے کراہت تحریمی آجاتی ہے۔ لہذا اب اس رسم کو نہ کرو۔ چنانچہ باقی تمام رسم و رواج ہوئے۔ مثلاً چلی قبر پر اور خانقاہ شریف کے دروازے کے باہر پھول پتوں کے دروازے اور چلی قبر سے خانقاہ شریف تک تمام راستے کی پوری سجاوٹ، نکاح کے وقت گولوں کا بھونٹنا، عطر و گلاب کا استعمال، لوشاہ اور ان کے باپ بھائی وغیرہ کو پھولوں کے ہار پہنانا، خانقاہ شریف کی اندرونی زیبائش و آرائش، لالچی پان سے سب کی تواضع، مدعو افراد کو جو کہ ایک ہزار سے زائد تھے، عمدہ مکلف کھانا کھلانا،

نوشاہ کو ایک انگلشی اور ایک سو روپیہ سلامی کے وغیرہ، لیکن بن الاپچی تقسیم کرنے کی رسم نہ ہوئی۔ بعض افراد کو آپ کے اس ارشاد پر تعجب ہوا کہ شہر کے شریف گھرانوں میں جو رسم و رواج اس موقع پر کئے جاتے ہیں وہ کروہیادی طرف سے اجازت ہے: ان لوگوں کا استعجاب ایک حد تک اپنی جگہ درست تھا، کیونکہ عام طور پر واعظوں کے بیانات اس کے خلاف ہوتے ہیں ان کی کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ اپنے کو متقی اور پارسا ظاہر کریں اور جہاں تک ہو سکے حرام کے دائرے کو پھیلائیں۔ اور اس وقت تو تعجب کرنے والے حیرت میں رہ گئے جب نوشاہ سید رؤف احمد شاہ سہرابانہ مدد کر آئے اور آپ نے کچھ نکیر نہ فرمائی۔

فرق اور سدل | اس سلسلے میں یہ عاجز کہتا ہے کہ فرق الزائس اور سدل کے متعلق امام بخاری کی صحیح میں ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں ہوتا تھا، آپ اس کام میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ آپ ابتدائے امر میں سدل کرتے تھے۔ (مانگے نہیں نکالتے تھے) لیکن آخر امر میں آپ مانگ نکالتے تھے جو کہ مشرکین کا طریقہ تھا۔ اس حدیث شریف کے بیان میں بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کو اہل کتاب کا طریقہ پسند تھا اور پھر بھی آپ نے مشرکین کا طریقہ پسند کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مانگ نکالنے کا حکم ہوا ہے ورنہ آپ مشرکین کی موافقت اختیار نہ کرتے۔ لہذا اب سدل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ابتدا میں مسلمان تھوڑے تھے۔ آپ تالیف قلب کے لئے اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے۔ جب مشرک فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے آپ نے ان کے طریقہ کو اختیار کر لیا۔ کیونکہ ان کا طریقہ کسی غیر کا طریقہ نہیں رہا۔ اور آپ کا ان کے طریقہ کو لینا زہنی امر نہ تھا بلکہ طبیی امر تھا۔ اسی لئے آپ نے سدل سے نہیں روکا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ بعض دوسرے علماء کا قول ہی صحیح ہے۔ ان کے قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ کے باب اعلان نکاح کے فصل دوم میں ابن ماجہ سے منقول ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اپنی قرابت دار لڑکی کا نکاح انصار میں کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے لڑکی بیاہ دی۔ انھوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے کسی گائے والے کو بھی ساتھ بھیجا۔ انھوں نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انصار قوم غل ہے یعنی گانا پسند کرتی ہے۔ اگر تم کسی کو ساتھ کر دیتیں کہ آئینا کھڑا آئینا کھڑا و حبتا کھڑا پڑھتا

جاتا تو بہتر ہوتا۔ بعض دوسرے علماء کے قول سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جب مشرک بہ کثرت اسلام میں داخل ہو گئے تو ان کے رسم و رواج دوسروں کے رسم و رواج نہیں رہے۔ لہذا ان کے کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں یہ عاجز تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "القول الشنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی" اور کتاب "الحجۃ فی مسأله اللہیۃ والقبضۃ" میں بحث کر چکا ہے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا علم جیسا کہ مولانا سیف الرحمن نے کہا ہے: آپ کا علم نہایت وسیع اور متین ہے۔ نہایت وسیع تھا۔ آپ کو ان اقوال کا علم یقیناً تھا۔ لہذا آپ نے ان امور کے کرنے سے منع نہ کیا۔ البتہ غیر ضروری امر کو جو کہ بنی الاچھی کا تقسیم کرنا تھا اور اس میں ضروری کہنے کی وجہ سے جو قباحت پیدا ہوئی آپ نے اس کی وجہ سے روک دیا۔ *بیشل هذا فلیعمل العالمون*۔

ہندوستان اور بلوچستان کے مختلف مقامات سے کافی افراد آئے **بقیہ احوال نکاح**

تھے۔ مایذکر میں سے مولانا عبدالکافی اور قاری عبدالرحمن الہ آبادی، سید محمد شاہ قصوری، مولانا احمد حسین خاں امر دہوی، مولانا رکن الدین الوری، مولانا نور احمد امر تسری، مولانا مشتاق احمد بیٹھوی، قاری دلی محمد اور حکیم فخر الدین میرٹھی ہیں۔ مہانوں کے واسطے چار مکانوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اگرچہ پہلی صفر سے مہانداری شروع ہو گئی تھی۔ لیکن عین دن ڈھائی من گوشت کا قورمہ پکوا یا گیا۔ نکاح کے وقت خانقاہ شریف بھری ہوئی تھی۔ شہر کے معزین، عائدین اور علماء و فضلاء میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا۔ آپ نے سب کو بلایا تھا۔ آخوند جی محمد عمر بھی آئے تھے۔ نکاح کے بعد سب کو کھانا کھلایا گیا۔ دوسرے دن صبح نو بجے آپ باہر تشریف لائے۔ باہر کے مہمان اور شہر کے کافی افراد موجود تھے۔ اتفاق سے ایک پارٹی قوالوں کی آگئی۔ آپ مسجد شریف کے صحن سے متصل حصہ میں بیٹھے اور قوالوں نے دف کے ساتھ فارسی، اردو و کلام پڑھا۔ ملا عبدالحلیم پردہ کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ چلا کر کہنے لگے (فارسی میں) ہم کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے حضرت صاحب طریقہ چشتیہ میں اتنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ قوالی کے بعد سب کو کھانا کھلایا گیا۔

جمعہ کی نماز سید محمد شاہ قصوری نے پڑھائی۔ اور نماز کے بعد مولانا احمد حسین خاں امر دہوی نے وعظ کیا۔ ان کا وعظ علمی تھا۔ آپ نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور بہت خوش ہوئے۔ آپ نے بعد میں ہمیشہ محترمہ و سلی اور حضرت برادر کلاں کی شادیاں کیں۔ لیکن جن کیفیات کا ظہور ہمیشہ کلاں کی شادی میں ہوا اور دن میں نہ ہوا۔ بڑی ہمیشہ صاحبہ کی شادی کے متعلق غلمیں کہا کرتے تھے کہ ایک شاہی دربار تھا۔

سُنّتِ بابائے نہم | جن افراد کو حضرات مشائخ کرام کے احوال مبارکہ اور راہِ سلوک کے نشیب و فراز سے کچھ واقفیت ہے وہ سمجھتے ہیں کہ راہِ سلوک قطع کرنے میں تربیتِ جلالی اور تربیتِ جلالی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ اللہ تعالیٰ فرجہ اللہ نے قلعہ گویا میں جیس کیا۔ اس جس سے جو فوائد آپ کو حاصل ہوئے اُن کا ذکر آپ نے دفترِ سوم کے مکاتیبِ شریفہ میں کیا ہے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے اولیائے کبار میں سے تھے اور آپ کو بھی ان مقاماتِ عالیہ کو حاصل کرنا تھا جن کا حصول تربیتِ جلالی سے وابستہ ہے۔ لہذا آپ کی بھی جلالی تربیت ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ از گروہِ محبوبان و مرادان تھے۔ اس لئے آپ کی جلالی تربیت بھی شانِ محبوبی لئے ہوئے تھی۔

تربیتِ جلالی کے اسباب | پہلی جنگِ عظیم کا زمانہ تھا۔ ہندوستان کے حریت پسند اپنے ملک کو آزاد کرانے کی فکر میں تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے ایک فتویٰ شائع کیا کہ انگریزوں کی نوکری اور خاص کر فوج کی نوکری کرنی ناجائز ہے۔ اس فتویٰ سے حکومت کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور حکومت نے ارادہ کیا کہ کسی بااثر عالم سے اس فتویٰ کے خلاف فتویٰ حاصل کیا جائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کی نظر آپ پر پڑی۔ چونکہ بلا اجازت آپ کے پاس کوئی جا نہیں سکتا تھا اور ہر شخص سے آپ ملتے نہیں تھے۔ اس لئے حکومت کو ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو حکومت کے آدمی کو آپ تک پہنچائے۔ اس کام کے واسطے مصباح الدین حقّی کا انتخاب ہوا۔ مصباح الدین صاحب پھانک مفتی والا تراہیرم خاں میں رہتے تھے۔ ان کی نانی صاحبہ آپ کے نانا کی چھوٹی بہن تھیں اور جب تک وہ حیات رہیں آپ اُن کے پاس جایا کرتے تھے اور اُن کو نانی صاحبہ کہا کرتے تھے۔ مصباح الدین صاحب کو بھائی مصباح الدین کہتے تھے۔ مصباح الدین صاحب آپ سے دو تین سال چھوٹے تھے۔ سال دو سال میں کبھی وہ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب بھی وہ آئے آپ اُن سے ملے۔

مصباح الدین | حکومت نے جب ان کے سپرد یہ کام کیا تو وہ رات کے ۹ بجے سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے افسر کو لے کر آپ سے ملنے آئے۔ دربان نے اطلاع کی کہ مصباح الدین اور ان کے ساتھ ایک شخص ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور یہ دونوں صاحبان آپ کے پاس آئے۔ تھوڑی دیر بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر نے آپ سے کہا۔

میں سی آئی ڈی کا افسر ہوں۔ مجھ کو آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے کہا کہ میری گفتگو تخلیہ میں ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم ضعیف ہو گئے ہیں اور یہ سب جو بیٹھے ہیں بمنزلہ میری اولاد کے ہیں جس کو بھی جو کچھ کہنا ہوتا ہے ان کے سامنے کہتا ہے۔ تخلیہ میں کسی سے ہم نہیں ملتے۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا، کہو۔ چنانچہ مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام حافظ عبدالحکیم نے کہا۔ حضور تنہائی میں نہیں ملتے۔ اس جواب کو سن کر وہ افسر اٹھ گیا اور اس نے باہر نکل کر کہا: "میں بتاؤں گا کہ کس طرح نہیں ملتے۔"

سی آئی ڈی کا تقرر | اس واقعہ کے دوسرے دن سے خانقاہ شریف کے دونوں دروازوں کے باہر چوبیس گھنٹے سی آئی ڈی کے دو دو پہاڑی بیٹھے رہتے تھے۔ جو بھی خانقاہ شریف میں آتا تھا اس کا نام، ولدیت، پتہ پوچھا جاتا تھا اور رجسٹر پر لکھا جاتا تھا۔ دس بارہ دن اس حال میں گزرے تھے کہ آپ کے پاس دتی کے بڑے پولیس افسر کی چٹھی آئی کہ ہم سے آکر دفتر میں بلو۔ چنانچہ دن کے دس بجے آپ اور حافظ عبدالحکیم اور ایک پٹھان بگھی میں بیٹھ کر کشمیری دروازہ پولیس افسر سے ملنے گئے۔

آپ کو افسر نے بلایا | اس دن صبح سے شہر میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ حکومت آپ کو گرفتار کرنے والی ہے۔ حافظ عبدالحکیم نے یہ افواہ سن رکھی تھی اور وہ نہایت پریشان تھے۔ حافظ عبدالحکیم نے اس عاجز سے بیان کیا کہ جب آپ کی سواری پولیس افسر کے دفتر میں پہنچی دربان نے آگے بڑھ کر آپ سے کہا۔ چلتے صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔ اور دربان نے چلمن اٹھائی۔ آپ داخل ہوئے۔ جب میں داخل ہونے لگا دربان نے کہا آپ ٹھہریں۔ حافظ عبدالحکیم کا بیان ہے کہ یہ سن کر مجھ پر ایک عجب کیفیت طاری ہوئی اور بے ساختہ میں نے چلا کر کہا۔ یہ ہمارے حضرت صاحب ہیں ہم ان کے ساتھ جائیں گے۔ واقعہ علم دربان پر کیا اثر ہوا جو میں آپ کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے پرانگریز افسر آپ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے آپ سے کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ چنانچہ آپ کرسی پر بیٹھ گئے اور میں آپ کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ انگریز نے اپنا سر جھکایا۔ تقریباً ایک دو منٹ خاموشی کے گزرے۔ پھر آپ نے کہا: "صاحب کیا بات ہے۔ ہم کو آپ نے کیسے بلایا ہے؟" اس نے سر جھکائے ہوئے کہا: "ہمارے پاس رپورٹ آئی ہے کہ آپ خانقاہ شریف میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتے؟" آپ نے کہا: "اگر کوئی فاتحہ پڑھنے کو جاتا ہے اس

ہم کو غرض نہیں ہے اور جو کوئی ہم سے ملنے آتا ہے اگر ہمارا دل چاہتا ہے تو اس سے ملتے ہیں ورنہ رخصت کر دیتے ہیں۔ آپ کی بات سن کر ایک دو منٹ وہ افسر خاموش رہا اور پھر اس نے کہا: آپ جاسکتے ہیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔

آپ پر ان واقعات کا اثر ہوا۔ آپ نے کسی سے کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ آپ اپنے حضرت والد قدس سرہ کے ارشاد گرامی پر عامل رہے۔

نہر دہن وسیلہ ہے عز و وقار کا عالم میں ہے سکوت سبب اعتبار کا
چل جانب مدینہ سعید جہاں کے پاس کراے عمر طواف نبی کے مزار کا

دوسرے دن آپ نے حضرت والدہ صاحبہ محترمہ سے فرمایا۔ رامپور میں ہماری آیا صاحبہ ہیں۔ تین دن کے واسطے ان سے ملنے رامپور چلو۔

رامپور کا سفر اور وہاں کا قیام | اواخر ماہ محرم ۱۳۳۳ھ مطابق نومبر ۱۹۱۵ء میں آپ نے رامپور کا سفر کیا۔ آپ دہلی سے رات کے

گیارہ بجے والی ریل سے روانہ ہوئے۔ اس ریل میں ایک ڈبہ دوسرے درجہ کا ہوا کرتا تھا جو مراد آباد میں کاٹ کر اس ریل سے جوڑ دیا جاتا تھا جو رامپور جاتی تھی۔ صبح کے پانچ بجے وہ ریل رامپور پہنچتی تھی۔ آپ کے ساتھ حضرت والدہ صاحبہ تینوں بہنیں اور ہم تینوں بھائی اور دو بیٹھان تھے۔ آپ کی روانگی ایک دم ہوئی۔ رامپور میں کسی کو خبر نہ تھی۔ جب رامپور کے اسٹیشن پر پہنچے تو اسٹیشن ماسٹر نے جو کہ ادھیڑ عمر کا ہندو تھا، آپ کے واسطے "ویٹنگ روم" کھول دیا اور کہا آپ دو گھنٹے یہاں آرام کریں۔ اس وقت کوئی سواری نہیں ہے اور جانے میں خطرہ بھی ہے۔ آفتاب نکل آنے پر آپ جائیں۔ چنانچہ سات بجے ایک شکر میں حضرت عمر محترمہ کے گھر کو (مکان حکیم منظر حسین خاں محلہ مدرسہ کہنہ) روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر حضرت عمر محترمہ کے دروازے پر جو کہ اندر سے بند تھا، بیٹھان نے آواز لگائی: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دہلی سے حضرت صاحب آیا ہے۔ اس آواز کو سن کر حضرت عمر محترمہ حیران ہو گئیں۔ ڈرائی اڑھ کر تشریف لائیں اور دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلنے پر آپ پہلے اندر داخل ہوئے اور ہم سب آپ کے پیچھے حضرت عمر محترمہ سامنے کھڑی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ ہماری آیا صاحبہ کہاں ہیں۔ یہ سن کر عمر محترمہ نے فرمایا۔ میاں تم کیسے آئے۔ آپ کی آواز کو انھوں نے پہچانا اور ان کی آواز کو آپ نے پہچان کر پہلے نہایت ادب سے سر جھکا کر آداب عرض کیا اور فرمایا۔ آیا صاحبہ۔

آپ تو بڑھیا ہو گئیں۔ انھوں نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔ میاں، تم اپنے کو نہیں دیکھتے کہ بوڑھے ہو گئے۔ ہم سب حیرت سے ان دونوں حضرات کی گفتگو سن رہے تھے۔ اور عمر میں پہلی مرتبہ دیکھا کہ آپ نے اتنا احترام کسی کا کیا ہو۔

ادھر تو آپ کی رامپور کو روانگی ہوئی اور دوسری طرف دلی کے چیف کمشنر اپنی موٹر سے آپ کی ریل روانہ ہونے پر رامپور روانہ ہوئے اور رات کے دو ڈھائی بجے نواب حامد علی خاں والی رامپور کو دالسرائے کا پیغام پہنچایا کہ حضرت صاحب رامپور پہنچے ہیں اُن کو تم رامپور میں رکھو اور جب تک ہماری طرف سے اجازت نہ ملے وہ رامپور سے باہر نہ جائیں۔

دلی میں حکیم اجل خاں کو کسی طرح سے چیف کمشنر کے رامپور جانے کی اطلاع ہو گئی **نظر بندی** اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ کس مقصد سے گئے ہیں۔ لہذا انھوں نے حافظ عبدالحکیم کو اُن کی دوکان پر سے جو کہ بلیار ان کے سرے پر چاندنی چوک میں تھی، بلوایا اور ان سے کہا کہ حضرت صاحب نظر بند ہو گئے ہیں۔ تم فوراً رامپور جاؤ اور میری طرف سے ان سے کہو کہ وہ رامپور سے باہر جانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو حافظ عبدالحکیم نے حکیم صاحب کی بات آپ کے کہی۔

نواب صنا کی مہمانی آپ حضرت عمر محترمہ کے گھر تقریباً ساڑھے سات یا آٹھ بجے صبح کو پہنچے۔ ہمشیرگان چائے تیار کرنے لگیں اور پٹھان بازار سے دو دھڑ وغیرہ لایا۔

ابھی ناشتہ سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ پٹھان نے عبدالصمد خاں چیف سکریٹری، اادی حسن خاں پرائیویٹ سکریٹری، چھٹن صاحب (نواب کے پھوپا) اور ابوالحسن خان اماں کی آمد کی اطلاع کی۔ ان لوگوں سے حضرات صاحبزادگان مجددیہ اور اساتذہ مدرسہ عالیہ کو بھی خبر ہو گئی۔ گیارہ بجے تک علماء و فضلاء و عمائدین کی ایک بہت بڑی تعداد پہنچ گئی۔ نواب صاحب کے پھوپا اور سکریٹریوں نے نواب صاحب کی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ کی مہمانی قبول فرمائیں۔

آپ کو واقعات کا علم قطعاً نہ تھا۔ آپ نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق ان لوگوں سے فرمایا۔ ہم اپنی آپا صاحبہ سے ملنے بتیس سال کے بعد آئے ہیں۔ عین دن کی نیت سے آئے ہیں ابھی ہم آپا صاحبہ سے پوری طرح بات بھی نہیں کر سکے ہیں۔ ہم اُن سے دریافت کریں گے۔ اور ایک دو دن کے بعد تم کو جواب دیں گے۔

دوسرے دن حافظ عبدالحکیم پہنچ گئے۔ اور آپ کو واقعات کا علم ہوا۔

آپ کی تین شرطیں | نواب صاحب کے سکریٹری صاحبان سے آپ نے فرمایا۔ ہمارے بھائی صاحب (حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ) کے ساتھ نواب

صاحب نے جو معاملہ کیا ہے ہم کو معلوم ہے اور اس قسم کی بات ہم نہیں سن سکتے۔ لہذا ہم ان تین شرطوں پر نواب صاحب کی مہمانی قبول کر سکتے ہیں۔

۱۔ نواب صاحب ہم سے ملاقات نہیں کریں گے۔

۲۔ جس مکان میں ہمارا قیام ہوگا اس پر ہمارا کامل تصرف ہوگا اور بلا اجازت کوئی داخل ہوگا۔

۳۔ ہمارے مریدوں اور ملنے والوں سے نواب صاحب کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور نہ ان پر کوئی پابندی عائد کی جائے گی۔

سکریٹریوں نے آپ کی شرائط نواب صاحب سے بیان کیں اور انہوں نے آپ کی شرائط منظور کیں۔ آپ تقریباً سات ماہ رامپور میں رہے اور نواب صاحب نے آپ کی شرائط کا آخر وقت تک پورا خیال رکھا۔

النشر کا واقعہ | اس عاجز کو خوب یاد ہے کہ قلمی کتاب "النشر فی قرأت العشر" آپ نے نواب صاحب کے کتب خانہ سے عاریۃ طلب کی۔ کتب خانہ کے مہتمم نے

آپ کے آدمی سے کہا۔ نواب صاحب سے اجازت لے کر پیش کروں گا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ دربان سے فرمادیا۔ جب نواب صاحب کا کھانا آئے اس کو واپس کر دو۔ اور ان کے کسی آدمی کو

باہر کے دروازے کے اندر نہ آنے دو۔ اور آپ نے گھر میں فرمایا۔ بازار سے اپنا سودا منگاد اور کھانا پکاؤ۔ اس کی خبر نواب صاحب کو جب ہوئی انہوں نے عبدالصمد خاں اور چچن صاحب کو بھیجا کہ

آئندہ ہر گز ایسی صورت پیش نہ آئے گی۔ اس عاجز نے دیکھا کہ عبدالصمد خاں اور نواب صاحب کے بھوپا چچن صاحب دروازے کے باہر تقریباً آدھ گھنٹہ کھڑے رہے۔ اس دوران میں یہ

عاجز وہاں پہنچ گیا۔ اور عبدالصمد خاں بڑی محبت سے گفتگو کرتے رہے۔

قلعہ کہنہ میں قیام | نواب صاحب نے قلعہ کہنہ میں اندر کا بڑا مکان آپ کے واسطے تجویز کیا۔ باہر کا حصہ مردانہ تھا۔ اس میں چار بڑے کمرے تھے اور ان

کے سامنے عمدہ دالان تھا۔ دالان کی لمبائی بیس گز سے زائد ہوگی اور ضروریات کا حصہ الگ تھا۔ اندر کا حصہ چوڑائی میں اس سے ڈگنا ہوگا۔ اس کا صحن پندرہ بیس گز لمبا اور دس بارہ گز چوڑا تھا۔

اس وقت اس مکان کو قلعہ کہنہ کہتے تھے اور اب عوام کی زبان پر پُرانی کو توالی ہے۔ اس مکان کو پوری طرح منقرض کیا گیا تھا۔ اور آخر وقت تک چاندنیاں بدل جاتی تھیں۔ دونوں وقت

نواب صاحب کے باورچی خانہ سے نہایت مکلف کھانا آتا تھا۔ اور وہ اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ آپ ۶ بیڑوں کے گھروں کو ارسال فرماتے تھے۔ کھانے کے ساتھ عمدہ قسم کے پان، چھالی، الائچی وغیرہ بھی ہوتا تھا۔ آٹھ اپریل تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر آپ نے کھانے کو روک دیا۔

تفریح کے لئے ایک فٹن مقرر تھی۔ اگر مہمان آجائیں تو دوسری تیسری فٹن بھی آتی تھی۔ اور اگر آپ ہاتھی طلب فرماتے تو دو تین ہاتھی آجاتے تھے۔

آپ کی تربیت جلالی اس شان و شوکت سے ہوئی۔ نام کو بے شک نظر بندی تھی لیکن حقیقت میں سروری اور نوابی تھی۔ محبوبیت و مرادیت والوں میں ایسی شان والے بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

رامپور کے دوران قیام میں جمعہ کی نماز آپ جامع مسجد میں پڑھتے تھے جو آپ کی قیام گاہ کے قریب تھی۔ وہاں کے امام صاحب آپ سے عرض کرتے تھے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ اس عاجز نے بارہا جمعہ کے دن دیکھا کہ ایک رد اور کبھی تین غیر مسلم آپ کے مبارک ہاتھ پر دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ جب آپ نماز پڑھ کر جامع مسجد سے روانہ ہوتے تھے تو لوگ آپ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے شوق و محبت کو دیکھ کر ان کو مصافحہ کرنے کا موقع دیتے تھے۔

نواب صاحب نے خسرو باغ کے دروازے سے بینظیر باغ تک ایک راستہ بنایا تھا۔ یہ راستہ ٹھنڈی سڑک کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے دونوں طرف پھلوں سے لدے پھندے سرسبز سایہ دار درخت تھے۔ اس راستہ پر کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی چلا جاتا تھا گرفتار ہوتا تھا۔ آپ کے واسطے یہ راستہ کھلا تھا۔ آپ بینظیر باغ کو اس راستہ سے تشریف لے جاتے تھے اور واپسی عام راستہ ہوتی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو بینظیر باغ سے واپسی پر **حضرت الد کے مزار پر حاضری** حضرت والد ماجد قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر

ہوا کرتے تھے۔ مزار شریف حضرت شاہ جمال اللہ رحمہ اللہ کے گنبد سے متصل چبوترہ پر ہے۔ چبوترہ سے تقریباً بیس گز کے فاصلہ پر احاطہ کی دیوار ہے جس میں دروازہ ہے۔ دروازہ سے چبوترہ تک تقریباً چار فٹ چوڑا راستہ ہے۔ اور عام طور پر زائرین چبوترہ تک جوتی پہن کر آتے ہیں۔ آپ احاطہ کی دیوار کے دروازے پر جوتی اتار دیتے تھے اور وہاں سے دست بستہ سر جھکائے نہایت ادب سے حاضر ہوتے تھے اور مزار شریف سے کئی گز کے فاصلہ پر چبوترہ کے سرے پر کھڑے ہو کر سلام مسنون برائے اموات پیش کرتے تھے اور پھر مزار شریف کی طرف منہ کر کے دو زانو بیٹھ کر سورہ

یاسین بہ کمال خشوع و خضوع بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اہل دل افراد کو آپ کی اس حاضری کا علم ہو گیا تھا اور وہ وہاں پہنچ جایا کرتے تھے۔ جس وقت آپ تلاوت فرماتے تھے عجیب الوار و برکات کا ظہور ہوتا تھا۔ بعض افراد تڑپنے لگتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض افراد چبوترہ سے نیچے گر پڑتے تھے۔ چبوترہ زمین سے تقریباً چار فٹ بلند تھا۔ ایک دن کیفیات و برکات میں بہت اضافہ تھا۔ آپ پر نسبت شریفہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ آپ دو زانو بیٹھے سے گھٹنوں کے بل ہو گئے۔ اور اس حال میں آپ نے یہ شعر پڑھا۔

یہ گھر چراغ فیوضِ عمر سے روشن ہے نہیں بے خیر کے سینہ میں نور آپ کے
آپ نے جس وقت حاضری اپنے حضرت والد ماجد کا اسم گرامی لیا، دونوں ہاتھ سے مزار شریف کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت حاضری کے قلوب پر گویا برق چمکی اور وہ سب وجد میں آ گئے۔ اس دن دئی کے مخلصین میں سے چار پانچ افراد موجود تھے۔ تقریباً تیس سال کے بعد ان میں سے ایک نے اس عاجز سے کہا کہ اس دن کی تلاوت اور فیوض و برکات کے خیال سے آج بھی باطن میں حلاوت آ جاتی ہے۔ آپ سورہ یاسین کی تلاوت سے فارغ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ مراقبہ کی مدت مقرر نہ تھی۔ کبھی پندرہ منٹ کبھی آدھ گھنٹہ اور کبھی ایک گھنٹہ۔ پھر آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ احیانا آپ مزار شریف کے پائنتی ہاتھ مل کر مسح کرتے اور پھر اپنے سر اور چہرے پر پھیرتے۔ مزار شریف پر حاضری کا اثر کافی دیر تک آپ پر رہا کرتا تھا۔

مزید واقعات | عمہ محترمہ کے گھر میں تین رات قیام فرمانے کے بعد جب آپ "قلعہ کہنہ" تشریف لے جانے لگے تو آپ نے حضرت عمہ محترمہ سے فرمایا کہ آپ بھی میرے پاس قیام فرمائیں۔ انھوں نے منظور نہ فرمایا۔ البتہ اتنا کیا کہ ہر جمعہ کے دن دس بجے تشریف لائیں اور شام تک واپسی ہوتی۔ یہی آپ کا معمول رہا۔ چنانچہ ایک بگھی پہنچتی تھی اور آپ کو لاتی تھی اور پھر شام کو لے جاتی تھی۔

حامد منزل کی سیر | نواب حامد علی خاں نے بتیس سال پہلے آپ کو اپنے دادا نواب کلب علی خاں کے زمانہ میں دیکھا تھا اور اس وقت ان کی عمر دس گیارہ سال کی ہوگی۔ اب ان کو بہت خواہش تھی کہ وہ آپ کو دیکھ لیں۔ انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار اپنے آدمیوں پر کیا۔ اور ان لوگوں نے یہ صورت پیدا کی کہ آپ کو قلعہ کے اندر کا عالیشان محل "حامد منزل" دکھایا جائے اور خود نواب صاحب ایسے کمرے میں بیٹھیں جہاں سے وہ آپ کو دیکھ سکیں۔ اور یہ کام

جناب مولوی عبید الرحمن معروف بہ سردار احمد صاحب مجددی کے سپرد ہوا کہ وہ اس کا انتظام کریں۔
مولوی سردار احمد مولوی سردار احمد صاحب رحمہ اللہ کو آپ نے پینتیس سال پہلے بیٹا بنایا تھا اب بھی آپ کو ان سے حقیقی محبت تھی۔ اور وہ بھی آپ کے نہایت مزاج شناس تھے۔ علمیت میں اور خاص کر علم منطق و فلسفہ میں ممتاز علماء میں سے تھے۔ انہوں نے منطق و فلسفہ مولانا عبدالحق خیر آبادی سے پڑھا تھا۔ وہ دائرہ منڈواتے تھے۔ آپ نے اس سلسلہ میں ان سے کبھی کچھ نہیں کہا۔ ان کی وجہ معاش و کالت پر تھی۔ آپ نے پینتیس سال پہلے علم باطن کی طرف ان کو متوجہ کیا تھا۔ اس کا اثر ان میں موجود تھا۔ آپ کے ساتھ تفریح میں باقاعدہ جایا کرتے تھے۔ ۱۳۵۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

دکیل صاحب نے آپ سے حامد منزل دیکھنے کا ذکر اس انداز سے کیا کہ آپ نے منظور فرمایا اور مقررہ وقت پر آپ تشریف لے گئے۔ حامد منزل میں ایک بڑا کمرہ تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو دروازوں پر قد آدم تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک تصویر ممتاز جگہ پر تھی۔ چہرہ نورانی، دائرہ منڈواتے اور مرقبہ تھی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ اس وقت نواب صاحب متصل کمرے میں سے دیکھ رہے تھے۔ کسی سکرٹری نے کہا یہ حضرت علی کی شبیہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے بغور تصویر کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”یہ ان کی تصویر نہیں ہے۔ یہ تو ان لوگوں نے یہاں تک آپ نے بات کی تھی کہ دکیل صاحب نے آپ سے کہا۔ حضرت یہ تو دیکھئے اور آپ اُدھر متوجہ ہو گئے اور وہ بات رہ گئی۔ دکیل صاحب نے بعد میں بتایا کہ نواب صاحب نے بڑے شوق سے یہ تصویر بنوائی تھی آپ اس کے بارے میں کچھ اور فرماتے اور ممکن تھا کہ شیعوں کے متعلق کچھ فرماتے۔ اس لئے میں نے آپ کے ذہن کو دوسری طرف متوجہ کر دیا۔

ایک قیدی ایک دن آپ تفریح کے واسطے روانہ ہوئے۔ قلعہ کے غری دروازے کے سامنے سے آپ کی سواری گزری اور تھوڑی دور بعد پولیس کے سپاہی سنگین لئے ہوئے ایک مجرم کو جس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں اور پیردوں میں بیڑیاں پڑی تھیں، لے جا رہے تھے۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو بھی رکوالی۔ پولیس والوں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے ہو گئے۔ مجرم نے آپ کو جھک کر سلام کیا۔ دکیل صاحب نے آپ سے کہا۔ اس شخص نے ایک سید کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ نواب صاحب نے ابھی پھانسی کی سزا کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے مجرم سے فرمایا۔ دیکھو تم نے ایک بڑا جرم کیا ہے۔

اب تم کو دنیوی منزلت ملے گی۔ یہ تمہاری دیر کی سزا ہے اور گور جائے گی۔ آخرت کی فکر کرو، پتے دل سے اللہ کے سامنے توبہ کرو اور معافی چاہو ورنہ تم پر رحم کرے اللہ آخرت کے عذاب سے تم کو نجات دے۔ آپ نے یہ نصیحت اس طرح کی کہ وہ مجرم اور سب سپاہی ابدیدہ ہو گئے۔ مجرم نے توبہ کی، پھر آپ کو سلام کیا اور آپ روانہ ہو گئے۔

مولوی عبدالغفار ابوالحسن خان سامان (یعنی نواب صاحب کے خاص توشہ خانہ کے محافظ) نے اپنے گھر میں آپ کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں کافی افراد کا اجتماع تھا۔ مولوی عبدالغفار خان بھی تھے۔ وہ مولانا ارشاد حسین رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے جو کہ آپ کے جد امجد کے خلیفہ تھے۔ مولوی صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: "مولوی صاحب تم نے نواب صاحب سے زیادہ ملاقاتیں کر کے اپنی باطنی حالت کو خراب کر لیا ہے۔ آج صبح ہمارے پاس شوکت علی محمد علی کی والدہ آئی تھیں، اُن کا قلب تمہارے قلب سے روشن تر ہے۔" (مولانا شوکت علی محمد علی کی والدہ شاہ ولی النبی سے بیعت تھیں جو کہ آپ کے جد امجد کے خلیفہ تھے) مولوی صاحب نے شاید آپ کی بات کو اہمیت نہیں دی۔ آپ نے اُن سے فرمایا: تم ہم سے کیا چھپاؤ گے اللہ کے فضل و کرم سے ہم کو یہ بات حاصل ہے کہ اگر تم اپنا خیال بدل لو گے ہم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہم تمہارے پیر کی قبر پر گئے تھے، وہ تمہاری شکایت کر رہے تھے۔ جاؤ اپنے پیر و مرشد سے دریافت کر لو، آپ کی اس بات کا مولوی صاحب پر اثر ہوا۔ اور اس دن کے بعد سے انہوں نے نواب صاحب کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ رَحْمَةُ اللهِ وَرَحْمَتُهُ۔

آپ نے چہار شنبہ ۱۲۳۳ھ کو ایک خط حافظ اشفاق الہی کو تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: "امۃ القیوم کی بہن کا نام امۃ الحمی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صلاحات میں کرے۔ اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ سب کی طرف سے دعا و سلام۔ بسکٹ خود یہاں میزبان کی طرف سے ایسے اچھے اور نفیس آتے ہیں کہ شاید ہم نے ایسے نہ کھائے ہونگے جم بسکٹ نہ بھیجو۔ مولوی وحید اللہ خاں اور مولوی سردار احمد اور مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ، کتاب شاطبیہ شریف ہم سے بہ تحقیق بعد مغرب پڑھتے ہیں۔ قاری ولی محمد صاحب بھی اگر پڑھنا ہم سے پسند کریں تو یہاں آجائیں۔ مکان اور کھانا اور آرام ہر طرح کا میرے گھر سے بہت زیادہ، اور خادم اور مسجد یہاں موجود ہے والسلام ریاست رامپور۔ قلعہ کہنہ۔ بجلی گھر۔"

تقریباً ڈھائی مہینے آپ نے ان تینوں صاحبان کو پڑھایا۔

بینظیر سے واپسی اور ایک حال | آپ بے نظیر باغ سے مغرب کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔

حسب معمول اسما حسنیٰ مع آیات شریفہ اور مسبحات عشر آپ اور ہم ہر سہ ہرادر اور سردار احمد وکیل صاحب بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ بالکل سناٹے کا عالم تھا۔ سڑک پر کسی کی آمد و رفت نہ تھی۔ دونوں طرف آم کے بڑے بڑے درخت تھے جن کی وجہ سے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ پر جذبہ کی کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے درختوں، جھاڑیوں، کنکروں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے درختو! اے جھاڑیو! اے کنکرو! اور اے زمین! قیامت کے دن تم گواہی دینا کہ ایک بندہ اس راستہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے، محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سب اثبات میں جواب دے رہے ہیں۔ دو تین سال بعد آپ نے کوٹہ میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور ارشاد کیا: "خدا کے فضل سے اب بھی وہ کیفیت ظاہر ہے۔ افسوس ہے ان امور کا جاننے والا اب کوئی نہ رہا۔" جناب مولوی محمد عمر صاحب نے کوٹہ میں یہ بات آپ سے سنی اور اس عاجز سے بیان کی۔ اس واقعہ اور کیفیت کا جب بھی اس عاجز در ماندہ کو خیال آتا ہے ایک کیفیت تازہ حاصل ہوتی ہے۔ رَحِمَہُ اللہُ عِبَادَہُ الصَّالِحِیْنَ الذِّیْنَ۔ اللہ رحم فرمائے اپنے ان نیک بندوں پر کہ:

- ۱۔ اِذَا وَرَدُوا الْاُطْلَالَ تَاهَتْ بِهِمْ عُجْبًا وَإِنْ لَمَسُوا عُوْدًا زَهَا غَضَبُهُ رَطْبًا
- ۲۔ وَإِنْ وَطَؤْا یَوْمًا عَلٰی ظَہْرِ صَخْرَةٍ لَا تَبَّتِ الصَّمَاءُ مِنْ وَطْئِهِمْ عُجْبًا
- ۳۔ وَإِنْ وَرَدُوا الْبَحْرَ الْاُجْسَاجَ لِشَرْبَةٍ لَا صَبَحَ مَاءُ الْبَحْرِ مِنْ رِيقِهِمْ عَذْبًا

- ۱۔ وہ جب وارد ہوتے ہیں ٹیلوں پر ان کی وجہ سے وہ تکبر سے اکر لے لگتے ہیں۔ اور اگر وہ کسی لکڑی کو چھو دیتے ہیں تو اس کی ٹہنی ہریالی سے فخر کرتی ہے۔
 - ۲۔ اور اگر وہ کسی دن پتھر پر قدم رکھ دیتے ہیں تو وہ ٹھوس پتھر ان کے قدم دھرنے سے غضب کھائے گا دیتا ہے۔
 - ۳۔ اور اگر وہ کھائے سمندر پر پانی پینے کو آجاتے ہیں تو ان کے لعاب سے سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔
- آپ نے نواب صاحب کے کتب خانہ سے "النشر فی قرارات العشر" امام شمس الدین ابوالخیر محمد الجزری، عاریۃ لی تھی۔ اس کتاب کی آپ کو بہت تلاش تھی۔ لہذا فیاض الدین کاتب کو آپ نے مقرر کیا۔ وہ ہر روز آتے تھے اور اس کتاب کو نقل کرتے تھے۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۴۶۵ صفحے میں نقل ہوئی۔ دوسری جلد کے انتہی صفحے لکھے گئے تھے۔ تا۔ بَابُ اِمَالَةِ هَاءِ التَّانِيَةِ وما قبلها فی الوقف۔ کہ آپ رامپور سے روانہ ہو گئے۔ اور پھر یہ دوسری جلد مکمل نہ ہو سکی۔ یہ نسخہ اس عاجز کے پاس بفضل اللہ احسان محفوظ ہے۔

نواب صاحب کا مکر شوق دید

نواب صاحب لاہور کو پھر خواہش ہوئی کہ آپ کو ایک نظر دیکھ لیں۔ اور اب کی مرتبہ انھوں نے یہ صورت اختیار کی کہ اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ جب آپ کی سواری خسرو باغ کے دروازے پر پہنچ جائے تو ہم کو اطلاع دی جائے۔ آپ اس راستہ پر تقریباً ایک میل سوا میل پیادہ چلتے تھے۔ بٹھان صراحی لئے ہوئے آپ کے پیچھے رہتا تھا اور نگھی اس کے پیچھے اور ہم ہر سربراہ اور سردار احمد کیل آپ سے آگے رہتے تھے اور چھوٹی گیند ایک دوسرے کی طرف اٹھاتے ہوئے چلتے تھے۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں قبیع ہوتی تھی اور آپ ذکر الہی میں معروف رہتے تھے۔ یہ آپ کا معمول تھا کہ راستہ کے بائیں جانب چلتے تھے چنانچہ اسی کیفیت سے آپ اور ہم سب جا رہے تھے کہ موٹر کے ہارن کی آواز آئی۔ تعجب ہوا کہ یہ موٹر کیسے آئی۔ اس موٹر میں نواب صاحب تھے۔ موٹر آہستہ آہستہ آ رہی تھی۔ موٹر کے شیشوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ نواب صاحب نے آپ کو دیکھا اور پھر انھوں نے اس کا ذکر اپنے مسکریٹروں سے کیا۔ نواب صاحب کی بہت خواہش تھی کہ آپ سے مل لیں۔ لیکن آپ نے پہلے دن ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ نہیں ملیں گے۔ نواب صاحب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور جس طرح آپ کی مہمانی کی اور ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کی وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثل ہے۔ گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی آپ کی قیام گاہ کے بیرونی حصے کے دالان میں عمدہ خنہ بنوایا۔ اس میں لوہے کا دستی پنکھا تھا اور اس کا دستہ باہر تھا۔ باہر سے اس کو ملازم گھماتا تھا اور وہ اندر موادیتا تھا۔

نواب صاحب نے بہت کوشش کی کہ آپ ایک ہزار روپیہ ماہوار کی پیش کش قبول فرمائیں۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔ پھر نواب صاحب نے کہا کہ یہ رقم آپ کے صاحبزادوں کے نام مقرر کر دی جائے۔ آپ نے چیف سکریٹری عبدالصمد خاں سے فرمایا۔ لاہور میں ہمارے خاندان کے افراد خستہ حالت میں ہیں۔ نواب صاحب ان کی مدد کر دیں۔

رفقائے پاک نہاد کی رحلت

آپ لاہور تشریف لائے اور دلی میں آپ کے مخلص صادق حاجی فضل عمر شب جمعہ ۹ صفر ۱۳۳۳ھ اور حکیم قیام الدین خاں یکشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۳۳ھ میں رحلت فرما گئے۔ آپ نے لاہور سے حضرت استاد مولانا محمد عمر کو گھسی خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

امروز گراں رفتہ عزیزاں خبرے نیست فردا است دریں بزم زما ہم اثرے نیست

(آج اگر گئے ہوئے عزیزوں کا کچھ پتہ نہیں، کل کو اس بزم میں ہمارا بھی پتہ نہ رہے گا)

سعادت آثار مولوی محمد عمر کا خط پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین ہم سب بخیریت ہیں۔ مولوی عبدالحق آبادی مقیم حرم شوال میں (۱۳۳۲ھ) حکیم قیام الدین خاں کل کے دن۔ حاجی محمد عمر (مرف) یہ فضل عمر، سوداگر جمعہ کی شب کو یہ سب اشخاص منتجات زمان و منتجات دوراں مسلمانوں میں اہل النحل و العقد، صلحائے اہل سنت، عظام طریقہ شریفہ مجددیہ راہی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ وَاِنَّا اِلَیْ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔ ان لوگوں کا مرنا مسلمانوں کے واسطے بڑی مصیبت ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ عَلٰی اللّٰہِ تَوَكَّلْنَا۔ (دوشنبہ ۱۲ صفر ۱۳۳۲ھ (۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء))

ہندوستان کے مخلصین میں حاجی فضل عمر جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا۔ ان کو اپنے پیر و مرشد سے ایسا کامل تعلق اور وابستگی تھی کہ ان کی شکل و کیفیت اپنے پیر و مرشد کی شکل و کیفیت میں تبدیل ہو گئی تھی۔ آپ کو قرآن مجید سے جو تعلق تھا حاجی فضل عمر کو اس سے نصیب کامل ملا تھا۔ وہ آپ ہی کے ہمچ اور صورت میں تلاوت قرآن مجید کیا کرتے تھے۔ اور ان کی آنکھوں سے سیل اشک جاری ہوتا تھا۔ آپ رامپور سے سیدھے کوئٹہ گئے اور جب کوئٹہ سے اواخر ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ (اکتوبر ۱۹۱۶ء) میں دہلی پہنچے تو ان کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے تشریف لے گئے۔ اس وقت کافی افراد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ”دیکھو فضل عمر کی قبر کا ذرہ ذرہ ذکر الہی میں مصروف ہے۔“

- ۱۔ بر سر خاک مایا نغمہ عشق را سرا
 - ۲۔ بعد ہزار سال اگر بر قبرم گزر کنی
 - ۱۔ ہماری قبر پر آعشق کا لہرہ گا تیرے جذبات شوق کی وجہ سے ہم اپنی قبر سے نعرہ لگا دیں گے۔
 - ۲۔ اگر میری قبر پر ہزار سال کے بعد بھی گزرے گا، میری مٹی مشک بنے گی اور میرا راتن رُوح بنے گا۔
- رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰمُ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ وَ عَلَیْنَا مَعْتَمِدٌ اَجْمَعِیْن۔

گرمی کی وجہ سے آپ کو نہایت تکلیف تھی۔

نظر بندی کا خاتمہ اور کوئٹہ کا سفر

گرمی دافوں سے آپ کا سارا جسم پھل گیا تھا۔ آپ نہایت خاموشی اور صبر کے ساتھ اس کو برداشت کر رہے تھے۔ آپ نے نظر بندی کے رفع کرنے کے لئے نہ کسی سے کچھ فرمایا اور نہ کسی کو کچھ تحریر کیا۔ حضرت والدہ ماجدہ رحمہا اللہ نے نہایت خاموشی سے عبدالرحمن خضر خیل انصافی کو کوئٹہ بھیجا اور وہاں کے مخلصین کو آپ کی تکلیف سے آگاہ کیا اور ان سے نظر بندی کو رفع کرانے کے لئے فرمایا۔ عبدالرحمن خضر خیل کے پہنچنے پر وہاں کے مخلصین کو معلوم ہوا کہ آپ نظر بند ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے ایک وفد بلوچستان کے حاکم اعلیٰ کے

پاس بھیجا۔ (سارا بلوچستان براہ راست وائسرائے کے تعارف میں تھا۔ وہاں کے حاکم اعلیٰ کو ایجنٹ گورنر جنرل کہتے تھے) ارکان وفد نے اے۔ جی۔ جی سے کہا کہ حضرت صاحب کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ صرف مذہبی رہنما ہیں، ان کی تکلیف سے تمام بلوچستان اور افغانستان کے لوگوں کو رنج ہوگا۔ اے۔ جی۔ جی نے اس سلسلہ میں فوری طور پر وائسرائے سے بات کی۔ اور پھر اس نے آپ کے مخلصین کو پروانہ لکھ کر مع ایک باوردی سپاہی کے دیا اور کہا کہ تم اس سپاہی کے ساتھ جا کر حضرت صاحب کو لے آؤ۔ چنانچہ رحمت اللہ کا کڑا معروف بہ خدائے رحم پروانہ لے کر پولیس کانسٹیبل کے ساتھ رامپور پہنچے۔ اسی وقت دلی آدمی بھیجا گیا تاکہ کوئٹہ تک ہوگی کر لی جائے۔ اور آپ سات ماہ کی نظر بندی کے بعد شعبان ۱۳۳۲ھ مطابق جون ۱۹۱۶ء میں نہایت خاموشی کے ساتھ رامپور سے دلی روانہ ہوئے۔ آپ صبح کو نو دس بجے رامپور سے چلے اور پانچ بجے تک دلی پہنچے۔ خانقاہ شریف میں دو تین گھنٹے قیام رہا اور خیر سے رات کے نو بجے کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ باوردی سپاہی مع پروانہ کے ساتھ تھا اور اس کے بعد چار سال تک ایک باوردی سپاہی دلی سے کوئٹہ اور کوئٹہ سے دلی آپ کے ساتھ آتا جاتا رہا۔

حضرت والدہ صاحبہ کی بائیں ٹانگ کی پنڈلی میں تقریباً بیس پچیس دن سے تکلیف شروع ہو گئی تھی اور وہ کھڑے ہونے اور چلنے سے معذور ہو گئی تھیں۔ اُن کا کوئٹہ کا سفر اسی حال میں ہوا۔ دن کے تین چار بجے آپ کی ریل کوئٹہ پہنچی۔ اسٹیشن مخلصین سے بھرا ہوا تھا۔ **کوئٹہ پہنچنا** ایک طرف انگریز حکام کھڑے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے احوال دیکھنے کو آئے تھے۔ آپ کے عاشق صادق ملا عبدالحلیم آخوندزادہ صاحب سب سے پہلے آپ کی دست بوسی کے واسطے کھڑکی پر آئے۔ آپ کے تن پر کرتا اور سر پر سفید عرق چین (ٹوپی) تھی جس وقت آخوندزادہ صاحب نے آپ کے مبارک ہاتھ کو پکڑا اور اُن کی نظر گرمی دانوں پر پڑی بے اختیار ڈبی ڈبی (ہائے ہائے) کہہ کر بلند آواز سے رونے لگے۔ جب میر کارداں اپنے کو ضبط نہ کر سکے تو پھر اردوں کا کیا کہنا۔ ان لوگوں کے نعرہ ہائے اللہ اور گریہ و بکا اور فدائیت و وارفتگی کو دیکھ کر انگریز افسر حیران رہ گئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ اس مبارک جماعت کا معاملہ صرف دینی معاملہ ہے، دنیوی امور سے ان کو تعلق نہیں۔

تمام بلوچستان کے پولیس کے بڑے افسر کا نام بی۔ ٹی تھا۔ انھوں نے **بی۔ ٹی صاحب** بلوچستان کے خاں خداداد خان اور اُن کے بیٹے اعظم خان کو گرفتار کیا تھا۔

آپ کے کوٹہ پہنچنے کے چند روز بعد وہ آپ سے ملنے آئے۔ اُس وقت آپ کے پاس حضرت برادرِ کلاں اور کوٹہ کے سب اڈورسیر ولی محمد صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ولی محمد صاحب آپ سے بیعت تھے۔ بی. بی. صاحبہ نے آپ سے کہا کہ جلسوں اور اجتماعات سے آپ الگ رہیں۔ آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

مہدی حسن | کچھ دنوں بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے افسر مہدی حسن باقاعدہ وردی میں آپ کے پاس آئے۔ اُن کا تعلق قادیانی جماعت سے تھا۔ اُن کے ساتھ اُن کا جوان لڑکا تھا۔ کالج سے اسی سال فارغ ہوا تھا۔ مہدی حسن تو سرکاری کام سے آئے۔ لیکن اُن کا لڑکا صرف آپ کو دیکھنے آیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر وہ آپ کا گردیدہ ہو گیا۔ اور دو چار دن بعد اگر بیعت ہوا اور اس کی یہ کیفیت ہوئی کہ صبح کو نو بجے آتا اور آپ کے مکان کے صحن میں دروازے کے پاس مٹی پر آپ کی طرف رخ کر کے ذکرِ قلبی میں مصروف ہو جاتا تھا اور بارہ بجے اپنے گھر کو جاتا تھا۔ آپ کو ٹرے سے دلی تشریف لائے۔ اور دو ماہ بعد وہ رحلت کر گیا۔ رَحْمَةُ اللهِ وَغَفَرَ لَهُ۔

آپ کی نواسی محمدی | اللہ نے ۲۳ رمضان ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۱۵ء آپ کو نواسی عنایت کی۔ یہ محترمہ صدیقی صاحبہ کی دختر ہے۔ جن کا عقدِ نکاح ۱۲ صفر ۱۳۳۳ھ میں ہوا تھا۔ بچی کا نام محمدی رکھا۔ پُر تکلف عقیقہ ہوا۔ اور مخلصین کو کھانا کھلایا۔ آپ کو محمدی سے بہت محبت تھی۔ جب وہ دوڑھائی سال کی ہو گئی تو اپنے ساتھ تفریح میں لے جانے لگے۔ ایک دن آپ نے فرمایا: ہم نے لڑکوں کی اولاد نہیں دیکھی ہے اور ہم کو معلوم نہیں کہ اُن سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ اللہ نے ہم کو نواسی عنایت کی ہے اور اس کی طرف خود بخود ہمارا دل کھینچتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اس محبت کا اثر اور پرتو ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبارک نواسوں سے تھی۔

دہلی میں ایک دن آپ تفریح کو جا رہے تھے۔ جب آپ کی سواری موری دروازے کے باہر پہنچی تو محمدی نے اپنے چھوٹے باجے کو بجانا شروع کیا۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کے آنسو جاری تھے اور مثنوی شریف کے یہ دو شعر آپ پڑھ رہے تھے۔

بشنوا ز نے چوں حکایت می کند وز جدایہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا بریدہ اند از نفیرم مردوزن نالیدہ اند

انے کی سنو کیا کہتی ہے۔ جذائیوں کی شکایت کرتی ہے۔

نیساں سے جب سے مجھے کاٹا گیا ہے میری آواز سے مرد اور عورتیں نالہ کر رہے ہیں)

محمدی کی بسم اللہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۹ء کو دن کے دس بجے آپ باہر تشریف فرماتے اور باہر کے آئے ہوئے وہ تمام افراد موجود تھے جو محفل مبارک میلاد شریف میں شریک ہوئے تھے اور دئی کے بھی وہ تمام افراد تھے جن جن کو آپ نے میلاد مبارک کی خوشی کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ حضرت والدہ صاحبہ نے چاندی کی تختی کے ساتھ محمدی کو آپ کے پاس بھیجا تا کہ آپ بسم اللہ پڑھا دیں۔ تختی پر بسم اللہ اور سورۃ اقرآن مالم یعلم تک خوشخط لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے خوشی سے محمدی کو بسم اللہ پڑھائی۔ اور پھر حضرت سعدی کا یہ قطعہ پڑھا۔

پادشاہے پسر بہ مکتب داد لوح سیمیں در کنارش نہاد
بر سر لوح نوشتہ بود بہ زور جو استاد بہ زور مہر پدر
(ایک بادشاہ نے بیٹے کو مکتب میں بٹھایا۔ چاندی کی تختی اس کے بغل میں رکھی۔
اس تختی پر سونے کے پانی سے لکھا۔ استاد کا ظلم باپ کی محبت سے بہتر)

سہ شنبہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۳ء حضرت برادرِ کلاں نے اُن کا عقد نکاح مرزا حافظ عبداللہ سے کابل بخیر و خوبی کر دیا۔ صدر اعظم سردار محمد ہاشم خان اور سردار فیض محمد خان آپ تقرب میں شریک تھے۔ یہ عاجز مع برادرِ خوردان دونوں مصر میں تھا۔ خدا کا فضل ہے کابل میں بوقتِ راحت ہیں۔ ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ سَلَّمَہُمُ اللہ و جَعَلَهُم۔

حضرت برادرِ کلاں کو خلافت اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق پہلی یا دوسری مارچ ۱۹۱۶ء حضرت برادرِ کلاں اور اُن کے ساتھ یہ عاجز مع

مُلا خیر اللہ و مُلا ولی محمد کو سٹہ کو روانہ ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ ان کی تودیع کے لئے اسٹیشن تشریف لے گئے۔ جب حضرت برادرِ کلاں ریل میں بیٹھ گئے آپ ڈبہ کے پاس تشریف لائے۔ کھڑکی میں سے ان کے ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت تلقین فرما کر آپ کو خلافت عنایت کی۔ یہ عاجز حضرت برادرِ کلاں کے پہلو میں کھڑا تھا۔ ابھی سترہ سال کی عمر نہ ہوئی تھی جو اُن کو یہ دولت عظمیٰ ملی۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشنده

(یہ سعادت زور بازو سے نہیں ملتی ہے۔ جب تک کہ عطا کرنے والا عطا نہ کرے)

کوئٹہ میں آپ کے عاشق صادق ملا عبد الحلیم آخوند زادہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو حضرت برادر کلاں کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ سب سے پہلے مجھ کو بیعت کریں۔ چنانچہ اصرار کر کے انھوں نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ رَحْمَةُ اللہِ۔

حافظ محمد اسحاق رانی کھیٹ والے | حافظ محمد اسحاق کشن گنج دلی کے رہنے والے تھے۔ ان کا کاروبار رانی کھیٹ میں تھا۔ آپ کے قدیم مخلص اور

صاحب وظیفہ اور صاحب نسبت تھے۔ خاموشی اور اخفاء کے ساتھ محتاجوں اور عاجزوں کی مدد کرتے تھے۔ سردی میں لحاف اور کبیل تقسیم کرتے تھے۔ میلاد شریف کی مبارک محفل کے سلسلہ میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۱۷ء میں ان کی وفات ہوئی آپ شیدی پورہ ان کے مزار پر گئے۔ اس وقت ان کے فرزند شیخ محمد الیاس اور ان کی برادری کے کافی افراد موجود تھے۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر ان کے واسطے دعائے مغفرت کی۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور آپ دعا کر رہے تھے۔ اچانک آپ دو تین قدم پیچھے کی طرف ہٹے اور آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ "حافظ محمد اسحاق کیا کر رہے ہو؟" اس کے بعد آپ نے فرمایا: "جو راحت ان کو نصیب ہوئی اس کی خوشی میں وہ پائے بوسی کر رہے تھے۔" اس واقعہ کو ان کے فرزند اور دیگر افراد نے جو کہ اس وقت موجود تھے بیان کیا۔ اسی طرح کا واقعہ منشی عزیز الدین کی قبر پر میرٹھ میں ۱۳۲۵ھ میں پیش آیا تھا۔ وہ دربار والے دن فوت ہوئے تھے۔ اور دوسرے دن آپ ان کی قبر پر گئے تھے۔ رَحْمَتُ اللہِ تَعَالٰی۔

حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا اپریشن | آپ کی بائیں پنڈلی میں تکلیف اُس

تھیں۔ اسی تکلیف کی حالت میں کوئٹہ جانا ہوا۔ وہاں چار مہینے ڈاکٹر فی کا علاج رہا۔ پھر دلی آمد ہوئی۔ اور یہاں برابر ڈاکٹر کا علاج ہوتا رہا۔ اسی دوران میں حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز کوئٹہ چلے گئے۔ حضرت سیدی الوالد نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو بلایا اور انھوں نے گھر میں اپریشن کیا۔ ان کے ساتھ ڈاکٹر سید عبدالرحمن بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی کوبھی کھرچا۔ اور ان کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے حضرت والدہ صاحبہ کو ایک سال بعد شفادی۔ حضرت سیدی الوالد نے ہم دونوں کو کوئٹہ خط لکھا۔ اس میں تحریر فرمایا: "تمہاری والدہ تکیہ لگائے بیٹھی رہیں۔ پردہ پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب

نے آپریشن کر لیا اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی! اواخر اپریل ۱۹۷۷ء میں آپ کو ٹیٹا تشریف لائے۔ حاجی عبدالغنی کو مرزا نیاز محمد خاں مع ایک دولفر کے ایک دن پہلے منج بھیجا کرتے تھے۔ تاکہ وہ وہاں عمدہ چائے اور روغنی روٹی کا بندوبست کریں۔ اس سال حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز بھی ملا خیر اللہ اور ملا ولی محمد کے ساتھ حاجی عبدالغنی کے ہمراہ منج گئے۔ اور وہاں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا: ہم تمہاری تعلیم کے واسطے مولوی محمد عمر کو لائے ہیں! آپ محلہ ندالپور گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا ذکر ان شاعرانہ الباقیات الصالحات میں آئے گا۔

حضرت برادر کلاں کی مونچھوں کا کونڈا اور ان کی امامت | کوٹہ میں حضرت اللہ صاحبہ نے برادر

کلاں کی مونچھوں کا کونڈا کیا۔ یہ واقعہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء کا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی خدمت میں اس خوشی کی شیرینی پیش کی گئی۔ آپ نے نوش فرمائی اور مخلصین کو تقسیم کی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ ہمارے بیٹے کی مونچھیں نکل آئی ہیں۔ اسی دن عصر کو جب آپ تفریح کے واسطے بنگھی میں تشریف لے جا رہے تھے تو برادر صاحب سے فرمایا: تمہارے جد امجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب غصہ آتا تھا تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے! اس تقریب کے کچھ دن بعد آپ نے نماز پڑھانے کی خدمت حضرت برادر کلاں کے سپرد کی۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال اور تین چار مہینے کی تھی۔

منشی عبدالرحیم خان منشی نئے خان | منشی نئے خان کا نام کرم اللہ خان تھا اور وہ فرزند محمد شفیع خاں عرف منشی آغا جان

کے تھے۔ منشی عبدالرحیم خان ان کے حقیقی چچا منشی محمد تقی خاں کے فرزند تھے۔ اگرچہ یہ دونوں ابتداءً انعم تھے لیکن بمنزلہ حقیقی برادران کے تھے۔ ایک جا رہنا سہنا تھا۔ عام طور پر ان کو حقیقی بھائی سمجھا جاتا تھا۔ منشی نئے خان اور ان کی ہمیشہ صاحبہ روشن آرا بیگم حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھیں۔ عبدالرحیم خاں اگرچہ بیعت نہ تھے لیکن مخلص و نیاز مند تھے۔ املاک کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ وہ بیمار ہوئے، بیہوشی کے دورے پڑنے لگے۔ چونکہ وہ رات دن دنیوی امور میں مصروف رہا کرتے تھے۔ لہذا جب بھی کچھ ہوش آتا تھا ان کی زبان پر بیاختہ "لاؤ حساب کتاب، لاؤ قلم و دوات" آتا تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر منشی نئے خان آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ ان کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ عبدالرحیم خاں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ان کے

پاس بیٹھے اور تھوڑی دیر اُن کو توجہ دی۔ جیسا کہ حضرات نقشبندیہ کا معمول ہے۔ پھر آپ نے اُن کو آہستہ جھنجھوڑ کر تین مرتبہ خان صاحبؒ فرما کر آواز دی۔ تیسری آواز پر انھوں نے آنکھ کھولی آپ کو پہچان کر نیاز مندی سے گفتگو کی۔ آپ نے اس وقت اُن کے ہاتھ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لے کر اُن سے توبہ کرائی اور پھر استغفار اور کلمہ توحید اور کلمہ شہادت کی تلقین فرمائی اور کچھ پڑھ کر اُن پر دم کیا۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو عبدالرحیم خاں پر اتنا اثر ہو گیا تھا کہ انھوں نے آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دے کر کہا۔ حضرت آپ نے میری عاقبت سنو اردی۔ آپ وہاں سے خانقاہ شریف آئے اور خانقاہ شریف پہنچ کر یہ شعر پڑھا۔

سو مُردہ صد سالہ جلائیے ہیں اب تک اک آن میں دربانِ مسیحائے مدینہ

اور پھر آپ نے ایک خاص کیفیت سے اپنے یہ تین شعر پڑھے۔

جو دل سے پردہ غفلت ہو دُور آپ سے آپ نصیبِ دل ہو دوامِ حضور آپ سے آپ
میبِ حضرت موسیٰ، محبتِ احمد ہے اُحد کو ڈھونڈتی ہے برقی طور آپ سے آپ
یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے نہیں ہے خیر کے سینے میں نور آپ سے آپ

آپ کی عبادت اورالقائے نسبت کے بعد عبدالرحیم خاں چند روز حیات رہے۔ اور جب بھی اُن کو ہوش آتا تھا کہتے تھے: نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ لاؤ جائے نماز، لاؤ وضو کراؤ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِیْ یَقَلِّبُ قُلُوبَ الْعِبَادِ کَیْفَ یَشَاءُ۔

جب عبدالرحیم خاں کی رحلت ہوئی تو نئے خان اُن کے جنازہ کو خانقاہ شریف لائے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اُن کے ایک صاحبزادے عبدالمجید خان خواجہ تھے۔ پُرانی وضع کے پابند نہایت نیک نفس۔ تقسیم ہند کے موقع پر لاہور چلے گئے اور دو تین سال بعد رحلت کر گئے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ۔ وہ اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے، لیکن عقیدت، محبت اور اخلاص میں نہایت راسخ تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے: آپ کی یاد سے سلفِ صالحین کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور حضراتِ صحابہ کا ذکر یاد آ جاتا ہے۔ اُن کی اہلیتہ مبارک بیگم آپ سے بیعت تھیں۔ اکثر حضرت والدہ صاحبہ کے پاس آتی تھیں اور توجہات لیا کرتی تھیں۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ۔

منشی نئے خان صاحب کا نام کرم اللہ خان اور تخلص کرم تھا۔ ع سچ مچ کرم اللہ خان اللہ کے

کرم تم ہو۔

کرم اللہ خان خدا کی قسم سچ مچ اللہ کے کرم تم تھے

حضرت سیدی الوالد کے مخلصین میں غشی صاحب خصوصی افراد میں سے تھے۔ مال و دولت اور ذہنی و جانت کے ہوتے ہوئے خاکساری اور تواضع سے پوری طرح معنی تھے۔ معاملہ کی صفائی اور حساب کتاب کی درستی میں یکتا تھے۔ خانقاہ شریف کی مسجد و عمارات و تسبیح خانہ اور حضرت سیدی الوالد کا خصوصی مکان آپ کی سرپرستی میں بنا۔ حساب کتاب ان کے سپرد تھا۔ ایک ایک پائی کا عتاب درج تھا۔ یہ کاغذات اور رجسٹران کے بھتیجے عبدالمجید خواجہ کے پاس ۱۹۳۷ء تک محفوظ تھے۔

حضرت سیدی الوالد جب بھی کوئٹہ سے دلی یا دلی سے کوئٹہ آتے یا جاتے تھے خان صاحب اسٹیشن پر پہنچتے تھے۔ ۱۳۳۵ھ میں خان صاحب علیل تھے، اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ حضرت سیدی الوالد کوئٹہ شریف لے جا رہے تھے۔ وہ بینس میں اسٹیشن آئے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ خان صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کے مبارک ہاتھ کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔ ان کے آنسو جاری تھے۔ آپ نے کچھ پڑھ کر ان پر دم کیا اور خیر سے کوئٹہ روانہ ہوئے۔ مولوی بخش اللہ نے آپ کو کوئٹہ خان صاحب کی علالت کا حال لکھا۔ آپ نے ۱۳۳۵ھ کو مولوی بخش اللہ کو تحریر فرمایا: "خان صاحب کا ضعیف ہونا اور بات بھی مشکل سے کرنا معلوم ہوا۔ رنج ہوا، قبلہ عالم حضرت سید صاحب (سید نور محمد بدایونی) رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں جو ان کی رائے ہے وہی میری رائے ہے۔ حاجی عبدالغنی و حافظ عبدالحکیم کو خبر کر دینا اور یہ

وَكُنْ عَلَى الدَّهْرِ مَعُونًا لِذِي أَمَلٍ يَرْجُوا تَدَاكَ فَإِنَّ الْحُتْرَ مَعُونٌ

(امیدوار کے لئے مصیبت میں مددگار بن۔ جو تیری عطا کا امیدوار ہے شریف انسان مددگار ہوتا ہے) کوئی شخص اگر مال اس شعر کا ہے تو خان صاحب ہیں۔ اور جب خان صاحب کے انتقال کی خبر آپ کو کوئٹہ پہنچی تو آپ نے مولوی بدرالاسلام کو تحریر فرمایا: "خان صاحب کے انتقال کا جو رنج ہم سب کو ہوا ہے اس کو ہم کیا لکھیں۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں۔ بیوی اور بہن اور بھتیجا (عبدالمجید خواجہ) ہے۔ ہماری طرف سے تم اور عبدالحکیم جا کر تعزیت کر دینا ہم سب کی طرف سے۔

امروز گرا زرفہ عزیزاں خبرے نیست فردا است درین بزم زما ہم اثرے نیست

(آج اگر گزرے ہوئے عزیزوں کی خبر نہیں ہے کل کو اس محفل میں ہمارا نشان بھی نہ ہوگا)

اللہ تعالیٰ ان کج غریب رحمت کرے اور ان کے سب گناہوں کو معاف فرمائے اور جنت میں

ان کو جگہ دے۔ والسلام بخشنہ ۳۲ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ (۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء) یہ عاجز کہتا ہے خان صاحب کی وفات آپ کے خط لکھنے کی تاریخ سے پانچ سات دن پہلے ہوئی تھی۔ رحمۃ اللہ و عفو لہ و رضی عنہ۔

آخوند جی شاہ محمد عمر | حکیم محمد شفیع معالج امراض چشم ساکن پہاڑ گنج، دلی نے آپ سے عرض کی کہ حضرت آخوند جی شاہ محمد عمر بہت علیل ہیں۔ یہ خبر سن کر سہ شنبہ ۱۰ ذی

مبارک ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء آپ ہم تینوں بھائیوں کو ساتھ لے کر حکیم محمد شفیع کے ساتھ گجی میں فراش خانہ تشریف لے گئے۔ مسجد شریف سے متصل حجرہ میں آخوند جی پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر انھوں نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ مجھ کو بٹھاؤ۔ اگرچہ آپ نے منع کیا۔ لیکن وہ تکیوں کے سہارے بیٹھے۔ انھوں نے پہلی بات آپ سے یہ کہی کہ میرے جنازے کی نماز آپ ٹھانیگے۔ آپ نے ان سے وعدہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے بھتیجے مختار احمد کو آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ سے کہا۔ حضرت یہ میرا بھتیجا ہے اور میں نے اس کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اس میں صلاحیت پیدا ہو اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے ہم تینوں بھائیوں کو ان کے سامنے پیش کیا اور تینوں کے نام لے فرمایا۔ یہ میرے بیٹے ہیں، آپ دعا کریں کہ اللہ ان کو صلح کرے۔ آخوند جی نے ہم تینوں کے واسطے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کل رات خانقاہ شریف میں میلاد مبارک کی محفل منعقد ہوگی، آپ میاں مختار احمد کو وہاں بھیجیں۔ انھوں نے اسی وقت مختار احمد صاحب سے فرمایا۔ تم خانقاہ شریف جانا اور سلام و نعت پڑھنا اور جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو آخوند جی نے آپ کو عطر کی شیشی دی۔

دیکھو روح جا رہی ہے | چہار شنبہ ۱۱ ربیع الاول کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو نماز عشا کے بعد ساڑھے نو، پونے دس بجے میلاد شریف کا بیان شروع ہوا۔

اس سال آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ آپ نے سارا بیان کھڑے ہو کر پڑھا اور آپ جگہ بھی تبدیل فرماتے رہے۔ غالباً رات کے بارہ بجے ہوں گے کہ آپ جنوبی منارے کے قریب محسن مسجد سے باہر مبارک احوال بیان فرما رہے تھے۔ اور آپ کا مبارک چہرہ شمال کی طرف تھا کہ آپ ایک دم خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر فرمایا۔ دیکھو یہ کس کی روح جا رہی ہے؟ آپ نے یہ بات اتنی بلند آواز سے فرمائی کہ صدا ہانفرنے لگی۔ سب متحیر تھے کہ آپ نے یہ کیا فرمایا۔ پندرہ بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ آخوند جی کی وفات کی خبر پہنچی اور مختار احمد صاحب اسی وقت روانہ ہو گئے۔ آپ نے مولانا محمد اسماعیل پدربزرگوار مولانا محمد میاں (بستی حضرت سلطان جی والے) کی وفات کے موقع پر حافظ منیر الدین منیر وغیرہ سے فرمایا تھا۔ دیکھو کسی نیک بندہ کی روح کو فرشتے لے جا رہے ہیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس وقت مولانا محمد اسماعیل کی

وفات ہوئی تھی۔ اور ایک مستری عبدالرحیم ساکن بھوجہ پہاڑی دلی اور دوسرے مخلصین بیٹھے تھے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ فرماتے ہوئے کہا: ”دیکھو فرشتے کسی نیک بندہ کی روح لے جا رہے ہیں“ عبدالرحیم وغیرہ نے اٹھنے کے بعد معلوم کیا کہ اس وقت کس کی وفات ہوئی تھی۔ ان کو پتہ چلا کہ اس وقت ایک تیراک کی وفات ہوئی تھی۔ (یہ عاجز نام بھولی گیا ہے) اُن کی عادت تھی کہ طغیانی کے دنوں میں بیل کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بہتے ہوئے لوگوں کو دریا سے نکالا کرتے تھے۔ صد ہا افراد کی انہوں نے جانیں بچائی تھیں۔ رَحْمَةُ اللہ۔

کوئٹہ میں آپ نے ملا عبدالعلیم اور ملا ایاز سے فرمایا کہ میان عبدالکیم تھل والے اور میان فقیر اللہ شکار پور والے کی رُوحیں ہر جمعہ کو سفید کبوتر کی شکل میں پرواز کرتی ہوئی آتی ہیں۔ رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہِمَا۔

پنجشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو آپ قطب روڈ تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ باقی باہر نماز جنازہ | قدس سرہ کے قبرستان کے جہتِ سرک اہلی کا درخت تھا۔ وہاں آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ تقریباً چالیس ہزار افراد کا اجتماع تھا۔

آخوند جی محمد عمر رَحْمَةُ اللہ کو آپ سے محبت تھی۔ وہ کبیر السن اور ضعیف تھے۔ ہر سال قدم شریف میں مبارک محفل کا انعقاد کرتے تھے۔ یہ اجتماع چند شب ہوتا تھا۔ دو مرتبہ حضرت یتدی الاولاد بھی وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ نیک جوان نے عربی قصیدہ پڑھا۔ آپ خوش ہوئے اور احوال جذب نمودار ہوئے۔ مخلصین اور دوسرے لوگ آہ و بکا و نعرہ و وجد میں مصروف تھے۔ رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن۔

عاجز سے جناب محمد احسان، عبدالرحمن ٹہن مولانا اسماعیل نقشبندی کاندھلوی | والے، منشی حسین علی، منشی احمد حسین حافظ

منیر الدین منیر وغیرہم نے بیان کیا کہ مولانا اسماعیل کاندھلوی کا قیام بنگلہ والی مسجد واقع بستی حضرت نظام الدین میں تھا۔ آپ بتبع سنت تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مولانا مظفر حسین کاندھلوی کے خلیفہ تھے۔ آپ علیل ہوئے اور تراہم بہرام خاں کی طرف کھجور والی مسجد تشریف لے آئے اور وہاں آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت حضرت صاحب خانقاہ شریف میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اہل حلقہ سے فرمایا: ”دیکھو کسی نیک بندہ کی روح کو فرشتے لے جا رہے ہیں“ حافظ منیر الدین حلقہ میں شریک تھے اور انہوں نے یہ بات سنی۔ اس دن سے ان کو جناب مولانا اسماعیل اور ان کی اولاد سے محبت ہوئی۔

آپ کی وفات ۳ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۹۵ء میں ہوئی ہے۔ عاجز کے پاس تین سال پہلے ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۵ء) مولانا محمد یامین پیش امام مسجد نواب دالی، گلی قاسم جان اور محمد ادریس پسر رحیم بخش ساکن حویلی اعظم خان آئے اور محمد ادریس صاحب نے کہا۔ میں مولانا الیاس صاحب کا مرید ہوں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔

”جس وقت کچھروالی مسجد میں میرے والد مولانا اسماعیل کی وفات ہوئی۔ انہوں نے وفات سے کچھ پہلے حسن خان کو حضرت شاہ ابوالخیر کے پاس بھیجا کہ میری تکفین اور تدفین کی سرپرستی آپ فرمائیں۔ حسن خان نے شاہ ابوالخیر کو آپ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: ہم کو معلوم ہو گیا تھا کہ کسی نیک شخص کی روح کو فرشتے لے جا رہے ہیں“

مولانا سید محمد ثانی حسنی نے اپنی تالیف ”سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی“ کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے۔

”مولانا کے منہلے صاحبزادے مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی فرماتے ہیں۔ میرے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب بڑے نرم مزاج اور متواضع بزرگ تھے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ کسی بزرگ کی تواضع فرمائیں اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو استادہ کر دیں اور دوسری جماعت کے لوگ اور ان کے پیشوا ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اس طرح اس موقع پر ایک نامناسب صورت پیش آئے، اس لئے میں خود آگے بڑھ گیا اور میں نے کہا کہ میں خود نماز پڑھاؤں گا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ میرے پیچھے نماز پڑھی اور کوئی اختلاف و انتشار نہیں پیدا ہوا۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت“

اس موقع پر حافظ منیر الدین منیر اور ان کے رفقاء موجود تھے۔ انہوں نے عاجز سے بیان کیا کہ مولانا یحییٰ نے مقرر کردہ وقت سے کچھ پہلے نماز پڑھا دی۔ مولانا محمد میاں صاحب حضرت صاحب کا انتظام کر رہے تھے۔

افسوس ہے مولانا یحییٰ نے نہ اپنے حضرت والد کی خواہش کا لحاظ کیا، نہ اپنے بڑے بھائی کی بزرگی کو خاطر میں لائے اور وہ اپنے فعل کے جواز کے سلسلہ میں لگتے ہیں۔

”کسی بزرگ کی تواضع فرمائیں اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو استادہ کر دیں اور دوسری جماعت کے لوگ اور ان کے پیشوا ان کے پیچھے نماز پڑھیں“

کہاں مولانا یحییٰ کی یہ توجیہ بار بار اور کہاں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔

وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ وَإِنْ كُنَّ الْكَلْبَاسُ

وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكِبَائِرَ۔ (مرقاة جلد ۱ ص ۹۱ از ابو داؤد)
 ”یعنی تم پر نماز واجب ہے۔ ہر مسلم کے پیچھے چاہے وہ نیکو کار ہو یا بدکار ہو اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہو اور نماز واجب ہے ہر مسلم پر نیک ہو یا بد اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہو ہو“

مولانا اسماعیل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے اور حضرت سیدی الوالد بھی اسی سلسلہ عالیہ کے بالکمال فرد تھے۔ ان دونوں بالکمال افراد کی اس دنیا میں ملاقات ہوئی تھی یا نہیں اس کا علم ماحز کو نہیں، البتہ اس حدیث شریف کی رو سے، ”الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجْتَنِدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِثْتَلَفَ وَمَا تَنَافَتْ مِنْهَا اِخْتَلَفَ“ یعنی روحیں فوج در فوج اکٹھی ہیں جن کا آپس میں تعارف ہوا، ان میں الفت ہوئی اور جن میں ناواقفیت رہی ان میں اختلاف رہا، یہ عاجز سمجھتا ہے کہ ان دونوں اصحاب کمال کی ارواح میں تعارف ہوا تھا، لہذا دونوں کو ایک دوسرے سے انس تھا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

کارپا کاں راقیاس از خود گیر زانکہ ماند در نوشتن شیر شیر

۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ایک ہفتہ کے واسطے آپ مع متعلقین **خوجہ کو آپ کا جانا** و چند مخلصین خوجہ تشریف لے گئے اور وہاں محلہ نصر اللہ خاں میں چودھری مولاداد خاں کے مکان میں قیام رہا۔ چودھری مولاداد خاں اور ان کی اہلیہ چودھرائن حنیفہ آپ سے بیعت تھیں۔ اور ہر سال چالیس دن کے واسطے ان کا سارا گھر خانقاہ شریف میں رہتا تھا۔ چودھرائن رئیس عظیم الدین خاں کی نواسی تھیں اور ان کے دس بارہ گاؤں تھے۔

چودھری صاحب کے بیٹے احمد سعید خاں کی شادی تھی۔ اس سلسلہ میں وہ آپ کو لے گئے تھے۔ خوجہ میں آپ مولانا عبدالملک خاں خوشگی فرزند مولانا نصر اللہ خاں احمدی خوشگی قادری سے ان کے گھر جا کر ملے۔ وہ بہت بوڑھے اور کمزور تھے۔ ان سے مل کر آپ خوش ہوئے۔ اتفاق سے وہاں مراد آبادی بھرت کا اگالداں آیا۔ اس پر عبدالملک کندہ تھا۔ آپ نے مولانا عبدالملک سے فرمایا کہ ”الملک“ اللہ تعالیٰ کا پاک نام ہے اس کا احترام واجب ہے۔ مولانا عبدالملک کو اس کی خبر نہ تھی انھوں نے اسی دقت ریتی سے اس جگہ کو گھسوا دیا۔ رحمۃ اللہ۔

مولوی فرید احمد کو مغالطہ | مولوی فرید احمد نے اپنے پیر و مرشد مولانا نصر اللہ خاں احمدی خوشگی قادری کے احوال میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام ”جاں فزا“ ہے۔ اس کے صفحہ ۱۶۴ اور ۱۶۵ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے متعلق ادا خرم محمد

۱۲۹۹ھ (۱۹ دسمبر ۱۸۸۱ء) میں رامپور سے خورجہ کو جانا لکھا ہے۔ حالانکہ آپ خورجہ نہیں گئے تھے۔ البتہ شیخ احمد ابوالخیر مکی ایک مرد سیاح تھے اور طتمت زہر گوشہ یافتہ۔ ان کے حسب حال تھا۔ اس زمانے میں وہ رامپور آئے ہوئے تھے۔ مولانا نصر اللہ سے ان کے تعلقات تھے۔ ان کو جب خبر ملی کہ مولانا چراغ سحری ہو گئے ہیں تو خورجہ گئے۔ ایک دو دن وہاں رہے تھے کہ مولانا رحلت کر گئے اور انھوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ تب اس بات پر بے کہ مولوی فرید احمد نے بعض جگہ احمد ابوالخیر بھی لکھا ہے اور بعض جگہ کئی بھی ہے اور حضرت والد کا اسم گرامی عبداللہ ابوالخیر بھی لکھ گئے ہیں اور پھر احمد ابوالخیر بھی آپ ہی کو تصور کر لیا ہے۔ حضرت سیدی الوالد صرف چودھری مولانا داغیاں کی خواہش پر ۱۲۳۶ھ میں خورجہ تشریف لے گئے تھے۔ نہ اس سے پہلے کبھی آپ کا وہاں جانا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد، چونکہ بعض افراد نے اس عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا تھا اس لئے اظہارِ امر کر دیا گیا۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَالْمُعِیْنُ۔

آپ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۸ء میں کوئٹہ روانہ ہوئے۔ **کوئٹہ کا سفر** ہر سال آپ ایک چھوٹی بوگی جس میں سیکنڈ کے دو ڈبے ہوتے تھے کوئٹہ تک ریزرو کر لیتے تھے۔ چون کہ اس سال بلوچستان کے مری قوم کے سردار نے کچھ شورش برپا کر رکھی تھی اس لئے چھوٹی بوگی دستیاب نہ ہوئی اور آپ نے بڑی بوگی کرایہ پر لی۔ دہلی کے مخلصین نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ اب کے سال فساد کی وجہ سے آپ کوئٹہ نہ جائیں۔ آپ نے کوئٹہ پہنچ کر مولوی عبدالعزیز بنگالی کو فارسی میں خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا ہے۔ بروز جمعہ وقت عصر بہ تاریخ ہشتم جمادی الآخرہ در کوئٹہ رسیدیم۔ ہزار روپیہ درگاری ریل خرچ شد۔ یک گاری را بہ تمام گرفتیم۔ دران سہ فٹ دسہ سکند۔ ہمہ گاری از ما بود و اینجام ہم بہ فضل الہی ہمارا امن و امان است۔ مردم دہلی مرا می ترسانیدند کہ بہ کوئٹہ فساد است و فتنہ است اماں آنجا تشریف نہ برید لیکن اینجا بہ فضل و کرم الہی ہیج پریشانی و فساد دنیا فیتیم۔

آپ کے مخلص بلکہ عاشق صادق کی کمر میں رخم ہوا۔ **ملا عبدالحلیم آخوندزادہ کی وفات** ہر چند علاج و معالجہ ہوا فائدہ نہ ہوا اور صاحب فرارش ہو گئے۔ بچنے کی امید نہ رہی۔ وہ آپ کے دروازے کے سامنے مسجد شریف کی دیوار کے نیچے تو شک ڈلو کر دروازے کی طرف منہ کر کے لیٹ جاتے تھے۔ غالباً رمضان شریف کی چار پانچ تاریخ تھی کہ آپ نے اس عاجز سے کہا: "جاؤ ملا عبدالحلیم سے ہمارا سلام کہو اور ہماری طرف سے ان سے یہ کہو۔ یہاں آپ کو تکلیف ہے آپ اپنے گھر چلے جائیں۔" یہ عاجزان کے پاس گیا۔ پہلے حضرت کا سلام

پہنچایا اور پھر آپ کی بات کہی۔ وہ اس سلام و پیام کو سن کر زار و قطار رونے لگے اور انھوں نے اس عاجز کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور روتے ہوئے کہا کہ حضرت صاحب سے عرض کرو کہ میرا اب وقتِ آخر ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے دُک کے سامنے مروں۔ اس عاجز نے ان کی بات آپ سے جا کر عرض کی۔ آپ سن کر دو تین منٹ خاموش رہے اور پھر آپ نے فرمایا: "زید جا کر ہماری طرف سے یہ کہو، ہماری خوشی اس میں ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں"۔ اس عاجز نے ان سے جا کر یہ بات کہی اور وہ رونے لگے۔ پھر انھوں نے کہا: "میں اُن کی خوشی کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں اور وہ اپنے گھر چلے ہی کو چلے گئے۔" یوم پنجشنبہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۱۵ء میں راسی ملک بقا ہوئے اور ہر دو ہفتہ گان عثمانی و حیدری کے حلیہ میں چہار دیواری کے اندر جہتِ شرق متعلیٰ دیوار دفن ہوئے۔ عفا رحمت کندا میں عاشقانِ پاک طینت را۔

اس سال جناب مولوی محمد عمر صاحب کسی وجہ سے کوئٹہ نہ جاسکے تھے۔ آپ نے ان کو خط ارسال کیا اور اس میں تحریر فرمایا۔

"ہمارے دوست، ہمارے مزاج داں، ہمارے خیر خواہ، مولوی عبدالحلیم صاحب، ۱۲ رمضان کو راسی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ہم کو ایسا رفیقِ صالح دانا دوسرا آج تک نہیں ملا۔ جزاء اللہ بخیرا۔ والسلام۔ جمعہ ۹ شوال ۱۳۳۲ھ: آپ کے خلفا و مجازین کے بیان میں اُن کا کچھ ذکر آئیگا۔

بلند شہر کی نمائش | جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ مطابق مارچ ۱۹۱۵ء میں چودھری مولاداد خاں نے آپ سے ہم تینوں بھائیوں کو بلند شہر کی نمائش دکھانے کی اجازت حاصل کی۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ وہاں میرا ایک خیمہ لگتا ہے۔ اس میں آرام سے ان کا قیام رہے گا۔ چنانچہ ہم تینوں بھائی مع تین بٹھانوں کے چودھری صاحب کے ساتھ بلند شہر کی نمائش دیکھنے گئے۔ تیسرے دن دوپہر کو تقریباً ایک بجے چودھری صاحب سے چند افراد نے آکر کہا کہ نمائش گاہ کے دروازہ پر ایک موٹر کھڑی ہے اور اس میں دہلی کے حضرت صاحب ہیں۔ چودھری صاحب دوڑتے ہوئے گئے اور آپ کو خیمہ میں لائے۔ آپ نے فرمایا: "مولاداد خاں تم ہمارے بچوں کو لے کر آگئے۔ اُن سے ملنے کو ہمارا دل چاہا اور ہم موٹر کرایہ پر لے کر آگئے۔" آپ نے ستر روپیہ پر موٹر کرایہ پر لی تھی اس طور پر ایک شب قیام فرمائیں گے اور دوسرے دن دس بجے تک روانگی ہوگی۔

عصر کے قریب نواب احمد سعید خاں (جھٹاری والے) نواب احمد سعید خاں اور عبد العلی مختار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ عصر کی نماز آپ نے نمائش گاہ کی عارضی مسجد میں پڑھی وہاں

کی صفائی اور سبزہ کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور دریافت کیا۔ اس کا انتظام کس نے کیا ہے۔ چودھری صاحب نے آپ سے حافظ عبدالعلی مختار کا ذکر کیا کہ یہ سب کام انھوں نے کیا ہے اور ہمیشہ وہ یہ خدمت بجالاتے ہیں۔ اور اب اُن پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ ماتحت کی عدالت پھانسی کی سزا کا حکم دے چکی ہے۔ عدالت عالیہ میں اپیل دائر کر رکھی ہے۔ اور وہ بیمار ہیں۔ عدالت نے گھر میں رہنے کی اجازت دیدی ہے۔ وہاں سپاہی نگرانی کرتا ہے۔ مسجد شریف کی خوبی نے آپ کو اتنا متاثر کیا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ سواری منگاؤ ہم اُن سے ملیں گے۔ چودھری صاحب نے سواری طلب کی۔ بگھی میں آپ اور ہم تینوں بھائی اور چودھری صاحب اور کوچران کے پاس ایک پٹھان بیٹھا جس وقت آپ بگھی میں رونق افروز ہوئے خلق خدا مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑی۔ وہاں سے حافظ عبدالعلی کے گھر پہنچے۔ آپ کی آمد کا سن کر حافظ عبدالعلی انتہائے مسرت سے رو پڑے اور انھوں نے کہا۔ میں کہاں اس لائق تھا جو حضور میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ وہاں دو آدمی بیٹھے تھے۔ حافظ عبدالعلی دو چار منٹ کے واسطے مستورات کی طرف گئے۔ اس عرصہ میں ان دو آدمیوں نے کہا۔ حضور ان کے بچنے کی امید بہت کم ہے۔ حافظ عبدالعلی گھر میں سے بہت جلدی باہر آئے اور انھوں نے چلے پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے مسجد میں نماز پڑھی وہاں کے انتظام اور صفائی کو دیکھ کر ہمارا دل خوش ہوا۔ اور ہم تم سے ملنے آئے۔ تم ہمارے یہ دو شعر ہر نماز کے بعد عاجزی سے تین مرتبہ پڑھو۔ ہم کو اللہ سے امید ہے کہ تم بری ہو جاؤ گے۔ اور آپ نے ایک کاغذ پر اپنے مبارک ہاتھ سے یہ دو شعر لکھ کر دیئے

حَسْبِيَ اللَّهُ فِي الْحَيَاتِ وَفِي سَكْرَاتِ الْمَمَاتِ وَاللَّحْدِ
وَهُوَ نِعْمَ الْوَكِيلُ يَكْلُوْنِي فِي نَهَارِي وَلَيْلِي وَعَدِ
میرے لئے اللہ کافی ہے زندگی میں۔ موت کے سکرات کے وقت اور لحد میں

وہ بہترین وکیل ہے وہ میری حفاظت کرتا ہے میرے دن میں میری رائیں کل آئندہ میں، حافظ عبدالعلی نے آپ سے پرچہ لے کر آنکھوں سے لگایا۔ اور پھر تین اشرفیاں ہم تینوں بھائیوں کے نام سے پیش کیں اور انھوں نے کہا۔ حضرت! آپ کے لائق میرے پاس کچھ نہیں جو میں پیش کر سکوں۔ آپ نے ان کے حق میں دُعا فرمائی اور نمائش گاہ تشریف لائے۔ آپ اپریل ۱۹۱۹ء میں کوئٹہ تشریف

لے اس عاجز نے ان دو شعروں کا ترجمہ فارسی میں اس طرح کیا ہے۔

اعتماد ہست بر ذاتِ اَحد در حیات و در مات و در لحد
کار ساز و حافظم شد کردگار زان برستم از غم لیل و نہار

لے گئے۔ وہاں حافظ عبد اللہ کا نام پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بری کر دیا اور تار کے ذریعہ سو روپے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ **رحمۃ اللہ وغفرلہ۔**

دوشنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۴۵ء دوپہر کے وقت چودھری خدا بخش خانقاہ شریف میں اس عاجز سے ملے۔

چودھری خدا بخش کا واقعہ

اُن کی شکل اور جسم کی ساخت چودھری مولاداد خاں سے بہت ملتی تھی۔ وہ پہلے مزارات شریف پر حاضر ہوئے اور پھر اس عاجز کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا کہ آج ستائیس سال کے بعد اللہ نے میری تمنا پوری کر دی۔ اور انھوں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا جو میں نے اسی وقت لکھ لیا تھا۔

خدا بخش نے بتایا کہ میں بلند شہر کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ ہمارے گاؤں میں ایک مادھو رہتا تھا اور میں بچپن سے اس کے پاس جاتا تھا۔ مجھ کو اس سے محبت ہو گئی اور میں ہندو ہو گیا۔ لیکن میرا نام خدا بخش ہی تھا۔ میں اپنے گاؤں کے مسلمانوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتا تھا اور گالیاں دیا کرتا تھا۔ اب میں تیس چوبیس سال کا ہو گیا تھا اور اسی ارتداد کے زمانے میں بلند شہر کی نمائش دیکھنے کے واسطے گیا۔ وہاں میں نے بگھی میں ایک شخص کو دیکھا، ان کے ساتھ بچے بھی تھے اور ایک بڑے آدمی ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ کوچران کے پاس ایک پٹھان بیٹھا تھا۔ خدا بخش نے آپ کے لباس اور پگڑی اور شکل کی بالکل صحیح کیفیت بیان کی اور کہا کہ مجھ کو یہ محسوس ہوا کہ کوئی آسمانی فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان سے مصافحہ کر لوں لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا اور آپ کی سواری روانہ ہو گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس بگھی میں کون صاحب تھے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ دلی کے حضرت شاہ ابوالخیر ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ جب دہلی جاؤں گا تو ان کے پاس جاؤں گا۔ خدا بخش نے کہا کہ اس دن سے میرے دل میں اسلام کا نور چمکا اور اللہ نے فضل کیا کہ میں پھر سے مسلمان ہو گیا۔ میں آج پہلی مرتبہ دلی آیا ہوں۔ جامع مسجد پر میں نے آپ کے متعلق معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ آپ رحلت کر چکے ہیں اور آپ کا مزار خانقاہ شریف میں ہے۔ چنانچہ میں آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوا اور میں نے فاتحہ پڑھی، میں اگر اُن سے نہ مل سکا اُن کی قبر پر حاضر ہو گیا۔ یہ بیان خدا بخش کا ہے۔ جس وقت وہ اس عاجز سے ملے تھے اُن کی عمر پچاس سال کی ہو گئی۔

نمائش گاہ میں ایک شب قیام فرما کر دوسرے دن آپ اور ہم تینوں بھائی دلی آگئے اور پھر اپریل میں کوئٹہ جانا

نمائش گاہ سے دہلی پھر کوئٹہ

ہوا۔ بہ ظاہر بچوں کی محبت آپ کو نمائش گاہ لے گئی۔ لیکن اللہ کو آپ سے یہ خدمت یعنی کہ ایک

مرتد پھر دائرہ اسلام میں آئے اور ایک خادم اسلام و معتقد اولیاء پھانسی سے نجات پائے۔

فَكَفَّرَ اللَّهُ عَنْ لُطْفِ نَحِيفِي يَذُقُ خِفَاءَهُ عَنْ فَخْرِ الزَّرِيعِي

(اللہ کی بہت سی پوشیدہ مہربانیاں ہیں۔ سمجھدار کی سمجھ سے زیادہ پوشیدہ ہیں)

حضرت برادر کلاں کو دردِ شقیقہ کی شکایت ہو گئی اور دو سال تک رہی۔ اس کی وجہ سے آپ کی پڑھائی میں

بھی خلل آیا۔ کونٹہ میں آپ کی نکیر جلد جلد پھوٹنے لگی۔ اور آپ علیل بھی ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ آپ کچھ دن کے واسطے ہسپتال جا کر رہیں۔ چنانچہ وہاں کے ڈاک بنگلہ میں آپ رہے۔ یہ مقام کونٹہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور ٹھنڈا ہے۔ وہاں کا پانی بہت عمدہ ہے۔ دس بارہ دن کے بعد حضرت سیدی الوالد ہم سب کو لے کر ہسپتال تشریف لے گئے اور تقریباً تین ماہ وہاں قیام رہا۔ اتنے دن تک یہ ڈاک بنگلہ کسی کو نہیں ملتا تھا۔ لیکن کونٹہ کے کمشنر نے جو کہ انگریز تھا کہہ دیا تھا کہ جب تک آپ قیام کرنا چاہیں کریں۔

آپ کا معمول تھا کہ ایک چھوٹی بوگی دہلی سے کونٹہ تک، اور کونٹہ سے دہلی ریل کا حادثہ تک ریزرو کر لیتے تھے۔ اس میں دو کمرے سیکنڈ کے ہوتے تھے اور ایک سرورٹ

کا۔ چونکہ بوگی چھوٹی ہوتی تھی اس لئے پیسنجر ٹرین سے اس کا الحاق ہوتا تھا اور راستہ میں سہاڑے اور روہڑی میں لے جانے والی ٹرین کے انتظار میں گھنٹوں ایک طرف یہ بوگی کھڑی رہتی تھی۔

پنجشنبہ ۲ صفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء آپ حسب معمول چھوٹی بوگی سے دہلی کے واسطے روانہ ہوئے۔ روہڑی پر حسب معمول ایک انجن اس بوگی کو ایک طرف لے گیا اور وہاں ایک خالی لائن پر کھڑا کر دیا۔ بوگی پوری طرح کھڑی نہیں ہوئی تھی اور وہ حرکت کرنے لگی۔ قلیوں نے لائن پر چھوٹے چھوٹے پتھر رکھے وہ اُن کو چڑھا کرتی ہوئی سمتِ شرق یعنی سہاڑے کی طرف کچھ تیزی سے روانہ ہو گئی۔ یہ وقت تقریباً صبح صادق کا تھا۔ قلیوں نے انجن چلانے والے سے کہا۔ اس نے انجن کو دوسری لائن پر رکھا آگے لے جانا چاہا۔ چونکہ بوگی قینچی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے انجن کو تیز کیا، انجن تو نکل گیا لیکن بوگی کے شمال شرقی حصہ کی انجن سے ملکر ہوئی اور یہ کونا ٹوٹ گیا اور بوگی کے سمتِ جنوبی کے دو پہیے زمین میں دھنس گئے اور سمتِ شمالی کے دو پہیے زمین سے ہون گزرا اٹھ گئے۔ بوگی کے پہیے جس جگہ دھنسے تھے اس کے جنوب میں تقریباً پچیس میس گز کا گہرا گڑھا تھا۔ اگر بوگی کچھ اور جھک جاتی تو گڑھے میں گر جاتی۔

جس وقت یہ حادثہ پیش آیا آپ بیٹھے ہوئے تھے (اُس طرف جو اوپر کو اٹھ گیا تھا) اور اتقان سے آپ کا رخ قبلہ کی طرف تھا۔ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور زبان پر یہ مصرع جاری تھا: ”بڑی برکت خدا کے نام میں ہے“ اور آپ اُسی جذبہ کی حالت میں اس پر مصرعے لگا رہے تھے۔ اسی حال میں اسٹیشن ماسٹر جو کہ ایک انگریز تھا، اپنے عملہ اور بندرہ میں قلیوں اور آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ آیا وہ متحیر رہ گیا کہ جنوب کی طرف گڑھے میں بوگی کیوں نہیں لڑھکی اور اب تک دو پہیوں پر وہ کس طرح کھڑی ہے۔ آپ اُس وقت تبسم فرما رہے تھے اور ”بڑی برکت خدا کے نام میں ہے“ فرما رہے تھے۔ وہ اسٹیشن ماسٹر آپ کا ایسا معتقد ہوا کہ اس کے بعد جب بھی کوئلہ جاتے ہوئے یا آتے ہوئے آپ کی ریل اسٹیشن پر پہنچتی تھی وہ چائے بسکٹ پیش کرتا تھا اور آپ کے سلام کو آتا تھا۔ آپ نے جو مصرع ”بڑی برکت“ الخ پر لگائے تھے وہ بعد میں آپ نے ایک پرچہ پر لکھ لئے تھے جو درج ذیل ہیں۔

- | | |
|------------------------------------|------------------------------------|
| (۱) فلاح دو جہاں اسلام میں ہے | (۲) بنا دیتا ہے خود میں کو خدا میں |
| (۳) یہی خود میں کو کرتا ہے خدا میں | (۴) یہی قطرے کو کر دیتا ہے دریا |
| (۵) یہی لوہے کو کر دیتا ہے سونا | (۶) اندھیرے کو یہ کرتا ہے اُجالا |

اتنا عظیم حادثہ ہوا۔ انگریز اسٹیشن ماسٹر اور اس کے عملہ کے افسران کہہ رہے تھے۔ کیا بات ہے کہ بوگی کھڑی نہ گری اور آپ کے سکون اور تعلق الی اللہ میں بال برابر فرق نہ آیا۔ بلکہ آپ کا مسکرا مسکرا کر بار بار ”بڑی برکت خدا کے نام میں ہے“ پڑھنا بتا رہا تھا کہ آپ پر احوال خصوصیت طاری تھی انگریز اسٹیشن ماسٹر اس طرح آپ کی خدمت کر رہا تھا کہ اصحاب پندار مرید اس کا دسواں نہیں کہہ سکتے اور اس کے بعد جب بھی آپ کی ریل روہڑی پہنچتی تھی وہ چائے وغیرہ لے کر آپ کے سلام کو آیا کرتا تھا۔ ذِٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ۔

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ آپ روشن آرا علی برادران کا اظہار عقیدت | باغ حسب معمول برائے تفریح بگھی میں تشریف لے جائے تھے۔ اس سال آپ کی سواری لال کنواں، کھاری بادی، قطب روڈ ہو کر جاتی اور آتی تھی۔ ایک دن جب آپ کی سواری لال کنواں پہنچی تو وہاں راستہ کے شرقی کنارے پر ایک بڑے اجتماع میں چار پانچ گز اونچے اسٹیج پر مولانا شوکت علی و محمد علی کھڑے تقریر کر رہے تھے۔ یہ دونوں دسمبر ۱۹۱۹ء میں قید فرنگ سے رہا ہوئے تھے۔ یہ جلسہ ان کے اعزاز میں کیا گیا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی نظر

جب آپ کی غلغلت نورانی پر پڑی فوراً اسٹیج پر سے اترے اور دوڑتے ہوئے آپ کی سواری کے پاس آئے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بڑی محبت سے بوسہ دیا۔ آپ نے ان کی خیریت دریافت کی۔ اور آپ کی سواری روانہ ہوئی۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهَا وَغُفْرَانُهَا۔

ریل کے حادثہ کے بعد حضرت برادر کلاں نے کوئٹہ آنے جانے کے کوئٹہ آنا جانا بہ راہ لاہور واسطے لاہور کا راستہ تجویز فرمایا۔ ابریل ۱۹۷۲ء کو دہلی سے عبدالحق

آپن پچھا تک حبش خاں والے اور حافظ اشفاق الہی میرٹھی لاہور تک ساتھ گئے۔ ایک رات مال روڈ میں قیام رہا اور پھر کوئٹہ روانگی ہوئی۔ اس کی خبر ڈاکٹر اشفاق محمد امیر تسری کو ہوئی۔ انھوں نے آپ کی آمد پر جواہر صفر ۱۳۹۲ء مطابق اکتوبر ۱۹۷۲ء میں ہوئی، آپ کے ٹھہرنے کے واسطے عبدالعزیز وکیل کے مکان میں بندوبست کیا۔ یہ مکان لگی دروازہ لاہور میں واقع تھا۔ ایک ہفتہ آپ نے وہاں قیام فرمایا تھا۔ کوئٹہ سے ملا عبدالعزیز اور سید عبدالرحمن لاہور تک آئے تھے اور دہلی سے حافظ عبدالحکیم وغیرہ لاہور پہنچ گئے تھے۔ اہل لاہور بہ کثرت آپ کی زیارت کو اس عرصہ میں آئے۔

اس عرصہ میں میاں شیر محمد صاحب دُو میاں شیر محمد شریقی مولانا روف احمد شاہ مرتبہ آپ کے ملنے آئے۔ جب پہلی مرتبہ

وہ تشریف لائے تو آپ مکان کے صحن میں ایک موندھے پر تشریف فرما تھے۔ اور مکان کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میاں صاحب آئے اور آپ کے پانوں کو پکڑ کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ آپ کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ میاں صاحب کے آنسو جاری تھے۔

نہ دائم چ گفتی چہ انگشتی کہ از دید ہایم تو خوں ریختی

(میں نہیں جانتا کہ تو نے کیا کہا اور کیا بھڑکایا، کہ میری آنکھوں سے تو نے خون بہا دیا)

جب میاں صاحب تشریف لے گئے آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ میاں شیر محمد پنجاب کے شیر ہیں۔ دو تین دن کے بعد میاں صاحب آپ سے ملنے پھر تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ قلعہ گوجرانگہ لاہور کی مسجد جامع کے امام مولانا روف احمد شاہ صاحب بھی تھے۔ آپ نے شاہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اور پھر فرمایا۔ شاہ صاحب عجب دل ہے۔ پھر آپ نے میاں صاحب سے فرمایا۔ شیر محمد آج کیا بات ہے۔ حضور سستی ہو گئی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ ”پرانے مشائخ عظام والی بات تو نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے غنیمت ہے۔“ پھر آپ نے محبت سے اُن پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد چار مرتبہ آپ کا قیام چھر میں ہوا اور میاں صاحب آپ کے ملنے دُور مرتبہ وہاں تشریف لے گئے۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهَا وَغُفْرَانُهَا۔

حضرت طاہر بندگی | عصر کی نماز پڑھ کر عبدالعزیز وکیل کے مکان میں تشریف فرما تھے زائرین سے محفل خانہ بھرا ہوا تھا۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ آپ نے

فرمایا۔ حضرت مجدد کے خلیفہ اور اُن کے صاحبزادوں کے استاد حضرت مولانا طاہر بندگی کا مزار شریف کہاں ہے۔ ڈاکٹر شوق محمد اور دوسرے افراد نے کہا۔ مزننگ میں ہے۔ زیادہ دور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہاں حاضری دینی ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ حضرت اب مغرب کا وقت ہونے کو ہے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ نماز وہاں پڑھنی ہے۔ اور آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ حضرت یار فرما رہے ہیں۔ اور آپ پیادہ روانہ ہوئے۔ ہم تینوں بھائی اور دئی کے حافظ عبدالحمیم، ڈاکٹر شوق محمد امرتسری اور بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہوئے۔ ڈاکٹر اشفاق محمد آپ کو ایک رات کے واسطے امرتسر لے جانا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں انتظامات کرنے گئے ہوئے تھے۔ راستہ میں ایک ہندو اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے مکان کے باہر مونڈھوں پر بیٹھا تھا۔ آپ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے آپ کو بیٹھنے کے واسطے کہا۔ مخلصین نے کہا۔ سواری آرہی ہے۔ اس وقت تک آپ تشریف رکھیں۔ چنانچہ پانچ سات منٹ آپ وہاں بیٹھے۔ وہ ہندو بڑے ادب سے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا رہا۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور آپ اپنے احوال میں تھے۔ دو چار منٹ میں بگھی آئی۔ آپ اور ہم تینوں بھائی اور حافظ عبدالحمیم اندر بیٹھے اور ایک پٹھان کو چوان کے پاس۔ بگھی روانہ ہوئی۔ ڈاکٹر شوق محمد وغیرہ اپنے واسطے سواریاں تلاش کرنے دوڑے۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور اپنے احوال میں مستغرق تھے۔ شہر سے باہر بگھی جا رہی تھی۔ سورج چھپ چکا تھا۔ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ ایک جگہ چوراہا آیا۔ کو چوان شمال کی طرف بگھی لے چلا۔ آپ نے چلا کر فرمایا۔ ”یہ کدھر لے جا رہا ہے۔ دیکھو دیکھو یہ حضرت کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ ہم ادھر ہیں۔ صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو؟ اور آپ نے غرب کی طرف اشارہ فرمایا۔ حافظ عبدالحمیم نے گھبرا کر کو چوان سے کہا۔ کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ میں ٹھیک جا رہا ہوں۔ آپ خاموش بیٹھ گئے۔ تقریباً ایک لائنگ بگھی گئی اور پھر کو چوان نے بگھی روکی اور اس نے کہا۔ میں ادھر غلط آ گیا۔ اور بگھی موڑ کر اس چوراہے پر آیا جہاں آپ نے فرمایا تھا۔ ہم ادھر ہیں صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو؟ جب بگھی چوراہے پر پہنچی آپ کے چہرہ انور پر بشارت کے آثار ظاہر ہوئے اور اتنے میں ڈاکٹر شوق محمد وغیرہ کی سواریاں بھی آگئیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو یہ ہم کو غلط راستہ پر لے گیا اور حضرت کھڑے فرما رہے تھے ہم ادھر ہیں صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو۔ پھر آپ نے پہلے مسجد شریف میں مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد

مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ اپنے بلند آواز سے حسب معمول سورۃ یاسین تلاوت فرمائی۔ آخری ایام میں آپ کا یہ طریقہ تھا کہ برادرِ کلاں پہلے آیت شریفہ پڑھتے تھے اور پھر اس آیت مبارکہ کی تلاوت آپ کیا کرتے تھے۔ تلاوت شریفہ کے بعد آپ نے بڑی نیاز مندی سے قرابت مبارکہ کو ہاتھ سے مسح کیا اور اپنے سر اور منہ پر ہاتھ کو پھیرا۔ اس وقت آپ پوری طرح مخمور تھے۔ چشمان مبارک سرخ ہو رہی تھیں۔ کافی دیر تک آپ پر یہ کیفیت طاری رہی۔

۱۔ چوں بادۂ شوق تو کسند بَرّاقی گرد و تن و روح جملہ مست ساقی
۲۔ تن مست شراب و روح مست ساقی آن گرد و فانی دایں گردد باقی
۱۔ تیرے عشق کی آگ جب چمک دکھائی ہے جسم اور روح سب ساقی کے مست بن جاتے ہیں
۲۔ جسم شراب سے مست اور روح ساقی سے مست۔ وہ فانی بن جاتا ہے وہ باقی بن جاتی ہے۔
سورۃ یاسین کی تلاوت کے بعد آپ نے مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ حضرت ہم سے خوش ہیں اور فرماتے ہیں کہ اصحابِ ذکر و قلوب مفقود ہو گئے ہیں بہت کم اربابِ قلوب ہمارے پاس آتے ہیں۔

۱۹۲۱ء میں جب آپ کا قیام میاں قمر الدین کی کوٹھی واقع فیروز پور روڈ اچھر
جہانگیر کا مقبرہ میں تھا میاں قمر الدین آپ کو مقبرہ جہانگیر لے گئے۔ مقبرہ کی کھلی چھت پر
آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور پھر آپ وہاں تھوڑی دیر مصروفِ ذکر الہی رہے۔ اسی دوران میں
مقبرہ کے باغیچہ کے جنوب مشرقی حصہ سے صدائے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بلند ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی
نیک بندہ ”ضرب“ لگا رہا تھا۔ پانچ سات منٹ آپ اس مبارک صدا کی طرف ہمدن گوش
بنے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ ضرب لگا رہا ہے اور یہ طریقہ تادریہ
سے وابستہ ہے“ اور آپ نے اس کے واسطے دعائے خیر فرمائی۔ رَحِمَهُ اللَّهُ وَرَضِيَ عَنْهُ۔

ڈاکٹر اشفاق محمد کی تمنا تھی کہ آپ کو امرتسر لے جائیں۔ چنانچہ اواخر اکتوبر ۱۹۲۲ء
امرتسر کا جانا میں وہ آپ کو مع متعلقین اور چند مخلصین کے ایک رات کے واسطے لاہور
سے موٹر کاروں میں امرتسر لے گئے اور وہاں خواجہ غلام صادق کی عالیشان کوٹھی میں آپ کو ٹھہرایا۔
یہ کوٹھی مال روڈ پر واقع ہے۔ اس کا نام ”ڈولینڈریز“ تھا اور ”ٹھنڈ کھوی“ کے نام سے مشہور تھی۔ خواجہ
غلام صادق امرتسر کے ہر دلعزیز و مشہور رئیس اور حضرت سیدی الوالد کے مخلصین صادقین میں سے تھے۔
بلکہ صمیم معنی میں عاشق تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اپنی بیٹی کا عقدِ نکاح میر مقبول محمود سے کر دیں۔ انہوں
نے حضرت سیدی الوالد کے قدم کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور آپ نے اس کا رُخیر کو بہ اتمام پہنچایا۔ رحمۃ اللہ

دریغی عنہ میر مقبول محمود کے برادر خورد میر انور سید محمود سے یہ تفصیل عاجز کو معلوم ہوئی۔ جزاء اللہ خیر۔

دعوتِ قیامِ اچھرہ | اچھرہ کے میاں برکت علی میاں قمر الدین آپ سے بیعت تھے۔ یہ دونوں عبدالعزیز وکیل کے مکان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے

ساتھ دین محمد زیدار اور کچھ لوگ اور بھی تھے اور ان سب نے آپ سے التماس کی کہ کوڑا کو جاتے اور وہاں سے آتے وقت آپ اچھرہ میں قیام فرمایا کریں۔ آپ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اور انیس سو اکیس و بائیس میں کوڑا جاتے آتے اچھرہ میں قیام رہا۔

بارِ دگر رامپور کا سفر | ۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۲۰ء آپ تین رات کے واسطے حضرت عمر محترمہ سے ملاقات کرنے رامپور تشریف لے گئے اور

ان کے پاس محلہ مدرسہ کہنہ میں قیام فرمایا۔ علماء فضلہ اور خاندان کے تمام افراد سے ملے۔ جب آپ رامپور سے روانہ ہوئے تو مؤذنین سے ایٹیشن بھرا ہوا تھا۔

دوسری نواسی | رامپور سے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری نواسی عنایت کی آپ نے ان کا نام امۃ الرحمن رکھا۔ یہ عاجز مصر میں تھا کہ حضرت والدہ صاحبہ

محترمہ نے ان کا نکاح عبدالوحید فرزند ڈاکٹر اشفاق محمد صاحب امرتسری سے شہرِ دوشنبہ ۲۸ خرمال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۵ء میں کر دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے بعافیت و اولاد و اولاد والی ہیں اور اب لاہور میں رہتی ہیں۔ سلمہا اللہ وسلم اولادہا۔

محترمہ ہمیشہ وسطی کا نکاح | اسی شان و شوکت سے کہ ۱۳۳۳ھ میں جناب ہمیشہ کلاں کا نکاح ہوا تھا، شب جمعہ ۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق

۳۱ مارچ ۱۹۲۰ء میں محترمہ ہمیشہ وسطی فاروقی صاحبہ کا عقد نکاح نواب زادہ لئیق احمد خاں فرزند نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب ایوبی انصاری پانی پتی سے ہوا۔ علماء فضلہ عمائدین اور مخلصین بہ کثرت آئے۔ خوب رونق رہی۔ البتہ جس شانِ جمالی کا ظہور ۱۳۳۳ھ میں ہوا تھا اس میں نمایاں فرق تھا۔ گویا کہ آپ بہ سانِ حال فرما رہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ هَذَا قَسْمِيْ فَيَمَّا اَمْلِكُ فَلَا تَلْمِزْنِيْ فَيَمَّا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ كَمَا كَانَ يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فاخر احمد خاں صاحب اور ان کے فرزند کا ذکر ان شارا اللہ بعد میں آئے گا۔

آہ قاری حافظ نیاز احمد | قاری حافظ نیاز احمد فرزند شیخ عبدالرحمن ساکن سہارنپور سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ یا ۱۳۲۲ھ میں آپ کی خدمت

بارکت میں حاضر ہوئے۔ الشَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ۔ کا مقولہ ان پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ باوجود کم عمری کے جو صدقِ کامل اور عزمِ راسخ اُن کو بلا تھادہ ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ بھی کامل جوہر شناس تھے۔ لہذا آپ نے نیاز احمد صاحب کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں قاری عبدالغنیؒ انطاکیہ (ملکِ شام) کے بہ اشارۃِ نبی اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کامل چار سال دئی و کوٹہ میں آپ کی خدمت میں رہے۔ (ان شارائے ان کا ذکر بعد میں آئے گا) آپ نے حافظ نیاز احمد کو اُن کے سپرد کیا۔ اُن کی کوشش پوری طرح کامیاب ہوئی اور حافظ نیاز احمد کے مخارجِ حروف ایسے اعلیٰ ہوئے کہ بایں شاید جب وہ فنِ تجوید میں ماہر ہو کر قاری نیاز احمد ہو گئے آپ نے اُن کو اُن اوقاف کی تعلیم دی جن کا بیان شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ، امام شمس الدین جزریؒ، امام ابو عمر و زانیؒ نے اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ (اوقاف کا بیان ان شارائے بعد میں آئے گا) مخارجِ حروف کی صحت سے کلامِ پاک کی تلاوت میں لفظی حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اوقاف کی معرفت سے معنوی حسن میں چارچاند لگ جاتے ہیں۔ اور تلاوتِ مبارکہ کے وقت جو افراد معافی کی لذتوں سے مستفید ہوا کرتے ہیں اُن کو فہم معنی میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ جب قاری نیاز احمد علمِ اوقاف سے بھی پوری طرح باخبر ہو گئے تو آپ نے اُن کو قرأتِ سبعہ کی تعلیم دینی شروع کی۔ ۱۳۳۳ھ میں قاری نیاز احمد نے امام نافع کی قرأتِ بروایتِ قالون میں محرابِ شنائی اور دوسرے سال بروایتِ ورش۔ پھر ہر سال ایک امام کی قرأت سے تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ رمضان ۱۳۳۵ھ میں امام حمزہ کی قرأت پڑھی۔ اور اس کے عین ماہ دس دن بعد عین عالمِ شباب میں راہی ملکِ بقا ہوئے۔ آپ نے مولوی بخش اللہ کو حضرت برادرِ کلاں سے درج ذیل خط لکھوایا۔

خیرے کن اے فلان و غنیمت شمار عمر زان پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند
قاری نیاز یکشنبہ، محرم کو دبائی مرض (ہیضہ) میں مبتلا ہوئے۔ آٹھ تاریخ کو اُن کو سرکاری آدمی کرائین میں لے گئے۔ جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی بہ سبب احتیاط کے کہ دبائی مرض زیادہ نہ پھیلے۔ نو تاریخ کو اُن کو ذرا ہوش آیا، مگر پیشاب بند ہو گیا تھا۔ چہار شنبہ دس تاریخ عاشورا کے دن بہ وقتِ نیمروز، ایک بجے ان کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
غفر اللہ لاولہ۔ کیا اچھا وقت اور کیا اچھا دن انھوں نے پایا۔ حقیقت میں وہ لائقِ اسی کے تھے۔

چهار شنبہ، ۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ۲۱ ستمبر ۱۹۱۴ء

حکومت نے جو اسپتال و بانی امراض والوں کے واسطے بنایا تھا وہ شہر سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ قاری نیاز احمد کے جنازے کو اسپتال کی موٹر قبرستان لے گئی۔ وہاں کافی افراد پہنچ گئے۔ انھوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور ان کے جسدِ خاکی کو مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ وہاں سرکاری آدمی کھڑے تھے انھوں نے سب کے منہ اور ہاتھ پاؤں دوائی سے دھولے۔ قاری نیاز احمد کی آواز صاف و شیریں اور بلند تھی۔ صفائے باطن کا اثر اس میں ظاہر تھا۔ ۱۳۳۹ھ میں محفلِ مبارک میلاد شریف میں انھوں نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کا ایک رکوع پڑھا تھا۔ ان کا رخ اپنے پیرومرشدِ برحق کی طرف تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ جب وہ تلاوت شریف سے فارغ ہوئے تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا ”نیاز“ یہ سن کر ان کے منہ سے بے اختیار ایک جمجمہ نکل آیا اور وہ آپ کے قدموں میں جا پڑے۔ آپ نے محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور غالباً پھر آپ نے ان سے علامہ نبھانی کی ”الْمُزْدَوِجَةُ الْغُرَّافِي الْإِسْتِغَاثَةُ بِأَسْمَاءِ اللَّهِ الْخَشْيَا“ پڑھوائی تھی۔ خانقاہ شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ بلکہ دروازے کے باہر سڑک پر لوگ کھڑے تھے۔ اور خاموشی سے سُن رہے تھے۔ اہلِ باطن کچھ اور ہی لطف اٹھا رہے تھے۔ قاری نیاز احمد کشیدہ قامت، خوش اندام، شائستہ اخلاق، شیریں گفتار تھے۔ احبابِ ناشر و سخن سے شوق کرتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ ان کا ایک شعر یاد ہے جو کہ اپنے پیرومرشدِ برحق کے بارے میں کہا ہے اور وہ یہ ہے۔

لیتے ہی نامِ مرشدِ ہاں اے نیاز دیکھو کوسوں ہے بھاگی ظلمتِ وقتِ سحر سے پہلے
اُن کی نشانی ایک دردِ دہشتِ بیتی بیتی تھی۔ صوفی دلی محمد صاحب (ساکنِ مجیہ ضلع امرتسر) نے رشتہ، ہمگیری اور اخوتِ اسلامی کو آخرِ وقت تک استوار رکھا اور خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو صاحبِ اولاد کیا۔

ترادیح کے بیان میں قاری نیاز احمد کا کچھ ذکر آئے گا۔ رَحِمَهُ اللَّهُ وَرَحِمَ مَنْ رَبَّاهُ
فَأَحْسَنَ تَرْبِيَّتَهُ حَتَّى جَعَلَهُ اللَّهُ إِمَامًا لِلْمُتَّقِينَ، هِنِيئًا لَهُ ثُمَّ هِنِيئًا لَهُ.

دھوراجی کا ٹھیاوار کا سفر | حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس اللہ سرہ
الأقدس کے عرس شریف کے سلسلہ میں کاٹھیاواڑ سے
میں سرہند شریف جایا کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض افراد آپ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے

تھے۔ ۱۳۳۵ھ میں حاجی ہاشم حاجی دلی پسران حسن و اوجب سرہند شریف سے اول ماہ مبارک میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اذکی التحيات میں دلی آئے تورات کے نوبیجے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حاجی ہاشم نے کہا۔ میرے بچوں کی شادی ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہوگی۔ اس موقع پر آپ دھوراجی ایک ہفتہ کے واسطے تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس موسم میں ہم کوٹھ میں ہوں گے۔ ہمارا سفر دھوراجی کا کیسے ہوگا۔ حاجی ہاشم نے کہا۔ حضور! اس کا انتظام میں کروں گا۔ ان شاء اللہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ آپ نے ان کی محبت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ان کی دعوت قبول فرمائی۔ حاجی ہاشم اور حاجی دلی کو آپ سے صرف محبت تھی۔ مرید اوروں کے تھے۔

حاجی ہاشم نے تین سمجھ دار افراد کو ۴ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم پنجشنبہ کوٹھ بھیجا۔ اور انھوں نے صفر کا بندوبست کیا اور خیر سے آپ دوشنبہ ۸ صفر کو کوٹھ سے روانہ ہوئے۔ ۹ کو بعد مغرب لاہور پہنچے اور ایک شب اچھرہ میں قیام فرما کر دس صفر کو دلی روانہ ہوئے اور پنجشنبہ ۱۱ صفر ۱۳ اکتوبر کو دلی پہنچے۔ دودن دلی میں قیام رہا۔ پانی پت سے ہمیشہ صاحبہ اور نواب زادہ صاحب اور میرٹھ سے حافظ اشفاق الہی آئے۔ دلی سے مولوی بخش اللہ ساتھ ہوئے۔ دوپٹھان بھی ساتھ تھے۔ ان سب کا انتظام سفر میمنوں نے کیا۔ شنبہ ۱۳ صفر (۱۵ اکتوبر) کو بعد مغرب دلی سے روانہ ہو کر دوشنبہ ۱۵ صفر (۱۷ اکتوبر) کو دن کے دس بجے دھوراجی پہنچے۔

یوم مشہور دھوراجی پہنچنے سے پانچ سات ایشین پہلے سے میمنوں کا ہجوم شروع ہوا۔ تمام ریل ایسی بھری کہ کسی کا ہلنا مشکل ہو گیا۔ ہم تینوں بھائی جس ڈبے میں تھے جب وہ بھر گیا تو ہم تینوں آپ کے ڈبے میں آ گئے۔ وہاں یہ تماشہ دیکھا کہ حضرت والدہ صاحبہ و ہمیشہ گان ایک کونے میں بیٹھی ہوئی بیٹھی ہیں اور میمن آپ کو گھیرے میں لے بیٹھے ہیں۔ کوئی آپ کے ہاتھ چوم رہا ہے اور کوئی آپ کو دبا رہا ہے۔ غرض ہر ایک اپنی نیاز مندی کا اظہار کر رہا ہے۔ لوگوں کی کثرت اور ریل کی چھت پر ان کے بیٹھ جانے کی وجہ سے ریل بھی آہستہ چل رہی تھی۔ دھوراجی پر غلطی خدا کا جواز دام تھا اس نے میزبانوں کو پریشان کر دیا۔ آپ کو موٹر تک پہنچانا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ آپ کہیں ہم کہیں، رفقار کہیں اس عاجز کو چند افراد گھیرے ہوئے تھے اور ہزار دقت آپ کی موٹر تک لے گئے۔ لوگ کہتے تھے کہ ایک لاکھ سے زائد افراد کا مجمع تھا۔ ایشین سے قیام گاہ تک سارے راستے موٹر پر پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ اور کوئی اپنے شوق میں دام و درم نہ بچھا کر رہا تھا۔

حاجی ہاشم نے آپ کے واسطے بہت بڑا دو منزلہ عمدہ مکان مہیا کیا تھا۔ نیچے کی منزل میں ایک باورچی خانہ تھا وہاں آپ کے اور آپ کے تمام رفقاء کے کھانے اور چائے کا بندوبست ہوتا تھا۔ ایک بڑا کمرہ تھا وہ آپ کی بیٹھک تھی۔ چار باغ کرے رفقاء کے لئے تھے اور اوپر کی منزل آپ کی رہائش کے لئے۔ باغچہ آدمی کام کرنے والے اور ایک منظم رات دن رہتے تھے۔

محفل نکاح عقد نکاح کی محفل منعقد ہونے کے لئے ایک بہت بڑا پنڈال بنایا تھا اور طرح طرح سے اس کو آراستہ و سیراستہ کیا تھا۔ ایک طرف بڑا تخت بچھایا تھا۔ اس پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ کے تخت کے سامنے تقریباً دس گز کے فاصلہ پر عروسان کے واسطے نشست گاہ بنائی تھی جس کی بلندی آپ کے تخت سے کم تھی۔ حاجی ہاشم کے دو بیٹوں اور غالباً دو ہی بیٹیوں کی شادی تھی۔ قاضی نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔ آپ نے دعائے خیر کی۔ پھر چودھری عبدالغنی نے آپ کی خدمت میں آٹھ ہزار روپے حاجی ہاشم کی طرف سے پیش کیا اور عرض کی کہ باغ ہزار آپ کی نذر ہے اور ایک ایک ہزار تینوں صاحبزادوں کی۔ پھر چودھری عبدالغنی نے اعلان کیا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر سنگ مرمر کا عالی شان گنبد بنوایا جائے گا۔ سر دست اس کے واسطے پچاس ہزار روپیہ اور آپ کی درگاہ کے دروازے کے واسطے سر دست پچیس ہزار روپیہ حاجی ہاشم نے پیش کیا ہے۔ اگر مزید روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی دیں گے اور دھوراجی میں ایک مسافر خانہ کے واسطے پچاس ہزار کا اور یتیم خانہ اور بعض مساجد شریفہ کے واسطے پچیس ہزار روپے کا اعلان کیا۔ حاجی ہاشم نے گنبد شریف پر ایک لاکھ روپے کے قریب خرچ کیا۔ اور دروازے پر بھی زائد رقم صرف ہوئی۔ جزاء اللہ فی الدارین خیراً۔

شیخ عیسیٰ منظر آپ حضرت شاہ محمد منظر کے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو کہ حضرت سیدی الوالد کے حقیقی عم اصغر تھے۔ ان کی وفات ۱۱۳۸ھ میں ہوئی اور اس وقت شیخ عیسیٰ دودھ پیتے تھے۔ آپ ۱۱۳۸ھ کے اواخر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت شیخ عیسیٰ کو خور و مالی میں دیکھا تھا۔ اب پینتیس سال کے بعد دھوراجی میں ملاقات ہوئی اور آپ بہت خوش ہوئے شیخ عیسیٰ کا قیام جامع مسجد کے عمدہ حجرے میں تھا۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ صاحبزادوں کو اجازت دیں کہ وہ مجھ سے آکر ملیں۔ آپ نے خوشی سے ہم تینوں بھائیوں کو اجازت دی اور فرمایا۔ ”یہ تمہارے چچا ہیں ان سے جا کر ملو“ چنانچہ دوسرے دن ہم تینوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے نفیس سبز چائے بنائی اور عمدہ بلوری پیالیوں میں پلائی۔ تقریباً دو سال کی

عمر پاکر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رَحِمَهُ اللہُ ذَرِیَّتِیْ غُثَّہ۔ اولاد کو رو نہ تھی۔ دو تین صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بعافیت رکھے۔

جیت پور کا سفر | جیت پور دھوراجی سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے لوگوں کے اصرار پر ایک رات کے لئے آپ اور ہم سب موٹر کاروں میں جیت پور گئے۔ وہاں

ندی کنارے عمدہ کوٹھی میں قیام ہوا۔ ندی پتھر پر حصہ میں بہہ رہی تھی۔ پانی نہایت صاف اور عمدہ تھا۔ رات کو اس پُر فضا مقام میں رہے۔ جب صبح سویرے آنکھ کھلی تو آپ کو ندی کی طرف سے آتا دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ بچو جاؤ و صنو کرو دیکھو ہم ندی پر سے آرہے ہیں۔ چنانچہ ہم تینوں وضو کر کے آئے۔ دو تین افراد اور بھی تھے۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ قیَا اللہُ مِنْ لَذَّةِ الصَّلَاةِ وَطِیْبِ الْهَوَاءِ وَحَسَنِ الْمَنْظَرِ۔ نماز کی حلاوت اور ہوا کی لطافت اور منظر کی شائستگی کا کیا کہنا۔

دلی کو مراجعت | آپ دھوراجی سے دو شنبہ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو روانہ ہوئے۔ آپ کی روانگی کا منظر رقت طاری کرنے والا تھا۔

خلقِ خدا متأسف تھی۔ کوئی رو رہا تھا۔ کوئی ریل کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ ریل بھی بہت آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ جب تک پلیٹ فارم گزر نہ گیا آہ و بکا کی آوازیں آتی رہیں۔

راجہ کی دعوت | دھوراجی سے چارپانچ اسٹیشن ریل چلی تھی کہ ایک اسٹیشن پر ایک فوجی دستہ کھڑا ملا۔ اس دستہ نے آپ کو سلامی دی اور پھر ایک جوان خوش قامت و

خوش لباس آپ کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ایک افسر تھا۔ دونوں نے آپ کو سلام کیا اور افسر نے آپ سے کہا کہ یہ (نوجوان) راجہ صاحب کے دلی عہد ہیں۔ ان کو راجہ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ راجہ صاحب کی دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے نوجوان سے فرمایا کہ راجہ

صاحب سے آپ ہمارا سلام کہہ دیں۔ آپ دیکھیں کہ ہمارے ساتھ بیوی بچے ہیں اور دلی تک یہ

ڈبہ ریز رو ہے۔ اس صورت میں ہم کس طرح ٹھہر سکتے ہیں۔ اگر راجہ صاحب دھوراجی پیغام بھیجتے تو ہم وہاں سے ایک دن کے واسطے آجاتے۔ آپ نے یہ بات غالباً اس لئے فرمائی کہ ولیعہد نے

آپ سے کہا تھا کہ میرے والد بیمار ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی زیارت کر لیں۔ آپ کے جواب کو سن کر ولیعہد نے آپ سے مصافحہ کیا۔ فوجی دستہ نے سلامی دی اور آپ کی ریل روانہ ہوئی۔

دوسرے دن آپ خیر سے دلی پہنچے۔

اس ریاست کا نام غالباً دیر پور تھا۔

پانی پت کا سفر

غلام اکبر آپ کے پاس حضرت شرف الدین قلندر پانی پتی قدس سرہ کا پیام لائے کہ "خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیج دیتے ہیں" یہ سن کر آپ عین دن کے واسطے اور آخر ماہ ربیع الاول میں پانی پت تشریف لے گئے۔ وہاں آپ مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے اور تبرکات کی زیارت کی۔ تبرکات میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی کلاہ و تسبیح اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کی ٹوپی اور وہ کرتہ جس میں آپ زخمی ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ کے تحریر کردہ خطوط شامل ہیں۔ آپ کا قیام نواب زادہ فاخر احمد خاں کے مکان میں تھا۔ یہ مکان حضرت قاضی ثناء اللہ کا ہے اور انہی کے وقت کا بنا ہوا ہے۔ ۱۲۷۲ھ میں آپ کے جد امجد ذرہ اسماعیل خاں جاتے وقت جب پانی پت پہنچے تھے تو حضرت قاضی صاحب کے احفاد و ابنائ الاحفاد نے آپ کو اسی مکان میں ٹھہرایا تھا۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر اس وقت دو سال کی تھی۔ اب جب آپ اس مکان میں داخل ہوئے تو آپ نے غور سے مکان کو دیکھا اور فرمایا: "ہمارے بڑے حضرت (جد امجد) یہاں ٹھہرے تھے۔ اور ہم کو یاد ہے۔"

سعد آباد کا سفر

سعد آباد ضلع آگرہ کے رئیس لطافت علی خاں آپ سے بیعت تھے ان کو آپ سے حقیقی محبت تھی۔ ۱۳۳۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ مرنے سے کچھ پہلے انہوں نے اپنے فرزند کرامت علی خاں سے کہا۔ تم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا اور جس طرح ہو سکے ان کو ایک مرتبہ یہاں لانا۔ اگر میرے مرقد پر ان کی نظر پڑ جائے ان شاء اللہ میرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ کرامت علی خاں ۱۳۳۳ھ کی محفل مبارک میلاد شریف میں حاضر ہوئے۔ آپ ان ہی دنوں دھوراجی سے تشریف لائے تھے۔ کرامت علی خاں نے اپنی خواہش کا بیان چودہری مولاداد خان خورجوی سے کیا۔ اور پھر سعد آباد سے ایک عریفہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے حسب معمول حلقہ کے وقت اس کا ذکر مخلصین سے کیا۔ چودہری مولاداد خان نے عرض کی کہ وہاں جانے سے ان شاء اللہ حضور کی طبیعت خوش ہوگی۔ چنانچہ آپ نے قصد فرمایا۔ اور سید امجد علی شاہ سردھنوی چودہری مولاداد خان خورجوی، مولوی سردار احمد وکیل مجددی رامپوری، صاحبزادہ سعید الزبیر مجددی ساکن مغل پورہ دہلی، مولوی بخش اللہ دہلوی، رتن لال ساکن دریہ خور دہلی سے ساتھ چلنے کو فرمایا۔ تین پٹھان اور گھر کی ایک خادمہ اور اہل و عیال کو بھی ساتھ لیا۔ اور دو شنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۲۲ء کو دن کے گیارہ بجے ریل سے روانہ ہوئے اور عصر کو سعد آباد پہنچے۔

جس وقت دلی سے ریل روانہ ہوئی تو آپ نے ہم بچوں سے فرمایا: "تم شعر بازی کرو" چونکہ ہم بھائی اسیانا آپ کے سامنے شعر بازی کیا کرتے تھے اور حضرت برادر کلان ایک طرف اور یہ عاجز دوسری طرف ہوتا تھا۔ اور افغانستان کے علماء میں سے کچھ ان کی طرف اور کچھ اس عاجز کی طرف ہوا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ مولوی سردار احمد مجددی اور سعید الزبیر مجددی میں سے ایک ایک طرف اور ایک دوسری طرف ہو جائے۔ چنانچہ شعر بازی ہوئی اور ایک موقع ایسا آیا کہ حرف طایں ایک فریق اٹک گیا۔ آپ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ کسی کے ساتھ نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ استماع فرماتے رہتے تھے اسیانا بہ وقت عجز مغلوب کی مدد فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ نے مغلوب کی مدد فرمائی اور آپ نے عربی کا یہ شعر پڑھا جو کہ اُسی وقت آپ نے نظم فرمایا۔

طَلَّ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ خَيْرُ الْوَدَىٰ صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ مَا سَايَا مَنَىٰ

یعنی حضرت محمد ﷺ اور اللہ کے نبی بہترین خلایق ہیں۔ جب تک کوئی چلنے والا چلتا رہے اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اُن پر نازل فرماتا رہے۔ یعنی قیامت تک اللہ کی رحمتیں ان پر متواتر نازل ہوتی رہیں۔

سعد آباد سعد آباد مختصر بستی ہے۔ بستی کے کنارے پر کرامت علی خان کی کوٹھی واقع ہے۔ کوٹھی دو منزلہ ہے۔ لیکن اس طریقہ سے بنائی ہے۔ کہ محسوس ہوتا ہے، وہ پہلی منزل ہے۔ زمین کے ایک بڑے حصہ کو مستف کر دیا ہے۔ اور اس پر کوٹھی بنائی ہے۔ بڑے بڑے شاندار کمرے ہیں۔ دونوں طرف عمدہ دالان ہیں۔ شمال کی طرف کوٹھی کا خوب صورت باغیچہ ہے۔ اور جنوب کی طرف کوٹھی کی پہلی منزل کا صحن ہے۔ کوٹھی کا ایک حصہ مردانہ دوسرا حصہ زنانہ ہے۔ جس کمرے میں آپ کے واسطے فرش کیا تھا وہ شرقاً غرباً آٹھ نوگز اور شمالاً جنوباً چھ گز کا ہوگا۔ آٹھ دن آپ کا قیام وہاں رہا۔ کرامت علی خان نے آپ کی خدمت و مدارات کرنے میں مدد کردی تھی۔ آپ کے پہنچنے پر رات کو آتش بازی چھوڑی اور ایک خادم کی طرح رات دن خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ہر وقت خائف رہتے تھے۔ چودھری مولاداد خان کے ہونے کی وجہ سے ان کو بہت سکون حاصل ہو گیا تھا۔

لطافت علی خان کی قبر ان کے پدر بزرگوار کی قبر پائین باغ میں تھی۔ کرامت علی خان نے چودھری مولاداد خان سے کہا۔ کہ آپ کسی طرح سے حضرت

صاحب کو قبر تک لے جانے کی کوشش کریں۔ چودھری صاحب نہایت سمجھدار اور آپ کے طبیعت شناس تھے۔ آپ صبح کو دس بجے اپنے کمرے باہر تشریف لائے تو کوٹھی کے حصوں کو ملاحظہ فرمایا۔ پائین باغ پر نظر پڑی۔ فرمایا۔ یہ باغ ہے؟ چودھری صاحب نے کہا۔ جی ہاں خوبصورت باغ ہے۔ اگر آپ تفریح فرمائیں تو مناسب ہے۔ چنانچہ آپ باغ کی سیر کو روانہ ہوئے۔ چودھری صاحب اُس راستہ سے آپ کو لے گئے جہاں لطافت علی خان کی قبر تھی۔ جب آپ قبر کے قریب پہنچے تو کسی نے آپ کو متوجہ کیا۔ آپ نے مبارک سراٹھا کر فرمایا۔ کیا ہے۔ چودھری صاحب نے عرض کی حضور یہ لطافت علی خان کی قبر ہے۔ پہلے آپ نے قبر پر نظر ڈالی۔ پھر آپ نے کھڑے کھڑے سلام مسنون اور فاتحہ پڑھی اور پھر دعائے مغفرت فرمائی۔

بر سر خاک مایا نغمہ عشق راسرا
کز جذباتِ شوق تو نعرہ ز خاک بر زم

بعد ہزار سال اگر بر قبرم گزر کنی
مشک شود غبارِ من روح شود ہر تنم

(ہماری قبر پر آ عشق کا نغمہ گاتا کہ تیرے عشق کے جذبات کی وجہ سے قبر میں نعرہ لگاؤں

ایک ہزار سال کے بعد بھی اگر تو قبر پر سے گذرے میری مٹی مشک بن جائے میرا جسم روح بن جائے)

وہ پُر نضا مقام وہ سکوت کا عالم اور بلا کا وہ بے نیاز میں آپ کی وہ نیاز مندی۔ حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔ اور اُن کے دلوں میں یَا لَیثِنِی کُنْتُ مَکَاخَہُ وَفَلْتُ مَافَا لَہُ (اے کاش میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ سب کچھ جو ان کو ملا ہے مجھ کو ملتا) کی ٹرپ موجیں مارنے لگی۔ رَحْمَہُ اللہُ وَغَفْرَہُ۔ (اللہ ان پر رحم کرے اور ان کی مغفرت فرمائے)

آگرہ کی سیر | کرامت علی خان نے تین موٹر کاروں کا بندوبست کیا۔ ایک میں مستورات اور دُویں آپ اور ہم تینوں بھائی اور رفقا اور خود کرامت علی خان۔ چار شنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۸۸ دسمبر کو صبح روانگی ہوئی۔ تاج محل اور سکندرہ دیکھنے کے بعد حضرت ابوالفضلِ قدس سرہ کے مزار شریف پر آپ حاضر ہوئے۔ وہاں سناٹا تھا۔ مجاوروں اور خدام میں سے کوئی نہ تھا۔ آپ نے چودھری مولاداد خاں وغیرہ سے فرمایا: کیا بات ہے حضرت نے ہماری خاطر نہیں کی؟ چودھری صاحب اور کرامت علی خاں وغیرہ ہاتھ پر ہاتھ ہوئے۔ آپ خاموش بیٹھے رہے۔ بہت ہی کم وقت گزرا تھا کہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی اور تقریباً پچاس ساٹھ افراد اکٹھے ہو گئے۔ مسرت آمیز لہجہ میں آپ نے فرمایا: دیکھو اب حضرت نے ہماری خاطر کی ہے؟ اور آپ عصر تک وہاں سے سعد آباد کو روانہ ہوئے۔

محفل مبارک میلاد شریف

کرامت علی خاں نے آگرہ سے میلاد خوانوں کو بلایا اور جمعہ کا دن تمام کر کے شب جمعہ کو بعد عشاء مبارک محفل منعقد ہوئی۔ شرکاء میں آپ اور ہم تین بھائی، چودھری مولاداد خاں، مولوی سردار احمد وکیل، صاحبزادہ سید زبیر، مولوی بخش اللہ، رتن لال، کرامت علی خاں اور ان کے تین رفقاء اور دو تین نفر میلاد خواں۔ اور پس پردہ متصل کمرے میں مستورات تھیں۔

میلاد خوانوں نے اچھے پیرائے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک احوال بیان کئے۔ آپ نہایت ادب سے دو زانو، جنوب رویہ سر جھکائے، آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ اس وقت آپ کے مبارک بدن کا ایک حصہ بھی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ کَانَ عَلٰی لَاسِهِ الطَّنِيْزُ کی کیفیت ظاہر باہر تھی۔ جس وقت حضرت محبوب کبریا بِأَنْفُسِنَا هُوَ وَبِأَبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَأَوْلَادِنَا صَلَوَاتُ اللَّهِ وَتَسْلِيْمَاتُهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ تَبِعَهُ وَآخِيَّتُهُ کی ولادت شریفہ کا ذکر مبارک ہوا۔ سب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کرامت علی خاں کے رفیق نے گلاب پاشی کی۔ سب کے عطر لگایا۔ بچہ میں عود ڈالا، اگر کی بتیاں سُلگائیں اور میلاد خوانوں نے اس مقدس جناب میں سلام پیش کیا۔

بِجَزَائِهِمُ اللَّهُ خَيْرًا لِّجَزَاءٍ وَرَحْمَةً لَهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَحَشَرَهُمْ مَعَ مَنْ أَحَبَّهُمْ۔

آپ کی بے خودی

جس وقت میلاد خواں ہدیہ سلام پیش کر رہے تھے آپ پر بخودی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا۔ ہاتھ ناف پر بندھے ہوئے تھے۔ بے اختیاری کے عالم میں آپ کے قدم حرکت کر رہے تھے اور آپ کا رخ قبلہ کی طرف ہو چلا تھا۔ اگرچہ اس وقت سب پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک کیفیت طاری تھی لیکن آپ کی بے خودی و پاکوبی نے سب کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا۔ مولوی سردار احمد چودھری مولاداد خاں، حضرت برادر کلاں اور کرامت علی خاں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ان لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ گرنے پڑیں۔ جب اس کیفیت نے طول پکڑا تو مولوی سردار احمد نے میلاد خوانوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ بیٹھے اور خاصی دیر تک ایک خاص کیفیت میں رہے۔

بے خبر بودہ ز اخبارِ عیاں با خبر بودہ ز اسرارِ جہاں

افسوس صد افسوس کہ ایسی مجلی و مزنی و مطہر محفل مبارک کو حجاب علم نے بعض افراد کی نظر میں جامہ قبح پہنا دیا ہے۔ اور دنیا بھر کی خرابیاں اُن کو اس مبارک محفل میں نظر آنے لگی ہیں۔ ع

چوں نہ دیدند حقیقت رو افسانہ زدند

منج کو کرامت علی خاں وغیرہ سے میلاد خواں کہہ رہے تھے۔ ہم نے محافل عمومیہ و خصوصیتہ میں مولود شریف مدۃ العمر بڑھا لیکن جن کیفیات کا ظہور رات کو ہوا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ جو بخودی آپ پر اس رات طاری ہوئی تھی مدۃ العمر کبھی اس عاجز نے آپ کو ایسے احوال میں نہیں دیکھا۔

شکار و مراجعت دلی | حضرت برادرِ کلاں کو شکار کا شوق تھا۔ وہ اپنی بندوق ساتھ لے کر دوشنبہ ۲ جمادی الاولیٰ پہلی جنوری کو کرامت علی خاں کے عزیز تحصیل علی خاں اور ان کے بیٹے تحسین علی خاں ان کو شکار کے واسطے لے گئے لیکن شکار نہ ملا اور شام تک واپسی ہوئی۔

دوشنبہ ۳ جمادی الاولیٰ، دوم جنوری تقریباً ایک بجے اسٹیشن کو روانہ ہوئے۔ تھوڑی دُور جانا ہوا تھا کہ پانچ چھ ہرن ایک کھیت میں نظر آ گئے۔ حضرت برادرِ کلاں اور سید امجد علی شاہ اپنی اپنی بندوق لے کر اترے۔ آپ ہرنوں کو اور ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں دو طرف بٹ گئے۔ اور اتفاق سے ہرن دوڑ کر حضرت برادرِ کلاں کی طرف گئے اور انھوں نے ایک ہرن مار لیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس ہرن کو دلی لے چلو۔ سواتین بجے ریل آئی اور اس سے دلی کو روانہ ہوئے۔ ساڑھے آٹھ بجے خیر سے دلی پہنچے۔

کرامت علی خاں نے آپ کے روانہ ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں دو ہزار روپیہ نذر پیش کیا۔ اس تفصیل سے کہ ایک ہزار آپ کی نذر۔ دوسو حضرت والدہ صاحبہ کی۔ تین سو تینوں بہنوں کی۔ ساڑھے چار سو ہم تینوں بھائیوں کی اور پچاس آپ کی نواسی محمدی کی اور مولوی سردار احمد اور سیدالزبیر کو پچاس پچاس اور تینوں افاغہ کو بیس بیس اور بڑی بی کو پانچ اور مولوی بخش اللہ کو پچیس دیئے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ اَعْلٰی

کوئٹہ کا آخری سفر | چار شنبہ ۲۹ رجب کا دن تمام کر کے شبِ نیشنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء رات کے نو بجے آپ لاہور کو روانہ ہوئے۔ ایک رات اجھرہ میں قیام فرما کر جمعہ ۲ شعبان، ۳۱ مارچ کو لاہور سے کوئٹہ روانہ ہوئے اور خیر سے پہلی اپریل کو کوئٹہ پہنچے۔

ترادج حافظ نور محمد صاحب نے پڑھائی۔ یہ ضلع میانوالی کے رہنے والے تھے۔ دو سال سے

اس عاجز اور برادرِ خور و حضرت سالم ابوالسعد صاحب کو کلامِ پاک الہی حفظ کرانے پر مقرر تھے۔ آپ کے مخارج بہت اچھے تھے۔ سادے طریقہ پر روانی سے تلاوت فرماتے تھے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَآذِ حَلَدُ
فِي دَارِ النِّعَمِ۔

حضرت والدہ صاحبہ کی علالت | کوئٹہ پہنچنے پر حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ آپ کے آخری ایام تک تک جاری رہا۔ ابتدا میں ”زنانہ مشن اسپتال“ کی بڑی ڈاکٹر فی روز آتی رہیں اور علاج ہوتا رہا۔ لیکن مرض میں تخفیف نہ ہوئی اور خطرناک حالت پیدا ہو گئی۔ ڈاکٹر فی اُن کو اسپتال لے گئیں۔ چونکہ وہ زنانہ اسپتال تھا اس لئے ملاقات کے لئے یہ صورت رکھی کہ اتوار کے دن دس بجے اُن کے معائنہ کرنے والے کمرے میں نرسیں حضرت والدہ صاحبہ کا پلنگ لے آتی تھیں اور آپ اور ہم تینوں بھائی ان کو دیکھنے جاتے تھے۔ ڈاکٹر فی نے تاکید سے کہا تھا کہ کوئی بات ایسی نہ کہی جائے جس سے مریضہ کو رنج ہو۔ لہذا آپ خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ کی خواہش پر ہمیشہ گان چائے بنا کر لاتی تھیں۔ آپ اور ہم تینوں بھائی وہاں چائے پیتے تھے۔

حضرت والدہ صاحبہ نے آپ سے کہا۔ مجھ میں بیٹھنے اور حرکت کرنے کی طاقت نہیں ہے نماز ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ لیٹے لیٹے تیمم کر کے اشارے سے نماز پڑھ لیا کرو۔

ہمیشہ کلاں کا مرض چشم | حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ جاری تھا کہ جناب بڑی آپا صدیقی صاحبہ کی آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی۔ ڈاکٹر فی نے ہر چند علاج کیا فائدہ نہ ہوا بلکہ بینائی زائل ہونے کا خطرہ ہو گیا۔ آپ نے حکیم محمد شفیع مشہور معالج چشم ساکن پہاڑ گنج دتی کو بلوایا۔ وہ تقریباً دو ماہ کوئٹہ میں رہے اور پھر آپ کے ساتھ دتی آئے۔ اُن کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے جناب بڑی ہمیشہ صاحبہ کو شفا دی۔

حضرت برادرِ کلاں کا عقد نکاح | حضرت والدہ صاحبہ کی حالت نازک تھی۔ بظاہر احوال اُمید حیات نہ رہی تھی۔ انھوں نے فرمایا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی بہو کو دیکھ لوں۔ اگرچہ آپ کی طبیعت پر حضرت والدہ صاحبہ اور ہمیشہ محترمہ کی علالت کا بہت اثر تھا اور خود آپ بھی ایک ہفتہ علیل ہو گئے تھے لیکن حضرت والدہ صاحبہ کی خواہش کو رد نہ فرمایا اور اجازت دیدی کہ جہاں ان کی مرضی ہو شادی کر دیں۔

حضرت والدہ صاحبہ نے ایک سال پہلے حضرت نور قوم نیازی ساکن اَرغسان افغانستان

کی بڑی بیٹی آمنہ صاحبہ کو حضرت برادر کلاں کے واسطے پسند فرمایا تھا۔ اور حضرت سیدی الوالد سے اجازت حاصل کر کے ایک انگوٹھی اور دو مال دہن کے واسطے ارسال کیا تھا۔ اُن دنوں حضرت نور مع اہل و عیال کوڑہ میں تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے نابالغ پینچنہ ۲۳ رزی الحجہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۱۲ء مقرر فرمائی۔ اور اُس دن مغرب کے بعد حضرت سیدی الوالد نے نکاح باندھا اور خیر و خوبی سے یکام ہوا۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ جاری تھا اس لئے بہت سادہ طریقہ سے یہ کار خیر ہوا۔ دلی سے دو تین افراد میرٹھ سے حافظ اشفاق الہی اور اچھرہ لاہور سے میاں قمر الدین و برکت علی آئے۔ کھانے اور ولیمہ کا انتظام آپ نے میاں قمر الدین کے سپرد کیا تھا۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ نہایت کمزور تھیں ٹو اکڑنی نے صرف دو رات کے واسطے گھر آنے دیا۔ ایک نرس ساتھ کر دی۔

جب سے حضرت والدہ صاحبہ محترمہ کی علالت شروع ہوئی تھی آپ کی صحت **آپ کی پڑمردگی** پر بڑا اثر پڑنے لگا تھا۔ آپ نے ایک دن مخلصین سے فرمایا: آج کل مسلمان مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہ سب ہماری بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ ہم کو اس کا صدمہ ہے جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے ہم کو جزع و فزع کی عادت نہیں ہے۔ ہمارے اعضاء رئیسہ پر اثر پڑتا ہے اور صحت میں فرق آتا ہے آپ نے ہم تینوں بھائیوں سے فرمایا: اپنی اماں کی صحت یا بی کے واسطے ہر نماز فرض کے بعد تسبیح تین مرتبہ رَبِّ اِنِّیْ مَسْئِیْ الضُّلَّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (اے خدا میں مصیبت میں ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے) پڑھا کرو۔ اور آپ نے عربی کے یہ دو شعر کہے۔

یَا رَبِّ عَافِیَّةً لِّاَحْمَدٍ یُّلَیْلِ

وَبِاَسْمِ الْعَظَمِیِّ بِکُلِّ شَیْءٍ اَتٰی

(اے خدا ہم بلال کی والدہ کے لئے صحت چاہتے ہیں آنحضور اور صحابہ اور اولاد کے طفیل

اور اسم اعظم کے ذریعہ اور ہر اُس نام کے طفیل جو قرآن پاک میں اللہ کا آیا ہے۔)

تولہ باغ آپ نے سریاب روڈ پر کوڑہ سے چار میل کے فاصلہ پر حکیم تولہ کے باغ کو تفریح کے واسطے پسند کیا۔ یہ باغ پانی کے خشک ہو جانے کی وجہ سے اُجڑ گیا تھا اکثر درخت خشک ہو گئے تھے ہتھی کی چار دیواری بھی کہیں سے سالم کہیں سے شکست تھی۔ حکیم تولہ قندھار کے ہندو تھے۔ وہ مر گئے تھے۔ اُن کی اولاد کے پاس آپ نے آدمی بھیجا اور باغ میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے بہ خوشی

اسے یہ تاریخ از روئے حافظ عاجز نے لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دو دن کا فرق ہو۔ اس عاجز نے حضرت برادر کلاں سے دریافت کیا تھا اُن کو بھی صحیح تاریخ یاد نہیں رہی تھی۔

اجازت دی اور کہا یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت صاحب وہاں تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ اس باغ کو جایا کرتے تھے اور مغرب کی نماز وہاں پڑھ کر مراجعت فرماتے تھے۔

بعض اشعار کا پڑھنا | اس خشک اور آجڑے ہوئے باغ میں دو سال آپ تشریف لے گئے اور آپ کو نہایت سکون ملا۔ ایک صبح مغرب کی نماز کے بعد آپ نے اپنے

حضرت والد قدس سرہ کے بتیک رنجہ کے دو بند نہایت عاجزی سے پڑھے۔ اُس وقت جن کیفیات کا ظہور ہوا اس کے بیان سے یہ عاجز قاصر ہے۔ یہ بند حضرت جد امجد کے اردو کلام میں عاجز لکھ چکا ہے۔ ایک دن آپ نے اپنے مشفق استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمن ردو لوی قدس سرہ کے خمسہ کے دو بند ایک خاص کیفیت سے پڑھے۔ حضرت مولانا نے امام شہید کی غزل پر مصرع لگا کر خمسہ کیا ہے۔ وہ دو بند یہ ہیں:-

محرّم نہ تھے کوچہ جاناں میں گزر سے حاضر در دولت پہ ہوا کرتے تھے سر سے
خوننا بہ فشاں رہتے ہیں اب دیدہ تر سے قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی لظت سے
ہم دیکھتے ہیں اُن کو جو دیکھ آئے مدینہ

۱۔ اِنِّیْ لَیَحْبِیْبُ وَاَرٰی الشَّوْقَ شَدِیْدًا مَنْ یَّدُنْ مِنْ النُّحْبِ یَرِ الصَّبْرَ بَعِیْدًا
۲۔ لَا سَلْوَةَ بَلْ اَطْلُبْ فِی الْوَصْلِ مَرْنَدًا اب خواب سے تسکین نہیں ہوتی ہے شہیدا
بیداری میں مولانا مجھے دکھلائے مدینہ

۱۔ میں عاشق ہوں اور عشق سخت ہے۔ جو محبت کے قریب ہو جاتا ہے وہ صبر کو بعید سمجھتا ہے۔
۲۔ بے نیازی نہیں ہے بلکہ میں مزید وصل چاہتا ہوں۔

آپ کے تین شعر | ایک دن ایسی ہی کیفیات اور حالت میں آپ نے غی البدیہ یہ تین شعر کہے:-

۱۔ امام اہل دینی یا محمد سراج المرسلینی یا محمد
۲۔ طواف می کند اہل مساوات تو بر رُوئے زمینی یا محمد
۳۔ بہ درگاہت نیاز اہل عالم تو بے شک نازینی یا محمد

۱۔ اے محمد آپ دینداروں کے امام ہیں۔ اے محمد آپ رسولوں کے چراغ ہیں۔

۲۔ آسمان والے آپ کا طواف کرتے ہیں اور آپ زمین پر ہیں اے محمد!

۳۔ تمام جہان لوں کو آپ کی درگاہ سے نیاز مندی ہے اے محمد آپ بے شک نازین ہیں۔

جس وقت آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنے مبارک ہاتھوں کو آگے کی طرف بڑھا کر اشارہ فرما رہے تھے محسوس ہو رہا تھا کہ مجاہدات مرقع ہو گئے ہیں اور آپ بارگاہ نبوی میں بالمواجہہ عرض کر رہے ہیں۔ ان ہی کیفیات کا ظہور ہو رہا ہے۔ ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا: زیر ایک چھوٹی بیاض اور قلم رکھا کرو۔ جو اشعار سنو ان کو لکھ دیا کرو۔ چنانچہ وہ چھوٹی بیاض اس وقت سامنے ہے اور عاجز اس میں سے یہ اشعار لکھ رہا ہے۔

وہ خشک اور کسے بے آب باغ جہاں جوا کے جھونکے کے ساتھ گزرد کا آنا لازمی تھا آپ کے لئے جانے مسرت بنا ہوا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک آپ مصروف ذکر و مراقبہ رہتے تھے اور مغرب کی نماز کے بعد ہم تینوں بھائی اور ہمارے استاد جناب ملا امان اشاد ملا منظر و ملا صاحب خاں و ملا نیک نظر آپ کی خدمت میں بیٹھتے تھے اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے تھے۔ ایک دن آپ نے درج ذیل پانچ اشعار پڑھے اور پھر آپ نے اس عاجز سے فرمایا کہ اپنی بیاض پر لکھ لو۔ چنانچہ لائیں کی روشنی میں اس عاجز نے لکھ لئے۔

تالی جویں

- ۱۔ تالی جویں و خرقہ شین و آب شور سیارہ کلام و حدیث پیمبری
- ۲۔ ہم نسخہ دو چار ز علم کے نافع است در دین نہ لغو بوعلی و تراز عنصری
- ۳۔ تاریک کلبہ کہ پئے روشنی آن بیہودہ منتہی نہ برد شمع غاوری
- ۴۔ با یک دو آشتا کہ نیر زوبہ نیم جو در پیش چشم بمت شاں ملک سنجی
- ۵۔ ایں آن سادیت کہ حسرت برہراں جوئے تلج قیہ و ملک سکندری

- ۱۔ جو کی روٹی اور اون کی کھلی اور کھاری پانی، کلام اللہ کا سیارہ اور پیغمبر کی حدیث میں
 - ۲۔ نافع علم کے دو چار نسخے دین کے بارے میں۔ نہ بوعلی کی لغو باتیں نہ عنصری کی بکواس
 - ۳۔ اندھیری کوٹھی جس کی روشنی کے لئے مشرق کی شمع کا بیجا احسان نہیں جتا ہے
 - ۴۔ دو ایک دست کہ آدمی جوئی برابر بھی نہیں ہے انکی بمت کی آنکھ کے سامنے سنج کی سطلت
 - ۵۔ یہ وہ سعادت ہے کہ اس بد رنگ کہ تلج قیہ و ملک سسر کو تلاش کیے والا
- ایک دن آپ نے اپنے مشفق و مہربان استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمن رزوی رحمہ اللہ کے ذریعہ ذیل سات اشعار اس عاجز سے لکھوائے۔

حضرت مولانا کا قصیدہ

- ۱۔ اَلَا لَيْتَ شَغْرِي كَيْفَ يَصْعُقُ فُؤَادَ
- ۲۔ تَأَلَّقَ بَرَقٌ مِنْ جَنَى مَنْ هَوِيَّتُهُ
- ۳۔ وَمَعْدِرَةً مَسْتَى إِلَى مَنْ يَلُومُنِي
- ۴۔ اَتَحْسِبُ اَنَّ الصَّبَّ يَسْتَأْمِرُ الْجَحَى
- ۵۔ وَهَلْ يَسْتَخِيرُ الْمَرْءُ عِنْدَ اَرْحَامِهِ
- ۶۔ كَفَى شَرَفًا اَنِّي اَلُوذُ بِحَضْرَةِ
- ۷۔ هِيَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى لِمَنْ صَاقَ ذُرْعُهُ
- وَشَدَّ رَحَالَ الزَّائِرِينَ لَوَادِ
- فَلَمْ يَبْقَ لِي قَلْبًا اُكْلِفَ التَّشَادِ
- اِذَا طَارَ بِي شَوْقِي لِأَرْضِ سَعَادِ
- وَقَدْ قَادَهُ دَاعٍ وَاطْرَبَ حَادِ
- إِلَى خَيْرِ خَلْقِ اللَّهِ زَيْنِ الْعِبَادِ
- مُقَدَّ سَةِ الْأَعْتَابِ ثَابِتِ عِمَادِ
- هِيَ السَّنْدُ الْأَوْفَى عَلَيْهَا اِعْتِمَادِ

۱۔ کاش میں جان جا تا دل کیسے ہوش میں آئیگا۔ جبکہ زیارت کرنے والوں کی سواریاں وادی کی جانب پہنچ گئیں

۲۔ محبوبہ کے جنگل سے بجلی کوندی میرا دل باقی نہ رہا تو صبر کیسا؟

۳۔ جو مجھے ملامت کرتا ہے اس سے معذرت خواہ ہوں جب میرا شوق مجھے سعاد کی سرزمین کی طرف اڑا لیا

۴۔ کیا تو سمجھا ہے کہ عشق عقل سے مشورہ کرتا ہے جبکہ اسکی قیادت داعی کرے اور حدی خوان مست کرے۔

۵۔ اور کیا استخارہ کرتا ہے انسان اپنے کوچ کے وقت۔ خیر خلق اللہ بندوں کے لئے زینت کی جانب۔

۶۔ یہ شرف کافی ہے کہ میں ایسے دربار کی پناہ پکڑتا ہوں جو مقدس چوکھٹ والا اور ستون والا ہے۔

۷۔ جس کا دل تنگ ہو اُس کے لئے وہ مضبوط مقبض ہے وہ با وفا ٹیک ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے۔

ان دنوں اخبارات میں انور باشا کی شہادت کی خبر چھپی۔ کسی اخبار میں ان

غازی انور باشا کا نوٹ بھی خائع ہوا تھا۔ آپ تو لب باغ تشریف لے جا رہے تھے کہ ہم

بھائیوں میں سے کسی نے آپ کو یہ خبر سنائی اور وہ اخبار آپ کو دیا جس میں انور باشا کا عکس تھا۔

عکس کو دیکھ کر آپ زار و قطار رونے لگے اور بڑی دیر تک انور باشا اور حکومت ترکی کے واسطے

دُعائے خیر فرماتے رہے۔ انور باشا کی شہادت کا رنج آپ کو بہت ہوا۔ جب آپ کی دلی آمد ہوئی

اور غلام حیدر خاں سفیر کابل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے اس خبر کے

متعلق دریافت کیا۔ اور انھوں نے عرض کی کہ یہ خبر صحیح ہے۔ اور ان کی شہادت ہو گئی ہے۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ دَرَضِيَّ عَنْهُ۔

ملائیک نظر تتر کی

ملائیک نظر چھ ماہ تک جناب قاری ولی محمد صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے اور ان سے تجوید کا فن سیکھا تھا۔ جو شخص فن تجوید

سیکھتا تھا اور کلام الہی کو صحیح طور سے پڑھتا تھا۔ آپ اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک رات جب تولہ باغ سے آپ واپس آرہے تھے ملائیک نظر سے فرمایا۔ جو کہ ادھر کو چبان کے پاس بیٹھے تھے۔ تم نے ہمارے قاری صاحب سے مشق کی ہے، کچھ سناؤ۔ ملائیک نظر نے تلاوت شروع کی اور ہدیزگی سے دو تین آیات مبارکہ کی تلاوت کی۔ آپ نے اُن سے فرمایا: کیا بات ہے، یہ کس طرح پڑھ رہے ہو؟ انھوں نے کہا۔ حضور! کئی دن سے سینہ پر گرانی ہے۔ یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن صبح معمول جب ملائیک نظر کو چبان کے پاس بیٹھنے لگے آپ نے ان سے فرمایا۔ تمہارے سینہ میں گرانی ہے تم بھی کے آگے دوڑتے ہوئے چلو۔ چنانچہ ڈھائی میل تک وہ بھی کے آگے دوڑتے رہے اور پھر راستہ میں جنگل باغ کی طرف مڑ گئے۔ آپ تولہ باغ تشریف لے گئے۔ جب مغرب کی نماز سے فارغ ہو چکے تو ملائیک نظر پہنچے۔ اُن کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ نیک نظر کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا۔ حضور! مجھ کو بہت قے ہوئی اور بہت کچھ کالا کالامواد نکلا۔ یہ سُن کر آپ کی مبارک زبان سے نکلا۔ الحمد للہ۔ اور پھر آپ نے اُن سے فرمایا۔ ”اچھا۔ اب تم گھر جاؤ۔ ملائیک نظر بیان کرتے تھے کہ جو گرانی میرے سینہ میں تھی وہ بالکل زائل ہو گئی اور پھر میں نے وہ تکلیف محسوس نہیں کی۔ وہ بڑی محبت سے آپ کا ذکر کرتے تھے۔ اور رو کر آپ کے واسطے دُعا میں کیا کرتے تھے۔ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی۔

یہ واقعہ اور ایک روایت | ملائیک نظر کے واقعہ کو دیکھ کر اس عاجز کو وہ روایت یاد آجاتی ہے جس کو علماءِ سیر نے احمد داری، طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا۔ ایک عورت اپنے بچہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لائی اور اس نے کہا کہ اس بچہ پر کھانے کے وقت دیوانگی کا دورہ پڑتا ہے۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ بچہ کے سینہ پر پھیرا۔ بچہ نے قے کی اور اس کے پیٹ میں سے ایک کالا کیرا پٹے کی شکل کا نکلا اور بچہ کا مرض جاتا رہا۔

ملا عبدالحنان شہرکی | ملا عبدالحنان ذہین اور اچھے حافظ دلے تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں جب سیدی الوالد کو مرنے تشریف لے گئے، ملائیک نظر اور ملا عبدالحنان فنِ تجوید حاصل کرنے کے واسطے دلی میں رہ گئے۔ ملائیک نظر میرٹھ قاری دلی محمد صاحب کے پاس گئے۔ اور ملا عبدالحنان نے کسی پشاورمی سے دلی میں مشق کی۔ جب اواخر صفر ۱۳۳۹ھ میں آپ کو مرنے سے آئے۔ ملا عبدالحنان حاضر ہوئے۔ آپ کو جب علم ہوا کہ انھوں نے تجوید پڑھی ہے تو بہت خوش

ہوئے اور ان سے فرمایا کچھ سناؤ۔ انہوں نے سورہ فاتحہ تلاوت کی اور ضاد کو آواز کو ظا کی آواز میں نکالا۔ آپ اس وقت خاموش رہے اور اٹھ کر حرم سرا چلے گئے اور خدمتگاروں کو کہلا بھیجا کہ عبدالحنان کو خانقا شریف میں داخل نہ ہونے دو۔ چنانچہ ملا عبدالحنان کا خانقاہ شریف میں داخلہ بند ہوا۔ چھ ماہ بعد آپ کو سڑت شریف لے گئے۔ ملا عبدالحنان بھی کوئٹہ پہنچے اور پورے دو ماہ تک عاجزی کرتے رہے کہ آپ اُن سے خوش ہو جائیں۔ شعبان اور رمضان کا مہینہ گزر گیا اور عبدالحنان آپ کے مکان اور مسجد شریف کے قریب نہیں آسکتے تھے۔ ایک دن ملا عبدالحنان نے پرچہ پر ایک طرف غلام شہا عبدالحنان ساکن ناوہ، مقرر، افغانستان۔ اور دوسری طرف ترحم یا حضوری ترحم، لکھا اور یہ پرچہ عاجز کو دیا تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ چنانچہ عاجز اس پرچہ کو آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے پڑھا اور دو چار منٹ کے بعد فرمایا۔ جاؤ عبدالحنان سے کہو۔ تم نے جمہور کا مسلک چھوڑ کر روافض اور غیر مقلدین کا مسلک کیوں اختیار کیا۔ عاجز نے یہ بات عبدالحنان سے کہی وہ بولے میں اپنی غلطی پر نادم ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ حضور مجھ سے خوش ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن مجید کی تحریف سے ہمارا دل رنجیدہ ہے۔ اگر تم ایمانِ موثقہ سے اقرار کرو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرو گے تو ہم خوش ہو جائیں گے چنانچہ انہوں نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ آپ نے عبدالحنان سے آخر میں یہ الفاظ فرمائے: ”اگر تم اپنے وعدہ پر قائم رہے تو ہم تم سے راضی ہیں ورنہ نہیں“ اور پھر عبدالحنان رخصت ہو کر وطن چلے گئے۔

آپ کی فراست اِنْتَوِا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ۔ حدیث شریف ہے۔ اس عاجز کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے کسی سے ایسے ایمانِ موثقہ لے ہوں۔

آپ کو ملا عبدالحنان کے قول و اقرار پر یقین نہیں تھا۔ وہ آپ کے بعد تیس سال تک زعمہ رہے اور ضاد کو ظا کی آواز میں ادا کرتے رہے۔ اس عاجز نے ایک ملا صاحب کی معرفت ان کو یہ پیغام بھیجا ”تمہارا پرچہ میں نے پیش کیا تھا۔ اور پھر تم نے میرے ہی سامنے حلف اٹھایا اور قسمیں کھائیں افسوس ہے تم اس کو بھلا بیٹھے ہو۔ حضرت صاحب کی خوشی مشروط تھی لہذا اِذَا فَاتَ الشَّرْطَاتِ الْمَشْرُوطَاتِ ملا صاحب نے پیام پہنچایا اور وہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ تَجَرَّدَ اللَّهُ عَنْ عَمَلَاتِهِ۔

خان قبیلہ بختیار یہ قبیلہ ایران میں ہے اور اس وقت انگریزوں کے زیر اثر تھا۔ یہ لوگ سنی ہیں۔ اس قبیلہ کے بڑے خان چھ فوجی سپاہیوں کو لے کر آپ کی ملاقات کے واسطے آئے۔ آپ تفریح کے لئے بگھی میں سوار ہونے کو تھے۔ ملا نیک نظر نے عرض کی۔

حضور! خان بختیار برائے زیارت آمدہ۔ آپ نے نظر اٹھا کر خان کی طرف دیکھا جو کہ تقریباً پندرہ گز کے فاصلہ پر دست بستہ کھڑے تھے۔ پھر آپ یہ فرماتے ہوئے بگھی میں سوار ہوئے "خان و سردار رانہ می شناسم من خود خانم و سردارم"

یہ خان چارپانچ مرتبہ آپ کی قدمبوسی کے لئے آئے۔ آخری مرتبہ جب آئے تو نہ ان کے تن پر ان کا رسمی لباس تھا نہ کوئی آدمی ساتھ تھا۔ صرف ایک کمرہ اور ایک پاجام پہنے ہوئے تھے اور آپ کے دروازے کے باہر لپٹ کر خاک پر بیٹھے تھے۔ لیکن آپ نے ان کو ملنے کا موقع نہیں دیا۔ ۱۳۳۳ھ میں یہ عاجز کوٹہ میں تھا۔ حضرت برادر کلاں ایک کام سے دلی تشریف لے آئے تھے۔ خان بختیار آئے اور اس عاجز سے ملے۔ اس عاجز نے ان سے کہا: کیا بات تھی جو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ رحم سے ملے۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خیالِ فاسد تو نہیں تھا۔ انھوں نے کہا: میں یہ خیال کر کے آیا تھا کہ میں ایک بڑے قبیلہ کا خان ہوں اور میرے ساتھ فوجی ہیں۔ آپ میری خاطر مدارات کریں گے۔ اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ میرے اس خیالِ فاسد کی وجہ سے آپ نے مجھ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا: "من خود خانم و سردارم" خان جس وقت اس عاجز سے یہ بات کہہ رہے تھے آبدیدہ تھے اور پھر انھوں نے کہا: میرے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ میں نے ان کو دیکھ لیا اور آج ان کے مکان میں ان کے صاحبزادے کی دستبوسی کر رہا ہوں اور پھر انھوں سے دستبوسی کی۔ اور رخصت ہوئے۔ "وَعَدَا اللّٰہُ ذِیْ جَزَاہُ خَیْرُ الْخَیْرِ اَرَادَ اللّٰہُ یُعَادِہُ الْقَادِرُ الْخَیْمُ"

دلی کے خطوط | آپ نے اس سال دلی کے مخلصین کو اور خاص کر حافظ عبدالحکیم سوداگر جنت کو کئی خط لکھے کہ خانقاہ شریف میں ایک قبر بنانے کی اجازت حاصل کر لو۔ آپ نے بار بار لکھا لیکن ان لوگوں نے کوئی کوشش نہ کی اور آج کل پر معاملہ کوٹالتے رہے۔ مخلصین کا یہ خیال تھا کہ آپ حضرت والدہ صاحبہ کے لئے لکھ رہے ہیں۔

فکر ہر کس بقدر ہمتِ دوست

ایک تار | کلکتہ سے ایک جوابی تار آیا کہ ہم نے حضرت صاحب کے انتقال کرنے کی خبر سنی ہے۔ صحیح خبر سے مطلع کریں۔ آپ نے فرمایا جواب بھیج دو۔ چنانچہ ان کو تار دے دیا گیا کہ آپ خیریت سے ہیں۔

کوٹہ سے روانگی | کوٹہ کی بڑی ڈاکرٹنی نے نئی دلی، لیڈی ہارڈنگ اسپتال سے خط و کتابت کی اور ایک خط لکھ کر دیا کہ مریمہ کو وہاں لے جاؤ۔ چنانچہ

حضرت برادر کلاں اور ان کی اہلیہ اور حضرت والدہ صاحبہ و جناب ہمیشہ کلاں اور برادر خورد پنجشنبہ ۴۴ راہ مبارک میلاد ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو کوٹہ سے لاہور روانہ ہوئے اور ایک شب اچھرہ میں قیام کر کے یکشنبہ ۴۵ راہ میلاد ۲۹ اکتوبر کو دلی پہنچے اور دو شنبہ ۳ اکتوبر کو حضرت والدہ صاحبہ کو اسپتال میں داخل کر دیا۔ ایک خصوصی کوارٹر میں حضرت والدہ صاحبہ اور جناب بڑی ہمیشہ اور ایک بڑی بی کا قیام ہوا۔ کوارٹر کے باہر افتادہ زمین پر ایک چھوٹا خیمہ لگا دیا تھا تاکہ ایک دو پٹھان وہاں رہیں۔

آپ کو کوٹہ سے شنبہ ۶ راہ مبارک میلاد مطابق ۲۸ اکتوبر کو روانہ ہوئے۔ یہ عاجز آپ کے ساتھ تھا۔ یکشنبہ کو رات کے آٹھ بجے لاہور پہنچے۔ اچھرہ کے میاں قمر الدین اور امرتسر کے ڈاکٹر اشفاق محمد ایک جم غفیر کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ایک جگہ میں آپ اور یہ عاجز و ہمیشہ صاحبہ خورد و محمدی (نواسی) سوار ہوئے۔ میاں قمر الدین کو جیان کے پاس بیٹھے اور اچھرہ پہنچے۔ حکیم محمد شفیع معالج چشم اور ڈاکٹر اشفاق محمد اور دو پٹھان ایک ٹانگہ میں آئے۔ یہ عاجز رات کو کھانا کھا کر سو گیا۔ صبح نماز کے آخری وقت میں آنکھ کھلی دیکھتا **ٹانگہ اُلٹ گیا** کیا ہے کہ آپ باہر سے تشریف لارہے ہیں۔ اور پانڈان کی ایک ڈبیہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے اس عاجز کو دیکھ کر فرمایا: "زید دیکھو ہم اپنی ڈبیہ تلاش کر کے لے آئے۔ رات کو حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد کا ٹانگہ اُلٹ گیا تھا۔"

یہ عاجز تھوڑی دیر بعد باہر آیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حکیم جی اپنا اونی انگرکھا اور ڈاکٹر صاحب اپنا کالا کوٹ جھاڑ رہے ہیں۔ حکیم جی نے کہا۔ رات ہمارا ٹانگہ بالکل اُلٹ گیا۔ خیر یہ ہوئی کہ اس جگہ سفید دھول کا ڈھیر تھا اور ہم دھول میں دھنس گئے۔ میں دھول کے اندر اور مجھ پر دھانی من کا بوجھ، یہ بات کہتے وقت حکیم جی نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب مسکرا رہے تھے۔ وہاں دھول میں کسٹہ میرے ہاتھ سے چھٹ گیا۔ اور کسٹہ میں جو بڑا ڈبّا (گول مراد آباری) تھا وہ کھل گیا۔ ہم کو پان کی ڈبیہ اور تین شیشیاں بل گئیں اور ایک چھوٹی ڈبیہ رہ گئی۔ صبح سویرے ابھی ہم نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا۔ ہماری ایک ڈبیہ نہیں ہے اور آپ اس مقام پر گئے جہاں ٹانگہ اُلٹ گیا تھا۔ ہم کئی آدمی ساتھ تھے۔ آپ نے ایک جگہ ٹی میں ہاتھ ڈالا اور ڈبیہ نکال لی۔ میاں قمر الدین، اشفاق محمد، محمد شفیع اور پٹھان تعجب کر رہے تھے کہ آپ نے کس طرح ڈبیہ نکالی۔

پیر عبدالحق ہوشیار پوری سے ملاقات

اس دن (دوشنبہ ۸ مارچ مبارک میلاد۔ ۳۱ اکتوبر) ظہر کے بعد آپ باہر تشریف

لائے۔ یہ عاجز حکیم محمد شفیع کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا: زید! کیا تم تفریح کے واسطے کہیں جانا چاہتے ہو۔ اس عاجز نے اثبات میں جواب دیا۔ میاں قمر الدین اور ڈاکٹر اشفاق محمد نے آپ سے کہا: پیر عبدالحق صاحب بیمار ہیں اور علاج کی غرض سے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کے والد اور سائیں توکل شاہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں بہت باادب تھے اور ہمارے حضرات سے وابستہ ہیں۔ چلو ہم ان کی عیادت کریں۔ چنانچہ بھی آئی اور اس میں حضرت سیدی الوالد روحی فداہ اور یہ عاجز اور حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد اندر اور میاں قمر الدین اوپر کوچان کے پاس بیٹھے۔ اور شہر سے باہر راعی بلڈنگ کو رواد ہوئے۔

ڈاکٹر اشفاق محمد نے آپ کی ملاقات کے واقعہ کو کسی کاتب سے نہایت خوشخط لکھوایا ہے۔ وہ پرچہ اس وقت اس عاجز کے سامنے ہے۔ ڈاکٹر اشفاق محمد رحمہ اللہ کا اخلاص اس عاجز کو مجبور کر رہا ہے کہ ان کی تحریر کو بجنہ نقل کر دے۔ لہذا تحریر درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ اشفاق ابوالخیر چہ اکمل بوداست

ڈاکٹر اشفاق محمد کی تحریر

کہ قدم بر قدیم احمد مرسل بوداست (گرامی)

حضرت پیر و مرشد جناب مولانا و ہادینا و مرشدنا حافظ حاجی قاری شاہ ابوالخیر مجددی فاروقی دہلوی رضی اللہ عنہ کو ٹیٹ سے واپسی پر لاہور کے عارضی قیام میں فرود گاہ حضرت صاحبزادہ محمد عبدالحق صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ "راعی بلڈنگ" پر تشریف لے گئے تو حضرت مؤخر الذکر نے حضرت صاحب قبلہ کی نہایت محبت و ادب سے قدم بوسی کی اور حضور مرحوم کو اپنی جگہ احکام سے بٹھلایا اور مریدان خوش اعتقاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے نصیب کہاں کہ ہمارے یہاں ہمارے پیر و مرشد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد کے قدم مینت لزوم آدیں۔ سبحان اللہ کیا مبارک وقت ہے۔ جواباً حضرت صاحب قبلہ دہلوی نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اشفاق دیکھو دیکھو، صاحبزادے کس محبت و خلوص کا اظہار کر رہے ہیں۔ خدائے پاک کا شکر ہے کہ صاحبزادہ سلوک کی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ طالبان حقیقت ان سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو حرم میں لے گئے جہاں مائی صاحب

نے پردے سے سلام و نذرانہ بھیجا۔ پھر باہر تشریف لائے اور چائے آئی۔ آپ نے صاحبزادے صاحب سے صحت کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے جواباً فرمایا کہ ان کو عارضہ کثرت بول یعنی ذیابیطس کی شکایت ہے۔ اور فرمایا۔ مجھے امید کامل ہے کہ حضور کے قدم کی برکت سے صحت ہو جائے گی۔ پھر حضور پر نور دہلوی علیہ الرحمۃ نے مجھے حکم دیا کہ تم صاحبزادے کے مرض کی حالت سمجھ کر کچھ تجویز کرو۔ میں نے مناسب پر ہینزاغذیہ وغیرہ عرض کر دیئے۔ اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے تو صاحبزادے صاحب قدم پکڑ کر خوب روئے۔ حضرت صاحب قبلہ کو بھی بے حد رقت ہوئی میں بھی چشم پُر آب تھا اور معلوم ہو رہا تھا کہ اس وقت ہر در و دیوار و درختوں کے پتے گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ پھر چلتے وقت صاحبزادے نے حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے قدم زور سے پکڑ کر چومے تو حضرت صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ لوگو! ادب ان سے سیکو جن کے ہزاروں مرید اور صد ہا خلیفہ ہیں۔ اور وہی الفاظ فرمائے کہ دیکھو دیکھو، صاحبزادے کس محبت و خلوص سے ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ ازاں بعد گاڑی میں سوار ہوئے تو کسی شخص نے حضرت قبلہ سے حزب البحر کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ میاں ٹھہرو ہمیں تو صاحبزادے کی جدائی کا قلق ہے۔

یکے از غلامان (ڈاکٹر) اشفاق محمد۔ امرتسر

ڈاکٹر اشفاق محمد رحمہ اللہ کی تحریر میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔ البتہ ایک دو باتیں ان کے لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ یہ عاجزان کا ذکر کرتا ہے۔

مزید بیان | راعی بلدنگ شہر سے کچھ فاصلہ پر کھیتوں میں تھی۔ باہر کا حصہ کوٹھی نا جہت شرق میں اور اس سے بارہ پندرہ گز کے فاصلہ پر حرم سرانہ تھی۔ جس وقت آپ کی بچی پہنچی میاں قمر الدین اتر کر پیر صاحب کے پاس گئے۔ وہ اس وقت صرف ایک نیلا تہبند باندھے پلنگ پر بیٹھے تھے نہ اُن کے سر پر ٹوپی تھی اور نہ بدن پر کرتا۔ اُن کے پاس موندھے پر کوٹ چلون پہنے ہوئے ایک جوان بیٹھے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اُن کے معالج ڈاکٹر تھے۔ تقریباً تیس چالیس افراد جو اُن کے مرید تھے ہلالی شکل میں زمین پر بیٹھے تھے۔ میاں قمر الدین نے جس وقت آپ کی آمد سے ان کو مطلع کیا وہ اُسی وقت اسی حالت میں برہنہ پا آپ کی طرف روانہ ہوئے جب اُن کی نظر آپ پر پڑی وہ اپنے اختیار میں نہیں رہے ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا۔ وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے اور بڑھ کر آپ کے پیر پڑنے۔ آپ نے ان کو اٹھایا۔ وہ آپ کے ساتھ پلنگ تک آئے اور آپ کو بٹھا کر دتین قدم پیچھے ہٹ کر ہاتھ

باندہ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کے آنسو زمین پر ٹپک رہے تھے۔

صحرائین ذیل حذر کن کہ آستیں ترمی کنم بہ گریہ و اشردہ می روم
اے صحرا کے رہنے والے سیلابی اپنا بچاؤ کر کیونکہ میں اپنی آستیں کو آنسوؤں سے بھگوتا ہوا اور بچھڑتا
ہوا چلا جا رہا ہوں)

پانچ سات منٹ اس کیفیت میں گزرے اور پھر آپ کے اصرار پر وہ آپ کے سامنے
مونڈے پر بیٹھے اور مراجعت کے وقت میاں قمر الدین اوپر کو چبان کے پاس سے اُن کو
دیکھتے رہے اور آپ سے عرض کرتے رہے کہ صاحب اب تک ہاتھ باندھے
اور اس طرف منہ کئے کھڑے ہیں۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

آپ نے اچھرہ میں میاں قمر الدین اور ڈاکٹر اشفاق محمد سے پیر عبدالحق کے پدربزرگوار
پیر قادر بخش جہاں خیل اور سائیں توکل شاہ انبالوی کا ذکر فرمایا تھا کہ یہ دونوں بہت باادب تھے۔
پیر عبدالحق نے جو ادب کا طریقہ آپ کے ساتھ مرعی رکھا۔ اس عاجز کے نزدیک ان کے حضرت
والد اور ان کے پیر صحبت کے ادب سے کم نہ ہوگا۔ یہ پاکیزہ نفوس از اصحاب کمال تھے۔ اور اہل
کمال کی قدر جانتے تھے۔ اِنَّمَا يَعْرِفُ الْفَضْلَ ذَوُوہُ۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَ نُوَسِّرَ
حَبْرَیْہُمْ اَکْثَرَ مَعْمُر۔

آنکھوں والا ترے جو بن کا تماشا دیکھے دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

آپ شنبہ ۹ مارچ ۱۳۳۳ھ (۳۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء) **وُصُولُ بِمُسْقَطِ رَأْسٍ**
صبح کے سوا سات بجے دلی پہنچے۔ حضرت برادر کلاں برادر خورد

اور دلی میرٹھ سرسہ وغیرہ کے مخلصین استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے اور آپ بخیر و خوبی خانقاہ
شریف پہنچے۔ محفل مقدس میلاد شریف کے سلسلہ میں ان دنوں خانقاہ شریف کو بیت العروس
بنایا جا رہا تھا۔ کوئی مسجد شریف کے گنبدوں مناروں اور درودیوار پر سفیدی کا ہاتھ پھیر رہا تھا۔
کوئی دروازوں پر رنگ و روغن کر رہا تھا۔ کوئی بلیوں کا مضبوط جال بنا رہا تھا تاکہ اُن پر قیمتی جھاڑ
اور فانوس لٹکائے جائیں۔ جب آپ خانقاہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ نے ان انتظامات کو
دیکھا تو آپ کا مبارک چہرہ مسرت سے کھل اُٹھا اور آپ نے بلند آواز سے واہ واہ فرمایا۔ اس
پاک محفل کے انعقاد کی کیفیت ان شام اللہ ”میلاد شریف“ کے بیان میں آئے گی۔

ایامِ آخریں | آپ کا پیمانہ عمر شریف لبریز ہو چلا تھا اور اب چھلکنے کے دن آگئے تھے چند ماہ سے آپ وَكَانَ دَائِمًا الْحَزَن کی مثال بنے ہوئے تھے۔ آپ کے ایک جاں نثار مخلص صادق رحمہ اللہ، بار بار رو کر کہا کرتے تھے کہ آپ بتائے کی طرح ایک دم بیٹھ گئے۔

ارادہ حج اور تعمیر مسجد | آپ کو منٹ سے روانہ ہوتے وقت دہاں تیرہ ہزار روپے مخلصین کے پاس امانت رکھ آئے۔ یہ عاجز اس وقت موجود تھا جب کہ آپ نے

ان مخلصین سے فرمایا۔ اگر حیات رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بچوں کو لے کر حجاز مقدس جائیں گے۔ دہی پہنچ کر آپ نے حافظ غلام محمد باغ والے سے فرمایا کہ رامپور میں ہمارے جدِ امجد کلاں حضرت شاہ ابوسعید کے نانا حضرت محمد مرشد قدس اللہ اسرارہا کی مسجد شریف منہدم ہو گئی ہے تم جاؤ اور اس مسجد شریف کو از سر نو پختہ اینٹ اور مصلے سے بنواؤ۔ مسجد شریف کے تین گنبد ہوں اور ان پر عمدہ کلس چڑھاؤ اور مسجد شریف کے قریب جدِ امجد کی حضرت والدہ محترمہ رحمہا اللہ کی قبر ہے اس کو بھی درست کرادینا۔ چنانچہ حافظ غلام محمد رامپور گئے اور مسجد شریف کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ آپ کے مرض الموت کے تیسرے دن وہ گنبدوں کے کلس خرید کر لائے۔ آپ نے دیکھے تو بہت خوش ہوئے اور ان کو دعائیں دیں۔ چونکہ دوسرے دن سے آپ کی حالت نازک ہو چلی تھی۔ اس لئے حافظ غلام محمد رامپور نہ گئے اور مسجد شریف کی تکمیل اواخر شعبان میں ہوئی۔

ہسپتال کو جانا | آپ کا معمول تھا کہ ہر روز دن کے دس گیارہ بجے ہسپتال تشریف لے جاتے تھے اور چھو لدا رہی میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نماز

وہاں پڑھتے تھے اور رات کے آٹھ بجے پانچ منٹ کے واسطے حضرت والدہ صاحبہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ پھر خانقاہ شریف میں آمد ہوتی تھی اور عشاء کی نماز کے بعد علقہ ہوتا تھا۔ ہم بہن بھائیوں کا معمول تھا کہ دن رات میں ایک مرتبہ آپ کے پاس آداب و احترام عرض کرنے جاتے تھے۔ چونکہ ہم تینوں بھائی صبح مدرسہ عبدالرب پڑھنے کے واسطے چلے جاتے تھے اور ہمارے آنے سے پہلے آپ ہسپتال تشریف لے جا چکے ہوتے تھے اس لئے ہم تینوں عصر کو چار بجے آپ کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب ہم پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ دریافت فرماتے کہ آج تم نے کیا پڑھا ہے اور ہم کو اپنے دروس کا خلاصہ زبانی عرض کرنا ہوتا تھا۔ ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ ایک ایک مقرر تھا اور ہم اساتذہ کرام سے سبق لینے کے بعد ان مقررہ کے ساتھ اپنے اسباق کا مذاکرہ کرتے تھے اور شواہد کو یاد کر کے مدرسہ سے روانہ ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ

اکثر کچھ دریافت فرمایا کرتے تھے اور اس کے متعلق ہم کو جواب دینا ہوتا تھا۔ دورانِ قیام اسپتال میں ہماری حاضری عصر کو ہوا کرتی تھی اور اس وقت اسباق کا خلاصہ بیان کرنا ہوتا تھا۔ پھر حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں پانچ منٹ کے لئے حاضر ہو کر ہم تینوں خانقاہ شریف آجاتے تھے۔

آپ کا کشف | ایک دن جب ہم تینوں بھائی روانہ ہونے لگے تو آپ نے اس عاجز کو آواز دی اور فرمایا: "اگر تمہاری خوشی ہو تو ٹھہر جاؤ۔ ہمارے ساتھ چلنا۔"

یہ عاجز ٹھہر گیا۔ ساڑھے سات یا پونے آٹھ بجے اس عاجز کی طبیعت پر گرانی ہوئی۔ اور کوارٹر کے صحن میں آہستہ آہستہ چکر لگاتے ہوئے دل میں خیال کرتا رہا کہ ناحق رُک کر اپنے کو پریشان کیا۔ دوپہار منٹ اس کیفیت میں گزرے ہوں گے کہ آپ باہر سے برہنہ پا تشریف لائے اور اس عاجز کے پاس آکر نہایت خفقت و محبت سے اپنے دونوں مبارک ہاتھ عاجز کے کندھوں پر رکھ کر یہ آہستگی فرمایا: "زید تم پریشان نہ ہو، تمہاری والدہ نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ معاوضہ ادا کریں۔ اُن پر رات کے آٹھ بجے دورہ پڑتا ہے۔ اس وقت عیادت کرنی بہتر ہے۔ ہم اس واسطے اس وقت تک رُکتے ہیں۔ اب آٹھ بجنے کو ہیں ہم ان کی عیادت کر کے گھر چلتے ہیں۔" اس عاجز نے کہا: "جی حضرت بہتر ہے۔" ہم بہن بھائی آپ کو جی حضرت کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ عاجز کے جواب کو سن کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ اور عاجز کو بہت انفعال ہوا کہ کیوں پریشانی پیدا کی اور کیوں آپ کو تکلیف دی۔

پیر جی عبدالصمد | ایک دن اسپتال میں پیر جی عبدالصمد کالے صاحب والے آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کو خانقاہ عبدالسلام بانس کو لی لے گئے

جو کاب اسپتال کے حدود میں آگئی ہے۔ آپ اُن کے ساتھ اس عاجز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے سر پر سفید ٹوپی اور تن پر کڑی پاجامہ تھا۔ ایک پٹھان پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ ہمارے دوست مولوی عبدالسلام کا نقشہ ہو بہو ہمارے سامنے آگیا۔ ہم پر جو مہربانی اور محبت کرتے تھے وہ یاد آگئیں۔ اور پھر پیر جی صاحب کے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ" کا یہی مطلب ہے۔ "پیر جی عبدالصمد کو آپ سے بہت نیاز مندی اور محبت تھی۔ اچھا نامیلا د شریف کی مبارک محفل میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کی وفات بدھ کے دن ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ کو اور آپ کے حضرت والد مولانا عبدالسلام کی وفات ۱۳۱۳ھ کو ہوئی۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا۔"

شاہ گلشن | ایک دن آپ حافظ عبدالحکیم کو لے کر حضرت شاہ گلشن کے مزار پر حاضر ہوئے پھر ساتھ نہ تھا۔ آپ نے اس عاجز کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ مزار شریف پہنچ کر آپ نے حافظ عبدالحکیم سے فرمایا: ”ہم کو مزار شریف کا چہو ترہ بنوانے کی اجازت مل گئی ہے“ پھر آپ نے حضرت کی بزرگی کا کچھ ذکر فرمایا اور مراجعت فرمائی۔

پیر ابوالخیر غازی پوری | پیر ابوالخیر غازی پوری مع اپنے فرزند ابواللیث کے رات کو خانقاہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرے دن حضرت والدہ صاحبہ کی عیادت کے لئے اسپتال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ کافی دیر تک وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ جب جانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ آج رات کو نوبت ہمارے ساتھ خانقاہ شریف میں کھانا کھاؤ۔ چنانچہ وہ مع اپنے فرزند کے رات کو نوبت خانقاہ شریف آئے اور آپ کے ساتھ حاضر تناول کیا۔ جب کھانے کے لئے سب اٹھے تو پیر ابوالخیر نے آفتابہ و لگن اٹھا کر آپ کے مبارک ہاتھ دھوئے اور نہایت شوق و محبت سے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے کہ آج یہ خدمت میں نے کی۔

مثال نعل مبارک | آپ کی نشست گاہ میں آپ کے مبارک سر کے محاذ پر مثال نعل المصطفیٰ علی صاحبہ الطیب الصلوات وازی التیمات آویزاں تھی۔ آپ نے پیر ابوالخیر سے فرمایا کہ یہ نقشہ اس واسطے ہم نے یہاں لٹکایا ہے کہ ہر وقت ہمارے سر پر رہے۔ اور اس طرح سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہماری غلامی کا اظہار ہوتا رہے۔ پھر آپ نے مولانا جامی قدس سرہ کا یہ شعر پڑھا۔

ادیم طائفی نعلین پاکن بزرگ از رشتہ جانہائے ماکن
دورانِ طعام میں پیر ابوالخیر نے آپ سے کہا۔ حضور فیض کی کل کثرت تھی آج کچھ کمی محسوس ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ برکات و فیوضات میں کوئی کمی نہیں ہے۔ کھانے کی وجہ سے احساس میں کمی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے عرض کی۔ حضور آپ میرے لطائف کا معائنہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ”بہتر ہے“ چنانچہ دونوں حضرات آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ اور پانچ سات منٹ بعد کار رہے۔ پھر آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ ”پروردگار کا شکر ہے کچھ نور ہے“ یہ سن کر انھوں نے شوق میں یہ شعر پڑھا۔

من تو شدم تو من شدم تو جاں شد تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری
میں تو بن گیا تو میں بن گیا میں جسم بنا تو روح بن گیا تا کہ کوئی بعد میں یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے

اور پھر انہوں نے مثنوی شریف کے کچھ اشعار پڑھے۔ وہ مثنوی کے مبارک اشعار ایک خاص نے میں پڑھا کرتے تھے۔ انداز مؤثر تھا۔ آپ محفوظ ہوئے اور ان کو دعائیں دیں۔ جب وہ رخصت ہونے لگے نیاز مندی سے عرض کی۔ حضرت مجھ کو اجازت عنایت کر دیں۔ آپ ہمارے بزرگ اور بزرگ زادے ہیں آپ نے فرمایا: اچھا ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔

۱۔ اگر خواہی شود مشکوف این راز حجاب ہستی از جانت بر انداز

۲۔ بہ ذکر دوست گویا کن زباں را بکش کحل حضوری چشم جاں را

۱۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ راز کھلے۔ جسم کا پردہ رُوح سے اتار پھینک۔

۲۔ دوست کے ذکر سے زبان کو گویا بنادے۔ حضوری کا سرمد رُوح کی آنکھ میں لگائے۔

ایک مزار کی اجازت | آپ نے کوئٹہ سے چند بار مخلصین کو لکھا کہ خانقاہ شریف میں ایک قبرستان کی اجازت حکومت سے حاصل کر لو لیکن ان

لوگوں نے کوئی کوشش نہیں کی۔ آپ جمعہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۶۳ء کو اسپتال تشریف نہیں لے گئے اور عصر کو آپ نے سواری طلب فرمائی۔ مخلصین نے اس سال وزیر خاں کا تانگہ آپ کے واسطے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ اس تانگہ میں آپ اور ہم تینوں بھائی بیٹھے اور کشمیری دروازے کے باہر دائرے کے دفتر گئے۔

امین الاسلام | اسمبلی کے ممبر امین الاسلام کلکتہ والے آپ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ غائب کل وہ ہسپتال گئے ہوں گے اور آپ کو اپنی قیام گاہ کا پتہ بتایا ہوگا۔

یہ صاحب نسبت تھے۔ ان کے لطائف مبارکہ ذکر و شغل تھے۔ دودو گھنٹے آپ کے سامنے بیٹھ کر ذکر شریف کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی توجہات سے معمور ہو کر اٹھا کرتے تھے۔ امین الاسلام آپ کو دیکھ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ تانگے میں بیٹھے رہے اور ان کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا: ہمارا ایک کام ہے۔ اگر تم دل سے وعدہ کرتے ہو کہ ہمارا کام کرو گے تو ہم تانگے سے اترتے ہیں ورنہ ہم جاتے ہیں۔ امین الاسلام نے کہا۔ حضرت میں جان و دل سے کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: خانقاہ شریف میں ایک قبر کے واسطے اجازت حاصل کر لو۔ امین الاسلام نے وعدہ کیا اور آپ تانگے سے اترے اور سبزہ زار پر بیٹھ کر ذکر شریف میں مصروف ہوئے۔

مزمحل اللہ خاں | آپ مغرب کی نماز پڑھ کر دہاں سے روانہ ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ یہاں راستہ میں کسی جگہ نواب پہاڑ کی کوٹھی ہے وہاں چلو۔ ہم نواب

داؤد احمد خاں کی عیادت کر لیں۔ وزیر خاں کو یہ کوٹھی معلوم تھی۔ وہ سید سے اس کوٹھی پر پہنچے۔ یہ کوٹھی بریلوی ہوٹل کے سامنے علی پور روڈ پر واقع ہے۔ کوٹھی کے بھانگ پر آپ نے مانگ رکھوایا۔ اور حضرت برادر کلاں سے فرمایا۔ جاؤ معلوم کرو کہ منزل اللہ خاں ہیں یا نہیں۔ ہم بھائیوں کو منزل اللہ خاں سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ لہذا حضرت برادر کلاں اندر گئے۔ وہاں دالان میں چند افراد بیٹھے تھے۔ انہی میں منزل اللہ خاں بھی تھے۔ برادر کلاں نے دریافت کیا کیا یہاں منزل اللہ خاں ہیں؟ ایک صاحب نے کہا۔ آپ فرمائیں کیا بات ہے۔ آپ نے کہا۔ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں اور وہ دریافت کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی منزل اللہ خاں نے رفیقوں سے کہا۔ لالٹین لے کر چلو۔ وہ سب دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ منزل اللہ خاں گرم کوٹ، برجیس اور آؤنی جڑا بیس پہنے ہوئے تھے۔ سر پر گرم ٹوپی تھی۔ اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر کہا۔ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارا ایک کام ہے اگر تم اقرار کرتے ہو کہ وہ کام کرو گے تو ہم آتے ہیں۔ منزل اللہ خاں نے بڑے شوق سے اقرار کیا اور آپ نے خانقاہ شریف میں ایک قبر کی اجازت حاصل کرنے کو کہا۔ پھر داؤد احمد خاں کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔

داؤد احمد خاں | داؤد احمد خاں منزل اللہ خاں کے صاحبزادے تھے اور آپ سے بیعت تھے۔ وہ بیمار تھے آپ ان کے پاس گئے۔ نہایت شفقت سے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور ادعیہ مانورہ پڑھ کر ان پر دم کیا۔ منزل اللہ خاں نے ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ وہاں سے خانقاہ شریف آئے۔ یہ آپ کی آخری تفریح تھی جیسا کہ بعد میں انتشار اللہ تعالیٰ آپ کے وصال و ارتحال کے حالات میں ذکر کرتے گا۔

آپ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد داؤد احمد خاں اَنْتُمْ سَلَفْنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ کہتے ہوئے اپنے پیر و مرشد سے جا ملے۔ رَحْمَةُ اللهِ وَخَشَرَةُ مَعَ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ۔

زاہدہ خاتون شروانیہ نرہیت | زاہدہ نام تھا اور نرہیت تخلص۔ منزل اللہ خاں صاحب کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے بیعت تھیں۔ وہ جب عریضہ نیاز اپنے پیر و مرشد کو ارسال کرتی تھیں تو بہ شکل لآلی منظوم ہوا کرتا تھا۔ اس عاجز نے ایک منظوم عریضہ پڑھا تھا۔ ان کا کلام شیریں اور بختہ تھا۔ یہ منظوم عریضہ اس وقت پیش نظر نہیں ورنہ نقل کیا جاتا۔ وہ بھی عالم شباب میں اپنے پیر و مرشد کی حیات میں ماہِ مئی ۱۹۲۲ء میں اپنے پدر بزرگوار کو داغ مفارقت دے گئیں۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهَا وَعَلَى آبَائِهَا وَآخِيَّهَا كُلِّمًا

تَحَیُّ الْحَمَامُ وَبَنَى الْقَامُ۔ ان کا مجموعہ کلام ”فردوسِ تحیل“ کے نام سے پنجاب میں قبل از تقسیم چھپا ہے۔

میلادِ خوانوں کا بلانا آپ کو واسطہ جادی الآخرہ، اوائلِ فردری میں پتہ چلا کہ حضرت والدہ

مہینہ چالیس دن میں وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی۔ اس خبر سے آپ کو بڑی مسرت ہوئی اور آپ نے سعد آباد کنور کرامت علی خاں کے پاس آدمی بھیجا کہ اگرہ کے میلادِ خوانوں کو لے کر آؤ تاکہ شکرانہ شفا یابی میں محفلِ مبارک میلادِ شریف منعقد کی جائے۔ کرامت علی خاں چار ہانچ دن میں میلادِ خوانوں کو لے کر آئے۔ اور وہ اس وقت پہنچے جب آپ خود علیل ہو گئے تھے۔ اور الرّیحیل الرّیحیل کی آواز بلند ہونے والی تھی۔ لہذا ایک شب کرامت علی خاں اور میلادِ خوان رہ کر چلے گئے۔

امیر امان اللہ خاں امیر امان اللہ خاں کی شاہزادگی کا آخری دور تھا اور وہ علاقہ کابل کے حاکم اعلیٰ تھے۔ انھوں نے اپنے آدمی کو بھیج کر آپ کے پُرانے مخلصین میں سے

چار اصحابِ اجازت افراد کو کابل بلایا۔ اور وہ، یار محمد خروٹی سرورہ کے، حاجی ملا احمد خان مٹاخیل کٹواڑ کے سید احمد جان خیر کوٹ کے، ملا خیر اللہ اندڑی قیلگر کے تھے۔ امان اللہ خاں عشرہ کے بعد ان چار افراد سے تین رات تک ملے۔ آپ کے احوال دریافت کرتے رہے۔ وہ ان چار افراد سے قالین کے فرش پر بیٹھ کر ملے میز کرسی پر نہیں بیٹھے۔ انھوں نے کابل کے کارخانہ کا اونی کپڑا اور ایک عمدہ پتو (دھسہ) مع ایک عریضہ کے اپنے آدمی کے ہاتھ کو نہ بھیجا اور ان چاروں مخلصین سے کہا کہ میری نیاز مندی کا اظہار آپ کی خدمت میں کر دیں۔

کابل کی دعوت امیر امان اللہ خاں جب کابل کے تحت پر بیٹھے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں ایک جیبی گھڑی مع زنجیر و قطب نما اور ایک عریضہ حاجی ملا احمد خاں

کے ہاتھ ارسال کیا۔ یہ واقعہ آپ کی وفات سے ڈھائی ماہ پہلے کا ہے۔ اور اپنے سفیر غلام حیدر خاں مقیم دہلی کو ہدایت کی کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو کابل تشریف لانے کی دعوت دیں۔ امیر امان اللہ خاں نے حاجی ملا احمد خاں سے زبانی بھی کہا تھا اور اپنے عریضہ میں بھی کابل تشریف لانے کے متعلق لکھا تھا۔ آپ نے مخلصین سے اس کا ذکر فرمایا۔ اُن لوگوں نے مشورہ کابل تشریف لے جانے کا دیا۔ چنانچہ یہ ملے پایا کہ خیر سے آپ اپریل ۱۹۲۳ء میں کابل کو اپنے قدمِ مہینت لزوم مشرف فرمائیں۔ آپ نے خورجہ کے چودھری مولاداد خاں ہانسی کے شیخ غلام احمد میرٹھ کے حافظ اشفاق الہی دہلی کے حافظ عبدالحکیم اور دو تین افراد سے ساتھ چلنے کو فرمایا اور امیر امان اللہ خاں کے سفیر سردار

غلام حیدر خاں کو اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیا۔

غلام حیدر خاں نے امیر صاحب کو آپ کے ارادہ سے مطلع کیا۔ وہ اس خبر کو سن کر نہایت خوش ہوئے۔ افغانستان کے طول و عرض میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی اور مخلصین پاک نہاد کے گھرانوں میں شادمانی کے گیت گائے جانے لگے۔ غلام حیدر خاں چند بار اس سلسلہ میں حاضر خدمت اقدس ہوئے اور اپنے انتظامات میں مصروف ہوئے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ اگر آپ کا جانا اس علاقہ میں ہو جاتا تو لاکھوں شیدائیوں کا ایسا اجتماع ہوتا کہ تاریخ عالم میں ایک یادگار ہوتا لیکن ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ اور لَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا كُنْتُ غَدًا کا ظہور ہوا۔

مادرِ چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کارے کہ خدائے کردارِ چہ مجال

(ہم کس خیال میں ہیں اور آسمان کس خیال میں۔ وہ کام جو خدا نے کیا ہمارا اس میں کیا دخل ہے)

وہ ہوا جس کا خیال نہ تھا | کابل تشریف لے جانے کے لئے جو تاریخ مقرر ہوئی تھی اس سے دو ماہ پہلے آپ نے "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ" کا مبارک پیام سنا اور راہی ملک بقائے ہوئے۔ وَكَانَ ذَلِكَ قَدَرًا مَّقْدُودًا۔ امیر امان اللہ خاں کو جب اس واقعہ مؤلمہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے تعزیت کا خط دستی ارسال کیا۔ اس میں اپنے رنج و الم کا اظہار کرنے کے بعد تحریر کیا کہ میں کابل کا نیا شہر "دارالامان" کے نام سے بسا رہا ہوں اس شہر نو میں جامع مسجد تیار ہوگی۔ اور مسجد شریف آپ کے نام پر خیر المساجد کے نام سے موسوم ہوگی۔ جو بھی اس مسجد شریف میں نماز پڑھے گا آپ کو ثواب ملے گا۔

جس طرح بر حکم قضاء قدر آپ کا ارادہ کابل تشریف لے جانے کا پورا نہ ہو سکا اسی طرح امیر امان اللہ خان کا ارادہ "دارالامان" اور خیر المساجد بنانے کا اتمام تک نہ پہنچ سکا۔ نہ وہ کابل میں رہے اور نہ ان کے سر پر تاج خسروی باقی رہا۔ اٹلی میں غربت کے ایام بسر کئے۔ حج و زیارت سے مشرف ہو کر آخرت کا سفر اختیار کیا۔ غفر اللہ و رحمہ۔

دیدي آنک بے عیب بخیردی

تو بہ علم ازل مرا دیدی

ردکن آنچہ خود پسندیدی

تو بہ علم آن دمن بے عیب ہماں

محمد حسن خان۔ کوئٹہ متصل کرت پور بکھنور کے سن تیرہ سو پندرہ

یا اس سے ایک سال پہلے یا بعد آپ سے ملے تھے۔ وہ

حالات مشائخ نقشبندیہ

آپ کے متعلق اپنی کتاب محالات مشائخ نقشبندیہ میں لکھتے ہیں۔

”فی الحال دہلی خانقاہ شریف میں مقیم ہیں۔ نہایت انزوا و انقطاع اختیار کر رکھا ہے۔ دنیا و اہل دنیا کا وہاں گزر نہیں۔ ددع و تقویٰ میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ آداب طریقت و شریعت کے نہایت پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے۔“ یہ کتاب غالباً تیرہ سو بیس۔ اکیس میں لکھی گئی ہے۔ رحمہ اللہ و اکرمہ۔

مقدمۃ الكتاب | محمد امان الرحمن دہلی کے رہنے والے، اپنے بھائی جمیل الرحمن راشد قادری چشتی دہلوی سے بیعت تھے۔ ۲۱ محرم ۱۳۳۳ھ میں اُن کے بھائی کی وفات ہوئی۔ انھوں نے اپنے برادر صاحب کی یاد میں ایک رسالہ ”وصال الجلیل“ ۱۳۳۳ھ میں لکھا۔ اور پھر اس کا ضمیمہ ”مقدمۃ الكتاب“ کے نام سے ۱۳۳۵ھ میں لکھا۔ مقدمہ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر خیر ان الفاظ سے کیا ہے ”حضرت شاہ ابوالنخیر صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ مزاج اقدس میں امارت و نفاست ضرور تھی۔ مگر وہ بڑے با وضع، پابند اوقات، حق گو بزرگ تھے۔ تجدید عمارات خانقاہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوئی اور اکثر بندگانِ خدا کی کایا پلٹ“ الخ

آثارِ رحمت | مولانا امداد صابری نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے احوال میں ”آثارِ رحمت“ نام کی کتاب لکھی۔ حضرت مولانا رحمت اللہ حضرت سیدی الوالد کے استاد تھے۔ اس مناسبت سے آپ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ ہر سال بارہ ربیع الاول کی شب کو (گیارہ بارہ کی درمیانی شب کو) میلاد شریف منعقد کرتے تھے۔ خود مولود شریف پڑھتے، انوار و برکات کی یہ کثرت ہوتی کہ برابر آنکھوں سے اشک رواں ہوتے، بیان کی تاثیر دلوں پر چھریاں چلاتی، آہ و فغاں کی صدائیں بلند ہونے لگتیں۔ اس محفل میں لوگ کثرت کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ خانقاہ شریف میں بجلی دھرنے کو جگہ نہ ملتی اور سڑک کی بھی آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔

شاہ ابوالنخیر صاحب نماز بڑی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ نماز میں جب کسی آیت کے فہم معنی کی وجہ سے حلاوت پیدا ہوتی تو رقت طاری ہوتی اور تمام نمازی بھی بے چین ہو جاتے اور زار و قطار رونے لگتے۔“

بہارِ باغِ مجلس | قاری حافظ محمد رفیق واعظ نے گلزار اکبر کے جواب میں ”بہارِ باغِ مجلس“ منظوم رسالہ ۱۳۳۳ھ میں لکھا ہے (نام تاریخی ہے) اس میں لکھا ہے۔

کلا ہے باب احسان ابوالنخیر رواں ہے بحسب فیضان ابوالنخیر

مُعطّر ہے مَشَامِ خلق اب تک
معارف کی کتب ہوں جس کو ازبر
قریب نفس بد سے بچ گیا وہ
کوئی باقی ہے قریہ اور نہ قصہ
ہے سرچشمہ خدا کی رحمتوں کا
جسے حاصل نہ ہو عرفان جب تک
ہے دورِ بایزید اس کی نظر میں
یہاں کیا کچھ کمی ہے فضلِ حق سے
خبردارِ رموزِ معرفت ہے
یقیناً حضرتِ جلّ و علا کے
طفیلِ خواجگانِ نقشبندان
کرے روشن دلِ ظلمت کدہ کو
ہے ہر دم آستانہ مبدؤ فیض
رہیں محفوظ واعظ ہر بلا سے

تروتازہ ہے بُستانِ ابوالخیر
وہ ہے طفلِ دبستانِ ابوالخیر
جو آیا زیرِ دامانِ ابوالخیر
بچا ہے ہر طرفِ خوانِ ابوالخیر
مزارِ پاکِ ذی شانِ ابوالخیر
سمجھ سکتا نہیں شانِ ابوالخیر
کہ دیکھا جس نے دورانِ ابوالخیر
خدا ہے میسر سامانِ ابوالخیر
جو ہے مدہوشِ چشمانِ ابوالخیر
مقرب ہیں بزرگانِ ابوالخیر
نہ چھوٹے ہم سے دامانِ ابوالخیر
خیالِ روئے تابانِ ابوالخیر
ہے نسبتِ زیرِ فرمانِ ابوالخیر
ہمیشہ جانشینانِ ابوالخیر

سید محمد علاء الدین جلالی میرٹھی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ کو آپ کے پہلے عرس جلالی میرٹھی میں آئے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے۔

الغرض وہ آج پہلا عرس ہے صاف ظاہر جس سے شانِ قدس ہے
اس موقع پر انھوں نے پُر درد انداز سے ۲۷ شعر کا ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر لکھا گیا
ہے۔ اس قصیدے کے ابتدائی تیرہ شعر یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

مولوی شاہِ ابوالخیر آپ کی
پہچ ہے اچھے ہوتے ہیں جو مردِ دیں
آپ تھے اچھوتوں سے بھی اچھے حضور
ایسا درویش آج تک دیکھا نہیں
جان کر بس تم کو شیدائے رسول
کس کو تھی دہلی میں تابِ ہمسری

شانِ اعلیٰ اور بڑی توقیر تھی
جاتے ہیں اُن کو عارفِ کاملین
اس لئے چہرے پہ تھا خالق کا نور
آپ تھے جیسے فقیہِ کاملین
شاہِ کابل نے بھی کی بیعت قبول
کون رکھتا تھا یہ شانِ برتری

پر اجل سے ہر بشر ناچار ہے گرم اس کارات دن بازار ہے
آپ بھی اس موت سے مجبور تھے اس لئے سوئے عدم رخصت ہوئے
لیکن اتنا جانتا ہوں میں ضرور ہوں گے زیرِ قہر بھی زندہ حضور
کیونکہ جتنے اویسا اللہ ہیں میں وہ زندہ اور فانی اللہ ہیں
اہل دنیا کے لئے وہ مردہ ہیں چشمِ بیا کے لئے وہ زندہ ہیں
ہے بہ ظاہر واسطے اُن کے اجل اور بہ باطن اُن تموتوا پر عمل
آپ کا روضہ بھی ہے گلزارِ فیض میں ہویدا دیکھ لو انوارِ فیض

سید جلالی رحمہ اللہ نے شاہ کابل کی بیعت قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ امیر امان اللہ خان نے شاہزادگی کے دور میں جب آپ کے چار صاحبِ نسبت پُرانے مخلصین کو بلایا تھا اور اُن سے تین رات ملاقات کی تو اُن سے یہ بات کہی کہ "من خادمِ حضرت صاحبِ ستم" میں حضرت صاحب کا مرید ہوں۔ افغانستان میں بجائے مرید کے خادم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ہوا تھا کہ آپ کے مبارک احوال سُن کر ان پر یک گونہ اثر ہوا تھا اور وہ آپ کی زیارت کے مشتاق ہو گئے تھے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ انہوں نے آپ کو کابل کی جو دعوت دی تھی غالباً اسی لئے دی تھی کہ وہ آپ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ مقصود بیعت ارتباط و نیاز مندی و انسلاک در رشتہ کا ملین ہے۔ اور یہ بات بہ وجہ اتم اُن کو حاصل ہو گئی تھی۔ فَهِنِيَا لَهُ ثُمَّ هِنِيَا لَهُ۔

حیف بیند چشمِ گیتی مقتدرائے کاطی

چوں ابوالخیر ولی قطبِ جہاں فخرِ زمن

اظلم ہے کہ دنیا کی آنکھ کسی کامل مقتدا کو جیسا کہ ابوالخیر ولی قطبِ عالم فخرِ زمانہ ہیں، دیکھے



معمولات

آپ کے معمولات نہایت منضبط اور باقاعدہ تھے۔ سفر ہو یا حضر کبھی اُن میں فرق نہیں آتا تھا۔ ہر چیز اور ہر کام کا وقت مقرر تھا۔ حتیٰ کہ حوائج ضروریہ کے بھی اوقات مقرر تھے، اُن ہی اوقات میں آپ اپنے مکان سے حرم سرا تشریف لاتے تھے۔ آپ پان زردہ کا استعمال فرماتے تھے لیکن دن رات میں آٹھ ٹکڑوں سے زائد کبھی استعمال نہیں کئے۔ پانی پینے کے بھی اوقات مقرر تھے۔ اُن ہی اوقات میں آپ پانی نوش جاں فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے تفریح گاہ کو جاتے وقت آپ کے ساتھ صراحی جاتی تھی۔ صبح کی چائے بکے نوش فرماتے تھے۔ اس دوران میں پانچ پارے تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ یا ہمیشہ گان میں سے کسی ہمیشہ کے سامنے مصحف شریف ہوتا تھا۔ اور وہ استماع فرماتی تھیں۔ اور اسی دوران میں آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کو حصین حصین حزب اعظم اور اذیتہ دلائل النجرات اور شجرہ شریفہ کی تعلیم دی اور حصین حصین اور شجرہ شریفہ اور تواریح حبیب الہمیشہ گان کو بھی پڑھائی۔ عصر کی چائے پانچ بکے نوش فرماتے تھے، آخر کے چند سالوں میں عصر کی چائے بین البشائین نوش فرمانے لگے تھے۔

بسم اللہ کا پڑھنا آپ کا معمول تھا کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور غلصین کو ہدایت دیتے تھے کہ جب بھی کوئی کام کریں۔ بسم اللہ پڑھ کر کریں اور جب بھی آپ کے پاس آئیں۔ بسم اللہ پڑھتے ہوئے آئیں۔ چنانچہ جو بھی آپ کے پاس آتا تھا۔ بسم اللہ پڑھتا ہوا آتا تھا، وہ اتنی بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتا تھا کہ آپ اس کی آواز سن لیں، اور وہ بسم اللہ پڑھتے وقت اپنے قلب کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ جہاں بھی آپ ہوتے تھے بسم اللہ کی مبارک صدا کانوں میں آتی رہتی تھی۔ اس کی برکت سے اہل غفلت کی غفلت کا ازالہ ہوا کرتا تھا اور قلب کو اللہ سے لگاؤ پیدا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" کشف الاسرار میں حضرت پیر ہرات کا بیان لکھا ہے: "وہ خانہ کہ در آید از در در آید و آرم اللہ نگہ دارید و از خشم او پر میرید تا بیک دو جہاں رسید" اور لکھا ہے: "أَمْيُ أَطْلُبُوا الْمَعْرُوفَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ هَرَارِے ہست ہر کارے راروے و ہر برے راخلے و اخلے چوں نہ بجائے خویش و نہ از اہل خویش طلب کنی بر نہ باشد بر آن است کہ از خویش طلب کنی" یعنی ہر کام طور طریقہ سے اللہ کی رضا مندی کے لئے ہو۔

تناول غذا دن کی غذا ایک بجے اور رات کی نو بجے تناول فرماتے تھے چھ سات انچ بلند پتائی پر کھانے کے صینی ہوتی تھی، آپ چار زانو بیٹھ کر، سر جھکا کر، حضور و خشوع سے

ماہر تناول فرماتے تھے، ہم بچے آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ شاید سال بھر میں ایک دو موقع ایسے آتے ہوں کہ گھر میں ہم نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا ہو۔ ایک مرتبہ یہ عاجز اور برادر خورد آپ کے شریک طعام ہوئے۔ اتفاق سے اس دن چاول پکے تھے۔ ہم دونوں سے چاول کے کچھ دانے صینی پر گرے، آپ سر مبارک جھکائے بہ حضور قلب غذا تناول فرماتے رہے۔ جب آپ فارغ ہوئے اور آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ تو صینی پر چاول کے دانوں کو دیکھ کر فرمایا: ”بچو تم نے چاول گرا دیئے“ اور پھر آپ نے اُن دانوں کو اکٹھا کیا اور نوالہ بنا کر خود تناول فرمایا۔ آپ نے کبھی کھانے میں کوئی خرابی نہیں نکالی۔ حمد و شکر کے ساتھ ہر چیز تناول فرماتے۔ اگر غذا لذیذ ہوئی واہ وافر ماتے، خصوصی دعو قبول فرماتے۔ لیکن اسی شخص کی کہ جس کی آمدنی پاک ہوتی تھی اور وہاں سب کے ساتھ دسترخوان پر قدا تناول فرماتے تھے۔ اور شروع میں آپ فرما دیا کرتے تھے: ”کوئی ہم کو نہ دیکھے“ اب اگر کسی بے وقوف نے آپ کو گھورا تو وہ فوراً نکلوا دیا جاتا تھا، چاہے وہ کوئی ہو، اس عاجز نے آپ کے تناول غذا کے طریقہ کو حضرت مجدد قدس سرہ کے طریقہ کے موافق پایا، جیسا کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ آپ حضور و خشوع سے طعام تناول فرماتے تھے۔ اور یارانِ طریقت کو اس کی تاکید کرتے تھے: ”آپ کو مٹھاس سے رغبت تھی۔ اگر ہوئی تو آخر میں تناول فرمائی۔“

لباس سر مبارک پر بنگلوشی سفید عرق چین، تن پر سیدھی آستین کا سفید چھوٹا کرتا، اتنا چھوٹا کہ اکڑوں بیٹھے وقت زمین سے نہیں لگتا تھا۔ گرتے کے سینہ پر چاک بغیر پٹی کے، اسی میں کپڑے کے تین ٹکڑے (گھنٹیاں) اور اُن کے بند موٹے تاگے کے، پاجامہ شرعی، ٹخنوں سے تین چار انگل اونچا، سردیوں میں روئی کی صدی چھینٹ کی۔ اور باہر جاتے وقت عرق چین پر پنبہ دار نرم کلاہ اور اس پر دستارِ مقدس اور روئی کا انگڑکھا نصف ساق تک اور دو گزٹھے کی ایک چادر، عیدین میں چغہ یا عبا استعمال فرماتے تھے۔ آجیانا عطر استعمال فرماتے تھے۔ کُسامۃ الغبر زیادہ پسند تھا، پیروں میں پشاور یا ڈیرہ کی بنی ہوئی جوتی۔ اس عاجز کی یاد میں آپ نے دو جوڑے جوتی کے استعمال فرمائے ہیں۔ پہلی پشاور تھی دوسری ڈیرہ کی۔

استنجا اور وضو پانی سے استنجا فرمانے کے بعد ایک کپڑے سے اعضا خشک فرماتے تھے چھوٹے استنجا کے بعد ایک چھوٹی تیلی استعمال فرماتے تھے۔ ہر نماز کے واسطے تازہ

وضو نہیں کرتے تھے۔ عام طور پر ظہر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔ وضو کرنے سے پہلے کرتا اور ٹوپی اتار دیتے تھے تاکہ مستعمل قطرے اُن پر نہ پڑیں۔ ایک لوٹے سے بہ کمال احتیاط وضو فرماتے تھے۔ ہر عضو کو تین بار مل کر دھوتے تھے۔ اگرچہ دانت نہ تھے لیکن مسواک تین مرتبہ مسوڑوں پر ضرور پھیرتے تھے۔ آپ کی مسواک از شاخ نیم ہوا کرتی تھی۔ کوئی دس منٹ میں آپ کا وضو ہوا کرتا تھا۔ آپ وضو میں ادعیہ مروجہ نہیں پڑھتے تھے۔ وضو کے بعد سفید لٹھے کے رومال سے ہاتھ منہ خشک کرتے تھے۔ جس وقت آپ وضو سے فارغ ہوتے تھے آپ کے چہرہ انور پر نظر نہیں ٹھیرتی تھی اور یہ یقین ہوتا تھا کہ آپ ظاہر و باطن دونوں میں بھلی و مصطفیٰ ہو گئے ہیں اور ”مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوَضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ“ (جس نے وضو کیا اور عمدہ طریقہ پر کیا اس کے گناہ اس کے بدن سے جھڑ جلتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخن کے نیچے سے بھی جھڑ جاتے ہیں) بکا رواہ الشیخان کا کامل نمونہ ہوتے تھے۔

حضرت بابائے دوم کی اولاد کے ذکر میں حضرت امہ الجلیل کی نماز کے بیان میں مابز **نماز بانیاں** نے لکھا ہے کہ اُن کو غاشعین کی نماز میں سے کامل حصہ ملا تھا یہی کیفیت حضرت سیدی الوالد کے نماز کی تھی۔ آپ رکوع و قومہ و سجدہ و جلبہ و تعدہ اخیرہ میں جس شوق و محبت سے ادعیہ ماثورہ پڑھتے تھے اس کے بیان سے عاجز قاصر ہے۔ چوں کہ آپ کی آہستہ قرائت ایسی ہوتی تھی کہ آپ اپنی آواز سن لیں اور یہ عاجز ہمیشہ آپ کے بائیں جانب نماز میں رہتا تھا آپ کے ہنس کو پوری طرح سنتا تھا اس لئے اُن ادعیہ مبارکہ کا ذکر کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ کے اختتام پر رَبِّ اغْفِرْ لِي آمین۔ رکوع میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھ کر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تین بار اور اِحْيَانًا اس کے بعد اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَكَانَ خَشَعَتُ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَفُتِحَ وَعْظِي وَعَصِيَّتِي (اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا ہے اور تیرے اوپر ایمان لایا ہوں اور تیرے لئے مسلمان ہوا ہوں۔ اور عاجزی کرتا ہے تیرے لئے میرا کان اور میری نگاہ اور میری ہڈیوں کا گودا اور میری ہڈیاں اور میرے پچھے) اور اِحْيَانًا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے بعد ”رَكَعْتُ لَكَ سَوَادِي وَخِيَالِي وَآمَنْتُ بِكَ فَوَادِي أَبْوَاءُ لَكَ بِمَغْفَبِكَ عَلَى وَأَبْوَاءُ بِذَنْبِي فَأَغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذَّنْبَ إِلَّا أَنْتَ“ اور قوم میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدُ أَكْثَرِ أَطْلُبْنَا مُبَارَكًا فِيهِ مِلَّةُ السَّمَوَاتِ وَمِلَّةِ الْأَرْضِ وَمِلَّةِ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔ اور اسی طرح دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى سے پہلے اور بعد میں یہی مبارک دعائیں ”فَرَّقَ إِيَّاكَ لَكَ رَكَعْتُ أَوْ

زکع تک کی جگہ تک سجدت اور سجدہ تک ہوتا تھا۔ اور جلسہ بین السجدتین میں اللہم اغفر لی
 وادخنی وعافنی واھدنی وارزقنی پڑھتے تھے اور التجات میں جس وقت آپ (الہ) کہتے تھے تو
 دائیں ہاتھ کی پھنگلیا اور اس سے متصل انگلی کو بند کرتے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا دائرہ بناتے
 اور شہادت کی انگلی کو بر شکل ابرو رکھتے ہوئے اشارہ کرتے اور اشارہ کے بعد حسب سابق انگلیوں کو
 قبلہ رو کر کے پھیلا دیتے۔ اس عاجز کا بھی یہی طریقہ ہے اور از روئے قاعدہ یہی السب واولی معلوم
 ہوتا ہے۔ اور قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد اللہم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم
 القیامۃ اور ربنا آتنا پڑھنے کے بعد اللہم اغفر لی ولوالدئی وارحمہما کما دبتنا فی صغیرا
 اللہم اغفر لی جمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الایماء ومنہم والاموات
 اللہم انی اعوذ بک من عذاب جہنم واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من
 فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ الحیا والممات واعوذ بک من الماتیم والمقبر
 پڑھتے تھے اور وتر میں حنفی دعائے قنوت کے بعد شافعی دعائے قنوت بھی پڑھتے تھے اور سلام وتر کے
 بعد سبحان الملک القدوس تین بار کہتے تھے۔ تیسری بار القدوس کو بلند آواز سے کہیں کر کہتے
 تھے۔ مغرب اور فجر کے فرض کے بعد اسی قعدہ کی حالت میں سلام سے متصل لا الہ الا اللہ وحدہ
 لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وهو علی کل شیء قدیور
 دس بار اور پھر بلند آواز سے لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ینا لہ التعمۃ ولہ الفضل ولہ
 الشاء احسن لا الہ الا اللہ تخلصین لہ الدین ولو کرۃ الکافرون پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ
 اٹھاتے تھے اور ظہر و عصر و عشاء کی نماز کے بعد سلام سے متصل تین بار استغفار کرتے تھے۔ کہیں ان الفاظ
 مبارکہ سے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اور کہیں ان الفاظ طیبہ سے۔
 استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو انی اذنبت وانا توبت الیہ۔ اور پھر دعا کے واسطے
 ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس طرح ہر کہ بازو پسلیوں سے الگ اور مٹھیلیاں مبارک چہرے کے سامنے
 اور بہ کمال عاجزی و مذلت یہ دعا کرتے تھے۔ اللہم انصر الاسلام والمسلمین۔ اللہم انصر
 جیوش الموحیدین۔ اللہم اھلب الکفرۃ والمشرکین۔ اللہم دمر اعداء الدین اللہم
 انصر من نصر دین محمد اللہم اخذ من خذل دین محمد۔ اللہم اصباح ائمۃ محمد
 اللہم ارحم ائمۃ محمد۔ اللہم فرج عن ائمۃ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
 وسلم۔ اور بعض مواقع پر اس کے بعد یہ دعا بھی فرماتے۔ اللہم انی اعوذ بک من عذاب جہنم

وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا
وَالْمَمَاتِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّاسِ وَالْمَغْرَمِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَنَعُوْذُ بِكَ
مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَدُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَنَعُوْذُ بِكَ أَنْ تُرْجَعَ عَلَى أَعْقَابِنَا
أَوْ أَنْ تُفْتَنَ عَنْ دِينِنَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَنَعُوْذُ بِكَ
مِنْ شَرِّ مَا عَمَلْنَا وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ نَعْمَلْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَتُجَاعَةِ
نِعْمَتِكَ وَتَجَمُّعِ سَخَطِكَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنَا أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي
لَا يَمُوتُ وَالْحَيُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ۔ اور اچھا نا اس کے بعد قنوت نازل بھی پڑھتے تھے جس کا ذکر
ذیل میں ہے۔

قنوت نازل جنگ طرابلس، جنگ بلقان، جنگ عظیم اول کے دوران فرائض میں آخری
رکوع کے بعد کبھی بہ صورت ارسال اور کبھی دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ صورت

دعا یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ أَهْلَ الْكُتُبِ وَالْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ آيَاتِكَ وَ
يَكْذِبُونَ رُسْلَكَ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ وَيَتَعَدَّوْنَ حُدُودَكَ وَيَقَاتِلُونَ أَوْلِيَاءَكَ اللَّهُمَّ
خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمُ اللَّهُمَّ زَلْزِلْ أَقْدَامَهُمُ اللَّهُمَّ أَنْزِلْ بِهِمْ بِأَسْكَ الَّذِي لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِينَ اللَّهُمَّ مَنِّزِلِ الْكِتَابِ وَفُجِّرِي السَّحَابِ وَهَازِمِ الْأَحْزَابِ هَازِمِ الْكُفَّارِ وَانْصِرِ الْمُسْلِمِينَ
عَلَيْهِمُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا
تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَتَجْعَلْنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

حضور قلب جب تک آپ کو حضور قلب نہیں ہوتا تھا آپ نماز کے لئے نہیں کھڑے
ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس مولوی سیف الرحمن مفتی منظر اللہ مولوی

شمس الدین صاحبان مع دو تین افراد کے بیٹھے تھے۔ مغرب کی اذان ہوئی، دو چار منٹ گزرے۔
مولوی صاحبان کو خیال آیا کہ نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: "مولوی منظر جاؤ تم لوگ نماز
پڑھ لو تمہاری نماز کو دیر ہو رہی ہے" آپ دس پندرہ منٹ بیٹھے رہے اور پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اس
واقعہ کو مفتی منظر اللہ صاحب نے آٹھ دس سال پہلے اس عاجز سے بیان کیا تھا۔

حسنات البرار یہ عاجز کہتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے۔ حَسَنَاتُ الْإِبْرَارِ سِتِّمَاتُ الْمُقَرَّبِينَ
یعنی نیک و صالح افراد کی نیکی اور ان کا حسن مقربین بارگاہ الہی کا گناہ اور

سیتہ ہوا کرتا ہے۔ جہاں نماز کا وقت ہوا اللہ کے فرماں بردار نیک بندے فوراً اپنا کام چھوڑ کر بارگاہِ بے نیاز میں اپنا ماتھا اجڑی سے رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی غفلت کی وجہ سے رب العزت کے انوار و تجلیات کے دیکھنے سے ناگرمہ ہیں لیکن رب العزت ہم کو دیکھ رہا ہے۔ یہ نماز درجہ احسان کا آخری درجہ ہے جو ابرار کے حصہ میں آیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے یہ نماز بے شک حسان میں سے ایک حسنہ ہے۔ لیکن وہ افراد جو مقرب بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اور جن کو احسان کا اعلیٰ درجہ مل چکا ہے اور جو کہ "الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ" کی لذت سے آشنا ہو چکے ہیں اگر درجہ احسان کے اعلیٰ درجہ کی کیفیت سے نماز ادا کریں گے تو گویا سیتہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان سے اس کو تاہی پر گرفت ہوگی۔ اور بالکل یہی صورت ابرار کی ہے جو کہ احسان کے ادنیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ اگر وہ اہل غفلت کے درجہ کی نماز ادا کریں گے یعنی بر زبان تسبیح و درود لگاؤ خرا تو سیتہ کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ پاکیزہ نفوس جن کو بلند مراتب ملے ہیں ہر لحظہ خطرے میں رہتے ہیں۔ اُن کے لئے ادنیٰ سی غفلت بھی ایک بڑا جرم ہے۔ عَنِ قَدْ رَآهِنَّ الْعَزَائِمُ (اہل عزم کو عزیمتیں پیش آتی ہیں)

خشوع | احسان کا درجہ پانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ یعنی یقیناً ایمان لانے والے فلاح پاگئے جو کہ اپنی نماز میں خاشع ہیں۔ خشوع کا اصل تعلق قلب سے ہے۔ جب دل پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو اس پر اپنے مولیٰ جل شانہ کی عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوگا۔ جب قلب کو کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو بدن بھی اس کے تابع ہو جاتا ہے اور خوف و ہیبت کے آثار بدن پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ قلب میں جتنا خشوع ہوگا بدن پر اسی قدر خوف و ہیبت کے آثار ظاہر ہوں گے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ رسالہ تفسیر پنج آیات از اول سورہ بقرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"انقیادِ باطن عبارت از رسوخِ قلبِ خالص با جمیع لطائف بہ ذاتِ خالصِ حق است۔ کہ ازاں مرتبہ حق تعالیٰ خبر می دہد۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ (جانِ لوالہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑے آتا ہے) در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز ازیں معنی اشارت می فرماید۔ لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعَى فِيهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُنْزَلٌ۔ وایں انقیادِ باطنی نیز ہیبت درجہ دارد کہ ہر درجہ از درجات بفتگانہ خالص و کمالے جدا دارد۔ و ازیں

مراتب بعد ہر ایک ہفت ہفت مرتبہ دیگر دارد کہ در خواص و شیون خود از یک دیگر جدا و ممتاز است۔ بعد طے جمیع مراتب انقیاد باطن نیز ملکہ عنایت خواهند فرمود کہ جمیع مراتب تحتانی در ضمن آن ملکہ مندرج خواهند بود۔ صاحب این ملکہ انقیاد باطن معتبر بہ مومن کامل و مقرب خاص خواهد شد معاملہ با این کس از دیگران جدا است۔ الخ

یہ عاجز قیام میرٹھ کے بیان میں چھ احادیث شریفہ لکھ چکا ہے۔ ان احادیث مبارکہ سے پوری طرح ثابت ہے کہ جن پاک نہاد افراد کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ اعلیٰ مرتبہ عنایت کیا ہے اُن پر اہل فسق و بدعت اور بد عقیدہ افراد کا اثر پڑتا ہے۔ شیخ عبدالحق نے خوب تحریر کیا ہے۔ "ایں جا محل عبرت و تذکار است مر عاقل را در اثر صحبت کہ سید رسل صلوات اللہ و سلامہ علیہ بہ اُن مرتبہ و جلالت شان در حالت قرائت قرآن در نماز کہ اعظم حالات و اقرب اوقات است در قرب حضرت رب العالمین از صحبت یکے از آحاد امت بہ ترک سنن و بعض آداب و ضو کہ نہ عبادت مقصود لذاتہ است متاثر گردد چہ جائے دیگران کہ بہ مصاحبت و مخالفت اہل فسق و بدعت گرفتار باشند و شب روز بہ ایشان باشند" (یہاں پر عقلمند کے لئے یہ بات عبرت حاصل کرنے کی اور یاد رکھنے کی ہے کہ سردار کل انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس شان اور رتبہ کے، نماز میں تلاوت قرآن کے دوران میں جو کہ پروردگار سے لقرب اور حضوری کا اعظم حالات اور اقرب اوقات ہے اپنی اُمت کے ایک شخص سے جس نے وضو کی بعض سنتوں اور آداب کو چھوڑ دیا تھا، حالاں کہ وضو اپنی ذات سے کوئی عبادت نہیں ہے بلکہ وہ عبادت کرنے کا ذریعہ بنتی ہے تو پھر اوروں کا کیا مقام ہے جو کہ اہل فسق اور اہل بدعت سے اختلاط رکھتے ہیں اور دن دن ان کی صحبت میں رہتے ہیں۔) پروردگار جل شانہ نے اس دولت عظمیٰ سے سیدی الوالد کو کامل نصیبہ دیا تھا۔ اور اہل بصیرت و اصحاب قلوب اس کی قدر کرتے تھے۔

یہ عاجز ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں جب پہلی مرتبہ حجاز مقدس ارباب کمال کی قدر گیا تو وہاں حضرت سیدی الوالد کے ایک بخاری مخلص نے آپ کی نماز بنیاز کے دو واقعات بیان کئے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ آپ مغرب کو ایک مرتبہ کچھ تاخیر سے حرم شریف پہنچے۔ جماعت ہو چکی تھی۔ آپ نے جماعت ثانیہ کی۔ نماز میں آپ نے سورہ قریش پڑھی۔ جس وقت آپ نے فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ پڑھا تو انوار و تجلیات کا ایسا ظہور ہوا کہ اکثر مقتدی اس کی تاب نہ لا کر سر بہ سجود ہو گئے۔

بخاری صاحب نے اس عاجز کو وہ جگہ بھی بتائی جہاں آپ نے جماعتِ ثانیہ کی تھی۔ اب تک اس عاجز کو وہ جگہ یاد ہے جو بابِ العمروہ کے محاذات میں ہے۔

۲۔ آپ کسی محفل میں شریک ہوئے۔ وہاں حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت مولانا سید حبیب الرحمن، حضرت مولانا رحمت اللہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ نماز کا وقت آیا اور ان حضرات نے اصرار کر کے آپ کو امام بنایا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر لطف اندوز ہوئے۔

۳۔ اس وقت تک آپ خود نماز پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد یہ خدمتِ جلیلہ المُنیرۃ **جماعت** (إلى الخلافة العُظمى) حضرت برادرِ کلاں کے سپرد ہوئی۔ آپ کا معمول تھا کہ سنن

راتبہ گھر میں پڑھ کر برائے امامت نہایت مشغوع اور سکینہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے۔ صحیحین کی حدیث شریف اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الى المسجد لا يخرج منه الا الصلاة لم يخط خطوة الا رفعت له بمادرجة وخط عنه بها خطيئة الخ (جب وضو کیا اور عمدہ طریقہ پر وضو کیا پھر مسجد کے لئے نکلا اور اس کے نکلنے کا سبب صرف نماز ہو تو اس کے ہر قدم پر اس کا مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے) کی رو سے ہر قدم پر آپ کا ایک گناہ جھڑتا تھا اور ایک درجہ بڑھتا تھا۔ اور آپ پاکیزہ اور صاحبِ درجات ہو کر مصلیٰ پر قدم رکھتے تھے۔ آپ جس وقت جاتے یا لوٹتے تھے آپ کی نظریں قدم پر ہوتی تھیں۔ آپ کے پُر ہیبت اور با جلال چہرے پر انوار و تجلیات کا پورا ظہور ہوتا تھا۔ اس عاجز نے متعدد اصحابِ نسبت کو دیکھا ہے کہ وہ آپ کو دیکھ کر فوراً نظریں جھکا لیتے تھے۔ بعض افراد پر ظاہر ہوتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں۔ جب آپ تکبیر تحریرہ کہتے تھے مقتدیوں کے دلوں پر جلالِ کبریا کی کائنات چھا جاتا تھا۔ آپ جب تلاوت شروع کرتے تھے پاک باطن افراد برکاتِ سلسلۃ البحر سے بیخود ہو جاتے تھے۔ قاری عبدالغنی شامی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ بعض افراد کے منہ سے بے ساختہ لفظ مبارک اللہ نکلتا تھا۔ بعض افراد بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ بعض افراد اپنی بے خودی میں پہلے ہی قیام کی حالت میں کھڑے رہ جاتے تھے اور نماز ختم ہو جاتی تھی۔ دوسرے مقتدی چلے جاتے تھے۔ اور وہ انوارِ الہیہ میں مستغرق کھڑے رہتے تھے۔

مقتدیوں کا پرکھنا آپ کا معمول تھا کہ نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے مقتدیوں کو غمخس کے سپرد بھی کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً سید حسن مٹاخیل کراکھوں نے کئی سال یہ خدمت انجام

دی۔ وہ ہر اس شخص کو جو تشنہ افکار کا شکار ہوا کرتا تھا الگ کر دیا کرتے تھے۔ اُن کے کام میں کبھی خرابی واقع نہ ہوئی۔ اور آپ کے پرکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ آپ صف کے پیچھے ایک سرے سے دوسرے تک آہستہ آہستہ جاتے تھے۔ ایک پٹھان آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ جس شخص میں کدورت ہوئی آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ اور پٹھان نے اس کو رخصت کر دیا۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ آپ آکر محراب میں صف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ اور ایک پٹھان صف کے پیچھے ہر شخص پر اپنی انگلی رکھتا تھا اور آپ کے "ہوں" فرمانے پر دوسرے شخص پر انگلی رکھتا تھا۔ جس میں پریشانی ہوئی، اس کے متعلق آپ نے فرما دیا اس کو ہٹاؤ۔ یہ سن کر وہ شخص چلا جاتا تھا۔

از عنفوانِ شباب تا اول روزِ مرض الموت آپ کا یہی طریقہ رہا۔ آپ نے کسی وقت بھی کسی کے اعتراض اور قیل و قال کی پروا نہیں کی۔ اپنے کام اور اپنے طریقہ پر قائم رہے۔ ہمیشہ اس بات کی سعی فرمائی کہ آپ کی نماز پر الصلوٰۃ معراج المؤمنین صادق آسکے۔

حضرات القدس کی عبارت | اس عاجز نے ساہا سال آپ کی نماز کو دیکھا۔ تنہا پڑھتے بھی دیکھا اور جماعت سے بھی گھر میں بھی اور تفریح گاہ میں بھی۔ ہمیشہ باخشوع و باخضوع پڑھتے دیکھا۔ شیخ بدرالدین سرہندی رحمہ اللہ نے "حضرات القدس" کے "الحضرة الخامسة" کے اواخر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی نماز کی کیفیت لکھی ہے۔ ان کی عبارت فارسی میں ہے۔ یہ عاجز اردو میں اس کو بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہ حقیر آپ کے مریدوں کے زمرے میں شامل ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھتا تھا تو یقین ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت سزاوارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں اور آنحضرت کے نماز پڑھنے کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور اسی طریقہ پر نماز ادا فرماتے ہیں۔

شیخ بدرالدین کی اس عبارت کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ یہ سعادتِ عظمیٰ آپ کو وراثتہً ملی ہے۔ آپ کا رُواں رُواں ان کیفیات کا حامل تھا۔ آپ پر فیضانِ الہی کا درود ہر آن ہو رہا تھا اور تصنع کا سوال ہی نہ تھا۔

فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

نماز میں تلاوت

نماز پڑھ کر جب آپ فارغ ہوتے تھے مسرت اور سرور کے آثار آپ پر ظاہر ہوتے تھے۔ آپ کی نماز قدرے طویل ہوتی تھی۔ دلی کی پہاڑی فتح گڑھ پر مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں آپ نے سورۃ صافات اور دوسری میں سورۃ ص تلاوت فرمائی۔ آپ کے پیچھے ہم تین بھائی اور ایک بٹھان تھے۔ آپ کی قرات رواں تھی۔ اوقاف صحیحہ کی مراعات فرماتے تھے۔ (اوقاف کا بیان بعد میں آئے گا) آپ کی قرات نہر جاری کی طرح تھی جو ایک ہی حالت میں روانی سے بہتی ہے۔ آیات و عید پر آپ کے خضوع و خشوع میں اضافہ ہوتا تھا اور آپ استعاذہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کی نماز کیا ہوتی تھی گویا کہ رب العزت سے مناجات ہوتی تھی۔ ایک دن ترکمان دروازے کے باہر اجمیری دروازے کے تک ٹہلنے تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں یہ حصہ بالکل غیر آباد تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ شاہ جی کے تالاب کے شرقی حصہ کے قریب ایک چبوترہ تھا جس پر راستہ چلنے والے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے اس چبوترے پر نماز پڑھی۔ سورۃ نجم کے دو رکوع پہلی رکعت میں اور تیسرا رکوع اور سورۃ قمر کا پہلا رکوع دوسری رکعت میں پڑھے۔ نماز میں آپ کو خوب حلاوت حاصل ہوئی۔ وہاں سے خانقاہ شریف آئے اور دروازہ میں مونڈھے پر جلوہ افروز ہوئے۔ منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں دلی ادب سے آپ کے پاؤں دبلے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "احمد حسین ہم نے نماز میں سورۃ والنجم پڑھی اور خوب لطف حاصل کیا" احمد حسین نے اس عاجز سے بیان کیا کہ میں نے جب آپ کے پاؤں کو دبا یا تو مجھ کو پوری طرح محسوس ہوا کہ ہر رگ ذکر پاک پروردگار میں مصروف ہے۔ آپ نماز میں قرآن مجید از اول تا آخر ترتیب کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جب ختم کرتے تو کھانا پکوا کر سب کو کھلاتے۔

جمعہ کی نماز

کوئٹہ میں آپ جمعہ کی نماز قندھاری جامع مسجد میں پڑھتے تھے اور دلی میں کالی مسجد نزد ترکمان دروازہ مدرسہ حسین بخش جامع مسجد مدرسہ عبدالرب میں۔ جب آپ رامپور سے کوئٹہ گئے اور آپ سے انگریز افسر بی ٹی صاحب نے کہا کہ مجمع عام میں آپ نہ جائیں تو آپ نے مہرولی جانا شروع کر دیا۔ اور دو سال تک حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ کی درگاہ کی مسجد شریف میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب شائقین کو اس کا علم ہوا تو فرادی و جماعات کی صورت میں پہنچنے لگے۔ رحمہم اللہ و رضی عنہ۔

کالی مسجد

یہ دلی شہر کی سب سے قدیم مسجد شریف ہے۔ اس کو جو نان شہ نے ۱۷۷۷ء میں بنوایا تھا۔ یہ فیروز شاہ کے وزیر تھے اور ان کا خطاب خان جہاں تھا اور ان کے

والد جان جہاں تھے۔ مسجد شریف بلندی پر ہے۔ اس کی بتیس سیڑھیاں ہیں۔ مسجد کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ شمال کی طرف ایک گڑ کا دالان ہے اور سامنے تین گڑ ہیں۔ ہر گڑ میں پانچ درہیں۔ اُس کے صحن میں دو بڑی قبریں تھیں۔ ایک خان جہاں کی دوسری جان جہاں کی۔

عاجز سے حافظ منیر الدین منیر اور منشی احمد حسین ساکنان چھتہ لال میاں اور منشی حسین علی نے بیان کیا کہ اس مسجد شریف کے دیکھنے کو آپ تشریف لے گئے۔ مولوی عبد الباقی صاحب بھی ساتھ تھے۔ مسجد شریف میں آپ کو برکات و انوار نظر آئے۔ آپ نے دیواروں اور ستونوں کو ہاتھ لگایا اور برکات حاصل کئے اور پھر آپ جمعہ کی نماز پڑھنے وہاں تشریف لے جاتے تھے۔

عاجز کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ پہلی مرتبہ کب تشریف لے گئے۔ البتہ عاجز کی عمر تقریباً سات سال کی رہی ہوگی کہ دو تین مرتبہ آپ کی انگلی پکڑ کر جمعہ کے دن آپ کے ساتھ یہ عاجز گیا ہے اور یہ بھی خوب یاد ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر حضرت سیدی الوالد نے بلند آواز سے امام صاحب کو خطاب کیا۔ تلاوت خراب کر کے تم نے ہماری نماز خراب کی۔ اور پھر آپ وہاں سے چلے آئے۔ دوسرے دن امام صاحب کا مکتوب آیا۔ آپ نے مولوی عبد الباقی کو وہ خط دیا اور پھر وہاں تشریف نہیں لے گئے۔ مسجد کے صحن میں دو اونچی اونچی قبریں عاجز کو یاد ہیں۔ غالباً یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ (۱۹۱۳ء) کا ہے اور ۱۹۴۷ء کے بعد یہ عاجز اس مسجد کو گیا اور قبروں کا نام و نشان نہ پا سکا۔

بڑے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

عید کی نماز کوڑٹ میں عید کی نماز پٹھانوں کی عید گاہ میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پنجابیوں کی خواہش پر پنجابیوں کی عید گاہ میں بھی عید کی نماز پڑھی۔ دلی میں ہمیشہ محمد شاہی عید گاہ میں نماز ادا کی۔ عید گاہ کو جاتے وقت راستہ میں تکبیرات پڑھتے تھے۔ عید الفطر میں آہستہ اور عید الاضحیٰ میں جبر سے۔ آپ جب نماز کو جاتے تھے پروقار ہوتے تھے۔ میرٹھ میں عید کی نماز آپ کے پہنچنے سے پہلے ہو گئی۔ اور بھی بہت سے لوگ رم گئے۔ آپ سے لوگوں نے خواہش کی کہ نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مسجد شریف میں نماز پڑھائی۔

تراویح اس عاجز کی یاد میں تراویح پڑھانے کی خدمت قاری نیاز احمد رحمہ اللہ کے سپرد رہی۔ ابتدا کی چار راتوں میں سوا سوا پارہ اور پھر آخر ماہ تک ایک ایک پارہ پڑھتے تھے۔ کوڑٹ کا غروب دلی سے آٹھ گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ تقریباً پونے دس بجے نماز شروع ہوتی تھی اور دو ڈھائی بجے تک فراغت ہوتی تھی۔ افغانستان کے دور دراز علاقوں

سے پایادہ اہل نسبت آتے تھے اور پشین کے علاقہ سے بھی کچھ لوگ آتے تھے۔ ستراسی پاک باطن افراد کا اجتماع ہوتا تھا۔ کوڑے میں مولوی منیر احمد، ماسٹر عبدالصمد، مولانا خلیل احمد سے بیعت تھے، تراویح میں آتے تھے اور لطف حاصل کرتے تھے۔ قاری نیاز احمد رحمانہ کی تلاوت میں عجیب شیرینی اور کیف ہوا کرتا تھا۔ تمام مقتدی کلام پاک کی تلاوت میں محو ہوتے تھے۔ اس عاجز نے کبھی نہیں سنا کہ کسی نے گلا صاف کیا ہو یا کھنکارا ہو جیسا کہ یہاں اہل غفلت نماز میں کرتے رہتے ہیں۔ البتہ بے خودی کے عالم میں کسی کے منہ سے اللہ کی صدا نکلتی تھی اور کوئی گر کر بے ہوش ہو جاتا تھا۔ پشین کے سید کرم شاہ بے خودی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو پیٹتے تھے۔ جب تک نماز میں رہتے تھے، ان کی مستی آنا فنا بڑھتی جاتی تھی اور نماز کے بعد نڈھال ہو کر رہ جاتے تھے۔ پھر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے وہی مستی اور وہی بے خودی کا عالم ہوتا تھا۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم ہر گز یاد روئے تو کردم جواں شدم

قاری نیاز کی قرارت | آپ کو ان سرشاران مئے معرفت کی آہ و بکا اور مستی و شور سے کبھی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ قاری نیاز احمد کی قرارت میں کبھی

کوئی غل و غلط واقع ہوا۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے از اصحاب بصیرت تھے۔ جنت اور دوزخ کا جہاں ذکر آتا تھا وہ ”کائناتِ اُمّی عینی“ دگو یا جنت اور دوزخ مشاہدہ میں ہیں، ان کے حسبِ حال تھا۔ اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام و السّٰلِیٰمَات کا جہاں ذکر آتا تھا ان کو پوری طرح محسوس ہوتا تھا کہ یہ حضرات تشریف فرما ہیں اور کلام پاک کا استماع فرما رہے ہیں۔

نماز سے جب فارغ ہوتے تھے تو خود آپ کی اور آپ کے پاک باطن مخلصین کی آنکھیں سرخ ہوتی تھیں۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے تھے۔ بار بار اس عاجز نے دیکھا کہ اس بڑی عجت میں اگر کوئی نااہل آگیا تو آپ ہاتھ کے اشارے سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے دیکھو یہ کون آگیا ہے۔ اور پٹھان جاتا تھا۔ اور اس پر انگلی رکھتا تھا۔ آپ فرماتے تھے ہاں یہی ہے۔ اور اگر پٹھان نے کسی دوسرے پر انگلی رکھ دی تو آپ فرماتے تھے۔ یہ نہیں۔ تا آنکہ وہ اس نااہل پر انگلی رکھ دیتا تھا اور وہ نکال دیا جاتا تھا۔ آپ کو وہ شخص قطعاً نظر نہیں آتا۔ آپ دالان میں ہوتے تھے۔ اور وہ صحن کے باغیچہ میں دودھی جگہ ہوتا تھا۔

مشکات کی حدیث | مشکات شریف کے باب صفة الصلاة کے فصل ثالث کی آخری حدیث امام احمد کے مسند شریف کی ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال

صَلَّىٰ بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرُ فِي مَوْحِرِ الصَّفُوفِ رَجُلٌ فَأَسَاءَ الصَّلَاةَ
فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فَلَانُ أَلَا تَتَّبِعِي اللَّهَ أَلَا تَتَّبِعِي اللَّهَ كَيْفَ تَصَلِّي أَنْتُمْ
تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ يَخْفَى عَلَى شَيْءٍ مِمَّا تَصْنَعُونَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى مِنْ خَلْفِي كَمَا أَرَى مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ - یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور آخری صفوں میں ایک شخص نے نماز کے آداب
کے منافی کچھ کیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اس کو آواز دے کر فرمایا۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ تم
نہیں دیکھتے کہ تم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ تم لوگ خیال کرتے ہو گے کہ تم جو کچھ کرتے ہو وہ
مجھ سے پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم ہے میں اپنی پشت کی چیز کو اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے
اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں۔

آپ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عاشق و شیدائے غلامی کی سچی نسبت نے
عرفان کی دولت لازوال آپ کو عنایت کر دی تھی اور اس فراست میں سے آپ کو کامل نصیب ملا
تھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اِنَّا نَعُوذُ بِفِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ
يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ - یعنی مومن کامل کی فراست و بینش سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ وہ اللہ
عز و جل کے نور سے دیکھتا ہے۔

پنجاب کے حافظ | آپ قاری نیاز احمد صاحب کو ۱۲۳۳ھ سے قرأتِ سبعہ کی تعلیم دیتے
تھے اور جس سال جس قرأت کی تعلیم دی جاتی تھی اسی قرأت سے
وہ تراویح میں کلام پاک تلاوت کرتے تھے۔ چونکہ موسم گرمی کا تھا اور پنجاب سے کافی افراد کو سٹہ
آجاتے تھے۔ اور آنے والوں میں جن کو علوم دینیہ اور قرآن مجید سے لگاؤ ہوتا تھا۔ وہ قاری نیاز احمد
کی قرأت کا چرچا سن کر بہ صد شوق حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے مکان کے وسط صحن میں ایک بڑا
دروازہ تھا۔ ڈیوڑھی نہ تھی۔ دروازہ کھلا ہوتا تو راستہ پر سے سارا صحن اور والان کا غریب حقہ نظر
آتا تھا۔ اگر صحن میں باغیچہ نہ ہوتا تو تین سو افراد بہ آرام صحن میں نماز پڑھتے، لیکن باغیچہ کی وجہ سے ستر استی
آدمیوں کی گنجائش تھی اور کچھ لوگ دروازے کے باہر کھڑے ہوتے تھے۔ پنجاب کے شائق بھی آکر ان کے
ساتھ شریک نماز ہو جاتے تھے۔ قاری صاحب کی آواز بہت صاف سنائی دیتی تھی۔ ایک رات جو کہ جمعہ کی
شب تھی قاری صاحب اپنے امام کی قرأت سے تلاوت فرما رہے تھے۔ ایک جگہ انھوں نے تَعْلَمُونَ
تا سے پڑھا اور حفص کی روایت میں یَعْلَمُونَ یا سے ہے۔ پنجاب کے حافظ صاحب کو خیال ہوا کہ
قاری صاحب کو متشابہہ ہوا ہے لہذا انھوں نے بلند آواز سے یعلمون کہہ کر فتح دیا۔ جب دو

رکعت پوری ہوئیں تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ ہماری نماز کس نے خراب کی لاؤ اس کو آپ کی آواز سن کر وہ حافظ صاحب فوراً بھاگ گئے۔

عجیب کشف | آپ کا معمول تھا کہ ہر روز دس بجے سے دوڑھائی بجے تک قاری صاحب کو تعلیم دیا کرتے تھے اور جمعہ کے دن درس کا سلسلہ بارہ بجے تک رہتا۔

اور درس کی تکمیل جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں ہوتی۔ چنانچہ دوسرے دن جب جامع مسجد میں قاری صاحب پڑھنے کو بیٹھے اور شائقین حلقہ بنا کر بیٹھ گئے تو آپ نے ایک جوان پنجابی کی طرف غور سے دیکھا اور صد ہا حاضرین کے درمیان اس سے کہا: تم نے ہماری نماز رات کیوں خراب کی تھی؟ وہ آپ کی بات سن کر لرزہ بر اندام ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: تم کو معلوم نہیں کہ کتنی متواتر قرار میں ہیں اور پھر کتنی روایتیں ہیں؟ اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عشق رسد بہ فریاد گر تو بہ سان حافظ قرآن ز بر بخوانی با چارہ روایت

(تیرا عشق فریاد تک پہنچ جائے اگر تو حافظ کی طرح چوڑاہ قرارت میں تیرا آن پڑھے)

اس پنجابی کی کالی داڑھی یک مشت، کانوں تک پٹھے، سر پر کلاہ و دستار تھی۔ اس کی ہیئت سے ظاہر تھا کہ وہ عالم بھی ہے۔ وہ بہ صد عاجزی آپ کے پاس آیا دست بوسی کی اور اپنی لاعلمی و نادانگی کا اظہار کیا۔ وہ آپ کی اس کرامتِ باہرہ کو دیکھ کر بہ جان و دل آپ کا گرویدہ ہوا۔

نگاہ مست تو آں را کہ مستفید کند ہزار پیر خرابات را مرید کند

(تیری مست نگاہ جس کو فائدہ حاصل کر نیوا لایندہ دے وہ ہزاروں خراباتیوں کو مرید بناؤ)

گلدستہ | ایک جمعہ کو مفتی عبید اللہ صاحب نے آپ کے بیٹھنے کی جگہ میں نہایت عمدہ بڑا گلدستہ رکھا تھا۔ آپ تشریف لائے اور غور سے گلدستہ کی طرف دیکھ کر مفتی

صاحب سے کہا۔ عبید اللہ اس کو کہاں سے لائے ہو۔ انھوں نے کہا۔ حضور! یہ گلدستہ دلاؤر لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”دور کن دور کن“ یعنی اس کو ہٹاؤ ہٹاؤ۔

دلاؤر آپ کے قدیمی مخلصین میں سے تھے۔ سالہا آپ کے حلقہ میں شامل رہے اور حضرت برادرِ کلاں کی خورد سالی میں خوب خدمت کی۔ آپ نے دوسری رمضان ۱۳۱۵ھ کو ایک خط حاجی عبداللہ عمر کو بھی لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ سردی کی شدت ہے۔ صبح کی نماز ہم نے مسجد شریف میں ادا کی۔ سکندر خاں اور دلاور خاں دو شخص نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اسی وضو سے ہم بیٹھے ہیں

محراب مسجد میں اور چند شخص وظیفہ کر رہے ہیں ہمارے حضور میں۔ مولوی سید شرف الدین خراسانی۔
سراج الدین خاں، مرزا خاں، سکندر خاں، زمورائے خاں، گلزار خاں، عبدالحنان خاں، اختر خاں۔
امید ہے ان لوگوں کا وظیفہ اچھا ہوگا۔ اب ساڑھے گیارہ بجے کا وقت ہے۔ امید ہے کہ وضوئے صبح
سے ظہر کی نماز ہم ادا کریں۔ یہ سب حالات واسطے الہیاء و شوق کے تحریر کئے: وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى
مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَزَمَ مَتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَىٰ
آلِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ أَجْمَعِينَ وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: (آپ پر سلام ہو)
اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور آنحضور کی پیروی کو مضبوط پکڑا (آنحضور پر اور تمام انبیاء پر)
اور ان کی اولاد پر اور اصحاب پر درود ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر)

مکتوب گرامی میں آپ نے جس دلاور کا ذکر کیا ہے وہ یہی دلاور ہے جو گلدرست لایا تھا خدا
جائے کہ اس کو چرس پینے کی عادت کیسے پڑ گئی۔ جب سے اس کو یہ عادت پڑی آپ نے اس کو
نکال دیا، لیکن وہ آپ کا سچا عاشق تھا۔ جب آپ کا قیام دہلی میں ہوتا وہ دہلی آ جاتا۔ اور جب آپ
کوٹہ جاتے تو وہ بھی کوٹہ چلا جاتا۔ اور جدھر سے آپ کی سواری برائے قفر چل جاتی کہیں چھپ کر
کھڑا ہو جاتا تھا اور آپ کو ایک نظر دیکھ لیتا تھا، یہی دیدار و دیدار اس کا متاع عزیز اور مقصد حیات
ہو کر رہ گیا تھا۔ رحمہ اللہ وغفرلہ۔

جس وقت آپ نے مفتی عبید اللہ سے دریافت کیا تھا اور گلدرست کو ہٹوایا تھا۔ جامع مسجد
لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب متحیر تھے کہ گلدرست سے آپ کو بوائے کثافت کیسے پہنچی۔ اور آپ نے
صد ہا نفر میں پنجاب کے جوان حافظ کو کیسے پہچانا کہ رات کو اسی نے فتح دیا تھا۔

۱۔ مقام خواجہ برتر از گمان است بروں از حد تقریر و بیان است

۲۔ دلش بحریت ز اسرار الہی کزد یک قطرہ از مہتاب ماہی

۱۔ خواجہ کا مقام گمان سے بالاتر ہے۔ تقریر اور بیان سے باہر ہے۔

۲۔ اس کا دل خدائی بھیدوں کا سمندر ہے۔ اس کا ایک قطرہ چاند سے بھلی تک ہے۔

بقیہ از اخبار تراویح | بارہ رکعت کے بعد ان تمام افراد کو جو نماز میں شریک ہوتے تھے
دو دو پیالی عمدہ چائے پلاتے تھے۔ بعض افراد چار میل اور بعض پانچ
میل کے فاصلہ سے تراویح میں آکر شریک ہوتے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ سائیکل پر جاتے تھے لیکن سحر
کا وقت بہت کم ملتا تھا اور کسی دن تو کوٹہ ہی میں سحر کرنا پڑتا تھا۔

اس مبارک مہینہ میں آپ کی طبیعت بہت خوش ہوتی تھی۔ آپ بار بار کھانا پکوانے لگتے تھے۔ آپ نے شنبہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۱ء مولوی بخش اللہ کو دئی خط لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں: ”۱۲ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۹ کو خیر خدا علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ ۲۳ رتو (آپ کی نواسی محمدی) کی سالگرہ، ۲۵ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ ایضاً حضور انور، ۲۹ ایضاً حضور انور، ان تارہ بخوں میں ستراسی تراویح پڑھنے والوں کو قورسہ روٹی چائے، افطاری۔ الحمد للہ رب العالمین“

صلوۃ التسبیح

یہ نہایت بابرکت نماز ہے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو تعلیم کی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا سے فرماتے ہیں۔ اے چچا کیا میں تم سے صلہ نہ کروں؟ کیا میں تم کو ایک نعمت عطا نہ کروں؟ کیا میں تم کو نفع نہ پہنچاؤں۔ حضرت عباس نے کہا۔ جی ہاں پہنچائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا چار رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور پھر اللہ اکبر اور الحمد للہ اور سبحان اللہ پندرہ مرتبہ پڑھو اور پھر رکوع کرو اور رکوع میں دس مرتبہ اور پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ اور پھر سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر سجدہ سے اٹھ کر دس مرتبہ اور پھر سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر سجدہ کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے دس مرتبہ۔ اور یہ سب ۷۵ مرتبہ ہر رکعت میں اور چار رکعات میں تین سو مرتبہ ہوا۔ اگر تمہاری خطائیں ریت کے ذرات کے برابر ہوں گی تو اللہ ان کو معاف کر دے گا۔ حضرت عباس نے کہا۔ یا رسول اللہ ہر روز اس نماز کو پڑھنے کی کس میں طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ہر روز نہیں پڑھ سکتے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو

سال میں ایک بار۔ اور ترمذی نے امام عبد اللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ اور پھر سورہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد دس مرتبہ پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم تین مرتبہ کہنے کے بعد دس مرتبہ اور پھر قوم میں دس مرتبہ اور پھر پہلے سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر دو سجدوں کے مابین دس مرتبہ اور پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ۔ اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ اور چار رکعت میں تین سو مرتبہ پڑھنا ہے اور چار رکعت کو ایک سلام سے بھی پڑھ سکتا ہے اور دو سلام سے بھی۔ اگر نماز میں سجدہ سہو کرنا پڑے تو اس میں تسبیحات دس دس مرتبہ نہ پڑھے کیونکہ تسبیحات کا پڑھنا تین سو مرتبہ ہے اور وہ پوری ہو چکیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ہر جمعہ کے دن زوال کے قریب

اس مبارک نماز کو پڑھا کرتے تھے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ اگر تسبیحات کے ساتھ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم کا اضافہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ تسبیحات کے بعد لا حول اور پھر عذد خلقہا ورضا نفسہا ورتبہ عرشہ ویداد کلمتہ پڑھا کرتے تھے یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم عذد خلقہ ورضا نفسہ ورتبہ عرشہ ویداد کلمتہ۔ چار رکعت بہ یک سلام میں تین سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

تسبیح عت
صلوۃ اربعہ جماعت
پڑھنا مکروہ ہے۔ اواخر رجب ۱۳۳۳ھ مطابق اوائل جون ۱۹۱۵ء

سید یوسف زواوی مدینہ منورہ سے مع اپنے جوان صاحبزادے اور ایک رفیق کے آپ سے بیعت ہونے کو ٹر بلوچستان آئے۔ ۲۴ رجب (۹ جون) کو بعد نماز مغرب انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا کہ اگر صلوۃ التسبیح جماعت سے پڑھ لی جائے تو بہتر ہو۔ سب مخلصین جو ساٹھ ستر کے قریب تھے پڑھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ حنفیہ کے نزدیک نوافل کا جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ انھوں نے کہا کتنے ہی مسائل ہیں کہ ان میں ایک امام کے اتباع دوسرے امام کے قول پر عمل کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مسئلہ اجرت گرفتن بر طاعت، کہ اس میں احناف نے امام شافعی کے قول کو لیا ہے۔ آپ بھی اس نساخ کو باجماعت پڑھنے میں امام شافعی کے قول کو لے لیں اور اس وقت میرے رفیق کو امام کر دیں وہ شافعی المذہب ہیں ہم سب ان کی اقتدا کر لیں گے اور پھر آپ اس پر عمل کرتے رہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھی نے نماز پڑھائی اور آپ نے اور سب مخلصین نے اور ہم تینوں بھائیوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور اس کے بعد سے آپ اس مبارک نماز کو جماعت کے ساتھ مبارک راتوں میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ ہزار ہا افراد اس نماز سے واقف ہوئے اور وہ اس کو پڑھنے لگے۔ دلی کی خانقاہ شریف میں یہ نماز پڑھنے کے لئے بکثرت لوگ آنے لگے۔ نواب سراج الدین سائل، پیرزادہ محمد حسین حج، پیرزادہ مظفر احمد حاجی قدرت اللہ حاجی ظفر الدین قاری فضل الرحمن وغیرہم بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ اس مبارک نماز کی فضیلت پہلے بیان کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حاجی ظفر الدین نے آپ سے نماز کے بعد کہا۔ ہمارے سب گناہ معاف ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے سب گناہ معاف کر دے۔ باکریاں کارہا دشوار نیست۔

خدا کا فضل ہے یہ مبارک نماز اب بھی ہوتی ہے۔ یہ عاجز سال میں تین مرتبہ یہ نماز پڑھاتا

تھا۔ لیکن اب چند سال سے نصف شعبان کی شب کو ہوتی ہے۔ بلا تداویٰ اپنے شوق سے مخلوق آتی ہے۔ یہ عاجز سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنے پر اکتفا کرتا ہے اور سورہ زلزلا و عادیات و قارعہ و تکاثر پڑھتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سورہ انشا فتحتنا لک فتحتنا میں پڑھا کرتے تھے اور امامت حضرت برادر کلاں فرماتے تھے۔

مطالعہ طالب علم کے دور میں آپ نے مروجہ علوم و فنون پڑھے اور خوب تحقیق سے پڑھے آپ نے تاویخ و ادب و فقہ و تصوف کی اعلیٰ کتابوں کا مطالعہ خوب دقیق نظر سے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو اور کمالات دیئے تھے وہاں آپ کو اعلیٰ درجہ کی قوتِ حافظہ بھی دی تھی۔ لہذا جو بھی آپ نے پڑھا اور مطالعہ کیا وہ آپ کے ذہن و دماغ میں محفوظ تھا۔ جب سے طریقت کا کام آپ کے سپرد ہوا آپ کا شغف و انہماک قرآن مجید و احادیث مبارکہ کی طرف مرکوز ہو گیا۔ تصوف یا کسی دوسرے فن کی کتاب کا مطالعہ بہت کم کرتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے انقطاع کے بیان میں آپ کا وہ خط نقل کیا جا چکا ہے جو اسماعیل بن عبدالرحمن کو ارسال کیا ہے۔ سالہا سال قرآن مجید کے فہم معانی کے سلسلہ میں آپ مشغول رہے اور ائمہ قرارت کی کتب سے اوقاف کا بیان کیا جس کا ذکر تفصیل سے آنے والا ہے۔ آپ اکثر احادیث طیبہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ مسند شریف حضرت امام احمد بن حنبل اور اس کے حاشیہ پر کنز العمال سے آپ کو بہت شغف تھا۔ لکھنؤ میں آپ اس کا مطالعہ فرماتے تھے۔ جو نسخہ آپ کے مطالعہ میں رہا ہے، اُس پر آپ نے جا بجا سُرخ روشنائی سے خطوط کھینچ رکھے ہیں۔ یہ خطوط مسند اور کنز العمال کی احادیث مختارہ پر کئے ہیں۔

بعض احادیث کا لکھنا آپ کسی کاغذ یا کسی مجلد کے سادے ورق پر احادیث مختارہ لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ محمد اعلیٰ میرٹھی کے رسالہ ”صبح صادق“ تالیف ۱۳۱۳ھ کی جلد پر مسند شریف کے مجلد رابع کی احادیث مبارکہ لکھی ہیں۔ اور ایک چودہ ورقہ پر آپ نے اکسٹھ احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ اور ایک کاغذ پر ایک حدیث شریف تحریر فرمائی ہے جو تبرکاً نقل کی جاتی ہے۔

ایک حدیث شریف ”حدثنا یحییٰ بن حبیب الحارثی قال حدثنا خالد بن الحارث قال حدثنا ابن جریج قال حدثنی یونس بن یوسف عن سلیمان بن یسار قال تفرق الناس عن ابی ہریرۃ فقال لہ فاقُلْ اهل الشام ایھا الشیخ حدّثنی

حدیثاً سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه رجل استشهد فأتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما علمت فيها قال قاتلت فيك حتى استشهدت قال كذبت ولكنك قاتلت لأن يقال جري فقد قيل ثم امر به فحبس على وجهه حتى اتقى في النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فأتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما علمت فيها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارى فقد قيل ثم امر به فحبس على وجهه حتى اتقى في النار ورجل وسع الله عليه وأعطاه من أصناف المال كله فأتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما علمت فيها قال ما تركت من سبيل تحب أن ينفق فيها إلا أنفقت فيها لك قال كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد فقد قيل ثم امر به فحبس على وجهه ثم اتقى في النار

(مطلب) حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن شہید کا فیصلہ پہلے کیا جائیگا۔ شہید کو لایا جائے گا اور اس کو وہ نعمتیں یاد دلانی جائیں گی جو اس کو دی گئی ہیں۔ وہ ان کا اعتراف کرے گا تو اس سے کہا جائیگا۔ ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں تیرے لئے لڑا اور شہید ہوا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو تو اس واسطے لڑا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو بہادر کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا اور قرآن مجید پڑھا۔ اس کو وہ نعمتیں یاد دلانی جائیں گی جو اس کو دی گئی ہیں وہ ان کا اعتراف کرے گا تو اس سے کہا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں نے تیرے واسطے علم سیکھا اور سکھایا اور کلام پاک پڑھا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو نے علم اس واسطے پڑھا کہ عالم کہلایا جائے۔ اور قرآن اس واسطے پڑھا کہ قاری کہلایا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو عالم اور قاری کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے فارغ ابالی اور ہر طرح کا مال و متاع دے رکھا ہے۔ اس کو وہ نعمتیں یاد دلانی جائیں گی جو اس کو دی گئی ہیں وہ ان کا اعتراف کرے گا تو اس سے کہا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا میں نے تیری پسندیدہ راہوں میں اس کو خرچ کیا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اپنی دولت اس واسطے خرچ کی کہ جواد کہلایا جائے چنانچہ لوگوں نے تجھ کو جواد کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں

ڈال دیا جائے اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

پانچ مرتبہ مسند کا مطالعہ | اس عاجز نے آپ کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے مسند امام احمد کا مطالعہ از اول تا آخر پانچ مرتبہ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہوا

کہ یورپ میں طبقات ابن سعد بھی ہے تو آپ نے حاجی عبداللہ عمر کو یکم ذی القعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۹۶ء بمبئی خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا ہے۔

”طبقات ابن سعد عمدہ کتاب ہے۔ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے حالات اس میں مرقوم ہیں۔ کتب خاندہ شیخ الاسلام میں یہ کتاب نہیں ملتی۔ یورپ میں یہ کتاب بے حد میں طبع ہوئی ہے۔ جو طبع ہو گئی ہے بس یہی ہے، اور کہیں اس کا وجود نہیں ہے۔ اور کتاب فروش کے پاس بھی اگر ملے گا تو بس ایسا ہی نسخہ ملے گا۔ اس سے بہتر کہیں طبع نہیں ہوا۔ بخاری شریف سے بھی یہ کتاب پہلے تصنیف ہوئی ہے۔ گیارہ سو برس سے پہلے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ اس واسطے ہم تم کو بار بار لکھتے ہیں کہ یہ کتاب خرید کر بھج دو۔ الخ“

طبقات اور بخاری کا مطالعہ | چنانچہ اس مبارک کتاب کے جو اجزاء چھپ گئے تھے، وہ آپ کے پاس آگئے اور پھر جنگ عظیم کی وجہ سے باقی اجزاء

کا آنا بند ہو گیا۔ آپ سے عبید الرحمن خاں صاحب فرزند صدر یار جنگ جناب حبیب الرحمن خاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۱۶ء میں بیعت ہوئے۔ اُن سے اس کتاب کا ذکر آیا اور انہوں نے آپ سے اپنے حضرت والد کے متعلق بتایا کہ انہوں نے بھی یہ کتاب منگوائی ہے۔ اس عاجز سے ابھی کچھ دن پہلے جناب عبید الرحمن خاں صاحب نے کہا۔ کہ آپ نے ان سے دریافت کیا۔ کیا تمہارے پاس اس کتاب کے کامل اجزاء آگئے ہیں؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا ”جو اجزاء ہمارے پاس آگئے ہیں ہم سات مرتبہ ان کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور امام بخاری کی صحیح بارہ مرتبہ مطالعہ کر چکے ہیں۔“

مطالعہ کا طریقہ | عام طور پر آپ کی نشست چار زانو ہوتی تھی۔ البتہ میلاد مبارک کی پاک محفل میں اور بزرگان دین کے مزارات شریفہ کے سامنے آپ دو زانو بیٹھتے تھے۔ جب چار

زانو نشست ہوتی تھی تو آپ تقریباً ڈھائی تین انچ موٹا تکیہ گھنٹوں کے اوپر رکھتے تھے اور اس پر گھنٹیاں ٹیک کر دونوں ہاتھ سے کتاب کو پکڑ کر گھنٹوں مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی آپ نے لیٹ کر یادائیں یا باتیں تکیہ کر کے کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ نے زمین پر کتاب کبھی نہیں رکھی بلکہ ایک

تپائی پر کتاب رکھتے تھے۔

کتاب اوراد و وظائف | آپ کو حصین حصین اور حزب اعظم سے خاص لگاؤ تھا۔ اورادِ فخریہ بھی پسند تھی۔ اگر مخلصین میں سے کوئی ان کتابوں میں سے کسی

کتاب کو یا دلائل الخیرات کو آپ سے پڑھنا چاہتا تھا تو آپ نہایت شفقت سے اس کو پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ دلی کے مخلصین میں سے کسی نے مناجاتِ مقبول پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: نہیں، ہم نہیں جانتے کہ یہ کتاب کس نے لکھی ہے اور کیسی دعائیں جمع کی ہیں۔ ہمارے ائمہ نے حصین حصین اور حزب اعظم لکھی ہے، ان کو پڑھو۔

اس عاجز نے مناجاتِ مقبول تو دیکھی نہیں ہے۔ البتہ اس دور کے بعض دوسرے رسائل دیکھے ہیں۔ وہی دعائیں جو حصین حصین یا حزب اعظم میں ہیں لکھی ہیں۔ البتہ وہ مبارک دعائیں جو ان کے مسلک کے خلاف ہیں نہیں لکھی ہیں۔ اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیا خفی اُن احادیثِ شریفہ کو نہیں لکھو گا جو رفع یدین یا آمین بالجہر کے متعلق وارد ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک ہر وہ مبارک دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت ضعیف طریقہ سے ہوا ہو اور وہ موضوعی نہ ہو ہمارے عقل و فکر اور ہمارے علم و خیال سے کہیں بالا و برتر اور مبارک و اطیب ہے۔ آنجناب کی طرف نسبت نے اُس کو اوجِ رفعت پر پہنچا دیا ہے۔

آپ کے کسبِ سلوک کے بیان میں آپ کی تحریرِ نقل کی جا چکی ہے کہ اسبوعہ دلائل الخیرات اور حزب اعظم بہ کمالِ خشوع آپ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو حصین حصین سے بہت شغف تھا۔ حصین حصین اور حزب اعظم کی بیشتر دعائیں از بر یاد تھیں اور آپ ان کو پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف میں آپ کو اس درود شریف سے زیادہ لگاؤ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

قصائد مبارکہ | آپ کو قصیدہ ہمزہ، قصیدہ برودہ، قصیدہ منفرجہ بہت پسند تھے۔ آپ نے ۱۳۲۹ھ قصیدہ منفرجہ کے فضائل بیان فرمائے اور ہم

تینوں بھائیوں نے یہ مبارک قصیدہ آپ سے پڑھا۔ آپ نے شیخ عبدالرحمن القلی سہیلی کے سات شعر پڑھے اور ارشاد

ما لقی سہیلی کے اشعار | فرمایا۔ اگر حضورِ قلب سے ان اشعار کو پڑھ کر دعا کی جائے تو

ان شاعرانہ مقبول ہوگی۔ وہ اشعار یہ ہیں :-

يَا مَنْ يَرَى مَا فِي الضَّمِيرِ يَسْمَعُ
أَنْتَ الْمُعَدُّ بِكُلِّ مَا يَتَوَقَّعُ

يَا مَنْ إِلَيْهِ الْمُشْكِي وَالْمَقْزَعُ
أَمْسِنُ فَإِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ أَجْمَعُ
فَبِالْإِقْتَارِ إِلَيْكَ تَقَرُّى أَدْفَعُ
قَلْبِي زِدْهُ فَإِنِّي بَابُ اقْتَرَعُ
إِنْ كَانَ فَضْلُكَ عَنْ فَقْدِكَ يَمْنَعُ
فَالْفَضْلُ أَجْزَلُ وَالْمَوَاهِبُ أَوْسَعُ

يَا مَنْ يَرْجَى الْمَقْدَايِدَ كُلَّهَا
يَا مَنْ تَحْرَأُ مِنْ رِزْقِهِ فِي قَوْلِ كُنْ
مَا لِي سِوَاكَ فَقَرِّبْ إِلَيْكَ وَبِشِيرَةٍ
مَا لِي سِوَاكَ قَرِّبْ لِي بِكَ حِيلَةً
وَمَنْ إِلَيْنَا أَدْعُو وَاهْتِفْ بِأَمِيرِهِ
حَاشَ الْجُودُكَ أَنْ تَقْتِطَ عَاصِيَا

اشعار کا مفہوم

اس عاجز نے ہنگامہ زد و خورد ۳۶۶ سالہ مطابق ۱۹۴۷ء میں ان اشعار کے مفہوم کو فارسی میں بیان کیا اور دعا کی۔ اور اس کا تاریخی نام منوائے رنج و غم رکھا جو درج دیل ہے :-

بشنوی صوتِ خفی از جانِ جان
وے کہ باشی در مصائبِ مستعان
مینتے کن بر فقیرِ زید ہاں
خاکِ این فقر است تاجِ قدسیاں
گرچہ در دستم بود ملکِ جہاں
کو درے باشد بگردم گردِ آں
راحتِ دلہا بود، لطفِ زباں
دُرگہت باشد ملاذِ عاجزاں
در رضایتِ بہرینِ دوزخِ جہاں
خود تو فرمودی کہ لطفم بے کراں
فضلِ وجودت بے حجابِ فبے گماں
لیک تا کے در فشارِ کافراں
تا بہ کے از خونِ وے دریا رواں
چشمہا از سوزِ تا کے خونِ نشاں
عصمتِ زہا بہ دستِ جاہلاں
صدہائے جاں گداز و دل سستاں

اے کہ دانی حالِ دل را از نہاں
اے کہ بہرِ دردِ دریاں ذاتِ تو
اے کہ داری گنجہا در قولِ کن
نیمتِ ما چارہ از فقرِ تو
مستدمِ بردتِ دستکِ زخم
بندہ پرور، گر تو رانی از درد
کوست نامِ پاکِ وے بر لبِ رود
دستگیرِ بے کماں لطفِ بود
در عتابِ جہنمِ دوزخِ بود
نا امید از رحمتِ کافرِ بود
لطفِ تو بیش است از فکرِ و خیال
بندگانت را خطا ہا ارجہ بیش
تا بہ کے بربادیِ مسلمِ بود
سینہا از دردِ تا کے چاکِ چاک
بہرِ طفلانِ ہشیرِ مادرِ خونِ مشدہ
تا بہ کے از دشمنانِ اسلامِ را

جائے مسجد تائبہ کے بت خانہ
تائبہ کے اوراق مصحف منشر
جنگ اسلام است با کفر و فساد
بہر قتل و تہیب یکسر آمدند
یا الہی گشت افزود از حساب
بندگان عاجزند و بیکس اند
بیکساں در انتظار نصرت اند
بار مولیٰ حافظ و ناصر توئی
شَیْبِ اللّٰہُمَّ شَمْلَ الْمُشْرِکِیْن
تائبہ کے ایں ذلت و خواری بود
مدّے بگزشت در درد و کرب
عفو فرما جملہ تقصیرات را
بہر لطف بندگان را مدام
یا خَفِیَّ اللُّطْفِ اِذْ رَکَّ حَالُنَا
دور فرما ظلم و عدوان و ستم
دور فرما جسد آلام و محن
رحم فرما بر فقیر بے قوا
یا مِلِّکَ الْکُوْنِ جَلَّتْ قُدْرَتُکَ
ہبْ لَنَا بِاللُّطْفِ مِنْکَ الْمُغْفِرَہ

جائے منبر تائبہ کے رقص بُتوں
ہیجو برگ گل بہ آیام حُستراں
با محمد در جدل طاغوتیاں
باتفنگ و خنجر و تیغ و سناں
ظلم و عدوان و جفاے دشمنان
انتقام شان بگیری از ظالماں
بیکساں را از بلا و وارہاں
بہر مظلوماں توئی حرز داماں
وَانْصُرِ الْاِسْلَامَ نَصْرَ الْاِمْحَانِ
بارے بگرشویں حال زارِ شان
مرہے نہ بردی افسردگاں
یک نگاہ لطف فرمایک زباں
دست بر رو چشم سوئے آسماں
کُنْ لَنَا عَوْنًا فَاَنْتَ الْمُسْتَعَانِ
دور فرما رنج و اندود و زیاں
دور فرما بر بلائے ناگہاں
رحم فرما اے خدائے مہرباں
ارْفَعْ الْاَوْزَارَ عَنِ الْمَحْضَانِ
وَامْتَحِبْ مِنَّا فَقَدْ اَنَّ الْاُدَانَ

بعض اشعار آپ نے علامہ دُمیری کی کتاب "حیات الحیوان" کے بعض لطیف

قصائد کی نشان دہی فرمائی۔ خود بھی آپ نے پڑھا اور حضرت برادر
کلاں نے نہایت اعلیٰ طریقہ پر پڑھ کر سنایا اور آپ خوب متلذذ ہوئے۔
آپ نے حضرت برادر کلاں کو کسی کتاب میں سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یاد
کرائے تھے۔ ابتدا کے دو شعر اس عاجز کو یاد ہیں۔ لکھتا ہے۔

لَا الْحَمْدُ يَامَنْ فَضْلُهُ مُتَوَاتِرٌ وَيَا مَنْ لَهُ جُودٌ عَمِيمٌ وَعَنَامِرٌ

لَكَ الْحَمْدُ مِنِّي فَاَقْبَلِ الْحَمْدَ مِنِّي رِجْؤُكَ وَالْإِحْسَانِ وَالْفَضْلِ ذَاكِرُ

عجب وقت عجب دور تھا۔ غافل سے غافل دل بھی تھوڑے ہی دنوں میں لذتِ ایمان کی ملاوت سے سرشار نظر آنے لگتا تھا۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَعَلَى مَنْ رَبَّاهُ فَاَحْسَنُ تَرْبِيَةٍ۔

قرآن مجید کا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر رحمہما اللہ کے تراجم آپ کو پسند تھے۔ جو بھی آپ سے ترجمہ کے متعلق دریافت کرتا تھا آپ ان دو حضرات کے تراجم میں سے کسی ایک کے ترجمہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ آپ نے ہمشیرگان کو بھی حضرت شاہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھایا۔

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور آپ کے پاس ایک نسخہ ارسال فرمایا کہ آپ اصلاح فرمادیں۔ شیخ فضل عمر دہلوی نے اول سے آخر تک آپ کو ترجمہ سنایا۔ آپ نے جہاں مناسب سمجھا اصلاح کی۔ اور شیخ فضل عمر کے ہاتھ وہ نسخہ ڈپٹی صاحب کو بھیج دیا۔ آپ نے سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۱ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُتَعَاظَةً کے ترجمہ کی اصلاح فرمائی۔ ڈپٹی صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: ”مسلمانو سود (دوسو) نہ کھاؤ (کہ اصل میں بل بھل کر دگنا چوگنا) ہوتا چلا جائے“ ڈپٹی صاحب نے آپ کی اصلاحات کو دیکھا سب کو تسلیم کیا اور سود کے متعلق فضل عمر سے کہا کہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ ترجمہ کیا ہے اور اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ آپ نے فضل عمر کی معرفت ان کو کہلا بھیجا: ”ہم جب خانقاہ شریف آئے تھے تو ہمارے پاس پانچ روپے بھی نہ تھے۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے۔ مسلمانوں کا معاملہ اللہ سے صاف ہونا چاہیے۔ ان کو دینے والا اللہ کافی ہے جو سب کا مالک ہے۔“ یہ سن کر ڈپٹی صاحب خاموش ہو گئے۔ اور پھر انھوں نے فضل عمر صاحب سے کہا: ”میرے ترجمہ کی اگر کسی نے قدر دانی کی ہے تو بس حضرت شاہ صاحب نے کی ہے۔“

صبح کا حلقہ آپ سن تیرہ سو تینتیس چونتیس تک باقاعدہ دو وقت حلقہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح کو نو ساڑھے نو بجے سے دن کے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک اور رات کو نو بجے سے دو ڈھائی بجے تک۔

درس حدیث صبح کے حلقہ میں آپ اصحابِ نسبت علماء کو صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا درس دیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے آپ عبارت کی صحت فرماتے تھے۔ اور

پھر حدیث شریف کا صحیح ترجمہ اور مطابقتہ الباب کا بیان۔ اگر اسناد میں کوئی بات ہے تو اس کو بیان فرمادیا۔ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ہجرت قدس سرہ کا مسلک آپ کا مسلک تھا۔ بیکار کی لمبی چوڑی تقریریں آپ کو پسند نہ تھیں۔ آپ کی سعی اس پر مرکوز رہتی تھی کہ ارشاداتِ نبویہ علی صاحبہا ألف ألف صلاۃ و تحیۃ کی حلاوت سے روح متلذذ ہو۔

اس عاجز کے نزدیک لمبی چوڑی تقریروں سے حدیث مبارک کی حلاوت سے غفلت اور بیکار کی الجھنوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

وہ علماء جو آپ سے پڑھتے تھے اگلی صف میں ہوتے تھے اور ان کے پیچھے سالکانِ راہِ طریقت آنکھیں بند کئے، سر جھکائے ذکرِ الہی میں مصروف رہتے تھے۔ بظاہر آپ کی توجہ حدیث شریف پڑھنے والوں کی طرف ہوتی، لیکن سالکانِ راہِ طریقت پر بھی ابوابِ فیض کھلے رہتے تھے۔ اور وہ منازلِ سلوک طے کرتے تھے۔ اگر کسی میں غفلت آتی تو فوراً آپ تنبیہ فرماتے۔ اور وہ اپنے کام میں لگ جاتا۔ حکیم عبدالعزیز صاحب بریلوی، حکیم عبدالحمید خاں سے فنِ طب پڑھتے تھے اور آپ سے راہِ سلوک کے لطائف حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے اس عاجز سے کہا۔ جس وقت آپ حدیث شریف پڑھتے تھے، میں ذکرِ شریف میں مصروف ہوتا تھا۔ فیوضِ رحمانیہ کا اثر تمام بدن میں محسوس کرتا تھا۔ ڈھائی تین گھنٹے گزر جاتے تھے اور مجھ کو کچھ خبر نہ رہتی تھی۔ تقریباً بیس سال ہوئے کہ ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ جس محبت اور ذوق و شوق سے اس وقت کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اس کا اثر اس عاجز پر اب تک ہے۔ جب بھی وہ یاد آتے ہیں، دُعا کے خیر دل سے نکلتی ہے۔ اللہ ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل کرے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

قرآن مجید کے اوقاف صبح کے حلقہ میں آپ نے کئی سال تک ائمہ فن کی کتابوں سے قرآن مجید کے اوقاف کا بیان کیا۔ اور مصاحف شریفہ پر ان کو لال روشنائی سے خود بھی لکھا اور علماء کی جماعت سے بھی لکھوایا۔ آپ نے دو شنبہ ۹ مارچ ۱۳۲۵ء کو ایک تحریر مولوی حکیم غلام محی الدین زینت رقم لاہوری کو دی ہے۔ اس تحریر سے اوقاف کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس لئے یہ عاجز اس کا اردو ترجمہ لکھتا ہے۔ اصل تحریر فارسی میں ہے۔

آپ کی تحریر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِهِ
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔ اما بعد۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے سلسلہ

قرأت میں جو اساتذہ گزرے ہیں اور جن کے ذریعہ ہم تک قرآن مجید پہنچا ہے، اُن میں شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام جزری، امام ابو عمرو دانی، اُن اوقاف پر متفق ہیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ اور وہ اوقاف تامرہ، کافیر اللہ نہ ہیں۔ ہم نے ان تین اماموں کی تحقیق کے مطابق اوقاف کو لکھا ہے۔ اور ان کے اصول و قواعد پر قیاس کرتے ہوئے وقف جائز کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً الزَّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔ ہر ہم نے وقف جائز لکھا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ ہے۔ اور یہ جملہ یوقدُ مِنْ شَجَرَةٍ کا زجاجة یا کوكب دُرِّي کی نہ صفت ہے اور نہ حال ہے اور نہ ان سے متعلق ہے۔ لہذا کوكب دُرِّي کو یوقدُ مِنْ شَجَرَةٍ سے ملا کر پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اور کوكب دُرِّي پر وقف کرنا جائز ہے جبکہ ہمارے مشائخ نہ وقف لازم کا ذکر کریں اور نہ وقف مطلق کا، بلکہ وہ اس کے خلاف کہتے ہیں۔ وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ وَقْفٍ وَجِبٌ وَلَا حَرَامٌ غَيْرَ مَالٍ مِنْ سَبَبٍ

یعنی قرآن میں نہ کوئی وقف واجب ہے اور نہ کوئی وقف حرام ہے (بجز اس کے کسی سبب سے حرمت آئے۔ مثلاً کوئی قصداً لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا بِرُوقْفِ كَرِّے اور پھر إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ کہے تو یہ قباح اس کی بدینیتی سے آئی ہے) اور انھوں نے اوقاف تامرہ، اوقاف کافیرہ، اوقاف حسنہ کا اثبات کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ لہذا ہم شاگردوں کو مناسب نہیں ہے کہ اُن کی مخالفت کرتے ہوئے وقف لازم اور مطلق کا استعمال کریں اور ان کے بیان کردہ اوقاف تامرہ، کافیرہ، حسنہ کو چھوڑیں۔ ان حضرات کی خدمت قرآنیہ سے جو شخص واقف ہے اور شیخ الاسلام کے رسالے اور منار الہدیٰ کو سمجھتا ہے۔ وہ ہماری تحقیق کو جو ہم نے اوقاف کے سلسلہ میں کی ہے پسند کرے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى۔

أَمْرٌ بِكُتُبِ الْعَبْدِ الطَّالِبِ مِنْ رَبِّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ فِي عِبَادَةِ الصَّالِحِينَ

عبد اللہ ابوالخیر الفاروقی النقشبندی المحنفی غفر اللہ ذنوبہ وذنوب ابویہ

آپ کی اس تحریر سے اُن مسامی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو آپ نے اس سلسلہ میں کی ہیں۔ وقف جائز کا استنباط آپ نے کیا ہے۔ یہ استنباط کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وہی شخص اس کو کر سکتا ہے جو فنِ نحو سے پوری طرح واقف ہو۔ اور اس نے قرآن مجید کا ازاول تا آخر خوب دقیق نظر سے مطالعہ کیا ہو۔

رات کا حلقہ

رات کا حلقہ عشر کی نماز کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ پہلے حلقہ میں شریک ہونے والوں کے احوال کو دیکھتے تھے۔ آپ نے ایک دن فرمایا: جب تم آتے ہو تو ہماری نظر تمہارے قلب پر ہوتی ہے۔ اگر قلب کو اچھے حال میں پایا تو دل خوش ہوتا ہے اور اگر اس میں خرابی نظر آئی تو غصہ آتا ہے۔ ہم کیا کریں۔ تمہاری بھلائی کے واسطے ہم کو یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے: آپ جس میں خرابی پاتے تھے اس کو اس کے احوال کے مطابق زجر و توبیخ فرماتے یا نکلوادیتے تھے۔ تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ یہ جلالی دور چلتا اور اس کے بعد نفحات فیوضات رحمانیت سے دلوں میں ایک نئی جان پڑنی شروع ہوتی۔ اِنَّ لِّیْ مَعَ اللّٰهِ سَاعَةً کی صدا کانوں میں گونجنے لگتی اور مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شَبَّ وَ تَقَرَّبَتْ مِنْهُ ذَرَّعَاوَةٌ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذَرَّعَاتٌ تَقَرَّبَتْ مِنْهُ بَاقَا کی کیفیات کو عیاناً دیکھتا یہی وہ مبارک وقت اور مبارک دولت تھی جس کو حاصل کرنے کے لئے پاک نہاد افراد و دراز علاقوں سے آیا کرتے تھے اور آپ کی زجر و توبیخ اور مار کو خوشی سے برداشت کرتے تھے اور ربان حال عرض کرتے تھے۔ لَوِیْدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ کَمَا اَخْبَرَ الصّٰدِقُ الْمُصْذَوِّقُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ اس وقت شراب معرفت کا دور اپنا رنگ دکھاتا تھا۔ کوئی پتھروں کے فرش پر لوٹتا تھا۔ کوئی نعرہ اللہ لگا کر بے ہوش ہوتا تھا اور کوئی اشک محبت بہا کر گوہرِ مراد حاصل کرتا تھا۔ اس وقت آپ کا مبارک سر بھی خود بخود جھک جاتا تھا اور سب پر بے خودی اور استغراق کا عالم چھا جاتا تھا۔

چوں بادۂ شوق تو کُندِ راقی گردِ تن و روح جملہ مست ساقی
تن مست شرابِ روح مست ساقی آں گردِ دُفائی و ایں گردِ دُباتی
برادرِ طریقت صاحبِ علم و نسبتِ صاحبزادہ ملا غلام احرار اندری
تحفۃ الایثار خاگر می رحمہ اللہ نے مولانا جامی قدس سرہ کی کتاب تحفۃ الاحرار کے طرز پر اپنے پیر و مرشد برحق کے بیان میں تحفۃ الایثار لکھی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔
زوبہ میں دورِ سمک تا سماک دُمدمہ فقر ابوالخیر پاک
خیز ز غفلت و طلبگار شو در طلبِ خیر چو احرار یو
ترک ہم شر و ہم ضیہ کن فاستبقوا خواں طلبِ خیر کن

خیر چو نور نور زمین و سماست
 آمدہ از قدس یکے طیسر پاک
 باز پس از گلخن ایں خاکدان
 از رہ جاں رفته بہ جاناں شدہ
 در سفسر عشق سوئے گلستان
 دائرہ بر دائرہ رفتہ چنین
 گشتہ طغیاش چہ حقائق شناس
 کار صلاتش بہ حقیقت مدام
 مشرب او مشرب احمد شدہ
 نسبت او محو کن ہر خیال
 لغی کن عالم امکان شدہ
 گشتہ سیراب ز کاس کرم
 پاک دلش آئینہ ماں با صفاست
 قطب رشاد است بہ عین الیقین
 رطب لسان است بہ شیریں کلام
 دل برد در حرکت از سکون
 نسبت او قوت ایمان شدہ
 قول مبارک ہمگی پر اثر
 رُوئے مبارک چو تجلی کند
 دیدہ ناکس نہ تواند چنین
 رُخ بنماید ز یکے سر ہزار
 دور و نزدیک از د لور یاب
 دست درازش کہ کشد می کشد
 دیدہ دل از ہمگی دوختہ
 قرۃ عینی فی الصلاتش قدم

آئینہ نور حقیقت نماست
 جائے گرفتست دریں دیر خاک
 گشتہ سوئے قدس مبارک رواں
 طوف حرم کردہ و لمعاں شدہ
 رفتہ قدم بر قدم دلستان
 تا بہ در دائرہ لا اعیس
 تا بہ صلاۃ است دقائق شناس
 رفتہ بریں خواجہ خیر الانام
 بر قدم پاک محمد شدہ
 دور کن زمزمہ قیل و قال
 نسبت او نور دل و جاں شدہ
 نور گرفتست ز شمس حرم
 شرع شعار است و شہ با وفاست
 دیدہ کشاد است بہ حق الیقین
 از دہنش یافتہ تمکین کلام
 راہ نامی شودت از درون
 قوت او مثبت ایقان شدہ
 لذت آن کے بود اندر شکر
 بیندش آن کس کہ ثوئی کند
 تاز سر غور بہ بیند بہ ایں
 نکتہ اگر دانی ازیں سر برار
 غمزدگان گشتہ از د سوریاب
 خنجر نازش کہ کشد می کشد
 آیت لا تلبکتم اندوختہ
 مقبس نور ز خور و مبدم

بِسْمِ اَنتِی اللّٰہُ بِقَلْبِ سَلِیْم
 راہ روشنی راہ محمد شدہ
 احمدی است خواجہ بہ نسبت دوبار
 زجر دہ زمرہ جَدل است او
 روشنی و نور دل از ضرب او
 گفتی کہ روز کہ این خوش بکوب
 تازہ ز ضربم دل وایماں شوند
 پاک رواں بردر او صف بہ صف
 تیر دعایش کہ رہاند ز کف
 پیر شریعت و طریقت ہے است
 جملگی آحرار از دل خوش اند
 در ہمہ اقطار زوے ہام و ہوم
 بادشہ کشورِ افلاکِ دل
 پیر وفا گنج دہ ناقصاں
 نے صفتش موے بہ موگفتہ ام
 ہر نفس از صدق تجلی کند
 از سر جمعیت دل با حضور
 ہر دیش از نفس خلاف است و جنگ
 دود دروغ ہم نہ شدہ در درون
 راست بود ہر سخن راستاں
 ہر سخنش راست بہ میزان شدہ
 باطن او صاف مشہ مستنیر
 بیج نہ باید کہ شوم موشگاف
 ورنہ مقامات زجاں برترش
 خواجہ من ادست غلامش منم

حاصل او ہست من ربّ علیم
 بَسْمِ دُشَنِ نَسَبِ اَحمَدِ شَدَہ
 کارِ تَخْلُصِ تو بہ حکمت برار
 وارثِ آن مُدَرَّةِ عدل است او
 ہر بَشِیاطِی کُند از حُرِّ او
 تا کہ صفا خوش شود از ضربِ چوپ
 مردم ازیں در بہ گلستاں شوند
 چاشنی گیرند از د کف بہ کف
 حق بَر تیرش برساند ہدف
 مرشدِ قانونِ حقیقت ہے است
 عاشقِ او سیند کہ کامل و شاند
 خاکِ درش بادشہ شامِ دروم
 قطبِ دریں کرۂ اَملاکِ گل
 زو بہ برد نور مہِ کالماں
 یک ز صدش خوے ہموگفتہ ام
 دلقِ شریعت رو مولی کند
 در سخن و کار رود با سرور
 بر سر شیطاں چہ کشاد است چنگ
 مشعلِ صدق است درون و بیرون
 کامدہ از صدق بود داستاں
 زان کہ چنین کارِ عزیزاں شدہ
 بہ کہ نگہ دارمش اندر ضمیر
 تا کہ نہ ریزد ہمگی خوں ز ناف
 برتر از ازاں چار قدم کشورش
 کف بہ سر استادہ سلامش کنم

تا مگرم خواجہ وفائے کشف
کز ضرر نفس و شیا طیں رہم
ہمراہ اد بودہ بہ جانان رسم
مقصد خود یابم و شاداں شوم
رسم وفا منزل خیر است و بس
پر ز معانی لب خیر است این
بر قد مش ہر کہ بہیر است بہ

بہر من از رحم دُعائے کند
خاتمہ بالخیر شود جاں و ہم
تا وسطِ خسلد بہ احساں رسم
یار بینم و خنداں شوم
خیر چہ گویم آب خیر است و بس
ہاں بہ جہاں و بدب خیر است این
کار کہ پیوستہ بہ خیر است بہ

منقبت غوث دہلوی آپ کے مخلصین میں سے ملا فیض اللہ آخوند ولد ملا در محمد
قوم دزدگ ساکن قریہ مشکی نے یکشنبہ ۱۹ جمادی الاولیٰ
۱۳۳۶ھ میں منقبت غوث دہلوی لکھی ہے۔ اس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

بیائے کامل و مردِ خردمند
ازین دنیا تو حبتِ خویش برادر
بہ زاری رو بہ درگاہِ خدا را
مشرارِ عشق او در جان افکن
دلے باید نخست از بہر عشقش
کہ در شہراو عشقش پردہایست
اگر یک جرہ از جامش چشیدی
یگانہ پسہ دارم من بہ وصلی
ز فیضش بہرہ می گیرند مردم
کرامتش بروں از حدِ کلکم
کمالتش چو بیش از بیش آمد
کہ شاہِ دہلوی غوثِ زمان است
بہ صدقِ دل غلامِ خاک او شو
کہ خادم را بہ راہِ راست آرد
موافق دال با مدلول یک جا

کہ گویم پیش تو پیرانہ یک پسند
ز اموال و منالش دل جدا دار
کہ گردی بر درش از اہل ابرار
تعلقہائے غیرش را بہم زن
گزین پیرے، شوی بندہ بہ صدقش
بجز مرشد ترا وصالش کجا ہست
مجاہداتِ جہاں را بس دریدی
عجب بحرے است از فیضِ الہی
بہ مردہ دل دہد اکسیرِ اعظم
صفا تش بیشتر از حدِ عقلم
یکے از نعت، فیض اللہ نگارد
ز فیضش پُر زمین و آسمان است
پس ادب سے نراک او شو
دراوصافِ نکو ثانی نہ دارد
ابوالخیر آمدہ قلابِ شہرا

به علم ظاہر و باطن محسّی
 کلام پاک را از بہر توشہ
 بہ مثل کویہ ثابت بر شریعت
 ز اشغال جہانی بس نفور است
 مجدّد الف ثانی جدّ او بود
 ز رویش آنچنان انوار تابد
 اگر خورشید در روز است تابان
 گزرتا دارد ایام و لیالی
 فیوض عام او ہر جا رسیدہ
 گزشتہ پایہ اش زین طاق اخضر
 مبارک ذات او از فضل بیچون
 طفیلش عاجزان و بے نوایان
 بہ راہ راست آوردہ ہزاران
 بہ وقت کشف بر آن خواجہ عالی
 چو در اسرار حق مجذوب گشتہ
 نگاہے گر بہ مردم انگنہ اند
 مراقب چوں شود آن خواجہ ما
 رود تا لامکان در طرفتہ العین
 چو داخل می شود در کُتبہ پاکش
 بہ جائے می رسد آن جان جانان
 چو بر حالش کرم کردہ الہی
 وجودش مورد انوار سبحان
 مقام غوثیت دارد جنابش
 خدابخشیدہ بر تر پایہ او را
 اگر یک جرّہ اندازد بہ جامت

ز نور پاک سبحانی مجتبی
 نہ اول تابہ آخر یاد کردہ
 رسیدہ تابہ پایان طریقت
 مگر در آنچہ کز بہرش ضرور است
 کہ در عرفان کسے بروے نیفزود
 کہ در شمس و قمر ہرگز نہ باشد
 جالش روز و شب بنگر فروزاں
 نباشد از فیوض خواجہ عالی
 بہ جان ارجمندان آرمیدہ
 بہ رویش نور بیچون است اظہر
 یکے گنجے است از انوار مکنون
 چشیدہ جرّہا از جام عرفان
 رہانیدہ ز دست نفس و شیطان
 ہویدا باشد از مہ تابہ مایہی
 عوائق از دلش مسلوب گشتہ
 ہمہ پیر و جوان در رقص آید
 شود در لحظہ از عرش بالا
 شود تازہ بہ نور ربّ کونین
 ہمہ تن محو در کُتبہ جلالش
 نہ یابد رہ بدانجا عقل انسان
 نہ دارد دے بہ عصر نویش ثانی
 بہ روز و شب بود دائم درخشان
 بے ابدال و قطب آیند پیشش
 الہی کم مگرواں سایہ او را
 شوی مخور تا روز قیامت

برحمت کن نظر اے خواجہ دیں
منم کستہ غلام لذخادمانت
اگر در آستانیت جائے یام
زما و گھن تو تاج من یاد
برائے بیکساں روز قیامت
قبولم کن ز مہرت بر غلامی
بود از صدق فیض اللہ غلامت

بر حال زار این دل ریش و غمگیں
مرا نم از جناب بارگاہت
میای خلق سرفراز باشم
بر اوج وصلت معراج من باد
توئی حبیل المتین جانم فدایت
غلامیت مرا شد پادشاهی
نگاہے لطف کن بر خاکسارت

آپ کے ایک مخلص ملا محمد شاہ افغانی تھے وہ خوب بلند
اشعار محمد شاہ افغانی آواز تھے اور نہایت ذوق و شوق سے کونٹہ میں اپنے اشعار
بڑھا کرتے تھے۔ ان کے کچھ اشعار یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

اے محمد شاہ زحق غافل مباشش
لاف کم زن از دروغ و مکر و کید
گر تو خواہی تا شوی بدر منیر
عزودہ و ثقی زکان معنوی
نے کہ اتہا جن و آدم باجمہاد
زادہ خود را بہ رحمت دار شاد
تا زمین و آسمان دارد قرار
سگ کوچہ او ز شیراں خوش است
بنہ سر بریں خاک اے خاکسار
شدہ ضرب او ہیچو سوط عمر
طریقش بود مسلک حق پسند
دیل ہمہ اہل برہاں از داست
دلاں را بہ انوار آراستہ
دل پسیر ما صنع رب جلیل
یکے صنع خالق یکے از بشر

طاعتے کن روز و شب کاہل مباشش
منصرف شو از گنجوں عمر و زید
خاک شو در زیر پائے این فقیہ
بحر معنی بادشاہ دہلوی
ہرچہ در امر است در حکم تو باد
اے ستون دہلوی ذات العباد
نام نیکت باد باقی پائدار
ز باغ ارم خاک اودل کش است
کہ فردا ز عصیاں نہ سوزی بہ نار
کند نقش در دل زایماں اثر
بر و فخر دارد شہ نقشبند
فردغ ہمہ اہل عرفاں از داست
بہ چوب انتقام از لعین خواستہ
اگر بیت باشد ز صنع خلیل
کدامش بود خوب اے خوش سیر

کجا عیش بافرش یکساں بود
شده خیر در خیر تا یوم دیں
ز شیر دو عالم همان رسته شد

دل عارفان عیش یزداں بود
چو در راں رقم خیر زد درنگیں
بریں خیر ہر کس کہ دل بستہ شد

اس عاجز نے کوئٹہ کی بربادی پر جو کہ ۱۲۵۳ھ کے ماہ صفر کی ۲۷ تاریخ

کی شب کو ہوئی اور یہ شب جمعہ کی تھی یہ نظم کہی۔ یہ بربادی زلزلہ عظیم

سے ہوئی۔ اس واقعہ الیمہ میں حضرت والدہ صاحبہ اور حضرت برادر

کلاں کے فرزند اکبر ابوالمجد عبدالرحمن اور دو صاحبزادیاں عائشہ وزینب اور مخلصین میں سے
احمد نواز سر بریدہ اور سلیمان خردی شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ چونکہ کوئٹہ حضرت
سیدی الوالد قدس سرہ کا مصیف تھا۔ اس لئے شروع میں آپ کا ذکر خیر آیا ہے۔ اس حقہ
کو یہ عاجز لکھتا ہے۔

نغمہ ہجرال

۵۴ ۱۳ ۴

یک زماں بگزار این ناز و خرام
چشم واکن تاکہ بینی صد عبر
جلئے عبرت گشتہ بہر خاص و عام
ہم ز لالش در لطافت بے عدیل
ہم بہ تہذیب و جمالش مفتخر
مشل تار عقد را ہا مستوی
ہمچو عقدے وسط جید و صدر داں
ہم خزانش در طراوت چوں بہار
داشت ہم جمعے ز آرباب بہر
کو بہ عرفاں بد مجتہد را ز دلیف
ذخردیں عبد اللہ آں قطب شہیر
مولدش دہلی و فاروقی نسب
چوں مجدد داشت جد بے مثال
وز گمان من مقامش بر تراست
یک دمش از مذہباں شستہ دنوب

اے صبا بشنوز محزونے کلام
تا بہ کے در لہو باشی بے خبر
رؤ بہ سوائے کوئٹہ کن کاں مقام
بود شہرے باہوائے بے مثل
بود شہرے با خلائق مذکور
ہمچو لولو قصر ہا در عمدگی
در میان ہند و افغاں آں مکان
داشت از ہا رو شمار بے شمار
عیش و عشرت گرچہ بودہ بیشتر
بود شیخ نقشبنداں را مصیف
قبلہ عالم ابوالخیر کبیر
داشت از گردوں محی الدین لقب
با کمال و بد عریق اندر کمال
ہر چہ گویم در کمالش کمتر است
یک نگاہش زندہ کرے صد قلوب

چوں نہ دار دُتاب و صفت را زبان
طالبان را ہر چہ باشد از کمال
خادمانِ شان بہ سوز و دردِ دل
آہ دزاری بود ایشان را شعار
از شرابِ معرفت بہشش میزند
گریکے از سوز آہ می کشید
گریکے را چشم بودے اشکبار
گریکے از شوق و جذبہ می تپید
چوں بہ حلقہ می نشسته پیش پیر
ہر یکے بہوت گشتے از جمال
بے خبر گشتے ز اخبارِ عیاں
گر تو می دیدی جمالِ انجمن
می گزشت اندر دلت چندین سوال
این گروہ انس بنیم یا ملک
قرن چوں رابع عشر شد اولیں
یا کہ مستِ خواب شیریں گشتہ ام
جذبہ اصحاب چوں بنیم نہاں
از ملائکہ ہجو بنیم این صفا
ہیچ گاہے من نہ دیدم مردمان
گفتے پیغمبر کہ مردانِ خدا
بس ہمیں تعریفِ نیکان آمدہ
ختم سازم وصفِ شان بر این کلام

زاں نوہیم عار دانش را بیان
بر علو کعب استاذ است دال
ہجو پروانہ بہ شمع مشتعل
عشق حق می داشت شان را بقرار
دُبُ اشعث را مثالِ خوش بُدند
دیگرے را مرغِ جانش می پرید
دیگرے را سینہ بودے ہجو نار
دیگرے از وجد جامہ می درید
ہجو ہالہ گردِ آن ماہِ منیر
محو اندر ذاتِ پاک ذوالجلال
با خبر گشتے ز اسرارِ نہاں
کلبِ حیرت می گزیدی در دہن
بر زبانِ حال رفتے این مقال
یا قمر را با نجوم اندر فلک
یا منم در قرنِ اولِ جیست این
یا کہ در سودا خیالے پختہ ام
برکتِ خیر القروں چوں شد عیاں
وز کواکب ہجو بنیم این ضیا
زین نمط با این صفت اندر جہاں
دیدنِ شان یا در حق بخشد ترا
بس ہمیں توصیفِ مردانِ آمدہ
تا کہ قولِ مصطفیٰ یا بدختام

۱۔ علو کعب کنایت از مہارت زائدہ۔

۲۔ امام مسلم این حدیث ابوہریرہ روایت کردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود زُبُّ اشعث مذ فزع باز آؤاب لَوِ اَقْسَمَ عَلٰی اللّٰہِ لَا اَبْرَؤُا۔ ۳۔ ابن ماجہ نے اسما بنت یزید سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلَا اَنْتُمْ مِیْحَارُکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خَیْرًا کُفِّرَ الذِّنِّ اِذَا رَاُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ ۛ

بقیہ احوالِ حلقہ

یہ مبارک حلقہ دو ڈھائی بجے سے پہلے کبھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اس عاجز کے مشفق و مہربان استاد جناب حکیم جی مولوی منظر اللہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب۔ ابھی کوئی دس سال پہلے اس عاجز سے آکر ملے تھے۔ بڑی دیر تک آپ کا ذکر خیر فرماتے رہے۔ مولوی صاحب اور شیخ محمد عابد عثمانی ڈھابیلی اس عاجز کی ولادت کے ایک سال بعد ۱۳۲۵ھ میں بیعت ہوئے تھے آپ نے بیان فرمایا کہ حلقہ شریفہ کی لذت کا بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ جب ہم حلقے میں بیٹھے تھے عجیب احوال و برکات کا ظہور ہوتا کہ کسی شے کی خبر نہیں رہتی تھی۔ ایک قسم کا سکر سب پر چھا جاتا، اکثر ایسا ہوا کہ حلقہ سے فارغ ہو کر میں اور مولوی محمد عابد جامع مسجد تک پہنچتے تھے تو صبح کی اذان ہو جاتی تھی جو لذت حاصل ہوتی تھی وہ دوسری شب مجبور کرتی تھی کہ پھر حاضر ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کا کشف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ نے ہم کو چوبیس ہزار مرتبہ ذکر شریف کی ہدایت کی تھی۔ جس دن یہ تعداد پوری نہیں ہوتی تھی اور ہماری حاضری ہو جاتی تھی۔ آپ کو دربان اطلاع دیتا تھا۔ لیکن آپ کی طرف سے طلبی نہیں ہوتی تھی اور ہم صبحی میں بیٹھ کر ذکر شریف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جہاں ہم نے چوبیس ہزار کی مقدار پوری کی آپ ہم کو طلب فرمایا کرتے تھے۔ یہ الفاظ حضرت اتاری رحمہ اللہ کے ہیں۔ لہ

محمد عابد

محمد عابد فرزند حبیب اللہ عثمانی ڈھابیلی دو تین سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان میں صلاحیت تھی۔ اگر وہ کچھ عرصہ اور حاضر ہوتے مراتبِ عالیہ حاصل کرتے۔ وہ دہلی سے اپنے وطن اور پھر وہاں سے لیڈی ستم۔ ناٹال۔ جنوبی افریقہ چلے گئے انہوں نے چند کتابیں وعظ و نصیحت میں لکھی ہیں۔ جیسے بتانِ اعارفین، بتانِ فاطمہ، بتانِ عائشہ، معراجِ المومنین، انوارِ اعارفین۔ ان میں سے پہلی دو کتابیں حضرت سیدی ابوالقدوس سرہ کی خدمت میں سنہ ۱۳۲۵ھ میں کوئٹہ ارسال کی تھیں۔ محمد عابد نے بتانِ اعارفین میں شجرہ شریفہ نظم کیا ہے۔ لیکن سلسلہ طریقت کے بارہ مشائخ کے نام مختلف مقامات سے رہ گئے ہیں اور انہوں نے اپنا دادا پیر محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کو لکھا ہے۔ اگرچہ حضرت سیدی ابوالقدوس کو حضرت شاہ عبدالغنی سے اجازت تھی لیکن آپ کے حقیقی مربی و مرشد آپ کے حضرت والد قدس سرہ تھے اور انہی کا اسم گرامی شجرہ شریفہ میں لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد عابد سے آپ کا عنایت کردہ شجرہ ضائع ہو گیا اور جو اسمائے گرامی ان کو یاد رہے ان کو نظم کر دیا ہے۔ اپنے پیر و مرشد کا نام اس

لہ اس سلسلہ میں مولوی عبدالشکور کا بیان اولادِ معنوی میں مولوی عبدالغزیز کے خلفاء کے بیان کو ملاحظہ کریں۔

طرح نظم کیا ہے۔

چار جانب شری شکر کو دیکھتا ہوں ہر زماں تجھ سوا ہے خیر کس جا میرے رب متعناں
گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں بے شاہ زماں پر تیرا درخیر کا اب چھوڑ کر جاؤں کہساں
شاہ شہ ابوالخیر زماں پیردی کے واسطے

انوار العارفین کے صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے: ”سچشمہ توحید مولائی و مرشدی حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بھی لطیفہ قلب ہی پر زیادہ تر نگاہ رکھنے کو ضروری فرماتے تھے۔“

محمد ابراہیم فانی | اس مبارک محفل میں جو بھی شریک ہوا وہ آپ کا گرویدہ ہوا۔ اور مرتے دم تک اس حلاوت کو نہ بھولا۔ مولوی محمد ابراہیم فانی آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جو مقدم میں تھا استفادہ کیا۔ پھر وہ حیدر آباد دکن چلے گئے۔ وہاں سے انھوں نے فارسی میں عریضہ ارسال کیا۔ اس میں انھوں نے اپنے چند اشعار لکھے ہیں۔ یہ عاجزان اشعار کو لکھتا ہے۔

با آنکہ دردم شد قوی خواہم فغانم نشنوی ترسم کہ بہرمن شوی اندیشہ ناک اے نازنین
نہ شادی می دہد ساماں نہ غم آورد ہی نقصان بہ پیش ہمت او ہر کہ آید ہست چوں بہان
گر ز تو عمرے بہ بنیم جو رو بے مہری جفا من نہ پویم اے فدایت جزو صدق و صفا
سخت باشد تیر فرقت بر دل مہجور زار سہل گردد تیر آہن بر جگر روز، سجا
جاں بہ لب اینک رسیدہ اے سیم چارہ ساز روئے بنما لب بجنباں، بخش از زنجم شفا
کے شود یارب کہ خاک آں در والا بہ چشم نور افزا باشدم سر بر فراز پشت پا
چوں بہ بنیم روئے زیبا جاں دہم فرما دوار بس ہمیں از بخت نافر جام می دارم رجا
آرزو کم سوئے دیدارت بے کامل فتاد زار روئے مفلس و قلاش سوئے کیسا
چوں بود مائل بہ خور و آب تشنہ و شتاب میل فانی بیش ازاں بینی تو اے بحر عطا
می زند نشتر بہ پہلو رشک یاران طریق کاں ہمہ در دید و مارا دیدہ برد و خستہ
خلق عالم در طواف بیت او لبیک گو بخت من کنج قفس بال و پر دم در سوختہ

مولانا مشتاق احمد | ۱۳۵۶ء میں مولانا مشتاق احمد انیسویں رحمۃ اللہ سے شہداء سمرہل میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال کی تھی۔ ان کے ساتھ ان کے خلیفہ مولوی حافظ عبدالغنی پیش امام مسجد کشمیر یاں بھی تھے۔ تقریباً سوا گھنٹے اُن سے

ملاقات رہی۔ جس زمانے میں یہ عاجز پیدا ہوا تھا۔ جناب مولانا عربک اسکول اجیری دروازہ دلی میں پڑھاتے تھے۔ ساہا سال اُن کا قیام دلی میں رہا اور وہ پابندی کے ساتھ حضرت سیدی الوالد کے حلقہ میں شریک ہوتے رہے۔ تقریباً بیس بائیس سال کے بعد مولانا صاحب نے آپ کا ذکر خیر کیا اور بیاختہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ حضرت سیدی الوالد کو یاد کر کے بار بار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے تھے۔ ان کے خلیفہ حافظ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کن کا ذکر خیر فرما رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: "جناب مولانا حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ میں ساہا سال اُن کی خدمت میں گیا۔ اللہ نے جو کمال اور کشف ان کو دیا تھا اس کی نظر کہیں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب دولت ان کے اخلاص کی وجہ سے ان کو دی تھی۔" جس وقت مولانا صاحب اس عاجز سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے خلیفہ سے حضرت سیدی الوالد کا ذکر کر رہے تھے، افغانستان کے جنرل قونصل صلاح الدین خاں سلجوتی موجود تھے اور وہ نہایت غور سے حضرت سیدی الوالد کا ذکر سن رہے تھے۔ صلاح الدین خاں اگرچہ آپ سے ملے نہیں تھے لیکن دل و جان سے آپ کے معتقد تھے۔ رحمہ اللہ

مفتی مظہر اللہ جناب مفتی مظہر اللہ امام مسجد فتحپوری ساہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۳۸۵ھ میں اس عاجز سے حضرت سیدی الوالد کے کچھ حالات

بیان کئے اور کہا: "میں کئی سال تک برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری یہ کیفیت ہو گئی کہ بجائے اپنے پیر و مرشد کے آپ کا تصور کرنے لگا۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک دن تبسم فرما کر ارشاد کیا: "مولوی مظہر تم مانویانہ مانو ہم تمہارے پیر ہو گئے ہیں" یہ واقعہ بیان کر کے مفتی صاحب کے آنسو نکل آئے۔ اور اس وقت کی لذت کا کچھ بیان کیا۔

حکیم فرید احمد ایک دن آپ تفریح کو جا رہے تھے چٹلی قبر کے چوراہے پر حکیم فرید احمد عباسی آپ سے ملے۔ انھوں نے بہت محبت سے آپ کے ہاتھ کو چوما۔ اور عرض کی۔

اگر آپ اجازت دیں تو رات کو حاضر ہوں۔ آپ نے خوشی سے اجازت دی اور وہ حاضر ہوئے۔ یہ حاضری دائمی وابستگی کی بنیاد ثابت ہوئی۔ جب تک حضرت سیدی الوالد حیات رہے وہ برابر حاضر ہوئے۔ اور جب تک وہ خود حیات رہے نہایت محبت سے آپ کا ذکر کرتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ کسب سلوک کے بیان میں جو تحریر آپ کی نقل کی جا چکی ہے وہ حکیم صاحب ہی کے استفسار پر عرض و تجرد میں آئی ہے۔ حکیم صاحب کا معاملہ باطن خدا کے فضل و کرم

سے بہت اچھا تھا اور حضرت سیدی الوالد کو اُن سے محبت تھی۔ رحمہ اللہ۔

دلی کی جامع مسجد کے امام جناب سید احمد صاحب مولانا فضل الرحمن
سید احمد امام مسجد جامع

سے بیعت تھے۔ ابتدا میں امام صاحب کو آپ سے کچھ ارتباط نہ تھا بلکہ احیانا کچھ اعتراضات کرتے تھے۔ اس کی وجہ معاندین کی غلط بیابیاں تھیں جو اُن سے بیان کی گئی تھیں۔ آخر کے تین چار سال میں امام صاحب کی حالت بالکل بدل گئی تھی اور وہ اکثر رات کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے چونکہ امام صاحب نبی سید تھے اس لئے آپ اُن کو اپنے منہ کے قریب دائیں طرف بٹھاتے تھے۔ امام صاحب نے آپ کے احوال عالیہ کو دیکھا تو دل سے آپ کے معتقد ہو گئے۔ اور بعد میں ہم بھائیوں کے ساتھ جو محبت فرماتے تھے اس سے اُن کی پختی محبت کا پتہ چلتا تھا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

اس عاجز نے کتنے ہی افراد کو دیکھا ہے کہ وہ آپ سے برگشتہ تھے۔ اُن کی برگشتگی اُسی وقت تک رہی کہ آپ کی خدمت میں نہیں پہنچے تھے۔ پہنچنے کے بعد وہ دل و جان سے آپ کو چاہنے لگے۔ کوئٹہ میں اس مبارک حلقہ کا اثر نمایاں تر ہوتا تھا۔ افغانستان کے علماء بڑی تعداد میں ابتدائے موسم بہار میں چالیس دن کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگرم عمل رہتی تھی اور فوائد حاصل کر کے جاتی تھی۔ اپنے پیر و مرشد سے صحیح معنی میں وہی شخص استفادہ کرتا ہے جس کا عمل۔

دل اندرز لیلیٰ بندو کا راز عقل مجنوں کن کہ سالک رازیاں دارد مقالات خرد مندی

پر ہوتا ہے۔ بندوستان کے لوگوں میں اس کی بہت کمی ہے۔ یہاں مرید اپنے پیر کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ مرید کو اپنے علم و دانش پر ناز ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیر کو ہر بات میں مشورہ دیتا ہے۔ اور امید رکھتا ہے کہ پیر و مرشد اس کے بتائے ہوئے رستہ پر چلیں۔ وہ اپنے پیر سے "من ترا حاجی گویم تو مرا ملا بگو" پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے پاس اس خرافات کی کہاں گنجائش تھی۔ مولوی برکت اللہ ہانسوی کو آپ نے ایک خط لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرمایا ہے۔ جس روز تم رخصت ہوئے اس دن وقتِ عصر تم سے دل کو بے مزگی حاصل ہوئی۔ تم کو ہم نے تلاش کروایا۔ معلوم ہوا تم چلے گئے۔ نذرانہ تمہارا ہم واپس کرتے ہیں کیونکہ تمہاری حالت مشکوک ہو گئی۔ اگر تم صاف ہوتے تو عصر کو تم سے کیوں ہمارے دل کو بے مزگی حاصل ہوتی۔ ہر شخص کا نذرانہ ہم نہیں لے سکتے نہ ہم سے ہر شخص بہرہ مند ہو سکے۔ دیکھو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ دل کی بے ایمانی سے توبہ کرو۔

مولوی عبد الباق | ایک دن آپ ہندوستانی مخلصین کو جبرک رہے تھے مولوی عبد الباق طالب آپ کے صادق مخلص تھے۔ وہ اس وقت حاضر تھے۔ انہوں نے عاجزی سے عرض کی۔ حضور کی نظر عنایت پٹھانوں پر ہے۔ کبھی ہمارے بھی دن پھریں گے۔ آپ نے بجواب ارشاد کیا۔ ظ۔ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا۔ اس مصرع کو سن کر مخلصین کے دلوں پر ایک بجلی سی کوند گئی۔ اور مدائے ہائے ہر طرف سے بلند ہوئی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مولانا حفظ الرحمن | آپ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ نہ آپ نے مدۃ العمر کسی کی غیبت کی اور نہ بُرائی سے کبھی کسی کا ذکر کیا۔ نہ آپ کسی پر اعتراض کرتے تھے اور نہ آپ کو کسی کے اعتراض کی سہار تھی۔ جو شخص محبت لے کر آیا۔ وہ مستفید ہوا اور جو دیکھنے اور پرکھنے کو آیا وہ دیکھ کر چلا گیا۔ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہم اللہ ورضی عنہ اس عاجز سے آکر ملے۔ اور یہ واقعہ بیان کیا کہ میری جوانی اور طالب علمی کا دور تھا۔ ایک دن خیال آیا کہ آپ کو دیکھوں کیسے ہیں۔ چنانچہ ایک دور فقار کے ساتھ آیا۔ اطلاع ہوئی۔ آپ نے بلایا۔ پانچ سات منٹ کے بعد فرمایا۔ ”اچھا میاں تم نے دیکھ لیا اب جاؤ۔ اللہ تم کو خیریت سے رکھے“ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

محفل مبارک میلاد شریف | آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ تمام کر کے بارہ کی شب کو اپنے حضرت جد امجد شاہ احمد سعید قدس سرہ کی تالیف لطیف ”سید البیان“ عشر کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ مخلصات صالحات کے واسطے مسجد شریف کے دالان کے شمالی حصہ میں پردہ ڈال دیا جاتا تھا۔ اور مخلصین کی جماعت آپ کے سامنے رہتی تھی۔ سب کی آنکھیں بند ہوتی تھیں اور متوجہ بہ قلب رہتے تھے۔ آپ کیفیات سے معمور انداز میں ذکر شریف پڑھتے تھے۔ انوار و برکات و فیوضات کی وہ کثرت ہوتی تھی کہ ہر ایک منظور نظر آتا تھا۔ قاری فضل الرحمن صاحب پانی پتی کلام پاک کا رکوع پڑھتے تھے اور اچھا ناظر کا کوئی قصیدہ پڑھتے تھے ساہا سال آپ کا یہ معمول رہا۔

مخلصین نے آپ سے کہا اگر اس مبارک محفل میں عام اجازت ہو اور اس کا اعلان کر دیا جائے تو خلق خدا کو فائدہ پہنچے گا اور بہ کثرت مردوزن آکر مستفید ہوں گے۔ آپ نے بہ خوشی اس کی اجازت دی اور ماہ مبارک میلادِ مکرم کی گیارہ تاریخ ختم کر کے بارہ کی شب کو عشر کے بعد یہ مبارک محفل منعقد ہوتی تھی۔

اس عاجز نے یہ دیکھا کہ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں اور بڑے صاحبزادے کی شادیاں کیں۔

لیکن جو شغف جو شوق اور محبت اس مبارک محفل سے آپ کو تھی اس کا دسواں بھی شادیوں میں نہیں تھا۔ دن کے دس بجے سید امجد علی شاہ اور ایک دوسرے شخص میرٹھ سے آئے۔ آپ اپنے مکان میں تھے۔ ماہ مبارک کی آٹھ نو تاریخ تھی۔ ان دونوں کو اپنے مکان میں بلایا اور دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ اس مبارک مہینہ کی پہلی تاریخ سے انوار و برکات کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو کسی بات کا خیال نہیں رہتا۔

میلاد مبارک کے سلسلہ میں آپ نے ایک مرتبہ فرمایا "بعض علماء کے نزدیک شبِ قدس سے شبِ ولادتِ باسعادت بہتر ہے" یہ بات محمود علی نے آپ سے سُنی اور انھوں نے مولوی اسحاق سے جا کر کہی جو کہ مولوی نذیر حسین کے شاگرد تھے اور معقولی تھے۔ قیام کو چہ چیلان میں تھا مولوی صاحب نے کہا۔ حضرت صاحب عاشقِ رسول ہیں۔ میں اُن کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

۳۳۲ء میں ایک جوان سال مولوی صاحب کو مولوی بخش اللہ حضرت برادرِ کلاں کے پاس لائے اور بیعت کرایا۔ ان کا واقعہ اس طرح پر ہے۔ جو کہ انھوں نے بیان کیا۔

۳۳۱ء میں خانقاہ شریف کے دروازہ پر آکر میں کھڑا ہوا۔ خانقاہ شریف میں آراستہ محفل میلاد شریف میں لوگ معروف تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ کیا بدعت اور اسرافِ بجا ہے اسی دوران میں حضور انور اندر سے باہر تشریف لائے اور مجھ کو سنانے کے لئے کام کرنے والوں سے فرمایا۔ آج کل غفلت اور بے دینی کا غلبہ ہے لوگوں کے شوقِ بڑھانے کے واسطے یہ سب کیسے جارہا ہے اور مقصدِ اظہارِ خوشی بھی ہے۔ لوگ دنیوی تقریبوں میں کس طرح سے اظہارِ خوشی کرتے ہیں۔ اگر ہم جنابِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت پر اظہارِ خوشی کے لئے یہ آرائش وغیرہ کریں تو کیا برج ہے۔ یہ کُن کر میرے دل میں دوسرا اعتراض وارد ہوا۔ دوسرے اعتراض کے وارد ہوتے ہی آپ نے فرمایا۔ جن لوگوں کے دلوں میں سختی ہے اللہ ان کو نیک توفیق دے" یہ فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔

آپ نے اگرچہ مجھ سے کوئی بات نہیں کی لیکن میں سمجھ گیا کہ آپ نے یہ سب کچھ مجھ سے کہا ہے۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور میں منجھوٹا لٹواں ہو گیا۔ میرے والدین نے علماء و صلحا سے مشورہ کیا اور ان کو معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی شان میں بے ادبی ہونی ہے۔ یہ اس کا اثر ہے۔ چنانچہ میرے والدین مجھ کو اجیر شریف لے گئے اور وہاں حضرت خواجہ کے مزار کے سامنے مجھ کو ڈال دیا۔ میں وہاں چالیس دن تک رہا۔ میرے احوال کچھ درست ہوئے اور پھر مجھ سے واقعہ دریافت کیا

گیا۔ میں نے ساری بات ان کو بتادی۔ پھر انھوں نے علماء و صلحاء سے مشورہ کیا اور انھوں نے بتایا کہ جس بزرگ سے بے ادبی کی ہے اُن سے جا کر مرید ہو جائیں۔ جب معلوم ہوا کہ وہ رحلت فرما چکے ہیں تو علماء صلحاء نے کہا کہ اُن کے جانشین سے جا کر بیعت ہوں۔

میں نے جناب مفتی کفایت اللہ کو دتی خط لکھا۔ اور اُن سے دریافت کیا کہ حضرت کے جانشین کون ہیں اور اُن کا قیام آج کل کہاں ہے۔ تو انھوں نے لکھا کہ اُن کے جانشین ان کے بڑے صاحبزادہ حضرت بلال صاحب ہیں اور وہ آج کل خانقاہ شریف میں ہیں۔ اس شخص نے مفتی صاحب کا خط بھی دکھایا۔

یہ عاجز کہتا ہے جو شخص میلاد شریف نہیں کرتا تھا۔ یا اس مبارک مغل میں شریک نہیں ہوتا تھا۔ آپ کو اس سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ایسے افراد بہ کثرت آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن سے بہ محبت ملتے تھے۔ البتہ آپ کو اُن لوگوں سے نفرت تھی جو مغل مبارک کے انتقاد کو بُرا کہتے تھے۔ آپ ان لوگوں کو ”بدعقیدہ“ فرماتے تھے اور ایسے افراد سے آپ نہیں ملتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپ کی ولادت شریف مصدرِ جمیع خیرات و خنات ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا بَعْضُ اللَّهِ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہیے۔ خوشی کے اظہار کا جو طریقہ مروج ہو اس طریقہ کو اختیار کیا جائے بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہو۔

آپ فرماتے تھے کہ حدیث شریف: لَا يَوْمَنُ أَحَدُكُمْ حَقًّا أَنْ يَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَأَنْ يَكُونَ أَحَبَّ إِلَى سَائِرِ النَّاسِ۔ آپ کی محبت سب کی محبت سے بہتر ہونی لازم ہے۔ اپنے باپ بیٹے کے ساتھ اظہارِ محبت کا جو طریقہ مسلمانوں میں رائج ہو۔ آپ کی ولادت شریف میں اس سے زیادہ کیا جائے۔

آپ نے جو کچھ فرمایا۔ اس پر عمل کیا۔ اور اہل دنیا کو بتادیا۔ کہ حضرت رحمۃ اللعالمین سید الانبیاء والمرسلین کی ولادت باسعادت کی خوشی کا اظہار کس طرح کرنا چاہیے اور مغل شریف کے کیا آداب ہیں۔

پھول پتوں کا ایک عمدہ دروازہ چلی قبر پر بنوایا جاتا تھا اور دوسرا دروازہ خانقاہ شریف کے دروازہ کے باہر اور ان دونوں دروازوں کے مابین خوبصورت جھنڈیوں کا جال خانقاہ شریف کے اندر کھلے حلقہ میں بلیوں کا جال۔ ایک بلی دوسری بلی سے چھ فٹ سے کچھ کم فاصلہ پر رہتی تھی۔ بلیوں پر رنگین کپڑا پٹا جاتا تھا۔ ایک پر سرخ۔ ایک پر سبز۔ اور پھر ان پر عمدہ لچکا۔ سبز پر سنہری اور سرخ پر روپہلی۔ اور بلیوں میں نہایت عمدہ قیمتی بلوری جھاڑ آویزاں ہوتے تھے۔ ہر جھاڑ میں

آرائش

عمرہ موسم کی بتیاں چھوٹے بڑے تقریباً پچاس جھاڑ ہوتے تھے۔ اور ان کے مابین رنگ برنگ کے عمدہ قہقہے۔ اور دیواروں پر نہایت سلیقے سے عمدہ پھول پتے اور نراں ہوتے تھے۔ گیارہ ماہ مبارک کی صبح سے تقریباً آٹھ ماہی اس کام کو شام تک بہ انجام پہنچاتے تھے۔ ولی کے حافظ عبدالحکیم۔ حافظ غلام محمد عظیم محمد شفیع۔ حافظ سلطان۔ منشی حسین علی شیخ عبدالباقی جوہری (نومسلم) مولوی بدرالاسلام۔ مولوی بخش اللہ۔ عبدالحکیم مستری۔ محمد شفیع مستری۔ محمد رفیع۔ انیس الرحمن۔ عمر الہی۔ نواب عبدالستار۔ حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے اور پھران کے پسر شیخ محمد ایاس۔ فضل حق۔ اور میرٹھ کے حافظ حفیظ الدین۔ حافظ اشفاق الہی۔ حافظ سعید الہی۔ نصیر الدین۔ محمد یاسین۔ حاجی عبدالحکیم شیخ عظیم الدین۔ رفیق الہی۔ سید امجد علی شاہ۔ سید منظم علی شاہ۔ بلند شہر کے فرخ علی شاہ خوجہ کے چودھری موٹی دادغاں رشتک کے حاجی تاج الدین۔ پانی پت کے نواب زادہ فاخر احمد غاں ریواڑی کے وزیر غاں۔ سرسہ کے حاجی فیض اللہ ہانسی کے شیخ غلام احمد اس کام میں پورا حصہ لیتے تھے۔ بارہ من نہایت عمدہ موتی چور کے لڈو حاجی شہاب الدین اور ان کے بیٹے عبد الغفور اور شمس الدین کی نگرانی میں بنوائے جاتے تھے۔ ایک سیر کے سولہ لڈو ہوتے تھے۔ ایک من کے ۶۴ لڈو ہوتے اور بارہ من کے ۷۸۰۔ تاکہ محفل مبارک کے اختتام پر ہر شخص کو از ذکر و اناث ڈولڈو دیئے جائیں۔ خانقاہ شریف کا صدر دروازہ ذکر کے لئے اور گلی کا دروازہ اناث کے لئے ہوتا تھا۔ اناث کو شیرینی تقسیم کرنے کے واسطے نہایت معتبر اور نیک افراد کو معین کیا جاتا تھا۔ میلاد مبارک کا بیان عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا اور دوسرے دن دوپہر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کی خوشی میں تقریباً چھ سو (۶۰۰) افراد کو نہایت مکلف کھانا کھلایا جاتا۔ اور میلاد شریف کے بیان کے وسط میں تقریباً پون گھنٹہ کا وقفہ ہوتا تھا۔ اور اس عرصہ میں تمام سامعین و سامعات کو عمدہ شیرچائے کی ڈوڈو بڑی پیالیاں دی جاتی تھیں۔ مستورات کو چائے تقسیم کرنے کے لئے نساء صالحات کی جماعت مقرر تھی۔ ہر شخص۔ کیا مرد کیا عورت ایسے ذوق و شوق سے یہ خدمت سرانجام دیتا تھا کہ لا مزیذ علیہ۔ نواب عبدالستار مع چار پانچ رفیقوں کے مٹی پر بیٹھے چائے کی پیالیوں کو دھو رہے تھے۔ ان کی برادری کے کچھ جوان آگئے۔ دیکھ کر بولے۔ اجی نواب صاحب آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے نہایت سکون سے فرمایا۔ اور کیا خوب فرمایا! یہاں تو ہم اسی واسطے آتے ہیں اور اسی میں ہماری سعادت ہے۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ
(بہاروں کے موسم میں پتھر کب سرسبز ہوا ہے۔ مٹی بنجا کر رنگ برنگ کے پھول کھلیں)

بلیوں کے جال پر جھاڑ فانوس سے پانچ فٹ بلند عمدہ شامیانے تھے ہوتے تھے اور فرش عمدہ دری اور چاندنی کا ہوتا تھا۔ جو بھی خانقاہ شریف میں داخل ہوتا تھا، آرائش و زیبائش کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاتا تھا۔

بعض مُفسد ^{۱۳۳۱ھ یا ۱۳۳۲ھ} کا واقعہ ہے کہ کسی مفسد نے آپ کو گناہ خط ارسال کیا کہ ”ترکِ موالات“ کی تحریک میں آپ شریک ہو جائیں ورنہ ہم تمام جھاڑ فانوس کو توڑ دیں گے۔ آپ نے مفسد کی تحریر کو حکیم اجل خان اور ڈاکٹر انصاری کے پاس بھیج دیا اور پیغام بھی بھیجا۔ ”ہم تو سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کی خوشی کرتے ہیں۔ اگر مفسد لوگ آمادہٴ فساد ہیں، ہم اجتماعِ عام نہیں کریں گے۔“ حکیم اجل خان اور ڈاکٹر انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا۔ آپ امام اجتماع کریں۔ ہم پورا انتظام کریں گے۔ اور ہم دونوں ازاول تا آخر حاضر رہیں گے چنانچہ انہوں نے پورا انتظام کیا اور ازاول تا آخر محفل مبارک میں شریک رہے جَزَاهُمَا اللہُ خَیْرًا۔

محفلِ مبارک ۱۳۳۱ھ

ادب سے یہاں بیٹھو اب سر جھکا کے	فضائلِ سنودل سے خیر الوریٰ کے
یہ محفل ہے میلاد کی تم یہاں سے	خدا کی رضا لے کے جاؤ کما کے
محبت کا جذبہ کرو دل سے پیدا	رہے چشمِ تر ذکر میں مصطفیٰ کے
سنو نام نامی کرو نذر تحفے	مزے خوب لے لے کے صلی علی کے
یہ آداب اس محفلِ پاک کے ہیں	سنودل سے غفلت کے پردے ہٹا کے

آپ کے واسطے ایک بڑے تخت پر دوسرا تخت رکھ کر تقریباً ساڑھے تین چار فٹ بلند جگہ بنائی جاتی تھی۔ آپ اس پر بیٹھ کر ذکر شریف بیان فرماتے تھے۔ ہم تینوں بھائی آپ کے تخت کے پاس بیٹھتے تھے اور آپ کے اصحابِ نسبتِ مخلصِ یاراں ”بچو ہالہ گرد آں ماہِ منیر“ حلقہ بہ حلقہ بیٹھتے تھے۔ یہ عاجز ۱۳۳۱ھ کے میلاد شریف کا حال لکھتا ہے۔ یہ سال ذکر شریف میلاد اور آپ کی حیاتِ طیبہ کا آخری سال تھا۔

آپ کا تخت مسجد شریف کے صحن کے باہر سمتِ جنوب مزارات شریف کے قریب بچھایا گیا تھا، اس طرح پر کہ آپ کی پشت جنوب کی طرف اور روئے مبارک شمال کی طرف رہے۔ نومبر ۱۹۲۳ء

کی دوسری تاریخ تھی بشار کی نماز سے ساڑھے آٹھ بجے تک فارغ ہوئے اور تقریباً سوانوبجے آپ تخت پر رونق افروز ہوئے۔ دو زانو بہ کمال ادب و خشوع دو چار منٹ آنکھیں بند کر کے بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ خانقاہ شریف لوگوں سے بھر گئی تھی۔ بعض حصوں میں لوگ کھڑے تھے۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر درود کبریتِ احرر پڑھی جو شخص عربی سے واقف ہے صَلَواتِ ماثورہ کے بعد درود کبریتِ احرر پر کسی درود کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ تقریباً نصف ساعت میں آپ نے ازاوّل تا آخر اس کو پڑھا۔ آپ جہادِ رُوحاً و قلباً و خیالاً بارگاہِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کی طرف متوجہ تھے۔ اہل نسبت پر صاف طور سے انکشاف ہو رہا تھا کہ آپ یہ ہدیہ صلاۃ و سلام سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر رہے ہیں۔ اور جن کی چشمِ باطنِ وادہ تھی وہ ٹٹکی باندھے ہوئے آپ کو دیکھ رہے تھے اور اُن کی زبانوں پر سبحان اللہ بار بار آرہا تھا۔ آپ کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز کھٹنوی بنگالی اس دوران میں بے اختیار اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے بہ صد جذب و درود دونوں ہاتھ آپ کی طرف اٹھا کر کہتے تھے۔ دیکھو، دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حضرت کے پاس آئے ہیں اور یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو بھیچ کر زار و قطار رونے لگتے تھے۔ دوسرے اہل نسبت عالمِ کیف و سرشاری میں غلطان و پیمان، افتان و خیزان آپ کی طرف بڑھتے تھے۔ اس موقع پر آپ خاموش ہو جاتے۔ اور آپ کی بند آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ آپ کے مخلص قدیم، ریواڑی کے بابو وزیر خان نے مسجد شریف کی بیچ کی محراب میں کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کابیان ہوتا ہے ایسے موقع پہ ہمیں ہوش کہاں ہوتا ہے اور پھر وہ مردِ پیر و جد میں دیر تک جموتے رہے۔

اشفاق الرحمن | درود کبریتِ احرر کے بعد آپ نے اپنے جدِ امجد کی کتابِ سعید البیان کے قلمی نسخہ سے احوالِ مبارکہ پڑھنے شروع کئے۔ وہی احوالِ مبارکہ ہیں جن کو خلقِ خدا پڑھتی اور سنتی ہے لیکن آپ کے پڑھنے میں وہ کیفیت تھی کہ مرد و زن ہر تن گوش بنے تھے۔ خانقاہ شریف کے پاس صوفی اسماعیل رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ مولوی اشفاق الرحمن بھی اس مبارک محفل میں آگئے۔ مولوی اشفاق الرحمن مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی اشفاق الرحمن کا بیان ہے کہ میں ازا ابتدائے محفل تا انتہائے محفل شریک رہا۔ کوئی نیا اور خاص مضمون نہ تھا، لیکن مجھ پر اوّل سے آخر تک رقت طاری رہی اور میرا دل اللہ سے لگا رہا۔ میں بعد

میں مولوی اشرف علی صاحب کے پاس گیا اور ان سے یہ کیفیت بیان کی۔ انھوں نے فرمایا: وہ مغلوب الحال ہیں۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمت اُست۔ ابن ماجہ میں اسما بنت یزید سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اَلَا اَنْتُمْ مَجْنُونٌ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكَمُ الَّذِيْنَ اِذَا دُكِرَ اللّٰهُ۔ اللّٰهُ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے۔ هُمْ الَّذِيْنَ اِذَا دُكِرَ اللّٰهُ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

ایک اہل حدیث کا نذرانہ عقیدت دلی صدر بازار سے ایک اہل حدیث آگئے۔ اُن کا اپنا یہ بیان ہے۔ کہ آپ کی محفل میلاد کا بہت چرچا سنا تھا۔ خیال آیا کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے۔ ارادہ یہ تھا کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر لوٹ آؤں گا۔ لیکن جب آپ نے ورود کبریت احر پڑھا اور پھر احوال مبارکہ بیان کئے۔ تو دل لگتا چلا گیا اور میں آخر تک شریک رہا۔ یہ صاحب دیکھنے اور پُرکھنے کے لئے آئے تھے لیکن

نذر دل اپنا کیا سرکار میں	جو بھی آیا حسن کے دربار میں
ہر ادا تیغ ہلائی ہو گئی	ایسے جو ہر ہیں کہاں تلوار میں
داغ دل داغ جگر ہیں نوبہ نو	رنگ برنگ کے گل کھلے گلزار میں
شاید اب بخت سید پھرنے کو ہے	مل گئی جا سایہ دیوار میں
آفریں اے زید یہ لطف سخن	درد ہے پنہاں ترے اشعار میں

یہ سی سالہ جوان اہل حدیث نہ صرف محفل مبارک اور قیام میں شریک ہوئے بلکہ محفل شریف کے اختتام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بوسی کے بعد ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں بہ عاجزی پیش کیا کہ میلاد مبارک کے خرچہ میں مجھ کو شریک کر لیں۔ آپ نے وہ رقم قبول فرمائی اور ان سے کہا کہ صبح کو گیارہ بجے تک آجانا اور میلاد مبارک کی خوشی کے کھانے میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ صبح کو آئے۔ آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے اور کھانا کھا کر مخلص ہوئے

مردِ پیر کا بیان ایک ضعیف العمر نے جو فراش خانہ دلی میں رہتے تھے (ان کا نام ذہن سے اتر گیا ہے) دو تین بار اس عاجز سے یہ بات کہی کہ جس وقت آپ نے وَلَسَوْفَ يَنْفِطِنَاكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کا بیان فرمایا۔ کہ تمہارا رب تم پر ایسی عنایت فرمائے گا۔ کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ اور پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بیان کیا۔ ”اگر ایک شخص بھی

میری اُمت میں سے دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ اس وقت جو کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اور دل پر سے جو پردے اُٹھے۔ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا جس وقت ضعیف العمر اپنا یہ بیان عاجز سے بیان کیا کرتے تھے روتے تھے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں مولانا احمد سعید کا ترجمہ باقاعدہ سنتا ہوں۔ میں نے ایک دن مولانا سے کہا جناب آپ ترجمہ کرتے ہیں اور آپ کا بیان اچھا ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کا بیان ایک مرتبہ میں نے سنا ہے اور اس کی لذت و علاوت آج تک تڑپا رہی ہے۔ اور آپ کے ترجمہ میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ میری اس بات کو مولانا نے سُن کر فرمایا: بھی تم کن کا ذکر کر رہے ہو کہاں وہ اور کہاں میں؟ بھئی یہی الفاظ ان ضعیف العمر نے کہے ہیں۔ رحمہ اللہ و رحم احمد سعید و غفر لہما۔

آپ قیام میں عربی کے سولہ اشعار پڑھتے تھے۔ پہلا اور بارہواں شعر قیام میلاد درج ذیل ہے۔

وَلَدَا الْحَبِيبُ وَمِثْلُهُ لَا يُؤْكَدُ
يَا عَاشِقِينَ تَوَلَّوْا فِي حَبِيبِهِ
وَلَدَا الْحَبِيبُ وَخَدَّاهُ يَتَوَدَّدُ
هَذَا هُوَ الْحُسْنُ الْجَمِيلُ الْمَفْرُودُ

۱۔ پیدا ہوئے حبیب اور ان کا مثل پیدا نہ ہوگا پیدا ہوئے حبیب اور ان کے رخسار گلابی ہیں۔

۲۔ اے عشاق ان کی محبت میں فریفتہ ہو جاؤ، یہی وہ یکتا عمدہ حسن ہے

قیام کے وقت تمام حاضرین و معاضرات کے عمدہ عطر لگایا جاتا اور اس کام کے لئے پہلے سے مخلصین و مخلصات کا انتظام ہوتا تھا۔ عرق پاشوں سے عرق پاشی کی جاتی تھی۔ عود و اگر کی خوشبو سونے پر سہاگے کا کام دیتی تھی۔ حافظ عبدالحکیم دہلوی نہایت ذوق و شوق سے درود شریف پڑھتے ہوئے سب سے پہلے آپ کے عطر لگاتے تھے۔ بِحَازَةِ اللَّهِ حَبِيبًا وَرَحْمَةً آپ نے اس سال حضرت برادر کلاں سے بھی میلاد شریف کا کچھ حصہ پڑھوایا۔ گویا اِشَادَةُ آپ نے فرمادیا کہ اب اس کا اخیر کو یہ انجام دیا کریں گے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سب کو دُور دُور پالی چائے دی گئی رات کے ڈھائی بجے یہ مبارک محفل ختم ہوئی۔ اور لوگوں کو شیرینی تقسیم ہونی شروع ہوئی۔ صدر دروازہ پر دُکُور کو اور گلی کے دروازہ پر اَنَاس کو۔ آپ تقریباً چھ گھنٹے تک اندازاً بہ یک کیفیت روزانو بیٹھے رہے۔ اب محفل تمام ہونے پر آپ نے گاؤں کی گلی سے کمر لگا کر پائے مبارک پھیلادیئے۔ مخلصین پاک نہاد آپ کو ربانے لگے۔ چند افراد نے اس عاجز سے کہا کہ آپ کے مبارک بدن کو ہاتھ لگاتے ہی ہم نے ایک برقی لہر اپنے بدن میں دوڑتی ہوئی محسوس کی اور ہمارے لطائف مبارک از خود بہ اسم پاک اللہ گویا ہوئے۔

ہوا خود بہ خودی کا ہر ہر دواں بہ ذکر خداوند رطب اللسان
ہر اک ذرہ کہتا تھا رب الملیک تری ذات ہے دَحْدَحْدَ لا شَرِیکَ

اختتامِ محفلِ مبارک | تھوڑی دیر کے بعد آپ چار زانو بیٹھے۔ ایک پان کھایا اور خصوصی محفل کا آغاز ہوا۔ کوئی عربی کے اشعار نہ پڑھا۔ کوئی حضرت جامی یا کسی اور بزرگ کی نعت غزل پڑھتا تھا۔ آپ کے عاشق صادق شیخ غلام احمد انسوی فارسی قصیدہ کہہ کر لائے تھے۔ انہوں نے وہ قصیدہ بہ کمال عقیدت پیش کیا۔ خود بھی آہ و بکا میں مصروف رہے اور اپنے برادرانِ طریقت کو بھی اپنا شاملِ حال بنایا۔ اس طرح قند کرر کا دورِ فجر تک چلتا رہا۔ صرف ذکور ہی اس فیض سے مستفید نہیں ہو رہے تھے۔ بلکہ قانات کے چھ قانات تائبات عایدات کی جماعت بھی فیض و برکت سے دامنِ مراد بھر رہی تھی۔

عوام پر اثر | جب آپ میلاد شریف پڑھا کرتے تھے اہل نسبت اور اصحابِ باطن پر عجیب و غریب کشوفات ہوتے تھے جو اہل بصیرت کے لئے محلِ استعجاب نہ تھے۔ جیسے مولوی عبدالعزیز گھٹنوی بنگالی بے اختیاری کے عالم میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور خوب بلند آواز سے بے قراری کے ساتھ اپنے کشوفات کا اظہار کرتے تھے۔ اور آپ اس وقت خاموش ہو جاتے تھے۔ البتہ اُن افراد کا بیان محلِ استعجاب ہوتا تھا جن کو امورِ باطنی سے لگاؤ نہ تھا اور وہ بہ چشمِ سر بعض عجائباتِ عالم ملکوت دیکھنے کا اظہار کرتے تھے۔ اس قسم کے چند افراد نے بیان کیا کہ جب آپ نے معراج شریف میں حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے آسمان پر تشریف لے جانے کا بیان فرماتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کیا تو ہماری نظریں بھی اوپر کو اٹھ گئیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ عجائبات دیکھے کہ ہم اُن کا بیان نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے واقعات ہر سال اس مبارک محفل میں عوام کو پیش آتے رہتے تھے۔ گویا ان سعادت مند افراد پر مُتَرَبِّعُ اَیَّامِنَا فی الْاَفَاقِ کا اظہار ہوتا تھا۔ یعنی ہم اُن کو اپنی نشانیاں مقربِ آفاق میں دکھائیں گے۔ هَنِیْثَا لَهُمْ ثُمَّ هَنِیْثَا لَهُمْ۔ مبارک ہوں اُن کو اور پھر مبارک ہوں اُن کو۔

میلاد شریف کے مخالف اور اس کو کُلُّ بِذَعَةِ ضَلَالَةٍ کہنے والے افراد جیسے مولوی اشفاق الرحمن اور صدر بازار دہلی کے اہل حدیث جو اچانک آزمائش کے لئے اس مبارک محفل میں آگئے تھے اور یہی کہتے ہوئے گئے کہ بڑی بابرکت محفل تھی تو پھر نیک دل افراد پر اگر بعض حقائق کا اظہار ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

گرمیل کند سوئے ہلالی عجیبیت شاہاں چہ عجب گرنوازندگدارا
(اگر وہ ہلالی کی جانب مائل ہو تو تعجب نہیں ہے کیا تعجب ہے اگر شاہ ایک فقیر کو نوازے)
جائے تعجب یہ ہے کہ تقریباً چار ہزار کے عظیم مجمع میں آپ
آواز کا حاضرین تک پہنچنا کی آواز سب کو سنانی دیتی تھی بلکہ خانقاہ شریف کے صدر
دروازہ کے سامنے شائقین کا جگمگاتا تھا اور وہ بھی آپ کی مبارک آواز سنتے تھے۔ اس عاجز کو
بارہا اس پر تعجب ہوتا تھا۔ سال گزشتہ طبقات ابن سعد کا خلاصہ التَّبَقَاتِ مِنَ التَّطَبَقَاتِ لکھ رہا تھا۔ جلد
ثانی کے صفحہ ۷۷۱ میں یہ حدیث شریف نظر آئی: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُعَاذٍ التَّيْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْطُبُنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِمَنَى قَالَ
فَقُفَّتْ أَسْمَاعُنَا حَتَّى أَنْ كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَنَحْنُ فِي مَنْازِلِنَا۔ قَالَ فَطَفِقَ يُعَلِّمُهُمْ مَنْاسِكَهُمْ حَتَّى
بَلَغَ الْجَمَارَ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِي فِي خُطْبَةٍ پڑھا اور ہم کو مسائل کی تعلیم دی۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے ہمارے کانوں کو کھول دیا اور ہم اپنے جھونپڑوں اور قیام گاہوں میں آپ کی
مبارک آواز سنتے تھے۔ اس مبارک روایت سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خوانِ نعمتہائے نبویہ علی
صاحبہ الصلاۃ والتیمر سے آپ کے غلاموں اور پروردوں کو پروردگار کچھ نصیب دیتا ہے جس کا ذکر
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ جابہ جا اپنے مکاتیب شریفہ میں کر رہے ہیں چونکہ آپ
بھی از نعمت انظار تا انتقال بہ دارالقرار اسی جذبہ میں سرشار تھے۔ پروردگار عالم غم احسان نے
آپ کو بھی نعمتہائے خوانِ نبویہ سے نوازا تھا۔ علی صاحبہ اَلْفُ اَلْفُ صَلَاةٍ وَرَحْمَةٍ۔

ایک مخلص کے مدحیہ اشعار

دہلی کو جائے طالب مولیٰ جو جا سکے	ہے اُس جگہ وہ شخص جو حق سے ملا سکے
بے حد بزرگیاں ہیں اُس عالی جناب میں	کیا کوئی اُن کے لکھنے کو غامہ اٹھا سکے
مینوں کو تو نے نور سے لبریز کر دیا	ابر بہار کب تیری بخشش کو پا سکے
پہنچی تھے ولایتِ ملیا وراثتہ	کب فہم میں کوئی تیری عظمت کو لا سکے
کاشمیر فی النہار ترا فضل، ہے عیاں	کس طرح کوئی تیرا یہ رتبہ چھپا سکے
قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر	یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آ سکے
روشن جہاں میں نام ہے اس خانقاہ کا	محروم جو یہاں ہو کہاں پھر وہ جا سکے

درہ تہارا در، کوئی اس کے بغیر آج ممکن نہیں کہ منسل مقصود پاس کے
ممدوح میرے خیر سے زندہ رہیں ملام اور ان سے اپنے کام زمانہ بنا سکے
یہ پاکیزہ اشعار مبارک احتفال کے بعد کسی مخلص نے پڑھ کر سنائے تھے اور وہ برج بھی دے گئے
تھے جس پر یہ اشعار لکھے تھے۔ وہ برج تو اس عاجز کے سامنے ہے لیکن پیش کنندہ نے اپنا نام نہیں لکھا اس
لئے ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ رَحِمَهُ اللہُ اَیَّامًا کَانَ وَغَفَرَلَهُ وَحَشَرَهُ مَعَ عِبَادِ الصَّالِحِیْنَ۔
میلاد مبارک کے سلسلہ میں آپ کی ایک فردوسی، شیفتہ کلام نبوی، ولادت سنت مصطفوی
سے گفتگو اور بعض دوسرے افراد کے سوالات اور آپ کے ارشادات کا بیان ان شاء اللہ آپ
کے ملفوظات و تحریرات میں آئے گا۔

یہ مبارک پُر از انوار محفل شب جمعہ میں منعقد ہوئی۔ جمعہ ۱۲ ماہ میلاد ۱۳۴۱ھ مطابق ۲ نومبر
۱۹۲۲ء دن کے دس بجے آپ باہر تشریف لائے، آپ کے مبارک چہرے پر عجیب برکات و انوار
کے آثار پائے جا رہے تھے، دلی اور بیرون دلی کے آئے ہوئے تمام مخلصین اور شہر کے عائدین
کا اجتماع تھا۔ دن کے بارہ بجے تک ان کے ساتھ مصروف کلام رہے۔ آپ کی گفتگو سے سب
کے چہرے کھل گئے تھے، آپ نے سب کو عمدہ بریانی اور زردہ کھلایا۔ خود ایک طرف رونق افروز
رہے اور کام کرنے والے مخلصین ذوق و شوق سے کام کرتے رہے۔ ہر ایک اتنی خوشی سے کام
کر رہا تھا گویا کہ یہ ان کی اپنی خوشی تھی، افسوس صد افسوس کہ پندرہویں جمعہ کو اس وقت آپ کا
جنازہ یہ لوگ باچشمِ گریان و دلِ بزیان اٹھائے ہوئے جامع مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ آپ
شہیدی کا یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جانیٹوں
نفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی تمنا پوری کی ہوگی۔ وہ پاکیزہ نفوس جو آپ کے گرد جمع تھے ایک
ایک کر کے آپ سے جا ملے اور یہ عاجز و فگار ان کا ذکر کر کے اپنے قلبِ حزیں کو بہلا رہا ہے۔
وے صورتیں الہی کس ملک بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں
ہُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْآخِرِ یَرْحَمُ اللہُ الْمُتَّقِدِ مِیْنِ مَنَا وَ الْمُتَاخِرِیْنِ۔

(وہ ہمارے اسلاف ہیں اور ہم پیچھے پیچھے ہیں خدا ہمارے اگلے بچھلوں پر رحم فرماوے)
بزرگانِ دین اور حضراتِ صماہ کی فاتحہ آپ کرتے تھے۔ البتہ یہ بات نہیں تھی کہ
فاتحہ و عرس اگر کسی سال کسی بزرگ کی فاتحہ کر لی تو سال آئندہ بھی ضرور کریں۔ آپ نے حضرت

ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسین، حضرت امام ربانی، حضرت سید نور محمد بدایونی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابوسعید، حضرت شاہ احمد سعید، والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر اور حضرت والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور ان حضرات کے علاوہ دیگر حضرات کی بھی فاتحہ کی ہے۔ فاتحہ اسی تاریخ میں ہوتی جس تاریخ میں اُن بزرگ کی وفات ہوئی۔ البتہ آپ اپنے حضرت والد اور حضرت والدہ اور دس محرم کی فاتحہ اکثر کرتے تھے۔ شاید کبھی ناغہ ہوئی ہو۔ پیرانِ طریقت کی فاتحہ جب آپ کرتے تھے اور دینی میں ہوتے تھے تو پنج آیت و شجرہ اور درود تاج بھی پڑھا جاتا تھا۔ آپ سنتے تھے۔ منع نہیں فرماتے تھے اور کوٹہ میں نہ قرآن مجید کا ختم نہ پنج آیت اور نہ درود تاج۔ افغانستان کی طرف دعا کا طریقہ مروج ہے لہذا وہاں دعا کی جاتی تھی۔

عاشورا

دسویں محرم کو آپ پر کائنات اور رنج کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ کوٹہ میں آپ کے گھر کے پاس ارباب جان محمد ہزارہ کا گھر تھا۔ ہزارہ قوم کی ناک چٹپی ہوتی ہے یہ فارسی بولتے ہیں اور ساری قوم کٹر شیعہ ہے۔ حضراتِ شیعین اور جمیع صحابہ کرام کو گالی دینی اور بُرا کہنا ان کے نزدیک بہت ننگِ عمل ہے۔ افغانستان میں گاؤں کے پدھان کو نلک کہتے ہیں اور ایک برادری کے سرکردہ کو ارباب۔ ارباب جان محمد جب بھی آپ کو دیکھتے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ غالباً ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ دس محرم کو خلاف معمول آپ صرف کرتے، پاجامہ اور عرق چین میں دن کے دس بجے باہر تشریف لے آئے اور مسجد شریف حضرت بلال کی سیڑھیوں پر جو کہ چکنے پتھر کی بنی ہوئی تھیں، بیٹھ گئے۔ آپ کا رخ غرب کی طرف تھا۔ اس وقت بجز دربان کے کوئی نہ تھا۔ یہ عاجز ایک طرف کو کھڑا تھا۔ لوگ تو آپ کی زیارت کو ترستے تھے اب جب انھوں نے دیکھا کہ جلوهِ مفت است اگر شوقِ تماشا داری، تو آہستہ آہستہ جمع ہوتے گئے اور شارعِ پیر الوائیز میں بر روئے خاک نہایت سکون سے بیٹھتے گئے۔ نہ کسی کو گزر کا خیال تھا نہ اپنے کپڑوں کا، نہ کوئی اسلام علیکم کی صدا بلند کرتا تھا۔ نہ گلا صاف کرتا تھا۔ جو بھی آتا تھا۔ نہایت ادب سے دروازہ نو سر جھکا کر بیٹھ جاتا تھا۔ آپ فارسی میں گفتگو فرما رہے تھے اور حضراتِ حسنین رضوان اللہ علیہا کے فضائل بیان فرما رہے تھے اور اپنی آنکھوں سے عقیدت کے موتی اُن پر نچا در کر رہے تھے۔ اسی دوران میں ارباب جان محمد آگئے اور آپ کے قریب مٹی پر بیٹھ کر آپ کا مبارک بیان سننے لگے۔ اس عاجز نے دیکھا کہ ارباب جان محمد آپ کے بیان کو سن کر زار و قطار رو رہا تھا اور کبھی شدتِ غم سے بل کھا جاتا تھا۔ آپ اپنے احوال میں مستغرق۔ ارباب آہ و بکا میں مصروف

اسی کیفیت میں دن کے بارہ بج گئے۔ سب پر دھوپ آگئی تھی۔ آپ نے آخر میں یہ شعر پڑھا۔
 جاتی از قافلہ سالارِ رہ عشق ترا گر پیرسند کہ آں کیست علی گوے علی
 (اے جاتی تیرے عشق کے سالارِ قافلہ کو اگر معلوم کریں کہ کون ہے تو کہہ دے علیؑ ہیں)

ایک خاص کیفیت | آپ نے یہ شعر ایک خاص جذبہ کے تحت پڑھا اور علی گوے علیؑ کا اعادہ اس وقت تک کیا کہ سانس نے آپ کا ساتھ دیا۔ یہ شعر پڑھ کر ایک کیفیت کے عالم میں خود آپ آگے کو جھک گئے اور تمام حاضرین تڑپ اٹھے۔ کوئی لوٹنے لگا۔ کوئی اللہ کی صدا لگا کر وجد میں آگیا۔ پانچ سات منٹ کے بعد آپ نے ارباب جان محمد سے فرمایا: "ما ذکر حضرات خود را بہ اس طوری کنیم۔ یعنی ہم اپنے حضرات کا ذکر اس طرح پر کیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر ارباب نے کہا۔ قربانت شوم۔ اور اس نے انتہائی عقیدت سے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اوروں نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ بھی ادب سے ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور دست بوسی کی۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ عصر کو تفریح جاتے ہوئے ہم تینوں بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے کہا۔ جی حضرت! یہ سبیل حبیب اللہ نے لگائی ہے۔ آپ نے سبیل کی طرف دیکھا اور خوش ہو کر حبیب اللہ کے واسطے دعا کی۔ آپ احیانا شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید اللہ لاصی المعروف بہ ابو میری قدس سرہ کے قصیدہ ہمزئیہ کے درج ذیل اشعار پڑھتے تھے۔

قصیدہ ہمزئیہ

- | | |
|---|--|
| ۱۔ مَارَعَىٰ فِيهِمَا دِمَامَكَ مَرُوءٌ | سَنَ وَقَدْ خَانَ عَهْدَكَ الزُّوْمَاءُ |
| ۲۔ أَبَدَلُوا الْوَدَّ وَالْحَفِيفَةَ فِي الْقُرْ | بَىٰ وَأَبَدَتْ ضَبَابُهَا الشَّافِقَاءُ |
| ۳۔ وَقَتٌ مِنْهُمْ قُلُوبٌ عَلَىٰ مَنْ | بَكَتِ الْأَرْضُ مِنْ فَقْدِ هُمْ وَالسَّمَاءُ |
| ۴۔ فَأَبْكِيهِمَا مَا اسْتَطَعْتَ إِنَّ قَلِيلًا | فِي عَظِيمٍ مِنَ الْمُعْسَابِ الْبُكَاءُ |
| ۵۔ كُلُّ يَوْمٍ وَكُلُّ أَرْضٍ يَكُونُ | مِنْهُمْ حَزَنًا بَلَا وَعَا شُورَاءُ |
| ۶۔ آلَ بَنِي النَّبِيِّ إِنَّ فَوَادِي | لَيْسَ يُسْلِيهِ عَنْكُمْ النَّسَاءُ |
| ۷۔ غَيْرَ أَنِّي فَوَضْتُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ | وَتَفَوَّضْتُ الْأُمُورَ بَرَاءُ |
- ۱۔ ان دونوں (حسن و حسین) کے بارے میں آپ کے عہد کی رعایت نہ رعایا نے کی نہ سرداروں نے
 ۲۔ قربی کے بارے میں دوستی اور حمایت کو تبدیل کر دیا

۴۔ اور ان کے دل سخت ہو گئے ان لوگوں کے بائے میں جن کے گم کر دینے پر آسمان اور زمین رونے۔

۴۔ جس قدر ممکن ہو اُن پر روؤ۔ بڑی مصیبت پر رونا کم درجہ ہے۔

۵۔ ہر دن اور ہر زمین اُن پر میرے غم کی وجہ سے کربلا اور عاشورا رہے۔

۶۔ اے حضور کے اہل بیت میرے قلب کو لوگوں کے تسلی دلانے سے تسلی نہیں حاصل ہوتی ہے۔

۷۔ سوائے اس کے کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اور معاملوں کو سپرد کرنا بڑی کر دیا ہے۔

علامہ ابو صیری کے یہ ابیات آپ زہر سے لکھنے کے قابل ہیں اور خاص کر آخر کے دو شعر

تو جواب ہی نہیں رکھتے۔ آپ کا مزار پُر انوار اسکندریہ میں ہے۔ یہ عاجز ادا سوا ماہ ربیع الآخر

۱۳۵۸ مطابق اواخر اگست ۱۹۳۷ء میں مزار مبارک پر حاضر ہوا تھا۔ مبارک مقام

ہے۔ خلق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ رحمہ اللہ۔

مزارات مبارکہ پر حاضری | اس عاجز کی یاد میں آپ درج ذیل حضرات کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوئے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ میں سے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ باقی باللہ حضرت سید السادات

سید نور محمد بدایونی، حضرت سعد اللہ، حضرت شاہ گلشن، حضرت شاہ عبدالعدل،

حضرت شاہ محمد آفاق، حضرت شاہ عبدالرحیم و اولاد مبارک الیٹان (مہندیان) حضرت

خواجہ محمد ناصر عندلیب و خواجہ میر درد قدس اللہ اسرارہم۔

اور مشائخ چشتیہ میں سے حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی حضرت

سلطان المشائخ نظام الدین والاویا، حضرت خواجہ نعیر الدین محمود روشن چراغ دلی حضرت

سید محمود بکار، حضرت شاہ کلیم اللہ قدس اللہ اسرارہم اور پہاڑی پر حضرت بندہ

عالم الغیب مشہور بہ پیر غیب قدس سرہ۔

آپ نہایت ادب سے احاطہ کے باہر جوتی اتار کر، سر

آپ کا طریقہ اور ادب | جھکا کر ہاتھ باندھ کر، ہمتن متوجہ ہو کر حاضر ہوتے تھے۔

اور سلام مسنون براموات عرض کرنے کے بعد اکثر سورہ یاسین، احیانا سورہ تبارک

بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کے وقت اپنی چادر سر پر ڈال لیتے تھے۔ اور بعد از

تلاوت تھوڑی دیر مراقب رہتے تھے۔ جب آپ فارغ ہو کر اٹھتے تھے تو چہرہ مبارک پر ایک

نور اور آنکھیں نمور ہوا کرتی تھیں اور تھوڑی دیر آپ خاموش رہتے تھے۔

حضرت خواجہ خواجگاں کے مزار شریف پر چار باج مرتبہ عرس شریف کے موقع پر شب کو حاضری ہوئی۔ حضرت سید السادات و حضرت سعد اللہ و حضرت شاہ گلشن کے مزارات پر حاضری کا بیان گزر چکا ہے۔

شاہ عبدالعدل حضرت شاہ عبدالعدل کا مزار مبارک حضرت خواجہ خواجگاں اور حضرت خواجہ خورد کے مزارات شریف کے مابین واقع ہے۔ آپ کے مزار شریف کا تعویذ ایک قطعہ سنگ سفید کا ہے۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ اور حضرت شاہ عبدالقادر کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ یکشنبہ ۲۸ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء کو حضرت کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ قریب ہی ایک جھاڑی کے تنکے اور کچھ کوڑا تعویذ پر پڑا تھا۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو صاف کیا۔ سورہ فاتحہ و چہار قل بعد سلام پڑھے اور پھر اپنے اور اپنے تینوں بیٹوں کے واسطے آپ سے طالب دعا ہوئے آپ نے یہ الفاظ بھی عرض کئے "میں آپ کے پیر و مرشد کے بھائی کا پوتا ہوں۔ آپ میرے اور میرے بچوں کے واسطے دعائے خیر فرمائیں" پھر آپ نے پانسی کی مٹی پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ہاتھ کو اپنے سر اور چہرے پر ملا۔

حضرت کے مزار شریف سے متصل قبروں کے بننے اور تدفین کی وجہ سے آپ کے قبر کے تعویذ پر مٹی اور سنگ غارا کا ڈھیر لگ گیا تھا۔ اس عاجز نے حضرت سیدی الوالد کے طریقہ زیارت کو دیکھا تھا اور رفقا میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے نے دن اور تاریخ لکھ کر محفوظ کر لی تھی بعد میں اس عاجز کو بتائی۔ اس عاجز نے جب آپ کے مزار مبارک کو اس حال میں دیکھا کہ تعویذ چھپ گیا ہے اور اس پر لمبہ پڑا ہوا ہے۔ تو پہلے طبع ہٹوایا پھر بندھانیوں سے تعویذ اٹھوایا اور چبوترے کو اونچا کر دیا کہ حسب سابق اس کے مقام پر رکھوایا۔ اور اس کام سے شنبہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۴۶ء کو فارغ ہوا۔

سہ بیت مفتخر کا بیان

روز خوش بود و مبارک عہد بود چوں شنیدم من سہ بیت مفتخر

لہ کوڑ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے یہ تین شعر سنے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ قَضِيَّ مُخَضَّرَةٌ
غَبْرَاءُ يَحْمِلُنِي إِلَيْهَا شَرْجَعُ
فَبَكَتْ بِنَاتِي شَجْوَهُنَّ وَزَوْجَتِي
وَالْأَفْرَبُونَ إِلَيَّ ثَقَّةً تَصَدَّعُوا
وَشَرَكْتُ فِي غَبْرَاءَ بِمَكْرَهُ وَرَدُّهَا
يَسْفِي عَلَى الرِّيحِ حِينَ أَدَّعُ

یاد دارم ہر سہ بیت بے عدیل
مرحمت فرمود انشا و شش نمود
نقش بر لوح دلم گشت آں بیاں
نیک و انم از مالِ این سفر
بر سریرے نفس من انداختہ
جسم خاکی را نہادہ زیر خاک
زن بستالد، دخترم گریہ کند
مسکنم جائے شود کا بجا و رُود
نے رفیق و نے انیس و نے ملیس
رفتہ رفتہ جسم گردد خاک گور
رفتہ رفتہ محو گردد ایں جہاں
از زبان مُرشد والا گہر
ہم بیاں کردش بہ الفافا غر
بہر یاراں لطم سازم آں دُر
جائے من باشد بہ آخر در حفر
سوئے صحرا می برد چندیں نفر
باز گردد ہر یکش با چشم تر
چند آہ سرد بر آرد پسر
دوستش دارند کمتر از بشر
جز نیسے کاں دَمد وقت سحر
رفتہ رفتہ گور گردد بے اثر
کس نہ ماند جز خدائے بحر و بر

حضرت شاہ محمد آفاق مجددی

حضرت کا مزار مبارک دلی میں قبلہ عالم حضرت خواجہ
محمد زبیر کی مسجد شریف کے عقب میں اس راستہ پر
مغلیہ میں واقع ہے جو برف خانہ سے روشن آرا باغ کو جا رہا ہے۔ اس جگہ صاحبزادہ سعید الزبیر
اولاد قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر آباد تھے۔ حضرت سیدی الوالدہ اچانا جمعہ کے دن ظہر کے بعد سب
کو لے کر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اور ہم تینوں بھائی مسجد شریف میں سعید الزبیر
صاحب کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت والدہ اور ہمیشہ گان اُن کی اہلیہ صاحبہ کے پاس
چلی جاتی تھیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ محمد آفاق نہایت صاحب کمال اور قوی النسبت
تھے۔ بڑے حضرت یعنی حضرت شاہ احمد سعید اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جب
وہ حلیم کاکش لے کر صلائے ہو کے ساتھ دھواں منتشر کرتے تھے تو اس وقت حضرت شاہ
غلام علی کی توجہ کی کیفیت بڑے حضرت محسوس کرتے تھے۔

آپ کا مزار شریف بکونی زمین پر واقع تھا۔ شرق کی طرف مسجد شریف کے عقب
میں، شمالاً جنوباً دس گز چوڑی زمین ہوگی اور کوئی پندرہ گز کی درازی پر مغرب کی طرف صرف دو
دیواروں کا اتھالی کونہ تھا۔ مزار شریف پر کوئی عمارت نہ تھی۔ آپ مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی

کے مرشد تھے اور وہ صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن شروانی کے مرشد تھے۔ یہ عاجز جن دنوں مصر میں تھا مولانا حبیب الرحمن نے مزار شریف پر غالباً پانچ گز سے پانچ گز کا ایک کمرہ بنوایا تھا۔ (از ۱۳۳۹ھ تا ۱۹۳۱ء تا ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۶ء کے دوران میں)۔

تخت شریف مسجد شریف کی عقب کی دیوار سے متصل سنگ باسی کا چھٹ لمبا چار فٹ چوڑا اور دو انچ موٹا مسطح ٹکڑا تھا۔ اس پتھر پر قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کو غسل دیا گیا تھا اور اس کو حضرت شاہ احمد سعید اور آپ کی مبارک اولاد تخت کہا کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت عمہ محترمہ اور حضرت سیدی الوالد بھی یہی کہتے تھے۔ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء کے مصائب میں سے ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ قبلہ عالم کی مسجد شریف اغیار کا مسکن بنی۔ تخت شریف ضائع ہوا۔ حضرت کے مزار شریف کو توڑ کر دوکان بنالی۔

۱ تَبْنِیَ الْحَنِیْفِیَّةُ الْبِیْضَاءُ مِنْ اَسَفٍ کَمَا بَنَیَ لِقَرَّاقِ الْاِلَافِ هَیْمَانُ
۲ عَلٰی دِیَارٍ مِنْ اِلَا سَلَامٍ خَالِیَةِ قَدْ اَقْفَرَتْ وَلَهَا بِالْكَفْرِ عُمَرَانُ
۳ حَیْثُ الْمَسَاجِدُ قَدْ صَارَتْ كُنَائِسًا فِیْهِمْ اِلَّا نَوَاقِیْسُ وَصُلْبَانُ
۴ حَتّٰی الْمُحَارِبُ تَبْنِیَ وَهِيَ خَاصِمَةٌ حَتّٰی الْمُنَایِرُ تَرْقِیَ وَهِيَ عِیْدَانُ

۱۔ روشن تلتِ حنیفیہ روتی ہے۔ جس طرح کوئی سرگشتہ دوست کے فراق پر روئے۔
۲۔ مسلمان ملکوں کی آبادیوں پر جو خالی ہیں اور ان کی کفر سے آبادانی ہے۔
۳۔ مسجدوں کی جگہ گر جاگھر ہیں۔ اُن میں ناقوس اور صلیبیں ہیں۔
۴۔ حتیٰ کہ محرابِ نوحہ کرتے ہیں حالانکہ وہ جامد ہیں حتیٰ کہ منبر روتے ہیں حالانکہ وہ لکڑیاں ہیں۔
پچیس سال ہو چکے ہیں کہ وہ مسجد شریف دو تین افراد کا مسکن قرار پا گئی ہے۔ البتہ مزار شریف کی واپسی عجیب طریقہ سے ہوئی جو درج ذیل ہے۔

کرامتِ باہرہ پنجشنبہ یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۶۲ء کو مولانا اخلاق حسین دہلوی، ان کے بھائی حکیم سید حسین اور نگرانِ مساجد (اوقاف کمیٹی) دن کے تین بجے اس عاجز کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ حضرت شاہ آفاقؒ کے مزار شریف پر اوقاف کا تصرف ہو گیا ہے۔ عبدالغفار صاحب سکریٹری وقف بورڈ کی خواہش ہے کہ آپ کا مزار شریف نمایاں کر دیا جائے۔ لہذا آپ ہمارے ساتھ چلیں اور نشان ہی کراویں تاکہ سات محرم کو آپ کا عرس شریف کیا جاسکے۔ حضرت کی محبت اور سالہا سال حضرت

سیدی الوالد کی رفاقت میں وہاں کی عاضری کی یاد نے مجبور کیا کہ اس شدید گرمی میں ان تینوں افراد کے ساتھ اس مبارک مقام کو فوراً جایا جائے۔ چنانچہ یہ عاجز گیا پہلے نزار شریف پر حاضر ہونے کا راستہ مسجد شریف کے شمالی حصہ کی طرف سے تھا۔ اب وہ تمام حصص مکانات کی شکل میں تبدیل ہو گئے ہیں اور اب اس سڑک سے جو برف عاد سے روشن آرا باغ کو جاتی ہے تین فٹ چوڑا راستہ بنایا ہے۔ یہ عاجز وہاں حاضر ہوا اور آپ کے تعویذ کی جگہ بتائی۔ راج اور مزدور بھی اوقاف والے ساتھ لے گئے تھے۔ انھوں نے اس جگہ کافر شش توڑا۔ اس وقت وہاں کے رہنے والے ہندو اور سکھ بھی آگئے۔ وہ بھی اس کام میں مدد کر رہے تھے۔ پانچ چھ انج زمین کھودی گئی کہ حضرت کی قبر ظاہر ہو گئی۔ توڑنے والے نے صرف تعویذ توڑا تھا اور مٹی ڈال کر فرسش بنالیا تھا۔

یہ عاجز چار شنبہ ۲ محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۴ء کو عرس شریف میں بھی گیا۔ مولانا اخلاق حسین، حکیم سید حسین، مولانا مشرف احمد برادر طریقت عبدالرحیم مستری، عبدالغفار وقف بورڈ کے سکریٹری، مولانا محمد میاں فاروقی الہ آبادی اور دس بارہ افراد تھے۔ وہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ عاجز حضرت کے خاندان میں سے ہے تو بڑی محبت و عقیدت سے پیش آئے اور انھوں نے سب کے سامنے اس عاجز سے یہ حقیقت بیان کی۔

تجس شخص نے قبر کو توڑا تھا وہ بیمار ہوا اور اس کے ہاتھوں میں تکلیف شروع ہوئی۔ اس نے کئی سال علاج کیا لیکن تکلیف میں کچھ کمی نہ ہوئی بلکہ ہاتھوں میں زخم پڑ گئے۔ وہ روتا تھا اور کہتا تھا۔ مجھ پر اس قبر توڑنے کا عذاب آیا ہے۔ اُس کے ہاتھ گل کر چھڑ گئے اور وہ مر گیا۔ اب ہم لوگوں نے یہ جگہ خالی کی ہے اور آپ کے سپرد کر دی ہے۔ جو خدمت ہمارے لائق ہو ہم کو بتائیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم پر کوئی تکلیف نہ آئے۔ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيمُ بِمَا صَرَفَ عَنْ آيَاتِي الدِّينِ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَتَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَتَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ۔ (اعراف - ۱۳۶)

(ترجمہ) میں پھر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو غور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق، اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں یقین نہ کریں اُن کو اور اگر دیکھیں ہدایت کی راہ نہ بنائیں اس کو اپنی راہ اور اگر دیکھیں گمراہی کی راہ بنائیں اس کو اپنی راہ اور یہ اس لئے کہ انھوں نے جھٹلایا

ہماری آیتوں کو اور ان سے غفلت برتتے رہے۔

مہندیوں کو جانا آپ ایک مرتبہ حضرات محدثین دہلویہ حضرت شاہ عبدالرحیم حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ رفیع الدین حضرت شاہ عبدالغادر

قدس اللہ اسرارہم کے مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے۔ مخلصین میں سے تقریباً پچیس تیس افراد ساتھ تھے۔ ہم یمینوں بھائی بھی آپ کے ساتھ تھے مخلصین میں اصحاب نسبت و اجازت و خلافت بھی جیسے حاجی ملا احمد مٹاخیل اور مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی۔

آواز کا پست رہنا آپ نے پہلے سلام سنون بلند آواز سے پڑھا اور پھر بیٹھ کر سورۃ یاسین تلاوت کرنی شروع کی۔ آپ حسب معمول بلند آواز سے تلاوت کر رہے

تھے لیکن آواز بلند نہیں ہو رہی تھی بلکہ گھٹی گھٹی تھی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا تم لوگ باہر جاؤ۔ چنانچہ وہ سب مسجد شریف کی شمالی مختصر دیوار کے عقب میں بیٹھ گئے۔ آپ نے پھر تلاوت شریفہ شروع کی لیکن آواز پھر بھی بلند نہ ہوئی۔ آپ نے اس دوران میں سر مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت کے فیوضات و برکات کا کیا بیان ہو۔ بھلا احوال جامہ اقوال میں کہاں آسکتے ہیں۔ احادیث نبویہ کی جو حدیث ان پاکیزہ نفوس نے کی ہے اس کی برکت کا ظہور یہ وجہ اتم ہو رہا تھا۔ فاتحہ سے جب آپ فارغ ہوئے تو مخلصین سے فرمایا میں نے تلاوت شروع کی۔ اور میری آواز بلند نہیں ہو رہی تھی مجھ کو خیال آیا کہ شاید یہ تم لوگوں کی کدورت کا اثر ہے۔ اس لئے تم کو وہاں سے ہٹایا۔ تم لوگوں کے جانے پر بھی آواز بلند نہ ہوئی تو میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دیکھا کہ ملائکہ کرام ازبالائے سرتا آسمان تمام فضا کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے دباؤ کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہو رہی ہے۔ یہ فرشتے از جماعت نیکینہ ہیں۔

حضرت اسید کا واقعہ یہ عاجز جب آپ کی آواز بلند نہ ہونے کے واقعہ کو اور آپ کے ارشاد گرامی کو یاد کرتا ہے تو مصمیمین کی یہ حدیث شریف یاد آجاتی

ہے۔ "عن ابی سعید الخدری ان اسید بن خضیر قال بینما هو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ و قرئہ مربوطۃ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکت، فقرأ فجالت فسکت فسکت، ثم قرأ فجالت الفرس، فانصرف وكان ابنہ یحییٰ قریباً منها فاشفق ان یصیبہ ولما اخره رفع راسہ الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیہا امثال المصابیح فلما اصبح حدث النبی صلی اللہ

عليه وسلم فقال اقرأ يا ابن حضير اقرأ يا ابن حضير قال فاشفقت يا رسول الله ان تكاف
بمبنى وكان منها قريباً فالصرفت اليه ورفعت رأسي الى السماء فاذا مثل الظلة فيها امثال
المصابيح فخرجت حتى لا اراها قال وقدري ما ذاك قال لا قال تلك الملائكة اتت لصفوتك
ولو قرأت لا تصمت ينظر الناس اليها لا تتواذي ومنهم - اھ - اللفظ للبغاري كما في المشكات -
يعني ابو سعيد خدری روایت کرتے ہیں کہ ایک رات انسید بن حفصیر سورہ بقرہ تلاوت کر رہے تھے اور
ان کی گھوڑی ان کے پاس بندھی ہوئی تھی۔ اچانک وہ پائے کو بی کرنے لگی۔ انسید خاموش ہو گئے
اور گھوڑی بھی ساکن ہو گئی۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی اور گھوڑی پھر پائے کو بی کرنے لگی۔ وہ
پھر خاموش ہو گئے اور گھوڑی بھی ساکن ہو گئی۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی۔ اور گھوڑی پھر
پائے کو بی کرنے لگی۔ انھوں نے قرأت بند کی۔ ان کا بچہ بھی گھوڑی کے قریب تھا ان کو کھٹکا
ہوا کہیں گھوڑی کے لات چلانے سے بچے کو آزار نہ پہنچ جائے لہذا انھوں نے بچے کو وہاں سے
ہٹایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ ان کو ایک شے سائبان کی طرح نظر آئی اور اس
میں چراغ کی طرح روشنیاں تھیں۔ جب صبح ہوئی انسید نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیان کیا۔ آپ نے من کر فرمایا۔ اے حفصیر کے بیٹے پڑھ۔ اے حفصیر کے بیٹے پڑھ (یعنی
بڑھتے رہتے) انسید نے عرض کی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو کھٹکا ہوا کہ کہیں (میرے
بچے) بھی کو آزار نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ وہ گھوڑی کے قریب تھا۔ میں بھی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور
میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھ کو سائبان جیسی ایک شے نظر آئی اور اس میں روشنیاں چراغ
کی طرح تھیں۔ یہ دیکھ کر میں اپنے گھر سے نکل گیا تاکہ مجھ کو وہ نظر نہ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ جلتے
بھی ہو وہ کیا تھا۔ میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تو ملائکہ تھے اور تمہاری تلاوت
کرنے کی آواز بر آئے تھے۔ اگر تم تلاوت کرتے رہتے تو صبح کو ان کی طرف لوگوں کو دیکھتا
ہوا پاتے۔

فتح اللہ کی قبر | یہ واقعہ مغرب کی نماز کے بعد کا ہے۔ جب آپ دہاں سے روانہ ہونے

(فتح اللہ کا بیان ان شاء اللہ مخلصین پاک نہاد کے ذکر میں آئے گا) آپ نے نظریں اٹھا کر
فتح اللہ کی قبر کی طرف دیکھا۔ اس وقت حاضرین میں سے اکثر افراد نے بہ چشم ظاہر دیکھا
کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے فتح اللہ کی ثربت تک روشنی کی دو لہریں دوڑ رہی ہیں بعض

افراد اس کیفیت کو دیکھ کر نعرہ اللہ اکبر لگا کر گر پڑے۔

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

حضرات عندلیب و درو آپ ایک مرتبہ خواجہ ناصر عندلیب اور خواجہ میر درد کے مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے کھڑے کھڑے مختصر فاتحہ پڑھی۔

اور روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دُور آپ آئے تھے کہ چند اونٹوں کی قطار جا رہی تھی۔ آپ کھڑے ہو کر اونٹوں کو دیکھنے لگے۔ ایک بچہ شتر آپ کو دیکھ کر آواز نکالتا اور چھلانگیں لگاتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے واہ واہ واہ فرمایا اور اپنا مبارک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ شتر بچہ آپ کے مبارک ہاتھ پر اپنا منہ اور سر ملنے لگا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ناقہ جب بھاگا تو بھاگا نجد سے قبلہ کی سمت دم کے پیچھے قیس تھا آگے خدا کا نام تھا
اس وقت آپ کا تبسم فرمانا اور مسرت سے آپ کے مبارک چہرے کا شگفتہ ہو جانا اور یہ شعر پڑھنا پھر بچہ شتر پر محبت سے ہاتھ پھرنا عجیب کیفیات کا حامل تھا۔ مخلصین کی جماعت مستحیر تھی۔ مردِ پاک نفس حاجی ملا احمد خاں رحمہ اللہ ضبط نہ کر سکے اور سبحان اللہ کہتے ہوئے وجد میں آ گئے۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند بہ آواز دولاب مستی کنند

(وہ لوگ جو خدا پرستی کرتے ہیں رہٹ کی آواز پر مست ہو جاتے ہیں)

حضرت قطب الاقطاب آپ ۱۳۳۵-۳۶ھ میں ہر جمعہ کو مہرولی جلتے تھے حکیم محمد شفیع معالج چشم ساکن پہاڑ گنج ساتھ ہوا کرتے تھے۔

راستہ میں صفدر جنگ پر کچھ توقف فرماتے اور چہل قدمی کرتے۔ آپ نے ایک مرتبہ وہ جگہ بتائی جہاں آپ ۱۸۵۷ء میں کھڑے تھے اور انگریز نے آپ کی مکر سے اپنی چھڑی چھوائی تھی۔ اور وہاں سے آپ مہرولی تشریف لے جاتے۔ آپ درگاہ شریف کے غری شاہی دروازے پر بھی سے اُترتے۔ دروازے کے باہر جوتی اتار کر سر جھکا کر دست بستہ نہایت ادب کے ساتھ مسجد شریف جاتے۔ مسجد شریف کے امام صاحب آپ سے بیعت تھے، ان کے اور باقی صاحبزادگان کے کہنے سے جمعہ کی امامت آپ فرماتے تھے۔ نماز کے بعد مزار پر انوار پر حاضر ہوتے۔ مزار شریف سے جہتِ غرب مائل بہ جنوب کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے اور پھر مزار شریف کی طرف متوجہ ہو کر دروازہ پہنچ کر

اپنے سر اور چہرے پر کپڑا ڈال کر بلند آواز سے سورۃ یاسین تلاوت کرتے۔ اچانک اذوق و شوق کی حالت میں ترجمہ بھی بیان فرماتے۔ دلی کے پاک باطن افراد کو آپ کے مہر دلی جانے کا علم ہوا اور وہ بھی کافی تعداد میں پہنچنے لگے۔ لوگوں کی اتنی کثرت ہونے لگی تھی کہ مزار شریف کا احاطہ اور وہ گلی جو مسجد شریف اور مزار شریف کے احاطہ کے مابین واقع ہے لوگوں سے بھر جاتی تھی۔ فاتحہ سے فارغ ہو کر آپ قطب لائٹ تشریف لے جاتے اور وہاں چمن میں ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوتے۔

ایک سال مخلصان پاک نہاد گل خان شخیل اور ملا صاحب خان قہرانی دلی سے مہر دلی تک آپ کی بگھی کے ساتھ دوڑتے ہوئے جاتے اور آتے تھے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو خوش کرنے کے لئے راستہ بھر اچھل کود بھی کرتے تھے۔ ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ آپ کا دل خوش ہو جائے۔ اور ان کے احوال پر عنایت کی نظر فرمادیں۔ رحمہما اللہ و رضی عنہما۔

گر میل کند سوئے ہلاکی عجیب نیست
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا
کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اگر ہلاکی کی طرف ان کا خیال مائل ہو جائے۔ کیا عجب ہے اگر بادشاہ بھکاری پر نوازش کر دیں۔

نواب خضر | دلی کے نواب خضر شاہ دلی النبی قدس سرہ سے بیعت تھے جو کہ آپ کے جدِ امجد کے خلیفہ تھے اور آپ سے پہلے خانقاہ شریف میں مقیم تھے۔ نہایت نیک اور صاحبِ نسبت تھے۔ وہ سارا مہینہ حضرت سلطان جی یا حضرت قطب الاقطاب کی درگاہ میں رہتے تھے اور صرف ایک دن کے واسطے اپنے گھر آتے تھے۔ پنشن وصول کر کے دوسرے دن چلے جاتے تھے۔ اس سال وہ مہر دلی میں حضرت کی درگاہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک جمعہ کو فاتحہ شریف کے دوران میں فیوضات و برکات کا عجیب عالم تھا۔ دورانِ تلاوت میں دو تین مرتبہ فرطِ جوش میں آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ اس وقت اہل نسبت افراد کے دلوں پر بجلیاں کوند گئیں، کوئی رو رہا تھا، کوئی تڑپ رہا تھا۔ فاتحہ کے بعد آپ نے حضرت کے مزارِ مبارک کے پائنتی اپنے مبارک ہاتھوں سے مسح کر کے اپنے سر اور چہرے پر پھیرا اور دروازے تک اُلٹے پیروں چل کر آئے۔ نواب خضر کی بانہ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: خضر تم نے دیکھا کہ آج حضرت نے کیسی مہربانی فرمائی۔ انھوں نے کہا: جی حضور میں نے دیکھا۔ اور یہ کہہ کر وہ رونے

لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا: حضرت یک دگر محکم گیر یعنی ایک در کے ہو رہو یہ کیا کہ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد لو اب حضر حضرت سلطان جی میں رہنے لگے۔ رحمہ اللہ۔

دل گفت مرا علم لدنی ہو س است تعلیم کن اگر ترا دسترس است

(دل نے کہا مجھ کو علم لدنی کی خواہش ہے۔ اگر تمہاری پہنچ ہے مجھ کو تعلیم کرو)

گفتم کہ اے الف، گفت دگر گفتم ہیج درخاں اگر کس است یک حرف بس است

(میں نے کہا الف (یعنی اللہ) دل نے کہا اوز میں نے کہا، اور کچھ نہیں، اگر گھر میں (خاں دل میں)

کوئی ہے، ایک حرف کافی ہے)

حضرت سلطان المشائخ | اس عاجز کی یاد میں حضرت کے مزار پر انوار پر آپ دوسرے مرتبہ حاضر ہوئے، لیکن ہم تین بھائیوں کی ولادت سے پہلے

آپ نے حضرت کے مزار شریف پر حاضری دی ہے جس کا بیان عنقریب کیا جائے گا۔

پہلی مرتبہ حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ عشاء کی نماز کے بعد

حسب معمول آپ خانقاہ شریف کی ڈیوڑھی میں تشریف لائے۔ صحنی میں مخلصین کی جماعت

تھی۔ دروازہ جو سڑک پر کھلتا ہے بھڑا ہوا تھا۔ آپ نے سڑک پر لوگوں کی چہل پہل کی

آواز سنی، دریافت فرمایا۔ آج خلاف معمول چہل پہل کی آواز کیسی آرہی ہے۔ مولوی بدرالاسلام

اور مولوی بخش اللہ نے کہا آج سترھویں ہے۔ اور لوگ سلطان جی جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

ہم بھی چلتے ہیں۔ چنانچہ آپ اور ہم تین بھائی اور حاجی ملا احمد خان اور ایک دوسرا پٹھان گھی

میں روانہ ہوئے۔ درگاہ شریف کے صدر دروازے کے باہر آپ نے جوتیاں اتاریں اور نہایت

ادب سے دست بستہ سر جھکائے احاطہ درگاہ شریف پہنچے۔ مخلصین کی ایک جماعت پہلے

پہنچ گئی تھی وہ بھی ساتھ ہوئی۔ آپ گنبد شریف کے اندر داخل ہوئے۔ ہم تین بھائی آپ کے

ساتھ رہے۔ باقی سب افراد گنبد کے باہر رہے۔ آپ نے بعد از عرض سلام سورہ ملک تلاوت

فرمائی۔ آپ کی تلاوت کے دوران میں برکات و فیوضات کی نہریں جاری تھیں اور سب پر

ایک کیفیت طاری تھی۔ مولوی بخش اللہ مولوی بدرالاسلام باہر دالان میں جالیوں کے

پاس کھڑے تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ دلی کے مشہور داعظ مولوی دلہن آپ کی پشت

پر جالی سے متصل دست بستہ کھڑے رہے۔ بعد میں مولوی دلہن نے کہا۔ ایسی برکات

و فیوضات آج تک میں نے نہ دیکھی تھیں۔

حضرت سلطانجی سے آپ کی گفتگو | اس رات جن کیفیات کا ظہور ہوا اپنی نوعیت کے اعتبار سے یکتا تھیں۔ آپ کے مبارک سر

اور چہرے پر کپڑا پڑا تھا۔ آپ دوزانو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ولادت کے بعد آپ مراقب ہوئے اور کبھی آپ کا سر مبارک بہت جھک جاتا تھا۔ اسی دوران میں آپ کی مبارک زبان پر چند بار ”جی“ کا لفظ آیا اور پھر آپ نے فرمایا: ”جی حضرت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور میں نے اولاد نرینہ کے واسطے عرض کی تھی۔ اللہ نے آپ کی دعا کی برکت سے مجھ کو تین بیٹے عنایت کئے۔ ایک بلال ہے دوسرا زید اور تیسرا سالم، اب آپ سے یہ عرض ہے کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان تینوں کو نیک اور صالح فرمائے۔“ یہاں تک آپ نے حضرت سے بات کی تھی اور بات بھی اس طرح کہ کبھی مبارک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی جی کہتے ہوئے سر مبارک کو جھکاتے تھے کہ اس مبارک مکالمہ کو ایک گرجت آواز نے درہم برہم کر دیا اور وہ آواز یہ تھی۔ اب آپ لوگ اندر سے باہر آئیں تاکہ دوسرے لوگوں کو حاضری کا موقع ملے۔“ اس گرجت آواز کو سن کر آپ چونک پڑے اور آپ نے فرمایا: ”یہ لوگ ناراض ہو رہے ہیں۔ آؤ بچو ہم چلیں۔“ اور آپ کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں اس گرجت آواز والے کی یہ آواز سنائی دی۔ ارے مجھے مار ڈالا۔ کچھ لوگ اس کی طرف متفت ہوئے اور ان کو معلوم ہوا کہ کسی منچلے نے اس کی قوند پر زور سے گھونسا مارا تھا اور وہ اپنا پیٹ پکڑے چلا رہا تھا۔

دروم از یاد راست و دریاں نیز ہم دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

(میرا درد بھی یار کی جانب سے ہے اور دوا بھی دل اس پر فدا ہے اور جان بھی)

آپ جب گنبد شریف سے باہر تشریف لائے تو خلق خدا نے گھیر لیا تاکہ دستیابی کی سعادت حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ مخلصین پاک نہاد کی جماعت کو اجر دے کہ انہوں نے آپ کے گرد حلقہ ڈال لیا اور آپ کو آرام کے ساتھ نگہی تک پہنچایا۔

حضرت سلطان جی سے جو گفتگو آپ کی اس رات ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں کی ولادت سے پہلے آپ حضرت کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے تھے یعنی ۱۳۱۸ھ سے پہلے، جو کہ حضرت برادرِ کلاں کا سال ولادت ہے۔ اور پھر تقریباً بیس سال کے بعد آپ کی حاضری ہوئی ہے۔

دوسری حاضری | دوسری مرتبہ آپ دوسرے سال تشریف لے گئے اور وہ بھی عرس شریف کی رات کو۔ اس مرتبہ رامپور کے مولوی سردار احمد دکیل

مجذدی بھی ساتھ تھے۔ غالباً رات کے دس بجے آپ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے حسبِ معمول سلام مسنون برائے اموات پیش کیا اور پھر آپ عند القبر الشریف روزانہ ادب بیٹھے۔ تاکہ سورہ یاسین یا سورہ ملک تلاوت فرمائیں۔ لیکن آپ نے تلاوت شروع نہیں کی۔ گھبرا کر اُٹھے اور فرمایا: ”چلو بچو، چلو بچو“ اور بگھی میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔ آپ نہایت رنجیدہ نظر آرہے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ البتہ آپ نے مولوی سردار احمد کا نام لے کر یہ بات بگھی میں بیٹھتے وقت فرمائی تھی: ”کیا بات ہے آج حضرت کا مزار فیوض و برکات سے ہم کو خالی نظر آیا۔ ہم سے تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے۔“ جب آپ کی بگھی پڑنے قلعہ کے پاس مشکے شاہ کے مزار کے ٹیلے کے پاس پہنچی تو آپ ایک دم بلند آواز سے بولے: ”دیکھو دیکھو حضرت یہاں کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں تم ہمارے مزار پر گئے اور لوگوں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے ہم یہاں آگئے ہیں“ آپ نے جس وقت ”یہاں کھڑے ہیں“ فرمایا شرک کی جہتِ غرب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور جس وقت آپ نے یہ بات فرمائی آپ کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا اور نسبتِ شریفہ کا اثر بے محسوس کیا۔ آپ دو مرتبہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دلی قدس سرہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی مرتبہ اوکھلے تک ریل میں تشریف لے گئے اور

وہاں سے پنیں میں ہم بھائیوں کے واسطے بیل گاڑی کا انتظام تھا اور دوسری مرتبہ ہر دلی کے لائے میں ”بیوی باندی“ تک بگھی میں اور وہاں سے آپ پنیں میں گئے۔ دونوں مرتبہ مخلصین کی بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ اب یہ تفصیل یاد نہیں رہی کہ قابل ذکر افراد میں سے پہلی مرتبہ کون کون تھے اور دوسری مرتبہ کون کون تھے۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ مریدِ محمد احسان، سید احمد حسین انوپ شہری، مولوی عبدالعزیز بنگالی مع اپنے چند مخلصین کے، عبدالرحمن ٹٹن والے، شیخ عبدالباری جوہری، نو مسلم، مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام اور افغانستان کے کافی مخلصین ساتھ تھے۔ محمد احسان آپ کے جدا مجد سے بیعت تھے اور انھوں نے غدر سے پہلے آپ کو گودیوں میں پھرایا تھا وہ آپ کے نہایت مخلص بلکہ عاشق تھے۔ مولوی عبدالعزیز پر وہاں کیفیات کا ظہور ہوا، وہ ضبط نہ کر سکے اور بلند آواز سے بیان کرنے لگے۔ سید احمد حسین کا واقعہ انشاء اللہ ان کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔

حضرت سید محمود بٹار بعض افراد نے آپ کے سامنے حضرت کا ذکر کیا اور کہا کہ ان کو بٹار اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت زبردست عالم تھے۔

آپ ایک مرتبہ اُن کے مزار پر حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ حضرت کے مزار شریف کے متولی دن کے دس بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کسی کاغذ پر آپ سے دستخط کرائے۔ اور

آپ نے اس کاغذ پر اپنی ٹھہری لگائی۔ آپ نے اس عاجز سے وہ صندوق منگوا یا جس میں ٹھہری تھی۔ آپ کے ٹھہر لگانے کے طریقے کو اس عاجز نے اسی دن دیکھا۔ جب آپ ٹھہر لگا چکے تو متولی صاحب نے آپ سے عرض شریف میں شریک ہونے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ عشاء کے بعد حضرت کے

مزار شریف پر حاضر ہوئے آپ نے بعد از سلام مختصر فاتحہ پڑھی۔ اور حاضرین کو کچھ نصیحت فرما کر وہاں سے مراجعت فرمائی۔ جب تک آپ وہاں رہے متولی صاحب نے قوالی بند رکھی جزاء اللہ خیراً۔

بندۂ عالم الغیب دلی کی پہاڑی فتح گڑھ پر سنگ خارا کی محکم دو مندر عمارت ہے اس پر چوڑے کی پائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوپر کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا ہے

آپ برف خانہ کے پاس سے پتھر کی لاٹھیا جو برجے تک پیادہ جاتے اور آتے تھے۔ راستہ میں یہ عمارت واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پیر غیب کا مزار ہے۔ نیچے کوئی تعویذ یا مزار کا نشان نہیں ہے۔

اللہ اور ایک تعویذ بنا ہوا تھا جو کہ غربا و شرفا تھا۔ اور اس کے متعلق بھی لوگ کچھ حکایتیں بیان کیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ عاجز ایک مرتبہ گیا تھا تو بالاجانبہ جو غربا و شرفا تعویذ تھا وہ بھی

غائب پایا۔ يٰلَکَ الْاٰیٰتُ مُکَدَّرٰتٌ لِّہَا بَیِّنَاتٌ۔ آپ جاتے وقت جب اس عمارت کے قریب پہنچے تھے تو سڑک کے کنارہ جوتیوں میں سے پیر نکال کر جوتیوں پر رکھ لیتے تھے۔ کیونکہ وہاں جھاڑیاں

اور کانٹے تھے اور کھڑے کھڑے پست آواز سے مختصر فاتحہ پڑھ کر روئے مبارک پر ہاتھ پھیر کر روانہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کوئی نیک بندے ہیں۔ اور آپ اُن کو

”بندۂ عالم غیب“ فرماتے تھے۔ آپ نے پیر غیب کبھی نہیں فرمایا۔

چٹلی قبر ایک دن بمبئی میں تفریح کو جاتے ہوئے چٹلی قبر کے پاس پہنچ کر آپ نے ارشاد کیا۔ یہاں کوئی نسبت نہیں ہے۔ آپ کے ارشاد گرامی سے اس روایت کی تقویت ہوتی

ہے کہ کسی امیر زادے کی چٹلی بکری تھی۔ اس نے بہت شوق سے پالی تھی۔ وہ مر گئی اس کو یہاں دفن کر دیا۔ اور قبر بھی بنادی، قبر پر بھی چٹلے نشانات بنائے جو کہ خورد سالی میں اس عاجز نے دیکھے تھے۔

بعض افراد جو اس جگہ کی تولیت کے مدعی ہوئے تھے اور جنہوں نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے چند سال بعد ایک جوان صالح کو قتل بھی کر دیا تھا۔ اس عاجز سے ملے

تھے اور کہتے تھے کہ یہ قبر حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی کے فرزند کی ہے اور ان کا نام مجد الدین

ہے۔ تعجب ہے لوگ کس خوب صورتی سے ایک نام گھر کر اکابر میں سے کسی ایک سے اس کا نسب بھی ملا دیتے ہیں اور یہ سب کچھ دنیا کے لئے۔ نہ ان لوگوں کو حضرت مجدد الدین سے کوئی لگاؤ ہے نہ حضرت شہاب الدین سے۔ ان کا لگاؤ تو دنیوی حطام سے ہے۔ حضرت سیدی الوالد سے عاجز نے یہ شعر سنا تھا۔ کیا ہی اچھا شعر ہے۔

زال دنیا ہے عجب طرح کی علامہ دہر
مردِ نیدار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے
اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ أَنْ نَفْتَنَ عَنْ دِينِنَا۔

حضرت شرف الدین قلندر | ذلی پروردگار غلام اکبر معروف بہ اکرو ولد محمد ایاز قوم اُتھیل طیزی ساکن کشواز۔ افغانستان آپ کے خصوصی افراد میں سے تھے۔

ان کا ذکر بعد میں آئے گا۔ یہ صاحبِ نسبت اور صاحبِ کشف تھے۔ ادویاء اللہ کے مزارات شریفہ پر حاضر ہوتے تھے اور اُن سے ہم کلام ہوتے تھے۔ آپ بھی اُن کو ادویاء اللہ کے مزارات پر بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اُن کو سنہ ۱۳۳۳ھ میں حضرت قلندر صاحب کے پاس پانی پت بھیجا تو وہ حضرت کا یہ پیام لائے۔ "خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیج دیتے ہیں۔" یہ سن کر آپ پانی پت تین دن کے واسطے تشریف لے گئے اور حضرت سے مستفید ہوئے۔ آپ نے حضرت کی درگاہ کے مجاورین کو دو سو روپیہ بھی دیئے۔

پانی پت میں آپ حضرت جلال الدین کبیر لاویار پانی پتی حضرت شمس الدین ترک اور حضرت قاضی ثناء اللہ قدس اللہ اسرارہم کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضر ہوئے اور مستفید ہوئے۔
داتا گنج بخش اور سرہند شریف | صفر ۱۳۲۹ھ میں آپ کا قیام ایک ہفتہ لاہور میں رہا۔ اس وقت آپ ایک مرتبہ حضرت علی بن عثمان بھڑی

معروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ اور فیوض و برکات سے پوری طرح لطف اندوز ہوئے۔ حضرت کی وفات پانچویں صدی کے آخر میں ہوئی ہے۔ آپ ادیسائے کاملین میں سے ہیں۔ آپ کی کتاب "کشف المحجوب" تصوف کی اعلیٰ تر کتابوں میں سے ہے۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں یہ کتاب اعلیٰ پیمانہ پر لاہور میں چھپی ہے اس عاجز کے پاس کتاب کے دو قلمی نسخے ہیں۔ دونوں کا خط نہایت پاکیزہ صاف اور عمدہ ہے ایک نسخہ ۱۲۲ھ کا لکھا ہوا ہے اور اس کے ۴۳۰ صفحے ہیں۔ اہم امور کو کاتب نے شگرف سے لکھا ہے۔ خط پختہ ہے۔ دوسرا نسخہ ۱۲۸۱ھ میں لکھا گیا ہے اور اس کے ۶۹۰ صفحے ہیں۔ صرف ابواب اور کشف المحجوب کی سرخیوں کو شگرف

سے لکھا گیا ہے۔

آپ جب پہلی مرتبہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ دو مرتبہ سرہند شریف گئے تھے اور وہاں کافی دن قیام فرمایا تھا۔ پھر آپ کا جانا نہ ہو سکا۔ البتہ وفات سے دو تین سال پہلے مخلصین میں سے کسی نے اواخر صفر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عرس شریف کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر وہاں ٹھہرنے کی جگہ ہو تو ہم بھی چلتے ہیں۔ آپ کی اس بات سے مخلصین میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور ان میں سے ایک شخص سرہند شریف کو روانہ ہوا۔ وہاں خلیفہ سید محمد حسن عرف سوندھ شاہ سے ملا۔ وہ حضرت سے تقریباً چالیس سال پہلے بیعت ہوئے تھے۔ ان کو آپ کی طبیعت اور احوال کا علم تھا۔ ان کے پاس کوئی جگہ خالی نہ تھی جہاں وہ آپ کے قیام کا بندوبست کرتے لہذا انھوں نے تارا رسال کیا کہ اس وقت آپ کے لائق کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس تار کے ملنے پر آپ نے اپنا ارادہ منسوخ کیا۔ وَكَانَ ذَلِكَ قَدَرًا مَّعْدُودًا۔ یہ اللہ کی جانب سے ایک مقدر تقدیر تھی۔

فطرہ اور اُضحیہ | آپ سب کی طرف سے فطرہ دیا کرتے تھے حتیٰ کہ نوایسوں کی طرف سے بھی عید گاہ جانے سے پہلے غریبوں کو فطرہ دیدیا کرتے تھے۔ آپ قربانی بھی سب کی طرف

سے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور اپنے حضرت والد کی طرف سے قربانی ضرور کرتے تھے۔ اچانا اپنی حضرت والدہ صاحبہ کی طرف سے بھی کرتے تھے۔ قربانی کے وقت آپ تشریف لاتے تھے تین دن تک برابر قربانی ہوتی تھی۔ تیسرے دن کی قربانی عصر کو کرتے تھے اور پھر بارہ ذی الحجہ کو عیدہ قورمہ پکوا کر تقریباً ڈیڑھ سوا افراد کو کھانا کھلاتے تھے۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صلاۃ فجر سے تیرہ تاریخ کی صلاۃ عصر تک ہر نماز مکتوبہ کے بعد تین مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھا کرتے تھے۔ عیدین کے دنوں میں آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ اُسی طرح تفریح کو جانا اور اُسی طرح حلقہ کا ہونا۔ عید گاہ سے واپسی پر آپ باہر رونق افروز ہوتے تھے اور دن کے ایک بجے تک عام طور پر ملاقات فرماتے تھے۔ عید گاہ سے جب آپ تشریف لاتے تھے تو ہم بھائی بہنیں آپ کے پاس جا کر آداب عرض کرتے تھے اور آپ اپنا دست شفقت پُر از رحمت سر پر پھرتے تھے اور دُعا دے کر عیدی عنایت فرماتے تھے۔ اگر عید کے سلسلہ میں کچھ شیرینی یا کوئی لطیف شے گھر میں تیار کی جاتی تھی تو ہم بچے لے جا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ بہت خوشی سے حسب رغبت تناول فرماتے تھے۔ حضرت برادر کلان ام کی انس کریم قلفی میں جاتے تھے اور آپ کو پیش کرتے تھے، آپ بہت رغبت سے تناول فرماتے تھے اور اچانا "واہ واہ"

فرماتے تھے۔ آپ کا مکان الگ تھا آپ اسی میں اپنے احوال میں رہا کرتے تھے اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

ہرم از یاران دیرین یاد می آید مرا کوہ کن از جوئے شیرین یاد می آید مرا
نام برگ گل مبر منظر کہ دل خوں می شود بہناخن پائے نگارین یاد می آید مرا
اہر وقت پُرانے دوست مجھے یاد آتے ہیں۔ شیریں کی نہر کی وجہ سے مجھے فرہاد یاد آتا ہے
اے منظر پھول کی پتی کا نام نہ لے۔ میرے محبوب کے پانوں کا ناخن مجھے یاد آتا ہے۔

زکات آپ زکات کا حساب نہایت احتیاط سے کیا کرتے تھے، زکات کی رقم الگ تھیلی میں ہوا کرتی تھی آپ زکات میں سے سادات کرام کو بھی دیا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ زکات کے عوض سادات کرام کو خمس میں سے ایک حصہ ملا کرتا تھا۔ اب خمس سے ان کی معاونت نہیں کی جاتی اس لئے زکات دے کر ان کی پریشانی رفع کرنی بہتر ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ ردالمحتار، جلد دوسری، صفحہ ۲۷ میں ہے۔ روی ابو عصفہ عن الامام انہ یجوز الدفع الی بنی ہاشم فی زمانہ لأن عوضها و هو خمس الخمس لم یصل الیہم لاهمال الناس امر الغنائم و ایصالہا الی مستحقہا و اذا لم یصل الیہم العوض عادوا الی المعوض۔ کذا فی البحر۔ ابو عصفہ حضرت امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بنو ہاشم کو زکات کا دنیا جائز تھا، کیونکہ اس کا بدل جو کہ خمس کا پانچواں حصہ تھا ان کو نہیں پہنچتا تھا کیونکہ مال غنیمت کے سلسلہ میں اور مستحقوں تک اس کے پہنچانے میں لوگ تغافل کرتے ہیں، اور جب سادات کرام کو عوض اور بدلہ نہ ملے تو وہ معوض کی طرف لوٹیں گے یعنی زکات لینگے۔

حضرت امام کا قول اَوْفَق وَاَرْفَق ہے حضرات سادات کرام زیادہ مستحق عنایت ہیں۔

بچوں کی علالت بچوں کی علالت پر آپ دن رات میں دو تین مرتبہ مریض کے پاس جاتے تھے اور ادعیہ مانورہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔ یہ دعا ضرور پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

الثَّامَاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۳ بار۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۳ بار۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۳ بار۔ اور یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ الثَّامَةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ۔ اور سر پر ہاتھ پھرتے تھے۔ اگر مریض پر غفلت طاری ہوتی یا نیند میں ہوتا تو آپ دم فرماتے اور نہایت خاموشی کے ساتھ بائیس سات منٹ بیٹھتے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ حضرات مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم

کے طریقہ پر ازالہ مرض کے لئے متوجہ ہوا کرتے تھے۔ رات کو دو بجے کے قریب حلقہ سے فارغ ہو کر آپ نہایت خاموشی کے ساتھ مریض کے پاس آتے۔ آپ کے ہاتھ میں لالٹین ہوتی۔ اس کی روشنی سے مریض کو دیکھتے دم کرتے اور کچھ دیر کھڑے رہتے۔ آپ اتنی خاموشی سے یہ کام کرتے تھے کہ حضرت والدہ صاحبہ جیسی ہوشیار خند والی خاتون کی آنکھ بھی نہیں کھلتی تھی۔ مریض کے لئے خیرات یا صدقہ کے سلسلہ میں حضرت والدہ صاحبہ جو کچھ آپ سے فرماتی تھیں آپ وہ مصارف خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ چنانچہ مدت کو مریض کے تکیہ کے نیچے پانچ پیسے رکھے جاتے تھے اور اچانا بکرا یا ذنبہ صدقہ کیا جاتا تھا بلکہ اس جانور کو مریض کے پتنگ کے پاس لایا جاتا تھا اور مریض اس پر ہاتھ پھر دیتا تھا۔ یہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ اور آپ کے سامنے ہوا کرتا تھا۔ آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا اور نہ کبھی کراہت کا اظہار کیا۔ مریض کے خطا پانے پر اظہاراً بالشکر کبھی کھانا پکوا کر کھلاتے تھے۔ کبھی رامپور کے عزیزوں میں سے کسی تنگ دست عزیز کو رد پیہ ارسال کر دیتے تھے۔ اولاد کی علالت کے دوران میں آپ بدرنج والہ کے آثار ہوتے تھے لیکن زبان پر کسی وقت بھی کوئی جزع و فزع کا کلمہ نہیں آیا۔ آپ کامل ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد پر رہا جس کی بخاری و مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ **إِنَّ الْعَيْنَ مَدَامَعٌ وَالْقَلْبُ يَخُونُ وَلَا تَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَىٰ رَبُّنَا وَلَا يُعَاذِلُكَ يَا أَبَرَاهِيمَ مَخْرُودُونَ۔** (آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں)

تربیت بنات

آپ نے ہمیشہ بچوں کو مفتاح الجنۃ اور راہ نجات پر دعائی۔ آپ مستورات سے فرماتے تھے حرام سے بچو فرض پر قائم رہو، نماز روزے کی پابندی کرو۔ اس کے سوا آپ حلال و حرام اور مستحبات و مکروہات کے مسائل اُن کے سامنے نہیں رکھتے تھے۔ نہ آپ نے کبھی ہمیشہ بچوں کو ہنسی مذاق کرنے سے روکا۔ آپ اچانا اُن کو تفسیرِ حج کے واسطے لے جاتے تھے۔ فاتحہ پڑھنے کے لئے بزرگانِ دین کے مزارات پر بھی لے گئے۔ آپ فرماتے تھے کہ **”ذُذُّوا الْقُبُورَ“** جو استحباب حاصل ہوا ہے وہ نسا کے واسطے بھی ہے جو تعلیم آپ ہمیشہ بچوں کو دیتے تھے اسی کی تلقین مخلصات کو کرتے تھے۔ **يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا** پر آپ کا عمل تھا۔ مجالس و عظمیٰ میں جانے سے آپ منع فرماتے تھے۔ کیا مخلصات کو اور کیا مخلصین کو۔

یہ عاجز کہتا ہے جب سے گلی گلی میں واعظوں کی افراط ہوئی بد اخلاقی اور بے ادبی کی کثرت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔

واعظوں کی افراط

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو مفید نہ ہو اور اس دل سے جس میں عاجزی نہ ہو) صحیحین کی حدیث شریف کا ظہور ہو رہا ہے۔ اِذَا لَمْ يَنْبِقْ عَالِمًا اَتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جَهَنَّمَ لَا يَفْهَمُونَ اَفَا فُتِنُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَاصْلَوْا۔ (اور جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے پھر ان سے مسئلے پوچھیں گے۔ وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ خود گمراہ ہونگے دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کی جو بلا وجہ مسائل دریافت کرتا تھا دُور سے سے خبر لیتے تھے۔ آپ کی ذات گرامی قدر اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي اِنِّي بَلَّغْتُكُمْ وَعَمَّوْ۔ (میرے بعد والوں کی اقتدا کرو۔ ابوبکر و عمر کی) سے ہے۔ اگر آپ کے مسلک پر عمل رہتا تو پیشہ درو اعظیمن و داعطات کے فساد سے خلقِ خدا محفوظ رہتی۔

ختم خواجگان آپ مخلصین کو تاکید فرماتے تھے کہ ختم خواجگان پڑھا کرو۔ چنانچہ خانقاہ شریف میں ہر روز پلانا قادی ختم شریف پڑھا جاتا تھا۔

پہلے سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار۔ پھر درود شریف اللہم صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ ایک سو بار۔ پھر سورۃ الف تفسیر مع بسم اللہ انا سنی بار۔ پھر سورۃ اخلاص مع بسم اللہ ایک ہزار بار۔ پھر سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار اور پھر درود شریف جو لکھا گیا سو بار۔

حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم تو یہ ہے جو اوپر لکھا گیا۔ حضرات مشائخ کرام معمول رہا ہے کہ وہ اس کے بعد ان سات اسمائے مبارکہ کو ایک ایک سو بار پڑھتے ہیں۔

(۱) يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ (۲) يَا كَافِيَ الْمُهْمَاتِ (۳) يَا دَافِعَ الْبَلَاءَاتِ (۴) يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ (۵) يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ (۶) يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ (۷) يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ اور پھر پڑھتا تھا اگر دُعا مانگتے ہیں۔

اہل عرب یا شافی الامراض کو یا شافی المسوخی سے بدل کر پڑھتے ہیں۔ یعنی اے مریضوں کو شفا دینے والے۔ اور ثانی الامراض میں ثانی کے بعد حرف جحر (عَنْ) محذوف ہے۔ اور اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ اے شفا دینے والے امراض سے۔ دونوں روایتیں ٹھیک ہیں۔

مُسْتَبَعَاتِ عَشْر یعنی سات سات بار پڑھی جانے والی دس چیزیں۔ آپ ہر روز ایک مرتبہ مستبعات عشر پڑھتے تھے۔ اور ہم تینوں بھائی اور جو بھی اس وقت موجود ہوتا تھا آپ کے ساتھ قدرے بلند آواز سے پڑھتا تھا۔ آپ مخلصین سے مستبعات عشر پڑھنے کو فرمایا

امیرہ شئی فی الارض ولا فی السماء وهو السميع العليم ۳ بار۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِیْمِ مِنَ
 الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۳ بار۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ
 هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيِّمُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ مَجْدَانِ
 اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ، هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی یَسْتَمُ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
 وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ
 السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيِّمُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْقَهَّارُ
 الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمَذِلُّ
 السَّمِيعُ الْبَصِیْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْعَفُوْرُ الْكَوْرُ الْعَلِیُّ
 الْكَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْكَبِیْرُ الرَّقِیْبُ الْجَبِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِیْمُ الْوَدُّدُ الْحَمِیْدُ
 الْبَاقِیُّ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَكِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحِیْصُ الْمُبْدِیُّ الْمُعِیْدُ الْمُحِیُّ
 الْمُبِیْتُ الْحَقُّ الْقِیُّوْمُ الْوَاحِدُ الْمَآجِدُ الْوَاحِدُ الْقَمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقْلَدُ الْمُؤْتَمِرُ الْوَاحِدُ
 الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَاحِدُ الْمُتَعَالِیُّ الْبَرُّ الْتَوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ الْمَلِكُ
 ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُحِیْطُ الْجَامِعُ الْعَقِیْقُ الْمُعْنٰی الْمَلْعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النَّوْرُ الْقَادِیُّ
 الْبَدِیْعُ الْبَاقِ الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الْقَبُوْرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ
 ۳ بار۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُونَ وَحِیْنَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحُكْمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعِیْنَا وَ
 حِیْنَ تَظْهَرُونَ وَحِیْنَ یَخْرُجُ الْحَقُّ مِنَ الْمَتِّ وَیَخْرُجُ الْمَتُّ مِنَ الْحَقِّ وَیَحِیُّ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ
 تُخْرَجُونَ۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقِیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
 الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ
 بِشَیْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ
 لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ كَذٰلِكَ تَبِیْعَ الرَّشْدِ مِنَ الْحَقِّ فَمَنْ یَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اِصْتَمَسَتْ بِالْعُرْوَةِ
 الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ، اَللّٰهُ وَفِی الدِّیْنِ اَمْتُوا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ...
 وَالَّذِیْنَ كَفَرُوا اُولَیَٔا وَهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ
 هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ اَمِّنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّۢهُمْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاٰلِهِمْ
 كِتٰبٌ وَرُسُلُهُمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْ رُسُلِهٖ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرٰنَكَ رَبَّنَا وَلَیْسَ لَكَ الْمَصِیْرُ
 لَا یَكِلِفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ فِیْنَا اَوْ

لَا یَسْئَلُكَ فِی الدِّیْنِ اِلَّا اَنْتَ اَلَا تَعْلَمُ

أَخْطَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إصْرَ الْمَاضِيْنَ عَلَى الدِّينِ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا حَاقَّةَ لَنَا بِهِ
وَاعْفُ عَنَّا وَاعْمِرْ لَنَا دَارَ عَمَلِنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَاقْضِ لَنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ. شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ
إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ
الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعْيًا بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ
بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ، قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ سَيِّدُكَ الْغَيْبُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تُوْجِزُ اللَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَتُوْجِزُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتُزْزِقُ مَن تَشَاءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ - سورة اخلاص ۳ بار۔ سورۃ فلق ۳ بار۔ سورۃ ناس ۳ بار۔

صلوات حاجت آپ نے کسی کو اس قسم کے وظائف اور اعمال نہیں بتائے۔ ماثورہ دعائیں جو کہ
حصن حصین میں ہیں یا احادیث مبارکہ کی کتابوں میں آپ دیکھتے تھے۔ اچانا
بتادیا کرتے تھے۔ لیکن آپ نے ایک دن مولوی بخش اللہ ساکن چتر لال میاں دلی کو صلاۃ حاجت تعلیم کی
اور ارشاد فرمایا کہ نہایت مصیبت کے وقت پڑھو۔ اور اس کی ترکیب اور پڑھنے کا طریقہ اس طرح پر ہے۔
تہجد کے وقت حضور دل سے وضو کیا جائے۔ پھر پانچ یا سات مرتبہ عاجزی اور صدق دل سے
استغفار و توبہ کرے۔

سب گناہوں کی معافی عاجزی اور توبہ کے ساتھ مانگ رب العالمین سے خیر چشم تر کے ساتھ
اور پھر بارہ رکعت نفل کی نیت بیک سلام کرے۔ ازاوّل نماز تا آخر نماز یہ سمجھتا رہے کہ میں اپنے مالک
ومولیٰ کے سامنے کھڑا ہوں میں اپنے گناہوں کی ظلمت و کثافت کی وجہ سے اس کے الوار و تجلیات
کو نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اس کو سن رہا ہے۔ ہر دو رکعت
کے بعد التیمات پڑھنے کے واسطے بیٹھے۔ صرف التیمات پڑھے۔ اور بارہویں رکعت کے آخر میں جب
قعدہ کرے تو پہلے التیمات پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور بہتر یہ ہے کہ ان مبارک الفاظ سے
ثنا کرے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ
السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي
كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ پھر درود شریف حضور قلب سے پڑھے۔ پھر رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ
فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ کر سلام پھیرے اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور
سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ کے ۷ بار اور آیۃ الکرسی ۷ بار اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ

الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِبَيْدِهِ الْخَيْرُ يُخَيِّرُنِي وَيُمَيِّتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بار۔ اور اَللّٰهُمَّ رَقِيْ
اَسْأَلُكَ بِمُعَاوِدِ الْعَيْنِ مِنْ عَرَشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَاسْمِكَ الْأَعْظَمِ وَجَدِّكَ
الْأَعْلَى وَكَلِمَاتِكَ الثَّاقِبَةِ بار نہایت عاجزی و زاری سے پڑھے اور اپنے مالک کے حضور میں دعا
مانگے اور تکبیر کہہ کر سر اٹھائے۔

مزید ارشاد | آپ نے فرمایا کہ مبارک دعا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ۔ تا۔ مِنَ الظَّالِمِينَ
جو کہ چند سطر پہلے لکھی گئی ہے۔ وضو کر کے حضورِ دل سے اول و آخر گیارہ گیارہ بار
درود شریف کے ساتھ ایک سو بار صبح کو اور رات کو سونے سے کچھ پہلے پڑھنا بہت مفید ہے۔
دفع مرض صُراع | دلائل الخیرات کے شروع میں سادے ورق پر آپ نے فارسی میں تحریر فرمایا
ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں لکھا جاتا ہے۔

پہلے ایک فراخ کرتا ریا جائے اور آٹھ تعویذ لکھے جائیں۔ ان تعویذوں کو اس طریقہ پر کرتے
میں ٹانگا جائے کہ دو تعویذ سامنے کی طرف سینہ پر دو تعویذ پشت پر شانوں کے نیچے۔ دو تعویذ دونوں
بازوؤں پر اور دو زیر ہر دو بغل رہیں۔ تعویذ یہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْكُرْسِيُّ
أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ الْمَوْتَى بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا۔

دفع اثر چشم بد | سید احمد حسین نے آپ کو خط ارسال کیا کہ لڑکا علیل ہے۔ غالب
چشم بد کا اثر ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ وَإِنْ يَكُذَّابُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَيَكْفُرُوا بِمَا بَصَّارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ
إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ پڑھ کر دم کر و چشم بد کے اثر کے لئے مفید ہے۔ سید احمد حسین نے
عمل کیا۔ اور لڑکا اللہ کے فضل سے شفا یاب ہوا

برائے اوجاع خصوصاً وجع چشم | امام ثعالبی کی تفسیر الجواہر الحسان قلمی نصف آخر
کے شروع میں سادہ ورق پر آپ نے تحریر فرمایا

ہے۔ قلت ومن نواتد سورة الفاتحة واسرارها ومنافعها انما تقرأ احدى واربعين مرة ما بين صلاة
ركعتي الفجر وصلاة فريضة الصبح لكل وجع عام ولوجع العين خاصة فيبرأ الوجع باذن الله تعالى۔
حدثنى بذلك بعض اولياء الله تعالى من اهل الهند وهو يعقوب بن خضر رحمه الله ۱۲۔ یعنی
سورہ فاتحہ کے فوائد اور اسرار میں سے یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں دو رکعت سنت اور فرض کے مابین کالیس بار

سورۃ فاتحہ تمام بیماریوں کے لئے اور خاص کر آنکھ کی بیماری کے واسطے پڑھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفا یاب ہوگا۔ یہ بات ہندوستان کے بعض اولیاءِ ماشہ نے مجھ سے کہی ہے۔ اور وہ یعقوب نوریؒ کے ہمارے

آپ نے مخلص صادق حکیم مسیح الزماں کو سن ۱۳۳۰ھ کا ماہ محرم کا چاند دیکھ کر کوثر میں سال نو کی دعا دعا تعلیم کی۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَللّٰهُ اَلْاَبَدُ الْقَدِيْمُ وَهَذِهِ سَنَةٌ جَدِيْدَةٌ۔ اِنِّیْ

اَسْأَلُكَ رَفْعًا لِّوَسْمَةٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَاَوْرِيَا الشَّيْطَانِ وَالْاِمَانِ مِنَ الشَّلْطَانِ الْجَائِرِ وَ

مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ مِّنَ الْبَلَايَا وَالْاَفَاَتِ وَاسْأَلُكَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰی هَذِهِ النَّفْسِ الْاُمَّارَةِ

یَا شَوْءُ الْاِسْتِغَاثَةِ بِمَا یَعُوْذُ بِیْكَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ آپ نے مسیح الزماں سے فرمایا کہ تم

دور کمت نقل پڑھو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے تم کو یہ مبارک دعا سکھائی۔

پہلی محرم کا چاند دیکھ کر آپ نے ہم بچوں سے فرمایا کہ تم ایک سو تیرہ بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

تعوذیہ الرَّحِیْمِ لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے گلے میں ڈال لو اور ہر سال اسی طرح پہلی محرم کا چاند

دیکھ کر کیا کرو۔ چنانچہ ہم بھائیوں نے بسم اللہ حسب ہدایت ایک سو تیرہ بار لکھی۔ آپ نے اس عاجز

اور برادرِ غرور کی تحریر کو دیکھا۔ ایک دو جگہ اصلاح فرمائی اور ارشاد کیا۔ اپنی اماں کے پاس لے

جاؤ تاکہ وہ تعویذ بنادیں اور پھر تم گلے میں پہن لو، ان شاء اللہ سارے سال محفوظ رہو گے۔

سالہا سال تک اس عاجز نے اس پر عمل کیا۔

ماہ نو دیکھنے کی دعا جب آپ ماہ نو دیکھتے تو یہ دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے اور دعا ختم

کرنے پر روئے مبارک پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِهْلَ عَلَيْنَا بِالْیَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اَللّٰهُ۔ هَلَالٌ خَیْرٌ وَرُشْدٌ۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے ایک قطعہ کاغذ پر راہِ نجات از

راہِ نجات از بلیات بلیات معلوم کرنے کا طریقہ عربی میں تحریر کیا ہے۔ اس کا ترجمہ

درج ذیل ہے۔

اگر کوئی کسی آفت میں مبتلا ہو اور وہ چاہے کہ خواب میں اس آفت سے نجات پانے کا

طریقہ اس کو دکھایا جائے تو وہ وضو کر کے پاک کپڑوں میں بائیں کر دٹ پر لیٹے۔ پھر بسم اللہ الرحمن

الرحیم کے ساتھ سورۃ الشمس سورۃ الليل سورۃ قل ہوا اللہ سات سات مرتبہ پڑھے۔ پھر

سات مرتبہ یہ دعا کرے۔

”اے میرے اللہ، مجھ کو خواب میں اس آفت سے (آفت کا بیان کرے) نجات پانے کا طریقہ دکھا اور اس آفت سے نجات پانے کی سبیل میرے لئے مہیا کر اور میری دعا کے قبول ہونے کے آثار خواب میں مجھ پر ظاہر کر دے“

اگر پہلی رات اس پر ظاہر ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ مسلسل سات رات تک یہ عمل کرنا ہوگا۔ اس مدت میں ان شاء اللہ اس پر نجات حاصل کرنے کا طریقہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور آپ نے تحریر فرمایا ہے: ”وَقَدْ جُوبَتْ غَيْرُ مَرَّةٍ“ اور بار بار اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔

ازالہ رمد کے لئے | غلام محی الدین پسر صالح محمد خوجانی ساکن ارغنداب قندہار، مکرمہ میں ۱۳۳۷ھ میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے۔ آپ نے رمد یعنی آشوب چشم کے ازالہ کی دعا ان کو بتائی، وہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) میں یہ عاجز حج کو گیا وہاں غلام محی الدین سے ملاقات ہوئی۔ پھر وہ حجاز سے جلال آباد (افغانستان) میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ حجاز مقدس میں وہ عبدالرحیم کے نام سے مشہور تھے۔ اب ان کے بیٹے ملا نور محمد سے کوئٹہ بلوچستان میں ۱۳۸۶ھ (۱۹۸۶ء) میں ملاقات ہوئی۔ ان کو یہ دعا ان الفاظ سے یاد ہے۔

۱۔ یَا نَاظِرَیْ بِیَعْقُوبَ اُعِیْذُکُمَا
۲۔ بِقَمِیْصِ یُوسُفَ اِذَا جَاؤَا
مَا یُسْتَعَاذُ بِہِ اِذَا مَسَّہُ الْکَمَدُ
بَشِیْرًا اِذَا هَبَّ اَیُّہَا الرَّمَدُ

اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔

۱۔ اے میرے دونوں دیدار میں یعقوب کے توسل سے تم دونوں کو پناہ میں دیتا ہوں بیماری اور تکلیف سے۔ ۲۔ یوسف کی قمیص کی برکت سے جس کو بشارت دینے والا لایا تھا، لے آشیو چشم اے رمد تو زائل ہو۔

قول جمیل و ظفر جلیل | ادعیہ کے سلسلہ میں آپ کو یہ دو کتابیں پسند تھیں۔ اور حضرت والدہ صاحبہ کو بھی پڑھائی تھیں اور فرمایا تھا۔ ان مبارک ادعیہ سے دعا کیا کرو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

آپ کی تحریر کردہ دعائیں | مجموعہ دلائل الخیرات کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے۔

۱۔ وَکَمَّ اللَّهُ مِنْ لُطْفِ خَبْرِیْ
یَدُقُ خَفَاہُ عَنْ فَہْمِ الزَّیْ

۲۔ وَكَفُّ بُرَائِي مِنْ بَعْدِ غُسْبِي
۳۔ وَكَفُّ أَمْرِ لِسَانِي بِوَصْبَاتِي
۴۔ إِذَا هَاقَتْ نَفْسِي الْأَهْوَالَ يَوْمًا
۵۔ تَمَسَّكَ بِالنَّبِيِّ فَكُلَّ خَطْبِي
۶۔ وَلَا تَجْزَعُ إِذَا مَا ضَاقَ صَدْرِي
وَفَرَّجَ كَرْهَةَ الْقَلْبِ الشَّيْبِي
وَكَاثِبَتِكَ الْمُسْرَةَ يَا لَعْنَتِي
فَتَقَى يَا لَوَاحِدِ الْفَرْدِ الْعَلِيِّ
يَحْمُونَ لِمَنْ تَمَسَّكَ بِالنَّبِيِّ
فَكَفُّ بِاللهِ مِنْ لُطْفِ خَلْقِي

- ۱۔ اللہ کی بہت سی چھپی ہوئی مہربانیاں ہیں ان کا سمجھنا تو میں شخص کی سمجھ سے بھی باہر ہے۔
- ۲۔ بہت سی سہولتیں ہیں جو تنگی کے بعد آئیں اور درد مندوں کی مصیبت کو دور کر دیا۔
- ۳۔ بہت سی باتیں ہیں جو صبح کو ناگوار ہوں۔ تیرے پاس شام کو خوشی آگئی۔
- ۴۔ اگر تیرے احوال کسی وقت تنگ ہوں تو اللہ پر بھروسہ کر لے۔
- ۵۔ نبی کا دامن پکڑ لے۔ جس نے نبی کا دامن چھاما اس پر سب مصیبتیں آسان ہیں۔
- ۶۔ جب دل تنگ ہو نہ گھبرا۔ اس لئے کہ اللہ کی بہت سی چھپی ہوئی مہربانیاں ہیں۔

سری البرق | نوار الاصول کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے۔ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدِيثُكَ غَوِيٌّ وَإِعْتِصَامِي بِبَابِكَ وَالْجَنَابِ إِلَى جَنَابِكَ

(بجلی چمکی) صلاۃ و سلام آپ پر یا رسول اللہ۔ اے اللہ کے رسول میرا غوث آپ کی حدیث ہے اور میرا تمک آپ کا مبارک دروازہ ہے اور میری التجا آپ کی جناب میں ہے۔

۱۔ سَرَى الْبَرْقِ مِنْ بَيْتٍ فَبَعْدَ وَتَدُ كَارِي
۲۔ وَهَيْجَ مِنْ أَشْوَاقِنَا كُلِّ نَّامٍ
عَهْوَ ذَا يَجْزُوْنِي وَالْعَذِيْبُ وَذِي قَارِ
وَأَجْجَ فِي أَخْطَائِنَا لَا يَجِ النَّارِ

- ۱۔ نجد سے بجلی چمکی اس نے میری یاد تازہ کر دی اُن آیام کی جو مقام جزوی اور عزیز اور زنی قار کے تھے۔
- ۲۔ اور اس نے ہمارے چھپے ہوئے شوقوں کو بھر کا دیا۔ اور ہمارے باطن میں آگ کی لپٹیں پیدا کر دیں۔

حضرت عمرؓ کے اقوال | عقد اللالی در مناقب حضرت ثناء ابوالعالی کے سر ورق پر تحریر فرمایا ہے۔ قال عمر (رضی اللہ عنہ) ذُنُوبُكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوْذُوا

وَحَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تَحَاسِبُوا فَاقْهَ أَهْوَاؤَكُمْ فِي الْحِسَابِ عَدَا، أَنْ تَحَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ وَتَزِينُوا
لِلْعَرَضِ الْكَبِيرِ يَوْمَئِذٍ تَعْرِضُونَ لَا تَنْفَعُ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ، وَبَلَى وَوَيْلٌ أَرْقَى إِنَّ لِمِ رَحْمَتِي رَقِي -
قال عمر - اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ أَنْ تَأْخُذَنِي عَلَى غُرَّةٍ أَوْ تَذَرَنِي فِي غَفْلَةٍ أَوْ تَجْعَلَنِي مِنَ الْغَافِلِينَ
اللَّهُمَّ اغْنِنِي بِمَجْلَدِكَ وَتَقَبَّلْ عَلَيَّ أَمْرَكَ - عَنْ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ رَفَعَهُ، مَنَاوَلَهُ الْمُسْكِينِيُّ نَفِي مَيْتَةٍ

السوء يا حازم أكثر من لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم فانها كنز من كنوز الجنة - حازم بن حرملة
 الأسلمی رفعه عن عمر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - قل - اللہم اجعل سریرتی خیراً
 من علانیتی واجعل علانیتی حسنة - قال عمر - نظرت فی هذا الامر فجلت اذا اردت الدنيا أضرت
 بالآخرة واذا اردت الآخرة أضرت بالدنيا فاذا كان الامر هكذا فافضوا بالفاضلة - من خلصت فیتہ
 كفاه اللہ عزوجل ما بینہ وبين الناس ومن تزين للناس بغير ما یعلم اللہ من قلبہ شانه اللہ
 وجالسوا التوابین فانهم ارق شیء افیدة وصلیت خلف عمر سمعت جینت من وراء ثلاثہ
 صفوف - قال مسروق کفی بالمرء علما ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جهلاً ان یحجب بعلمہ وللمرء تحقیق
 ان یرکون له مجالس یخلو فیها یتذکر ذنوبہ ویستغفر عنہا - لا تعترض فیما لا یعنیک واعتزل عدوک
 واحتفظ من خلیک الأمین فان الأمین من القوم لا یعاد له شیء ولا تصعب الفاجر فیعلک من
 فجوره ولا تفس الى سرک واستشر فی امرک الذین یخشون اللہ عزوجل - قال عبد اللہ ما منکم
 الا ضیف وماله عاریة فالضيف مرئیل والعارية مؤداة الى أهلها والذى لا اله الا هو ما عل
 ظهر الأرض شیء اخرج الى طول سبعین من لسان - ان للقلوب شهوة واقبالا وان للقلوب فترة و
 ادباراً فاعتنوها عند شهوتها واقبالها ودعوها عند فترتها وادبارها -

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے - تم اپنے نفسوں کو تول لو اس سے پہلے کہ تم
 تولے جاؤ اور اپنے نفسوں سے حساب لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے تمہارا یہ عمل
 آسان کرے گا تمہارے کل کے حساب کو تم اگر اپنے نفوس سے حساب لو گے اور اپنے کو بڑی پیشی
 کے دن کے لئے مزین کر لو گے وہ دن جس میں تم پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات چھپی نہ
 رہے گی ہلاکت ہے میری اور میری ماں کی اگر رحم نہ فرمائے مجھ پر میرا پروردگار - اور آپ
 نے فرمایا - اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو بے خبری میں میری گرفت کرے، یا تو
 غفلت میں مجھے رہنے دے - اور مجھ کو غفلت کرنے والوں میں سے بنا دے - اے میرے اللہ
 اپنی رستی سے ہماری حفاظت فرما اور اپنے حکم پر ثابت رکھ -

حارث بن نعمان نے مرفوع کر کے بیان کیا - مسکین کو دینا بڑی موت سے بچاؤ ہے -
 اے حازم کثرت سے کہا کرو - بحر عظیم اور برتر اللہ کی مدد کے نہ کوئی قوت ہے نہ طاقت یہ جنت
 کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے - حازم بن حرملة السلمی نے رفع کر کے حضرت عمر سے روایت
 کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہو، اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے

بہتر بنادے اور میرے ظاہر کو اچھا کر دے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں نے اس امر میں غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا اگر دنیا کی طلب رہی تو آخرت کا نقصان رہے گا۔ اور اگر آخرت کی طلب رہی تو دنیا کا نقصان ہے۔ جب کیفیت یہ ہے تو تم فانی کا نقصان برداشت کرو۔ جس کی نیت خاص اللہ کے لئے رہے گی تو اللہ کفایت کرے گا اُن امور میں جو اس کے اور لوگوں کے درمیان پیدا ہوں گے۔ اور جو اپنے کو لوگوں کی نظر میں اچھا بنائے گا جو اللہ کے علم کے غیر ہے تو اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔ تم تو بہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ لوگ بہت نرم دل ہوتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے ناز بڑھی اور اُن کے رونے کی آواز تین صفوں کے پیچھے میں نے سنی۔ مسروقؓ نے کہا کافی ہے انسان کو یہ علم کہ وہ اللہ کے عہدے اور کافی ہے انسان کو یہ جہل کہ اس کو اپنے علم پر گھمنڈ ہو۔ چاہیے کہ انسان کی ایسی نشستیں تخلیہ کی بھی ہوں جن میں وہ اپنی خطاؤں کو یاد کرے اور ان کی مغفرت چلے۔ جو چیز اس سے غیر متعلق ہو اس کے پیچھے نہ ہو۔ اپنے دشمن سے بچ۔ اور اپنے امانت دار دوست کی قدر کرو۔ کیونکہ قوم میں جو امین ہوتا ہے اس کا مساوی کوئی نہیں۔ فاجر کی صحبت سے دور رہ کیونکہ وہ تم کو اپنی بدکاری سکھائے گا اور اس سے اپنا بھید نہ کہہ۔ اپنے معاملہ میں اُن لوگوں سے مشورہ کرو جن کو اللہ کا خوف ہے۔ عبد اللہؓ نے کہا۔ تم سب مہمان ہو اور تمہارا مال عاریت ہے، مہمان کو سفر کرنا ہے اور عاریت مال اس کے مالک کے دینا ہے۔ قسم اس پاک ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ روئے زمین پر کوئی چیز اتنی لمبی قید کرنے کے قابل نہیں ہے جتنی کہ زبان ہے۔ دلوں میں کسی وقت اُمنگیں اٹھتی ہیں اور وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں اور کسی وقت اُن پر رستی چھا جاتی ہے تم اُمنگوں کے وقت کو غنیمت جانو اور رستی کے وقت ان کو چھوڑو۔ اور عقد اللالی کے صفحہ آخر پر تحریر فرمایا ہے۔

ابو عبیدہ کے اقوال قال ابو عبیدہ۔ اَلَا رَبِّ مَبِیضٌ لِّیَابِہِ مَدَنُ لِدِیْنِہِ اَلَا رَبِّ مَكْرَمٌ لِّنَفْسِہِ وَهَوْلًا مَّہِیْنٌ اِذْ رَأَى السَّیِّئَاتِ الْقَدِیْمَاتِ بِالْحَسَنَاتِ الْحَدِیثَاتِ۔
فلان احدکم عمل من السيئات ما بينه وبين السماء ثم عمل حسنة فعلت فوق سيئته حتى تقهرهن۔ مثل قلب المؤمن مثل العصفور يتقلب كل يوم كذا وكذا مرة۔ قال عبد الله بن مسعود من استطاع منكم ان يجعل كنزہ فی السماء لا تاكله السوس ولا تناله السراق فليقل فان قلب الرجل مع كنزه۔ لیسَعَكَ بَنُتُكَ وَاكْفَفَ لِسَانُكَ وَاہْلُكَ عَلٰی ذِكْرِ خَطِيئَتِكَ۔ انتم اكثر صیاما واكثر صلاة واكثر اجتهادا من اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہم كانوا خيرا منكوا قالوا لعيا ابا عبد الرحمن قال هم كانوا ازهد في الدنيا وارغب في الآخرة۔ ثلاث احلف عليهن والرابعة لو حلفت عليها لبروت۔ لا يجعل الله عز وجل من له سهم في الاسلام كمن لا سهم له۔ ولا يتولى الله عبدا في الدنيا فولاة غيره يوم القيامة۔ ولا يجب رجل قوما الا جاء معهم والرابعة التي لو حلفت عليها لبروت۔ لا يستقر الله على عبد في الدنيا الا ستر عليه في الآخرة۔

(ترجمہ) ابو عبیدہ نے کہا۔ بہت ہیں براق شفاف کپڑے پہننے والے جو اپنے دین کو گندہ رکھتے ہیں، بہت ہیں جو اپنے کو بڑا بناتے ہیں حالانکہ وہ اپنے کو ذلیل کرتے ہیں۔ تم اپنی بُرائیوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ۔ اگر تم میں سے کوئی اتنی بُرائیاں کر لے جو زمین سے آسمان تک پہنچیں اور پھر وہ نیکی کرے، اس کی نیکی تمام بُرائیوں پر غالب آئے گی۔ یہاں تک کہ وہ اُن سب کو پست کر دے گی۔ مومن کے دل کی مثال چڑے کی ہے جو ایک دن میں کتنے ہی مرتبہ پلٹیاں کھاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ جو اپنے خزانے کو آسمان میں لے جاسکے کہ جس کو نہ سرسری کھا سکے اور نہ چور اس تک پہنچ سکے، تو کر لے۔ آپ نے فرمایا کہ انسان کا دل اس کے خزانے کے ساتھ ہوتا ہے، چاہیے کہ تیرا گھر تیرے واسطے وسیع ہو اور روک اپنی زبان کو اور اپنی خطا کو یاد کر کے رو۔ تم لوگ روزے رکھنے میں اور نماز پڑھنے میں اور محنت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بڑھے ہوئے ہو، حالانکہ وہ تم سے اچھے تھے۔ کسی نے پوچھا۔ اے ابو عبد الرحمن یہ کیوں۔ آپ نے فرمایا۔ صحابہ دنیا سے زیادہ بے رغبت تھے اور وہ آخرت کی طرف زیادہ راغب تھے۔ فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن کے متعلق میں حلف سے بیان کرتا ہوں اور چوتھی قسم ہے۔ اگر اس کو بھی حلفیہ بیان کر دوں مجھ کو اُمید ہے کہ میں قسم میں سچا رہوں گا اور وہ اقسام یہ ہیں:

۱۔ پروردگار اس شخص کو کہ جس کا حصہ اسلام میں ہے اس کے برابر نہیں رکھے گا جس کا حصہ اسلام میں نہیں ہے۔

۲۔ اللہ اپنے کسی بندے کو کسی کام پر دنیا میں لگائے تو آخرت میں اس کام پر کسی دوسرے کو نہیں لگائے گا۔

۳۔ جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے وہ اسی قوم کے ساتھ رہے گا۔

۴۔ جس کا بیان اگر حلف سے کروں سچا رہوں گا، یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس

کی پردہ پوشی کرتا ہے وہ آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

آپ نے ایک ہر چہ پر پہلے دس مہلکات لکھی ہیں اور پھر دس منجیات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ عاجزان کو نقل کرتا ہے۔

مہلکات: البخل - الکبر - العجب - التریاء - الحسد - شدۃ الغضب - شرۃ الطعام - شرۃ الوقاع - حب المال - حب الجاہ۔

ترجمہ: اسباب ہلاکت: ۱۔ بخل ۲۔ تکبر ۳۔ گھمنڈ ۴۔ ریاکاری ۵۔ حسد ۶۔ شدت سے غصہ ۷۔ کھانے کی حرص ۸۔ ہمبستری کی حرص ۹۔ مال کی محبت ۱۰۔ حب جاہ۔

منجیات: الندم علی الذنوب - الصبر علی البلاء - الرضا بالقضاء - الشکر علی النعماء - اعتدال الخوف والرجاء - الزهد فی الدنیا - الإخلاص فی الأعمال - حسن الخلق - حب اللہ - الخشوع لہ۔

(ترجمہ) اسباب نجات: ۱۔ گناہ پر ندامت ۲۔ آفت پر صبر ۳۔ اللہ کے حکم پر راضی رہنا ۴۔ نعمت پر شکر ۵۔ اللہ سے ڈرنے میں اور امید رکھنے میں اعتدال ۶۔ دنیا سے بے رغبتی ۷۔ عمل میں اخلاص ۸۔ اچھے اخلاق ۹۔ اللہ کے لئے محبت کرنی ۱۰۔ عاجزی۔

آپ نے مشنوی فیض المَدِیْنَة فی حال الشَّکِیْنَة کے سرورق پر تحریر فرمایا ہے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تُجِلُّ النِّقَمَ، تُغَيِّرُ النِّعَمَ، تُورِثُ النَّدَمَ، تُجَيِّسُ النِّقَمَ، تُنْزِلُ الْبَلَاءَ، تُحْيِيكَ الْغَصَمَ، تُعَيِّلُ الْفَنَاءَ، تُدِيلُ الْأَعْدَاءَ، تُقَطِّعُ الرَّجَاءَ، تُرَدِّدُ الدُّعَاءَ، تُسِيكُ غَيْثَ السَّمَاءِ، تُظْلِمُ الْهَوَاءَ، تُكْشِفُ الْغِطَاءَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَنْسِي مَنْ ذَكَرَهُ، لَا يَنْجِي مَنْ رَجَاهُ، لَا يَكِلُ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ إِلَى غَيْرِهِ، هُوَ يَقْتُلُ حِينَ تَنْقُطُ عَنَّا الْحَيَلُ، هُوَ رَجَاؤُنَا حِينَ نَسُوهُ ظَنُّونَا عَمَالِنَا، يَكْشِفُ ضُرَّتَنَا عِنْدَ كَرْهِنَا يَجْزِي بِالْإِحْسَانِ إِحْسَانًا، يَجْزِي بِالصَّبْرِ تَجَاهًا۔

(ترجمہ) اے اللہ تو میرے ان گناہوں کو معاف کر دے جو سزاؤں کو نازل کریں، نعمتوں کو بدل دیں، ندامت کو طاری کریں۔ جو اللہ کی رحمتوں کی تقسیم کو روکیں، بلاؤں کو نازل کریں، پاک دامنوں کی پردہ درری کریں، تباہی کو جلد لائیں، دشمنوں کو مسلط کریں، امید کو منقطع کریں، دعا کو لوٹا دیں۔

آسمان کی بارش کو روک دیں، نضا کو تاریک کر دیں، پردہ دری کر دیں، اُس خدا کی تعریف ہے جو اُس شخص کو نہیں بھوتا جو اُس کو یاد کرے جو اُس شخص کو محروم نہیں کرتا جو اُس سے امید لگائے جو اُس شخص کو جو اُس پر بھروسہ کرے، غیر کو نہیں سونپتا ہے، اُسی پر ہمارا بھروسہ ہے جب کہ ہماری تدبیریں منقطع ہو جائیں، وہی ہماری امید ہے جب کہ اپنے غلوں پر ہماری بدگمانیاں ہوں وہ ہماری مصیبت کے وقت ہمارے ضرر کو دفع کر دیتا ہے احسان کا بدلہ احسان سے دیتا ہے، صبر کا بدلہ نجات سے دیتا ہے۔

نصیحت آپ نے شیخ عبدالکریم میرٹھی کو خط کے آخر میں تحریر فرمایا: ہم اگرچہ غفلت میں ہیں مگر لائق ہم کو یہی ہے کہ اپنے مالک پر ہی بھروسہ کریں اور اُسی پر تکیہ کریں اور اُسی کو یاد کریں اور اُسی کی نزدیکی طلب کریں اور اُسی کو پکاریں۔ افسوس کہ اتنی دینداری بھی ہم میں نہ ہو اور اس پر بھروسہ اپنے کو خاص بندہ خدا کا سمجھیں۔

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا مددگار ہے۔
أَعُوذُ بِكَ اللَّهُمَّ مِنَّمَا بَخِئْتُهُ وَمِمَّا عَصَيْتُ الْأَمْرَ قَوْلًا وَمَفْعَلًا
(اے اللہ جو کچھ میں نے گناہ کئے ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ان نافرمانیوں سے جو میں نے قول اور فعل میں کی ہیں)

شجرہ پر تحریر آپ کا معمول تھا کہ جب کسی کو شجرہ شریفہ عنایت فرماتے تھے اگر وہ دائرہ ولایت میں داخل ہو گیا ہے تو اس کا ذکر فرما دیا کرتے تھے۔ اور آپ پہلے اپنا اسم گرامی تحریر فرماتے تھے اور پھر اُس مخلص کا جس کو شجرہ شریفہ دیا جاتا تھا۔ عام طور پر فارسی میں یا اردو میں یہ عبارت تحریر فرماتے تھے۔ الہی تو اپنے عاجز بندے عبداللہ ابوالخیر اور اس عاجز (نام ولایت) پر اپنا رحم و کرم فرما اور اپنے خشم اور غضب سے محفوظ رکھ۔ اور اپنی محبت اور معرفت عنایت کر۔ جب ہم تینوں بھائی عالم وجود میں آگئے تو آپ اپنے اسم گرامی کے بعد ہم تینوں کا نام بھی تحریر فرماتے تھے۔ آپ لکھتے تھے۔ الہی تو اپنے عاجز بندے عبداللہ ابوالخیر اور بلال بن عبداللہ بن عمر وزید بن عبداللہ بن عمرو سالم بن عبداللہ بن عمر پر اور اس عاجز پر الہی آپ اس کے بعد کبھی کوئی دُعا مانگے۔ کبھی کوئی دُعا یہ شعر تحریر فرماتے تھے۔ ایک شجرہ شریفہ میں آپ نے یہ دو شعر لکھے تھے۔

۱۔ چشم دارم کز گنسہ پاکم کنی
پیش ازاں کا ندر لحد خالم کنی

اس مبارک نبویہ میں اسم کرم احمد کو منوٹن فرمایا ہے۔ یعنی اللہ صلی و سلم و باریک علی من انعمہ سیدنا
آخند پر و پیش لگائے ہیں۔ عاجز نے اس مسئلہ کا ذکر مولانا قاضی سجاد حسین صاحب مدرس مدرسہ
مالیہ فتحپوری دلی سے کیا، موصوف نے چند روز پہلے امام قسطلانی کی ارشاد ساری کی طرف متوجہ کیا۔
جزاہ اللہ خیر۔ اس کتاب کے جزء سابع کے صفحہ ۲۸۲ میں لکھا ہے۔

(اسم احمد) قال فی الدرر یحتمل النقل من الفعل المضارع
قسطلانی کی عبارت او من افعّل التفضیل والظاهر الثاني وعلى كلا الوجهين فمفع

من الصرف للعلمية والوزن الغالب إلا أنه على الاول يمتنع معرفة وينصرف نكرة وعلى الثاني
يتمتع تعريفاً وتنكيراً لأنه تخلف العلمية الصفة وإذا نكر بعد كونه علماً جرى فيه خلاف سبويه
والانخفش، وهي مسئلة مشهورة عند النحاة وانشد حسان يمدحه عليه الصلاة والسلام
وَصَرَفَهُ صَلَّى إِلَاهُهُ وَمَنْ يَجُفُّ بَعْرَ شَيْمٍ وَالطَّيْبُونَ عَلَى الْمُبَارِكِ أَحْمَدِ

فاحمد بدل اوبیان للمبارک الخ۔ يقول العاجز الشعر في ديوانه وهو يرقى النبي
صلى الله عليه وسلم۔

دعوت کا قبول کرنا اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو آپ معلوم فرماتے تھے کہ داعی کا مال
دعوت کا قبول کرنا پاک ہے یا مشتبہ۔ اگر مشتبہ ہوتا تھا آپ نہیں جانتے تھے۔ اور پاک
مال کی صورت میں آپ داعی کے شوق و محبت کو دیکھتے تھے اور پھر تشریف لے جاتے تھے عمومی دعوت
میں اگر آپ کی نشست کے لئے الگ جگہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ تو آپ تشریف لے جاتے تھے۔ اموات
کے کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ فرماتے تھے اس کھانے سے باطن میں ثقل پیدا ہوتا ہے یہی ہدایات
ہم بچوں کو تھی۔ بزرگان دین کی فاتحہ کے کھانے کو تناول فرماتے تھے۔

محفل نکاح میں شرکت بعض افراد نے عقد نکاح کی محفل میں آپ کو مدعو کیا اور آپ
تشریف لے گئے البتہ اتنا ہوتا تھا کہ آپ کی جائے نشست

کسی گوشہ میں ہوتی تھی اور آپ کے پاس کچھ افراد ہوتے تھے۔ حکیم حافظ محمد اجل خاں نے اپنی صاحبزادی
کے نکاح میں آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے آپ کو نفیس چائے پلائی۔ بعض
افراد سے آپ نے ملاقات کی اور خوش ہوئے۔

بعض جگہ آپ نے خطبہ بھی پڑھا اور البجاب و قبول بھی کرایا۔ چنانچہ حاجی حافظ حفیظ الدین میرٹھی
آپ کو میرٹھ لے گئے۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور چند مخلصین تھے۔ ایک کوٹھی میں آپ کا قیام

تین رات رہا۔ جمعہ ۹ ربیع الآخر ۱۲۳۳ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۱۷ء دن کے ساڑھے گیارہ بجے مدرسہ امداد الاسلام میں امیر النعیم بنت حافظ حفیظ الدین کا عقد نکاح حافظ محمد اسحاق خواہر زادہ حافظ حفیظ الدین سے ہوا۔ خطبہ آپ نے پڑھا اور لکجاب و قبول کرایا۔ اس کے بعد مولانا اختر شاہ خان مدرس مدرسہ امداد الاسلام نے فارسی کا قصیدہ مدحیہ پڑھا۔ نہایت عمدہ قصیدہ تھا۔ افسوس عاجز کو وہ دستیاب نہ ہوا۔ ورنہ نقل کرتا۔ اور ۱۲۳۳ھ میں حافظ اشفاق الہی کے دوسرے عقد نکاح میں آپ تشریف لے گئے جو کہ بیری باغ دلی میں تھا۔ آپ نے خطبہ پڑھا اور لکجاب و قبول کرایا۔

عقد نکاح کے موقع پر جو خطبہ آپ پڑھتے تھے وہ درج ذیل ہے

خطبہ نکاح ان الحمد للہ غمڈہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سیئات اعمالنا من یحیی اللہ فلاحاً مضلّاً له ومن یضللہ فلا ہادی له و

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجلاً لا کثیراً ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاہ ولا تموتن الا وامنتم مسلمون۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً اور رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً بین یدئ السلۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشّد ومن یفصیہما فانه لا یضرہ الا نفسه ولا یضر اللہ شیئاً ونسأل اللہ ان یجعلنا ممن یطیعہ ویطیع رسولہ ومیتبع رضوانہ ومجتنب مخطئہ فانما نحن بہ ولہ۔

امام جرزی نے حصن حصین میں اس خطبہ کو نقل کیا ہے خطبہ میں حمد کے بعد آیات شریفہ پڑھنے سے پہلے نہ استعاذہ ہے نہ بسم۔ اور نہ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی ہے۔ ان الفاظ سے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین افراد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جنہوں نے آپ کے مبارک طریقہ کو چھوڑنے کا قصد کیا تھا۔ لکنی اصوم واطہر واصلی وارقد واتزوج النساء۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ کہاں وہ شخص جو آپ کی سنت کو چھوڑنے کا قصد کرے اور کہاں وہ شخص جو آپ کی سنت پر عمل کر رہا ہو۔

بعض افراد من ترک سنتی لم یسئل شفاعتی پڑھتے ہیں۔ مشکات جمع الفوائد الجامع الصغیر اور کنوز الحقائق میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور نہ احادیث شریفہ کی مروج کتابوں میں ہے۔ واللہ اعلم ان

لوگوں نے کہاں سے اس وعید کو نقل کیا ہے۔

شارع عام پر چلنا | جب آپ شارع عام پر چلتے تھے تو بائیں جانب رہتے تھے ہم تینوں کو آپ کا قاعدہ معلوم تھا۔ لہذا آپ کے آگے راستہ کے بائیں جانب رہتے تھے۔

اور اگر آپ کے ساتھ مخلصین ہوتے تھے تو آپ بلند آواز سے فرما دیا کرتے تھے۔ دست چپ۔

ہمیشہ مخلصین کی جماعت کو اپنے آگے رکھتے تھے۔ چاہے وہ ایک شخص ہو۔ چاہے جماعت۔ آپ کے پیچھے

صرف ایک خادم رہتا تھا جو آپ کے استعمال کی چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آپ کی نظر ہمیشہ قدم پر رہتی

تھی۔ راستہ میں آپ کسی سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے اور نہ کھڑے ہو کر کبھی کسی سے گفتگو فرمائی۔ اگر کوئی شخص

مصافحہ کا ارادہ کرتا تھا تو وہ خادم جو پیچھے رہتا تھا فوراً اس کو روک دیتا تھا۔ راستہ چلتے وقت آپ نہ کسی

کو دیکھتے تھے اور نہ کسی کو سلام کرتے تھے۔ اگر راستہ میں کوئی شے قابل دید آ جاتی تھی تو ہم بھائیوں میں

سے کوئی آپ کو اس کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اور جب آپ اس کو دیکھنے کا ارادہ فرماتے تھے تو رُک

جاتے تھے۔ اور سر اٹھا کر دیکھتے تھے۔ جب تک آپ اس کو دیکھتے تھے اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے

البتہ چلتے وقت آپ احیانا مخلصین سے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی رفاقت میں جتنے مخلصین ہوتے

تھے نہایت ادب سے نظر بر قدم چلتے تھے۔ جدھر سے بھی اس مبارک جماعت کا گزر ہوتا تھا لوگ ایک طرف

کو ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس کیفیت کو دیکھ کر متحیر رہتے تھے۔ اس عاجز نے یہ بات اکثر ملاحظہ

کی ہے کہ آپ کو دیکھ کر سواری پر جانے والے افراد سواری روک کر ادب سے ایک طرف کھڑے ہو

جاتے تھے۔ خانقاہ شریف سے جامع مسجد تک جتنے غیر مسلم دوکاندار تھے وہ اپنی دوکان پر ہاتھ جوڑ کر کھڑے

ہو جاتے تھے۔ اور جب تک آپ ان کی دوکان سے گزر رہے جاتے تھے وہ کھڑے رہتے تھے۔ آپ جس وقار و

تکنت اور عاجزی کے ساتھ راستہ پر چلتے تھے اس عاجز نے کسی دوسرے میں یہ بات نہیں دیکھی۔ یہ

بات اور دسیوں افراد نے بھی اس عاجز سے کہی ہے۔ کہ اس کیفیت کے ساتھ چلنا ہم نے کسی کا

نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہیبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ وراثتہ وہ آپ کو بھی ملی تھی۔

اس عاجز نے آپ کو چلتے وقت ہمیشہ نظر بر قدم پایا۔ کیا گھر میں اور کیا باہر ہمیشہ

واقعہ سلام | یہی محسوس ہوا کہ آپ ہوش دردم پر عامل ہیں۔ ایک مرتبہ آپ خانقاہ شریف

میں حرم سرا سے صدر دروازہ کو جا رہے تھے۔ (بجز آخر کے تین سال کے آپ کی بیٹھک دروازہ کی ڈیوڑھی

تھی) مولوی سید جعفر علی نے بلند آواز سے آپ کو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کہا۔ یہ عاجز آپ کے

پیچھے تھا۔ آپ چونک پڑے اور اسی جگہ ٹہرے ہو گئے پھر آپ نے مولوی سید جعفر علی کو نہایت قہر

میں فرمایا: بیٹھ۔ تم سے سلام کرنے کو کس نے کہا۔ یہاں کون تمہارا نوکر بیٹھا ہے جو تمہارے سلام کا جواب دے۔ مولوی سید جعفر علی کئی سال کے آنے والے تھے۔ کبھی انہوں نے یہ حرکت نہ کی تھی۔ واللہ اعلم اس رات اُن کو کیا خیال کیا جو یہ حرکت کر بیٹھے۔ اس عاجز کو یقین ہے کہ حضرت سیدی الوالد نے اُن کی سیادت کا خیال کیا۔ اُن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً سزا بابت ہوتا۔ سلام ایک تہمت ہے۔ تہمت کا بھی موقع و محل ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ ہم کے گولے کی طرح سلام دے مارے، دوسرے کو ڈرادے اور تکلیف پہنچا دے، جاہل سلامیوں سے جو تکلیف یہ عاجز اٹھا رہا ہے اس کے پیش نظر آپ کے طور طریقوں کی قدر و قدر بدون اس عاجز کی نظر میں بڑھتی ہے اور بے ساختہ دل سے آپ کے واسطے دعائے خیر نکلتی ہے۔ جسراہ اللہ ورحمۃ ورضی اللہ عنہ۔

مریدوں کی تربیت

آپ کی خدمت میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ملک شام، برما، بنگال، بہار، ریاست حیدرآباد، یوپی، بمبئی، گجرات، پنجاب، بلوچستان اور افغانستان سے خلق خدا آئی اور مستفید ہوئی۔ ان میں افغانستان کے لوگوں کی کثرت تھی۔ افغانستان کا ایک بڑا علاقہ کشواز ہے۔ ساٹھ ستر سال پہلے اس علاقہ کی حالت و ذور جاہلیت کی حالت سے کسی طرح کم نہ تھی، قتل کرنا معمولی بات تھی، اپنے طور طریقوں کے پابند تھے، چاہے وہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ نے اس جاہل اور سرکش قوم کے افراد کی جس طرح اصلاح فرمائی جائے صداستعجاب ہے۔
سلسلہ میں آپ کا قیام رامپور میں تھا۔ ایک مرتبہ کسی کام سے نواب صاحب کے چیف سکرٹری عبدالصمد خان مع ایک نفر کے دن کے دس گیارہ بجے حاضر ہوئے۔ آپ حرم سرا میں تھے۔ وہ مردانے میں انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے دوران انتظار میں ایک شخص سلسلہ شریفہ میں داخل ہونے کے واسطے آیا۔ آپ نے خان فقیر قوم احمد خیل ساکن واڑخواہ، کشواز سے فرمایا جاؤ اس شخص کو داخل سلسلہ کر لو، چنانچہ خان فقیر نے اس کو داخل سلسلہ کیا۔ عبدالصمد خان، خان فقیر کو دیکھ رہے تھے اور جب خان فقیر فارغ ہو گئے عبدالصمد خان نے اپنے رفیق سے کہا: حضرت شاہ صاحب نے جس طرح وحشی پٹھانوں کی اصلاح کی ہے حیرت کا مقام ہے۔ دیکھو اس جاہل پٹھان نے کتنے اعلیٰ طریقہ پر خوب سمجھا کر اس شخص کو بیعت کیا ہے۔ اور بیعت کرنے کے بعد پھر کس طرح توجہ دی ہے۔ جس وقت چیف سکرٹری صاحب یہ بات کہہ رہے تھے یہ عاجز وہاں موجود تھا۔ وہ یہ بات کہہ کر عاجز کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر محبت کی باتیں کرتے رہے۔

واقعہ حافظ عبدالحکیم

دلی کے حافظ عبدالحکیم آپ کے نہایت مخلص خادم تھے، ایک مرتبہ اُن کے دل میں کسی وجہ سے کچھ اعتراض پیدا ہوا، اور وہ جڑ پکڑنا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دساون کی گرفت میں بے مثل کمال عنایت کیا تھا۔ آپ نے حافظ عبدالحکیم کے دسوسہ کو پکڑا۔ رات کو جب حلقہ مبارکہ میں شریک ہونے کے واسطے حافظ عبدالحکیم آئے اور دربان نے اطلاع کی آپ خاموش رہے۔ اور حافظ عبدالحکیم کچھ دیر انتظار کر کے اپنے گھر چلے گئے تین رات تک یہی کیفیت رہی، چوتھی رات کو وہ گھر سے یہ نیت کر کے چلے کہ جب تک آپ سے خطا معاف نہ کر لوں گا گھر واپس نہ آؤں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور ان کی اطلاع دربان نے دی اور آپ حسبِ سابق خاموش رہے اور رات کے دو ڈھائی بجے تک حافظ عبدالحکیم دروازہ میں بیٹھے رہے۔ جب حلقہ تمام ہوا اور آپ آرام گاہ تشریف لے گئے حاجی ملا احمد خاں نے حافظ صاحب کے کہا حضور پُر نور آرام گاہ تشریف لے گئے لہذا اب جاؤ۔ حافظ صاحب نے کہا جب تک حضور میری خطا معاف نہ فرمائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا تم ایک مرتبہ پھر میری اطلاع کر دو چنانچہ حاجی ملا احمد بھت کے راستہ سے بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے گئے اور آپ سے حافظ عبدالحکیم کی عاجزی اور زاری کا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "اچھا یہاں لے آؤ" چنانچہ ملا صاحب حافظ صاحب کو لے کر بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے پہنچے۔ آپ دالان سے باہر تشریف لائے اور زینہ کی کنڈی کھولی۔ حافظ صاحب آپ کے مبارک قدموں پر گر کر روئے۔ اور غفو تقصیر کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا: "عبدالحکیم، کئی دن سے تمہارے دل میں ٹیڑھ تھی اس وجہ سے ہم نے تم کو اجازت نہ دی۔ حکیم اجل خان کو تم جانتے ہو جس طرح وہ بدن کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں ہم خدا کے فضل سے اسی طرح دل کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں۔ دیکھو تمہارے دل کی ٹیڑھ کیسی نکلی۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا" یہ فرما کر آپ نے دعا دی اور مرخص کیا۔

اس واقعہ کو عاجز سے خود حافظ عبدالحکیم رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ وہ چند روز کے واسطے کراچی سے دلی آئے تھے۔ مزار شریف کے پاس بیٹھ کر یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اور ان کی آنکھیں نذر عقیدت میں گوہر غلطان بہا رہی تھیں۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

واقعہ مولانا سیف الرحمن

مولانا سیف الرحمن مدرسہ عالیہ فتحپوری دلی کے صدر مدرس اور آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے جب تک ترکِ موالات کے سلسلہ میں ہجرت کر کے کابل نہ گئے ہر روز آپ کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے۔ اس عاجز سے آپ کی ملاقات سنہ ۱۳۵۰ء میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوئی حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو یاد فرما کے آنسو بہا رہے تھے اور آپ کے واسطے اس مبارک مقام میں دعائے خیر فرما رہے

تھے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولانا سیف الرحمن کو حضرت سیدی الوالد سے کامل عقیدت تھی اور آپ کو بھی اُن سے محبت تھی۔ اور آپ اُن کا پاس و لحاظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا سیف الرحمن آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لائے اور اس نے بارہ ہزار روپیہ از مہر زکات آپ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ آپ مساکین کو تقسیم فرمادیں۔ مولانا نے اس شخص کی کچھ سفارش کی۔ آپ کو اس شخص کے احوال پسند نہ آئے اور اس کا روپیہ واپس کر دیا ساتھ ہی مولانا صاحب سے اس کی سفارش کرنے پر ناراض ہوئے اور اُن کو نکال دیا۔ چند روز تک مولانا صاحب کو خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی چونکہ مولانا صاحب ساہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے اس لئے ان کی سفارش کرنی آپ کو ناگوار گزری اور آپ نے اُن کو تنبیہ فرمائی۔

مولانا سیف الرحمن نے اس واقعہ کو مولوی حافظ محمد عبدالکریم فرزند مولوی عبداللہ قندھاری حقانی سے بیان کیا اور حقانی صاحب نے عاجز سے ذکر کیا۔

واقعہ ملا عبداللہ ملا عبداللہ ولد ملا زرداد قوم علی زئی صاحب نسبت اور مخلص قدیم تھے کسی مغزش کی بنا پر اُن کے کارخانہ باطن میں خلل آگیا تھا۔ آپ نے اُن کے واسطے پانچ مغز

چوب تجویز فرمائیں دوسرے پٹھان نے تعمیل ارشاد کی جس وقت ملا عبداللہ کو یہ سزا مل رہی تھی حافظ منیر الدین منیر دہلوی موجود تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پہلی ضرب پر ملا عبداللہ نے الحمد للہ کہا اور مارنے والے سے کہا۔ زور سے مارو۔ اور سزا پوری ہونے پر بہ حالت وجد رقصان اٹھے۔ منیر الدین نے بعد میں ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ انھوں نے کہا یہ پانچ ضربیں میرے لئے فتح ابواب برکات کا ذریعہ بنی ہیں۔ مجھ سے ایک مغزش ہو گئی تھی اور حلاوت باطنی کھو بیٹھا تھا۔ ہر ضرب پر ظلمت کے پردے چاک ہوتے گئے اور سابقہ کیفیت عود کرائی۔ یہ واقعہ حافظ منیر الدین نے عاجز سے بیان کیا۔

واقعہ ملا عبدالحلیم ملا عبدالحلیم آخوندزادہ کا بیان آپ کی اولاد معنوی میں آئے گا۔ نہایت صاحب نسبت اور باکمال فرد تھے۔ ایک دن بلا وجہ انھوں نے محمد عمر نورزی کو برا بھلا کہہ دیا۔ آپ کو اطلاع ہوئی اور آپ نے دو چار جوتے اُن کے سر پر لگوائے۔ اس عاجز نے دیکھا کہ ملا صاحب تھوڑی دیر بیٹھے روتے رہے۔ اور پھر حضرت سیدی الوالد کے مکان کے دروازہ پر آکر آہ و فغاں میں مصروف ہوئے۔ آپ کو ملا صاحب سے محبت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اُن کے پاس آئے اور دست شفقت اُن کے سر پر رکھا۔ ملا صاحب پر فرط مسرت سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

واقعہ ملا احمد

کوئٹہ میں آپ دن کو حلقہ فرما رہے تھے۔ افغانستان کے چالیس پچاس علماء حاضر تھے۔ اتفاق سے افغانستان کا ذکر آیا۔ حاجی ملا احمد نے کہا۔ افغانستان میں عورت کو میراث نہیں دیتے اور خاوند کے مرنے پر خاوند کی برادری میں سے کوئی شخص زبردستی اس عورت سے نکاح کر لیتا ہے۔ یہ سن کر آپ کو رنج ہوا اور آپ استغفار پڑھتے ہوئے مگر تشریف لے گئے۔ علماء کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے ملا احمد سے کہا۔ تم کو یہ بات نہ کہنی چاہیے تھی۔ تم نے کیسی مبارک محل کو درہم برہم کیا۔ تقریباً پانچ سات منٹ کے بعد آپ ننگے سر ننگے سیر دروازہ پر آئے اور فرمایا۔ تم میں سے جس کو احمد کی بات ناگوار گزری ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے کو پاک کر لے تو پانچ ضرب چوب برداشت کرے۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ اور حاضرین حلقہ میں سے ہر ایک نے اپنے کو ضرب کے واسطے پیش کیا۔ لیکن ایک ملا صاحب نے اپنے کو پیش نہیں کیا۔ وہ بہت ظریف اور خوش طبع تھے۔ ان کا نام غالباً ملا باز تھا۔ اُن کے رفقاء نے اُن سے کہا۔ تم مذاق سمجھ رہے ہو اور کہیں تم کو نقصان نہ پہنچے لیکن وہ ہنستے رہے اور اپنی بات پر قائم رہے۔ کچھ دنوں کے بعد سے ان کے دماغ میں خلل آنا شروع ہوا اپنے رفقاء کے ساتھ افغانستان گئے۔ دیوانے ہوئے اور رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ۔

واقعہ محمد رفیع

حاجی محمد رفیع بیری باغ دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے قدیم مخلص تھے پہلی مرتبہ کو گئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمن ردو لوی سے ملنے گئے، وہ نہ ملے، دوسرے دن پھر گئے اور اطلاع کرائی کہ شاہ ابوالخیر کا غلام ہوں ان کا سلام لے کر حاضر ہوا ہوں تو حضرت مولانا نے اُن کو بلا لیا اور محبت سے ملے اور آخر میں یہ الفاظ فرمائے۔ خود ملنے کو نہیں آتے اور لوگوں کے ہاتھ سلام کہلا بھیجتے ہیں۔ اچھا ہمارا سلام ان کو پہنچا دینا۔ حاجی محمد رفیع صاحب اس عاجز سے کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت مولانا کی طبیعت کو حضرت صاحب کی طبیعت کے مشابہ پایا۔ حاجی محمد رفیع صاحب بعد میں دوسری مرتبہ کو گئے۔ جب وہاں سے آئے تو آپ کے پاس حاضری دی۔ دربان نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ حج پر حج کرنے کا کیا گھمنڈ کرتا ہے اور ہم پر کیا احسان ہے۔ دربان نے محمد رفیع سے یہ بات کہی۔ وہ دروازہ میں بیٹھ کر توبہ و استغفار میں مصروف ہوئے۔ اس وقت مولوی سراج الدین صاحب موجود تھے۔ وہ بے حاکم مفتی والاں تراہا بہرام خاں دلی میں رہتے تھے، نہایت نیک شخص تھے۔ انہوں نے تھوڑی بر کے بعد آپ سے براہِ عجزی کہا۔ آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ مولوی صاحب نے یہ بات اس محبت اور خلوص سے کہی کہ آپ کا قبر لطف و مہربانی سے بدل گیا اور آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا۔ ہماری تو اُن کے حق میں یہی دعائیں ہیں۔ جس وقت آپ نے دعائیں ہیں کے الفاظ فرمائے مخلصین

پر عجیب اثر ہوا اور وجد کی کیفیت کا ظہور ہوا۔

اس قسم کے صد ہا واقعات ہیں۔ عاجز نے بطور نمونہ چند واقعات لکھے ہیں اور

خلاصۃ القول

آپ کا ارشاد گرامی لکھ دیا کہ ہماری تو ان کے حق میں یہی دعائیں ہیں: آپ کا یہ ارشاد گرامی جب بھی یاد آتا ہے امام بخاری کی روایت کردہ حدیث یاد آ جاتی ہے۔ وہ اپنی صبح میں ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُخَذْتُ مِنْكَ عَهْدًا اَنْ تَخْلِفَنیْهِ فَاَنْتَ مَا اَنَا بِشَرٍّ فَاَنْتَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَذِیْتُہٗ، شَتَمْتُہٗ، لَعَنْتُہٗ، بَجَلَدْتُہٗ، فَاَجْعَلْہَا لَہٗ صَلَٰةً وَذِکَاۃً وَقُرْبَیۃً لِّقَرْنِیۡہٗ بِمَا اَلَّیْتُکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ یعنی اے میرے اللہ میرا تجھ سے ایک عہد ہو چکا ہے تو اپنے کرم سے میرے اس عہد کو پورا کر میں ایک بشر ہوں، اگر ایمانداروں میں سے کسی کو میں تکلیف پہنچاؤں، اس کو گالی دوں، اس پر لعنت کروں، اس کو ماروں تو میرے اس تکلیف پہنچانے کو تو اس کے حق میں رحمت اور پاکی اور قرب کا ایسا ذریعہ بنا کہ قیامت کے دن اس کو تیرا قرب حاصل ہو۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ مخلصین کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے صرف ان کی بھلائی کے لئے کرتے تھے۔ عاجز نے صد ہا افراد کو آپ کے بعد دیکھا کہ وہ زجر و توبیخ کے واقعات یاد کر کے رویا کرتے تھے اور آپ کے واسطے دُعائے خیر کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن الجوزی نے "سیرۃ عمر بن الخطاب" رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۲۱۶ میں لکھا ہے۔ قَالَتِ الشَّافِئُ بِنْتُ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَأَتْ فِتْیَانًا یَقْصِدُ ذَوْنَ فِی الْمَشْرِیِّ وَیَتَکَلَّمُونَ رُوْبِدًا فَقَالَتْ مَا هَؤُلَاءِ قَالُوْا اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ۔ قَالَتْ کَانَ دَالِیُّہُمْ اِذَا تَکَلَّمَ اَسْمَعَ وَاِذَا مَشٰی اَسْرَعَ وَاِذَا ضَرَبَ اَوْجَعَ وَهَؤُلَاءِ اَنْتَ حَقًّا۔ کہ شفا بنت عبد اللہ نے چند جوانوں کو دیکھا کہ ان کی رفتار و گفتار میں آہستگی پائی جا رہی تھی۔ شفاؓ نے دریافت کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ عباد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اللہ کی عمر جب بات کرتے تھے سناتے تھے یعنی بلند آواز سے بات کرتے تھے۔ اور جب چلتے تھے تیز چلتے تھے۔ اور جب مارتے تھے چوٹ لگتی تھی اور وہی حقیقت میں ناسک و عابد تھے۔ یہ عاجز حضرت شفاؓ کے اس ارشاد کو حضرت سیدی الوالد کے مطابق حال پاتا ہے۔ آپ بیعت کرتے وقت حرام سے اجتناب اور فرائض کی دایگی کا اقرار لیتے تھے اور وظیفہ شریفہ میں مشغول کرتے تھے۔ ہر وقت بہ چشم باطن اس کے احوال پر نظر رکھتے تھے۔ ایک دن آپ علقہ فرما رہے تھے ایک صاحب مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے اور فاتحہ پڑھ کر چلے گئے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ اس شخص کو دیکھو آثار کی طرح سُرخ اور پاک دل لئے ہوئے ہے۔ اگر ہمارے پاس ایسے پاک دل افراد آئیں تو ہم کیوں کسی کو برا کہیں یا ماریں یا نکالیں؟ آپ کے پاس صد ہا افراد ایسے آتے تھے کہ آپ سے بیعت نہ تھے۔ گھنٹوں آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور کبھی

ایک جھڑکی تک نہ سنی کیونکہ یہ لوگ اپنے کو عناد اور اعتراضات سے دور رکھتے تھے، وہ صرف سکون قلب حاصل کرنے کے واسطے آتے تھے، اس لئے وہ آپ سے خوش رہے اور آپ ان سے خوش رہے۔ محمد اللہ کامل بندہ اللہ کی صفات کا منظر ہوتا ہے۔ جتنا کامل تر ہوگا اتنا ہی زائد صفات کا منظر ہوگا۔ آپ پر اللہ نے اپنی بے نیازی کا پر تو ڈالا تھا۔ آپ کی نیاز مندی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تھی۔ کسی اور کے نہ آپ تمنائی تھے نہ منتظر۔ اکثر آپ فارسی کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔

عمر مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خروفت ہم کو اس قصہ سے کیا غرض کہ گالے آئی اور گدھا گیا۔

یہ عاجز تین مخلصین کے واقعات کو بیان کرتا ہے تاکہ آپ کی تربیت کا اندازہ ہو سکے۔

ملا جمعہ خاں | اولاد معنوی میں بھی ان کا ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔ یہ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ آپ نے ان کی اجازت عنایت کی۔ ہزار ہا افراد ان سے بیعت ہوئے۔ غالباً ۱۳۳۷ھ کا واقعہ ہے کہ ملا جمعہ کوٹہ میں حاضر ہوئے۔ چونکہ صاحب نسبت اور مردِ ذاکر و شاعر تھے آپ خوش ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات حلقہ میں ملا صاحب نے آپ سے کہا۔ حضور، اب اللہ کے کرم سے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے بلا واسطہ فیضیاب ہوتا ہوں۔ آپ نے ملا صاحب کے فیض حاصل کرنے کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ نے خوش ہو کر فرمایا: "اے عزیز ہر چہ می یابی، ازیں سوراخ می یابی۔" یعنی اے عزیز جو نعمت مل رہی ہے وہ اس سوراخ سے مل رہی ہے۔ اور آپ نے اپنے سید مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ ملا صاحب نے اس ارشاد کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: اب یہاں آنے کی تم کو کیا ضرورت ہے؟ اور ان سے فرمایا: تم جاؤ، ملا صاحب اس کے بعد پندرہ بیس دن کوٹہ میں رہے لیکن آپ ان سے نہ ملے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ ملا صاحب عفی اللہ عنہ سے اس ضمن میں غلطی ہوئی۔ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ نے رسالہ ہدایۃ الطالبین اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کی حیات میں تحریر فرمایا اور شاہ صاحب نے اس کا مطالعہ فرمایا اور تحریر کیا: "آپچہ دریں رسالہ مذکور است بسیار محفوظ و مسرور گردانیدہ" اس رسالہ میں جوابِ چہارم کے تحت حضرت شاہ ابوسعید نے لکھا ہے: "قلوب مشائخ کرام را کہ تا بہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و سائر فیض اندامند عینک باید داشت" عینک کا شیشہ اپنی صفائی کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ لیکن کمزور نگاہ کے لئے سبب تقویت بنا ہے۔ دیکھنے والا جو کچھ دیکھ رہا ہے رہیں منتِ شیشہ عینک ہے۔ وہ شیشہ خود نظر نہیں آ رہا ہے لیکن سب چیزوں کو دکھا رہا ہے۔ قلوب حضرات مشائخ نے سالکین کو مقاماتِ عالیہ سے اس طرح مستفید کیا ہے جس طرح دو بین کے مصفا شیشے

چشم ظاہر کو مقامات بلند و دور کی سیر کراتے ہیں۔ سالک کے لئے یہ قلوب مبارکہ بمنزلہ سلسلۃ البحر ہیں۔
 ملا جمعہ خاں سے لغزش ہوئی اور آپ نے اب یہاں آنے کی تم کو کیا ضرورت ہے "کے ہوا کچھ
 نہ فرمایا۔ وہ پندرہ بیس دن رہ کر وطن چلے گئے اور آپ اپنے وقت پر دئی آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد ملا صاحب
 دئی آئے اور اصطلح کی عمارت میں ٹھہرے یہ خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے آپ کی ایک
 عمارت تھی۔ اس میں مخلصین قیام کیا کرتے۔ ملا صاحب اس عمارت میں رہے۔ لیکن خانقاہ شریف میں
 داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ اتفاق کی بات ہے۔ ملا صاحب دئی کی فصیل پر چڑھے اور ترکمان
 دروازہ کے اوپر گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے دسیوں بار جا چکے تھے لیکن اس دن ان کو غلطی کی سزا
 ملنی تھی۔ وہ ترکمان دروازہ کی چھت سے جو تقریباً آٹھ گز بلند ہے نیچے آکر گرے۔ اللہ نے فضل کیا کہ
 کوئی ہڈی نہ ٹوٹی۔ لوگ ان کو اٹھا کر اصطلح لائے۔ عصر کو جب آپ تفریح کے لئے بجلی میں جا رہے
 تھے ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے ملا جمعہ خاں کے گرنے کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے غور سے
 سنا اور آخر میں فرمایا "اچھا ہوا"

اس عاجز نے حضرات مشائخ کرام کے احوال و ملحوظات میں دیکھا ہے کہ اولیائے کاملین کی
 مخالفت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوا کرتی ہے جو کہ بعض اوقات مہلک ہوتی ہے۔ ملا جمعہ کو
 تنبیہ ہو گئی اور وہ مہلک نہ ہوئی۔ نہ جسم کے کسی حصہ کو نقصان پہنچا۔ لہذا آپ نے فرمایا "اچھا ہوا"
 ملا جمعہ دو تین دن صاحب فراش رہے۔ اگرچہ وہ خانقاہ شریف میں داخل نہ ہو سکے۔
 لیکن وطن جانے کی اجازت مل گئی اور وہ واپس چلے گئے۔

مولانا محمد اسحاق میرٹھی آپ کے نہایت مخلص مرید
مولوی محمد اسحاق و سید زاہد حسین تھے۔ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں پڑھاتے تھے۔

حضرت برادر کلاں کو خور و سالی میں کچھ پڑھایا تھا اور اس عاجز نے چند روزان کی اہلیہ محترمہ کا
 دودھ پیا تھا۔ سید زاہد حسین امر وہہ کے باشندے تھے اور مولوی صاحب کے شاگرد تھے۔ یہ
 دونوں صاحبان حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ تقریباً دس بارہ سال آتے
 رہے اور فیض یاب ہوتے رہے۔ زاہد حسین صاحب نے آپ کے کچھ مکاتیب شریفہ کو جمع کیا۔
 ان کو پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ مولوی صاحب حلقہ میں اچھا نا و جد میں آجاتے تھے اور
 ان پر کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ ہر سال یہ دونوں صاحبان میلاد شریف میں آکر شریک ہوتے
 تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

جب حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے میلاد شریف کی مبارک محفل کو خوب آراستہ پیراستہ کیا۔ یہ دونوں صاحبان دوپہر کو آئے اور عصر کو خاموشی سے واپس ہو گئے۔ دونوں کے دلوں میں کچھ اعتراضات پیدا ہو گئے۔ آپ کو یلم ہوا تو زبان مبارک سے کچھ نہ کہا۔ البتہ ان دونوں صاحبان کی نسبت مبارک سلب کر لی۔ دو سال تک یہ دونوں حاضر ہوتے رہے لیکن آپ نے اجازت نہ دی اور وہ خانقاہ شریف میں داخل نہ ہو سکے۔ اُن کی باطنی حالت متغیر ہو گئی۔ اس کی اصلاح کے لئے دوسری جگہ جا کر بیعت ہو گئے میرٹھ شہر میں جناب مولانا قاری دلی محمد صاحب رحمہ اللہ آپ کے خاص مخلصین میں سے تھے۔ ایک دن یہ دونوں صاحبان اُن سے ملے۔ قاری صاحب نے ان سے فرمایا اور کیا خوب فرمایا۔ میں کچھ اور تو نہیں جانتا البتہ سالہا سال میں نے تم دونوں کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا تم دونوں پر کیفیات کا ظہور ہوتا تھا اور تم وجد میں آ جاتے تھے۔ تم کو اللہ نے نعمت عطا کی تھی پھر تم دونوں دوسری جگہ چلے گئے اور کیفیات سابقہ کا نام و نشان تک تم میں نہیں رہا۔ تم نے کفرانِ نعمت کیا ہے۔ اور اگر سابقہ کیفیات مصنوعی تھیں تو تم دونوں نعمتِ الہی کے مستحق نہ تھے اور تم کو اس کی سزا ملی۔“

تقریباً چونتیس بیستیس سال کے بعد پاکستان کی تشکیل سے ایک سال پہلے جناب مولوی صاحب خانقاہ شریف میں دو تین مرتبہ آئے۔ اپنی حرمانِ نعیمی پر روبا کرتے تھے۔ خود انھوں نے اعتراف کیا کہ دوسری جگہ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ نہ وہ دُرُود نہ وہ سُوْر نہ وہ آہ نہ وہ گریہ نہ وہ عِلَاوَت نہ وہ حُضُورِ قلب۔ آخر مرتبہ جب وہ تشریف لے جا رہے تھے تو اس عاجز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ میں حضورِ مبارک کا اسی طرح ایک ادنیٰ غلام ہوں جس طرح پر پہلے تھا۔ اور حضورِ مبارک کہتے وقت آپ کے مزار پر انوار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور بے اختیار مصروفِ گریہ ہو گئے۔ رَحْمَةُ اللہِ وَغَفْرُکَ وَرِضْیَ عَنْکَ۔

ان کے علاوہ آپ نے دلاور پٹان اور ایک ہندوستانی کو بھی نکالا۔ آپ نے جس کو بھی نکالا نہ صرف خانقاہ شریف سے نکالا بلکہ اپنے خاندانِ دل اور خیال شریف سے نکال دیا۔ پھر کبھی اُن کا نام تک آپ کی زبان مبارک پر نہ آیا۔ میرٹھ میں مولوی اشرف علی صاحب کی ملاقات کا واقعہ پیش آیا۔ آپ نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ مفتی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری اس عاجز سے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرما رہے تھے۔ مجھ سے میرٹھ کے واقعہ کو ایک صاحب نے بیان کیا۔ میں نے ایک دن آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مولوی اشرف علی ہم سے ابھی طرح ملے۔

اس کے علاوہ آپ نے ایک لفظ نہ فرمایا۔ آپ کے تعلق کی اساس صرف للہیت پر تھی۔ جہاں آپ نے اس میں فرق پایا، فرمادیا۔ **هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنِكَ**۔ نہ آپ کو کسی امیر و وزیر سے تعلق تھا نہ کسی مولوی اور محقق سے۔ اگر کوئی آیا تو فہما اور اگر نہ آیا تو کوئی رنج و ملال نہیں، جو کچھ بھی کہنا ہوا سامنے کہہ دیا۔ غیبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطعاً محفوظ کر دیا تھا۔ مخلصین میں سے کسی کے نا درست فعل پر رعایت نہیں کرتے تھے۔ اولاد کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مخلصین میں انایت اور پندار کی بڑ تک نہ تھی۔ چاہے کوئی بری ہو یا ہندی یا بلوچی یا افغانی سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ عاجز جس وقت بھی اس حالت پر نظر ڈالتا ہے آپ کی عظمت دل میں مستحکم تر ہو جاتی ہے۔ افغانستان کے نہایت جاہل اور سرکش افراد کو آپ نے صرف وظیفہ شریف پر لگا کر اعلیٰ درجہ کا مؤتب اور فرشتہ صفت بنایا۔ یہ آپ ہی کا کام تھا۔ محمد امان الرحمن صاحب کی عبارت "مقدمۃ الکتاب" کی یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ انھوں نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ "اکثر بندگان خدا کی کا یا پلٹ" رحمہ اللہ۔

مُلا حبیب اللہ | ملا حبیب اللہ ولد زنگ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ اُن سے ایک دن کچھ غلطی ہوئی۔ آپ اپنی قیام گاہ میں تھے۔ آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ حبیب اللہ سے کہو تم نے یہ غلطی کی ہے۔ دو روپیہ جرمانہ ادا کرو۔ اس عاجز نے ملا حبیب اللہ سے آپ کی بات کہی۔ انھوں نے کہا۔ میں جرمانہ نہیں دوں گا۔ عاجز نے ان کی بات آپ سے کہی۔ آپ سُن کر دو چار منٹ خاموش رہے اور پھر مبارک سراٹھا کر فرمایا۔ "جاؤ ملا حبیب اللہ سے کہو ہم تم کو بلانے نہیں گئے تھے تم خود آئے اور تم نے ہم سے اقرار کیا کہ نافرمانی نہیں کرو گے۔ اب تم نے نافرمانی کی اور تم جرمانہ نہیں دیتے۔ لہذا تم اپنے گھر جاؤ۔ ہم سے تعلق نہ رکھو" اس عاجز نے ملا حبیب اللہ سے یہ بات کہی۔ وہ زار و قطار روئے لگے۔ آنکھیں بند کر کے آپ کی قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تھوڑی دیر اُن پر جذب کی کیفیت طاری رہی اور پھر روتے ہوئے عاجز سے کہا۔ میں جرمانہ ادا کرتا ہوں۔ اور انھوں نے دو روپے دیئے۔ عاجز نے جا کر آپ کے سامنے وہ دو روپے رکھے۔ آپ نے سراٹھا کر اس عاجز سے فرمایا۔ "زید، تم نے دیکھا؟"

تصرف باطنی | آپ کو اللہ تعالیٰ نے دلوں کی حکمرانی عطا کی تھی۔ لہذا مخلصین خوشی سے سزا برداشت کرتے تھے لیکن جدائی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور جب سزا کا کھٹکا ہر ایک کو رہے گا کسی کو ہمت نہ ہوگی کہ مخالفت کرے۔

قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے
اس عاجز نے صد ہا افراد کو آپ کے بعد دیکھا جو آپ کی زبردستی برداشت کر چکے تھے کہ آپ کو
یاد کر کے بیساختہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری آنکھیں آپ نے کھول دی ہیں۔ اللہ آپ کو اجر
دے۔ افغانستان کے مخلصین نہایت محبت سے آپ کا ذکر کر کے اپنی بولی کا یہ مقولہ نہایت
خوشی کے پیرایہ میں کہا کرتے تھے "سے نہ دینی دُب نہ بہ دینی اَدُب" یعنی اگر دُب (ضرب) نہ ہو
تو ادب نہ ہوگا۔ آپ کا اور آپ کے مخلصین کا باہم یہ ارتباط تھا۔ اور یہ آپ کی تربیت تھی۔
آپ اُن سے خوش تھے اور وہ آپ سے خوش تھے۔ اور فضولیوں کی جماعت بُرا کہنے اور غیبت
کرنے میں مصروف تھی۔

امیر امان اللہ خاں کے پہلے سفیر سردار گل محمد خاں والد
سفیر گل محمد و سردار امیر احمد | سردار فیض محمد خاں وزیر خارجہ تھے۔ روشن آرا باغ کے
پاس کو ٹھی میں رہتے تھے۔ اُن دنوں آپ روشن آرا باغ تفریح کے واسطے جایا کرتے تھے۔ ایک
دن سردار گل محمد خاں اپنے سمدھی سردار امیر احمد خاں کے ساتھ آپ سے ملنے پہنچے۔ ان دنوں کی
یہ پہلی ملاقات تھی۔ امیر احمد بغداد کے نقیب پیر سر سید عبدالرحمن کے مرید تھے۔ انھوں نے
اپنے پیر کا ذکر کیا۔ آپ خاموش رہے۔ پھر انھوں نے اپنے پیر کی تعریف شروع کی۔ آپ نے مبارک
سر اٹھا کر غصہ میں امیر احمد سے فرمایا: "اے خبیث پیش من تعریف کدام شخص می کنی۔ آن شخص
کہ از سلطان المسلمین بغاوت کردہ رفیق انگلیسہا شدہ ملک اسلام را بہ دست کفار سپرہ ہوش
کن بار دگر ذکر چنین خائن اسلام پیش مانہ کنی" اس وقت امیر احمد اور گل محمد کی حالت
دیکھنے کے قابل تھی۔ دونوں نے معافی طلب کی اور آپ کا غصہ فرو ہوا۔ آپ کے ارشاد کا ترجمہ
یہ ہے کہ اے خبیث تم میرے سامنے کس کا ذکر کر رہے ہو۔ اُس شخص کا جس نے سلطان المسلمین
سے بغاوت کی اور انگریزوں کا ساتھ دے کر اسلامی ملک کو انگریزوں کے تصرف میں دے دیا۔
خبردار ایسے غداروں کا ذکر ہمارے سامنے پھر نہ کرنا۔

گل محمد اور امیر احمد پر آپ کا ایسا اثر ہوا کہ یہ دونوں پھر ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر
ہوا کرتے تھے۔ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں ان دونوں صاحبان سے اس عاجز کی ملاقات
ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر کر کے دونوں صاحبان رورہے تھے۔ اور امیر احمد خاں
نے کہا کہ اُن کی وہ نگاہِ چشمگیں جب یاد آتی ہے کانپ جاتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے

نیک بندوں کی زیارت کی ہے لیکن آپ کی بات کہیں نہیں پائی۔ سردار امیر احمد نے اپنے پیرو مشد کی تعریف کی تھی اور آپ کی چھڑکی سنی۔ چونکہ آپ کی چھڑکی من آحتب اللہ و البغض اللہ و اعطی اللہ و منع اللہ فقد استكمل الايمان کے زمرے میں سے تھی اس نے اپنا اثر دکھایا اور امیر احمد کی آنکھیں کھلیں۔ جس شخص کو سردار صاحب سردار صاحب کہہ کر لوگوں کے منہ خشک ہوتے تھے، آپ نے صرف اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے غیث کہہ کر خطاب کیا اور اس نے اپنا وہ اثر دکھایا کہ ہزار وعظ و پند اس پر قربان ہیں۔ امیر احمد کے واقعہ کو دیکھ کر شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ یاد آگیا اور وہ لکھا جاتا ہے۔

اتفاق سے حکیم ابوعلی سینا حضرت ابوالحسن خرقانی
حضرت خرقانی اور حکیم ابوعلی سینا

قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اس وقت اسم ذات تعالیٰ و تقدس کا ذکر فرما رہے تھے۔ حکیم ابوعلی سینا کو تعجب ہوا کہ اسم ذات میں یہ اثر کیسے ہو گیا کہ بیمار شفا پالے، مشکل آسان ہو جائے، آفت ٹل جائے۔ اور وہ اس بات کو حضرت سے بلوچہ بیٹھے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے کامل بصیرت عطا کی تھی سمجھ گئے کہ حکیم صاحب حکمت و فلسفہ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو اس طرح پر سمجھایا جائے کہ پوری طرح سمجھ لیں۔ لہذا آپ نے فرمایا: ”اے خرقانی“ یعنی اے گدھے تم کیا جانو۔ حکیم صاحب کی آؤ بھگت امراء و وزراء کرتے تھے۔ اور آج انھوں نے صدمہ افراد کے سامنے حضرت سے ”خر“ کا خطاب پایا اور چہ دانی کے الفاظ سنئے۔ اس کا ان پر فہم یہ اثر ہوا کہ سر سے پیر تک پسینہ آگیا۔ حضرت نے جب دیکھ لیا کہ حکیم صاحب پر ان کے نسخہ کا پورا اثر ہو گیا ہے تو حکیم صاحب سے فرمایا۔ حکیم صاحب نہ میں نے تم کو مارا ہے نہ کوئی دوا پلائی ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ صرف لفظ خرقان کر تم پسینے پسینے ہو گئے تمہاری رنگت زرد پڑ گئی۔ اب تم ذرا خیال کرو کہ ایک معمولی حیوان کے نام میں تو یہ اثر ہوا اور خالق کل کائنات کے نام میں کچھ اثر نہ ہو۔ حضرت کی بات سن کر حکیم صاحب کی آنکھیں کھلیں۔ اور حضرت کے معتقد ہوئے۔ حکیم صاحب اور امیر احمد خاں کے حسب حال یہ شعر ہے۔

محمد اللہ کہ چشم باز کردی مراً با جان جاں ہمارا کردی

ایک انگریز کا احترام

آپ دلی کی پہاڑی پر جو برجہ کے سامنے چبوترے پر تنہا قبلہ رو بیٹھے اللہ کی یاد میں مصروف تھے۔ اس زمانے میں وہ حصہ انگریزوں کی تفریح گاہ تھی۔ جو برجہ سے غرب کی طرف دائرے کا قیام تھا۔ اہل شہر اس طرف بہت کم جاتے

تھے۔ آپ برف غائبی منڈی کے پاس گئی سے اتر کر چوڑی جگہ تک آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدم ہزار جان است پر عمل کرتے ہوئے نہایت سکون کے ساتھ ذکر الہی کرتے ہوئے جاتے اور آتے تھے۔ آپ چوتھے پوز ذکر الہی میں مصروف ہو جاتے تھے اور ہم تینوں بھائی اور پٹھان اپنی تفریح میں مصروف رہتے۔ ایک دن اس عاجز نے چوتھے سے تقریباً پندرہ گز جہت جنوب ایک جھاڑی کے نیچے ایک انگریز کو رکے دیکھا۔ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہوا کہ آپ کو دیکھ سکے۔ اس نے ٹوپی اتاری اور ہاتھ باندھ کر آپ کی طرف سر جھکا یا اور پھر دس پندرہ منٹ تک آپ کو دیکھتا رہا۔ جب وہاں سے روانہ ہوا پہلے دو تین مرتبہ اپنا سر جھکایا اور چند قدم اٹھتے قدموں گیا اور پھر اپنی راہ لی یہ عاجز اور ملا صاحب خاں تعجب سے انگریز کو دیکھتے رہے۔

ایک پادری اور اس کی میم | روشن آرا باغ کی بارہ دری کے چوتھے پر جنوب کی طرف آپ مصروف ذکر تھے۔ ہم لوگ جن میں گیند کھیل رہے تھے۔ آپ سے چار پانچ گز کے فاصلے پر چوتھے کے نیچے ایک انگریز اور ایک میم اکھڑے ہوئے۔ انگریز ٹوپی اتار کر آپ کی طرف احتراماً جھکا۔ آپ کو کچھ خبر نہ تھی۔ وہ دونوں ادب سے پانچ سات منٹ کھڑے رہے۔ اس عاجز نے جب یہ کیفیت دیکھی دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ دوڑنے کی وجہ سے پیروں کی آواز ہوئی۔ آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا: "زید کیا بات ہے" عاجز نے کہا۔ جی حضرت ایک انگریز اور ایک میم تھوڑی دیر سے کھڑے ہیں۔ آپ نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ اور انھوں نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: "صاحب کیا بات ہے۔ انگریز نے کہا۔ کیا ہم آپ کے پاس آسکتے ہیں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ وہ دونوں آپ کے پاس آئے، گھٹنے ٹیک کر مجھے اور پھر ادب سے بیٹھ گئے۔ انگریز نے پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں آپ نے ان الفاظ مبارک سے ان کو جواب دیا: "ہم اللہ کے بندوں کو اللہ کا نام بتاتے ہیں" انگریز اور میم کچھ نہ سمجھے۔ انھوں نے عاجز کی طرف دیکھا۔ اس عاجز نے ان سے کہا یہی انا ہے گریٹ پادری آف مسلز۔ یہ سن کر وہ دونوں آپ کے سامنے پھر احتراماً جھکے۔ انگریز نے کہا کہ میں پروٹسٹنٹوں کا پادری ہوں اور یہ میری میم ہے۔ دو چار منٹ بیٹھ کر یہ دونوں چوتھے کے کنارے تک اٹھتے قدموں گئے اور چوتھے سے اتر کر آپ کو جھک کر سلام کیا اور روانہ ہوئے۔

دروازہ پر ایک مخلص کی صدا | مولوی بخش اللہ نے لکھا ہے۔ ایک خادم نے خانقاہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک خاص حالت میں ذیل کے اشعار پڑھے تھے۔

خدا را سوئے مشتاقان نگاہے بیاباے گرنہ باشد گاہ گاہے

۲۔ نگاہ کن بہ اُمید کے دارم کہ دارم از تو اُمید نگاہ ہے

۳۔ شاہم امر دزک سنگ در تو یافتہ ام گرچہ مورم مگر اورنگ سلیمان دارم

۱۔ خدا کے لئے مشتاقوں کی طرف نگاہ کیجئے۔ پنے درپے نہ سہی کبھی کبھی۔

۲۔ ایک نگاہ کیجئے وہ امید جو میں رکھتا ہوں یہ ہے کہ ایک نگاہ کا امید دار ہوں۔

۳۔ آج کے دن میں شاہ ہوں کہ مجھے تیرے دروازہ کا پتھر مل گیا ہے۔ اگرچہ میں چیونٹی ہوں لیکن سلیمانی تخت رکھتا ہوں۔

قصیدۂ منیر

حاجی منیر الدین منیر چھتہ لال میاں دلی میں رہتے تھے۔ حضرت برادر کلاں کی ولادت سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ نہایت پاک دل اور صاف منش شخص تھے۔ حضرت سیدی الولد قدس سرہ کی وفات سے ایک مہینہ چالیس دن پہلے پیر ابوالخیر غازی پوری آئے تھے۔ جن کا حال یہ عاجز "ذکر خیر" کے اواخر میں (معمولات سے کچھ قبل) لکھ چکا ہے۔ حاجی منیر الدین رحمہ اللہ نے یہ قصیدہ اس وقت آپ کو سنایا تھا۔ پیر ابوالخیر اور سب مہمان و حاضرین خوش ہوئے اور حضرت سیدی الولد قدس سرہ نے یہ فرما کر داد دی: "آج تو منیر بلبل بنا ہوا ہے۔"

بارغِ عرفاں میں ابوالخیر ہیں کیا خوب مشیر	طالبو آؤ بتاویں گے یہ عمدہ تدبیر
حق سے بٹتا ہے اگر ان کے ذریعہ سے یلو	خضر منزلِ جاں ہیں یہ بے مثل و نظیر
یوسف مصر ولایت ہیں یہ ماس شلائر	ہیں سلاطین جہاں آپ کی نظروں میں حقیر
جس نے دیکھا نہ ہوا گلوں کو وہ دیکھے انکو	ہیں یہ دنیا میں بزرگانِ سلف کی تصویر
غوث الاعظم کے لقب کے ہیں یہ خایاں بے	عہد میں اپنے یہ گویا کہ ہیں پسرانِ پیر
دشگیر ایسا زلمے میں نہ پاؤ گے کہیں	میری نظروں میں ہیں ہر شہر کے اربابِ ضمیر
کس طرح آپ سے دلوں اور کسی کو نسبت	نظر آتا نہیں عالم میں کوئی عشرِ عشر
تختِ شاہی ہے یہی تاجِ حکومت ہے یہی	آپ کے در کا گدا، آپ کے در کا ہوں فقیر
صوتِ مہی بے آب ہے ہر حلقہ بگوش	ایسی دیکھی نہ سنی ہم نے بیاں میں تاثیر
دیکھئے سیر یہاں آ کے جنابِ واعظ	اسے کہتے ہیں بیاں، کہتے ہیں اس کو تقریر
مضطرب حال کو ہو جاتا ہے تو راہی سکوں	خدمتِ حضرتِ اقدس میں ہے شادانِ لگیر
خوابِ غفلت میں بڑے سوتے ہیں دلی والے	سچ ہے یہ، ہوتی نہیں شمع کے نیچے تنویر
چشمِ فیض سے سیراب ہیں باہر والے	ان کی قسمت ہے بُری اُنکی ہے اچھی تقدیر
یہ اسی میں رہے بے فیض ہیں دیتے کیا ہیں	کیا طے خاک انھیں دل میں نہیں جب توفیر

کبھی حاضر بھی ہوئے طالب صادق بنکر
لب پہ شکوہ ہے نہیں دیکھتے اپنی تقصیر
وہ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم
اُن کا شیوہ ہے عطا اُن کی عنایت کثیر

یہی نسبت ہے بہت ہوں میں اسی پہ نازاں

سگ دیر سینہ وہ اپنا مجھے کہتے ہیں متیر

ماجی حافظ منیر الدین منیر کو اگر کہیں کی بادشاہت مل جاتی تو ان کے قلب کو وہ مسترت ماحل
نہ ہوتی جو آپ کے فرمانے "آج تو منیر بلبل بنا ہوا ہے" سے حاصل ہوئی۔ جب بھی اس کا ذکر کرتے تھے
عقد گوہر غلطاں کی نذر ضرور پیش کرتے۔ رَحْمَةُ اللهِ وَرَضِيَ عَنْهُ وَآلُكُمْ نَزْلُهُ۔

رحمت الہی برق صدیقی اعظمی نے تیرہ سال پہلے یہ قصیدہ
ارسال کیا۔ وَفَّقَهُ اللهُ لِمَا يَجْتَبِي وَيَرْضَاهُ۔

قصیدہ برق اعظمی

اللہ غنی رتبہ زی شان ابوالخیر
بجھ بجھ گئے اعدا کے دئے بادِ فنا سے
پرداد ضمع رخ احمد ہیں یہ بے شک
نازاں نہ ہو کیوں خوبی قسمت پہ وہ اپنی
عرفان کی دولت سے ہوئے کتنے مشرف
جام مئے تسنیم کے حقدار نہ ہوں کیوں
سکّانِ زمیں کیوں ہوں مداح سبّان کے
توحید کی خوشبو سے دو عالم ہو معطر
پھیرا ہے سوئے حق رخِ رفت از زمان
خادم سے ابوالخیر کے رضواں یہ کہے گا
پانگ ہوں سب امت احمد کے معاصی
ہے جرء کشش دردِ محبت مری ہستی
یارب اسی حالت میں مجھے موت بھی آئے

مخدوم زمانہ ہیں غلامان ابوالخیر
روشن سے مگر شمع شبستان ابوالخیر
کہتا ہے یہ سوزِ غم پنہان ابوالخیر
جس شخص کے ہاتھوں میں دامن ابوالخیر
از فیض ابوالخیر و بزرگان ابوالخیر
مست مئے توحید ہیں زندان ابوالخیر
گردوں پہ ملائک ہیں ثنا خوان ابوالخیر
لہرائے اگر زلف پریشان ابوالخیر
گردن پہ زبانی کی ہے احسان ابوالخیر
ہو خلد مبارک تجھے دربان ابوالخیر
میزان میں رکھ دیں اگر ایمان ابوالخیر
پیوست مرے دل میں پیکان ابوالخیر
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامن ابوالخیر

صد شکر کہ اے برق وسیلہ سے عمر کے

روشن ہے ہر ادل بھی بیضمان ابوالخیر

اے برق اعظمی حضرت استادی مولانا مولوی محمد عمر رحمہ اللہ سے بیعت ہیں۔ یہاں "عمر" سے وہی مراد ہیں۔

اکرامات الہیہ

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسمان
پالتا ہے ماہ سے ماہی تک ہر چیز کو
پھول کو دیتا ہے خوشبو پھل کو دیتا ہے مزا
رحمتیں اور برکتیں اپنی الہی اور سلام
ہیں سب اس کے زیرِ فرماں ایک ہے وہ حکمران
ریزہ چیں ہے اس کے عوانِ فضل کا سارا جہاں
سیپ کو دیتا ہے موتی جسم کو دیتا ہے جاں
بیچ ختم المرسلین پر باہمت پیغمبران
اللہ تعالیٰ جل شاد و عظم اِحْسَاد اپنے بندوں پر ہر وقت اِکرامات کرتا رہتا ہے۔
وہ فرماتا ہے۔ **وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا**۔ تم اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنی چاہو تو نہیں
کر سکتے۔ اس کی ان نعمتوں کی تخصیص کسی فرد سے نہیں ہے۔ صالح ہو، یا طالح، مومن ہو یا منکر، سب
پر وہ کرم کر رہا ہے۔

۱۔ ابرو باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نمانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری
۲۔ ہمد از ہر تو سرگشتہ و فسرماں بردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری
۱۔ ابرو اور ہوا اور چاند اور سورج اور آسمان کام میں لگے ہیں تاکہ تو روٹی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھلے۔
۲۔ سب تیرے لئے پریشان ہیں اور فرمانبردار ہیں۔ انصاف کی بات نہ ہوگی اگر تو فرمانبرداری نہ کرے۔
البتہ جو بندہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ اس پر وہ مزید
مہربانیاں کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ **إِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ**۔ سپاس داری میں جتنی بیشی ہوگی بڑھو
نوازی میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اس مبارک مقام کو حاصل کر لیتا ہے جس کا بیان امام بخاری
نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے کیا ہے: **وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافُلِ حَتَّى أُحِبَّهُ**
فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ مَمْنَعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَنْبِطِشُ بِهَا
وَرِجْلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَلَئِنْ أَسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔ یعنی بندہ عبادت گزار
کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ
دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اپنا نہیں
رہتا۔ وہ اپنی روح اپنے جسم اپنے اعضاء سے اللہ کا مطیع و متقارب بن جاتا ہے۔ اسی وعدہ لا شریک
لا کے فرمان پر وہ سنتا ہے۔ اسی کے نور سے وہ دیکھتا ہے۔ اسی کی قدرت سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اور

اسی کے اہر پر وہ اقدام کرتا ہے۔ یہ مبارک بندہ اگر اللہ کا محب ہے تو اس کا محبوب بھی ہے۔ اگر اُس کا مُرید ہے تو اس کا مُراد بھی ہے۔ وہ اُن واحد میں عاشق بھی ہے معشوق بھی ہے، طالب بھی ہے مطلوب بھی ہے اُس کی اپنی کوئی خواہش نہیں رہتی۔ اللہ کی خواہش اس کی خواہش ہو جاتی ہے۔ لہذا تکلیف و راحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ظاہر جن اُمور کو آلام و مُحن سمجھا جاتا ہے اس کے واسطے ان میں مُعافی مسرت ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرت محبوب محلّ سلطانہ کا عَطِیۃ ہے۔ اور محبوب کا عطیۃ یقیناً دل پسند بلکہ محبوب ہوتا ہے۔ جو خوش نصیب بندہ اللہ کا محبوب بنتا ہے اس کی کیفیت اس طرح برہوتی ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ إِنِّي أَحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّهُ فَيَحِبُّهُ جِبْرِیْلُ ثُمَّ يَنَادِي فِي السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيَحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوَضَّعُ لَهُ الْقُبُورُ فِي الْأَرْضِ۔ کہ اللہ تعالیٰ جبریل سے فرماتا ہے۔ فلاں بندہ سے مجھ کو محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمانوں میں منادی کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ کو محبت ہے اے آسمان والو تم اُس سے محبت کرو۔ اور تمام اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر زمین پر اس بندہ کی قبولیت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے بندوں کے دل خود بخود اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

وہ برگزیدہ بندہ جو اس مقام کو پالیتا ہے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ تمام عالم کا قیام اُس کی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔ امام المحققین بُرہان المتقدّمین، حجتہ المتأخّرین حضرت ابو بکر محمد علی الدین الحاتمی الطائی المعروف بہ ابن عربی قدس سرّہ ایسے فردِ اکمل کو قطب الاقطاب کہتے ہیں اور حضرت امام ربّانی مجدد و منورِ اَلْفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرّہ اُس کو قیوم فرماتے ہیں۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ انسان اللہ کی صفات کا منظر ہے۔ اور چونکہ یہ فردِ اکمل اللہ کی صفت قیومیّت کا منظر ہوا ہے لہذا اس کے لئے قیوم کا لقب اُنسب و اُولیٰ ہے۔

راہِ اجتہاد | ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچنا محض اللہ کے لطف و کرم سے ہوا کرتا ہے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائیں یسیری مل جائے

حضرت سیدی الوالد قدس سرّہ کے مبارک احوال تفصیل کے ساتھ از اوّل روز ولادت تا ولوّم

۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۴۳ھ جو کہ آپ کی صحت کا آخری اور علالت کا پہلا دن تھا۔ یہ عاجز پوری تحقیق اور صحت کے ساتھ لکھ چکا ہے۔ پہلے دن سے جو اسباب سعادت آپ کے واسطے مہیا ہوئے اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں، بلکہ حضرت وَاٰهَبُ الْعَدَا يَا جَلَّ سُلْطَانُهُ وَعَمَّ اِحْسَانُهُ نے پہلے ہی دن کے

آپ پر انوارِ سعادت کھول دیئے تھے۔ مختصر طور پر چند سعادت کا بیان یہ عاجز کرتا ہے۔
 آپ کو یہ سعادت از پدر و پدر کلاں و کلاں کلاں حضرت مخدوم عبداللہ بلکہ از بابائے پانزدہم
 حضرت امام رفیع الدین قدس اللہ اسرارہم العلیہ سے وراثت ملی ہے۔
 آپ کی ولادت ایک وئی کامل کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔
 آپ کی تحنیک وئی کامل نے کی۔
 آپ کے کانوں میں اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک
 نام وئی کامل نے پہنچایا۔

علوم شریعت اور علوم طریقت اور اسرارِ حقیقت کی بسم اللہ چار سال کی مبارک عمر میں مسجد
 نبوی جیسے مقدس و منور مقام میں وئی کامل نے کی۔
 ادیبانے کبار سے علم ظاہر پڑھا۔ جیسے حضرت شاہ عبدالغنی، حضرت سید حبیب الرحمن، حضرت
 سید احمد دہان قطب مکہ، حضرت سید احمد دہان شیخ الاسلام۔ ان میں سے ہر ایک سر در درو عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق تھا۔ ان عاشقانِ پاک طینت نے عشقِ نبوی سے آپ کے
 صدرِ مبارک کو بھر دیا اور ایسا بھرا کہ آپ کے تن کا رواں رواں بمنزلہ جامِ بادۂ عشقِ نبوی ہو
 گیا۔ اور پھر آپ کو مرشد ملا تو ایسا مشفق و مہربان و عیسوی المشرّب کہ جس نے اپنا سب کچھ آپ کے
 حوالہ کر دیا اور کہہ دیا ہے

سپر دم بہ تو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

از راہِ اجتنابِ مدارجِ عالیہ پر پہنچے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
یَوْضَعُ لَاقْبُولُ قلمی اور محبت کی بدولت محبوبیت کا مقام آپ کو ملا اور وہ وقت بھی
 آگیا کہ جدِ امجد کی خلافتِ خاصہ کا ظہور ہوا۔ بارگاہِ نبوت سے آپ کو حکم ملا کہ ہندوستان جائیں اور
 بارگاہِ خداوندی سے تَعْرِیْضُ لَہُ الْقَبُولِ فی الآخرۃ کا ظہور ہوا۔

آپ اہل و عیال اور ایک خادم کو لے کر حجازِ مقدس سے دلی کو روانہ
یہ ہے مقبولیت ہوئے، بمبئی میں اترے۔ لوگوں کے دل خود بخود آپ کی طرف مائل
 ہوئے۔ محبوبیت کے آثار پوری طرح آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ مزاج نازک، بدن نازک، بدتمیزی کی
 برداشت قطعاً نہیں۔ کسی نے بھی دائرۂ ادب کے باہر قدم رکھا اور آپ نے اس کو حسبِ احوال
 تنبیہ فرمائی۔ مع ہذا لوگوں کے دل آپ کی طرف کھینچ رہے تھے۔ آپ کے احوال کو دیکھ کر اس عاجز کو

آپ کے بابائے ہفتم یاد آجاتے ہیں۔ پروردگار جل شانہ نے ان کو انہی اوصاف سے مشصف فرمایا تھا وہ اپنے حضرت والد ماجد کی حیات مبارکہ میں دلی تشریف لائے اور ان ہی دنوں میں حضرت عبداللہ وحدت فرزند حضرت محمد سعید بھی دلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جو شیریں گفتاری اور کمال باطنی میں مشہور تھے لیکن آپ کی طرف خلائق کا رجوع ہوا۔ عالمگیر اور شاہزادہ محمد اعظم بیعت ہوئے۔ قیوم زماں حضرت خواجہ محمد معصوم نے اس کیفیت کو دیکھ کر فرمایا: سبحان اللہ عبداللہ بہ اس شیرینی کلام موصوف است و سیف الدین بہ اس تمکین و وقار معروف و قبولیت بہ اس نصیب گشتہ خوش گفت۔

بہ مقبولی کے راست میں نیست قبول خاطر اندر دست کس نیست

آپ دلی تشریف لائے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ بعض اوقات اپنی کتاب یا کوئی دوسری شے فرخت کی اور گزارہ کیا لیکن نہ عوام کے واسطے دروازہ کھولا نہ کسی کے در پر گئے کسی کا مشتہ مال بھی قبول نہ کیا۔ نہ آنے والوں کی آؤ بھگت کی بلکہ ان سب کو زبرد تو بیخ کے دائرے میں رکھا کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ خلاف امر کچھ کر سکے اور اس کے واسطے اپنے جد اکبر امام الاعظمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درہ کی یاد تازہ کر دی۔ مع ہذا خلق خدا پروانہ نمط آپ پر گرتی تھی۔ نظام حیدر آباد آئے۔ امیر حبیب اللہ خان عاجزی کرتے رہے، نواب رامپور حامد علی خاں آپ کی خوشنودی کے لئے ساعی رہے۔ امیر لمان اللہ خان اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتے رہے۔ خان بختیار آپ کی خدمت میں بار بار آتے رہے۔ جاگیر دار اپنی عاجزی کا طرح طرح سے اظہار کرتے رہے لیکن جو توکل اور استغنا آپ کو ملا تھا اس کے پیش نظر آپ نے ان سب کو پرکاش کے برابر نہ سمجھا اور نہ ان افراد کا دیہ قبول کیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ دنیا داروں کا دُور و دیک گونا ابتلا و آزمائش تھی۔ اللہ نے آپ کو اس مقام پر جو کہ بڑے بڑوں کے لئے مَرَكَةُ الْأَقْدَامِ ثابت ہوئی ہے۔ پوری طرح ثابت قدم رکھا۔ یہی وہ استقامت ہے جو فوقُ الْکَرَامَتِ کہلاتی ہے۔

یہ عاجز اولیائے پروردگار سائیں توکل شاہ، مولانا شیر محمد اصحاب کمال کا اعتراف | شر قیوری، شاہ رؤف احمد امام جامع قلعہ گوجر سنگھ لاہور، پیر عبدالحق، مولانا شائق احمد انیسوی، پیر ابوالخیر غازی پوری کا حال لکھ چکا ہے۔ اب چند دیگر حضرات کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے دل آپ کی طرف کس طرح مائل تھے اور وہ آپ کا احترام کس طرح کرتے تھے۔

حضرت استاد مولانا عبد العلی

اس عاجز نے آپ سے پڑھا ہے۔ آپ عاشق صادق بارگاہ نبوی اور دلداد کمال حضرت محمد قاسم نانوتوی تھے جمعہ کے دن مدرسہ عبد الرب میں صدا افراد کے سامنے آپ کے انگرکھے کے دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے۔ مجھ کو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔ اور آپ نے ایک مرتبہ اپنا خواب کھ کر حضرت سیدی الوالد کو ارسال کیا۔ خواب یہ ہے: ”مدرسہ میں آپ ٹہل رہے ہیں اور ٹہلتے ٹہلتے اچانک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آپ تبدیل ہو گئے“ یہ عبارت آپ ہی کی ہے۔

آپ نے ۱۹ شعبان ۱۳۳۷ھ میں اس عاجز کو سند عنایت فرمائی۔ دو دن پہلے جب کاتب سے اس عاجز کا نام کھوار ہے تھے تو یہ الفاظ لکھوائے: ”أَتَابَعْتُ فَرَّاقَ أَخَانَا فِي الدِّينِ الْمَوْلَى أَبَا الْحَسَنِ زَيْدَ ابْنِ الْعَالِمِ الرَّبَّانِيِّ الْجَمِيعِ بَيْنَ الشَّرِيعَةِ وَالْقَرِيقَةِ مَوْلَانَا عَبْدَ اللَّهِ شَاهِ ابْنِ الْخَيْرِ تَوَرَّكَ اللَّهُ مُوَقَّدَةً الْخَرَّ“ آپ نے جس وقت حضرت سیدی الوالد کا اسم گرامی لیا زار و قطار رونے لگے۔ اس عاجز نے آپ کی یہ کیفیت دو حضرات کے ساتھ ہمیشہ دیکھی۔ ایک سیدی الوالد اور دوسرے مولانا نانوتوی قدس اللہ اسرار ہم۔ حضرت سیدی الوالد کے پاس اگر کبھی کوئی عمدہ میوہ یا شیرینی آتی تھی یا حضرت برادر کلاں ہرن شکار کر کے لاتے تھے تو حضرت مولانا کو بھی ارسال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا۔ رسید کا پرچہ ارسال کرتے تھے اور اس کی پشت پر آپ کا اسم گرامی اس طرح لکھتے تھے: ”حضرت مخدوم الانام مرشد خاص و عام حضرت مولانا عبد اللہ شاہ ابی الخیر صاحب دامن ظہم“۔

معمولات میں مولانا مشتاق احمد انیسوی کا بیان گزر چکا ہے۔ مولانا خدا کے فضل و کرم سے صاحب علم اور صاحب بصیرت تھے اور آخر وقت تک آپ ذکر خیر چشم تر سے کیا کرتے تھے۔ اس عاجز کے بہنوئی نواب زادہ لائق احمد خان صاحب انصاری پانی پتی اخیانائے ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور ان کی محبت بھری گفتگو سے عاجز کو مطلع کیا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز ان مبارک افراد کا ذکر کرتا ہے جو بہ اشارہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دور دراز ممالک سے آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے سلسلہ شریفہ میں بیعت ہوئے۔

سیدیوسف زواوی

سیدیوسف زواوی مع اپنے جوان فرزند اور ایک رفیق کے مدینہ منورہ سے کوئٹہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۵ء) میں آئے۔ کوئٹہ کے اسٹیشن کے پاس قیام کیا۔ اور آپ سے بیعت ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار سید عبد اللہ زواوی حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ کے خلیفہ

تھے سید یوسف مع فرزند و خادم ۲۷ رجب (۹ جون) کی شب کو آپ کے پاس بیٹھے تھے باتوں باتوں میں سید یوسف اور اُن کے خادم نے صلاۃ التسبیح کا ذکر کیا اور کہا کہ آج مبارک شب ہے اگر جماعت سے صلاۃ التسبیح ہو جائے بہتر ہے تاکہ ان تمام مخلصین کو اس نماز کا طریقہ معلوم ہو جائے آپ کو سید یوسف کی بات پسند آئی اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ حنفیہ کے ہاں نفل کا جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ سید یوسف نے کہا اگر آپ اس مسئلہ میں امام شافعی کا مسلک اختیار فرمائیں تو جائز ہے۔ کتنے ہی مسائل میں حنفیہ نے دوسرے ائمہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ میرے رفیق شافعی المذہب میں آج رات وہ نماز پڑھا دیئے آپ اُن کی اقتدا کر لیں اور پھر آپ پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت اچھی صورت ہے چنانچہ اُن کے شافعی المذہب رفیق نے یہ مبارک نماز جماعت سے پڑھائی۔ افغانستان سے آئے ہوئے ساتھ ستر مخلصین اور کوٹہ کے مخلصین موجود تھے انھوں نے اور ہم نے سب نے یہ نماز جماعت سے پڑھی اور اس کے بعد امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے آپ اس مبارک نماز کو احیاناً بجماعت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۳۳۲ھ میں نجدیوں نے طائف پر حملہ کیا اور خلق خدا کو بلا وجہ شہید کیا۔ اس واقعہ الیمہ میں سید یوسف زواوی بھی شہید ہوئے رَحْمَةُ اللهِ وَرَضِيَ عَنْهُ۔ سید یوسف زواوی کے ابن الیمہ سید علی زواوی یکشنبہ ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۲۲ء میں دہلی آئے اور آپ سے بیعت ہوئے۔

سید عبداللہ دحلان آپ کے استاد کرم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سید احمد دحلان مکی کے پوتے جناب سید عبداللہ دحلان غالباً ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۹ء مکہ مکرمہ

سے آپ کی خدمت میں دہلی پہنچے۔ اور انھوں نے آپ سے کہا: میں مدینہ منورہ روضۃ مقدّسہ و مظهرہ و منوّرہ کی زیارت کو گیا۔ وہاں خواب میں سرورِ دُعا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ہمارا خادم ابوالخیر عبداللہ دہلی میں ہے تم اس سے جا کر بیعت ہو: چنانچہ میں وہاں سے صرف آپ سے بیعت ہونے کو آیا ہوں: آپ نے ان کو بیعت کیا۔ چوں کہ وہ آپ کے نہایت مشفق استاد کی اولاد میں سے اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ تھے اس لئے حدیث شریفہ نَزَلُوا ثَمَّ مَنَازِلَهُمْ پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اُن کی مکلف دعوت کی، شہر کے عائدین کو بلایا جن میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم اجل خان، حاجی محمد اسماعیل، حاجی محمد رفیع پٹنہ والے اور آپ کے خصوصی مخلصین بھی تھے سب سے سید عبداللہ دحلان کا تعارف کرایا۔ پھر حافظ عبداللہ حکیم نے چوڑی والان میں، ڈاکٹر انصاری نے موری دروازے اور کشمیری دروازے کے درمیان فصیل کے اندر اور حاجی محمد اسماعیل و حاجی محمد رفیع نے بیری باغ میں اُن کی دعوت کی، آپ بھی سب جگہ تشریف لے گئے۔ حکیم اجل خان صاحب تعلق آباد سب

کو لے گئے اور وہاں تعلق کا مقبرہ اور قلعہ دکھایا پھر مکلف کھانا کھلایا۔

آپ نے سید عبداللہ کی خوب خاطر و مدارات کی اور مخلصین میں سے ارباب استطاعت نے آپ کی خدمت میں کچھ نقد روپیہ پیش کیا (چار پانچ سو کے درمیان) یہ رقم بھی آپ نے اُن کو دی رحمہ اللہ۔

آپ انطاکیہ شام کے رہنے والے تھے۔ ان کو اشارۃً غیبی ہوا۔

قاری عبدالغنی شامی

ع۔ بہ دہلی دواگر در جستجوئے آپد حیوانی۔ اور آپ حضرت مخدوم الامام

قبل خاص و عام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے بیعت ہوئے۔ سلوک مجددیہ طے کیا۔ حقیقت صلاۃ

سے اچھا نصیبہ حاصل کیا۔ حضرت برادر کلان اور قاری نیاز احمد مرحوم کے مخارج حروف کی اصلاح انہی کی

مساعی کا ثمرہ تھی۔ مسلسل چار سال دہلی اور کوسٹہ میں آپ کے ساتھ رہے۔ اسی دوران میں افغانستان کے مخلصین

سے اُن کا خوب تعارف ہوا۔ اور اُن کے اصرار پر آپ افغانستان تشریف لے گئے جس وقت آپ رخصت

ہو رہے تھے حضرت سیدی الوالد نے اُن کو ازجات و خلافت مرحمت فرمائی۔ سن تیرہ سو تینتالیس یا چوالیس

میں حج کو جاتے ہوئے دہلی آئے۔ اس عاجز کی ملاقات اُن سے اس وقت ہوئی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

فتح اللہ اندڑی افغانستان کے فرد اکمل تھے۔ ۲۳ شعبان ۱۲۲۳ھ

مردولی و حق آگاہ فتح اللہ کو انھوں نے کسی سے ایک عریضہ فارسی میں لکھوا کر آپ کی خدمت

میں پیش کیا۔ اس میں لکھا ہے: ”سہ شبان روز غیر علیہ الصلاۃ والسلام راز خواب دیدہ ام“۔ سردار دوعالم

علی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تین دن اُن سے فرمایا کہ حضرت کی خدمت میں دہلی جاؤ۔ اور انھوں نے خواب

میں حضرت سیدی الوالد کو بھی دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں: ”آمدہ خدمت مرا بکنید“ اور پھر اپنے عریضہ میں لکھوا

رہے ہیں: ”نہ می دانم تعبیر خواب چیست“۔ اور لکھوا یا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی خدمت

میں رہوں اور آپ فرمائیں تو بیت اللہ چلا جاؤں۔ بہ دنیا داری بیچ خاطر ممتوجہ نہ می گردو، غیر از درس

کلام اللہ و خدمت میر صاحب دامت برکاتہ دیگر مطلب بہ دنیا نہ دارم۔

اس عاشق بارگاہ نبوی و سرشار بادۂ خیری نے جو لکھا تھا اس کو روز روشن کی طرح عیاں کر کے

دکھا دیا۔ کامل گیارہ سال دہلی اور کوسٹہ میں آپ کے خادم خصوصی رہے اصحاب غفلت کے لئے فتح اللہ

رحمہ اللہ میں قطعاً کوئی کشش نہ تھی۔ اُن کے کپڑے میلے صد ہا پیوند لگے۔ اور پیوند بھی اُن کے اپنے ہاتھ

کے جس کا ایک ایک نانکا دانہ برنج کی درازی سے کم نہ ہوتا تھا۔ سر پر تار تار دستار پاؤں میں کسی کی پٹی

پڑانی جوتی۔ ایک بوسیدہ صدی۔ خانقاہ شریف کی مسجد مبارک کے گنبد اُن کے صندوق تھے۔ دن

رات میں چار پانچ مرتبہ جاتے تھے اور چھایا کی ڈلی لے آتے تھے۔ پھر سے اس کے دو تین ٹکڑے کئے اور

اُن کو جانے لگے۔ ہر وقت مدہوشی اور خود فراموشی کا اثر اُن پر رہتا تھا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اگر کسی کو زبرد تو بیخ فرماتے تھے تو وہ خوش ہو کر کہتے تھے: ”نَنْ يَبَاغُوْا جُزْ كُزِيْ دَا“ (آج پھر تماشنا بنا رکھا ہے)۔ جہاں حضرت سیدی الوالد باہر تشریف لائے۔ اور وہ دو چار گز کے فاصلہ پر آکر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ بھی مشغول کار ہوئے اور وہ بھی۔ اس عاجز نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے فتح اللہ کو جھڑکا ہو۔ اپنے سرورِ مرشد کا استغناء ان میں بہ درجہ اتم موجود تھا۔ کوئی بھی آئے۔ گدا ہو، پیر ہو، خان ہو، سردار ہو، مولوی ہو، ملا ہو۔ اُن کو کسی کی پروا نہیں، نہ وہ کبھی کسی کے لئے کھڑے ہوئے۔ غالباً ۱۳۳۵ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد کی بیعت میں کونٹہ سے دلی آ رہے تھے۔ سانس پر آپ کی بوگی ایک طرف کھڑی کر دی گئی۔ یہ ملازموں کے چھوٹے کمرہ سے نکل کر لیٹ فارم پر بیٹھ کر روٹی کھانے لگے۔ محویت تو ہمہ وقت رہتی تھی اُن کو کچھ خبر نہ ہوئی اور ایک کتا اُس کپڑے کو جو اُن کے سامنے دسترخوان کا کام دے رہا تھا۔ منہ میں دبا کے لے چلا۔ یہ اس کے پیچھے چلے۔ کپڑے کر لوٹ رہے تھے کہ انجن نے سیٹی دی۔ یہ جلدی سے لیٹ فارم پر چڑھ رہے تھے کہ انجن پہنچ گیا اور اُن کا بچلا حصہ کھل گیا۔ دلی تک سانس چل رہی تھی۔ یہاں کر اُن کی وفات ہوئی۔ مہندیوں میں حضراتِ محدثین رحمہم اللہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ ”معمولات“ میں مہندیوں کو جانے کے بیان میں اُن کی قبر کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ۔

اکبر توخی فتح اللہ کے ذکر نے اُن کے ہم مشرب اکبر توخی کی یاد دلادی۔ انھوں نے چند سال مسلسل کوئٹہ میں آپ کی خدمت کی۔ جب آپ دلی تشریف لاتے تھے یہ مکانات کی حفاظت کرتے تھے۔ حرم سرا کے دروازے کی خدمت اُن کے سپرد تھی۔ ہر وقت محویت میں رہتے تھے۔ اچانک اگر کسی نے اُن کے پاس آواز بلند کی تو ذکرِ قلبی، ذکرِ سانی ہو جاتا تھا اور وہ اللہ اللہ کہتے ہوئے اُٹھتے اور دوڑ لگاتے۔ جو چیز ملتی تھی اس کو آسمان کی طرف اُچھالتے تھے۔ چنانچہ دسیوں افراد کی پگڑیوں کو اُچھال دیا کرتے تھے۔ اُن پر بھی حضرت سیدی الوالد کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ اس عاجز سے چند معتبر افراد نے کہا کہ ایک مذت تک اُن کی قبر پر رات کو نور کا شعلہ لوگوں نے دیکھا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

اختر مشکلی اختر مشکلی کا کوئی کام نہیں ہو رہا تھا۔ انھوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام ہو گیا تو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خادموں کو ایک دُنبہ ذبح کر کے کھلاؤں گا۔ اُن کا وہ کام ہو گیا اور وہ افغانستان سے ایک دُنبہ لے کر سرہند شریف کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر حضرت امام ربانی کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے اختر سے کہا: ”اختر اس دُنبہ کو دلی لے جاؤ۔ وہاں خانقاہ شریف میں میرے بچے کے مُرد ہیں اور حقیقی معنوں میں وہ میرے خادم ہیں۔ اُن کو کھلاؤ۔“ اختر دوسرے دن دلی کو روانہ ہوئے

اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا خواب بیان کیا۔ اس خواب کو سن کر آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا۔

گر میل کند سونے ہلائی مجھے نیست شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

یہ واقعہ اس عاجز کی یاد سے پہلے کا ہے۔ غلام احرار صاحبزادہ اور دوسرے افراد موجود تھے انہوں نے اس عاجز سے بیان کیا ہے۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔

شاہ محمد شعیب | فرزند حکیم راحت علی۔ قلندر پور۔ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے جن کی وفات ابھی تین سال پہلے ۱۳۸۹ھ میں ہوئی ہے انہوں نے یہ بیان لکھوایا۔

میرا آغاز شباب تھا۔ ڈارمی منڈوانا تھا۔ علم حاصل کرنے کے واسطے دلی گیا۔ اور تمنا تھی کہ حضرت شاہ صاحب کی زیارت کروں۔ سلطانجی میں کوئی صاحب شاہ عبدالصمد تھے۔ اُن سے میں نے کہا کہ آپ مجھ کو شاہ صاحب کے پاس لے جائیں۔ انہوں نے کہا: ہم لوگ اُن سے ملنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ دہشیر برہنہ بزرگ ہیں: ان کا جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا: مجھ کو ضرور حاضری دینی ہے جو بھی پیش آئے۔ اگر نکال دیا گیا سمجھوں گا کہ آپ کے در کا نکالا ہوا ہوں۔ میں پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ اور اتفاق سے اس وقت چند طالب علم بھی آگئے۔ دربان نے اطلاع کی۔ آپ نے طالبان علم کے متعلق فرمایا: ”فقیر کو اتنی فرصت کہاں کو کسی کے کامیاب ہونے کے واسطے دعا کرے۔ اور بھی پیروں اُن کے پاس جاؤ“ اور آپ نے مجھ کو اجازت دی۔ میں بہ ادب حاضر ہوا اور سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ استغراقی کیفیت میں ہیں۔ آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ ایسا نور میں نے کہیں نہیں دیکھا، مجھ کو محسوس ہو رہا تھا کہ آفتاب کا مکس پڑ رہا ہے۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور میں بیٹھ گیا، دربان نے مجھے اشارہ کیا کہ اٹھ جاؤں۔ لیکن میں بیٹھا رہا۔ تقریباً ایک منٹ کے بعد آپ نے فرمایا۔

ظہر تجاں بہ جانا نابدہ ورنہ بتاندا اجل میاں صاحب زارے رخصت: چنانچہ میں رخصت ہوا اور آپ کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ میں سلسلہ قلندر سے وابستہ ہوا۔

آپ کے ساتویں دادا کا نام شاہ فتح قلندر تھا، آپ کی وفات ہوئی اور اُن کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

مولوی جعفر شاہ | سائیں توکل شاہ کے خصوصی مخلصین میں سے تھے۔ انہوں نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں چراغ دلی میں تھا۔ میں نے دیکھا ایک مبارک محفل ہے سردارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر رونق افروز ہیں اور چاروں طرف کرسیاں رکھی ہیں اُن پر علماء و صلحا بیٹھے

ہیں۔ ایک کرسی پر حضرت شاہ ابوالخیر بیٹھے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

دلی میں آپ کے پاس آئے اور آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔
پیر سید جماعت علی شاہ آپ نے پیر سید جماعت علی شاہ صاحب سے فرمایا: دیکھو جماعت علی

شاہ اللہ کو اللہ کے رتبہ میں رکھو اور نبی کو ان کے مرتبہ پر رکھو نہ کرو کہ نبی کو بڑھا کر خدائی کے مرتبہ میں پہنچاؤ اور کہیں ساری محنت برباد نہ ہو۔ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب پھر کوئٹہ میں آپ کے پاس آئے اور اپنے فرزند کلاں سید محمد حسین کو تبرکاً آپ سے بیعت کرایا۔ آپ کی وفات کے بعد چہلم پر آئے اور فاتحہ میں شریک ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولوی بخش اللہ نے اپنی تالیف ”سوانح حیات حصہ اول“ مطبوعہ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۵ء) کے ص ۴۱ میں لکھا ہے۔

”حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کی حاضری۔ چوں کہ حضرت کے فیض کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا اس لئے اکثر علماء و صلحا و مشاہیر روزگار تشریف لا کر ممنون فرمانے لگے چنانچہ انہی ایام میں جناب حضرت سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری دامت فیوضہم بھی ملاقات کو تشریف لائے اور کچھ نذرانہ بھی پیش کیا۔ اس کے بعد آپ کوئٹہ میں بھی ملاقات کو تشریف لاتے اور آپ نے اپنے صاحبزادہ صاحب کو بھی بغرض حصول فیض رومانی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ فرماتے تھے کہ جناب پیر سید جماعت علی شاہ صاحب ہمارا بہت ادب و لحاظ کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی اولاد سمجھتے ہیں، آپ کا کوئٹہ میں ایک حجام خادم ہے، جس سے ہم بہت اصرار کرتے ہیں مگر وہ اصلاح بنانے کی اجرت نہیں لیتا اور کہتا ہے کہ میرے پیر نے مجھ کو منح کر دیا ہے۔ آپ نے تبرکاً حضرت مرحوم سے سلسلہ عالیہ کی اجازت بھی حاصل کی، آپ حضرت کے چہلم میں بھی تشریف لائے تھے اور جناب حضور قبلہ حضرت آغا بلال جان صاحب سلمہ کے فرق مبارک دستار باندھی اور نذرانہ بھی پیش کیا۔“

آپ کے پاس صرف تین دن کے واسطے چند سال تک برابر ایک مرد کامل
ایک کامل کی آمد آیا کرتے تھے۔ ان کا لباس مسنون ہوتا تھا۔ سر پر دستار۔ بدن پر ایک چادر

اور ایک تہبند۔ پیروں میں چمڑے کے چپل۔ بغل میں مسند شریف کی ایک جلد۔ سر پر بال۔ رُبْتُ اشْعَثُ اَعْبُوْرُ کی اعلیٰ مثال۔ کبھی جانناز یا درری یا کسی کپڑے پر نماز نہیں پڑھی۔ اس عاجز کو وہ دن۔ وہ وقت اور پہاڑی کی وہ جگہ یاد ہے جہاں حضرت سیدی الوالد اور ہم تین بھائی اور ایک پٹھان اور یہ مرد کامل۔ الَّذِیْ لَا یُثَارُ اِلَیْہِ بِاَنْبَتَانِ تھے نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے درری کا کونڈ پلٹ کر حضرت سیدی الوالد سے

کہا: شہا میں چہ بدعت اختیار کر رہے ہیں؟ یعنی آپ نے یہ کیا بدعت اختیار کی ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے ان کی یہ بات سنی اور تبسم فرما کر نماز کی نیت باندھ لی۔

دونوں حضرات کا ایک مسلک ایک مشرب تھا۔ دونوں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شائق تھے، دونوں کا صلح نظر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی حاصل کرنی تھی۔ لہذا اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ ایک کی بات دوسرے کو ناگوار گزرے۔ ایک دن کسی حدیث شریف کے متعلق دونوں میں اختلاف ہوا۔ یہ واقعہ تفریح سے واپسی کے وقت پیش آیا۔ خانقاہ شریف آکر آپ نے وہ حدیث شریف ان کو دکھائی اور وہ خوش ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ جو الفاظ آپ نے بیان کئے تھے وہی الفاظ کتاب میں تھے۔

ایک دن انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ آپ میلاد شریف کی مبارک محفل قائم کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زاد میں اس کا قیام نہیں ہوا اور نہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی ایسی محفل قائم کی۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا۔ یہ درست ہے۔ اس وقت ان حضرات کے سامنے فریضہ جہاد تھا۔ مستحبات و مندوبات پر عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ فرائض پورے ہو گئے ہوں اگر فریضہ باقی رہے تو مستحبات کی طرف التفات کب جائز ہے۔ بخلاف اس وقت کے کہ مسلمان لہو و لب اور فسق و فجور میں وقت صرف کرتے ہیں۔ ہم یہ مبارک محفل اس لئے منعقد کرتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو۔ آپ کی محبت اصل ایمان ہے۔ اس اصل ہی کو حاصل کرنے کے لئے اس مبارک محفل کا قیام کیا جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِذِ الْفَرِيقِ، وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِتْرَاهِيْمَ وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ لِسَمَاعِيلَ، وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُوسَى، وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُؤَيَّدَ،** اور حضرت یحییٰ کے متعلق فرماتا ہے۔ **وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔** اور حضرت عیسیٰ کا قول نقل کرتا ہے۔ **وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔** اس سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت اور یوم ولات اور یوم بعثت قابلِ تکرار ہیں۔ لہذا میلاد مبارک سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت واذکی الثنات کا ذکر شریف منشاءِ خداوندی کے عین مطابق ہے۔

آپ کی بات کو سن کر وہ مردِ کامل کچھ نہ بولے، بلکہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی ولایت اور صفائے باطن کے دل سے معتقد رہے اور آپ ان کی پاک باطنی اور صلاح و تقویٰ کے قائل رہے۔ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد وہ کوچہ چیلان کی مسجد شریف میں چلے گئے۔ اور اندر کے دالان

میں شمال سے جنوب کو اور جنوب سے شمال کو جذب و دُور کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر تھیں رہے تھے۔ اتفاق سے مفتی کفایت اللہ صاحب مسجد شریف میں آ گئے۔ اُن کی وارفتگی اور جذبہ وستی دیکھ کر متحیر ہوئے اور کافی دیر تک دیکھتے رہے۔ بعد میں انھوں نے اپنے سمدھی مولوی بدرالاسلام سے اُن کے متعلق دریافت کیا۔ مولوی بدرالاسلام نے کہا کہ وہ تو صرف تین دن کے واسطے ہر سال آتے ہیں۔ البتہ خانقاہ شریف میں آپ کو ایسے عاشقان صادق کتنے ہی ملیں گے۔ رحمہم اللہ۔

سربراہ آرا کا شرف تحقیق تادیر کوئے خیر کشتگان زندہ بینی انجمن در انجمن

پیر جی مظفر علی خاں حصاری | آپ حاجی محمود جالندھری کے آجل خلفا میں سے ایک فردِ کامل تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد سے حضرت سیدی لوالہ

کی بہت تعریف سنی تھی اور شوق دامنگیر تھا کہ آپ کی زیارت کریں۔ چونکہ آپ کے متعلق مشہور تھا کہ کسی سے نہیں ملتے۔ اس واسطے انھوں نے مردِ پاک باطن مخلص صادق حاجی فیض اللہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حاجی صاحب نے آپ سے ذکر کیا اور آپ نے بخوشی منظور فرمایا۔ چنانچہ وہ آپ سے ملنے آئے۔ آپ سے ملنے پر شنیدہ کے بودمانند دیدہ کی حقیقت ان پر ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد وہ حضرت سیدی لوالہ سے طالب اجازت سلسلہ شریف ہوئے اور آپ نے اُن کو اجازت عنایت فرمائی۔

منشی احمد حسین چھتہ لال میاں دہلی میں رہتے تھے۔ ابھی ایک سال ہوا تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت سیدی لوالہ کے قدیم مخلص تھے۔ پیر جی صاحب دلی آئے اور لواب ابراہیم خاں کے گھر میں قیام کیا۔ منشی احمد حسین اُن سے ملنے گئے اور جب پیر جی کو معلوم ہوا کہ منشی احمد حسین حضرت سیدی لوالہ سے بیعت ہیں تو مزید محبت کا اظہار کیا اور منشی احمد حسین سے کہا "میاں دیکھو، حضرت صاحب کے دروازے کی گدائی شاہی سے بہتر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہا۔"

شاہ سلیمان کنگن پوری | آپ سائیں توکل شاہ کے خلیفہ ہیں۔ حکیم مکرم الدین معالج چشم کے

وہ اُن کے پیر و مرشد تھے۔ حکیم جی کو حضرت سیدی لوالہ سے بھی انتہائی خلوص و عقیدت تھی۔ لہذا آپ کو بھی بلایا۔ آپ نے فرمایا عام لوگوں سے ہم کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر کوئی جگہ الگ ہو تو ہم شریک ہوں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ایک چھوٹے کمرے میں آپ بیٹھے۔ حکیم جی نے آپ سے آکر کہا کہ شاہ سلیمان آپ کی ملاقات کے متمنی ہیں۔ آپ نے اجازت دی اور شاہ سلیمان آکر آپ سے ملے۔ تھوڑی دیر دونوں صاحبان مراقبہ میں رہے۔

نہ دامن چگفتی چہ آنگھتی کہ از دید ہایم تو خوں ریختی

(مجھے معلوم نہیں آپ نے کیا کہا کیا بھڑکایا کہ میری آنکھوں سے آپ نے خون بہا دیا)

پھر شاہ سلیمان نے نہایت خلوص سے عرض کی۔ حضور آپ مجھ کو طریقہ سہروردیہ میں بیعت کر لیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو سلسلہ سہروردیہ میں داخل کر کے فرمایا۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ شاہ سلیمان نے کچھ نذر قابا پانچ روپے پیش کئے اور دُعا میں لیتے ہوئے مرقعہ ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ سید عبدالحلیم کے صاحبزادے تھے اور وہ جناب محمد رضا بنارسی کے خلیفہ تھے جو کہ حضرت سیدی الوالد کے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے۔

سید ابوالخیرات

سید ابوالخیرات ابھی اپنے والد ماجد سے بیعت نہیں ہوئے تھے کہ ان کی آمد دہلی میں ہوئی اور وہ خانقاہ شریف فاتحہ پڑھنے آئے، اتفاق سے اُس وقت حضرت سیدی الوالد مسجد شریف سے نماز پڑھ کر نکلے اور آپ کی نظر سید ابوالخیرات پر پڑی۔ آپ نے پٹھان سے فرمایا۔ اس جوان سے بوائے اُنس آرہی ہے، اس کو بلاؤ۔ چنانچہ سید ابوالخیرات آپ کے پاس پہنچے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ کہاں سے آئے ہو، کون ہو۔ سید ابوالخیرات نے اپنے والد بزرگوار کا ذکر کیا اور پھر عرض کی کہ آپ مجھ کو بیعت کر لیں۔ آپ نے ارشاد کیا۔ تمہارا حقہ تمہارے والد کے پاس ہے جاؤ اُن سے بیعت ہو اور پھر کچھ دن کے واسطے یہاں آ جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گئے اور اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے، کسب سلوک کیا، خلافت حاصل کی۔ ۲۷ صفر ۱۳۳۳ھ میں اُن کے والد ماجد کی وفات ہوئی۔ اُن کی وفات کے چھ ماہ بعد وہ حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اُن کو سترہ دن رکھا اور پھر اجازت طریقت دے کر رخصت کیا۔

سید ابوالخیرات اس واقعہ کا ذکر اپنے مخلصین سے کیا کرتے تھے۔ اُن کے خلیفہ سید غلام محمد ساکن موضع کمال پور، ڈاکخانہ نرائن پور، ضلع مرزا پور، یوپی نے عاجز سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ سید ابوالخیرات کی وفات ۱۹ اردی الحجہ ۱۳۵۳ھ میں مقام سیوان ضلع سارن میں ہوئی۔ اور آٹھ دس ماہ پہلے سید غلام محمد کے کچھ مرید عاجز سے آکر ملے اور معلوم ہوا کہ سید غلام محمد بھی رحلت فرما چکے ہیں۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَعَلَى شَيْخِهِ۔

انگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے سرہند شریف میں بیٹے تھے۔ آپ کے صفائے باطن اور کمال کے دل سے معترف تھے۔ شیخ عبدالباری

سید ظہور الحسن

اور اُن کے برادرِ کلاں ہزاری لال سے آپ کی تعریف بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے فرزند سید نور الحسن

بھی آپ کے دلدادہ اور مداح تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

محمد حسن خان رامپوری | آپ جناب فاروقی حسن خاں رامپوری کے فرزند تھے۔ طریقہ چشتیہ میں شیخ طریقت تھے۔ اُن کے فرزند پاک طینت جناب صاحب حسن خاں صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا کہ جس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب کا قیام رامپور میں تھا، ایک شخص نے میرے والد بزرگوار سے کہا کہ حضرت شاہ صاحب کوئی صاحب کمال نہیں ہیں نواب صاحب کے مہمان بن گئے ہیں۔ میرے والد بزرگوار نے اس شخص کے منہ پر زور کا چاٹا مارا اور فرمایا کہ اللہ کے ولی کی توہین کرتا ہے۔ رحمۃ اللہ و جزاء خیراً۔

مولانا رکن الدین الوری | آپ مولانا مفتی مسعود احمد صاحب امام مسجد فتحپوری کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ حجاز مقدس کو جالے سے پہلے حضرت مفتی صاحب سے بلا کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ مفتی صاحب بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد مولانا رکن الدین صاحب الوری کئی سال تک آپ کی خدمت میں آئے اور ترقیات حاصل کیں۔

اُن کے فرزند مفتی محمود صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آرہے تھے۔ راستہ میں سید احمد صاحب امام جامع مسجد مل گئے (اس وقت وہ کچھ برگشتہ تھے) انہوں نے کچھ اعتراضات کئے۔ والد صاحب حضرت کے پاس آئے، اطلاع ہوئی، آپ نے بلایا۔ اس وقت آپ ایک کتاب ہاتھ میں لئے کچھ لکھوار ہے تھے۔ لکھوانے کے دوران میں بلند آواز سے فرمایا: ”یہ امام جامع مسجد کا اعتراض کرتا ہے اور بلا وجہ غیبت کرتا ہے“ یہ فرما کر بہ دستور سابق کتاب لکھوانے میں مصروف ہو گئے۔ مفتی محمود سے یہ واقعہ اُن کے والد بزرگوار نے بیان کیا۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

مفتی منظر اللہ امام فتحپوری | آپ مفتی مسعود احمد صاحب کے پوتے اور مسجد فتحپوری کے امام تھے۔ اپنے حضرت جد امجد کے پیرزادے سے بیعت تھے اور مولانا رکن الدین الوری کے خلیفہ تھے۔ آپ کئی سال حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک مجتہد پر طے کیا۔ اس عاجز سے فرماتے تھے کہ آپ کی محبت کا غلبہ یہاں تک ہوا کہ بجائے پیر و مرشد کے آپ کا خیال شریف و ظیفہ میں ساتھ رہتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت سیدی الوالد نے بستم فرما کر مفتی صاحب سے کہا۔ مولوی منظر تم مانویانہ مانو

ہم تمہارے پیر ہیں آپ کی یہ بات مفتی صاحب بیان کر کے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

مفتی صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ میں حاضر ہوا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص بھی حاضر ہوا آپ نے اس دوسرے شخص کی تقصیرات کا بیان کر کے فرمایا۔ گھر میں یہ کرتا ہے اور اب مجھ سے ملنے آیا ہے۔ یہ سکر میرے دل میں خیال آیا کہ آپ نے اس کے عیوب کیوں ظاہر فرمادیئے اور پھر خیال آیا کہ اب ٹوٹ جانا چاہیئے۔ اس دوسرے خیال کے آنے پر آپ نے مجھ کو بلایا اور جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا۔ مولوی منظر سب ایک طرح کے نہیں ہوتے کسی سے نرمی کسی سے سختی کرنی پڑتی ہے۔ میں کیا کروں یہ نا اہل اسی قابل تھا۔ **رَحْمَةُ اللهِ وَرَضِيَ عَنْهُ۔**

سید محمد شاہ قصوری مولانا عبد الرسول قصوری کے قواسم اور جانشین تھے اور وہ اپنے والد

معی الدین کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے۔ سید محمد شاہ نے باقاعدہ سلوک مجتہد یہ آپ سے ملے کیا اور سالہا سال آپ کی خدمت میں آتے رہے۔ آپ کے صفائے قلب اور استشارات بر خوار طر کے معرفت تھے اور بعض واقعات کا بیان کیا کرتے تھے۔ **رَحْمَةُ اللهِ وَرَضِيَ عَنْهُ۔**

پیر جی سید ممتاز علی شاہ آپ محلہ گڑھی، فیروز آباد کے رہنے والے ہیں اور سائیں توکل شاہ کے خلیفہ مولوی سرفراز علی سے بیعت اور ان کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے

عاجز سے بیان کیا کہ راہ سلوک میں ایک مقام پر میں اٹک گیا۔ میں نے سال ۱۳۷۲ء میں یہ بھول عاجز سے ہوئی ہے) ایک عریضہ آپ کی خدمت میں کوئٹہ بلوچستان ارسال کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ اس کا حصول صحبت پر متوقف ہے۔ لہذا میں کوئٹہ گیا۔ چند روز آپ کے حلقہ میں بیٹھا اور اس مقام سے بحمد اللہ عبور حاصل ہوا۔ ان دنوں مولانا سید عبد الجلیل آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔

پیر جی سید ممتاز علی شاہ، مولانا سید عبد الجلیل اور حاجی فیض اللہ سرمہ والے کے کمال و بزرگی کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ **رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِم اجمعین۔**

مولوی حافظ امداد اللہ خان رامپوری آپ حافظ عنایت اللہ خاں صاحب کے بڑے بیٹے اور عالم و صاحب نسبت تھے۔ آپ کے

والد ماجد حضرت مولانا ارشاد حسین کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے۔

مولوی امداد اللہ خاں صاحب، باقر رضا خاں رامپوری کے ساتھ سرہند شریف گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے ملنے دلی آئے۔ خانقاہ شریف پہنچ کر دروازہ میں بیٹھ گئے۔ ابھی ان کی اطلاع دربان نے نہیں کی تھی کہ آپ نے دربان سے دریافت کرایا کہ رامپور

سے کون آیا ہے اور پھر آپ نے مولوی امداد اللہ خاں کو بلوایا اور ان سے ملاقات کی اور ان کے عرض کرنے پر باقر رضا خاں سے ملاقات کی۔ باقر رضا خاں کا قیام اب کراچی میں ہے۔ عاجز سے انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

خلیفہ طریقہ میاں عبدالحکیم | بلوچستان میں رہتے تھے۔ نہایت بن رسیدہ تھے۔ دائرۂ ارشاد وسیع تھا اس عاجز کے تولد سے پہلے انہوں نے اپنا ایک مرید ملا عبدالحکیم

آخر مزادہ کے پاس بھیجا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ ان سے اجازت حاصل کروں۔ ملا عبدالحکیم نے آپ سے کہا اور آپ نے اجازت دی۔ یہ خبر ان پیر مرد کو پہنچی وہ مع اپنے مریدوں کے روانہ ہونے کو تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

صاحبزادہ ملا پیر محمد | اپنے والد صاحبزادہ امیر محمد کے وہ اپنے والد صاحبزادہ مرزا محمد مشکین کٹوازی کے خلیفہ تھے اور وہ دوست محمد صاحبزادہ کے جو کہ شرن میں

رہتے تھے۔ اور وہ صوفی زبردست لوگبری کے اور وہ حضرت شاہ آفاق مجددی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ ملا پیر محمد مع دس پندرہ مریدوں کے سن ۱۳۲۷ھ یا اس سے ایک دو سال پہلے یا بعد حج کو گئے وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ اس زمانے کے صاحب ارشاد آپ ہی ہیں۔ آپ امام طریقہ ہیں۔ آپ میرے احوال باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر میں قابل ارشاد نہیں ہوں تو آپ مجھ سے فرمادیں میں مشیخت ترک کر کے آپ کے در کی غلامی اختیار کروں گا۔ حضرت سیدی الوالدان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا۔ بحمد اللہ تم میں ارشاد کی صلاحیت ہے۔ انہوں نے کہا۔ آپ مجھ کو اجازت عنایت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت و خلافت عنایت کی۔ رحمہ اللہ وحقیرۃ مع عبادہ المکرمین۔

مقبولیت تامرہ | معمولات میں مخلص صادق صاحب نسبت و بصیرت محمد شاہ افغانی کے اشعار نقل کئے جا چکے ہیں۔ انہوں نے خوب کہا ہے اور درست کہا ہے۔

نے کے تنہا جن و آدم باجماد ہرچہ در آفرست در حکم تو باد
صرف انسانوں ہی کے دل آپ کی طرف مائل نہ تھے بلکہ طیور و حیوانات تک آپ سے محبت کرتے تھے۔ ذکر خیر میں ”بے نظیر سے واپسی اور ایک حال“ کے تحت یہ عاجز لکھ چکا ہے کہ آپ نے اشجار و احجار و زمین کو خطاب کیا۔ اور چند سال کے بعد آپ نے کوشش فرمایا۔ خدا کے فضل سے اب بھی وہ کیفیت ظاہر ہے۔ اور معمولات میں حضرات عندلیب و ورد کے حرارت پر حاضری کے

کے واقعہ میں پتھر شتر کا بیان گزر چکا ہے۔ اب دو واقعات ہرن کے اور پھر طیسور کے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

کالا ہرن | حافظ محمد یوسف دہلوی ایک ہرن کا بچہ حضرت برادر کلاں کے واسطے لائے وہ مانوس ہو گیا اور اس کے سینک تقریباً بارہ گرہ کے ہو گئے۔ یہ نہایت خوبصورت کالا ہرن تھا۔

چونکہ اس کے سینک نوکیلے تھے۔ مخلصین میں سے کسی نے بہت خوبصورت پتیل کے لٹو اُن پر لگوادیئے۔ اُن دنوں آپ روشن آرا باغ تشریف لے جاتے تھے۔ گل محمد محمد خیل اس ہرن کو روشن آرا باغ لے جا کر کھول دیا کرتے تھے۔ وہ آپ کے پاس آتا تھا اور آپ کا دل خوش کرتا تھا۔ آپ اس پر ہاتھ پھرتے تھے اور واہ با فرمایا کرتے تھے۔

ملا حبیب اللہ، ملا خیر اللہ اور زمین چار پٹھان اور بھی روشن آرا باغ پہنچا کرتے تھے۔ یہ سب وہاں ہم بھائیوں کے ساتھ مصروف تفریح ہوا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے دو بچے اس عاجز سے کہا کہ جاؤ ملا حبیب اللہ وغیرہ سے کہہ دو کہ آج ہم کچھ دیر سے پہنچیں گے، مگر عصر کی نماز روشن آرا باغ ہی میں پڑھیں گے۔ آپ تقریباً تین بجے بھیجی میں سوار ہو کر پہلے حضرت شاہ آفاق قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور وہاں صاحبزادہ سعید الزبیر مجددی رحمہ اللہ سے ملے، پھر روشن آرا باغ تشریف لے گئے۔ آفتاب آفتق سے قابلاً ایک نیزہ بلند ہو گا کہ آپ جنوب شرقی دروازے سے باغ میں داخل ہوئے۔ آپ کا رخ بارہ دری کی طرف تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بچو دیکھو ملا حبیب اللہ نے کچھ توقف نہ کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جب آپ کی بھی وہاں پہنچی ابھی آپ بھی سے اُترے نہیں تھے کہ ہرن چھلانگیں مارتا ہوا پہنچا۔ ملا حبیب اللہ رکوع میں گئے، اُن کے پیچھے چار پٹھان تھے ہرن نے ملا حبیب اللہ کے پیروں کے نیچے میں پشت کی طرف سے سر گھسایا اور ملا حبیب اللہ کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ دائیں طرف جا پڑے۔ حضرت سیدی الوالد متبسم ہوئے اور فرمایا۔ دیکھو حبیب اللہ تم سے زید نے ہمارا پیام کہہ دیا تھا کہ ہم عصر کی نماز روشن آرا باغ میں پڑھیں گے تم نے ہمارا انتظار نہ کیا اور ہمارے ہرن نے تم کو سزا دے دی۔ ہرن اُن کو گرا کر آپ کے پاس آیا۔ ملا حبیب اللہ پر نسبت شریفہ کا غلبہ ہوا اور وجد میں جھومنے لگے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

ہرن کا بچہ | کوئٹہ بلوچستان میں ایک پٹھان ہرن کا بچہ لایا۔ آپ کے مکان کا صحن خام تھا۔ اس میں کچھ پودے، انگور کی بلیں اور پھول تھے۔ یہ بچہ وہاں بندھا رہتا تھا اور نظر اندازی اس کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے ساٹھ ستر مخلصین کی جماعت افغانستان سے آگئی۔ آپ دن کے دس گیارہ بجے اپنے مکان کے دروازے پر آئے اور اس

جماعت کو دیکھ کر فرمایا: تم لوگ سڑک کے جانب پر آدمے ایک طرف اور آدمے دوسری طرف کھڑے ہو جاؤ اور ہرن کے بچے کو کھول دو تاکہ وہ کچھ بھاگ دوڑ کر لے۔ چنانچہ وہ جماعت سڑک کے دونوں سر پہر کھڑی ہو گئی اور نظر اندازی نے ہرن کے بچے کو کھول دیا۔ وہ ایک دو مرتبہ ادھر ادھر اچھلا کودا اور پھر سمت جنوب کی جماعت کو پار کر کے باہر نکل گیا۔ آپ نے فرمایا: افسوس تم نے ہمارے ہرن کے بچے کو نکل جانے دیا! کوئٹہ شہر میں عمدہ سڑکوں کا جال بنا ہوا ہے۔ پانچ منٹ نہ گزرے تھے کہ شمال کی طرف سے ہرن کا بچہ اچھلتا کودتا آیا اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ کے کپڑوں سے اس کا سر لگ رہا تھا۔ آپ اُس کے سر پر واہ وا کہتے ہوئے ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اور مخلصین کی جماعت متعجب تھی کہ یہ وحشی بچہ کیسے لوٹ کر آیا اور پھر آپ کے پاس آکر کیسے کھڑا ہو گیا۔

کبوتر حضرت برادر کلاں نے خورد سالی میں دو تین جوڑے کبوتروں کے پالے تھے۔ ایک دو سال میں وہ کافی زیادہ ہو گئے۔ کتب خانہ سے متصل حجرے میں جالی کا دروازہ لگا دیا تھا۔ کبوتر اُس کے اندر اپنے کابکوں میں رہتے تھے۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے آپ کوئٹہ تشریف لے جا رہے تھے۔ جب کبوتروں کے حجرے کے سامنے پہنچے تو کبوتروں نے یا ہؤ یا مَن لا اِلهَ اِلاَّ هُوَ کہنا شروع کیا۔ (یعنی غم غموں شروع کی) آپ دو تین منٹ بالکل خاموش وہیں کھڑے رہے۔ مخلصین کی جماعت بھی کھڑی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا: دیکھو یہ کبوتر ہمارے جانے پر افسوس کر رہے ہیں، منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں اس وقت موجود تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ کئی مرتبہ اس عاجز سے بیان کیا۔ رحمان اللہ۔ ۳۳۳ء تک یہ کبوتر رہے۔ خواہر کلاں کی شادی کے موقع پر آپ نے عبدالحق ساکن چوڑی والاں سے فرمایا۔ ان کو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ ان کبوتروں کو لے گئے۔

طوطے اور چڑیا گھر میں دو طوطے اور ایک زرد رنگ کی بہت خوبصورت چڑیا تھی۔ آپ اُس سے تشریف لاتے تھے تو تھوڑی دیر اُن کے پنجروں کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ پرندے اُس وقت خوب چہچہاتے، چڑیا خوب پُھدکتی۔ جب تک آپ وہاں رہتے اُن کی یہی کیفیت رہتی۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است سخن شناس نہ فی دلبر خطا اینجا است

اکرامات و کرامات اللہ تعالیٰ جل شانہ و عم احسانہ اپنے نیک بندوں پر بعض ایسے اکرامات فرماتا ہے جو عام بندوں پر نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ کے دوران فرمایا۔ یا ساریۃ بن زبیم الجبل الجبل۔ اللہ تعالیٰ نے آپ

پر کئی سو میل دور کے واقعہ کو ظاہر کر دیا۔ آپ نے اسلامی فوج کو خطرے میں دیکھا اور بے ساختہ آپ کے منہ سے یہ جملہ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آپ کی آواز حضرت ساریہ کو سنائی۔ وہ اور اُن کے ساتھی جو جہاد میں مصروف تھے دشمنوں کے دامِ فریب میں پھنسنے سے بچ گئے۔ اس قسم کے واقعات اولیائے امت سے قیامِ قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

۱۔ فَإِذَا كُنْتَ فِي الْمَدَارِجِ غَوْرًا نَعْمَ أَبْصَرْتَ حَادِي قَالًا ثَمَارِ

۲۔ لَا تَكُنْ مُنْكَوًّا فَخْخَةً أُمُورًا يَطْوَالُ الرِّجَالُ لَا لِلْقَصَارِ

۳۔ فَإِذَا لَمْ تَرَ الْهَلَالَ فَسَلِّمْ لِلنَّاسِ رَأَوْهُ بِالْأَبْصَارِ

۱۔ اگر تم مدارج سے بے خبر ہو اور پھر کسی ماہر کو دیکھ لو تو اُس سے معارضہ نہ کرو۔

۲۔ تم انکار کرنے والے نہ بنو کیونکہ ایسے امور بھی ہیں جو بلند مراتب افراد کے لئے ہیں نہ کوتاہ بینوں کے لئے۔

۳۔ اگر تم نے چاند نہیں دیکھا ہے تو تسلیم کرو ان کی بات جنہوں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

۲۔ ماہِ ربیع الاول ۳۳۷ھ کو امام عید گاہ دلی جناب سید محمد کی وفات ہوئی۔ اُن کے فرزند طاہر حسن کی دستار بندی تیسرے دن

مدرسہ حسین بخش، بانارٹیا محل دلی میں ہوئی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ آیت بھی پڑھی گئی۔ کسی نے کوئی رکوع پڑھا اور قواعد تجوید کے اعتبار سے غلط پڑھا۔ دن کے گیارہ سوا گیارہ بجے کا وقت تھا۔ آپ نے اُن کو بڑھنے سے روکا۔ اور بلند آواز سے فضل الرحمن فرمایا۔ قاری صاحب اس وقت اپنے وطن پانی پتہ میں تھے۔ کچھ کام کر کے تھک گئے تھے۔ وہ مستانے کے لئے لیٹے اور آنکھ لگ گئی۔ خواب میں انہوں نے آپ کی آواز سنی اور دلی کی راہ لی۔ عشاء کو خانقاہ شریف حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ اور امام الاعلیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد دلادیا۔

۱۔ وَأَبْنِي حَفْصٍ وَكَرَامَتِهِ فِي قِصَّةِ سَارِيَةِ الْخُجِّ

۲۔ وَمَنْ يَشَابِهَ أَبَاهُ فَمَا ظَلَمَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَرَحِمَ الْقَارِي وَرَضِيَ عَنْهُمَا

۱۔ اور حضرت ابو حفص عمر پر جن کی کرامت ساریہ غلجی کے قصہ سے ظاہر ہے۔

۲۔ اور جو اپنے باپ کا مشابہ ہوتا ہے اس نے کچھ بُرا نہیں کیا ہے۔ اللہ اُن پر اور پڑھنے والے پر رحم کرے اور دونوں سے راضی ہوئے۔

ملاطیب کٹوازی ملاطیب آپ کے نہایت مخلص مرید تھے۔ آپ کے لہجہ پر قرآن مجید پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور بڑی مدت تک کامیاب بھی ہو گئے تھے۔

خط بھی اچھا پاکیزہ تھا۔ وہ اپنے وطن میں تھے۔ آپ رات کا حلقہ خانقاہ شریف میں کر رہے تھے۔ آپ نے اچانک حاضرین سے دریافت فرمایا: کیا طیب کا انتقال ہو گیا؟ حاضرین نے کہا: حضور ہم نے نہیں سنا۔ چونکہ آپ نے خلاف معمول یہ بات کہی تھی۔ حاضرین نے اس کو یاد رکھا۔ دس بارہ دن کے بعد خبر آئی کہ ملا طیب کی اسی وقت اور اسی دن وفات ہوئی تھی۔ اِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ۔ قدس اللّٰهُ سِرُّهُ وَ سِرُّ مُخْلِصِهِ صَلَاتًا۔ (نیک بندہ کے متعلق وارد ہے کہ) وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اللہ مقدس کرے اُن کے اور اُن کے مخلص طیب کے سر کو۔

منیٰ میں قربانی | ایک دفعہ ۹ رزی الحجہ کے دن مولوی عبدالسبحان سے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج منیٰ میں قربانی ہو رہی ہے۔ مولوی عبدالسبحان نے وہ دن یاد رکھا اور جب حجاج واپس آئے تو اُن سے آپ کے ارشاد کی تصدیق کی گئی۔

حکیم نور الدین قادیانی | نور الدین مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور مکہ مکرمہ میں حضرت جد امجد اور آپ کے ملے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ نور الدین نے گوجرانوالہ سے ہم کو خط لکھا۔ اس میں مکہ معظمہ کی صحبتیں یاد دلا کر لکھا تھا۔ حضور مجھے پہچان لیں گے اور ان شاء اللہ بھولے نہ ہوں گے۔ یہ فرما کر آپ نے ارشاد کیا۔ وہ قادیانی ہو چکے تھے اس واسطے ہم نے اُن کے خط کا جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ علم کے شر سے بچائے نور الدین جیسا عالم اور سمجھدار کیسا گمراہ ہو گیا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ جُلُوْبٍ لَا يَنْفَعُ۔ (اے اللہ ہم تجھ سے اُس علم کی پناہ چاہتے ہیں جو نفع نہ پہنچائے)

اس زمانے میں آپ جمعہ کی نماز مدرسہ عبدالرب میں پڑھا کرتے تھے اور نماز کے بعد حضرت مولانا عبدالعلی سے کافی دیر تک صحبت رہتی تھی۔ لہذا اکثر مخلصین اور اصحاب نسبت بھی مدرسہ پہنچ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز کے بعد ڈھالی یکے بیاختہ آپ کی زبان سے نکلا۔ اب بھی اگر توبہ کر لے تو اس کے واسطے بہتر ہے۔ مسجد شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب نے یہ بات سنی۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی، مولوی عبدالسبحان طالب، شیخ عبدالباری نو مسلم وغیرہم نے یہ بات سنی لیکن آپ سے کوئی دریافت نہ کر سکا۔ دوسرے جمعہ کو نماز کے بعد جب پاک محفل جمی اور حضرت مولانا سے مصروف کلام تھے تو مولوی عبدالسبحان کچھ آگے بڑھے۔ آپ نے فرمایا: کہو عبدالسبحان کیا بات ہے؟ مولوی عبدالسبحان نے کہا: حضور گزشتہ جمعہ کو آپ نے فرمایا تھا: اب بھی اگر توبہ کر لے تو اس کے واسطے بہتر ہے۔ اس وقت حکیم نور الدین سکرات کی حالت میں تھیں سب حاضرین اور علماء یہ سن کر متحیر ہوئے۔

آپ نے دو چار منٹ کے بعد فرمایا: یہ تاریقی خداوند کریم کا ہے۔

مولوی عبد السبحان | مولوی عبد السبحان طالب دیوبند کے فارغ التحصیل نہایت نیک
نفس انسان تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ دن علم کے لم دلا

— کے چکر میں پھنسے رہے۔ رفتہ رفتہ پندار علم رو بزوال ہوئی اور چشم باطن کھلنی شروع ہوئی۔ اور
آخر میں زمرہ عشاق میں داخل ہو گئے۔

نگاہ مست تو اُن را کہ مستفید کند ہزار پیسہ خرابات را مرید کند

(تیری مست نگاہ جس کو فیض پہنچا دے۔ وہ خراباتی ہزاروں پیروں کو مرید کرے)

عبداللہ گدے والے کا واقعہ | ایک دن آپ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے۔
سلیمان پسر عبدالرحمن ٹین والے اور مولوی عبد السبحان

وغیرہا بیٹھے تھے۔ آپ نے جہت غرب اشارہ کر کے فرمایا: دیکھو یہ عبداللہ گدے والا کھڑا کبہ رہا
ہے۔ حضور آپ میرے جنازے کی نماز پڑھائیں۔ عبداللہ ترکان دروازے کی طرف رہتے تھے۔
مخلصین نے آپ کے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھا اُن کو کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ مولوی عبد السبحان نے
کہا کہ مجھ کو عبداللہ کفن پہنے ہوئے نظر آئے۔ ابھی مولوی عبد السبحان خانقاہ شریف میں تھے کہ ایک
 آدمی آیا جو عبداللہ کے انتقال کی خبر اور حضرت سیدی الوالد سے نماز پڑھانے کی التجا لے کر آیا
تھا۔ چنانچہ آپ کو خبر دی گئی اور آپ نے عبداللہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محمد یونس | حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے سن تیرہ سو سولہ یا سترہ میں طالب علمی
کے زمانے میں بیعت ہوئے تھے۔ اپنی وفات سے دو سال پہلے اس

عاجز سے ملے۔ عاجز نے اُن سے اُس مبارک دور کے کچھ احوال دریافت کئے۔ انہوں نے ذیل
کے چار واقعات بیان کئے جو اُن کے سامنے پیش آئے اور عاجز نے اُن کے سامنے بیاض پر
لکھ لئے۔

۱۔ ایک ہندو مسلمان ہو کر آپ سے بیعت ہوا۔ اس کا نام رحیم اللہ تھا۔ مسائل سے
واقف نہ تھا۔ کچھ بیچ کر گزارہ کرتا تھا۔ ایک رات حلقہ میں حاضر ہوا۔ جب حلقہ ختم ہو گیا تو آپ
نے رحیم اللہ سے فرمایا: اب تو تم کو کیا بنانی آگئی ہے؟ اس نے ایک پیسہ کو کسی چیز سے سفید
کر کے اٹھتی کے عوض صرف کیا تھا، پھر آپ نے اس کے دو چار چائے لگائے اور فرمایا: تم جاہل ہو۔
جاؤ پہلے کچھ مسائل سیکھو پھر ہمارے پاس آنا۔ رحیم اللہ نے سات آٹھ سال محنت سے پڑھا اور اللہ

نے اُن کو مولوی کر دیا۔

۲۔ حکیم حبیب اللہ اور مولوی عزیز اللہ (یہ پٹیار کے سکھ تھے) یہ دونوں مسلمان ہوئے۔ امام عید گاہ سید محمد حسن صاحب کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور داخل سلسلہ ہوئے۔ یہ دونوں کہتے تھے کہ ہماری نئی شادی ہوئی تھی۔ رات کے دو بجے تک حلقہ میں بیٹھتے تھے اور گھر کا خیال قطعاً نہیں آتا تھا۔

خانقاہ شریف کی مسجد بوسیدہ ہو گئی تھی وہ شہید کر دی گئی تھی (۱۳۰۸ھ) ایک دن عشاء کی نماز آپ نے پڑھائی۔ چھ سات مرتبہ تکبیر تحریر کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور رک رک گئے۔ پھر آپ نے حبیب اللہ سے فرمایا۔ ہائے ہائے حبیب اللہ آج حضور قلب نہیں ہے ہم کیا کریں ہائے یہ کیا ہوا! تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو حضور قلب حاصل ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی۔

۳۔ حبیب اللہ اور عزیز اللہ حلقہ میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا پریشانی کس میں ہے۔ سب خاموش رہے۔ پھر آپ نے صاحب نسبت پٹھان سے فرمایا۔ دیکھو کس میں پریشانی ہے۔ اس نے ہر ایک پر توجہ ڈالی اور حبیب اللہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ حضور اس میں پریشانی ہے۔ چنانچہ وہ نکال دیئے گئے۔ پھر پٹھان نے عزیز اللہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ اس میں تھوڑی پریشانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خیر اس کو رہنے دو۔

۴۔ مولوی محمد یونس حلقہ میں بیٹھے تھے۔ عطا محمد آیا۔ دربان نے اطلاع کی۔ آپ نے کچھ توقف فرما کر کہا۔ اس سے پوچھو تم نے بد فعلی کب کی ہے؟ اس نے چند روز پیشتر کا اقرار کیا۔ آپ نے دربان سے کہا۔ جاؤ چار تھپڑ اس کے زور سے مارو۔ چنانچہ چار تھپڑ اس کے لگے اور وہ دروازہ کے باہر بیٹھا رہا۔ رات کے دو بجے حلقہ تمام ہونے پر آپ نے اس کو بلوایا۔ وہ مولوی محمد یونس کے پاس آکر بیٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ کبخت اللہ نے تجھ کو بیوی بچے دیئے اور تو لڑکوں کے پیچھے پھرتا ہے۔ (آپ اس زمانے میں عصا ہاتھ میں رکھا کرتے تھے) پھر آپ نے اپنی عصا سے پانچ سات مرتبہ اس کو مارا اور فرمایا۔ جو بیعت تم نے کی تھی وہ ٹوٹ گئی۔ اب تم جاؤ۔ وہ بہت رو دیا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کبھی ایسا فعل تو نہیں کرے گا۔ اس نے صدق دل سے اقرار کیا اور آپ نے اس کو بیعت کیا۔

سید بشیر علی گویا یاری چند سال پہلے اس عاجز سے ملے اور بیان کیا کہ میں میلاد شریف کی محفل میں شریک ہوا۔ اختتام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے غور سے میری طرف دیکھا اور بیٹھنے کو فرمایا اور پھر مجھ کو دو ہرا حصہ دیا۔ سید بشیر علی نے کہا۔ میں بہت سے افراد

سے ملا ہوں کوئی میری سیاحت کو معلوم نہ کر سکا یہ کام صرف آپ نے کیا اور آپ نے سیاحت کی وجہ سے
مجھ کو عزت دی۔ یہ کہہ کر وہ آبدرد ہوئے اور آپ کے واسطے دُعا کے خیر فرماتے رہے۔
گلستاں میں جا کے ہر اک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

کوئٹہ کے قلعہ میری کے پاس دو قبریں | قلعہ میری کی کھائی کے پاس جنوب مشرق
کی طرف دو قبریں ہیں اس کے قریب

چھوٹا چوترا ہے۔ ماہ گیر وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ کوئٹہ کے مفتی عبید اللہ کے بڑے بیٹے مفتی محمد گل
(سیدی الوالد احمد گل سے یاد کرتے تھے) اور ان کا لڑکا اسحاق اور ان کا داماد ملا عبد الغفور ولد ملا
عبد البکر شہر کوئٹہ سے اپنے گھر قریب شاہو جا رہے تھے۔ راستہ میں یہ دونوں قبریں واقع ہیں۔ ملا عبد الغفور
نے ان قبروں پر فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اسحاق نے کہا۔ لوگ ہر جگہ قبر بنا دیتے ہیں۔ ان پر
جھنڈا لگا دیتے اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر یہ تینوں گھر کو روانہ ہو گئے۔ رات کو حضرت سیدی الوالد
پر یہ دونوں قبروں والے ظاہر ہوئے اور اسحاق کے متعلق شکایت کی کہ اس نے ہماری بے ادبی
کی ہے، ہم اس کو سزا دیتے لیکن وہ آپ کے مخلصین میں سے ہے ہم نے چھوڑ دیا۔ دوسرے دن
صبح کو حضرت سیدی الوالد نے مفتی عبید اللہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ اپنے پوتے اسحاق کو لے کر
آئیں۔ چنانچہ مفتی صاحب اپنے پوتے کو لے کر حاضر ہوئے۔ پوتے کو دربان کے پاس بٹھا اور خود
حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے مفتی صاحب سے واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے اپنے پوتے
سے پوچھا اور اس نے صحیح طور پر واقعہ بیان کر دیا۔ مفتی صاحب نے واقعہ آپ کو بتایا۔ آپ نے
فرمایا۔ اسحاق سے کہو وہاں دو کعت نفل پڑھے اور اصحابِ قبور کے لئے دعا کرے۔

یہ واقعہ مفتی محمد گل کے دوسرے داماد ملک فیض محمد پسر ملک داد محمد اور برادر زادہ ملک
وزیر محمد نے بیان کیا۔ وہ بھی مفتی محمد گل کے داماد ہیں اور اسحاق آخوند زادہ بھی بہ حیات ہیں۔
حَقِّظْهُمَا اللّٰهُ مِنْ كُلِّ مَكْرُوۡۃٍ۔

مولوی بدرالاسلام | حلقہ میں بیٹھے جوشِ محبت سے اپنے دل میں کہہ رہے تھے۔
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت۔ یہی آرزو ہے

ایک منٹ بھی نہ گزرا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ بدر! اور پھر آپ نے یہی شعر پڑھا اور مولوی
بدرالاسلام پر کیفیت طاری ہو گئی۔ رَحِمَہُ اللّٰہ۔

سید احمد حسین

انوپ شہر کے رہنے والے تھے یونانیں بسلسلہ ملازمت چلے گئے۔ وہاں ایک مولوی صاحب کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ اپنے کونٹے سے اُن کو لکھا: تمہارے وظیفہ میں کدورت نظر آرہی ہے۔ کیا تم بد عقیدہ افراد کے پاس بیٹھنے لگے ہو؟ احمد حسین متحیر ہوئے اور وہ حسبِ عمل مولوی صاحب کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت مولوی صاحب کے پاس ایک شخص شیرینی لایا کہ بڑے پیر صاحب کی فاتحہ کی شیرینی ہے آپ ایصالِ ثواب کر دیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ یہ سب بیکار ہے اور ہم یہ نہیں کرتے۔ سید احمد حسین نے کہا۔ یہ سن کر میری آنکھیں کھلیں اور میں نے مولوی صاحب کے پاس جانا بند کیا اور حلاوت باطنی میں ترقی محسوس کی۔ سید احمد حسین کراچی میں ہیں۔ حفظہ اللہ۔

ملا سبزل

بلوچستان میں کوئی خاص قسم کا عمل اس وقت کرتے ہیں جب کوئی نکاح کرتا ہے اس عمل کے بعد وہ شخص اپنی اہلیہ کے کام کا نہیں رہتا۔ اور یہ کیفیت برسوں رہتی ہے۔ ملا سبزل پر کسی دشمن نے یہی عمل کر دیا تھا۔ وہ کئی سال ناکارہ رہے۔ ایک دن آپ کونٹے میں حلقہ فرما رہے تھے، آپ کے مخلص صادق اور خلیقہ قاضی لعل محمد حاضر تھے۔ ملا سبزل آئے۔ قاضی صاحب نے آپ سے ملا سبزل کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے سبزل کو بلایا اور پھر اُن سے فرمایا۔ تم اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گاؤں کو جو کہ پانچ میل کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوئے۔ ملا سبزل کا بیان ہے۔ راستہ میں میرے بدن میں گرمی کا اثر پیدا ہوا۔ گھر پہنچ کر اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اولاد عنایت کی۔ ان کی اہلیہ نے چند روز براورِ خورد کو دودھ پلایا ہے۔

شا کر احمد خان

نواب زادہ شا کر احمد خان انصاری برادرِ خوردِ فاخر احمد خاں آپ کے مخلص صادق تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے ساتھ حبیب اللہ پانی پتی بھی تھے۔ آپ اس وقت دوشالہ اوڑھے تخت پر تشریف فرما تھے۔ حبیب اللہ کے دل میں خیال آیا کہ پیر دوشالہ اوڑھ کر تخت پر کب بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ تو امیروں کا طریقہ ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ اگر کسی کا پیر کبیل اوڑھ کر ریت پر بیٹھے اور اپنے کو کچھ سمجھے تو کچھ نہیں اور اگر کسی کا پیر دوشالہ اوڑھ کر تخت پر بیٹھے اور اپنے کو بیچ سمجھے تو کچھ ہے۔

جمعہ ۹ محرم ۱۳۸۱ھ ۲۳ جون ۱۹۶۱ء کو ہمیشہ محترمہ کے مکان میں جو کہ لاہور میں ہے حبیب اللہ اس عاجز سے ملے اور یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ دل کی بات کو اس طرح پکڑنا انہی کا کام تھا۔ رحمہ اللہ۔

فرخ علی شاہ

بلند شہر میں آپ کا قیام ان کی کوٹھی میں رہا تھا۔ ان کی عمر اس وقت چودہ پندرہ سال کی تھی۔ ان کی والدہ اور بہنوں نے ہمیشہ کلاں کی خوب تیمارداری اور خدمت کی تھی۔

فرخ شاہ ایک رفیق کے ساتھ محل مبارک میلاد میں شریک ہوئے اور پھر صبح کو میلاد مبارک کی غولہ کے کھانے میں شریک ہوئے۔ شریک ہونے سے پہلے اپنے رفیق سے کہا۔ دیکھو اپنے دل کو قابو میں رکھنا اور حضرت صاحب کی کسی بات پر اعتراض نہ کرنا۔ فرخ شاہ اور ان کے رفیق حاضر ہوئے۔ آپ نے محبت سے فرخ شاہ کو اپنے پاس بلایا اور خیریت دریافت کی اور ان کی والدہ اور ان کی دونوں بہنوں کو کو جان یو جو جان کی خیریت دریافت کی۔ اس وقت ان کے ساتھی کے دل میں خیال گزرا۔ یہ کیسے پیر ہیں جو ماں بہنوں کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ آپ نے اسی وقت اس شخص کی طرف منہ موڑا اور نہایت غضب کی حالت میں فرمایا: اے نجیث اور گایاں دے لے۔

یہ واقعہ فرخ شاہ نے ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں بیان کیا اور یہ کہا کہ خانقا شریف سے مکلنے کے بعد میری اور میرے رفیق کی حالت درست ہوئی اور ان کے رفیق نے اپنی حماقت کا ذکر ان سے کیا۔ اور کہا۔ مجھ کو تمہاری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔ تجربہ کرنے کے لئے دل میں یہ خیال لایا تھا۔

فرخ شاہ کے ساتھ ان کے جوان بیٹے فوجی لباس میں تھے۔ انہوں نے عاجز سے کہا کہ میرے والد اور خاندان کے دوسرے افراد (سرحد والے) اکثر حضرت صاحب کی اس کرامت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور میں سنتا ہوں لیکن میری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ آپ مجھ کو سمجھائیں۔ عاجز نے ان سے کہا۔ تم کو روحانیت سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ مادیت کے ماحول میں پڑھا اور مادی افراد سے تعلق رہا۔ لہذا روحانیت کی بات تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ کیا کسی شخص کے خیال میں اب سے سو سو سال پہلے یہ بات آتی تھی کہ آواز کو بند کر کے محفوظ کر لیا جائے گا۔ کیا کوئی اس کا تصور کر سکتا تھا کہ جسم کے اندر کے زخم وغیرہ کا نقشہ شیشہ پر اور کاغذ پر اتر آئے گا۔ جو شخص نظر بندی کے عمل کا ماہر ہو جاتا ہے کیا تھوڑی دیر میں دوسرے شخص کو بیہوش کر کے اس کے اسرار اس سے نہیں معلوم کر لیتا۔ کیا چند شیشوں کی مدد سے کواکب کو صاف طور سے نہیں دیکھا جا رہا ہے۔ جب یہ سب محیر العقول کام ہو رہے ہیں اور ہم ان کو تسلیم کر رہے ہیں تو پھر صفائے قلب اور اس کے عمل کا انکار کس وجہ سے کیا جا رہا ہے۔ اگر تم ایک شیشہ کی مدد سے جسمانی امراض اور کواکب کے احوال دیکھ سکتے ہو تو صاحب قلب سلیم کے مشاہدہ کا جوہ الشد کے نور سے دیکھ رہا ہے کیوں انکار کرتے ہو۔ نظر بندی کی ترین تو اثر انداز ہوا اور قلب کی صفائی اور سالہا سال کی محنت بے اثر رہے۔ اس کے کیا معنی؟

چھپائے سے نہیں چھپتے کسی کے جوہر ذاتی بہر صورت مبرا کامل نمایاں ہو کے رہتا ہے

خودکشی کرنے والے کو زجر | اواخر محرم ۱۳۹۷ھ میں یہ عاجز گھوسی گیا۔ وہاں حضرت استاد ی مولانا محمد عمر سے ملا۔ آپ نے جبرول سے مولانا سید عبدالجلیل کو

بھی موٹریج کر بلایا۔ اس عاجز نے ان دونوں حضرات سے حضرت سیدی الوالد کے کچھ احوال دریافت کئے۔ مولانا عبدالجلیل نے فرمایا۔ جن دنوں میں کوئٹہ میں آپ کی خدمت میں تھا ایک پٹھان تنگدستی سے پریشان ہو کر کابلیان کے پہاڑ پر چڑھ گیا تاکہ اپنے کو گرا کر خودکشی کرے۔ جب وہ کودنے کو ہوا تو کسی نے اس کی کمر پکڑ لی۔ اس نے دیکھا تو جناب حضرت صاحب کو کھڑا پایا۔ آپ نے اس سے کہا۔ اے خبیث تجھ کو شرم نہیں آتی کہ عورتوں سے بھی بدتر کام کرتا ہے۔ پھر آپ نے اس کو کچھ پیسے دیئے اور فرمایا جا اس سے کٹھاڑی خرید اور لکڑی کاٹ کر اپنا گزارہ کر۔ یہ واقعہ جناب مولوی صاحب سے خودکشی کرنے والے پٹھان نے خود بیان کیا۔

ملا صاحب خان | ملا صاحب خان اس عاجز کے برادر رضاعی تھے۔ آپ نے ان کو قصور بھیجا تاکہ ہمیشہ صاحبہ کی خدمت کریں۔ وہاں شہر کے باہر کوئی عرس ہو رہا تھا۔ ملا صاحب خان وہاں پہنچ گئے اور شام تک فسق و فجور دیکھتے رہے تیسرے دن صاحب خان کو آپ کا رڈ ملا۔ تحریر فرمایا تھا کیا ہم نے تم کو وہاں خباثت اور فسق و فجور کے واسطے بھیجا ہے؟ ملا صاحب رحمہ اللہ بار بار اس کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ رَحْمَةُ اللهِ وَرَحْمَةُ اَبَوْنِيهِ وَرَحْمَةُ اَخَوْنِيهِ وَرَحْمَةُ رَاُخْتِهِ وَرَحْمَةُ عَنَقَمِ۔

ملا کمال دہلوی | مولوی عبدالرحیم پسر مولوی عبدالحق عرف ملا کمال نے اپنے والد سے یہ دو واقعات سنے اور اس عاجز سے چار سال پہلے بیان کئے۔

۱۔ میرے والد ملا کمال جناب مولانا محمد میاں صاحب (بستی حضرت سلطان جی ولے) کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ملا کمال تنہا آجاتے اور خوف کی وجہ سے دروازے کے باہر رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ دروازے کے باہر تھے۔ آپ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی اور آپ نے ان کو بلا کر فرمایا۔ میاں تم آیا کرو، تم ہمارے مولوی صاحب کے شاگرد ہو۔ ہم نے اہل دنیا کے واسطے بندش کر رکھی ہے۔

۲۔ ملا کمال آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو کیسی اچھی خوشبو آرہی ہے۔ کیا اچھی رُوح ہے۔ چلو اس کی زیارت کرو۔ چنانچہ ملا کمال اور دوسرے حاضرین باہر نکلے۔ ایک جنازہ آرہا تھا اور ان لوگوں نے کندھا دیا۔

ڈاکٹر احمد اللہ خان

شیرکوٹ ضلع بھنور کے رہنے والے تھے۔ سرکاری فوج میں ملازم تھے۔ ان کا دفتر دریا گنج دلی میں تھا۔ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ آپ خانقاہ شریف سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس سے آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑا۔ حکیم عبدالحمید خاں کو آپ سے تعلق تھا۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ کے لئے تفریح اور چہل قدمی کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے تفریح کرنی شروع کی۔ آپ خانقاہ شریف سے ترکمان دروازے اور وہاں سے فصیل فصیل دلی دروازے اور پھر زینت اللہ تک تشریف لے جاتے۔ ڈاکٹر احمد اللہ خاں کی قیام گاہ میں تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ وہاں فوجی افسر اگر دست بوسی کرتے۔ ڈاکٹر احمد اللہ خاں اور خلیفہ انعام اللہ خاں آپ کی پوری خدمت کرتے۔ اور آپ کا دل خوش کر کے دعائیں حاصل کرتے اور دریا گنج سے فیض بازار ہوتے ہوئے جامع مسجد کے راستہ خانقاہ شریف تشریف لاتے۔

آپ کی اس تفریح میں حافظ منیر الدین منیر دہلوی مولوی عبدالسبحان اور ایک پٹھان ساتھ ہوتے تھے۔ پٹھان آپ سے ایک قدم پیچھے رہتا تھا۔ وہ پوری طرح خیال رکھتا تھا کہ کوئی آپ سے معاف نہ کرے۔ دورانِ مثنیٰ میں آپ کی مبارک نظر قدم پر رہا کرتی تھی۔ نہ کسی کی طرف ملتفت ہوتے تھے اور نہ کسی سے معاف نہ کرتے تھے۔ آپ کسی کو دیکھتے بھی نہ تھے۔ لہذا سلام کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ کے رفیق کو ہدایت تھی کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب دیدیا کرو۔ چنانچہ وہ بہ ادب و آواز پست سلام کا جواب دے دیا کرتا تھا۔ آپ ہوش دردم، نظر بر قدم کی کیفیت میں رہتے۔ سر مبارک پر اپنی مختصر چادر ڈال کر اس کے دائیں پلے کو بائیں مونڈھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ چادر کا کنارہ قدرے آنکھوں کے اوپر رہا کرتا تھا۔ یہ اہتمام اس لئے ہوا کرتا تھا کہ آپ کی نظر لوگوں پر نہ پڑے۔ عوام الناس اس کو نقاب سے تعبیر کرتے تھے اور عام طور پر کہتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب نقاب ڈال کر نکلا کرتے تھے۔ چنانچہ اس عاجز سے چند سال پیشتر تک چند افراد اس سلسلے میں دریافت کر چکے ہیں۔ آپ نے بعض مخلصین سے فرمایا تھا۔ ہم کو بعض صورتیں مسخ شدہ نظر آتی ہیں۔ اس لئے ہماری کوشش رہتی ہے کہ کسی کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔

حافظ منیر الدین اور مولوی عبدالسبحان اور ان دونوں کے علاوہ جو بھی ہوتا آپ کے آگے رہتا تھا۔ ادریہ معمول آپ کا آخر ایامِ حیات تک رہا کہ صرف ایک پٹھان ایک قدم پیچھے باقی سب آپ کے آگے۔ حافظ منیر الدین بلند آواز سے قرآن مجید سناتے ہوئے چلتے تھے۔ آیاتِ رحمت پر آپ دعا کرتے تھے اور آیاتِ عذاب پر استغفار و توبہ۔ ایک دن اس تلاوتِ مبارکہ کے دوران میں

قوم لوط کی بد اعمالیوں کا ذکر آیا۔ آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے ان آیات مبارکہ کا تفصیل سے بیان کیا۔ مولوی عبدالسبحان آپ کی کیفیات اور آپ کے بیان کو سن کر محو حیرت ہو گئے۔ اور صدق دل سے آپ کی بزرگی و طہارت نفس و صفائی باطن و تبحر علمی کے معترف ہوئے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ کے اس بیان کو کسی نے قلمبند نہ کیا۔ مولوی عبدالسبحان اور حاجی منیر الدین جب اس کا ذکر کیا کرتے تھے ان پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ حیف صد حیف۔ اے قدح بشکست و اے ساقی نہ ماند۔

بعد میں ڈاکٹر صاحب کا معمول رہا کہ چند روز کے واسطے ہر سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی اجازت سے رخصت ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ خاموش رہے اور میں حلقہ میں بیٹھا رہا۔ جس ریل سے روانہ ہونے کا قصد تھا اس کا وقت گزر گیا تو آپ نے فرمایا۔ "ہاں اب تم جا سکتے ہو" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ اس ریل کو حادثہ پیش آیا تھا اور کافی افراد ہلاک ہوئے تھے۔ میں نے یہ بات آپ سے کہی۔ اس وقت چریا کوٹ کے صوفی محمد حاضر تھے۔ انھوں نے از روئے جذبہ کہا۔ راہ حضرت آپ اپنے مریدوں کو اس طرح بچاتے ہیں۔ رَحْمَتُہُمَا اللہ وَرَحْمَتُی عَنہُمَا۔

اس عاجز نے عیائاد کیا کہ آپ کو دنیوی کام کسی قسم کا قطعاً **مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ لَہُ** نہیں آتا تھا۔ پان بھی نہ لگا سکتے تھے۔ نہ لائین جلا سکتے تھے۔

حاشی کہ کتابوں کو بھی ترتیب سے نہیں رکھ سکتے تھے۔ باوجود اس کے آپ کے دنیوی کام اعلیٰ طریقہ پر انجام پا رہے تھے۔ خانقاہ شریف اعلیٰ طریقہ پر بنی۔ آپ کو بجز اس کے کچھ خبر نہ ہوتی تھی کہ اب روپیہ نہیں رہا۔ اور آپ روپیہ عنایت کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے ذاتی مکان کو جس کا ذکر حرم سہلے جدید کے عنوان سے ذکر خیر میں گزر چکا ہے، دیکھنے تشریف لے گئے۔ راج نے آپ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ منشی ننھے خاں کے پاس اور ان سے دریافت کرو۔ چنانچہ اس کو جانا پڑا اور منشی صاحب نے اس کو ڈانٹا کہ تو نے حضرت صاحب کو کیوں پریشان کیا اور بلا وجہ اتنا وقت آنے جانے میں کیوں خرچ کیا۔ جیسا کام آپ کا ہوتا اس کے لائق افراد مہیا ہو جاتے تھے۔ وفات سے ایک سال پہلے کوئی قانونی بات درپیش تھی۔ اس وقت ایکٹس بیرسٹر آگئے۔ وہ دلی سے باہر کے تھے۔ تین دن تک آتے رہے اور اس کام کو پورا کر کے واپس گئے۔ کیا دلی اور کیا کوئٹہ دونوں جگہ یہی کیفیت تھی۔

بارہا یہ بات دیکھنے میں آئی کہ کوئی مولوی صاحب لم ولا تسلم کا ارادہ کر کے آئے اور اسی وقت پروردگار جل شانہ نے ایسے شخص کو بھیج دیا کہ اس نے مولوی صاحب کو دلیل سے خاموش کر دیا۔ ایک مرتبہ دو مولوی صاحبان آگئے اور انھوں نے بیان کیا کہ وہ مولانا عبدالحق خیر آبادی کے شاگرد ہیں۔ اسی وقت جناب مولوی سردار احمد صاحب مجددی رامپوری وکیل تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ ”سردار احمد دیکھو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟“ وکیل صاحب کی ظاہری کیفیت کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایسے بلند پایہ عالم ہوں گے چہ جائے کہ کوئی ان کو اصحابِ نسبت میں سے شمار کرے۔ وارٹھی اور سر بالکل گٹھا ہوا، مونچھیں خوب بڑی، آڈا چوڑی دار یا جامہ۔ چونکہ ابتدائے عمر میں پہلوانی کی تھی۔ سینہ چکلا، رفتار میں پہلوانی کی جھلک۔ مولوی صاحبان ان کو دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی مولوی ہیں۔ لہذا انھوں نے اپنی مد سے آگے بڑھ کر بات کی۔ وکیل صاحب تبسم فرماتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو وکیل صاحب نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور آخر میں یہ الفاظ کہے ”آپ صاحبان نے مولانا عبدالحق کا صرف نام سنا ہے۔ اور ان کی طرف اپنی شاگردی کی نسبت کر دی۔ میں نے سالوں ان کی شاگردی کی ہے۔ آپ ان کو بدنام نہ کریں؟“ وہ دونوں صاحبان بہت شرمندہ ہوئے۔ اور معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

میرٹھ میں اچانک جناب مولوی اشرف علی صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کا ذکر تفصیل کے ساتھ ”ذکر خیر“ میں گزر چکا ہے۔ مولوی صاحب نے آپ سے کہا۔ ”بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے آپ سے کسی نے غلط بات کہی ہے؟“ آپ سے یہ بات مولوی خمس الدین صاحب نے کہی تھی۔ وہ صدر بازار سے وقت پر پہنچ گئے اور بروقت مولوی اشرف علی صاحب کے روبرو حقیقت کا اظہار کیا۔

اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے ہی خیال دل میں آتا ہے کہ آپ ازگروہ مرادان و محبوبان تھے اور پروردگار جل شانہ کا آپ پر خاص کرم تھا۔ لاغیر۔

ایک معاند آپ خانقاہ شریف کے دروازے میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ سی آئی ڈی کا ایک پشادری افسر سڑک پر سے گزرا اور آپ کا استخفاف کرتا ہوا گیا۔ آپ نے اپنا منہ موڑ لیا۔ دوسرے دن بھی یہی ہوا۔ تیسرے دن خانقاہ شریف کے دروازے کے سامنے اس کو ایک شخص نے خوب مارا اور جب وہ گر گیا تو اس کے سینہ پر بیٹھ کر اس کے منہ پر گھونے مارے اور تھوک کراٹھ گیا۔ اس دن کے بعد سے وہ پشادری نظر نہ آیا۔ اگر اس کی پٹائی آپ کے

اشارے پر ہوتی تو کوئی جائے تعجب نہیں لیکن جو کچھ ہوا بہ حکیم قضا و قدر ہوا اور اس کی افسری اس کو بچا نہ سکی۔

تتمہ۔ بعض زائرین کا بیان | آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کسی سے نہیں ملتے تھے۔

الگ رہے۔ اس زمانے میں صرف مخلصین ہی کی آپ تک رسائی ہوتی تھی۔ اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ آپ باہر رونق افروز تھے۔ ایک مرد پیر اللہ کے ولی آپ سے ملے اور بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے آپ کو دعائیں دیں اور فرمایا۔ کچھ دن کے بعد آپ سے اہل دنیا بھی استفادہ کریں گے۔ اس وقت مولوی سیف الرحمن اور دو چار افراد بیٹھے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو یہ کیا کہتے ہیں۔ مرد پیر نے جوابات کہی اس کا ظہور ہوا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اہل دنیا سے تھوڑی دیر مل کر ان کو رخصت فرمادیتے تھے اور اہل نسبت رات کے دو تین بجے تک بلکہ اچانک فجر بیٹھے رہتے تھے اور بادیدہ گریاں و دلِ بریاں رخصت ہوا کرتے تھے۔ از منیر۔

وہ تو بیٹھے ہیں جمائے حلقہ ہائے معرفت	تم بھٹکتے پھرتے ہو چاروں طرف و احسرا
آستانے پر ذرا گردن جھکا کر دیکھئے	ہے اگر منظور تدرت کا تماشا دیکھنا
اہل باطن کے لئے سیرگشتاں ہے۔ ہی	تو بھی دیکھ آکر اگر کچھ ہے حقیقت آشنا
آپ کی خدمت میں مٹ جاتے تھے سارے دسکو	اب کہاں جا کر کریں آئینہ دل کی جلا

حضرت شاہ محمد معصوم | آپ کے بڑے چچا کے صاحبزادے آپ سے نو سال بڑے تھے۔ اور پہلی ایلیہ محترمہ کے پدر بزرگوار تھے۔ آپ اُن کو بھائی صاحب کہتے

تھے۔ دونوں حضرات میں برادرِ حقیقی سے زیادہ مؤدّت و محبت تھی۔ باوجود اس مؤدّت و محبت کے بزرگوں کے آداب کی مراعات میں دونوں حضرات اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا قیام رامپور میں تھا جیانا دلی تشریف لاتے تھے اور حکیم داسل خاں کے مکان میں قیام فرماتے تھے۔ خانقاہ شریف میں حضراتِ کرام کی فاتحہ پڑھنے اور آپ سے ملاقات کرنے تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ نے دربان سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے بھائی صاحب اور ان کے رفقاء جس وقت آیا کریں ان کو آنے دیا کرو اور ہم کو اسی وقت خبر کر دیا کرو۔

ایک شخص جناب وارث علی شاہ رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ملنے کا بہت شوق رکھتے تھے لیکن آپ کی طبیعت کے پیشِ نظر آنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ چچا حضرت سے

اکثر ملا کرتے تھے۔ ان سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اُن کے معاملات میں دخل نہیں دیتا اور جو طبیعت اُن کی ہے اس سے تم واقف ہو۔ لہذا میں پرچہ دے کر یا تم کو کسی کے ساتھ کر کے اُن کے پاس نہیں بھیج سکتا۔ ہاں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلو اور اس بات کا خیال رکھو کہ مجھ سے الگ نہ ہو اور تم خود اپنا تعارف اُن سے نہ کراؤ۔ چنانچہ ایک دن چچا حضرت اور محمد یوسف صاحب مجددی (ان کے برادرِ نسبتی) خانقاہ شریف آرہے تھے کہ یہ مشتاق ملاقات بھی اُن کے ساتھ ہوئے۔ چچا حضرت اور محمد یوسف صاحب بچہ شریف میں فاتحہ پڑھنے گئے اور یہ مشتاق ملاقات مسجد شریف کو دیکھنے میں معروف ہو گئے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ اور اس شخص کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو۔ وہ گہرا گیا اور اس نے آپ سے کہا: میں وارث علی شاہ صاحب کامرید ہوں۔ آپ کی زیارت کے واسطے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایک بے نمازی کامرید ہوا ہے اور مجھ سے ملنے آیا ہے۔ ادب ٹھان، اس کو باہر نکالو۔ چنانچہ پٹھان نے اس کو باہر نکالا۔ اور جب چچا حضرت آپ سے مل کر اپنی قیام گاہ پہنچے تو وہ شخص وہاں بیٹھا تھا۔ چچا حضرت نے تبسم فرم کے اس سے کہا۔ تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا اور تم نکالے گئے۔ اب میں تم کو ساتھ لے کر بھی نہیں جاسکتا۔ اس واقعہ کو شیخ محمد یوسف صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا۔

حضرت شاہ ولی النبی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے شیخ غلیل النبی چچا حضرت کے داماد تھے وہ چچا حضرت کے ساتھ آئے۔ بلکہ سب متعلقین بھی ساتھ تھے۔ قیام واصل خاں کے گھر میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد ہر روز عصر کو پیارہ اُن سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اُن سے فرمایا: بھائی صاحب آپ نے یہاں قیام کیا ہے اور ماہل دنیا کا کھانا آپ تناول کرتے ہیں۔ ان کے کھانے سے دل پر غفلت آجاتی ہے۔ آپ کے واسطے میں کھانا لایا کروں گا۔ چنانچہ صبح کو پٹھان کے ہاتھ اور شام کو اپنے ہمراہ ان کے واسطے کھانا لے جاتے تھے۔ شیخ غلیل النبی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ بیان کیا۔

حضرت شاہ ابوالاحمد | آپ شاہ خطیب احمد فرزند حضرت شاہ رؤف احمد رافت کے صاحبزادے تھے۔ سلوک مجددیہ مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ بھوپال میں مرجع خلائق ہوئے۔ دلی تشریف لاتے تھے تو حضرت سیدی الوالد سے ملتے تھے۔ قدس اشداً سرار بہا۔

حضرت غلام قیوم | فرزند حضرت غلام صدیق فرزند حضرت عبدالباقی مجددی۔ آپ زبیر دہ مسند ارشادِ کابل تھے۔ حج کو تشریف لے جاتے ہوئے دلی آئے۔

ان کے ساتھ ان کے بڑے صاحبزادے حضرت فضل محمد اور منجھلے صاحبزادے کے بیٹے فضل عثمان تھے۔
 کہ جن کی عمرات آٹھ سال کی تھی۔ دہلی میں حضرت سیدی الوالد سے ملے۔ آپ نے اُن کی اور اُن کے
 مریدوں کی دعوت کی۔ اُن کے بڑے صاحبزادے نے بیان کیا کہ دورانِ طعام میں دونوں حضرات
 آپس گفتگو بھی فرما رہے تھے۔ اور یہ صورت پیش آئی کہ حضرت سیدی الوالد نے نوالہ بنایا۔ ابھی آپ
 کا ہاتھ رکابی میں تھا کہ آپ پر درودِ فیض ہوا اور تقریباً دو تین منٹ اسی حال میں گزرے۔ کابل
 کے حضرت صاحب اور اُن کے سب رفقاء بالکل خاموش رہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے
 اُن کو اپنے چند اشعار سنائے جو کہ یہ عاجز لکھتا ہے ۵

۱۔ حرفے کہ ازاں دہن برآید دڑے است کہ از عدن برآید
 ۲۔ بدست چو آن سمن برآید فرباد زانجن برآید
 ۳۔ در دل نگہ تو مست خواب است دزدیدہ نفس زتن برآید
 ۴۔ مُردیم و نہ مُرد آتش عشق در دلم از کفن برآید
 ۱۔ وہ حرف جو اس دہن سے نکلے وہ موتی ہے جو عدن سے نکلا ہے۔
 ۲۔ وہ نازنین مست ہو کر اگر نکل آئے۔ محفل سے فرباد بلند ہو جائے۔
 ۳۔ دل میں تیری نظر مست خواب ہے۔ جسم کی جان آنکھوں سے نکلے گی۔
 ۴۔ ہم مر گئے عشق کی آگ نہ بجھی۔ میرے دل کا دھواں کفن سے نکلے گا۔

جب آپ نے جو تھا شعر پڑھا آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس سے کابل کے حضرت
 صاحب بھی متاثر ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد نے ان کو اپنا کتب خانہ دکھایا اور فرمایا۔ جو کتاب
 آپ کو پسند ہو لے لیں۔ چنانچہ انھوں نے مولوی حیدر علی صاحب کی کتاب **إزالة الغن عن**
بصارة الغن در اثبات شہادت حسین در ردّ شیعہ پسند فرمائی۔ اور آپ نے اُن کو یہ کتاب دی جو
 کہ لکھنؤ کے مطبع ثمر ہند میں چھپی ہے۔ قدس اللہ اسرار بہا۔

آپ کا قیام ٹنڈہ سائیں داد نزد ٹنڈہ محمد خاں حیدر آباد سندھ میں ہے
حضرت محمد حسن مجددی اور اس علاقہ میں آپ کا دائرۂ ارشاد وسیع ہے۔ دلی تشریف لائے۔ اور
 حضرت سیدی الوالد نے ان کی دعوت کی۔ دونوں حضرات مل کر بہت خوش ہوئے۔ قدس اللہ اسرار بہا۔
 آپ پانی پت میں رہتے تھے۔ حضرت شاہ محمد معصوم سے بیعت تھے۔
محمد یعقوب مجددی نہایت صاف منش و پاک روش شخص تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی

قدس سترہ کے مبارک خطوط کو جمع کیا تھا اور حضرت سیدی الوالد کو وہ خطوط سنائے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

محمد امیر خان

آپ کو چچ میر ہاشم دلی کے رہنے والے تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت تھے۔ حضرت سیدی الوالد ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خاں صاحب کے گزارے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرت نے پانچ پیسے روزینہ مقرر کر دیا تھا۔ دربان ہر روز جا کر ان کو پانچ پیسے دیتا تھا۔ اسی میں انھوں نے گزر کی کبھی کسی دوسرے شخص سے کچھ نہ لیا۔ خط نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے حزب البحر نہایت عمدہ لکھ کر حضرت سیدی الوالد کو پیش کی تھی۔ وہ نسخہ برادر خور حفظ اللہ وسلم کے پاس ہے اس میں انھوں نے اپنا نام محمد امیر الدین خاں تحریر کیا ہے۔ مگر شہرت محمد امیر خاں کے نام سے تھی۔

ایک دن آپ سے خاں صاحب نے کہا۔ حضرت مسلمان بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خاں صاحب آپ نے ہمارے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے۔ آپ غدر سے پہلے کے لوگوں کا اور اس وقت کے لوگوں کا موازنہ کریں۔ آج کل کی بے شرمی اور بے حیائی اس وقت کب تھی۔ سب سے بڑی بات ہو گئی ہے کہ آخرت پر ایمان اور یقین کامل جو ہونا چاہیے اس میں کمی ہے۔ اگر اس وقت بھی چھ سو آدمی ذاکر و ضاعل فنا فی الشریعہ ہو جائیں تو امید ہے مالک ان کے ذکر شریف کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے گا۔ ہم تمام دن خانقاہ شریف کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ اپنے دل کی اصلاح کے واسطے آئے۔ لیکن جو آتا ہے دنیوی مقاصد کے لئے آتا ہے۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے واسطے بہت کم آتے ہیں۔

ایک دن خاں صاحب آپ کے حلقہ میں بیٹھے چشمہ فیض سے سیراب ہو رہے تھے اور مخموران بادۂ وحدت کو دیکھ رہے تھے کہ وہ صحن مسجد و خانقاہ میں لوٹ رہے ہیں۔ اس وقت انھوں نے نہایت جوش سے یہ شعر پڑھا۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوس نا کے چہ داند جام و سنداں باختن

ایک دن حضرت سیدی الوالد نے مخلصین سے فرمایا۔ خاں صاحب کا ایک ناخن تم سب سے ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ وہ ایسے نیک اور ایمان میں پختہ اور یقین رکھنے والے شخص ہیں کہ اگر ان کا ایک ناخن بھی تمہارے کفن میں رکھ دیا جائے تو ہم کو اللہ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے تمہارا گناہ بخش دے گا۔ رَحِمَہُ اللہُ وَرَاضِیَ عَنْہُ وَحَشَرُہُ مَعَ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔

محمد احسان انھوں نے غدر سے پہلے حضرت سیدی الوالد کو اپنی گود میں پھرایا تھا وہ محبت

اُن کے دل میں پوری طرح موجزن تھی۔ باوجود پیرانہ سالی کے جب حضرت سیدی الوالد بیوی باہری کے پاس سے روشن چراغ دلی پنیں میں تشریف لے گئے تو وہ پنیں کے ساتھ رہے اور راستہ بھر آپ کو پر لطف باتیں سناتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدی الوالد نے میلاد مبارک کا بیان ازاول تا آخر کھڑے ہو کر اور مقام بدل بدل کر پڑھا۔ اتفاق سے آپ اس جگہ پر بھی پہنچے جہاں محمد احسان بیٹھے تھے۔ وہ اپنی محبت سے آپ کے پاؤں دبانے لگے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا نہیں لیکن فرمایا۔ "احسان! ان پیروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں تھکنے دو" محمد احسان آپ کی زبان سے اپنا نام سن کر جذب میں آگئے اور بے اختیاری کے عالم میں خوب زور سے دبانے لگے۔ لوگ حیران تھے کہ آپ نے محمد احسان کا نام کیسے لیا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولانا کرامت اللہ خاں | مولانا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ تھے اور حضرت حاجی صاحب کے طریقہ پر قائم تھے۔ کوچہ قابل عطار والے پہلی ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی محفل قائم کیا کرتے تھے۔ حاجی شہاب الدین سوداگر کلاہ آپ کو ایک رات وہاں لے جاتے تھے اور آپ ذکر مبارک سنا کرتے تھے۔ جناب مولانا کرامت اللہ خاں صاحب پوری عقیدت اور محبت سے ذکر مبارک کا بیان کرتے تھے۔ خود بھی روتے تھے، لوگوں کو بھی رلاتے تھے۔ مولوی صاحب سے جس وقت کہا گیا کہ کرسی پر رونق افروز ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب نیچے بیٹھے ہوں اور میں کرسی پر بیٹھوں یہ بے ادبی نہیں کر سکتا۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا۔ مولوی صاحب یہ آپ کا احترام نہیں کیا جا رہا ہے، بلکہ یہ اس مبارک ذکر کا احترام ہے جس کو اللہ نے رفعت دی ہے اور فرمایا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور اونچا کیا تمہارا ذکر) یہ سن کر مولوی صاحب کرسی پر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے برگزیدہ بندے تھے، کس ادب سے ذکر مبارک کیا کرتے تھے۔ اُن کے مبارک بیان سے "وَلَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" (اپنی آوازوں کو نبی اللہ کی آواز سے بلند نہ کرو) کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ افسوس صد افسوس ان مبارک ہستیوں سے دنیا خالی ہوتی جا رہی ہے۔ رحمہ اللہ۔

مولانا محمد یعقوب | آپ قاضی حوضِ دلی کی مسجد شریف کے امام اور نہایت پاک طینت تھے ایک مرتبہ ہلالِ عید کے سلسلہ میں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں دلی والے آئے۔

آپ نے فرمایا مولوی یعقوب صاحب سے دریافت کر لو اور ان کے قول پر عمل کرو۔ رحمہ اللہ۔

مولانا محمد میاں کاندھلوی | آپ مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی کے صاحبزادے تھے اور بستی حضرت سلطانہ میں قیام تھا۔ حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ جمعرات کو عصر تک دئی تشریف لاتے اور شب جمعہ کو آپ کے مبارک حلقہ میں شریک ہوتے۔ مولوی بخش اللہ نے ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۵ء) میں سوانح حیات حصہ اول لکھ کر چھاپی تھی۔ اس کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں۔

جناب حضرت مولوی محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی نیک بزرگ گزرے ہیں۔ دنیا جہان کے جھگڑوں و بکیروں سے الگ بستی نظام الدین میں مقیم تھے اور مدت العمر تعلیم و تعلم میں مصروف رہے۔ آپ نے حضرت سے بیعت کی اور ہمیشہ بہ پابندی وضع ایک قاعدہ کے ساتھ ہر شب جمعہ کو حاضر ہوتے تھے۔

حضرت سیدی الوالد کو حضرت مولانا سے بہت محبت تھی۔ ۱۳۳۶ھ کو ہماری چھٹی کے دن آپ ہم کو اوکھلے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اوکھلے سے واپسی کے وقت بستی نظام الدین میں پولس جو کی کے پاس آپ نے بگھی رکوائی اور ہم بھائیوں سے فرمایا۔ ہمارے دوست مولانا محمد میاں علیل ہیں آؤ بچوان کی عیادت کریں۔ چنانچہ آپ مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ حضرت مولانا مسجد شریف کے شمالی حجرے میں ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ دو افراد ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت سیدی الوالد کو دیکھ کر وہ بیٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ لیٹے رہیں۔ لیکن مولوی صاحب کی محبت نے ان کو مجبور کیا اور وہ اپنے آدمیوں کے سہارے بیٹھ گئے۔ تقریباً پندرہ منٹ تک دونوں حضرات آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند گرنہ بینی نور حق بر من بخند

(آنکھ بند کان بند لب بند۔ اگر تو حق کے نور کو نہ دیکھے مجھ پر ہنس)

حضرت مولانا محمد میاں کی وفات شب جمعہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

حافظ سید محمد امام جامع مسجد دلی | آپ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ نہایت نیک نفس اور پاکیزہ خصلت تھے۔ ابتدائے

احوال میں حضرت سیدی الوالد بہ نفس نفیس تراویح میں قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ پہلی چار رات کو

سوا سو پارہ اور پھر ہر رات ایک پارہ۔ جو کچھ تلاوت فرماتے ہر چار رکعت کے بعد اس کا مختصر بیان فرماتے تھے۔ جناب سید محمد صاحب حاضر ہو کر حقیقتِ صلاۃ و حقیقتِ قرآن و حقیقتِ کعبہ کے انوار اور تجلیات بیچون و بیچکوں سے راحتِ سینہ کو معمور و منور فرماتے تھے۔ امام صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جو فوائد حاصل کئے تھے اب اُن کے دورِ آخر میں اُس پر چلا ہوئی۔ **هَٰذَا لَهُ ثَمَرٌ هَٰذَا لَهُ رَحْمَةُ اللَّهِ وَرِضَىٰ عَنْهُ۔**

ان دونوں صاحبان کو آپ سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی اور آپ کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ یقیناً یہ ان حضرات کی خوش نصیبی تھی کہ گھر

بیٹھے اُس دولتِ لازوال سے دامنِ مراد بھر رہے تھے، جس کی تلاش میں صد ہا میل کا فاصلہ طے کر کے اللہ کے نیک بندے آیا کرتے تھے۔ امام عید گاہ سید محمد کی وفات ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ و علیٰ محمد آفاق۔

یہ دونوں مولانا محمد حسین فقیر کے فرزند تھے۔ ان دونوں کو آپ سے محبت اور عقیدت تھی۔ حافظ منیر الدین متیر مولانا راسخ کے شاگرد تھے۔ وہ ان دونوں صاحبان کی محبت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مولانا راسخ نے مسجد شریف واقع گلی قاسم جان دلی میں قرآن مجید کا ترجمہ بیان کیا۔ ختم کے موقع پر آپ سے شرکتِ جلسہ کی درخواست کی۔ ان کی محبت کو دیکھتے ہوئے آپ تشریف لے گئے اور جلسہ میں شریک ہوئے اور آپ وہاں سے خوش آئے۔ رحمۃ اللہ و رحمۃ اہل بیت علیہم السلام۔

جنگِ بلقان کے زمانہ میں یہ دونوں صاحبان آپ سے ملنے آئے۔ مسلمانانِ عالم کی پریشانی کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی چند روز ہوئے ہم خورجہ میں اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے مزار پر حاضر ہوئے

(یہ بزرگ حضرت مرزا عبدالغفور خلیفہ حضرت شاہ غلام علی اور پیر صحبت شاہ عبدالغنی مجددی ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم) ہم پر ظاہر ہوا کہ حضرت ننگے سر ننگے پاؤں مسلمانوں کی بہتری کے واسطے ان الفاظ سے دعا کر رہے ہیں: الہی تو ہم غریبوں پر رحم فرما اور مسلمانوں کی مصیبت دور کر دے۔ مولانا ظفر علی خاں دو تین دن کے بعد پھر آپ سے آکر ملے اور آپ کی محبت لے کر گئے۔ خواجہ صاحب اچانا آپ سے ملا کرتے تھے۔ حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے عرس میں بھی شریک ہوئے۔ آپ اُن

سے بل کر خوش ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ

آپ سے خاندانہ شریف میں ملے اور بہت خوش ہوئے۔
مولانا عبد الباری فرنگی محلی آپ بھی ان سے بہ محبت ملے رحمہ اللہ۔

آپ کی ذات گرامی مجمع اوصاف حسنہ تھی۔ خاندانی امارت
مولانا حبیب الرحمن شروانی اور وجاہت وراثۃ ملی تھی۔ پاکیزہ صورت شائستہ اخلاق اور

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ أَنْ يُدْرَى أَكْثَرَ نِعَمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ (اللہ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھے)
 کے مصداق تھے۔ علم ظاہر و دینی و دنیوی سے پوری طرح اراستہ اور علم باطن سے مساحت سینہ پیراستہ تھا۔ عربی کا
 یہ مصرع مَا أَخْتَقِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ أَجْمَعَا (کیا ہی اچھا ہوا اگر دین اور دنیا کا اجتماع ہو) آپ کے
 حسب احوال تھا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی آپ کے اساتذہ کرام میں سے تھے۔ اور حضرت مولانا
 فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ آپ کے پیر و مرشد تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے قلبی تعلق اور
 اور محبت تھی اور آپ بھی ان کی قدر کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو مولانا نے قطعہ تاریخ
 وفات کہا جو کہ قطعات تاریخ میں انشاء اللہ نقل کیا جائے گا۔ میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد رحمہ اللہ
 وغفرلہ جو ہر شناس تھے۔ انھوں نے آپ کو بلا کر صدر امور مذہبی کا عہدہ اور صدر یار جنگ
 کا خطاب دیا۔ سالہا سال آپ اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

مولانا کے صاحبزادے عبید الرحمن خاں و مسعود الرحمن خاں آپ سے بیعت ہوئے۔

مولانا جیسا جامع کمالات ظاہری و باطنی، دنیوی و اخروی ہزار ہا اصحاب کمال میں بہ مشکل
 کوئی ایک ہوتا ہے۔ ع بہت مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ و پریدہ۔ رَحْمَةُ اللَّهِ وَالْكَرَمُ نَزْلَةً
 الْكَمَّةُ كَمَا جَعَلَتْهُ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا فَاجْعَلْهُ بِفَضْلِكَ الْعَظِيمِ وَجِيهًا فِي الْآخِرَةِ۔ (اللہ ان پر
 رحم فرمائے اور مبارک کرے ان کی منزل، اے اللہ جس طرح تو نے ان کو دنیا میں عزت سے رکھا، ان
 کو اپنے فضل عظیم سے آخرت میں بھی عزت سے رکھ)۔

آپ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء
مولانا عبید الرحمن شروانی میں بیعت ہوئے۔ ہر سال میلاد مبارک کی محفل میں شریک

ہوتے تھے اور آپ کے حلقہ میں پابندی سے آتے تھے۔ آپ ان پر کمال شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ
 رات کے دو بجے آپ نے عبید الرحمن خاں سے فرمایا۔ دیکھو کیسا اللہ کا فضل ہے۔ اور پھر آپ نے ہوں فرمایا۔
 آپ کے ہوں کرنے سے مخلصین پاک نہاد کے قلوب پر بجلی کی طرح انوار و تہنیتات کا ظہور ہوا۔ کوئی وجہ

میں آگیا کوئی مصروف آہ دیکھا ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: عبید الرحمن دیکھو کیسی خیر و برکت ہے۔ لوگ اس وقت غفلت میں ہیں اور یہاں اللہ کے بندے اس کی یاد میں مصروف ہیں۔ ایک رات عبید الرحمن خاں حلقہ میں شریک تھے۔ آپ نے اہل حلقہ کو خطاب کر کے فرمایا: جب سے تم مر کر گزرنے لگے ہو ہم نے اپنے پیرانِ عظام کے پاس جانا چھوڑ دیا ہے۔ ہم کو تمہاری قبریں انگاروں سے بھری نظر آتی ہیں۔ اور تم زندہ جب ہمارے پاس آتے ہو تو ایسا تکدر ہوتا ہے کہ ہم اپنے وظائف کو پورا نہیں کر سکتے اور جنگل جا کر تنہائی میں اپنے اوراد و وظائف کو پورا کرتے ہیں۔ ۱۳۳۴ھ کے میلاد شریف کے موقع پر آپ نے عبید الرحمن خاں سے فرمایا: عبید الرحمن! انوار کو دیکھو جو اس وقت نازل ہو رہے ہیں۔ دیکھو! وہ ابھی طسرح دیکھ لو، پھر تمہاری آنکھیں یہ نور جو اس وقت ہے نہ دیکھیں گی۔ عبید الرحمن خاں نے جب اس عاجز سے آپ کے اس مبارک ارشاد کو بیان کیا تو کہا کہ: ”خیال آیا کہ آپ کا سفر آخرت قریب آچکا ہے“

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے صحبت یافتہ افراد میں سے اب صرف آپ کا وجود باقی رہ گیا ہے۔ جب آپ کا دئی آنا ہوتا ہے تو اس عاجز سے ملتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے عہدِ زریں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں بہ عافیت رکھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کے فرزند حکیم جی | مولانا حکیم محمد مسعود صاحب مع چند رفقا کے آپ سے ملنے آئے۔ آپ بڑی محبت سے ملے۔ سب کی خاطر شیر چائے سے کی۔ آپ کی محبت بھری باتیں سن کر حکیم جی اور ان کے رفقا متاثر ہوئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر میں آپ نے فرمایا: مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست تھے۔ رحمہم اللہ۔

مولوی عبدالاحد | مطیع مجتہبی دئی کے مالک تھے۔ اچانا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کوڑھ میں بھی سیٹھ عبداللہ ہارون اور حاجی صالح مبین کے ساتھ آپ سے ملنے آئے۔ آپ نے رات کی دعوت کی۔ جب کھانے پر بیٹھے آپ کو اپنے مکان کے باغیچہ کا شفتالو (آڑو) یاد آیا۔ آپ جا کر تین دانے لائے اور تینوں کو دیئے۔ مولوی صاحب نے اس وقت بڑا پُر لطف مذاق حاجی صالح سے کیا۔ وہ آپ سے باتوں میں مصروف تھے۔ مولوی صاحب نے ان کا شفتالو چھپا دیا۔ جب حاجی صاحب نے اپنا شفتالو غائب پایا تو بیاختہ ان کی زبان پر آیا: ”یا حضرت ربود“ (اے حضرت اُڑا یا) ان کے کہنے کا ڈھب کچھ ایسا تھا کہ سب کو ہنسی آگئی اور حضرت سیدی الوالد بھی مسکرائے۔ رات کے گیارہ بجے تینوں صاحبان رخصت ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ وغفرلہم۔

سید محمد سر وکیل

کوچہ پنڈت دلی کے رہنے والے دلی کے شرفا میں سے تھے۔ غالباً حضرت سیدی الوالد سے ایک یا دو سال عمر میں بڑے تھے۔ وہ اور ان کی والدہ صاحبہ اور دونوں خواہراں آپ سے بیعت تھیں۔ ان کی والدہ کی شہرت سید صاحب کی بیٹی سے تھی۔ اور وہ سید احمد خاں کے بڑے بھائی سید محمد کی صاحبزادی تھیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو آپ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مولانا عبد الشکور کاکوروی

حضرت شاہ ابوالاحمد مجددی بھوپالی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ اس عاجز سے دو تین مرتبہ ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ میری اہلیہ حضرت شاہ صاحب سے بیعت تھیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔

مولانا عبد الحلیم شرر

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کافی دیر بیٹھے۔ آپ ان سے بہت ملے اور وہ آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

والدہ شوکت علی محمد علی

آبادی بانو والدہ مولانا محمد علی شوکت علی حضرت مولانا شاہ دلی لہی مجددی رامپوری قدس سرہ سے بیعت تھیں۔ ذکر خیر میں مولوی عبدالغفار صاحب کے بیان میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ آپ اکثر آیا کرتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ کے پاس کافی دیر بیٹھا کرتی تھیں۔ جن دنوں مولانا محمد علی رحمہ اللہ اسیر فرنگ تھے (خدا ہم اللہ، رسوا کرے ان کو اللہ) ان کی اہلیہ سخت علیل ہوئیں۔ بی اماں ان کی دختر کو لے کر خانقاہ شریف آئیں۔ یہ دختر نو برس سال کی بچی تھی۔ اس بچی نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے اپنی والدہ صاحبہ کی صحت کے واسطے دعا کرنے کو کہا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ بچی کی بات میں کیا اثر تھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تاثیر و تاثر کے اس عالم میں آپ نے مبارک ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ حاضرین نے آمین کہی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور مولانا کی اہلیہ کو شفا ہوئی۔

دعا کے بعد آپ نے فرمایا۔ اس گردش و مصیبت کے وقت ہم نے اچھے اچھوں کے وظیفہ میں تغیر پایا۔ مگر والدہ محمد علی کے وظیفہ میں باوجود پیرانہ سالی اور ہر طرح کے مصائب کے ذرہ بھر تغیر نہ آیا۔ یہ اپنے ایمان پر اسی پختہ یقین کے ساتھ قائم ہیں جس طرح کہ روز ازل تھیں۔ رَحِمَہَا اللہُ وَرَہِیْہَا۔ (اللہ ان پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو)

نواب سراج الدین خاں سائل

سائل مرحوم کو آپ سے قلبی تعلق تھا۔ قاضی حوض کی مسجد شریف میں آپ تشریف لے گئے تو سائل صاحب

نے اپنا کلام سنا کر آپ کو خوش کیا۔ دو تین مرتبہ صلاۃ التبیح پڑھنے بھی خانقاہ شریف آئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
استاد بخود دہلوی | سید وحید الدین احمد بخود دانش نئے خاں کی منجھلی بہن کے فرزند اور چھوٹی بہن روشن آرا بیگم کے داماد تھے۔ اواخر عمر میں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکیم محمد احمد خان | آپ حکیم عبدالحمید خاں مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے کامل اخلاص رکھتے تھے۔ اگرچہ حاضر کم ہوتے تھے۔ لیکن جہاں آپ کو دیکھتے جھک کر دونوں ہاتھوں سے سلام و احترام پیش کرتے۔ روشن آرا باغ میں کئی مرتبہ اپنی چلتی سواری میں کھڑے ہو کر جھک کر حسب معمول احترام پیش کیا۔ رحمۃ اللہ وغفرلہ۔

خواجہ عبدالمجید | منشی عبدالرحیم خاں کے صاحبزادے اور آپ کے نہایت مخلص تھے۔ مولوی بخش اللہ دستری عبدالرحیم وغیرہما سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے حضراتِ صحابہ کے جو حالات سنے ہیں اُس کے پیش نظر اتنا جانتے ہیں کہ اگر اُن مبارک احوال کی جھلک دیکھنی ہے تو خانقاہ شریف میں جا کر دیکھ لو۔ وہ باوجود اس اخلاص و عقیدت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں کیا منہ لے کر جاؤں۔ وہ بھی حکیم محمد احمد خاں کی طرح جب آپ کو کو دیکھتے فرشی سلام کیا کرتے تھے۔ اُن کی اہلیہ مبارک بیگم آپ سے بیعت تھیں اور خانقاہ شریف اکثر آیا کرتی تھیں۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمَا۔

ڈاکٹر مختار احمد انصاری | ذکرِ خیر میں "حیاتِ اجل" سے ڈاکٹر صاحب کی عبارت اس عاجز نے نقل کر دی ہے۔ اُس دن سے ڈاکٹر صاحب صدقِ دل سے آپ کے معتقد ہوئے اور بڑی نیاز مندی سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موری دروازے اور کشمیری دروازے کے درمیان فصیل سے متصل ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن پہاڑی سے آتے ہوئے آپ اُن کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ ان کے آدمیوں نے آپ کو کمرے میں بٹھایا آپ کے تشریف لے جانے کے پانچ منٹ بعد ڈاکٹر صاحب موٹر میں آئے۔ یہ عاجز باہر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ وہ کوٹ پتلون اور انگریزی ٹوپی میں تھے۔ اُن کے ملازم نے آپ کی آمد سے اُن کو خبر دی۔ وہ پیچھے کے راستے سے بہت جلدی میں گھر کے اندر گئے اور وہاں سے چوڑی دار پا جامہ، مشیرانی اور ٹوپی میں ملبوس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا اپریشین انھوں نے اپنے ہاتھ سے خانقاہ شریف میں کیا۔

اور پھر کئی مرتبہ دیکھنے آئے۔ اُن کے ساتھ ٹوکانر سید عبدالرحمن آیا کرتے تھے اور ہر روز وہ آکر ٹپ کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حکیم محمد اجمل خاں آپ کو حضرت سیدی الوالد سے قلبی تعلق تھا۔ باوجود اپنے مشاغل کے آپ کے پاس احیاء آتے تھے۔ جب آپ رامپور تشریف لے گئے تو اُن کو معلوم ہو گیا کہ آپ نظر بند ہو گئے ہیں۔ لہذا انھوں نے حافظ عبدالحکیم کو بلا کر کہا کہ جاؤ اور حضرت صاحب سے کہہ دو کہ رامپور سے باہر جانے کا قصد نہ فرمائیں۔ حکیم صاحب نے اپنے صاحبزادے اور صاحبزادی کی مشادی میں آپ کو بلا یا اور آپ تشریف لے گئے۔

جمعہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ء کو حکیم صاحب اور ڈاکٹر انصاری حنا اور حامی عبدالغفار (حامی علی جان والے) حکومت ترکیہ کے انگورہ فٹڈ میں چندہ لینے کے واسطے آپ کے پاس دن کے دس بجے آئے۔ آپ نے ڈیڑھ ہزار روپیہ ان کو دیا اور جناب ہمشیرہ وسطیٰ نے بھی دس روپے اُن کو ارسال کئے۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَجْزُ اَہْمِ خَيْرٌ اَعْلٰی خِدْمَةِ الْاِسْلَامِ وَرِضْوٰی غَنَمُ۔

ڈپٹی محبوب عالم ڈپٹی صاحب کو دل کی بے کلی تھی۔ حصولِ اطمینانِ قلب کے لئے صوفیہ اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن گوہر مراد کہیں ہاتھ نہ آیا۔ آخر سید احمد شاہ قصوری کے ساتھ آپ کی خدمت حاضر ہوئے۔ آپ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی۔ اُن کے قلب کو سکون ملا اور پھر آپ سے بیعت ہوئے۔ ایک دن انھوں نے آپ سے کہا۔ رؤسیوں نے مشہد میں ظلم و تعدی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ کے رنج و افسوس کو دیکھ کر حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ حضور وہاں توحید رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آخر کلمہ گو تو ہیں۔ ان کا نقصان ہمارا نقصان ان کی راحت ہماری راحت ہے۔ افسوس کہ اسی اختلاف نے مسلمانوں کو یہ روز بد دکھایا۔

وہ افراد جو تفسیق و تفسیل و تکفیر کا حربہ اٹھائے پھرتے ہیں آپ کے اس ارشاد گرامی کو غور سے پڑھیں۔ وَثَقْنَا اللّٰہَ بِمَنْ صَادِق۔

شرف الدین الکتبی سورت کے رہنے والے ہیں۔ بمبئی میں کتابوں کی تجارت ہے۔ سن تیرہ سو بائیس تیس میں آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کے اتباعِ سنتِ اجتنابِ بدعت سے متاثر ہوئے۔ بعد میں حجاز مقدس گئے۔ اور اہل نجد کے مسلک پر ہو گئے۔ مع ہذا حضرت سیدی الوالد کی محبت آخر تک اُن کے دل میں رہی اور انھوں نے اپنے ایک فرزند کی کنیت ابو الخیر رکھی۔ یہ بات ان کے فرزند عبدالعزیز نے اس عاجز سے بمبئی میں بیان کی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

علی رضا زینل

زینل صاحب کی وفات دو تین سال پہلے بمبئی میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے بیعت ہونے کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا: میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی۔ اس زمانے میں میری مالی حالت کمزور تھی۔ سن تیرہ سو بیس بائیس کا واقعہ ہے میں خانقاہ شریف میں حاضر ہوا۔ اس دن وہاں کوئی محفل تھی۔ مسجد شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں لوگوں کے پیچھے جوتیاں اتارنے کی جگہ سے قریب بیٹھ گیا۔ محفل کے اختتام پر آپ نے ایک پٹھان سے کہا کہ جاؤ جہاں جوتیاں اتارتے ہیں اسی کے قریب ایک شخص بیٹھا ہے اس کو لے آؤ۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے مجھ کو بیعت کیا۔

یہ واقعہ ابھی چند ماہ پیشتر دو افراد نے بیان کیا جو حاجی زینل کے پاس اکثر بیٹھتے تھے۔ اور ان سے کئی مرتبہ حاجی زینل نے خود بیان کیا۔ ۱۳۳۷ھ میں یہ عاجز حضرت برادر کلاں اور رفقا کے ساتھ جدہ پہنچا۔ حاجی زینل نے اپنے مکان پر تھوڑی دیر ٹھیرایا اور قہوہ سے خاطر کی۔ اس کے بعد عاجز نے ان کو نہیں دیکھا۔ رحمہ اللہ۔

حسن علی محرمی

محرمی کے شیخ حسن علی عبدالرحمن آل تقی بدھ کے دن ۲۰ رجب ۱۳۰۷ھ ہجری مطابق ۳ جون ۱۹۸۷ھ کو خانقاہ شریف آئے اور عاجز سے ملے۔ انھوں نے دیوانہ دار حضرت سیدی الوالد قدس سترہ کے مزار شریف کی جگہ دریافت کی اور ہاتھ پڑھ کر عاجز سے ملے۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ عاجز اُن کا بیٹا ہے تو عاجز کے ہاتھ کو بار بار چوما۔ اور یہ کہا کہ میرے والد کے رشتہ دار عبدالعزیز النعمی العوضی ستر سال پہلے علی رضا زینل کے ساتھ حضرت شاہ ابوالخیر سے ملنے اس خانقاہ شریف میں آئے تھے۔ وہ حضرت کے چہرہ کی نورانیت کا بیان کیا کرتے تھے، مجھ کو آپ کے مزار شریف کی زیارت کی تمنا ہوئی اور آج میں حاضر ہوا اور پھر جلتے وقت سر کو اور ہاتھ کو بار بار چوما اور رخصت ہوئے۔ بَحَلَّہُ اللہُ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔

لالہ پیارے لال

دلی کے جوہری تھے۔ کلکتہ میں کاروبار کرتے تھے۔ چوڑی دار یا جامہ ملل کا انگرکھا، کندھے پر سفید ٹپکا، سر پر مختصر گچڑی ہوتی تھی۔ سعادت ازی نے ان کا ساتھ دیا۔ آستانہ خیر پر حاضر ہوئے اور سیدی الوالد کے گرویدہ ہوئے۔ اُن کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام ہزاری لال اور چھوٹے کا رامچندر راچندر کی عمر نو دس سال کی تھی۔ یہ تینوں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ البتہ پیارے صاحب اور ہزاری صاحب نے اسلام کا اظہار نہ کیا۔ چھوٹے بیٹے نے اظہار کیا اور آپ نے اُن کا نام شیخ عبدالباری رکھا۔ پیارے صاحب نے مرتے

وقت عبدالباری سے کہا کہ حضرت صاحب کو میرا سلام پہنچا کر عرض کرنا کہ جو اقرار آپ کے ہاتھ پر میں نے کیا تھا اس پر قائم ہوں۔ ابھی چند سال پہلے ہزاری صاحب کی وفات ہوئی۔ سورہ یاسین نشی۔ اس عاجز کو سلام کے بعد کہلوا یا کہ اللہ کے فضل سے اپنے قول و قرار پر قائم ہوں۔ عبدالباری کی بصارت عنفوان شباب سے زائل ہو گئی تھی۔ اللہ نے اُن کو بصیرت عنایت کی۔ اصحابِ نسبت میں سے تھے اور ذکر شریف کرتے ہوئے واصل حق ہوئے۔ **هَيْثَا لَهُ ثَمَرٌ هَيْثَا لَهُ جَنَازَةٌ** کی نماز عاجز نے پڑھائی۔ **وَرَجَمَهُ اَبَاؤُهُ وَآخَاؤُهُ وَغَفَرَ لَهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ**۔

مِصْبَاحُ الدِّينِ حَقِّی | ذکرِ خیر میں جناب مصباح الدین صاحب کا ذکر آچکا ہے۔ یہ سرکاری ملازمت میں رہ چکے تھے اور اُن کے صاحبزادے اچھے عہدوں پر تھے۔

اس مجبوری کی بنا پر وہ ایک افسر سی۔ آئی۔ ڈی کو لے کر **۱۳۳۳ھ** مطابق **۱۳۵۱ھ** میں آپ کے پاس آئے۔ مصباح الدین صاحب آپ کی رشتہ کی خالہ کے فرزند تھے۔ اور آپ اس تعلق سے اُن کی خاطر کرتے تھے۔ اُن کے اس رویہ سے جو تکلیف آپ کو پہنچی اس کا رنج مصباح الدین صاحب کو بھی تھا اور اس کی وجہ سے انہوں نے اخیر تک آپ کو اپنا منہ نہ دکھایا۔ **۱۳۳۵ھ** کا واقعہ ہے کہ اُن کے کسی فرزند یا دختر کی شادی تھی۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے کسی عزیز کے ہاتھ آپ کو دعوتی رقعہ ارسال کیا۔ چنانچہ عصر کو آپ تفریح کو جلتے ہوئے اُن کے گھر پہنچے مفتی والان لشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور جناب مولوی سردار احمد مجددی رامپوری اور ایک پٹھان تھا۔ جس وقت آپ وہاں پہنچے عزیزوں اور مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ مصباح الدین صاحب خود ایک کمرے میں تشریف لے گئے اور اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ حضرت کی خاطر مدارات کریں۔ چنانچہ آپ کو ان کے صاحبزادوں نے چوتھے پر بٹھایا اور چائے بسکٹ وغیرہ سے تواضع کی۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے بھائی مصباح الدین کہاں ہیں؟“ وہ آپ کی پشت پر کمرے میں کھڑے سُن رہے تھے۔ اُن کے بچوں نے کہا۔ حضرت وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے ساتھ بھائی مصباح الدین نے جو کچھ کیا وہ معلوم ہے۔ اب ان کے گھر میں خوشی ہے۔ انہوں نے ہم کو بلایا۔ دیکھو ہم آگئے۔ اچھا اُن سے ہمارا سلام کہہ دینا۔ اور آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ گنجی تک اُن کے صاحبزادے وغیرہ آئے اور آپ کو احترام سے سوار کرایا۔ جناب مصباح الدین صاحب آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔ اُن کی آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا۔ **رَحِمَهُ اللّٰهُ وَغَفَرَ لَهُ ذَنْبَهُ**۔

سعید الزمیر | فرزند محمد زبیر بن سراج الزبیر بن احمد بخش بن عبدالقدوس بن عبدالقادر بن

قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر قدس اللہ اسرارہم، مغلیہ پورہ، دہلی میں رہتے تھے۔ دلی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اولاد میں حضرت سیدی الوالد کے علاوہ صرف ان کی ذات تھی۔ قبلہ عالم کی مسجد شریف اُن کے دم سے آباد تھی اور حضرت شاہ آفاق کے مزار پُرانوار کی حفاظت بھی وہی کرتے تھے۔ مسجد شریف کے پاس کچہریل کی چھت کے آٹھ دس مکان ان کے تھے۔ تنگی معاش کی وجہ سے سب مکان کسی بیٹے کے پاس گروی تھے۔ آپ کو علم ہوا تو منشی حسین علی وغیرہ کو بیچ میں ڈالا اور بیٹے کو روپیہ دے کر کاغذات سعید الزبیر صاحب کو دلوائے۔ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ بلکہ حضرت والدہ صاحبہ اور ہمیشہ گان کو بھی لے جاتے تھے۔ وہ اُن کی اہلیہ صاحبہ سے ملتی تھیں۔ سعید الزبیر صاحب اکثر آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ اس عاجز کی آخری ملاقات اُن سے شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق یکم فروری ۱۹۴۷ء کو ہوئی اور سہ شنبہ کی صبح کو سوانو بجے ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء ان کی وفات ہوئی۔ اور چار ماہ بعد جب دلی میں کشت و خون کا بازار گرم ہوا تو اُن کے بڑے صاحبزادے رشید الزبیر شہید ہوئے۔ اُن کے بھائی حمید الزبیر و حفید الزبیر اس ہنگامہ زد و خورد میں اپنے اور مرحوم برادر کے اہل و عیال کو لے کر پنجاب چلے گئے۔ رَحْمَتُہُمَا اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُمَا وَحَقَّقَا مَن لَّا ذِیْبَاکِسْتَانِ وَاجَلَّہُ الرَّسُوْمُ مِنْ اَوْلَادِہٖ۔

بمبئی کے مہین | حضرت امام ربانی مجدد اَلْبَنَانِ ثانی قدس سرہ کے عرس شریف کے سلسلہ میں بمبئی کے مہین سرہند شریف جاتے اور آتے ہوئے دلی آتے تھے۔ اُن میں سے بعض افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ غالباً ۱۳۳۹ھ کا واقعہ ہے کہ چار پانچ مہین آپ سے ملنے آئے اور انہوں نے التجا کی کہ چائے کی دعوت عصر کے وقت قبول فرمائیں۔ آپ نے اُن کی التجا منظور کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ سب مخلصین کو بھی ساتھ لائیں۔ چنانچہ چالیس پچاس دلی کے اور اسی قدر افغانستان کے مخلصین عصر کے وقت چار بجے فتحپوری کے پاس کو روٹیشن ہو مل پہنچ گئے۔ اس کی پہلی منزل مہینوں نے آپ کی دعوت کے لئے مخصوص کرائی تھی۔ آپ عصر کو وہاں پہنچے۔ بیٹھنے کے بعد حسب معمول آپ نے آنکھیں بند کیں اور دو تین منٹ کے بعد گھر آکر حافظ عبد الحکیم اور حاجی ملا احمد خان سے فرمایا یہ کیا بات ہے یہاں آکر ہماری طبیعت میں انقباض پیدا ہوا۔ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ پھر آپ نے مہینوں کو بلایا اور اُن سے دریافت کیا کہ دعوت کس نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ حضور! دعوت میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو جھوٹ نہ بولو، کیا تم سودی کاروبار بھی کرتے ہو۔ اس نے اقرار کیا۔ اقرار کرنے پر آپ کے مبارک چہرے پر شگفتگی کے آثار پیدا ہوئے اور آپ نے اس سے

کیا۔ دیکھو اللہ کے عذاب سے اپنے کو بچاؤ۔ ہم ناپاک مال کا استعمال نہیں کر سکتے۔ لہذا ہم جاتے ہیں۔ اس مین کے پاس ایک دوسرا مین بیٹھا تھا۔ اس نے آپ سے کہا۔ حضرت یہ دعوت آپ میری طرف سے قبول فرمائیں میرا پاک مال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ دعوت دینے والے اس پر راضی ہو جائیں اور ابھی ہمارے سامنے تم سے وہ سارا خرچہ لے لیں جو انھوں نے کیا ہے تو ہم تمہاری دعوت قبول کر لیں گے۔ داعی نے دو سو روپے ہوٹل کا کرایہ دیا تھا اور تقریباً تین سو روپے کے پھل، بسکٹ، چائے، عطر، پان وغیرہ تھے۔ اس نے یہ ساری رقم دوسرے مین سے لی۔ پھر آپ نے داعی اول سے فرمایا۔ اب تم بھی ہمارے خادموں کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہو۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کے مبارک ہاتھ پر سود سے توبہ کی اور آپ کے خادموں میں شامل ہوا۔ دو سال پہلے اس کا پوتا اس عاجز سے ملا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اللہ کا فضل ہے اس دن سے ہم لوگ سود کے کاروبار سے بالکل الگ ہیں۔

رحمۃ اللہ وغفرلہ۔

زبدۃ الکلام

آپ نے جب سے ہوش سنبھالا اور جب تک آپ کی رحلت ہوئی، حرام و مکروہ اور مشتبہ مال سے اجتناب کیا۔ جس سے بھی ملے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے لے لے اور جس کو بھی نکالا صرف اس کے لئے نکالا۔ اگر کسی سے محبت کی تو اسی کے لئے اور اگر نفرت کی تو اسی کے لئے۔ جس سے بھی آپ کو نفرت ہوئی کبھی آپ نے اس کا ذکر نہ کیا۔ ہندوستان کے بعض افراد نے جناب سرمدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف، میلاد شریف، علم شریف اور نماز میں التیمات پڑھتے وقت آپ کے خیال مبارک کے متعلق جو کہ موصول الی اللہ جل شانہ ہے، قبیح اور بہایت کریمہ الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ آپ اُن سے اور ان کی تحریرات سے متنفر تھے۔ آپ فرماتے تھے ہر وہ تعبیر جس کے سنتے سے دل کو رنج پہنچے اللہ تعالیٰ کے لعن کی مستوجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - أَعْوَذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مولوی ریاست علی

آپ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ مولانا سیف الرحمن، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی اور چند دوسرے علماء اور اہل حلقہ بیٹھے تھے کہ

شاہجہانپور کے مولانا ریاست علی تشریف لائے۔ یہ حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی رامپوری کے شاگرد و مرید تھے۔ انھوں نے التیمات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تصور کے متعلق ایک اشتہار کی گندی عبارت پڑھ کر سنائی۔ اشتہار کی عبارت اردو میں تھی۔ اور کہا۔ حضرت، یہ لوگ ایسی عبارتیں

لکھ رہے ہیں۔ آپ کو نہایت ملال ہوا اور آیت مذکورہ بالا پڑھ کر فرمایا۔ ایسے افراد پر لعنت ہے۔ اور انتہاء رنج و الم کی وجہ سے آپ اٹھ کر حرم سرا میں چلے گئے۔ مولانا سیف الرحمن صاحب نے مولوی ریاست علی صاحب سے کہا۔ آپ نے یہ ذکر کیوں چھیڑ دیا۔ کیا مبارک مجلس تھی اور وہ درہم برہم ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے دل کو بڑا رنج پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ یہ عبارت اردو کی جو میں نے پڑھی ہے بعض افساد اس کی تحسین کرتے ہوئے چھپوا رہے ہیں۔

مسجد اور مسجد الیہ | عاجز کہتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ الاقدس و نور ضریحہ و ریح روضہ کا مسلک نہایت احتیاط پر مبنی تھا۔ ڈپٹی محبوب عالم کے ذکر میں مشہد کا بیان گزر چکا ہے۔ آپ نے فرقہ شیعہ کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ کسی کلمہ گو کو آپ نے کبھی کافر نہیں کہا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان پر عامل تھے فطوبیٰ لہ ثم طوبیٰ لہ ولہ ان شاء اللہ عند اللہ لزنہا و حسن مآب۔

اس عاجز کو تعجب ہوتا ہے کہ ایسی گندی عبارات لکھنے والوں کو یہ خیال نہ آیا کہ حضرت درہ بنت ابی لہب سے کسی نے کہہ دیا۔ تم اس شخص کی لڑکی ہو جس کے بارے میں تَبَّتْ یَدَا ابْنِ لَہَبٍ نازل ہوئی ہے۔ حضرت درہ کو رنج ہوا اور وہ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِہِ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور واقعہ عرض کیا۔ آپ کو نہایت ملال ہوا اور آپ باہر تشریف لائے اور سب کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ مَا لِيْ اَوْذٰی فِیْ اَہْلِیْ فَوَاللّٰہِ اِنْ شَغَاعَتِیْ لِثَنَالٍ بِقَرَابَتِیْ۔ یعنی مجھ کو میرے عزیزوں اور قرابت داروں کی وجہ سے کیوں رنج پہنچایا جاتا ہے؟ کیا سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کوئی ایسی گندی عبارتیں کہہ سکتا ہے۔ کیا مسئلہ کے بیان کرنے کے لئے یہی تعبیر اُفادہ گئی ہے۔ افسوس صد افسوس۔

احیاء العلوم | اگر یہ افراد مسجد اور مسجد الیہ کے فرقہ کو سمجھتے تو ایسی عبارت کسی حال میں نہ لکھتے۔ کعبۃ اللہ مسجد الیہ ہے۔ اس کی طرف سجدہ کیا جا رہا ہے مسجد الیہ نہیں ہے کیونکہ سجدہ صرف اللہ جلّ شانہ کے لئے ہے۔ کعبۃ اللہ کو بہ کمال تعظیم مسجد الیہ بنایا جا رہا ہے اور ایمان میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہی کیفیت التّحیّات میں آپ کے خیال شریف کی ہے جس کا بیان حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ نے ان الفاظ سے "الاحیاء" میں کیا۔ وَ اَخْبِرْنِیْ قُلُوبُکَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ وَ شَخْصَہُ الْکَبْرِیَّہُ وَقُلْ۔ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الشَّیْخُ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہُ۔ لَیْصُدِّقْ اَمْلَکَ فِیْ اَنۡہُ یَبْلُغُہُ وَ یَرُدُّ عَلَیْکَ مَا هُوَ اَوْفٰی مِنْہُ۔ الخ۔ سبحان اللہ کیا موصول الی اللہ

بیان ہے۔ حضرت مولانا محمد احسن نالوتوی قدس اللہ سرہ و رفیع مقامہ نے "مذاق العارفین" میں ان الفاظے ترجمہ کیا ہے۔ (دیکھو ج ۱ ص ۱۵۱) "اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو اَکْشَلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الشَّیْخُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ (اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) اور اپنے دل میں بھی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کے کامل تر عنایت فرمادیں گے۔ اگر یہ مدعیانِ علم اور تحقیق "الاحیاء" اور "مکتوبات" قدسی آیات کا مطالعہ کر لیتے تو ایسی بیان سوز عبارت سے بہ مراحل دور رہتے۔ حضرت سعدی رحمہ اللہ کیا خوب کہتے ہیں۔

اے مرغِ سحر عشق لہ پروانہ بیاموز کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

اِس مدعیان در طلبش بے خبر اند کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

حضرت سیدی الوالد نے امام حجت الاسلام، مخدوم عبداللہ امام ربانی قدس اللہ اسرارہم کی ہدایت پر عمل کیا اور یہی جذبہ محبت اپنے مخلصین میں اللہ کے فضل و کرم سے پیدا کر کے اس حدیث شریف کا مصداق بنایا جس کو بخاری و مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَتِلْكَ وَمَا عَدْتُكَ لَهَا قَالَ مَا عَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَخِيْتُ (مشکات باب الحب فی اللہ) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا۔ تم نے اس کے واسطے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے اس کے واسطے کوئی تیاری نہیں کی ہے مگر میں اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔ اور ان شام اللہ تعالیٰ وہ اس حدیث شریف کے مستحق ہیں جس کو بخاری نے روایت کی ہے۔ اِنَّ رَجُلًا اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ يَلْقُبُ حَمَارًا كَانَ يُضَيِّعُ الشَّيْخَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَكَانَ الشَّيْخُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَاَتَى بِهِ يَوْمًا قَامَرٍ بِهِ فَجَلَدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ اَلْعَنُ مَا اَكْثَرَ مَا يُؤْتِيْ بِهِ فَقَالَ الشَّيْخُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (ایک شخص کا نام عبداللہ تھا اور شہرت حمار کے نام سے تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور شراب کے سلسلہ میں اس کو کوڑے لگ چکے تھے۔ ایک دن وہ لایا گیا اور آنحضرت نے اس کے کوڑے لگوائے۔ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ تو اس پر لعنت کر، کس کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس پر لعنت نہ کرو۔ قسم ہے اللہ کی مجھ کو یہ معلوم ہے کہ وہ اللہ سے اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

ہوا جو گرفتارِ عشقِ نبی وہ دوزخ سے بے شک ہوا ہے بڑی

جو نارِ محبت کا ہو سوختہ نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
 محبت سے جو سینہ افکار ہو اُسے کس طرح خطرۂ نار ہو
 قاتلِ وفا پر ہو رحمتِ مدام بہشت بریں ہوگا اس کا مقام
 نہ اس میں خطا ہے نہ تنکیر ہے مَعَ مَنْ أَحَبَّ کی یہ تفسیر ہے

شیخ فرید الدین عطار | چونکہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کے اشعار اس عاجز کے مذاق پر ہیں اس لئے ان کو لکھتا ہے۔

درد از حضرتش بر جانِ آں کس کہ نامدِ مشلِ او اندر جہاں کس
 بہین و برترینِ آفرینش سر و چشمِ خرد را تاجِ بینش
 خرد بینا بہ نورِ روئے او شد معطر از نسیمِ کوئے او شد
 زمین و آسماں و عرش و کرسی بہشت و دوزخ و جہنم و انبی
 ز بہرِ دوست بشنوا ز دلِ پاک بدیں روشنِ دیلے ہست لولاک
 مرقہٴ انبیا در زیرِ جاہش مشرفِ اولیا از خاکِ راہش
 بہ جودش انبیا گشتند محتاج ز لطفش اولیا بر سرِ نہند تاج
 دریں عالم ہر آں کو برتری یافت ز خاکِ درگاہِ او سروری یافت
 بہ معنیِ بزمِ مقدمِ بر ہمہ کس اگرچہ صورتِ او آمد از پس
 بہ صورتِ آدمِ اورا گر پدر بود اگر مقبول گردد واسطہٴ دوست
 عملہا را بہ حضرت رابطہٴ دوست و لیکن در حقیقت احمدش خواں
 محمد در شریعت نامِ او داں کہ تا نامش بدانی در حقیقت
 خدایا در الہیت اُحد خواں نبی را در عبودیت یکے داں
 جو حق اندر خدائی فرد و دانست نبی در بندگی بے مثل و ہمتاست
 یقین داں تا کہ نشناسی خدا را نہ دانی قدر و جاہِ مصطفیٰ را
 تو اورا چوں بدانتی تمام است شراکارِ دو عالم با نظام است

حضرت سیدی الوالد ہر اس شخص سے ملے تھے جو محبت لے کر آتا تھا۔ قاری محمد ابراہیم قزوینی قاری
 محمد، قاری بابوشیر احمد حاجی قدرت اللہ، حاجی ظفر الدین، حکیم محمد شفیع، حکیم قیام الدین، حکیم مکرم الدین، لکھ

ابوالحسن خاں پیر جی کزار حسین پیر زادہ محمد حسین دج پیر زادہ ڈپٹی مظفر احمد وغیرہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ اُن سے ملتے تھے۔ رحمہما اللہ وغفر لہم۔

ان کا مکان بڑی منڈی میں تھا۔ ایک دن جبک روشن آرا باغ تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ اس سال ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کا

”مشکوہ“ چھپا تھا۔ مظفر احمد صاحب کو شعر سے لگاؤ تھا۔ انھوں نے مشکوہ کا جواب لکھا تھا۔ وہ آپ کو سنایا اور پھر آپ سے کہا۔ مجھ کو شعر کہنے کا شوق تھا۔ لیکن کہہ نہیں سکتا تھا۔ مجھ سے ایک دوست نے ایک بزرگ کا بیان کیا۔ (ڈپٹی صاحب نے ان کا نام لیا اور جائے رہائش بتائی جو کہ یہ ماجزہ صاحب الخطا والنہی ان بحول گیا ہے) کہ وہ کچھ پڑھ کر اپنا لعاب دہن جس کے منہ میں لگا دیں وہ شعر کہنے لگتا ہے۔ لہذا میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے اپنا لعاب دہن میری زبان پر لگایا اور اس دن سے میں روانی کے ساتھ شعر کہتا ہوں۔ یہ واقعہ بیان کر کے انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں حضرت صاحب زادہ صاحب کو اُن کے پاس لے جاؤں۔ اور ڈپٹی صاحب نے حضرت برادرِ کلاں کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت سیدی الوالد سے ملنے کی خواہش اکثر افراد کو تھی لیکن آپ کے احوال کے

ایک کالیستہ | پیش نظر آنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ غیر مسلم افراد آپ کے پاس آتے تھے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ جیسے ڈاکٹر موہن لال، رتن لال، شام لال اور ایک شخص گیر والباس پہنے دراز لٹھوں والے اور ایک کالیستہ جو ترکمان دروازے کی طرف رہتے تھے۔ کالیستہ صاحب کی دراز ریش تھی اور وہ کارچوب (زری کا کام) میں ماہر تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے کام کا نادر نمونہ آپ کے پاس لائے۔ اس میں انھوں نے پہاڑ کا نقشہ بنایا تھا جس پر دو تین درخت بھی تھے۔ اس کے دامن میں ایک شخص ہتھوڑا لئے کھڑا ہے جس نے پہاڑ کے ایک حصہ کو توڑ کر نالا بنایا ہے اور دُور ایک ہرن چھلانگ لگا رہا ہے۔ آپ نے اس کام کو دیکھا اور حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر قدس اللہ سرہ الاقدس کا یہ شعر بار بار پڑھا۔

ہر دم از یارانِ دیرین میری یاد آ رہی
کوہ کن از جوئے شیریں یاد می آید مرا
(ہر وقت مجھے پرانے دوستوں کی یاد آتی ہے۔ جوئے شیریں کی وجہ سے کوہ یاد آتا ہے)
اس شعر کو پڑھتے پڑھتے آپ نے آنکھیں بند فرمادیں اور تقریباً دس منٹ ایک سوکھت
میں رہے۔ ترجمہ اللہ آیا تو اس ما آحسن ما قالہ۔

تأمل فی تباہِ الارضِ وانظر
الی آثارِ ما صنع الملیلک

۲۔ مُبْتَدِئِينَ مِنْ لُحْبُونٍ شَاحِصَاتٍ بِأَبْصَارِهِمُ الذَّهَبَ السَّيْنِيَّةَ

۳۔ عَلَى تَصْنِيفِ الزَّبْرِ جَدِّ شَاهِدَاتٍ بِأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ

۱۔ زمین کی نباتات پر غور کر اور دیکھ اُن آثار کو جو خدا نے بنائے۔

۲۔ کہ رُو پہلی آنکھیں سونے سے مڑھلی ہوئی پتلیوں سے دیکھ رہی ہیں۔

۳۔ زبرد کی شاخوں پر گواہ ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

آپ نے اُن کا لیتھ کو دور و پہلے انعام دیا اور جب تک آپ حیات رہے ہر سال یہ انعام دیتے رہے۔

دلی کے وہ افراد جو اہل حدیث کہلاتے ہیں آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن سے ملتے

اہل حدیث

تھے۔ مولانا ندیر حسین محدث پھانگ جیش خاں دلی میں رہتے تھے۔ اُن کی سمدھن نے

اُن سے کہا کہ میں حضرت شاہ ابوالخیر سے بیعت ہونا چاہتی ہوں آپ کی کیا رائے ہے۔ مولانا نے اُن سے

کہا۔ وہ پابند شریعت بزرگ ہیں اُن سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ عقیقہ آپ سے بیعت ہوئے مولانا

کے نواسے مولوی ابوالحسن بارہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تسکین قلب حاصل کی۔

ایک دن آپ روشن آرا باغ کو چاندنی چوک کے راستے سے گئے۔ اس زمانے میں حاجی علی جان

والوں کی دوکان چاندنی چوک میں سنہری مسجد اور گھنڈ گھر کے مابین سمت جنوب بالا قادیان پر تھی۔ وہاں سمن

میں ان کی جماعت ہو رہی تھی۔ یہ لوگ رکوع میں تھے کہ آپ کی نظر اُن پر پڑی۔ وہ رکوع ہی میں رہے کہ

آپ کی بگھی آگے بڑھ گئی۔ آپ نے احترام کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا اور کہا کہ یہ لوگ حدیث شریف پر عمل

کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے واسطے دُعا کی۔

حافظ محمد اسحاق رانی کعبت والے کا ذکر ذکر خیر میں گزر چکا ہے۔ شیخ عطار الرحمن سکرٹ والے

اُن کے سمدھی تھے۔ وہ سخت علیل ہوئے۔ بہ ظاہر امید حیات نہیں رہی تھی۔ انھوں نے حافظ محمد اسحاق

سے کہا۔ حضرت شاہ صاحب سے آپ دعا کرائیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ ان کی دُعا سے مجھ کو صحت ہوگی حافظ

محمد اسحاق نے آپ سے کہا۔ آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے وہ وہابی ہیں اور وہابی ہمارے ائمہ اور بزرگان

دین کو بُرا کہتے ہیں اور اُن کی توہین کرتے ہیں۔ حافظ محمد اسحاق نے فرمایا۔ وہ وہابی نہیں ہیں بلکہ اہل حدیث

کی جماعت سے ہیں ائمہ و بزرگان دین کو بُرا نہیں کہتے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا۔ پھر تو وہ ہمارے ہیں۔

یہ فرما کر آپ نے شیخ عطار الرحمن کے لئے دعا کی۔ اہل حلقہ نے آمین کہی۔ اور ارشاد نبوی عَلٰی صَاحِبِ السَّلَاةِ

وَالسَّلَامُ کا ظہور ہوا۔ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ

كَلَّمَادَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِينَ وَكَذَلِكَ يَمُوتُ۔ رواہ مسلم کتاب الدعوات من الشکا

عطار الرحمن کو اللہ نے شفا دی۔

شیعان علی

ارباب جان محمد کا واقعہ ایک خاص کیفیت کے تحت معمولات میں گزر چکا ہے۔ اہی دنوں کو نزد میں محرم کی دسویں شب کو ایک ہزارہ لوح خوانی اور سینہ کو بی کرتا ہوا مر گیا۔ جب آپ تفریح کے واسطے گنجی میں روانہ ہوئے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر آپ خاموش رہے اور پھر فرمایا: اس کو برا نہ کہو۔ اگر اس نے اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت میں یہ کام کیا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہو۔ جن دنوں آپ کا قیام میرٹھ میں تھا چند ایرانی آپ سے ملے آئے۔ وہ سب شیعہ تھے۔ آپ کے دل کو بہت خوش ہوئے۔ آپ کی کوشی کے قریب انہوں نے قیام کیا تھا۔ اتفاق سے اُن کی اشرفیاں گم ہو گئیں۔ ہر چند تلاش کی لیکن دستیاب نہ ہوئیں۔ انہوں نے نیت کی کہ خدایا اگر یہ اشرفیاں مل گئیں تو ہم حضرت صاحب کی خدمت میں کچھ پیش کریں گے۔ صبح کو وہ اشرفیاں مل گئیں۔ اور وہ نذر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے غدر کیا۔ اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ حضرات صحابہؓ کو برا نہیں کہتے بلکہ تفضیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ نے ان کی نذر قبول فرمائی۔

ایران کے ایک مجتہد سیاح جبہ پہنے آپ کی خدمت میں ایران سے آئے۔ جو خیال لے کر اور جو تعریف سن کر آئے تھے اس سے کہیں زیادہ آپ کو پایا اور شنیدہ کے بڑا تند دیدہ کی حقیقت اُن پر واضح ہوئی۔ کئی دن تک برابر آتے رہے اور بالآخر آپ کی مریدی کا اظہار کیا۔ انہوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں شیعہ ہوں اور قلب کی طہارت و صفائی کے لئے آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اُن سے اقرار کیا کہ وہ حضرات صحابہؓ سے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کسی کو برا نہیں کہیں گے اور اُن کو سلسلہ عالیہ میں داخل کر لیا۔

مولوی بخش اللہ کی کتاب

مولوی بخش اللہ چھٹہ لال میاں دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے جاں نثار اور قدیم مخلصوں میں سے تھے جو واقعہ اُن کے سامنے پیش آتا تھا اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے بعد انہوں نے باوجود ننگدستی و قرضداری و کم فرمستی کے آپ کے حالات زندگی لکھے۔ اس میں جو واقعہ اپنا چشم دید لکھا ہے وہ درست ہے اور جو سماعی ہے وہ از قسم رطب و یابس ہے۔ وہ خود بھی صفحہ ۲۵۹ پر اس کا اظہار کر رہے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت برادر کلاں اور قدیم برادران طریقت نے اس کو پسند نہ کیا۔ بنا بریں اس کی اشاعت نہ ہوئی اور نہ وہ اس کا دوسرا حصہ چھپوا سکے جیسا کہ اُن کا ارادہ تھا۔ پنجشنبہ ۲۴ صفر ۱۳۷۲ مطابق ۵ نومبر

۱۹۵۲ء دن کے ساتھ نوبت رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ وحشرہ مع من آجئہ۔

جو دے از مجتہان آل حضرت است زما ہر نمط لائق مدحت است

۱ چونکہ وہ آن حضرت کے دوستوں میں سے ہے بہر نوع وہ ہماری جانب سے لائق تحسین ہے

وہ صفحہ ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: جو ایک دفعہ اس آستانہ علیہ میں داخل ہو گیا اس نے وہ خطا اٹھایا کہ پھر مر کر ہی نکلا۔ حالت یہ تھی کہ جب کسی کو اس کی بد اعمالی پر تنبیہ ہوتی اور نفس کی انانیت سے مغلوب ہو کر دل میں خیال کرتا کہ کل میں نہیں آؤں گا۔ مگر دوسرے دن پھر کشش ہوتی، آتا اور پھر آتا۔ ہر چند دھتکار تے مگر وہ شخص آتا اور پھر آتا۔ جس کی یہ حالت ہوئی سمجھ لو کہ اس کو کچھ مل گیا اور جو بگڑ کر چل دیا محروم رہا۔ اور یہ حالت دوسرے کی کسی نازک مزاج ہندوستانی کو ہی ہوتی تھی۔ افغان طالبان حق اس بیہودہ خیال سے بالاتر تھے۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ وہ آستانے پر ہی پڑے ہوئے ہیں۔ کسی یورپین سیاح نے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کی شان عالی میں کہا ہے کہ ہندوستان میں ایک بزرگ اپنے مزار کے اندر سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ وہ سیاح اگر حضرت سے ملتے اور یہ حالت دیکھتے تو بے اختیار بول اٹھتے کہ آپ بھی ایک پیر ہیں جو افغانوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور افغانی قوم آپ کی کوڑیا فلام ہے۔ یہ گمان غالب ہے کہ اگر دیگر مشائخ زمانہ اپنے مریدوں پر حضور کے جلال کا دسواں بھی ظاہر کریں تو سب مرید کبوتر بن کر اڑ جائیں مگر یہ کمال بہ فضل خدا حضرت ہی کو حاصل تھا کہ خدام باوجود سخت و سست سننے کے اپنی جگہ پر جمے رہے اور آپ ہی کا کلمہ پڑھتے رہے۔ اگر حضرت فقیر تھے تو بادشاہ بھی تھے اور اگر بادشاہ تھے تو فقیر بھی تھے۔ دونوں صفتیں بدرجہ کمال آپ میں جمع تھیں جن کو دیکھ کر حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علی نبینا و علیہما الصلاۃ والسلام کا زمانہ بے دیکھے یاد آ جاتا تھا۔ ان کا حافظ منیر الدین منیر کا ذکر معمولات کے آخر میں گزر چکا ہے، وہ مولوی بخش اللہ کے رفیق و ہمسایہ تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کو یہ قصیدہ سنایا تھا۔ اس قصیدہ میں آپ کے اُن اوصاف و محاسن کا ذکر ہے جو کہ از انعامات و اکرامات الہیہ ہیں اور حضرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔

بہل گلزارِ خیر

حافظ منیر الدین منیر کا ذکر معمولات کے آخر میں گزر چکا ہے، وہ مولوی بخش اللہ کے رفیق و ہمسایہ تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کو یہ قصیدہ سنایا تھا۔ اس قصیدہ میں آپ کے اُن اوصاف و محاسن کا ذکر ہے جو کہ از انعامات و اکرامات الہیہ ہیں اور حضرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔

وقارِ صوفیا، شانِ گروہ ادیار تم ہو
ہمارے یوسفِ ثانی، ہمارے دلربا تم ہو
سکونِ جان و دل ہو قرۃ عینِ ضیا تم ہو
تماشائے جہاں ہو قدرتِ ربِّ العلا تم ہو

ابوالخیر دو عالم تاجدارِ اصفیا تم ہو
ہماری آرزو تم ہو، ہمارے مدعا تم ہو
کوئی دیکھے ہماری آنکھ سے تم کو کہ کیا تم ہو
تمہیں چشمِ حقیقت میں سے جو دیکھے تو کچھ سوچے

نہیں موجود تم جس بزم میں دل کیلگے اس میں
جہاں تم ہو وہیں ہم ہیں جہاں ہم ہیں وہیں ہو تم
عالات آپ کی فرقت ہے قربت آپ کی صفت
جہاں ہو ذکر کی محفل نہ داخل ہو کوئی شیطان
جسے سیراب کر دو تم حبیبِ جاوداں پائے
جسے تم دیکھ لو چشمِ عنایت سے بنے کندن
فرشتوں نے ندادی ہے قبولِ حق ہوئے حضرت
مالِ عرض ابراہیم ہے واسطہ رسول اللہ
عجم میں آپ کی شہرت، عرب میں آپ کا چرچا
جہاں تم جاتے ہو رہتا نہیں شر اس جگہ باقی
یہ مانا واقفیت کی ضرورت ہے زمانے میں
پتا اُس کا چلایا، طالبوں نے تم کو جب پایا
جب آتا ہے کوئی غمگین تو ہو جاتے ہو غمگین
مزا آتا ہے خوش ہونے کا تقریباً بگڑنے میں

وہی مجلس ہے اک مجلس جہاں رونق فراتم ہو
تمہارا اک پتا ہم ہیں، ہمارا اک پتا تم ہو
انوکھی بات ہے تم میں مرضِ تم ہو دوا تم ہو
وہاں یا تم ہو یا ہم ہوں فقط یا ہم ہوں یا تم ہو
اثر اس میں کہاں یہ چشمہ آبِ بقا تم ہو
نہ کیوں پھر قلزمِ عرفاں کے درجے بہا تم ہو
نہ ہو مقبولِ خلقت کیوں کہ مقبولِ خدا تم ہو
زہے نسبت کراپنے جد کے انجامِ دعا تم ہو
خدا کے فضل سے گھر بیٹھے بیٹھے جا رہا تم ہو
سراپا خیر، اسمِ بامسمیٰ، مرحباً تم ہو
اُسے کیا فکر جس کے منزلِ مقصد نما تم ہو
یہ کیا کم مرتبہ ہے اُس کے گویا نقشِ پا تم ہو
حقیقت میں تمہیں ہمدرد ہو، درد آشنا تم ہو
کبھی راضی ہو ہم سے تم، کبھی ہم پر خفا تم ہو

قصیدہ یہ مناجس نے کہا یوں کر کے چار انگلیں

منیر اس پیرِ کمال کے عجب مدحت سرا تم ہو

قصیدہ حافظ | حافظ محمد وزیر خاں حافظ درویش کلاں دلی میں رہتے تھے۔ استاد غلام رسول میراں کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ ہی ۱۲۹۹ھ میں بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے

آپ کی خدمت میں یہ قصیدہ لکھ کر ۱۳۲۷ھ میں کوئٹہ ارسال کیا تھا۔

تعالی اللہ کیسا مرتبہ ہے میرے مرشد کا
بہرِ افضل الہی سے ہے خلقِ احمدی اُن میں
ولی اللہ کہہ دینا تو ہے اک بات معمولی
بجا ہے قطبِ عالم اک زمانہ گر کہے اُن کو
نمازِ ہشت گانہ ہے وظائف میں تلاوتِ سحر
نہیں تابِ بشر جو اس جلالی آنکھ کو دیکھے

ملائک کی زباں پر تذکرہ ہے میرے مرشد کا
فقیری میں وہیں سے سلسلہ ہے میرے مرشد کا
کراس سے بھی کہیں درجہ بولے میرے مرشد کا
جہاں میں چار جانب غفلت ہے میرے مرشد کا
شبانہ روزیہ ہی مشغلہ ہے میرے مرشد کا
آج نہ ڈرتے ہیں وہ دببہ ہے میرے مرشد کا

بہ ظاہر چھوڑ کر خدام کو گرچہ گئے کوٹے
مگر باطن میں سب پر تو ا ہے میرے مرشد کا
مرے دل میں سمائے ہیں مری آنکھوں میں رہتے ہیں
تصور میں ہرے نقشہ جما ہے میرے مرشد کا

بتا دیتا ہوں مولانا ابوالخیر اس کو اے حافظ
جو نام پاک کوئی پوچھتا ہے میرے مرشد کا

مولوی اکرام الحق کی نذر عقیدت
مولوی اکرام الحق حضرت استاد مولانا مولوی محمد
عمر رحمۃ اللہ کے خلیفہ اور ابن اعم ہیں اور محلہ داپور

گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں رہتے ہیں۔ انھوں نے یہ نظم ارسال کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے مرشد کے محبوب مرشد گرامی
ابوالخیر غواص بحر معانی
حریم ولایت کے مشمع جمالی
گلستان عرفاں کے گل بے مثالی

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی خوبیوں سے خدا نے نوازا

نبی مکرم کے تم ہو فدائی
مجتہم صفا ہو، کہ بدر المعالی
خدا کے پیارے خدا میں ہو فانی
خدا نے تمہیں شان بخشی نزاری

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی رحمتوں سے خدا نے نوازا

صداقت کے جوہر ہو صدیق دؤراں
عمر کے خلف ہو جلالت بداماں
غنی کی سخاوت کے ہو ابر باراں
علی کی ولایت کے خورشید تاباں

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی برکتوں سے خدا نے نوازا

تری ضو نشانی سے دنیا ہے روشن
تری پاک نسبت ہے خوشبوئے گلشن
تری ذات اقدس ہے عرفاں کا مخزن
ہے صحرائے وعدت ترا پاک مسکن

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی رفعتوں سے خدا نے نوازا

اے مرشد اول سے مراد حضرت استاد اور مرشد دوم سے مراد حضرت سیدی الوالدین قدس اللہ اسرارہما۔

نمود مصائب کے، قطب زمانہ مبارک زمانے میں اپنے یگانہ
تھے اعمال تیرے سبھی مخلصانہ عجب تیرے ارشاد ہیں عارفانہ

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی نعمتوں سے خدائے نوازا

نمازیں تمہاری نیازیں تھیں آقا رواں نورِ قرآن کا ہوتا تھا دریا
خدائے شرف ہمکلامی کا ہوتا حضورِی کا ہر مقتدی ذوق پاتا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی عظمتوں سے خدائے نوازا

کوئی بحسب الوار میں تیرا تھا کوئی محدود بے خود بنا بس کھرا تھا
کوئی ذاتِ حق میں سراپا تھا کوئی لطف احسان کا ٹوٹا تھا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی قربتوں سے خدائے نوازا

عجب بارگہ تھی عجب وہ مکاں تھا بڑا روح پرور وہاں کا سماں تھا
جہاں نورِ وحدت کا دریا رواں تھا خدا و نبی کا وہاں پر نشان تھا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی زینتوں سے خدائے نوازا

کبھی زجر و توبیخ سے تم ڈراتے کبھی ضرب و اخراج سے تم ڈلاتے
کبھی لطفِ بیہم کو تم کام لاتے غرض ہر طرح سے تمے کندن بناتے

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی حکمتوں سے خدائے نوازا

کہاں ایسے مرشد کہاں ایسے آقا زمانہ ہے خالی، نہیں آپ جیسا
ہزاروں ہی مژدہ دلوں کو جلایا بہت فاقلوں کو خدا سے بلایا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی قوتوں سے خدائے نوازا

سب آستانہ ہے اکرام بے کس نہیں کوئی ہمد، نہیں کوئی مونس
نہیں کچھ بھی ساماں سراسر ہے بے بس بھر دسا خدا کا ہے تیسری نظر بس

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی خوبیوں سے خدا نے نوازا

نذر شمس | محمد شمس الضحیٰ شمس زیبی بناری حضرت استاد مولانا محمد عمر سے بیعت ہیں۔ انھوں نے یہ قصیدہ ارسال کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے صلی علی صلی علی شان ابوالخیر	اللہ غنی منزل عرفان ابوالخیر
جنت نظر آتی ہے بہ دامان ابوالخیر	دیکھے تو کوئی سوئے گلستان ابوالخیر
باخیر ہیں باخیر، محبت ان ابوالخیر	بے خیر ہیں بے خیر، حریفان ابوالخیر
دے دے جو ہوا جنبش دامان ابوالخیر	اک پل میں سنبھل جائیں مریضان ابوالخیر
اک ہاتھ میں ہے خیر سے دامان ابوالخیر	قسمت سے ہے اک ہاتھ میں دامان محمد
دکھلا دے خدایا رخ تابان ابوالخیر	ہو جائے مرا خواب میں بیدار مقدر
ہم کو بھی ملی دولت دامان ابوالخیر	ہے ناز بجا دامن مرشد کی بدولت
دہلی سے رواں چشمہ فیضان ابوالخیر	سیراب زمانہ ہو نہ کیوں جب ہوا ہر سو
اے ساقی میخانہ عرفان ابوالخیر	ہوں تشنہ لب اک جام عنایت ہوا دھر بھی
از فیض حضور اور بہ فیضان ابوالخیر	تھا ذرۂ ناچیز مگر شمس بنا ہے

بے شبہ ترے سب ابھی دھل جائیں معاصی

اے شمس برس جائے جو باران ابوالخیر



ملفوظات

آپ کے مبارک قول اور غمگیناں کو بحرِ سماوی و سماوی کے کسی منبع نہیں کیا حاجی رضائے
پندرہ سال تک قاعد کے ساتھ ہر سال میں چھ بار آپ کی خدمت کی روحانی تھے کھانا نہ مانگیں آتا تھا
بڑی شکل سے انہوں نے اذیت سے لے کر ایک حرف غصہ کا کھانا کیا یا تھا اور حرکات کو بھی دیکھانے
تھے یہ محنت انہوں نے صرف اس واسطے کی تھی کہ جو کچھ اپنے سرورِ شہدے میں اس کو طبع کر لیں
چنانچہ ہر سال بڑی قطع کا ایک مولا جو خریدتے تھے اور اس میں مسومات کو لکھتے تھے ان کی تحریر کو
کوئی دوسرا شخص نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اچھے حضرت برادرِ کلاں کو محاورہ ہو گیا تھا "وہ پڑھ کر کرتے تھے یہ
عاجز بھی بدقت کچھ پڑھ لیتا تھا۔ یہ چودہ پندرہ دسراں کے وطن میں آخر وقت تک ان کی تسکین قلب
کا ذریعہ بنے رہے۔ وہ باقاعدہ ان کو پڑھا کرتے تھے اگر وہ دسراں وقت موجود ہوتے تو کام کی بہت
سی باتیں معلوم ہوتیں۔ اس عاجز نے جو کچھ اپنی ریاضوں پر لکھا ہے اسی کو نقل کرتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق

۱۔ فرمایا کہ جسم کی صحت کا دارِ امن چیزوں پر ہے۔ اچھی غذا، مادہ فاسدہ سے جسم کا پاک ہونا اور تصفائی
وہ اشیاء پر ہیز۔ اسی طرح قلب کا دارِ امن چیزوں پر ہے اول نیک اعمال جو دل کی غذا ہیں دوم اخلاق
نظریہ بغض و کبر و غیور سے پاک ہونا جو بمنزل مادہ فاسدہ کے ہیں اور سوم گناہوں سے اجتناب

۲۔ غلام اکبر پانی پتہ میں حضرت قلندر کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان سے کابل کی ترقی کے واسطے
عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کل آتا۔ اور دوسرے دن غلام اکبر سے فرمایا۔ ان شاء اللہ ترقی ہوگی جب
غلام اکبر نے یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا جب امام مہدی آئیں گے۔ اور پھر غلام اکبر سے کہا کیا قلندر
صاحب نے یہ قید نہیں لگائی تھی۔ آپ کے اس ارشاد پر غلام اکبر پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ دائرہ قیل
قال سے دائرہ جذب و احوال میں پہنچ گئے اور باتیں میں رہ گئی۔

۳۔ غلام اکبر موضع حصار شادمان گئے وہاں حضرت یعقوب خرفی کے مزار شریف پر حاضر ہوئے
حضرت نے ان کو اللہ القہد پڑھنے کو کہا۔ وہ جب آپ کی خدمت میں آئے اپنا کشف آپ سے بیان
کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ مگر شریف میں حضرات سے دریافت کرو حضرات کرام نے بھی یہی ارشاد کیا۔ پھر
آپ نے فرمایا اس کی یہ تعبیر ہے کہ تم سورہ اخلاص پڑھا کرو۔

۴۔ منشی عبدالرحیم خاں کا جنازہ خانقاہ شریف لائے۔ آپ پندرہ بیس منٹ تک تشریف فرما رہے

اور ان کا جنازہ رکھا رہا۔ پھر آپ نے نماز پڑھانے سے پہلے فرمایا۔ یہ تاخیر کرنی غشی صاحب کے واسطے بہتر تھی۔
۵۔ فضل عمر کے مزار پر آپ گئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ دیکھو ہمارے فضل عمر کی قبر کے ہر ذرہ سے اللہ کی آواز آرہی ہے۔

- ۶۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے انتقال کی خبر سن کر فرمایا۔ یہ وہ زخم ہے جس کا مرہم نہیں۔
- ۷۔ مولانا رشید احمد کے صاحبزادے آپ سے ملنے آئے۔ آپ اُن سے بہ محبت ملے۔ سب حاضرین کو شیر چائے پلائی اور آخر میں فرمایا۔ "مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست۔"
- ۸۔ کسی نے علماء دیوبند کی کچھ شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ "مگر یہ لوگ ہیں اہل علم۔"
- ۹۔ کسی نے مولوی محمد ابراہیم اور مولانا کرامت اللہ خاں کے اختلافات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔
"میاں ان پرانی ہانڈیوں کو آپس میں ٹکرا کر کیوں توڑتے ہو۔ پھر تم کو ایسے لوگ بھی نہ ملیں گے۔"
- ۱۰۔ سلطان عبد الحمید خان کی معزولی کے وقت آپ نے سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ادھر ادھر پھر رہے ہیں جیسے کہ آپ کو رنج ہو۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ "يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا لَكَ رُوحِي لَمَّا لَخَطَرَ كَمَا كَيْدُ سَبَبٍ هُوَ۔" ارشاد فرمایا۔ "آج عبد الحمید خان کو تخت سے اتار دیا گیا اور ہم کو اس کا صدمہ ہوا۔" اس خواب کو بیان کر کے فرمایا۔ "اُن جیسا متقی سلطان اس صدی میں کوئی نہیں ہوا۔ ہم بے قسم کہہ سکتے ہیں کہ شراب پینی درکنار انھوں نے اس کو چھوٹا کر لیا۔ وہ ہمدرد قوم اور خیر خواہ ملت متقی اور علم دوست تھے۔ ہمارے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ کو انھوں نے بلایا۔ ان کی بہت خاطر کی۔ اُن کے واسطے اپنے ہاتھ سے جائے نماز بچاتے اور کھانے پر کہتے۔ بابا یہ تو کھاؤ۔ آپ نے یہ چیز تو کھائی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آج سے ترکی قوم تباہی کے غار میں جا رہی ہے۔"
- ۱۱۔ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں سلطان عبد الحمید خان کی وفات ہوئی۔ حاجی منیر الدین نے آپ کو یہ تاریخیں سنائیں۔

پل بے آہ اس جہاں سے منیر
سردردِ جگر سے سن تاریخ
والی روم حکمرانِ افسوس
شر عبد الحمید خاں افسوس

۱۲۳۶ھ

ایضاً

ہائے سلطان المعظم حضرت عبد الحمید
کیا اُداسی چھا رہی ہے آج استنبول پر
پل دیئے دنیا سے رنج و غم اٹھا کر بے شمار
آہ قسطنطنیہ کی وہ کیا ہوئی اگلی بہار
اس سے بڑھ کر اور کیا ثابت کر دوں اُنکا وقار
جب ہوئے معزول وہ رُوحِ نبی کو غم ہوا

اویانے وقت تھے تعریف میں طب اللسان
جب نہیں انگوں میں اُن کا دور تک مثل و نظیر
ہٹا گرا برو تو پھر خبر کے جوہر دیکھتے
جانتے ہیں سب یہ مضمون کوئی پوشیدہ نہیں
حسن عقل و فہم و شان قابلیت دیکھنا
از سر جنت تو سال عیسوی بھی سن میر
شان میں لکھے بزرگوں نے قصیدے شاندار
بعد میں کیا ہو گا کوئی ایسا شاو نام دار
خون کی نہروں سے ہوتا روم سارا لالہ زار
کس طرح اس نے دیا اپنے زمانے کو گزار
اُس نے ہونے ہی دریافت نہ کوئی آشکار
اٹھ گیا دنیا سے ٹکی کا انوکھا تاجدار

۶۱۹۱۸

اس تاریخ کو سن کر آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ میر الدین کو شاباشی دیتے ہوئے ایسی توجہ دی کہ وہ چیخ مار کر لوٹنے لگے۔ اور پھر آپ نے میر الدین کے متعلق فرمایا: ”آخر تربیت یافتہ تو ہے۔“ یعنی نسبت شریفہ اور عداوت باطنی کی لذت پا چکے ہیں۔

۱۲۔ فرمایا۔ پانچ افراد کی صحبت سے اجتناب کرو۔ عورت۔ امرد۔ امیر۔ بدعتی۔ فاسق
۱۳۔ مولانا سیف الرحمن نے منشی احمد حسین سے کہا کہ میر کی محبت اور ان کے رضامند ہو جانے سے اُن کے قلب کا عکس پڑتا ہے اور کام بن جاتا ہے۔ یہ خیال منشی احمد حسین کے دل میں جم گیا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جب میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا: ”احمد حسین خالی محبت سے کام نہیں چلتا۔ عمل کی ضرورت ہے۔ پیر تو سہارا ہوتا ہے۔ جیسے اندھے کے لئے لکڑی سہارا ہوتی ہے۔“
۱۴۔ منشی احمد حسین نے اپنے گھر میں وظیفہ شریفہ سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھ پر میرے پیر کو مہربان کر دے۔ اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر محبت سے فرمایا: ”اویاں احمد حسین؟“

۱۵۔ منشی احمد حسین نے خیال کیا کہ وظیفہ قلبی کے ناغہ ہونے سے بے مزگی پیدا ہوتی ہے اور وظیفہ سانی کے ناغہ ہونے سے یہ بات نہیں ہوتی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: ”احمد حسین تم کچھ آتیں پڑھتے ہو؟“ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”سناؤ؟“ چنانچہ احمد حسین نے کچھ پڑھا۔ آپ سبحان اللہ، سبحان اللہ اور واہ واہ فرماتے رہے۔ احمد حسین کہتے تھے کہ آپ نے اس طرح میرے دوسرے کو نکال دیا۔

۱۶۔ ایک دن مولوی بخش اللہ سے فرمایا۔ اب تو دل میں کوئی آرزو باقی نہیں۔ مولوی بخش اللہ نے کہا۔ صرف ایک آرزو ہے کہ رہائش کا ذاتی مکان ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ”چار گزدیوار کی آرزو کیا،“

جس کو کتا بھی پھلانگ جاتا ہے۔ مولوی بخش اللہ کا ذاتی مکان آخر وقت نہ ہوا۔ رحمہ اللہ۔

۱۷۔ ایک شخص نے درود تاج کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو ہم چائے پی رہے ہیں (آپ اس وقت فی الواقع چائے پی رہے تھے) اور ایک پیالی بھر کر تم کو دیدیں۔ تو ہم نے تمہارا کام کیا اور خادم ہوئے۔ اگر تم و جبریل خادمتہ سے یہ معنی مراد لیتے ہو تو اس میں قباحت نہیں اور اگر خادم سے مراد نوکر چاکر ہے۔ تو یہ بُری بات ہے۔ ملائکہ مکرم ہیں۔ ہم اُن پر ایمان لائے ہیں۔ ان کی امانت کرنی کفر ہے اور تم۔ دافع اُبلّاء و التوباء و القحط و المرض و الالام سے اگر یہ سمجھے کہ آپ کی ولادت باسعادت سے وہ قحط و بیماری وغیرہ جو اس وقت تھی اللہ تعالیٰ نے رفع کر دی تو ٹھیک ہے۔ اور اگر سمجھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تکالیف کو دور کرتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں۔ آپ کی برکت اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ تکالیف کو دور کرتا ہے۔

۱۸۔ ایک شخص نے بعض افراد کے نام لے کر کہا کہ وہ قیام نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہم اپنے ذوق و محبت میں قیام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو ذوق و محبت نہ ہو اور وہ قیام نہ کرے، تو تمہاری ناک تو نہیں کھتی۔ تم اُن سے کیوں تعرض کرتے ہو۔

۱۹۔ ایک شخص نے کہا۔ حضور آپ قیام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارا دل خوش ہوتا ہے ہم قیام کرتے ہیں۔ تمہارا دل خوش نہیں ہوتا، تم لیٹ جاؤ، تم سے کون کہتا ہے کہ قیام کرو؟

۲۰۔ فرمایا۔ یہ انخطاط کا زمانہ ہے۔ ایمان کا محفوظ رکھنا چلتے ہوئے کوئلہ کو ہاتھ میں لینے کی طرح ہے۔ پہلے لوگ ریاضتیں اور چلہ کشی کرتے تھے۔ اب فرضِ خدا پر قائم رہنا اور حرامِ خدا سے بچنا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ صحیح معاملہ رکھنا موجبِ نجات ہے۔

۲۱۔ ایک شخص نے پوچھا۔ کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میلاد شریف کی محل میں تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے۔ اس کی شعاعیں چاروں طرف پھیلتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار اہل نسبت کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں۔

۲۲۔ آپ نے فرمایا۔ اہل حال کے لئے قیام کرنا مستحسن ہے۔

۲۳۔ ملائکہ محمد مشہور بہ ملائکہ خانقاہ شریف میں بیٹھے اللہ کی یاد کر رہے تھے۔ آپ اُنکے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا ملائکہ کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا۔ کہ خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہی تجلیات ہو جاتا ہوں۔ مجھ کو اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا۔ ملائکہ اگر خانقاہ شریف میں یہ بات حاصل ہوئی تو کیا بڑی بات ہوئی، اگر چاؤڑی بازار میں (دلی میں طوائفوں کا بازار) سے گزرتے وقت یہ

کیفیت رہے تو کمال ہے۔

۲۴۔ ملا حاجی گل کی وفات ہوئی۔ آپ کو رنج ہوا اور فرمایا۔

امروز گراں رفتہ عزیزاں خبرے نیست فریاد و بزم زما ہم اثرے نیست

۲۵۔ آپ نے ملا گل اور ملا حاجی گل کے واسطے لحاف بنوائے۔ منشی احمد حسین شال اور مے ہوئے

تھے۔ لحاف لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ کو کھول کر دکھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ احمد حسین تم جانتے

ہو کر یہ لحاف ملا گل اور حاجی گل کے واسطے بنوائے ہیں اور تم ان کو اس طرح بے خیالی سے زمین پر پھیلا

رہے ہو۔ ادب کرو۔ احمد حسین نے اپنا شال بچھایا۔ اور ان پر لحاف رکھے۔ آپ خوش ہوئے اور انکو

دعادی۔

۲۶۔ مولوی سید احمد نے آپ سے کچھ کہا۔ آپ نے فرمایا۔ "زور سے بات کرو تا کہ سمجھ میں آئے۔" انھوں

نے کہا۔ حضور کے خوف سے آواز نہیں نکلتی۔ ارشاد کیا۔ "اُس سے ڈرو جو میرا اور تیرا دونوں کا کھلنے والا ہے۔"

۲۷۔ کسی نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص کسی کا دل کی توجہ لئے بغیر ولی ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا۔

کیوں نہیں۔ اور آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے مزار شریف پر حاضر ہونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ جس کو ذکر

خیر میں یہ عاجز لکھ چکا ہے۔ اور ارشاد کیا۔ جب ہم نماز پڑھا کر باہر نکلے تو ایک رئیس افغانی وضع کا میرے

پاس آیا اُس نے کہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔ میں نے کہا۔ حق بات سے دل ملول

نہیں ہوتا۔ اس نے کہا۔ بکیرا قتلح کے وقت آپ کندھوں کے محاذات تک ہاتھوں کو لے جاتے ہیں

اگر آپ کان کی ٹونک ہاتھ لے جایا کریں تو بہتر ہو۔ اللہ نے آپ کو مقتدا بنایا ہے۔ لوگ آپ کی پیروی

کریں گے۔ یہ بیان کر کے آپ نے فرمایا۔ جب بھی بکیر تحریر کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں اس شخص کی صورت

سامنے آجاتی ہے۔ اگر وہ شخص اللہ کا دلی نہ ہوتا تو اس کا خیال کیوں آتا۔

۲۸۔ سی، آئی، ڈی کا افسر آپ کے پاس سے ناکام لوٹا اور آپ رامپور میں نظر بند ہوئے حکومت

کے اشارے پر کسی نے آنوند جی شاہ محمد عمر اور مفتی مظہر اللہ امام قچوری کے نام سے فتویٰ شائع کر دیا کہ

انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنی جائز ہے۔ جب آپ کو سٹ سے دلی آئے تو مفتی مظہر اللہ صاحب آپ

سے ملے اور آپ سے اس جعلی فتویٰ کا ذکر کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ مفتی مظہر تم دونوں اچھے

رہے مفتی صاحب نے کہا۔ کیا ہم اس کا رد لکھیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی کیا ضرورت ہے تم دونوں

طرف سے اچھے رہے۔

۲۹۔ حاجی حافظ محمد اسماعیل پسر جیون بخش حزب البحر پڑھا کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا۔

یہ دعا حضرت شاذلیؒ نے لکھی ہے مبارک دعا ہے۔ اس میں آیات شریفہ اور ادعیہ ماثورہ بھی ہیں۔ اگر تم صرف اللہ کی رضامندی کے لئے پڑھو گے اور اس کے ضمن میں تم کو فتوحات دنیویہ ہو جائیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر دنیوی مقاصد سے پڑھو گے تو ثواب سے محروم رہو گے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ "لوائح الانوار القدسیہ" میں شعرانیؒ نے منہام صبل کی یہ حدیث شریف نقل کی ہے: "مَنْ عَمِلَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَمَلٌ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ" آپ نے اس مبارک حدیث کے مضمون سے اُن کو آگاہ کر دیا۔

۳۰۔ آپ روشن آرا باغ میں مصروف یاد الہی تھے۔ ملا حبیب اللہ کچھ فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص ڈاڑھی مونچھ صاف آپ کی طرف چلا۔ ملا حبیب اللہ نے اس کو روکا۔ وہ چلا کر بولا۔ میں جاؤں گا۔ آپ نے انکھیں کھولیں اور اس شخص کو دیکھ کر ملا حبیب اللہ سے فرمایا۔ ملا حبیب اللہ ان کو آنے دو ورنہ یہ پردہ فاش کر دیں گے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور آپ نے دست شفقت ان کے سر پر پھیرا اور وہ سلام کر کے روانہ ہو گئے۔

۳۱۔ آپ کے سامنے ایک بد عقیدہ آکر کھڑا ہوا۔ آپ نے حاجی ملا احمد خاں سے فرمایا بے کاری سے ہم کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی بد عقیدہ شخص سے ہوتی ہے۔ جاؤ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔ ۳۲۔ سید احمد حسین انوپ شہر کے رہنے والے حضرت روشن چراغ دلی آپ کے ساتھ گئے۔ وہاں کے فیوضات و برکات سے خوب مستفید اور سرشار ہوئے۔ جب حضرت سیدی الوالد وہاں سے روانہ ہوئے تو سید احمد حسین آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ محبت نے غلبہ کیا اور انھوں نے آپ کے مبارک نقش پاکی کچھ خاک اٹھالی۔ مگر جا کر سرمہ کے ساتھ پیس کر محفوظ کر لیا اور اس کو استعمال کرتے تھے (خدا کی فضل سے کراچی میں باحیات ہیں۔ نوے سال سے متجاوز ہو چلے ہیں۔ بینائی اچھوں سے اچھی ہے) اُن سے پونا میں ایک شخص نے کہا۔ میری بینائی زائل ہو رہی ہے۔ ہر چند علاج کیا فائدہ نہ ہوا۔ انھوں نے اُسی مبارک سرمہ میں سے کچھ اُن کو دیا۔ اللہ کے فضل کرم سے تھوڑے دنوں میں بینائی پوری طرح عود کر آئی اور وہ سید احمد حسین کو دعائیں دیتے رہے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ امام نوویؒ نے صحیح امام مسلم کی شرح کے۔ باب الرخصة فی التغلف عن الجماعة لعذر میں حضرت عتب بن مالک کی حدیث کے بیان میں لکھا ہے: "وفی حدیث عتب بن مالک ہذا فوائد کثیرة منها انه یستحب لمن قال ما فعل کذا ان یقول ان شاء الله بلائیه والمحدث ومنها التبرک بالصالحین وآثارہم والصلاة فی المواضع التي صلوا بها وطلب التبرک منهم۔ الخ۔ قبض السید السوید قبضہ"

مِنْ أَكْثَرِ الرَّشِيدِ الْكَامِلِ وَالْمُنْقَلَعِ بَهَا - حَفْظَهُ اللَّهُ وَمَسْكُهُ -

۳۳۔ سید احمد حسین نے آپ سے دلائل الخیرات حرفا حرفاً از اول تا آخر پڑھی۔ اس دوران میں فیوضات و برکات سے خوب مستفید ہوئے۔ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ذکر شریف کر رہے تھے اور محبت سے آپ کے مبارک جسم کو دبا بھی رہے تھے۔ اس دوران میں ان کی آنکھوں سے محبت کے آنسو نکلے آپ کی نظر ان پر پڑی تو اپنے مبارک ہاتھ سے ان کے قطرات چشم کو صاف کیا۔ سید احمد حسین کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ حضور آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری عبادت اور نماز سے ایک سید کا فعل بد ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ سید احمد حسین نے گہرا کر کہا۔ حضور یہ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا۔ میں اپنا خیال ظاہر کر رہا ہوں جو میرے دل میں ہے کوئی مسئلہ یاں نہیں کر رہا ہوں۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ ”وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا“ کی تفسیر میں علماء اعلام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے۔ ”قِيلَ إِنَّهُ

أَبُوهُمَا صَالِحٌ وَقِيلَ هُوَ الْأَبُ الشَّارِعُ وَقِيلَ الْعَاخِرُ وَهَذِهِ الْعَايَةُ مِنَ الرَّبِّ الرَّحِيمِ بِأَوْلَادِهِ

صَالِحٍ مِنَ الصَّالِحِينَ فَمَّا بَالَ بِأَوْلَادِهِ جَبِيبَ رَبِّ الْعَالَمِينَ بِنَفْسِي هُوَ يَا بَائِي وَأَمَّا قَاتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۴۔ مولوی عبدالرشید بلند شہر سے میلاد شریف میں شریک ہونے کے واسطے آئے ان کے ساتھ دو رفیق بھی تھے۔ انھوں نے اپنے رفیقوں سے کہا چلو کھانا کھالیں۔ ابھی یہ لوگ روانہ نہیں ہوئے تھے۔

کہ آپ نے ملاعل محمد کو ان کے پاس بھیجا کہ کھانے کی فکر نہ کرو۔ ان شاء اللہ تم کو کھانا مل جائے گا۔

تم لوگ وظیفہ شریف میں مشغول رہو خود مولوی عبدالرشید نے ۲۸ رذی الحجہ ۱۳۸۱ھ کو یہ بات اس

عاجز سے کہی۔

۳۵۔ آپ کے سامنے ذکر آیا کہ ظاں شہر میں تبرکات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ”میاں خوبی یہ ہے

کہ خود تبرک بن جاؤ۔“

۳۶۔ آپ نے دعوت کی حکیم اجل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا محمد علی

وغیرہ ہم کھانا کھا رہے تھے۔ کسی نے امیر کابل کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ”ہمارے بغل میں جو امیر بیٹھا ہوا ہے

وہ اب تک قابو میں نہیں آیا ہے ہم کابل کے امیر کو کیا کریں۔“

۳۷۔ ارشاد کیا۔ تم لوگوں نے سیری مریدی کر رکھی ہے کہ کوئی چشتی ہے کوئی قادری ہے کوئی

نقشبندی ہے۔ کوئی سہروردی، اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہو تو تم سب کچھ ہو ورنہ کچھ بھی نہیں۔

۳۸۔ ایک دن مخلصین کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے عزیزو! ہماری تمہاری اطمینان کی ملاقات

ان شاء اللہ جنت میں ہوگی۔

۳۹۔ ایک دن فرمایا: بچوں کی علالت پر دل میں خیال آتا ہے کہ دعا کروں۔ اس پر ہم کو اپنے مالک تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے۔

۴۰۔ وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ آٹھ پہر غیر کا دوسو نہ آئے۔

۴۱۔ آپ نے مولوی امام الدین سے فرمایا: تصوف اس کو کہتے ہیں کہ مکروہات شرعیہ بمنزلہ مکروہات طبیعہ کے ہو جائیں۔

۴۲۔ پہلی مرتبہ جب آپ نے میلاد شریف پڑھا تو فرمایا کہ دائیں جانب کوئی نہ بیٹھے۔

۴۳۔ ایک دن آپ نے اہل حلقہ سے فرمایا: تم اپنے دل کو زور سے اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہو۔ ہمارے بلال کا دل از خود اللہ کی طرف متوجہ ہے۔

۴۴۔ فرمایا: رات کے بعد دن کا ظہور یقینی ہے۔ اسی طرح وظیفہ شریف سے دوسو سوں کا دور ہونا اور دل کو اطمینان ہونا یقینی ہے۔ "الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"۔

۴۵۔ فرمایا: چالیس دن طالب کا ہمارے پاس رہنا ضروری ہے اور جو چھ ماہ رہ جائے۔ اس پر راہ ہدایت کھل جانے کی امید ہے۔

۴۶۔ فرماتے تھے وظیفہ شریف کرتے وقت دل پر زور نہ دو۔ ورنہ دل سخت ہوگا۔

۴۷۔ رنگون کے ایک تاجر حاضر ہوئے۔ تجارت میں نقصان کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: سو بار درود شریف اول اور سو بار آخر اور درمیان میں پانسو بار حبیبی اللہم نعم الوکیل پڑھو۔

۴۸۔ فرمایا: بھوک پیاس اور خواہش نفسانی کے غلبہ کے وقت وظیفہ شریف کرنا بے ادبی ہے۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسے وقت وظیفہ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔

۴۹۔ حاجی حافظ منیر الدین نے آپ سے کہا: حضور فسق کا زور ہو گیا ہے۔ آپ نے اہل حلقہ سے فرمایا: "منیر الدین بیٹھا فسق کو رو رہا ہے اور ہم کو کفر کے ظلمت کے بادل اُفق سے اُٹھتے نظر آ رہے ہیں" آپ شمال روئے بیٹھے تھے جس وقت آپ نے اُفق سے اُٹھتے نظر آ رہے ہیں فرمایا: تو آپ کے دست مبارک مشرقی پنجاب کی سمت تھے اور اس سمت میں جو کچھ ظہور میں آیا وہ ہم سب کے پیش نظر ہے۔ "لِلَّهِ الْأُمُورُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ"۔

۵۰۔ صغردری آپ کا روئی دارا نگر کھا اور ہم بھائیوں کی شیرداناں سی کر لائے۔ آپ نے تھوڑی دیر ان سے باتیں کیں۔ پھر فرمایا: اب معاملہ (لین دین) خراب ہو گیا ہے۔ دیکھو اگر جماعت کھڑی ہو گئی

ہے اور تم کو کسی کا بیسہ دینا ہے تو پہلے اس کو پیسے دو۔ اور پھر جماعت میں شریک ہو۔

۵۱۔ ایک دن حافظ میرالدین نے عرض کیا۔ حضور آج کل عمل قوم لوط کی کثرت ہے۔ مولوی سید عبدالجلیل بھی اس وقت حاضر تھے۔ انھوں نے کہا۔ یقیناً یہ عمل بڑا گناہ ہے اور زنا اس سے بھی بدتر ہے وہ فاحشہ بھی ہے اور اس میں غیر کی امانت میں خیانت بھی ہوتی ہے اور آج کل اس کی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم دونوں کی نظر لوگوں کے عمل پر ہے اور ہماری نظر ان کے ایمان پر ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایمان میں دن بہ دن کمزوری آرہی ہے۔ گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جا رہا ہے۔

۵۲۔ فرمایا۔ راہِ طریقت میں سب سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک بات یہ ہے کہ اپنے زندہ پیر کو چھوڑ کر کسی دوسرے پیر کے پاس جائے۔

۵۳۔ فرمایا۔ جس طرح میلے کپڑے پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ اسی طرح غیر کے خادم کے دل کو درست کرنا مشکل ہے۔

۵۴۔ نقشبندیہ سلسلے اگر کوئی شخص وابستہ ہوتا تھا اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ اس سے فرماتے تھے۔ ہم سب ایک ہیں اسی بیعت پر قائم رہو اور کام شروع کر دو۔

۵۵۔ فرمایا۔ بھوک پیاس اور خواہش نفسانی کے غلبہ کے وقت وظیفہ شریفہ کرنا بے ادبی ہے اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسے وقت میں وظیفہ کرنے سے فائدہ تو درکنار اٹا نقصان ہو جاتا ہے اور بُرے دوسرے آنے لگتے ہیں۔ وظیفہ شریفہ کے لئے یکسوئی اور اطمینان کی ضرورت ہے ذہن پوری طرح وظیفہ کی طرف متوجہ ہو۔

۵۶۔ فرمایا۔ عمل کے قبول ہونے کا مدار اخلاص پر ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ ارشاد نبوی ہے۔

۵۷۔ فرمایا۔ وظیفہ شریف شروع کرنے سے پہلے یہ عاجزی کہو۔ اے میرے مولیٰ میرا مقصود تو ہے۔ میں تیری رضا چاہتا ہوں، تو اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

۵۸۔ فرمایا۔ مراقبہِ اقربیت شروع کرنے سے پہلے یہ شعر پڑھنا مفید ہے۔

نزدیک ہے وہ میری رگ جان سے زیادہ اقرب نہیں مجھ سے کوئی رحمان سے زیادہ

۵۹۔ فرمایا۔ ہم لوگوں کو عمل کرنا سکھاتے ہیں اور بہ تدریج سمجھاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے رفتہ رفتہ

لوگ مال بن جاتے ہیں اور نیک باتیں ان کی طبیعتِ ثانیہ ہو جاتی ہیں۔ اور واعظ کہتے بہت ہیں اور کرتے کچھ نہیں۔ لہذا ان کی بات کا اثر نہیں ہوتا اور ہم کہتے کم ہیں اور عمل زیادہ کرتے ہیں۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبری کنند چوں بہ خلوت می روند آن کار دگر می کنند

۶۰۔ ایک شخص نے عرض کیا: حضور اگر آپ اس شخص سے فرمادیں کہ وہ ڈاڑھی نہ کترائے تو وہ شخص ڈاڑھی کترانا چھوڑ دے گا۔ آپ نے فرمایا: بر ملا کہنے سے اس پر اثر نہ ہوگا۔ بلکہ آدمی کے افعال و اعمال ایسے ہوں کہ اُن کو دیکھ کر خود بہ خود انسان کا دل متاثر ہو اور اس کے دل میں خود یہ خیال پیدا ہو کہ میں بُرا کر رہا ہوں۔

۶۱۔ فرمایا: غفلت اور تارکی کا زمانہ ہے اور مسلمانوں کی بد قسمتی سے نیک اور صالح لوگ دنیا سے اُٹھتے چلے جا رہے ہیں اور ہم کو آئندہ اور بھی غفلت اور تارکی نظر آرہی ہے اس پر آشوب وقت میں جبکہ لوگ خود ہم کو خاطر میں نہیں لاتے تو ہمارے بعد کون کس کو خطرے میں لائے گا۔ خدا نخواستہ دل کا مسئلہ کہیں نیا مبنیٰ نہ ہو جائے۔ آئندہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دن کو تم میں رہ کر نماز پڑھے گا اور رات کو تماشے دیکھے گا اور خرافات میں قہار ہے گا، تم اُسی کو اپنی غفلت اور کم فہمی سے دلی سمجھو گے۔

برادر کلاں حضرت شاہ ابوالفیض بلال کی وفات ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں ہوئی، عاجز تعزیت **اضافہ** کے لئے کوئٹہ بلوچستان پاکستان گیا۔ وہاں آپ کے کتب خانہ میں آپ کی ایک مختصر یادداشت عاجز نے دیکھی۔ آپ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے چند ملفوظ لکھے ہیں، بعض ملفوظ خود آپ نے سنے ہیں اور بعض نہایت معتبر افراد سے سنے ہیں اور ان کے نام آپ نے لکھ دیئے ہیں۔ آپ کی تحریر فارسی میں ہے، عاجز اردو میں اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

(۱) مولوی عبدالعزیز بنگالی نے جو حضرت قبلہ و کعبہ کے مجاز ہیں اور نواب فائز احمد خاں پانی پتی نے جو کہ حضرت قبلہ کعبہ کے معتبر ارادت مندوں میں سے ہیں اور منجھلی بہن کے خسر ہیں۔ بیان کیا کہ نماز کے بعد حضرت قبلہ و کعبہ مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ اثنائے توجہ میں آپ نے فرمایا: جب حلقہ شروع ہوتا ہے، ہم اپنی نسبت کی گرمی اور تیزی کو ٹھنڈا اور گند کرتے ہیں جس طرح کہ پتھر کی تیزی کو کند اور بیکار کر دیا جائے اور پھر اتنا نسبت اور توجہ تم پر کرتے ہیں تاکہ تم اس کا تحمل کر سکو، نسبت کاملہ کے اتقا سے اندیشہ ہے کہ تم اس کو برداشت نہ کر سکو اور تم کو نقصان پہنچ جائے۔

یہ عاجز کہتا ہے ایک دن آپ مصروف ذکر و فکر تھے۔ دن کے گیارہ بجے آپ اپنی جگہ سے اٹھے صحن میں آئے اور پھر دروازہ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کا چہرہ ایک خاص کیفیت سے جھک رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ملا حاجی احمد خان مٹاخیل نے محمد صادق اِدِن خیل اور ان کے دو رفقاء کی آمد سے آپ کو مطلع کیا، آپ خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا: محمد صادق آگئے جس وقت آپ نے لفظ صادق کہا، وہ اللہ کا نعرہ لگا کر بہت زور سے منہ کے بل گرا اور بیہوش ہو گیا۔ کافی دیر تک بیہوش

رہا اور وہ کہتا تھا۔ مجھ کو ایک طاقت نے اچھالا اور میں بیہوش ہو گیا۔ عاجز کہتا ہے یہی غیبی طاقت مُرشدِ کامل کی توجہ ہے۔

(۲) حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے احاطے کی دیوار بن جانے کے بعد (غائباً ۳۳) میں احاطے کی دیوار بنی ہے) آپ نے فرمایا۔ اگر ہماری تدفین خانقاہ شریف میں نہ ہو سکے تو ہم کو حضرت سید قدس سرہ کے پائین میں دفن کرنا۔

(۳) حضر ہوا سفر۔ حدیث شریف کی ایک کتاب آپ کے پاس رہا کرتی تھی۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ اللہ کے فضل سے مندا مام احمد حنبلی کا مطالعہ حرفا جرفا از اول تا آخر چھ مرتبہ کر چکا ہوں اور حسن حصین کا ایک حزب آپ کا ورد تھا۔

(۴) ملا ایاز کا لڑی حضرت قبلہ و کعبہ کے معتبر مرید تھے انھوں نے بیان کیا کہ بمبئی کے ایک میمن آپ کی زیارت کے واسطے آئے۔ کچھ تھکے تھے ساتھ لائے، وہ حاجی مرزا نیاز محمد خان قندھاری تاجر کے پاس ٹھہرے، مرزا نیاز محمد خان آپ کے بابت معتبر مرید تھے۔ یہ میمن کئی دن تک حاضر ہوتا رہا اور اپنا ہدیہ پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا، وہ مرزا نیاز محمد خان کو ایک دن اپنے ساتھ لایا اور مرزا نیاز محمد خان نے آپ سے عرض کی کہ اس کا ہدیہ قبول کر لیا جائے حضرت صاحب نے میری طرف توجہ فرما کر کہا۔ آئے نیاز یہ احمق مرزا کیا کہتا ہے۔ یہ ایک نجاست بھرے ظرف کو پیش کرتا ہے کہ ہم قبول کر لیں۔ بھلا اس کو کون قبول کرے گا؟

عاجز کہتا ہے، مرزا نیاز محمد خان اللہ کے فضل و کرم سے اچھے صاحب نسبت تھے وہ ہدیہ کی قباحت معلوم کر سکتے تھے، انھوں نے تغافل کیا لہذا اس جھڑکی کے مستحق بنے۔

(۵) ملا ایاز نے بیان کیا، شام کا حلقہ ہو رہا تھا اور محمد زائیوں میں سے چند نفر آپ کے معتبر خدام تین چار گز کے فاصلہ پر بیٹھے تھے (افغانستان کے بادشاہ کی برادری کو محمدزی کہتے ہیں) جیسے سردار محمد اسحاق خان، سردار امین اللہ خان، سردار عطاء اللہ جان، سردار محمد علی خان، اور ان کے پیچھے کچھ فاصلہ پر افغانستان کے مخلصین بیٹھے تھے، آپ نے سرداروں سے خطاب کر کے فرمایا، تم پلاؤ و خور سردار یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا قریب بیٹھنا تمہارے قدر کی بلندی اور مرتبہ کی وجہ سے ہے، یہ مساکین جو تمہارے پیچھے بیٹھے ہیں، تمہارا مرتبہ ان کے مساوی نہیں ہے۔ یہ سن کر سردار عطاء اللہ جان نے کہا، حضرت مبارک نے درست فرمایا ہے، ہم پیش و عشرت میں پڑے ہوئے ہیں، صبح، شام پلاؤ اور قورمہ ہماری غذا ہے اور یہ مساکین کی جماعت جو ہمارے پیچھے بیٹھی ہے، اہل دعیال کو چھوڑ کر پیادہ پا منزلیں ملے کر کے در دراز علاقوں سے آئے

میں۔ یہ لوگ سالوں آپ کی خدمت میں رہتے ہیں۔ ہمارے احوال ہرگز ان کے مساوی نہیں ہو سکتے، ہمارے لئے یہی بڑی نعمت ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا، یہ سن کر جناب حضرت صاحب نے سردار عطا جان سے فرمایا: تم لوگوں کی یہ نیاز مندی تمہارے لئے نعمت ہے۔

حضرت صاحب مُریدوں کے نفوس کی سرکوبی حسب احوال کیا کرتے تھے۔

(۶) دہلی میں ایک دن ہندوستانیوں سے فرمایا، یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا مرتبہ اور افغانیوں کا مرتبہ برابر ہے، یہ لوگ اپنا گھر چھوڑ کر، مسافیتیں طے کر کے، زحماتیں برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے رات دن خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور تم لوگ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے ہو، ہفتہ میں، یا مہینہ میں ایک مرتبہ سلام کرنے کو آجاتے ہو۔ تمہارا حال افغانیوں کے حال کے مساوی کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (قوبہ آیت) کیا تم نے ٹھہرایا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا، برابر اس کے، جو یقین لایا اللہ پر اور کچلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں، نہیں برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

(۷) شیخ غلام احمد ہانسوی قریشی جو کہ آپ کے معبرا اور اصحاب نسبت مخلصین سے تھے، بیان کرتے تھے کہ ایک دن میں حلقہ شریف میں ذکر نفی و اثبات کر رہا تھا جس کی تعلیم آپ نے ان دنوں میں فرمائی تھی، ناگاہ آپ نے فرمایا، اے غلام احمد دیکھو، میں نے سر اٹھا کر آپ کی طرف نظر کی لیکن آپ کو نہ پایا اور میں ذکر شریف میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے تین بار فرمایا: دیکھا تم نے؟ میں نے سر اٹھا کر آپ کو دیکھا کہ آپ مسند پر کالا چادر اوڑھے بیٹھے ہیں، میں متحیر ہوا، ناگاہ آپ نے تبسم فرمایا، اور ارشاد کیا۔ اے غلام احمد، پیر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ نے کبھی کالی چادر نہیں استعمال کی ہے، البتہ ادنیٰ عمدہ کالا پٹوا استعمال فرمایا ہے، جس کو کشمیری دھسہ کہتے ہیں۔

(۸) ایک دن آپ نے فرمایا۔ افسوس دنیا کی حالت کیسی پٹی ہے کہ نہ مُریدوں میں ذوق و شوق رہا اور نہ پیروں میں پرہیزگاری اور تقویٰ۔ تم بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے، ایسے قابل اور لائق افراد ہوا کرتے تھے کہ ہم ان میں سے کسی کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مزار شریف بھیجتے تھے کہ جاؤ۔ بات عرض کرو اور جواب لاؤ، چنانچہ وہ شخص جاتا تھا اور وہاں سے جواب لے کر آتا تھا، ایسا جواب کہ اس میں بال برابر فرق نہیں ہوتا تھا، یہ فرما کر آپ نے خاں فقیر احمد خیل، یار محمد خردوی اور غلام اکبر طیزی کے نام لئے جو جواب

لایا کرتے تھے۔ رحمت اللہ علیہم اجمعین۔

(۹) دھوراجی، کانٹیاواڑ میں ایک دن تقریباً ایک سو افراد کا اجتماع تھا، آپ نے حاضرین سے کہا۔ تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو بغیر کسی وسوسہ و خطرہ کے ہمارے سامنے پانچ منٹ بیٹھ کر وظیفہ کرے، حاضرین خاموش رہے۔ اس محل میں جناب شیخ عیسیٰ مظہر بھی بیٹھے ہوئے تھے، وہ آپ کے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ کے چھوٹے بیٹے تھے، انھوں نے آپ سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قوت اور مدد سے پندرہ منٹ تک میں اس کیفیت سے وظیفہ شریف کر سکتا ہوں۔ شیخ عیسیٰ مظہر کی اس بات سے آپ بہت خوش ہوئے آپ نے کہا الحمد للہ اور فرمایا اللہ تم کو جزائے خیر دے۔

(۱۰) چودھری مولاداد خان اپنے بیٹے احمد سعید خان کی شادی کے سلسلہ میں ایک ہفتہ کیلئے آپ کو مع اہل و عیال اور آٹھ دس مخلصین کے ساتھ (۱۹۱۸ء) میں خورجہ لے گئے۔ خورجہ دہلی سے تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر شرق کی طرف واقع ہے، خورجہ میں ہر روز علی گڑھ جانے والی سڑک پر تقریباً ایک میل یا کچھ زیادہ پیادہ تشریف لے جاتے تھے وہاں راستہ پر ایک جوتہ ترہ تھا، اس پر آپ تھوڑی دیر بیٹھتے تھے اور پھر آپ کی مراجعت ہوتی تھی۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور دہلی سے ساتھ آئے ہوئے مخلصین سب ہوتے تھے اور خورجہ کے بھی کافی افراد ساتھ ہوتے تھے، آمدورفت کے دوران میں حسب معمول ایک طرف میں اسمائے حسنیٰ مع چند آیات مبارکہ و سورہ اخلاص و معوذتین اور دوسری طرف میں مسبحات عشر مع صد الاستغفار کے کچھ بلند آواز سے ہم تینوں بھائی اور آپ پڑھتے تھے اور خورجہ کے اکثر افراد بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ ایک دن جب آپ جوتہ ترے پر تشریف فرما ہوئے، چند افراد نے خواہش ظاہر کی کہ ان کو سلسلہ عالیہ میں داخل کر لیا جائے۔ آپ نے مبارک ہاتھوں سے ان کو سلسلہ شریفہ میں داخل کیا، بیعت کرنے کے دوران میں خود آپ پر اور تمام حاضرین پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ کوئی رو رہا تھا اور کوئی متانہ دار اللہ اللہ کہہ رہا تھا اور کوئی وجد میں تڑپ رہا تھا۔ بعض افراد نے اردو کے اشعار اور بعض نے فارسی اشعار پڑھے اور حضرت قبلہ و کعبہ رُوحی فداہ (میری روح ان پر فدا ہو) نے چند اشعار عربی کے پڑھے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی جان نکلنے کے وقت اس حال کی یاد کر لے گا۔ مجھ کو اپنے رحیم و کریم مولیٰ سے اُمید ہے کہ وہ شخص شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور خاتمہ خوبی کے ساتھ ہوگا۔

یہ عاجز ابوالحسن زید عرض کرتا ہے کہ حضرت برادر نے واقعہ بہت خوب لکھا ہے حضرت سیدی ابوالقدس سرہ دکن و ضرکیہ نے عربی کے یہ تین اشعار پڑھے تھے جو یہ عاجز لکھ رہا ہے اور آپ نے ان کا بیان اردو میں کیا تھا۔ کاش اس وقت آپ کا بیان کوئی قلمبند کر لیتا اب یہ عاجزان کا ترجیم پیش کرتا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ قَصْرِي مَحْفُورٌ غَبْرَاءُ يَحْمِلُنِي إِلَيْهَا شَرْجَعُ

اور بے شک میں جان گیا کہ میرا محل ایک گڑھا ہے۔ غبار آلودہ مجھے وہاں لے جائے گا جنازہ۔

فَبَكَتْ بَنَاتِي فَجَعَلَهُنَّ وَرُوحَهُنَّ وَالْأَقْرَبُونَ إِلَيَّ ثُمَّ تَصَدَّ عُوا

میری لڑکیاں اپنے غم کی وجہ سے روئیں میری بیوی۔ اور رشتہ دار میرے پاس آئے ہر متفرق ہو گئے۔

وَتَرَكْتُ فِي غَبْرَاءُ يَكُونُ وَرْدُهَا يَسْفِي عَلَى الزَّيْمِ حَيْنَ أَوْدَاعُ

اور میں اسی زمین میں چھوڑ دیا گیا جس میں اترنا نا پسندیدہ ہے، مجھ پر ہوائیں خالک ڈائینگلی جب رخصت کر دیا جاؤں گا۔

(۱۱) قمر الدین ساکن اچھرہ، لاہور نے بیان کیا کہ آخری سال ۱۳۳۲ھ (۱۹۲۲ء) میں جب حضرت اقدس

کوٹہ سے تشریف لائے (اس سال آپ کے ساتھ یہ عاجز تھا) اور تفریح کے واسطے شالامار باغ تشریف لے گئے

وہاں آپ نے مجھ سے فرمایا، قمر الدین ہم نے اپنے پروردگار سے دو سوال کئے تھے۔ ایک یہ کہ اپنی زندگی میں

اسلام کی شوکت دیکھیں دوسری یہ کہ مجھ کو صالح اولاد عنایت کرے، میرے پروردگار نے اپنے کرم اور بندہ

پر رُوی سے میرے دونوں سوال قبول کر لئے ہیں، انہی دنوں میں ہم نے سنا ہے کہ پروردگار نے ترکوں کو عظیم فتح دی

ہے (فتح سمرنا) اور اللہ کا فضل ہے کہ میرے تینوں فرزند نیک اور صالح ہیں۔

(۱۲) قمر الدین نے بیان کیا کہ ایک دن حضور اقدس نے فرمایا۔ جانتے ہو کہ تم لوگ ہماری عزت اور

مدارات کیوں کرتے ہو، میں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد کریں، فرمایا: أَبَوْهُمْ أَصَالِحَاءُ کی وجہ سے حضرت موسیٰ

اور خضر کا واقعہ سورہ کہف میں ہے، اس میں ہے کہ دو یتیم بچوں کی دیوار کو درست کیا، کیونکہ ان کے باپ

نیک آدمی تھے، چونکہ ہمارے باپ دادا نیک لوگ گزرے ہیں، اس واسطے تم لوگ ہمارا احترام اور عزت

کرتے ہو۔

(۱۳) ایک دن حضرت قبلہ و کعبہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ذکر شریف سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت

ہے کہ وہ دل میں بس جائے، اگر کسی کا لطیفہ قلبی ذکر و شغل ہو جائے، اس کو آگاہی اور حضور دوام حاصل

ہو گیا ہے اور اس کے تمام لطائف جاری و شافل ہو جائیں گے، کیوں کہ لطیفہ قلب تمام لطائف کی بنیاد

اور اصل ہے، اگر عمارت کی بنیاد محکم اور درست ہے عمارت کو کوئی خطرہ نہیں ہے، اور اگر بنیاد بودی اور

کمزور ہے عمارت مستحکم نہیں ہے۔

بے فنی عمارت دل کن کہ دریں جہان خراب دریاں سراسر است کہ از سرما بسازند خشت

محبت کی شراب سے دلی عمارت بنا، اس میں یہ بھید ہے کہ ہمارے سروں سے اینٹ بنے گی۔

(۱۴) ایک دن حضرت قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کام کیوں کیا اور

کام کیوں نہیں کیا حالانکہ میں وہی ہوں جو پہلے تھا۔ ان لوگوں کے اعتراضات سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ حضرت قبلہ و کعبہ پر اعتراضات کیا کرتے تھے، وہ اپنا نقصان کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو شرمندہ کرتا تھا اور وہ منفصل ہوا کرتے تھے۔

(۱۵) حضرت قبلہ و کعبہ حضرت سید نور محمد بدایونی کے مزار پُرانوار سے ہمیں میں آرہے تھے، ڈپٹی محبوب عالم پنجابی آپ کے سامنے بیٹھے تھے، آپ نے ڈپٹی محبوب عالم سے کہا، مجھ کو اللہ سے قوی امید ہے کہ حضرت سید صاحب کے مزار شریف کے چاروں طرف دیوار بنوادوں گا، محبوب عالم نے آپ سے کہا، مجھ کو قوی امید ہے کہ یہ کام ہو جائے گا میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ حکومت سے اجازت نامہ حاصل کر لوں اور اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی، تو ہم چاروں طرف کی دیوار بنادینگے۔ اس بات سے حضرت قبلہ و کعبہ خوش ہوئے اور آپ نے یہ شعر پڑھا

جہاں میں تو کارِ بگونی رہے گا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

(۱۶) رمضان مبارک کی ایک رات تھی، قاری نیاز احمد تراحج پڑھا رہے تھے، بارہ رکعت کے بعد حسب معمول تمام افراد کو چائے دی جا رہی تھی کہ حضرت قبلہ و کعبہ رُوحی فداہ (میری جان ان پر فدا) نے فرمایا، افسوس ہے اُن نہ دیکھنے والوں پر جن کا مشغلہ کھانے پینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، کیا تم لوگوں میں کوئی شخص ہے جو آج رات کی نماز میں آنے والی مبارک نسبت کا بیان کرے کہ وہ کہاں سے آرہی تھی، نماز میں ملا عبدالحلیم آخوندزادہ فرزند ملا عبد اللہ آخوندزادہ قوم کا کڑ سا کن چوہی (یہ گاؤں شہر کوٹہ سے پانچ میل پر شمال مغرب کی طرف ہے) شریک تھے، انھوں نے کہا، حضور انور ٹھیک فرما رہے ہیں کہ کوئی نہیں ہے جو اس مبارک نسبت کا بیان کرے کہ کہاں سے آرہی تھی، یہ سن کر قبلہ و کعبہ نے فرمایا، عبدالحلیم تم بیان کرو، ملا عبدالحلیم آخوندزادہ نے کہا، مدینہ منورہ سے ایک خاص مبارک نسبت آرہی تھی، یہ ظاہر ہوا کہ سردار عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور حضور انور کے دائیں ہاتھ کی طرف جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ آپ کے ساتھ چاروں خلفاء اور اکابر صحابہ اور ائمہ دین بھی آئے ہیں اور یہ سب حضرات حضور انور کے دائیں ہاتھ کی طرف جلوہ افروز ہوئے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مکان کا صحن ملائکہ سے بھرا ہوا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے واسطے آسمان سے آئے ہیں۔

ملا عبدالحلیم کا یہ بیان سن کر حضرت قبلہ و کعبہ نے فرمایا عبدالحلیم کیا تم سچ کہتے ہو۔ عبدالحلیم نے کعبہ واللہ باللہ، میں نے جو کچھ دیکھا ہے، اسی کا بیان کیا ہے، میرے بیان میں بال برابر فرق نہیں ہے ملا عبدالحلیم

کے اس بیان سے حاضرین میں وجد و جذبہ کی کیفیت پیدا ہوئی پھر حضرت قبلہ و کعبہ نے چند شعر قصیدہ ہمزئیہ کے اور چند شعر فادسی کے پڑھے، اور ارشاد کیا، اس نعمت عظمیٰ کے شکرانہ میں ہم ان تمام افراد کو جو نماز میں شریک ہیں کل گوشت اور روٹی کھلائینگے اور اس کا ثواب سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائینگے چنانچہ دوسرے دن آپ نے ان سب افراد کو جو کہ تقریباً ایک سو افراد تھے عمدہ کھانا کھلایا۔

واضح رہے حضرت برادر کلاں رحمہ اللہ کے جمع کردہ ملفوظات تمام ہوئے۔ اب چند ملفوظات جو دوسروں سے سنے ہیں یہ عاجز لکھتا ہے۔

(۱۷) مقامات خیر کے معمولات کے بیان میں پنجاب کے حافظ کا واقعہ تحریر ہے۔ اس حافظ کو دیکھ کر حضرت سیدی الوالد نے فرمایا تھا: تم نے ہماری نمازرات کیوں خراب کی تھی؟ آپ کے اس کشف پر سب لوگ حیران رہ گئے۔ اس موقع میں غلام احرار صاحبزادہ غزنوی حلقہ میں حضرت سیدی الوالد کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان پر جذبہ طاری ہوا اور بلند آواز سے لفظ مبارک اللہ کا نعرہ لگایا اس وقت حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے سر مبارک اٹھا کر غلام احرار صاحبزادہ اور دیگر افراد کو مخاطب کر کے فرمایا: بفضل خدا کسے کہ پیش من می آید اور امی شناسم و اگر او دست خود بہ دست من دہد آبار و اجدادش رامی شناسم۔ اللہ کے فضل و کرم سے جو شخص میرے سامنے آتا ہے میں اس کو پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے میں اس کے باپ داداؤں کو پہچان لیتا ہوں۔

اس واقعہ کو غلام احرار صاحبزادہ نے اپنے بڑے بیٹے ملا غلام احمد صاحبزادہ سے بیان کیا، ان کے یہ بیٹے بھی حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ رحمۃ اللہ علی الوالد والولد۔

(۱۸) یہ عاجز کہتا ہے کہ غلام احرار صاحبزادہ کی اس روایت نے ہمارے استاد ملا امان اللہ کی روایت یاد دلادی۔ اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت سیدی الوالد کو سٹھ میں آخری دو سال ٹولا کے باغ عصر کو جایا کرتے تھے، وہاں مغرب تک ذکر شریف میں مصروف رہتے اور مغرب کے بعد مختصر اور خصوصی حلقہ ہوا کرتا تھا اس حلقہ میں ہمارے استاد محترم ملا امان اللہ رحمہ اللہ بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے داماد ملا عمر نے ان سے کہا کہ آپ مجھ کو بھی ساتھ لیجائیں۔ ملا صاحب نے اُن سے کہا میں کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔ چنانچہ ملا صاحب اپنے وقت پر آئے اور کچھ دیر بعد ان کے داماد آئے۔ افغان مخلص نے انکے آنے کی اطلاع آپ کو دی آپ نے سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: ایں کیست؟ یہ کون ہے۔ آپ کاٹخ ملا امان اللہ کی طرف تھا۔ ملا صاحب نے کہا: یہ ملا عمر ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا: میرا بیٹا می گوئی کہ داماد من است کیوں نہیں کہتے کہ یہ میرا داماد ہے۔ ملا صاحب حیرت میں پڑ گئے آپ نے فرمایا: بفضل پروردگار چوں

کے پیش من می آید اور امی شناسم واگرد دست اور اور دست گیرم آباء واجدادش را می شناسم اللہ کے فضل سے جب کوئی میرے سامنے آتا ہے میں اس کو پہچان لیتا ہوں اور اگر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لوں تو اس کے آباء واجداد کو پہچان لیتا ہوں۔

ملا صاحب بہت تعجب سے اس واقعہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور اس وقت ان پر کچھ بخودی طاری ہو جاتی تھی۔ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔

(۱۹) حافظ غلام محمد باغ والے نے بیان کیا جو کہ حضرت سیدی الوالد کے خصوصی افراد میں سے تھے، کہ حضرت اقدس کا پرانا مرید بشیر کی عادت تھی کہ خانقاہ شریف آکر مسجد شریف کے دالان میں بیٹھ کر وظیفہ شریفہ کی تعداد جو بیس ہزار پوری کرتے تھے اور پھر حلقہ شریف میں شریک ہوتے تھے، ایک دن حضرت شرف الدین قلندر کی زیارت کے لئے پانی بیت گئے، فاتحہ پڑھ کر چوک میں ایک پنواڑی سے پانی یا اور روانہ ہو گئے، پانی کھانے سے اُن پر زنانہ پن کا اثر ہوا خواہش ہوئی کہ ڈاڑھی منڈا کر، بجزروں میں شامل ہو جائے ان خیالات کو لئے دہلی پہنچے اور خانقاہ شریف جا کر مسجد شریف میں معروف ذکر شریف ہوئے۔ وہ ذکر کر رہے تھے حضرت سیدی الوالد نے بلند آواز سے فرمایا: "بشیر زنانہ کہاں ہے" یہ آواز بشیر نے سنی اور دوسرے دن وہ پھر پانی بیت گئے فاتحہ پڑھ کر جب چوک میں آئے، پنواڑی نے دیکھ کر کہا میں نے تیرا کام کر دیا تھا لیکن تیرا کھوتا بہت مضبوط ہے، یعنی تیرا مرشد قوت والا ہے۔ رَحِمَ اللَّهُ عَلَى الْبَشِيرِ۔

(۲۰) چھوٹے بھائی رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ کہ ہالیوں کے مقبرہ کے پاس سے حضرت سیدی الوالد کا گزر ہوا آپ راستہ کے کنارے پر مقبرہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے آپ نے جوتیوں سے اپنے پیر نکالے اور جوتیوں کے اوپر رکھ کر فاتحہ پڑھی اور یہ دعا کی۔ یا اللہ یہ ہمارے بادشاہ کی قبر ہے تو ان پر رحم فرما اور ان کی خطائیں معاف کر۔

(۲۱) استاذی مولانا مولوی حافظ محمد عمر گھوسوی رحمہ اللہ نے کوئٹہ بلوچستان میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے سنا "زید جائے گیر با شد" زید ہماری جگہ لینے والا ہوگا۔

عاجز کہتا ہے اس مکاشفہ کا ظہور تائیس اٹھائیس سال بعد عیاں ہوا، جمعہ ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے دہلی اور پنجاب میں قیامت صغریٰ برپا تھی۔ خانقاہ ارشاد پناہ میں صرف یہ عاجز مع اہل و عیال مقیم رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خانقاہ کو اور دائرہ حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کو محفوظ رکھا اور اس عاجز سے دونوں جگہ کی خدمت کرائی، یہی خانقاہ آپ کی جگہ تھی اور یہی دائرہ حضرت سید نور محمد بدایونی آپ کے لئے جنت کا ٹکڑا تھا آپ نے فرمایا ہے ہم جس وقت یہاں آتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔

اِنْ شَهِدَ الْمَلَفُوظَات وَرَحِمَ اللَّهُ صَاحِبَهَا وَجَاوِعَهَا بِمَنْتَبَہ وَاکْرَمِہ۔

الدُّرُّ الْمُنْتَظَمُ حضرت مولانا عبدالحق آبادی مہاجر مکہ و شیخ الدلائل نے "الدُّرُّ الْمُنْتَظَمُ" فی بیان حکیم مولانا ابوبکر
الاعظمؑ اپنی بیرونی و درونی محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس اللہ اسرارہما کے اشارے
بلکہ امر پر لکھی ہے۔ صفحہ ۱۱۲ پر لکھا ہے کہ سلسلہ میں مسجد نبویؐ میں بارہویع الاول روز یکشنبہ کو یہ مبارک محفل
منعقد ہوئی اور آپ اس میں شریک ہوئے اور پھر آپ نے قیام کیا۔ اور صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے کہ یہ تصریح تمام فرمودہ
بودند و برائے ابلاغ این امر تاکید تمام فرمودہ بودند چنانچہ این امر را حسب فرمودہ حضرت ایشان بنا بر خبر خواہی
برادران مسلمین بکلیہ تقریر و تحریر آورد و بالشہ التوفیق واللہ بسم اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ اس مبارک کتاب پر آئمہ
حضرات نے تقریظیں لکھی ہیں۔ جناب مولف رحمہ اللہ نے جس ترتیب اور جن القاب سے مقررین کے نام اور ان
کی عبارات کو لکھا ہے یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

(۱) تقریظ عمدة العلماء زبدة العرفاء حضرت مرشدنا و مولانا شاہ ابوالخیر فاروقی نقشبندی مدجہ دی تَفَحُّتًا
اللہ یعول بقائہ۔

(۲) تقریظ عمدة الاولیاء صلیین زبدة المقرین حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی چشتی مہاجر مکہ مظلہ
(۳) تقریظ جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ سظمہ۔

(۴) تقریظ جناب مولوی سید حمزہ صاحب شاگرد جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی دام اللہ فیضہ
(۵) تقریظ جناب مولوی عبدالمسیح صاحب مؤلفہ انوار ملاحظہ

(۶) تقریظ جناب مولانا قسیم الدین احمد صاحب رضوی عظیم آبادی

(۷) تقریظ جناب مولانا مولوی عبداللہ صاحب دام فیضہ داماد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم

(۸) تقریظ جناب مولوی محمد جمیل الرحمن خاں صاحب خلف الصدوق مولوی عبدالرحیم خاں صاحب مرحوم۔

اور آخر میں فارسی قصیدہ عرض حال اشرف کا ہے جسے حضرت سیدی ابوالوالد کی تقریظ صفحہ ۱۳۶ پر ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ عبد اللہ ابوالخیر احمدی بمطالعہ ایس رسالہ
شریف شرف شد۔ جزی اللہ مولفہ خیرا و اسبغ علیہ نعمہ فی الدنیا و الاخریٰ۔ بسیار خوب و زیبا نوشتہ اند و ہرچہ نوشتہ
اند صحیح است و ممول سلمائے مومنین است و جناب مولف عمدة اتقائے زمانہ اند و در صلاح و تقویٰ و استقامت
علم و عمل چہ جلے ہندوستان کی در حریم مجتہدین نظیر خود داند مجددی مشرب حنفی مذہب صدیقی نسب اند بقیہ
سلف اند و امید است تعالیٰ و اللہم کہ کتبہ خلف گردند۔ بارک اللہ فی عمرہ و علمہ و ارشادہ۔ آمین۔

ابوالخیر عبد اللہ بن عمر
الغاروقی النقشبندی

حامل اعجاز صنعت مولوی حکیم غلام محی الدین زینت رقم نے ۱۳۲۷ھ میں حامل شریف اعجاز صنعت بلکہ کرطیع کی ۱۰۷۷ کے ۷۷ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں حکیم صاحب نے کتابت میں یہ صنعت دکھائی ہے۔ کہ جس حرف سے پہلی سطر شروع ہوئی اسی حرف سے گیارہویں سطر شروع ہوگی اور جس حرف سے دوسری سطر اسی سے دسویں سطر اور جس حرف سے تیسری سطر اسی سے نویں سطر اور جس حرف سے چوتھی سطر اسی سے آٹھویں سطر اور جس حرف سے پانچویں سطر اسی سے ساتویں سطر اور جس حرف سے وسط کی چھٹی سطر اسی سے اس کے مقابل صفحہ کے وسط کی چھٹی سطر ۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ یوم دو شنبہ کو حکیم صاحب نے اس مبارک حامل کا ایک نسخہ آپ کو دیا۔ آپ اس زمانہ میں کلام الہی کے اوقاف لکھ رہے تھے حکیم صاحب نے کلام پاک کی کتابت میں جو صنعت پیدا کی ہے اس سے آپ بہت خوش ہوئے اور ایک مصحف شریف کا نسخہ ان کو دیا۔ اس میں لال روشنائی سے اوقاف کا بیان کیا تھا۔ اوقاف کے سلسلہ میں ایک تحریر بھی حکیم صاحب کو دی جو معمولات میں آپ کی تحریر کے عنوان سے گزر چکی ہے۔ اور حامل اعجاز صنعت کے متعلق درج ذیل تحریر لکھ کر ان کو عنایت کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدہ وعلی علی رسولہ الکریم۔ سبحان اللہ۔ کلام الہی وہ بحر ذخار ہے کہ جس کے صنائع و بدائع کی نہ انتہا ہے نہ شمار ہے۔ غواصان بحر لطائف و نکات نے بہت کچھ غوطے لگائے۔ مگر ہر غوطے میں ایک نیا اور انمول موتی لائے۔ ہر صنعت اس کی انوکھی اور دریکتا ہے کہ جس کی چمک دمک سے چشم بصیرت خیرہ ہے۔ ہر صنعت اس کی معجز ہونے کی برہان ہے لاریب کہ یہ قرآن ہی کی شان ہے۔

حال ہی میں جو صنعت "حامل اعجاز صنعت" میں دیکھی واقعی اعجاز قرآنی کی موجودہ دلیل ہے۔ اور حامل شریف بے شک لاثانی اور بے عدیل ہے۔ حکیم صاحب نے اپنے اشتہار میں جو کچھ ثنا و صفت حامل شریف کی بیان کی ہے وہ سب بجا اور درست بیان کی ہے کہ نہ دیکھی نہ سنی بلکہ عدیم الثبیل ہے۔

سب سے زیادہ خوشی کی یہ بات ہے کہ اس زمانہ ادبار میں بھی ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن کو کلام الہی کے ساتھ ایسی دل سوزی اور محبت ہو کہ سالہا سال تک محنت کر کے ایک عجیب و غریب صنعت کلام الہی میں نکالیں۔ لوگوں کو اس تحفہ نایاب کی قدر کرنی چاہیے۔ والسلام۔

مخفی بیاض چھوٹی قیطع پر رسول صفحہ کا مختصر رسالہ در بیان استقامت و آداب پیر و مرید ہے۔ عبدالحق دفتری حضرت مولوی رحیم بخش سے بیعت تھے حضرت سیدالوالد کے پاس اکثر آتے تھے۔ آپ نے ان کے اس رسالہ پر درج ذیل عبارت لکھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ ابوالخیر فاروقی نے یہ رسالہ "مخفی بیاض علی ریاض" خود مؤلف رسالہ برادر

طریقت عبدالحق ولد حبیب بخش دقتری سے سنا کرتی باتیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر اور ہم سب کو توفیق اعمال صالحہ عنایت فرمائے۔ آمین۔
یکشنبہ ہفتم صفر ۱۳۲۸ھ ہجری

مولوی عبداللہ علی زی قندھاری کو آپ نے درج ذیل اجازت نامہ لکھ کر دیا۔
اجازت نامہ طریقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادَةِ الدِّیْنِ مُصْطَفٰی

وبعد۔ فیقول ابو الخیر عبد اللہ علی الدین العمری الاحمدی ان الاُخ الأعز الکامل العالم العارف لفاضل صاحب الاسرار العلیہ والأنوار البہیۃ الشیخ عبد اللہ القندھاری سلمہ اللہ تعالیٰ قد اشتغل عندی باشغال الطریقت الاحمدیہ وقادب لدی بآداب تلك السادة السنیة ودخل بواسطتی فی اهل السلسلة البہیۃ وتوجہت بالتوجهات الخاصة فی مدۃ سیرۃ الی نہایۃ الطریقت الاحمدیۃ فنصار اہلاً للارشاد فاجزته باجازۃ مطلقۃ ویدہ کیدی فهو خلیفتی بآرک اللہ فیما اعطاه وجعلہ لامتقین اماماً اللہم اجعلہ ہادیاً محمدیاً وکن لہ حافظاً وناصرًا ومعیناً وکفیلاً برحمتک یا ارحم الراحمین وبحبیبک سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم وادوصیہ باتباع السلة السنیۃ والاجتناب عن البدعۃ غیر المرصیۃ ومحبة مشائخنا الکرام والافتدای بہدیمہم ظاہراً وباطناً ودوام الاشتغال مع اللہ سبحانہ۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَرَضِیَ بِمَا اَبْرَکَھِیْمُ بَنِیْنِہٖ وَیَغْفُوبُ بِاَبِیْ اِتَّ اللّٰهُ اَصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تُمَوِّنُ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ وَصَلٰی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم۔
رقم بیدہ ابوالخیر الاحمدی حرر بآتم القری سادس عشر من ثہر ابوالخیر احمدی
ذی الحجۃ المحرم یوم الجمعۃ ۱۳۲۸ھ
کان اللہ لا عرفنا من کل شیء

اجازت نامہ دلائل الخیرات الحمد للہ والصلاة والسلام علی رسول اللہ محمد۔
عبد اللہ ابوالخیر فاروقی اجازت دلائل الخیرات از حضرت

قبلہ گاہی ارشاد و ہدایت پناہی حضرت شاہ محمد عمر۔ ذکر اللہ بالخیر و رحمہ و رضی عنہ دارد عن والدہ القطب الربانی الشیخ احمد سعید عن الشیخ عبد العزیز عن والدہ الشیخ ولی اللہ عن الشیخ ابی الطاہر عن الشیخ احمد الخفلی عن السید عبد الرحمن الادریسی الشہید بالمحبوب عن امیہ السید احمد عن جدہ السید محمد عن ابی جدہ السید احمد عن مؤلف السید محمد بن سلیمان الجزولی رَاَدَ اللّٰهُ لٰی درجہ تہمہ واقاض علینا من بركة تہمہ۔ جان محمد حمزہ یانی را اجازت خواندن دلائل الخیرات دارم و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و الحمد للہ رب العالمین۔

چہار شنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ۔ دہلی۔ خانقاہ شریف مجددیہ

اجازت نامہ الحصن الحصین | یہ عاجز ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبداللہ ابوالنخیر سے وہ اپنے والد حضرت شاہ محمد عمر سے وہ اپنے والد حضرت شاہ

احمد سعید سے وہ اپنے استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ سے وہ اپنے استاد شیخ ابوطاہر سے وہ اپنے والد ابراہیم کردی مدنی سے وہ شیخ قشاشی سے وہ شیخ ثناوی سے وہ شیخ زہبی سے وہ شیخ الزین زکریا سے وہ حافظ تقی الدین محمد بن محمد بن فہد ہاشمی مکی سے وہ جناب مولف ابوالنخیر محمد بن محمد جزری شافعی سے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ روایت کرتا ہے۔

اجازت نامہ الحزب الاعظم | عاجز ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبداللہ ابوالنخیر سے وہ اپنے والد صاحب حضرت شاہ محمد عمر سے وہ اپنے والد ماجد

حضرت شاہ احمد سعید سے وہ حضرت شاہ عبدالعزیز سے وہ حضرت شاہ ولی اللہ سے وہ شیخ صالح الفلانی عمری سے وہ شیخ محمد بن بشر سے وہ شریف محمد بن عبداللہ سے وہ شیخ عبدالقادر سے وہ جناب مولف ملا علی القاری سے رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتا ہے۔

اجازت نامہ حزب البحر | حزب البحر کی اجازت حضرت سیدی الوالد شاہ عبداللہ ابوالنخیر قدس سرہ بہت کم افراد کو دیا کرتے تھے اور جن کو آپ اجازت دیتے تھے فرما دیا کرتے تھے

اللہ کی رضامندی کے واسطے پڑھو، جو فائدہ حاصل ہو وہ اللہ کی رضامندی کے ضمن میں حاصل ہو، اسی شرط کے ساتھ عاجز ابوالحسن زید کو اجازت عنایت کی ہے آپ اپنے حضرت والد شاہ محمد عمر سے اور وہ اپنے حضرت والد شاہ احمد سعید سے وہ حضرت شاہ عبدالعزیز اور حضرت شاہ غلام علی سے اور یہ دونوں حضرات حضرت شاہ ولی اللہ سے وہ شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی سے وہ شیخ احمد نخلی سے وہ شیخ عیسیٰ مغربی سے وہ ابوالصلاح علی بن عبدالواحد انصاری سے وہ ابوالیاس احمد مقری سے وہ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبد الجلیل تیزی سے وہ اپنے والد عبد الجلیل تیزی سے وہ ابو الفضل محمد بن احمد سے وہ ابو الطیب غلوان تیزی سے وہ ابوالحسن محمد بن احمد بطرنی سے وہ اپنے والد احمد بطرنی سے وہ ابوالعزائم قاضی سے وہ حضرت مصنف شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ شاذلی سے روایت کرتے ہیں قدس اللہ اسرارہم وزاد اللہ فی درجاتہم واقاض علینا من برکاتہم۔



سلاسل مبارکہ سب سے

۱۔ سلسلہ نقشبندیہ | ۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔

۴۔ حضرت قاسم رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ حضرت جعفر صادق رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۶۔ حضرت بایزید بسطامی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۷۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۸۔ حضرت ابوعلی فارمدی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۹۔ حضرت یوسف ہمدانی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ حضرت عبدالخالق غجدوانی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۱۔ حضرت عارف ربوگری رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۲۔ حضرت محمود انجیر فغوی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۳۔ حضرت عزیزان علی رامینی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۴۔ حضرت محمد بابا تاسی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۵۔ حضرت سید امیر کلال رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۶۔ حضرت سید بہار الدین نقشبند رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۷۔ حضرت علامہ الدین عطار رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۸۔ حضرت یعقوب چرخي رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۹۔ حضرت عبید اللہ احرار رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۲۰۔ حضرت محمد زاہد ولی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۲۱۔ حضرت درویش محمد رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۲۲۔ حضرت خواجہ علی ملکنی رجبہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ حضرت بایزید بسطامی مرید حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہما
چوں کہ آپ کا لقب بھی صادق تھا اس لئے آپ کو حضرت جعفر بن جعفر باؤنکھ یا گیلے،
جو کہ آپ کے داماد تھے، (دیکھو فتاویٰ عزیزی کے صفحہ ۱۷۰)

۲۲. حضرت رضی الدین باقی باللہ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۲۳. حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۲۵. حضرت محمد معصوم رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۲۶. حضرت سیف الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۲۷. حضرت سید نور محمد بدایونی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۲۸. حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۲۹. حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۳۰. حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۳۱. حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۳۲. حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۳۳. حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

۲۔ سلسلہ قادریہ

۲. حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔
 ۳. حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ۔
 ۴. حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔
 ۵. حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۶. حضرت محمد باقر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۷. حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۸. حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۹. حضرت علی رضا رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۱۰. حضرت معروف کرخ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۱۱. حضرت بکری سقلی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۱۲. حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۱۳. حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
 ۱۴. حضرت عبدالواحد مینی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۵. حضرت ابوالفرح و سفیر طوسی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۱۶. حضرت ابوالحسن البکری رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۱۷. حضرت ابوسید مخرومی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۱۸. حضرت سید عبدالقادر جیلانی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۱۹. حضرت سید عبدالرزاق رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۰. حضرت سید شرف الدین قتال رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۱. حضرت سید عبدالوہاب رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۲. حضرت سید بہار الدین رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۳. حضرت سید عقیل رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۴. حضرت سید شمس الدین صحرانی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۵. حضرت سید گدار حمن اول رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۶. حضرت سید شمس الدین عارف رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۷. حضرت سید گدار حمان ثانی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۸. حضرت سید شاہ فضیل رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۲۹. حضرت شاہ کمال کتبی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۰. حضرت شاہ سکندر رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۱. حضرت شیخ احمد سرہندی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۲. حضرت محمد سعید رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۳. حضرت عبدالاحد و حدت رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۴. حضرت محمد عابد شتانی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۵. حضرت مرزا جان جانان مظہر رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۶. حضرت شاہ غلام علی رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۷. حضرت شاہ ابوسید رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۸. حضرت شاہ احمد سعید رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔
۳۹. حضرت شاہ محمد عمر رَحِمَهُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

۳۔ سلسلہ چشتیہ

- ۴۰۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبدالشہمی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم
- ۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔
- ۳۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۴۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۵۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۶۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۷۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۸۔ حضرت ہبیرہ بصری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۹۔ حضرت اسحاق علودنیوری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۰۔ حضرت ابواسحاق شامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۱۔ حضرت ابوالاحمد ابدال چشتی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۲۔ حضرت ابو محمد چشتی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۳۔ حضرت ابویوسف چشتی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۴۔ حضرت مودود چشتی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۵۔ حضرت حاجی شریف زندانی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۶۔ حضرت عثمان ہارونی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۷۔ حضرت معین الدین حسن سہری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۸۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۹۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ محدث شہر علامہ محمد حبیب اللہ شفیق علی ماکلی مؤلف کتاب زاد المسلمینما اتفق البخاری وسلم
لے سمر القابریہ میں سلسلہ میں اجازت عاتر عاجز کو دینے کے بعد فرمایا۔ حسن بصری کو
اجازت حضرت حسن بختیاری سے ہے اُن کو اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ سے ہے رضی اللہ عنہم اور
انہوں نے اس کا اظہار ثبت امیر کبیر کے صفحہ ۳۷ میں طرز الثنا ذیل کے بیان میں کر دیا ہے۔

نظامیہ

- ۲۰۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ
- ۲۱۔ حضرت نصیر الدین روشن چراغ رحمہ اللہ ورضی عنہ
- ۲۲۔ حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ
- ۲۳۔ حضرت سید اجل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ

صابریہ

- ۲۰۔ حضرت مخدوم علی صابر رحمہ اللہ ورضی عنہ
- ۲۱۔ حضرت شمس الدین ترک رحمہ اللہ ورضی عنہ
- ۲۲۔ حضرت جلال الدین پانی پتی رحمہ اللہ ورضی عنہ
- ۲۳۔ حضرت عبدالحق ردو لوی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۴۔ حضرت احمد عارف رحمہ اللہ ورضی عنہ
۲۵۔ حضرت محمد عارف رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۶۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۷۔ حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۸۔ حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۹۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۰۔ حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۱۔ حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۲۔ حضرت محمد عابد ستامی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۳۔ حضرت مرزا جان جاناں منظر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۴۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۵۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۶۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۷۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۸۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

۳۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۴۔ حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۶۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۷۔ حضرت بصری ثقیلی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۸۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۹۔ حضرت ممشاد دنیوری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ حضرت احمد اسود دنیوری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۴۔ سلسلہ سہروردیہ

۱۔ ملاحظہ کریں صفحہ ۵۱۵ کے حاشیہ کو۔

- ۱۱۔ حضرت محمد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۲۔ حضرت یار محمد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۳۔ حضرت عبداللہ غنویہ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۴۔ حضرت عبدالقادر سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۵۔ حضرت ابونجیب سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۶۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۷۔ حضرت بہار الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۸۔ حضرت صدر الدین محمد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۹۔ حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۰۔ حضرت سید اجل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۱۔ حضرت بڈھن بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۲۔ حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۳۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۴۔ حضرت رکن الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۵۔ حضرت مخدوم عبدالأحد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۶۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۷۔ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۸۔ حضرت عبدالأحد وحدت رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۹۔ حضرت محمد عابد ششنامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۳۰۔ حضرت مرزا جان جاناں منظر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۳۱۔ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۳۲۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۳۳۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۳۴۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۳۵۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ سلسلہ کبرویہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ رضی عنہ

۵۔ حضرت محمد باقر رحمہ اللہ رضی عنہ

۶۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ رضی عنہ

۷۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ رضی عنہ

۸۔ حضرت علی رضا رحمہ اللہ رضی عنہ

۹۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۰۔ حضرت بیری سقطی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۱۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۲۔ حضرت ابو علی رودباری رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۳۔ حضرت ابو علی کاتب رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۴۔ حضرت ابو عثمانی مغربی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۵۔ حضرت ابو القاسم گرگانی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۶۔ حضرت ابو بکر نساج رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۷۔ حضرت احمد غزالی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۸۔ حضرت ابو نجیب سہروردی رحمہ اللہ رضی عنہ

۱۹۔ حضرت غازی اسر رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۰۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۱۔ حضرت بابا کمال رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۲۔ حضرت احمد رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۳۔ حضرت عطایا خالیدی رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۴۔ حضرت شمس الدین قرغانی رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۵۔ حضرت حمید الدین سمرقندی رحمہ اللہ رضی عنہ

۲۶. حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۷. حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۸. حضرت سید اجل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۹. حضرت بدمین بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۰. حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۱. حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۲. حضرت رکن الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۳. حضرت مخدوم عبد الأحد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۴. حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۵. حضرت محمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۶. حضرت عبد الأحد وحدت رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۷. حضرت محمد عابد شنامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۸. حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۹. حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴۰. حضرت شاہ ابو سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴۱. حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴۲. حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴۳. حضرت شاہ ابوالخیر عبد اللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔
۲. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۶۔ سلسلہ مداریت

۳. حضرت عبد اللہ علم بردار رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴. حضرت یحییٰ الدین شامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۵. حضرت عین الدین شامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۶. حضرت طیفور شامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۷. حضرت بدر الدین شاہ مدار رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۸. حضرت سید اجل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۹. حضرت بزمین بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۰. حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۱. حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۲. حضرت رکن الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۳. حضرت مخدوم عبدالاعزیز رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۴. حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۵. حضرت محمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۶. حضرت عبدالاعزیز وحدث رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۷. حضرت محمد عابد شتائی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۸. حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۹. حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۰. حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۱. حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۲. حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۳. حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

سلسلہ قلندیہ

۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔
۲. حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳. حضرت خضر رومی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴. حضرت نجم الدین قلندر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۵. حضرت قطب الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۶. حضرت محمد شاہ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۷. حضرت عبدالسلام رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۸. حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۹. حضرت رکن الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

- ۱۰۔ حضرت مخدوم عبدالأحد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۲۔ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۳۔ حضرت عبدالأحد وحدث رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۴۔ حضرت محمد عابد شنامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۵۔ حضرت مرزا جان جانان مظہر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۶۔ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۷۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۸۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۱۹۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
- ۲۰۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مناجات جدِ امجد قدس سترہ

بڑا میں الہی گنہ گار ہوں	نہایت گنہ میں گرفتار ہوں
مرے بخش مارے گنہ اے کریم	کہے وصف تیرا غفور ورحیم
اگرچہ ہوں نالائق بدگہسر	مجھے ان کی نسبت سے کربہرہ دور
تصدق سے ان مرشدوں کے خدا	مجھے بھی تو اس جگہ میں ملا
مرض میرے کھو اور صحت سے رکھ	مجھے دونوں عالم میں عزت سے رکھ
مجھے اور ماں باپ کو میرے نور	دے فردوسِ اعلیٰ و حور و قصور
مرے دوست احباب کو شاد رکھ	دل اُن کا محبت سے آباد رکھ
پلا جام الفت کا بھر کر مجھے	ہیشہ تو رکھ اپنے درپر مجھے
ذرا سا تو در کھول عرفان کا	مزا تاکہ پاؤں میں ایمان کا
ابوالخیر میرا جو ہر گنا جلیب	وہ فاضل ہو غار ہو اور خوش نصیب
دعائیں عمر کی تو سب کر قبول	بحق رسول و بجاہ قبول

ارشاد سیدی الوالد قدس سترہ

تو عبد اللہ ابوالخیر حزین را
 قدس اللہ استرا از ہمہ و آفاض علیتنا من بزرگاتہم

مکتوبات

اس عاجز کے پاس حضرت سیدی الوالد قدس سرف کے چار سو سے زائد مکاتیب شریفہ موجود ہیں ان میں سے ایک مکتوب شریف عربی میں ہے اور سنیس فارسی میں باقی اُردو میں ہیں۔ اکثر خطوط میں سلام دعا اور خیریت سے مکتوب الیہ کو آگاہ فرمایا ہے۔ یہ عاجز صرف اُن مکاتیب شریفہ کو کاملاً یا اقتباساً نقل کرتا ہے جن میں پسند و نصائح اور وظیفہ شریفہ سے متعلق آپ نے ہدایت فرمائی ہیں یا ایسے اُمور کا ذکر فرمایا ہے جن سے آپ کے احوال مبارکہ پر روشنی پڑتی ہے۔ عربی اور فارسی خطوط کا ترجمہ ہو گا اور اس کا بیان کر دیا جائے گا اور اقتباس کی صورت میں اقتباس کا حوالہ ہو گا۔ واللہ الموفق والمعين۔

۱۔ اصل عربی میں ہے۔ مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ عبد اللہ ابو النخیر کی طرف سے اس کے برادر حبیب صاحب و فاضل زاد اللہ تعالیٰ فی فضلہ و صلاحہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور برادر و گار و عدۃ لا شریک لہ کی ثنا اور اس کے رسول سید الاولین والآخرین حضرت محمد پر درود و سلام کے بعد معلوم فرمائیں کہ تمہارا ہدیہ اور خط ملا شاہ نے پہنچایا جس سے دل خوش ہوا۔ میں تم کو ہر روز توجہ دیتا ہوں لیکن بعض اوقات درمیان میں پردے مائل پاتا ہوں جن کی وجہ سے توجہ کا تم تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اکثر اوقات میں یہ صورت نہیں ہوتی ہے اور توجہ بہ سہولت تم تک پہنچتی ہے۔ یہ خط ملنے کے بعد سے تم منفی و اثبات کا شغل شروع کر دو۔ یہ وظیفہ جس دم کے ساتھ پان سو مرتبہ کرو۔ جس دم میں طاق عدد کا لحاظ رکھو اور بتدریج اس کی تعداد بڑھاؤ اور مراقبہ احدیت بھی شروع کر دو۔ مراقبہ احدیت کا مطلب یہ ہے کہ درود فیض کا انتظار اس پاک ذات سے کرو جو عدۃ لا شریک لہ ہے اور تمام صفات کمال سے متصف اور تمام کمالات نقصان سے منزہ ہے۔ مراقبہ کے وقت ذکر شریف اور رابطہ کا قصد نہ کرو بلکہ انتظار مذکور میں مستغرق ہونا چاہیے۔ یہ مراقبہ کامل ایک گھنٹہ کرنا چاہیے۔ اور میں اس وظیفہ میں تم کو بعون اللہ الوہاب توجہ دیتا رہوں گا۔ اور حضرت رسالت میں میرا ایسا سلام عرض کرو جیسا کہ ایک کینہ غلام اپنے آقائے مہربان کو پیش کرتا ہے اور پھر ان کے دونوں رفیقوں پر۔

ابو سلم یا کسی دوسرے کے ہاتھ بخاری شریف کا وہ نسخہ جو دس جلد میں ہے (آپ نے تین تین پارے کی جلد بنوائی تھی) بحفاظت ارسال کر دو۔ کیونکہ ہم نے اس کی تعدیں شروع کر دی ہے اور ہم کو

اس کی ضرورت ہے۔ ملا سفر اور عبدالستار افندی اس نسخہ کو پہچانتے ہیں۔ ان دونوں اور سب مجتہدین کو میرا سلام پہنچا دو۔ سب کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ تقویٰ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

۲۔ فارسی میں ہے۔ مولوی عبدالعزیز ساکن پٹیالہ کے نام جو کہ شاہ امین الدین نانوتوی کے خلیفہ تھے۔ اور وہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے۔ مولوی عبدالعزیز کا زیادہ قیام سرہند میں رہتا تھا اس لئے سرہندی نسبت ہو گئی تھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ وسلاماً علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ حق سبحانہ اس دوراز کار اور اس عزیز صلاح آثار کو تمام مرادات سے بلکہ وصف ارادت سے خالی کرے۔ بندگی ارادت کے وصف کو نہیں چاہتی۔ کیونکہ اپنے مراد کی طلب کرنے میں اللہ کے مراد کو منع کرنا ہے۔ لہذا ساحت سینہ کو تمام خواہشات و مرادات سے صاف کرنا چاہیے۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی تمنا اور خواہش باقی نہ رہے۔ ع درتو یک یک آرزو ابلیس تست۔ تیری ہر ایک آرزو تیرا ابلیس ہے۔ اہل اللہ اپنی خواہشات و مرادات کے زائل کرنے کے لئے صفت ارادت کے زوال کے لئے پوری کوشش اور اس کے ہتھیال کے لئے کامل اہتمام کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک بندے میں صفت ارادت رہے گی مرادات کا تصور ہوتا رہے گا اور جب اس صفت کی منفی ہو جائے گی تو پھر مرادات کا تصور ہی مفقود ہے۔

ع ایں کار دولت است کنوں تا کرار مد۔ مقدر میں ہوتی ہے کس کے یہ دولت۔ لطیف ثانیہ (لطیف روح) کے فنا کے بعد اس کلام کا جمال اپنے حسن و جمال کا اثر دکھاتا ہے۔ اور اس بات کو پوری طرح سمجھنا حصول مقام رضا سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پس ماندہ کو بھی اس کیفیت میں سے ایک جرم عنایت کرے۔ ع باکریمیاں کار ہا دشوار نیست۔ کریموں کے لئے مشکل نہیں کچھ۔ اولیاء اللہ کے راستہ چلنا ہر بے سرانجام کام نہیں۔ فرمائش ہر شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر کر سکتا ہے۔ قیوم عالم قطب اعظم امام کبار مجدد ہزار قدس سترہ نے اپنی اولاد و خلفاء کو جبکہ وہ گویا ر کے قلعہ میں محبوس تھے کیسی تائیدات فرمائی ہیں اور مرادات کی نفی کرنے کے واسطے کتنا زور دیا ہے۔ آپ کے مکتوبات کی تینوں جلدیں اس سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر چاہو تو ان کی طرف مراجعہ کر لو۔

آں عزیز کا خط پہنچا۔ اللہ تعالیٰ استقامت دے۔ اور تغیرات سے محفوظ رکھے۔ حقیقت امر سے تم کو آگاہ کر دیا۔ آخر زمانہ اور آفتوں اور بلاؤں کے ظہور کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو سکے مرادات کی نفی کرنے میں سعی رہو تاکہ حقیقت فنا سے مشرف ہو سکو۔ اس دور افتادہ کے واسطے بھی دعا کرتے

رہو۔ دوستانہ طریقہ کو سلام پہنچے۔ والسلام۔

تقریر پنجم صفر ۱۳۸۷ھ۔ از مکہ مکرمہ۔ قریب باب عتیق

اہل حلقہ سلام پہنچاتے ہیں۔ پیر جی حسین شاہ حافظ امیر اللہ، محبوب بخش، حاجی حسینی، حاجی عبداللہ، محمدی شاہ، پیر محمد، امام بخش، عبدالرحمن، قاضی اور تمام برادران کو دعا سلام پہنچے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ میاں توکل شاہ، میاں عبدالخالق، حسن محمد، سوندے شاہ کو سلام پہنچا دو۔ اُن کی صحت اور سلامتی سے خبر دی جائے۔

۳۔ فارسی میں ہے۔ مولوی عبداللہ علیزی قندھاری کو ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ میں آپ نے خلافت نامہ عنایت کیا اور تیرہ مہینے کے بعد یہ خط تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی۔ برادر عزیز مولوی عبداللہ کا ارسال کردہ محبت بھر اخط پہنچا۔ بارک اللہ فی عمرکم وعلکم وعلکم ودرشدکم وارشادکم وجعلکم اماما للمتقین صادقین صادقین وکثر امثالکم۔ ہمت بلند رکھیں اور میری طرف متوجہ رہیں۔ ان شاء اللہ ترقیات کثیرہ حاصل ہوں گی۔ کلمہ طیبہ کی تکرار اور قرآن مجید کی تلاوت اور نماز بہ طول قیام کی طرف راغب رہیں۔ دل تمہاری ترقی کا خواہشمند ہے۔ تمہاری طرف توجہ رہتی ہے۔ اطمینان رہے۔ ماہِ رجب میں مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔ بے انتہا عنایات سے مشرف ہو رہا ہوں۔ ہم مشرب اور ہم جنس بہت کم ہیں۔ اس سے زیادہ کی طاقت تحریر نہیں۔ نیک عالم بدگوئی کرتا ہوا اور مجھ کو برا کہتا ہوا، کبھی کو چلا گیا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ دیکھا جائے۔ اور دم نہ مارا جائے۔ ۱۔ وَلَیْسَ لَکُمْ تَخَلُّوْا الْحَیَاةَ مَرِیْوۃً ۚ وَلَیْسَ لَکُمْ تَوَضُّعٌ وَّالْکَاثِرُ غَضَابٌ (اے کاش تو میرے لئے شیریں ہو جائے۔ زندگی تو تلخ ہے اور اے کاش تو راضی ہو جائے چاہے مخلوق ناراض ہی کیوں نہ ہو)

الحمد للہ بعض برادرانِ طریقت نے ترقیاں کی ہیں شیخ عماد الدین تعلیم کی اجازت پا کر اپنے وطن بلغاریہ چلے گئے ہیں۔ اور مولانا مختار مخدوم سمرقندی اجازت حاصل کر کے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں شیخ محمد حسن اچھی استعداد کا جوان ہے۔ امید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد اجازت حاصل کرے گا۔ تم نے حلقہ و تعلیم باطن و ظاہر کی سرگرمی کا حال نہیں لکھا۔ کچھ وقت اس میں بھی صرف کرو۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ تحریرہ ار محرم سنہ ۱۳۸۷ھ (مدینہ منورہ)

ایضاً۔ فارسی میں — بہ نام مولوی عبداللہ علیزی قندھاری۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ انخی اعزّی معارف آگاہی کو اس فقیر کا سلام اور دعوات خیر موصول ہوں۔ ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دو۔ کبھی عالمِ امر کے گلستان سے پھول چننا اور کبھی محبت کے دریا سے اپنے نفس کو پاک کر دے

قدمے زود وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

کبھی اپنے عناصر کو انوارِ باطن کی بہ دولت فرشتوں جیسا کرو اور کبھی شستِ خاک کو بادیِ خاک پہنچاؤ

اپنی ہمت بلند اور اپنا سر پست رکھو، نمازِ طولِ قیام اور قرآن مجید کی تلاوت لازم ہے۔

آں عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ ہاں عروج کے وقت سالک کو وہم ہوتا ہے کہ وہ مشائخ سے لوہر

چلا گیا ہے۔ اس کی تحقیق مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ فقیر ہر وقت تمہارے کمال کے لئے متوجہ رہتا ہے اور امراض سے شفا یابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

تحریر ششم صفر ۱۳۰۴ھ از مکہ مشرفہ قریب باب فقیق

۴۔ فارسی میں۔ جناب سید عبداللہ زوادی خلیفہ حضرت شاہ محمد منظر قدس اللہ اسرارہا ساکن مدینہ منورہ۔

حضرت سیدی الوالد نے یہ خط ان کو رامپور ارسال کیا ہے جبکہ وہ شیخ احمد بہار الدین کو ہندوستان لائے تھے تاکہ وہ اپنے اجدادِ عالی شان کے مزارات اور اپنے عمین کریمین کے فرزند ان گرامی حضرت شاہ محمد معصوم اور حضرت سیدی الوالد سے کچھ استفادہ کریں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حضرت سیدی الوالد کو خط لکھا۔ آپ نے ان کو درج ذیل خط جواب میں لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ وَاِذَا خَدَّ اللّٰہُ مِیثَاقَ الَّذِیْنِ اَوْ تَوَالِیْکُمُ الْکِتَابَ لَتَبْیِّنَنَّ لَیْلًا مِّنَ النَّاسِ وَلَا تَکْفُرُوْنَ۔ (اور جب اللہ نے کتاب والوں سے عہد کیا کہ اس کو لوگوں سے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں) عبداللہ ابو الخیر احمدی کی طرف سے سیادت و شرافت دستگاہ سید عبداللہ کو سلام پہنچے۔ الدین النصیحة (دین نصیحت ہے) آپ کا خط پہنچا۔ حرین شریفین سے احمد کالانا اور رامپور پہنچا نا کس لئے ہے۔ اگر علم ظاہر کے لئے ہے تو حرین میں بھی علم میسر ہے اور اگر اصلاحِ قلب و تزکیہ نفس و سلوکِ طریقِ اولیاء کے لئے ہے تو اس میں لانے سے کام نہیں بنتا، بلکہ خود طالب کا دل و جان سے آنا شرط ہے۔ اگر احمد میں شوقِ طلب ہے تو بہتر ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر گریبات مفقود ہے تو صبر کریں اور دُعا کرتے رہیں کہ اللہ اُن کو اس راہ کی طلب کا شوق عنایت کرے۔ ولایت کوئی دنیوی کام نہیں ہے کہ عقل اور تدبیر کی بدولت حاصل کی جائے بلکہ

دل اندر زلفِ یلی بند و کار از عقلِ مجنوں کن کہ سالک رازیاں دارد مقالاتِ خرد مندی (دامِ زلفِ یلی کا امیر بن اور مجنوں کی عقل سے کام لے، کیونکہ خرد مندی کی باتیں سالک کے لئے مقررے سانچے) یہ بھی کہتا ہوں کہ مولوی ارشاد حسین صاحب نیک اور لائق ہیں لیکن رات دن احمد کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لہذا اور لوگوں کے ساتھ احمد کی مصاحبت ہوگی اور اہل رامپور مصاحبت کے لائق نہیں ہیں۔ احمد کے

دل پر حرمین کا چھوٹا گراں گزرے گا۔ جب دل پر گرانی ہوگی کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ نہ دینی اور نہ دنیوی اور خاص کر طریقت کا شغل، کیونکہ گرانی دل اس راہ کے لئے ذہر قاتل ہے۔ شیخ غلام نقشبند یا جو کہ باہم ہو یا سید عطاء الدین صاحب فقیر کی اس تحریر کی قدر کریں گے۔ خلوص نیت سے اپنی عقل کے مطابق میں نے لکھا ہے۔ والسلام۔ احمد کو دعا پہنچا دیں۔

تحریر ۲۴ ربیع الآخر جمعہ از خانقاہ شریف

اس خط میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنے مشرب کے موافق لکھا ہے۔ زمانہ سازی میسرے لائق نہیں۔ اور مجھ کو اس سے محبت ہے اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ یحبب (لا یحبب) ما یحبب (لا یحبب) (وہی اپنے بھائی کے لئے چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہے) اگر میری تحریر آپ کی سمجھ میں آئے تو بہتر ہے۔ ورنہ مجھ کو معذور سمجھیں۔

۵۔ فارسی میں۔ عبدالرحیم ولد عبدالکریم۔ ساکن قصبہ ڈیبائی۔ ضلع بلند شہر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فقیر ابوالخیر احمدی کان اللہ کا سلام برادر عزیز غشی عبدالرحیم سلم اللہ تعالیٰ کو پہنچے۔ تمہارے سب خطوط پہنچے۔ الحمد للہ کہ توجہات کا اثر تم کو پہنچ رہا ہے۔ یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ اپنے اوقات کو طاعات و اذکار و تلاوت و مراقبات میں صرف کرو۔ خالی نہ رہو۔ رابطہ (تصویر شیخ) بہ کثرت کرو۔ تمہارے وقائع زیادہ تر درست ہیں۔ تم نے فنائے لطائف کا لکھا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ۔ توجہ تم کو دی جاتی ہے اور خاص کر اس وقت جبکہ تمہارا خط آتا ہے فیض کی زیادتی کا سبب ہوتا ہے۔ جواب نہ لکھنے کی وجہ سے افسردہ خاطر نہ ہو کیونکہ ان دلوں خط کا لکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ فقیر کو فرصت کم ہے۔ بہ صورت اجمال اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے فیض کا دروازہ تم پر کھل گیا ہے۔ اور یہ اللہ کی نعمت ہے۔ والسلام۔ مولوی عبدالغنی اودیار محمد خاں کا سلام پہنچے۔

تحریر نہم شوال روز شعبہ سال نہم از مایہ چہار دہم (سنة ۱۳۱۸ھ) از خانقاہ شریف دہلی
رمضان المبارک سے اس شہر میں ہیضہ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توبہ اور عبادت کی توفیق دے۔ والسلام

۶۔ فارسی میں۔ سید امجد علی شاہ فرزند سید محمد علی شاہ فرزند جاں نشاں خاں مرہٹوی کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت آثار سید امجد علی شاہ کا خط پہنچا۔ اس حقیر کو سعادت سلوک

حضرت قبلہ گاہی ارشاد پناہی 'نائب خیر البشر حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ رضی عنہ سے ہے اور اجازت و خلافت بھی آپ ہی سے حاصل ہوئی ہے۔

گر برتن من زبان شود ہر موی یک شکروے از ہزار نہ توانم کرد
(اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے ہزار میں سے ایک شکر یہ بھی ادا نہ کر سکوں گا)
جزاۃ اللہ سبحانہ عنی وعن المسلمین خیرا۔ اور شرف بیعت حضرت جد امجد شاہ احمد سعید قدس سرہ سے رکھا ہوں۔ حضرت جد امجد نے اس حقیر کو خلافت خاصہ کی بشارت دی ہے جیسا کہ حضرت والد نے اس کا بیان کتاب انساب الطاہرین میں کیا ہے۔ جامع ترمذی اپنے والد کے چچا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی سے پڑھی ہے۔ اور آپ نے اجازت عامہ جمیع مایکوز روایتہ۔ اس حقیر کو عنایت کی ہے۔ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ اجازت نامہ فقیر کے نزدیک موجود ہے۔ غرض میرے اور حضرت شاہ احمد سعید کے مابین حضرت شاہ محمد عمر میں۔

یہ گھر چراغ فیوضِ عمر سے روشن ہے نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ
تمہارے لئے اسم ذات کا ذکر بہ کثرت کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ تعداد مقرر کرنی مناسب نہیں جتنا بھی کر سکو حضور دل سے اس شغل شریف کو کرو۔ یعنی اسم ذات کا ذکر۔ یوسف بخاری بھی اسم ذات کا شغل کرے۔ والسلام علیکم۔

تحریر ۶ شوال روز جمعہ ۱۳۱۹ھ خانقاہ شریف۔ دہلی
امام غزالی کی تالیفات کا مطالعہ بہت نافع ہے اور قرآن شریف کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ لازم ہے۔ فقط۔

۷۔ فارسی میں۔ ظہور الحسن ساکن کرت پور ضلع بجنور کو ارسال فرمایا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے میاں ظہور الحسن کو سلام پہنچے۔ تمہارا خط پہنچا۔ ایمان کی سلامتی پر شکر الہی ہے۔ کیونکہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہی ہے۔ حضرت امام غزالی کی تالیفات کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین کا مطالعہ کرو۔ اور خواجگان نقشبندیہ کے مقرر کردہ طریقہ پر ذکر شریف علی الدوام کرو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تھوڑی دیر صبح کو تھوڑی دیر شام کو کرو۔ اس صورت میں اُمیدیں کی جاسکتی ہیں۔ اور نعمتوں میں سب سے بہتر نعمت ایمان کی سلامتی ہے۔

۱۔ گہ رشک برد فرشتہ برپائی ما گہ طعنے زند دیو بہ ناپاکی ما

۲۔ ایمان بہ سلامت چوب گوریم اُخسنت بزیستی و چالاکئی ما

(۱) کبھی ہماری پاکی برد فرشتہ رشک کرتا ہے۔ کبھی شیطان ہماری ناپاکی کا طعنہ دیتا ہے

(۲) اگر ایمان کو صحیح و سالم قبر کے کنارے تک نہ بھائیں۔ تو ہماری یہ جستی اور چالاکئی کیاری خوب ہے

مولوی رشید احمد کی موت ایسا زخم ہے کہ اس کا مرہم نہیں۔ اس وقت میں 'عالم' صالح، دیندار، مفتا کے حکم میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دینداروں پر ایک ہزار افراد کے مرنے سے ایسے ایک شخص کا مرنا بھاری ہے۔ اَللّٰہُمَّ لَا تَجْعَلْ مَمِیَّتَنَا فِی دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلْ الدِّیْنَ اِکْبَرُھْمَنَا وَلَا مَبْلَغَ

عِلْمِنَا وَلَا تَسْلُطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یُوحِیْتَا۔ والسلام

سہ ماہ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

۸۔ فارسی میں ہے۔ حاجی عبداللہ خان ٹھہر کن ساکن کشمیر کو ارسال فرمایا۔ یہ آپ کے نہایت قدیم مخلصین

میں سے ہیں۔ انھوں نے ایک ٹھہر آپ کے واسطے اور دو دو ہم تیموں بھائیوں کے واسطے، عقیق پر نہایت خوشخط اور نقاست سے کندہ کر کے ڈاک کے ذریعہ کوٹہ ارسال کیں۔ جزاۃ اللہ فی الدارین خیرا والمحقہ بعبادۃ الصالحین المکرمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حاجی عبداللہ کا خط رجسٹری شدہ ملا۔ الحمد للہ رب العالمین اس تحریر کے وقت

تک یہاں ہم سب تینوں فرزندان۔ بلال بن عبداللہ بن عمرو زید بن عبداللہ بن عمرو سالم بن عبداللہ بن عمر اور ان کی والدہ اور ہمیشہ گان اور جمع متعلقین خیر و عافیت سے زندہ ہیں۔ شب یکشنبہ نجم شعبان دہلی سے کوٹہ کو لاہور کے راستہ سے روانہ ہوئے اور سہ ماہ کے دن ظہر کے بعد شعبان کو کوٹہ بلوچستان اپنے گھر پہنچے۔ امید ہے۔ انگلیوں اور گلیز عمدہ تیار کیا ہوگا۔ جتنا بھی کر سکو تعظیم اور ادب کے ساتھ اپنے باطن میں اللہ کی یاد کرتے رہو۔ (آپ کے اشعار میں)

یَا غِیَاثِیْ وَخَیْرَ مُلْتَجِیْ	لَیْسَ لِیْ مَنْ یُّغِیْثُ مِنْ اُخْدِیْ
عَافِیْ رَبِّ وَاعْفُ عَنِّ قَسْدِیْ	رَبِّ وَاغْسِلْ خَطَاَیْ بِالْکَرَمِ
وَعَنِ الدِّیْنِ لَا تُزِلْ قَسْدِیْ	وَاقِلْ عَثْرَتِیْ وَخُذْ بِسَیْدِیْ
وَارْحَمْ اَبْنَاءِی السَّلَاطِیْ	وَعَنِ الْوَالِدِیْنَ وَالْوَلَدِیْ
اَخْوَاتِیْ وَالْاِذَا نَ لَهْمُ	لَا وَزِیْدًا وَمَا لِمَا وَلَدِیْ
	فَاحْفَظِ الْکُلَّ رَبِّ مِنْ شُکْدِیْ

وَالْأُنَى أَحْسَنُوا إِلَى عَلَى
خَشِيَ اللَّهُ فِي الْحَيَاةِ وَفِي
وَحْسَانِي وَوَزْنِ أَعْمَالِي
وَإِذَا مَا صَحِيفَتِي تُشْرَتُ
وَهُوَ نِعْمَ الْوَكِيلُ يَكْلُوْنِي
سُوْنِي - أَحْسَنُ الْيَوْمِ وَجَدُ
سَكَوَاتِ السَّمَاتِ وَالْأَرْضِ
وَقِيَامِي لِرَبِّي الْآخِرِ
وَإِذَا مَا سُئِلْتُ عَنْ لَدِي
فِي مَخَارِي وَنَيْلَتِي وَعَدِي

۹۔ فارسی میں۔ مولوی محمد عمر صاحب ساکن محلہ داپور۔ گھوسی۔ ضلع اعظم گڑھ کو تحریر فرمایا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

تَبَارَكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ الَّذِي عَلَا
عَلَا جَدُّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَحْدَهُ
عَلَى خَلْقِهِ يُخَيِّ وَيُفْنِي لَهُ الْعَلَا
وَسُبْحَنَهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَامِلًا

لفظ علی مصرع اول کے آخر میں فعل اور مصرع دوم کی ابتدا میں حرف اور آخر میں اسم ہے جیسا کہ تحریر
تک عافیت سے ہے۔ لیکن حقیقی عافیت سے جو کہ مالک کی فرماں برداری ہے ماری اور محروم ہے۔ ضعیفی اور
بڑھاپے کا زمانہ ہے کسمندی کا غلبہ ہے۔ حَبْنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا. وَالسَّلَام۔

دوشنبہ ۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ خانقاہ شریف مجددی۔ محلہ تلی قبر۔ دہلی

۱۰۔ فارسی میں۔ اقباساً۔ کوٹہ کے مخلصین کے نام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت انار مرزا نیاز محمد حسن خان و عبد الرشید و عبد الحلیم و ملا عبید اللہ و آواز
و تل احمد مؤذن و منو و ملا داد و مارکنی و محبت و آرون پسر یوستان و احمد جان قنداری و آغا جان و غیر ہم
وظائف طاعات و عبادات میں جد و جہد اور سعی کرتے رہیں۔ اور عمر گرا نہ کرے۔ کویر بار نہ کریں۔

سرمایہ دولت اے برادر بہ کف آر
دائیم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
وین عمر گرامی بہ خسارت مزار
می دار نہ ہفتہ چشم، دل جانب یار

(۱) اے بھائی دولت کا سرمایہ حاصل کر۔ یہ قیمتی عمر ٹوٹے میں نہ گزار

(۲) ہمیشہ سب جگہ سب کے ساتھ سب حالتوں میں، مخفی طور پر دل کی آنکھ یار کی طرف رکھ۔
غضب و غصہ سے اپنے کو دور رکھیں، غیبت اور مسلمانوں کی تحقیر اور دروغ گوئی سے اپنے کو بہت
بچائیں۔ یہ بُری عادتیں تم لوگوں میں بہت ہیں اور جڑ پکڑ چکی ہیں۔ ان اخلاقِ رذیلہ کی وجہ سے ذکر شریف
کی تاثیر اور حضورِ دل میں کمی ہے۔ تمہارے احوال پر ہم نے جتنی بھی توجہ اور نصیحت کی اس کا اثر نہ ہوا۔ لہذا
ان اخلاقِ رذیلہ کے دور کرنے میں کوشش کریں۔

اگر ہفتہ میں ایک بار مزار شریف پر حاضر ہو کر پچیس ہزار مرتبہ ذکر شریف کریں۔ امید ہے کہ حضور دل میں اضافہ ہوگا۔ والسلام علیکم۔
عبد اللہ ابوالخیر فاروقی

مرید کو چاہیے کہ اپنی کیفیت لکھے۔ ۷ شعبان پنجشنبہ ۱۳۲۱ھ

۱۱۔ فارسی میں۔ مولوی عبدالعزیز۔ ساکن جونا کر کاٹھی۔ ضلع ٹھٹا۔ شرقی بنگال کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اللہم صل وسلم وبارک علی سید الخلق محمد وعلیٰ جمیع الانبیاء واولیہہم۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی کا خط پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین تحریر کے وقت تک ہم سب زندہ ہیں۔ تم کو اجازت ہے کہ ہماری طرف سے طالبان حق کو ذکر قلبی کی تعلیم اور ان کو بیعت کرو۔ مریدوں سے کہو کہ ایک گھنٹہ صبح ایک گھنٹہ شام بلا ناغہ ذکر قلبی کریں اور شریعت کے پابند رہیں۔ ہمارا سلام سب مخلصین سے کہو۔

روز پنجشنبہ ۲۱ شوال ۱۳۳۲ھ

۱۲۔ فارسی میں۔ حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم قوم دقتانی۔ ساکن تلگر۔ افغانستان کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے عبدالحکیم دقتانی کو سلام پہنچے۔ تمہارا محبت بھرا خط پہنچا۔ کثرت ذکر کا مذکور ہے۔ الحمد للہ۔

ذکر کن ذکر تا ترا جان است پاکی دل ز ذکر رحمان است
(جب تک تجھ میں جان ہے ذکر کر۔ دل کی پاکی اللہ کے ذکر سے ہے)
۶ رمضان دوشنبہ ۱۳۳۲ھ خانقاہ شریف

۱۳۔ فارسی میں۔ اسماعیل بن عبدالرحمن کو بمبئی ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ محبت آثار۔ سعادت اطوار۔ اخلاص اشعار اسماعیل بن عبدالرحمن کو اس حقیر کی لہجی دعائیں سنیں۔ تمہارا خط ملا اور اس کے پڑھنے کے وقت محبت بلکہ خلوص مودت کے آثار مفہوم ہوئے۔ حمد ہے اللہ سبحانہ کے لئے۔ یہ اس کا احسان عظیم ہے اور بہت بڑی نعمت ہے بلکہ اساس ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس پر استقامت عنایت کرے۔ بشریٰ لکھو۔ کتاب مستطاب پہنچی سبحان اللہ عجیب کتاب ہے۔ سالہا سال سے یہ حقیر اس کی زیارت کا شوق تھا۔ تمہارے سبب سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ اس حقیر کو جو غلامی کی نسبت قرآن مجید سے ہے۔ وہ مہلت نہیں دیتی کہ کسی کے کلام سے ذوق حاصل کرے۔

اں را کہ در سراے نگارے است فارغ است از باغ و بوستان و تماشاے لالہ زار

(جو شخص محبوب کے گھر میں ہے وہ بے نیاز ہے باغ اور چین اور لالہ زار کی میرے)

پھر بھی اتنا کہتا ہوں کہ تصوف قدیم میں اس کتاب کے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ مگر کے چار ڈبے پہنچے چوں کہ اس کی نفاست "ابوالمعتزین" سے بہت کم ہے۔ اس لئے میرے استعمال میں نہ آئے کسی دوسرے کام میں آجائیں گے۔ حاجی ایوب سے کہو کہ ناامید اور متحیر نہ ہوں۔ میں کیا کروں۔ ان کو چاہیے کہ ظاہر و باطن کو یکساں کریں 'اخلاص و محبت کی زیادتی کے طالب بہ طریق استقامت ہوں۔ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ اِيْكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاَمَنْتُمْ بِقُوَّتِيْ كُفْتَارُ وَاَمِنْتُمْ بِقُوَّتِيْ كُفْتَارُ میں اپنا شعار بنائیں۔ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ ایوب ثانی کیوں اپنے کو شست بنا رہے ہیں۔ راہ حق پر جا کر قدم کیوں نہیں رکھتے۔ طیب اور یعقوب کو بھی یاد دہانی کرادو۔ اگر کچھ اور نہیں کر سکتے ہیں تو رشتہ محبت کو قوی کریں اے عزیزو۔ فرصت غنیمت ہے۔ هَلْكَ الْمُتَوَفُّونَ (مال مٹول کرنے والے ہلاک ہوئے) باقی احوال مستوجب حمد کثیر ہے۔ والسلام علیکم اجمعین۔ روز جمعہ ششم جمادی الاخری سال یازدہم

ایک سال سے زیادہ ہونے کو آیا کہ خانقاہ شریف سے باہر میں نے قدم نہیں رکھا ہے۔ لوگوں پر ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے۔ دو تین ولایتی اور ایک آدھ ہندی بہ مشقت تمام آتے ہیں۔ خدا کا طالب نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ لوگوں کے آنے سے بد مزگی ہوتی ہے۔ دعائیں یاد رکھو والسلام۔ اے عزیز نہ عالم میں کوئی شخص ہے نہ کوئی چیز ہے کہ میرے ذوق میں اضافہ کرے۔ بجز میری خلوت کے۔ سالکوں کا سلوک اور مجذوبوں کا جذبہ میرے خرم دل پر بار نہیں ہے۔ جو غنائیں مجھ پر ہو رہی ہیں ان کے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں، دوسروں کا کیا کہنا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اللہ جس کو چاہے اپنی رحمتوں سے نوازے اللہ نہایت فضل کرنے والا ہے) اللہ کی نعمت کو بیان کرتے ہوئے میں نے تم کو لکھ دیا تاکہ دوست سید اور فہم کرو۔

من اگر زندم وگر شیخ چہ کارم باکس حافظ راز خودم عارف وقت خوشیم
(میں خواہ رند ہوں خواہ شیخ مجھے کسی سے کیا واسطہ اپنے راز کا میں نگہبان ہوں اپنے وقت کا عارف ہوں)
۱۴۔ فارسی میں۔ سردار محمد علی خان پسر سردار شیر علی خان محمدزی کو ان کی اہلیہ کی وفات پر تحریر کیا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سردار محمد علی خان کو سلام دعا کے بعد معلوم ہو، ہم سب خیریت سے ہیں، تمہاری خیریت اللہ تعالیٰ سے نیک مطلوب ہے۔ خط پہنچا۔ تمہاری اہلیہ کی خبر معلوم ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

لے سکے بمعنی شکر اور چینی کے ہے۔ مے یورپ کے کسی کارخانہ کی چینی ڈلوں میں آتی تھی۔ اس کو اہل مجاز ابوالمعتزین کہتے تھے۔

امروز گرا ز رفتہ عزیزان خبرے نیست
فردا ست دریں بزم زما ہم اثرے نیست
(آج اگر گزرے ہوئے عزیزوں کی کوئی خبر نہیں ہے۔ کل کو اس بزم میں ہمارا بھی نشان نہ ہوگا)
اللہ تعالیٰ تم کو مبرا اور کثیر اجر عنایت کرے۔ ہم سب کو ان کی وفات کا رنج ہے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَاعْفَ عَنْهَا وَتَجَاوَزْ عَنْ مَيِّتَاتِهَا آمِينَ۔

یکشنبہ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

ایضاً فارسی میں۔ سردار محمد علی خان کو تحریر فرمایا :-

یا اللہ! اے خدا! میرے ہریان میں تجھ سے خیر و خوبی چاہتا ہوں۔ جس میں بھلا ہو وہ میرے لئے مقدر کر
اور آسان کر اور مجھ تک اس کو پہنچا۔ اور میرے لئے جس میں شر ہو اس کو مقدر نہ کر اور اس کو مجھ پر دشوار
کر اور مجھ سے دور کر۔ اے میرے پروردگار! میری دعا قبول کر۔ میں نادان ہوں اور تو داناست۔ میں عاجز ہوں
اور تو توانا ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا مولا ہے۔

تین تین بار ہر نماز کے بعد حضور دل سے پڑھنی چاہئے۔ والسلام

جہاں میں تو نام نکونی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں بیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند
(اے فلاں اچھائی کر اور عمر کو غنیمت سمجھ۔ اس سے پہلے کہ آواز بلند ہو کہ فلاں نہ رہا)
۱۵۔ بابو محمد ہاشم حساری کے فرزند کی وفات ہوئی۔ آپ نے ان کو تحریر کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَكَ الْاُجْرَ وَالنِّمَّةَ الصَّبْرَ وَرِزْقَنَا وَاِيَاكَ الشُّكْرُ فَاَنْفَسَا وَاَمَوَالِنَا وَاَهْلِنَا وَاَوْلَادِنَا مِنْ مَوَاهِبِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ الْهَيْئَةُ وَغَوَارِيهِ الْمُسْتَوْدَعَةُ نَمْتَعُ بِهَا اِلَى اَجَلٍ مَعْدُودٍ وَنَقِصُهَا بِوَقْتٍ مَعْلُومٍ ثُمَّ افترض علينا الشُّكْرَ اِذَا اَعْطَى وَالصَّبْرَ اِذَا ابْتَلَى فَكَانَ ابْنُكَ مِنْ مَوَاهِبِ اللَّهِ الْهَيْئَةُ وَغَوَارِيهِ الْمُسْتَوْدَعَةُ مَتَعَكَ بِهِ فِي غِبْطَةٍ وَسُرُورٍ وَقِبْضَةٍ مِنْكَ بِاُجْرٍ كَبِيرٍ الصَّلَاةِ وَالرَّحْمَةِ وَالْهَدْيِ اِنْ اِحْتَسِبْتَ فَاَصْبِرْ وَلَا يَحِيطُ جَزَعُكَ اَجْرُكَ فَتَنْدُمُ وَاَعْلَمَنَّ الْجَزَعُ لَا يَبْرُدُ شَيْئًا وَلَا يَدْفَعُ كَرْثًا وَمَا هُوَ نَازِلٌ فَكَانَ قَدْ۔ والسلام۔

روایت کی اس حدیث کی حاکم نے مستدرک میں اور ابن مردود نے۔

اب آپ کے اردو میں تحریر کردہ خطوط لکھے جاتے ہیں۔

۱۶۔ آپ نے اپنے نانا صاحب کی بمشیرہ صاحبہ کو جو کہ آپ سے بیعت تھیں تحریر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ عبد اللہ ابو النخیر کی طرف سے نانی انجم النساء سلیم صاحبہ کی خدمت میں سلام

با آداب مسنونہ کرام قبول ہو۔ اولاً مزاج شریف کا حال ذکر الہی کا اشتغال قرآن شریف کے منزل تصور شیخ اور حضور دل اسم ذات ہر لطیف سے جدا جدا، لطائف خمسہ عالم امر بہ اسم پاک گویا اور سب امور کو پوچھتا ہوں۔ دیکھو نانی خبر دار اپنے کام میں اور اعتقاد میں خوب مضبوط رہنا۔ یہ دولت جو تم کو خدا نے دی ہے اس کو کم تصور نہ کرنا۔ بزرگان دین اس کی قدر جاتے ہیں اگر زندگی میں پھر ملنا ہوا تو اور سبق تم کو تعلیم کروں گا نہیں تو اسی پر قانع رہو۔

۱۷۔ عبدالرحیم ولد عبدالکریم متوطن ڈیبائی ضلع بلند شہر کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اذ ابوالخیر احمدی برادر طریقہ میاں عبدالرحیم منصرم محکمہ پیمائش، سلمہ اللہ تعالیٰ۔ کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ دونوں خط آپ کے پہنچے سب حال معلوم ہوا الحمد للہ سبحانہ۔ اخیر کی کیفیت جو لکھی تھی کہ فیض معیت کا سارے بدن کو محیط ہو جاتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہے اور شاہ بہرام صاحب اگر حضرت خواجہ احراق قدس سرہ کے خادم ہیں تو اپنے ہی سلسلہ کے ہیں۔ ان کے پاس حاضر ہو کر مراقبہ کرنے میں کچھ حرج نہیں باقی خیریت ہے۔ منشی تین مہینہ سے چلا گیا ہے اس واسطے تحریر جواب میں تاخیر ہوتی ہے۔ مغرب کے بعد متوجہ ہو کر بیٹھا کرو۔ ان شاء اللہ فیض کی ترقی ہوگی اور دعائے خیر میں مجھ کو بھی یاد رکھو۔ والسلام

تحریر ۱۸ ذی القعدہ روز جمعہ ۱۳۰۵ھ از خانقاہ شریف دہلی

انہی کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ از عبداللہ ابوالخیر احمدی محبت آثار میاں عبدالرحیم بہ عافیت واستقامت باشند۔ مکتوب مرغوب رسید۔ مضامین مندرجہ آن باعث خوشنودی وقت باشند۔ جب معیت سے ترقی ہوتی ہے تو واقعی لطیف نفس کی تربیت کرتے ہیں مگر بعد پختہ ہونے معیت کے اور تمہارا کشف صحیح ہے مگر ابھی چند روز شغل معیت کرو کہ یہ معیت مقام ولایت صغریٰ ہے ظلال اسما و صفات الہی سے یہاں فیضیابی ہوتی ہے جس قدر مقام معیت میں قوت اور نیکی ہوگی اسی قدر سلوک مضبوط ہوگا اور معیت میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اجازت مفیدہ بھی غایت ہوتی ہے۔ بعد مغرب کے ہماری طرف متوجہ رہا کرو۔ اثر توجہ کا پہنچے گا۔ دعائیں یاد رکھو۔ والسلام۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

۱۸۔ حافظ امیر اللہ قصبہ بسی متصل سرہند شریف کے رہنے والے اور ہندوستان کے مخلصین اولین میں

سے تھے۔ حجاز مقدس جانے سے پہلے آپ نے ان کو چار خط لکھے تھے۔ ۱۲۵۷ھ میں حافظ صاحب شملہ سمرہل

میں آپ کے خطوط لائے اور عاجز نے بیاض پر نقل کیا۔ آپ نے لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی جلالہ الذین اسطفی۔ ابوالخیر عبداللہ کی طرف سے برادران طریقہ حافظ امیر اللہ اور عمر بخش کو سلام ادا دیا پہنچے۔ دو خط تمہارے پہنچے، حال معلوم ہوا، اسم ذات ہر بیٹے سے ساتھ حضور دل کے کیا کرو، غفلت سے ذکر نہ کرو، تمہیں تمام کرنی غرض نہیں ہے۔ مابعد ہر وقت کیا کرو۔ تھوڑی دیر مراقبہ احدیت بغیر ذکر کے ہر روز چاہیے۔ نفی و اثبات دم کو روک کر جس طرح تم کو سکھایا تھا ضرور کیا کرو۔ دم اتنا نہ روکو کہ تکلیف ہو۔ بازگشت یعنی یا اللہ مقصود میرا تو ہے۔ اپنی محبت عنایت کر، ہر ذکر میں اسم ذات غولہ نفی و اثبات ضرور ہے۔ اور ذکر ایسا پورا کرو کہ اثر پیدا کرے، رونا اور شوق اور محبت خدا کی حاصل ہو۔ آدمیوں سے نفرت ہو، اور میری طرف سے حضرت امام صاحب اور حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) اور حضرت سلطان الاولیاء شیخ سیف الدین کے حضور میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ کی توجہ اور دعا کا تمہیدوار ہوں اور سب محبتوں کو دعا و سلام۔ والسلام۔ عمر بخش ختم مجددی پڑھتے ہیں، اچھا ہے جو کچھ پڑھو حضور سے، خیال سے پڑھو۔ امام بخش، خدا بخش، محبوب بخش، عبدالکریم، عید و محمد بخش، عبدالرحیم، محمدی شاہ وغیرہ کو سلام دعا۔ مضمون خط واحد ہے۔

محرمہ ۲، جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ رامپور

باقی خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

تمہ نے اپنے بھائیوں کا حال کیوں نہ لکھا اور اپنا حال بھی اچھی طرح نہیں لکھا کہ ذکر کتنا کرتے ہو، مراقبہ کس قدر کرتے ہو، خیالات اور خطرات کم ہوتے ہیں یا زیادہ ہوتے ہیں، یہ سب حال لکھو۔

مولوی عبدالعزیز کیسے ہیں، پھر سرہند شریف آئے تھے کہ نہیں آئے۔

کئی مہینے میں بیمار تھا۔ اب بھی کچھ عارض ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے ہم کو ایک لڑکی دی تھی۔ پانچ مہینے کے بعد وہ بھی انتقال کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تحریر ۱۲ ذیقعد منگل کا دن ۱۲۹۹ھ۔ رام پور متصل قلعہ نواب صاحب۔

عمر شریف کے دنوں میں میں بیمار تھا اس واسطے سرہند شریف کو نہ آیا۔ اب الحمد للہ اچھا ہوں۔

میرا ارادہ تو اب بھی سرہند شریف کا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا حاضر ہوں گا۔

ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات اور مراقبہ جس طرح سے تم کو سکھایا تھا کرتے رہو اور شجرہ شریف پڑھتے رہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ملاقات بھی ہو جائے گی۔ ۸ جمادی الاولیٰ سن ۱۲۹۹ھ۔ رامپور

میں تیرہ دن سے دہلی خانقاہ شریف میں آیا ہوا ہوں۔ ابھی چند روز یہیں رہوں گا۔ ان شاء اللہ پھر

ارادہ سرہند شریف آنے کا ہے۔ گناہوں سے بچتے رہو۔ اگر کوئی قصور ہو جائے تو جلدی توبہ کرو اور خدائے کریم

کے سامنے عاجزی کرو اور بہت روؤ۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اپنے مرنے کو یاد کرو۔ یہ خط سب کو سنا دینا۔ اگر بھلائی کرو گے اپنے واسطے ہے۔ اگر بُرائی کرو گے اپنے واسطے۔ والسلام حسن ختام۔ تحریر ۲۰ محرم۔ از دہلی خانقاہ شریف ۱۹۔ حفیظ الرحیم کے نام۔ لکھنؤ چھاؤنی دلکشا ارسال فرمایا۔ اقتباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حفیظ الرحیم کا خط پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ ہماری محبت کا اثر یہ ہے کہ سب مکروہات و لنوبات سے خادم کے دل کو نفرت اور برہیزگاری و رنداری کی طرف رغبت ہونے لگے اگر یہ بات تم میں پیدا ہو گئی ہے تو واقعی کم ہمارے خادم دلی ہو فرائض پر پابندی اور ناجائز باتوں سے دوری ہمارے خادم پر فرض ہے۔ اپنی والدہ کو بھی یہ مضامین پہنچا دینا۔ وسوسے دل سے دور کر کے صبح و شام ذکر شریف کی تاکید کر دینا۔ والسلام علیکم۔

تحریر ۱۹ ربیع الآخر روز جمعہ ۱۳۲۵ھ۔ کوئٹہ بلوچستان۔ قریب تیل گو دام مکان عبدالعزیز بابی۔ ۲۰۔ ظہور الحسن کو نگینہ ضلع بجنور ۱۹ خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ جو کہ ۱۳۱۳ھ سے ۱۳۲۵ھ تک کے عرصہ میں تحریر فرمائے گئے ہیں۔ اقتباسات درج ذیل ہیں :

محبت اور شوق کا ہونا عمدہ بات ہے۔ مالا بد پر عمل رکھو کہ بہت اچھا رسالہ ہے۔ ذکر قلبی اسم ذات کا شغل کیا کرو۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے اس شغل کی، خدا چاہے تو برکت ہوگی۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب پڑھا کرو تاکہ مضامین کلام مقدس سے کچھ آگاہی حاصل ہو اور جہالت رسوم و بدعات کی دل سے دور ہو۔ اس زمانہ کے بزرگوں سے ملنا چاہیے۔ والسلام علیکم اولاد آخر اکام کا برا نام کا اچھا۔ ابو الخیر خط بردقت پہنچنے سے تمہارا خیال آتا ہے اور طبیعت کو گوند تو جہتمہاری جانب ہوتی ہے اور دل سے تمہارے واسطے اکثر دعائے نیک نکلتی ہے بشرطیکہ خط میں باتیں موافق مزاج ہوں۔ اتنی بات اور اتنی برکت کیا کم ہے۔ گھر میں آرام سے پڑے نہ راہ دین میں محنت نہ طریق سلوک میں ریاضت، میاں اس قدر نعمت بھی غنیمت سمجھو اور ناشکری کر کر ہاتھ سے نہ کھو۔ یہ نوکری ہم سے کہاں ہو سکتی ہے کہ جو شخص خط لکھے ہم اس کا ضرور جواب لکھیں۔ یہ بیکار لوگوں کا کام ہے۔ عقلمندی اور تمیز آدمی کو سیکھنی چاہیے۔

تمہارا خط پہنچا۔ تم خود خیال کرو کہ تم نے یہ کیا باتیں تحریر کی ہیں۔ دنیا کمانے کی ترکیب کہاں اور میں بے چارہ غریب کہاں۔ اگرچہ تم میرے مزاج سے کم آف ہو۔ کیونکہ حکیم مجدد خاں کے پاس جب تم پڑھتے تھے ان دنوں میں دس پانچ بار ہم سے ملنے آئے تھے۔ مگر اتنی عقل تو رکھتے تھے کہ ہمارا کیا قاعدہ ہے اور کیا طریقہ ہے اور ہم سے کیا چیز مانگنی چاہیے اور ہمارے سامنے کس چیز کا نام نہ لینا چاہیے۔ بہ عرض تحفیل مطابقت

لے حضرت قاضی شہداء شہزاد بابی پتی قدس سرہ کے رسالہ کا نام ہے پورا نام مالا بد بڑہ ہے۔

دیوبند ہم سے ملنا یا خط لکھنا سخت بے وقوفی اور حماقت ہے۔ پروردگار نے کتاب پاک نازل کی اور پیغمبر بھیجے۔ اس واسطے نہیں کہ لوگوں کو دنیا کمانے کی ترکیب سکھائے بلکہ اس واسطے کہ لوگوں کو دین کمانے کی ترکیب سکھائے۔ کیونکہ دنیا کمانے کے واسطے کتاب اتانے اور پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے کتاب اور بے پیغمبر بھی لوگ دنیا کھاتے تھے اور کھاتے ہیں۔ بزرگ کو بہت بڑا کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ نائب پیغمبر ہو جاتا ہے۔ جب پیغمبر کو دنیا کمانے کی ترکیب سکھانی ضرور نہیں تو اس کے نائب کو کیوں ضرور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیر کامل کی دعا سے مدد ملے دنیا حاصل کرنا بیجا بات ہے۔ اور واضح الثبوت فی غیریہ توضیح ہے اور وہ ظلم ہے۔ اہل بدعت اور غفلت ان لغویات میں مبتلا ہیں بلکہ عمدہ اصل بات تو یہ ہے کہ نماز روزہ، وظیفہ قرآن، ذکر اگر بندہ کرتا ہے۔ اور مقصود اس کو ان اعمال خیر سے فتوح دینا ہوتا ہے تو وہ شخص آخرت کی خوبیوں سے بے نصیب ہے۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزَيَّنَهَا تَوَقَّعَ الْآخِرَةَ أَهْمَالُهَا فَيَنْهَى عَنْهَا لَا يَتَّقُونَ۔ اس بلا میں آج کل کے نیک لوگ بھی مبتلا ہیں۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهَا مَنْ ذَلِكْ۔ سورہ ہود۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے رکوع میں یہ آیت مقدسہ موجود ہے۔ تم کو اتنا ہم سے خط و کتابت رکھنی ہو تو اس قسم کی بات پھر نہ لکھنا، کیونکہ لکھنے سے غرض رنج دینا تو ہی نہیں۔ کوئی شخص تمہارے شہر میں حافظ نور الحسن غلف مولوی ظہور الحسن مرحوم ہیں۔ انھوں نے ایک خط متفہم استفتا مجھ کو لکھا تھا، چونکہ جواب و سوال مجھ کو ان باتوں میں پسند نہیں ہیں نے جواب نہیں لکھا بلکہ ان کا واپس بھیجتا ہوں ان کو پہنچا دو اور عذر کر دو کہ میں ضروریات میں بھی مقصر ہوں تمہارا شہر میں محمد حسن خاں مرید ہمارے خاندان کے ہیں ان کا خط مدت سے نہیں آیا۔ اُن کی خیر و عافیت لکھو۔ رشتہ والے مولوی غلام نبی کے مرید۔ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ۔

نماز روزہ، احکام شرع کی پابندی ضرور ہے۔ قلب سلیم ہونے کے واسطے دل سے دوسرے دور کرنے لازم ہیں۔ ورنہ گرفتار غیر است از وجہ توقع خیر است۔ مقولہ ہمارے بزرگوں کا ہے۔ اور بہت اچھا مقولہ ہے۔ والسلام۔

دنیا چند روزہ ہے۔ مسلمان کی آرام گاہ آخرت ہے۔ دنیا مقام محنت ہے۔ آخرت جائے راحت ہے۔ الدنیا سجن المومن وجنتہ الکافر۔ قول مشہور تم نے سنا ہوگا۔ طول اہل اور آرزو ہے دراز میں وقت عزیز کو ضائع نہ کرو۔ والسلام۔

پروردگار ہم کو تم کو توفیق عمل صالح عنایت فرمائے۔

۱۔ بندہ ہماں بہ کر ز تعمیر خویش عذر بہ درگاہ خدا آورد

۲۔ ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

۱۔ وہی بندہ بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا خدا کے دربار میں غدر پیش کر دے۔

۲۔ ورنہ اس کی خدائی کے مناسب کوئی بھی تعریف نہیں کر سکتا ہے۔

مناسب ہے کہ اوقات عزیز نیک کاموں میں خرچ کر دے۔ نوکری و تجارت وغیرہ داخل نیک

کاموں میں ہیں۔ یاد الہی خلوص دل سے عمدہ نعمت ہے کہ سبب ترقی یقین ہے۔

چهار شنبہ ۲ شعبان ۱۳۲۱ھ

میاں بھلے آدمی، یوں ہو جائے یوں ہو جائے۔ صرف آرزو کر لینے سے نہ دنیا طے نہ دین محنت

کرنے سے کچھ ملتا ہے اگر تقدیر میں ہے۔ ورنہ محنت سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ ہم کو روپیہ مل جائے ہم کو باغ مل جائے

ہم کو حکومت مل جائے۔ سارے دن یہ خیال خام کرتے رہو۔ دیکھو خاک بھی نہیں ملتی۔ غبطہ الحواس تم کیوں

ہو گئے ہو۔ جو کر دو گے اسی کا پھل پاؤ گے۔ رات دن دنیا کی طلب میں سرگرداں رہو اور آرزو یہ رکھتے

ہو کہ مراتب اہل دین و معرفت تم کو ملیں۔ ھَيْهَاتَ ھَيْهَاتَ۔ فلاح عاقبت نہ تمہاری آرزوؤں پر

موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر بلکہ عمل پر موقوف ہے۔ جو شخص بڑا کام کرے گا اس

کی سزا پائے گا اور خدا کے سوا اس کو نہ تو کوئی حمایتی ہی ملے گا اور نہ مددگار اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا

مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا، تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ اور

حق برابر بھی ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔ آیت شریف کا یہ ترجمہ ہم نے تمہاری ہدایت کو لکھا۔

والسلام علیہ

شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی تالیف میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ کسی اور بزرگ نے

اُن بزرگ سے کہا کہ اچھا خیر اور نہیں تو یہ شعر ہماری طرف سے یاد رکھو۔

کارے نہ ساختیم و در میدان گرفت صبح حرفے چراغ خانہ بہ افسانہ سوختیم

(ہم نے کوئی کام نہ بنایا اور صبح ہونے لگی، فسوس کہ گھر کا چراغ ہم نے افسانوں میں جلا کر ختم کر دیا،

غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کیا تو رنج تو اس کا ہونا چاہیے۔)

ہم نے اس محفل میں آکر کیا کیا مفت اپنے آپ کو رسوا کیا

عمر بھر باز بچہ اطفال میں سانگ رنگا رنگ کے دیکھا کیا

ہو چکی مے نوشی ہم دم چل دیئے تو تو غافل رات بھر سو یا کیا

ہم پیار ہم نوالہ ہیں کہاں ساتھ جن کے مدقوں کھایا کیا

قَدْ كَفَى بِالْمُؤْتِ وَغُظَّيَا غُرَّ فَاغْتَبِرُوا مَا دُمْتُ حَيًّا بَاكِيًا

وَهُوَ اللَّهُ مُبْتَلَاةٌ وَلَيْتَكَ لِمَا يُعْبِقُهُ وَيَوْمَ مَنَآةٍ

روزہ دو شبہ و پنج شبہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ الصوم یعنی وَاَنَا أَخْزِي رِبِّي۔ نص قطعی ہے میرے نزدیک ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان اعمال صالحہ پر اگر تم ثابت قدم رہو گے تو عنقریب اہل فلاح میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور سب نعمتیں تم سے دفع ہو جائیں گی۔ نیت قیام شب کر کے سویا کرو۔ جب آنکھ کھلے آنکھ کر دو چار کھینچیں بڑھ یا کرو۔ آنکھ نہ کھلے کو صبح کو کلہا ستر جاع پڑھ یا کرو۔ فقط

افسوس کہ عمر گراں آیا بطلالت و غفلت میں بسر ہوئی۔ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

جہاں اے برادر نہ ماند نہ کس دل اندر جہاں آفریں بند و بس

(اے بھائی دنیا کسی کے پاس نہیں رہتی ہے بس جہاں کے پیدا کر لے والے سے دل لگا)

کوئی کتاب امام غزالی کی تصنیف میں سے مطالعہ کیا کرو۔

۲۱۔ مولوی برکت اللہ فاروقی متوطن ہانسی ضلع حصار آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ ساہیوالا

حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو صاحبِ نسبت اور صاحبِ ارشاد کیا۔ اُن کے نام کے ۲۶ خط عاجز کے پاس ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برادر طریقہ برکت اللہ حفظنا اللہ وایاہ من الفتن کو بعد سلام و دعا کے

معلوم ہو کہ میں مہینہ بھر سے بیمار تھا۔ اب الحمد للہ تخفیف ہے۔ تمہارا حال مدت سے معلوم نہیں۔ کہتے مہینے سے تمہارا خط نہیں آیا۔ یہ بے خیالی اچھی نہیں اپنا طریقہ اور قاعدہ نہ بدلو۔

جس روز تم رخصت ہوئے اس دن عصر کو تم سے دل کو بے مزگی حاصل ہوئی، تم کو ہم نے تلاش

کرایا معلوم ہوا تم چلے گئے۔ نذر اد تمہارا ہم واپس کرتے ہیں۔ کیونکہ تمہاری حالت مشکوک ہو گئی۔ اگر تم

صاف ہوتے تو عصر کو تم سے کیوں ہمارے دل کو بے مزگی حاصل ہوتی۔ ہر شخص کا نذر اد ہم نہیں لے سکتے۔

نہ ہم سے ہر شخص۔ بہرہ مند ہو سکے۔ دیکھو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ دل کی بے ایمانی سے توبہ کرو۔

۲۶ رجب الحرام شبِ معراج ۱۳۱۷ھ

دینِ دائیں میں تہا وین اور بے باکی علامتِ شقاوت ہے۔ عمر جس قدر زیادہ ہوتی جائے اسی

قدر عقلِ سلیم کی بھی ترقی ہوتی چاہیے۔ واللہ

دُور دُور سے یہ باتیں بنانی مفید نہیں۔ وَ يَقْظِنُ قَوْمٌ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ۔ اگر ہمارے

پاس آؤ تو ہم کو معلوم ہو کہ تمہارے وظیفہ کا کیا حال ہے، تمہارے دوسرے کس قدر کم ہوئے۔ ہمارے گمان

میں، خاص ہمارے طریقہ شریفہ کی بنا پاس رہنے پر منحصر ہے۔ خادم سال میں کم از کم چالیس روز ہمارے پاس حاضر رہے تو اس کی کچھ ترقی وغیرہ معلوم ہوتی رہے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ ان واقعی خوش قسمتی تمہاری ہے۔ بہ شرط استقامت۔ خوش گفت۔

سور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ سد دست در پائے کیو تر دو نا گاہ بید مسکین چو نیکی کی تمنا تھی کہ کعبہ پہنچے۔ کیو تر کا پاؤں پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی

بہ وقت پہنچنے اس رقیہ محمرہ ۲۱ صفر کے گونہ مناسبت تم کو وظیفہ سے ہم کو بھی خیال میں آئی۔ مگر کچھ بے مزگی بھی ہنوز نسبت میں ہے۔ اس بے مزگی کو غور کرو کس بات سے ہے۔ کچھ بقیہ اثر صحبت ناقص تمہارے بھائی کا ہے یا کچھ اور۔ بہر حال توبہ و ندامت دل سے کرو تا کہ یہ بے مزگی رفع ہو۔

ترسم کہ یار با مانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بہ ما بماند

(مجھے ڈر ہے کہ یار مجھ سے نا آشنا رہا۔ قیامت تک یہ غم ہمیں رہا)

تمہارے دونوں خط پہنچے اور بروقت پہنچے۔ حال تمہارا اچھا معلوم ہوا۔ کدورت محسوس نہیں کی۔ الحمد للہ سبب یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ برسوں میں جا کر یہ بات تم کو نصیب ہوئی ہے۔

پیر کو یا پیغمبر کو خواب میں دیکھنا خواب دیکھنے والے کے حال کے موافق ہوتا ہے۔ اگر خواب دیکھنے والے کے عقیدہ میں کچھ ضعف ہوتا ہے تو پیر یا پیغمبر کو بڑے کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور اگر خواب دیکھنے والے کے عقیدہ اور جوش میں تازگی اور قوت ہوتی ہے تو پیر یا پیغمبر کو جوان کی صورت میں دیکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بیٹے آدم کے خالی ہو جا میری عبادت کے لئے بھر دوں گا تیرے سینے کو بے پروائی سے بند کر دوں گا تیری محتاجی کو اور اگر نہ کرے گا تو ایسا تو بھر دوں گا تیرے سینے کو بے کار باتوں سے اور بند نہ کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ نصیحت لینے اور اپنا دستور العمل بنانے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔ آواز کا سموع ہونا بڑے کاٹوں کا کام ہے۔ ہم تم لوگوں کے لئے یہی بات چاہئے کہ نہ آواز سموع ہو نہ کچھ ہو۔ صرف سیدھا سادہ خیال دل کی طرف رہنا چاہئے۔

شہاد بن ادس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ دنیا میں عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہش دنیوی سے روکے اور دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے جو عاقبت میں اس

کے کام آئیں اور بے وقوف وہ شخص ہے جو دنیا میں جتنی سے بے خبر اور غافل رہے اور پھر عاقبت میں بھلائی کی توقع رکھے۔ روایت کیا اس حدیث کو حرذی اور ابن ماجہ نے نصیحت لینے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔ والسلام الخ

سليم القلب کر دے صدق مجھ کو
مرے مدفن کو کر جنت کا ٹکڑا
بے ثابت قدم رکھ راستی پر
عطا کر میرے دل کو چشمِ بینا
مری آنکھوں کو حقِ بینی عطا کر
جو خوابِ تم نے لکھا ہے اس سے طبیعت خوش ہوئی۔ اپنے وظیفہ شریف میں بھی ترقی کرو اور اپنے گھر والوں کو اور بچوں اور شاگردوں اور دوستوں کو جو شوق کرے اس کو وظیفہ شریف ہماری طرف سے بتاؤ۔ الخ

کچھ اشعار جو تم نے حمدِ الہی میں لکھے ہیں وہ بھی دیکھے۔ بعضے شعروں میں ایسا ہے۔ اگر فرصت ہوگی تو کسی وقت ان میں اصلاح دی جائے گی اور بڑے حضرت کی زیارت سے خواب میں تم مشرف ہوئے بہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔ اس کا شکریہ بھی ہے کہ ان کے طریقہ پر قائم رہو اور دینداری اور ہمہ گیر گاری کا شوق کرو۔ جو باتیں ان کے مخالف ہیں ان سے دور رہو۔ معاملات میں شریعت کا لحاظ رکھو۔ والسلام

۲۲۔ حافظ محمد وزیر حصاری کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ وزیر کا کارڈ بعد مدت کے پہنچا خط لکھنے سے غرض مکتوب ایہ کا خوش ہونا ہے۔ القاب و آداب باقاعدہ ہونے سے مکتوب ایہ خوش ہوتا ہے۔ تسخیر آمیز الفاظ جو کوئی لکھتا ہے اس سے دل خفا ہوتا ہے۔ مثلاً مولانا، مولوی، حاجی، صوفی، صاحب ایسے القاب سے دل کو نفرت ہوتی ہے، پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً مسجد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے مسجد بلال لکھنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تحقیر ہے۔ اگرچہ عوام کی وقعت کچھ نہیں ہے۔ تم جیسوں کا کیا لکھنا کیا نہ لکھنا۔ کیا مذمت کیا تعریف، مگر قاعدہ شرفار سے تم کو مطلع کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ایسے الفاظ آئندہ نہ لکھنا، بلکہ خط کتابت بھی کم

۱۱۔ آپ نے سر دار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مبارک نام پر مسجد شریف کا نام مسجد حضرت بلال رکھا تھا۔ حافظ محمد وزیر رحمہ اللہ نے مسجد بلال لکھ دیا تھا۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی اور یہ خط ان کو تحریر فرمایا۔

ہونی بہتر ہے تم جیسے اشخاص سے۔ والسلام۔

۲۳۔ سید امجد علی شاہ سر دھنوی کو تحریر فرمایا:-

تمہارا خط پہنچا۔ اس میں دو سوال ہیں۔ اول یہ کہ جس سالک کا لطیفہ اخفی فنا ہو جاتا ہے اس کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ آیا یہ سبق جو میں نے کتاب میں پڑھا ہے صحیح ہے یا غلط۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سبق تمہارا صحیح ہے۔ جس سالک کے لطیفہ اخفی پر فیض خاص آتا ہے اور سب لطیفوں سے زیادہ آتا ہے اس سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں اور یہ جو تم نے آرزو کی ہے کہ دس لطیفوں کا خدا مجھ کو حافظ بنادے۔ یہ کچھ لغوی بات ہے۔ لطیفوں کا کوئی حافظہ و قاری نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اندر طبیعت کے جب تجلی فعلی جائے گیر ہوتی ہے یعنی جہاں میں جو سب کام ہو رہے ہیں جانتا ہے کہ سب خدا ہی کر رہا ہے فاعل حقیقی ایک ہے۔ تقلیداً انہیں بلکہ ذوق سے سمجھتا ہے۔ اس سالک کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ یہ پہلے لطیفہ کی بات ہے۔ نہ سوتے نہ جلگتے دل کو کسی وقت خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ خیال کر دو کہ یہ پہلا سبق حاصل ہونا کس قدر دشوار ہے۔ دوسرا سوال بھی تمہارا کچھ ایسا ہی سا ہے۔ جب پہلے سبق تک ہم لوگوں کی رسائی نہیں پاتے تو کتاب چھپوانے کی تجویز ہم کیا بتائیں اور کس کے واسطے کتاب چھپوائیں۔ طریقت کو اب بالائے طاق رکھو۔ یہ کہو کہ ہزار مسلمانوں میں ایک مسلمان بھی ایسا ہے کہ حکم شریعت فاسق نہ ہو اور ہزار مسلمانوں میں بھی ایک مسلمان ایسا ہے کہ چاروں مذاہب والے اس کو مسلمان کہیں۔ والسلام۔ تحریر ۱۰ محرم ۱۳۲۵ھ

۲۴۔ مولوی کاظم حسین صاحب کو آپ نے تحریر فرمایا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مولوی کاظم حسین صاحب کو بعد سلام علیک معلوم ہو کہ آپ کا خط بہت مدت کے بعد پہنچا۔ خود مجھ کو خیال تھا کہ کوئی خط آپ کو بھیجوں۔ اگرچہ غفلت اور حدیثِ نفس سے نجات نہ ہوتا ہم وظیفہ شریف کرتے رہنا عمدہ نعمت ہے اور حدیثِ نفس اور غفلت کے دفع کرنے میں جس قدر محنت اور کوشش کی جائے گی وہ سب داخل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حضور مہدس نے فرمایا ہے جو قرآن شریف آسانی سے پڑھتا ہے وہ عالی مرتبہ ہے۔ فرشتوں کے ساتھ ہے اور جو مشقت سے پڑھتا ہے اور یاد کرتا ہے پھر بھول جاتا ہے پھر یاد کرتا ہے، اس کو بھی دوہرا ثواب ہے۔ فرشتوں میں شامل ہونا تو کجا اگر ہم اور آپ دوہرے ثواب پانے والوں میں بھی ہو جائیں تو زہے قسمت۔ اور غفلت اور حدیثِ نفس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری اور آپ کی طبیعت کو تبتّل اور منقطع ہونا طرف خدا کے نہیں ہے۔ دنیوی افکار کا ضمیمہ بھی ذکر شریف میں ساتھ لگا رہتا ہے۔ افسوس۔ پروردگار فرماتا ہے: **وَإِذْ كُنْتُمْ رِجَالًا**

وَتَكُنْ لِلنَّبِيِّ كَبِيرًا۔ اور امام ربانی فرماتے ہیں کہ فائدہ ذکر کا بعد از اخلاص نیت و تخلص اُمْنِیَّتِ حاصل ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ گرسنگی باید تا ذکر شریف اثر خود نماید۔ سیر آمدن و سیر رفتن فائدہ ندارد۔ اور حضور سرور عالم فرماتے ہیں کہ پروردگار فرماتا ہے۔ اے بیٹے آدم کے خالی ہو جا میری عبادت کے لئے۔ بھر دنگا تیرے سینہ کو بے پردائی سے اور بند کردوں گا تیری محتاجی کو اور اگر نہ کرے گا تو ایسا تو بھر دوں گا تیرے سینہ کو بے کار باتوں سے اور بند نہ کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ مولوی کرامت حسین صاحب کو بھی ہماری طرف سے سلام علیک کہہ دیں۔ آپ نے اُن کے صفات حمیدہ ہم سے بیان کئے تھے۔ مثلاً نگاہ بد سے کسی کو نہ دیکھنا۔ یا بندگانِ خدا پر مہربانی کرنا اور نماز روزہ پر قائم رہنا۔ ان وجوہ سے ہم بھی خدائے تعالیٰ سے اُن کے واسطے بھلائی چاہتے ہیں۔ بے دینوں سے اکثر وہ ہم صحبت رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُن کو دینداری پر قائم رکھے۔ پروردگار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ فَلَا تَصْغُرْ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ فَتَوَدَّى (ترجمہ) پس باید کہ باز نہ دارد دُشمن از باز داشتن اُن کے کہ ایمان نہ دارد۔ براں ویردی کرد خواہش خود را اُن گاہ ہلاک شوی (کہیں وہ شخص جو اُس کا یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے تجھ کو نہ روک دے اس سے) پھر تو بھی پٹکا جائے۔ پناہ نہ خدا) اگر ان کو ناگوار نہ ہو تو ہمارا یہ خط ان کو دکھا دیں۔

آپ کے ایک فرزند اور ایک سید دہلی میں ہم سے ملنے آئے تھے اور کہتے تھے کہ نواب صاحب آپ کے ملنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ملنے سے ہماری طبیعت خوش نہ ہوئی، بلکہ ہمارے مزاج میں بے علاوئی آگئی وہ دونوں صاحب معمولی باتیں کرتے تھے جیسے خوشامد کر لے والے لوگ کرتے ہیں، امیروں کے پاس۔ اور یہ بات ہمارے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کی خاطر سے ہم ان دونوں سے مل تو لے مگر خوش نہ ہوئے اور نواب صاحب سے ملنے کے لئے بھی ہم نے ان سے غدر کر دیا۔ والسلام

۲۵۔ سید امیر نواب صاحب بہار کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرہ سے بیعت تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ملنے دلی تشریف لائے تھے۔ انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ کو خط لکھا۔ آپ نے ان کو ہجرت کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔ جیسا کہ آپ کے خط سے ظاہر ہے۔ لیکن وہ اپنے شوق پر مجبور ہوئے اور حجاز مقدس تشریف لے گئے اور پھر وہی پیش آیا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اور وہ واپس بہار آئے۔ آپ کا خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مہربان سید امیر نواب صاحب کو بعد سلام علیک کے واضح ہو آپ کا خط

پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ پہلے خط کا جواب آپ کو لکھا چکے ہیں یقین ہے آپ کے پاس پہنچا ہوگا۔
 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شہادین اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا
 دنیا میں عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہش دنیوی سے روکے اور دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے
 جو عاقبت میں اس کے کام آئیں اور بے وقوف وہ شخص ہے جو دنیا میں عقبی سے بے خبر اور غافل ہے
 اور پھر عاقبت میں بھلائی کی توقع رکھے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ہمارے بزرگوں کے تبرکات میں بعض اوراق ہم کو ملے۔ ہم نے ان کی زیارت کی۔ ان میں بہت
 عمدہ عمدہ پند و نصائح تھے۔ من جملہ ان کے یہ بات بھی لکھی تھی کہ ایک حضرت نے اپنے دوستوں سے
 پوچھا کہ سب سے زیادہ آرام میں کون شخص ہے۔ کسی نے عرض کیا، فلاں شخص کہ ایماندار بھی ہے اور
 آسودہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں سب سے آرام میں وہ بدن ہے جو قبر میں رکھا ہوا ہو اور خدا
 خدا سے امن و امان میں ہو گیا ہو۔

نصیحت لینے کے لئے یہی دو باتیں کافی ہیں۔ خصوصاً بر خور دار نصیر الحق اور انوار الحق کو اس خط
 کی زیارت کرنی بہت ضرور ہے۔ بلکہ اس خط کی نقل لے کر رکھ لیں۔ شاید کسی وقت میں پروردگار
 ان لوگوں کو توفیق دے تو اس تحریر کے ذریعہ سے اپنے دین کے سیدھے رستے سے واقف ہو جائیں۔
 اور حرمین شریفین جالے کے لئے پھر آپ لکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہاں جا کر موت
 نصیب ہوتی نہایت عمدہ اور سعادت مندی کی بات ہے۔ مگر اس میں ایک خاص بات ہے جو ہم آپ
 کو لکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ مرنے سے پہلے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک انسان بیمار رہتا ہے اور جب
 آدمی کو بیماری کی تکلیف ہوتی ہے تو اس کی طبیعت بے قرار ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ کہیں حکیم پیدا ہو
 کہیں سے دوا ملے۔ اور ان بلاؤں میں نہ حکیم ہے نہ دوائیں ہیں اور بیمار کو دوا اور حکیم کے نہ ملنے سے
 گھبراہٹ اور خیالات بد پیدا ہوتے ہیں کہ ہائے اب کیا کروں، ہائے کہاں سے دوا لاؤں، ہائے کہاں
 سے حکیم آئے، ہائے یہاں کوئی اپنا غمگسار بھی نہیں، ہائے افسوس ایسی جگہ میں کیوں آیا جہاں دوا بھی
 نہیں ملتی، جہاں حکیم بھی نہیں ملتا۔ ہائے آئے تھے پیغمبر صاحب کی زیارت کو، پیغمبر صاحب سے ہی کوئی جا
 عرض کرے، غرض کہ بیماری کی سختی اور کرب میں ایسے خیالات بیمار کو ضرور پیدا ہوتے ہیں خصوصاً ان کو
 جو ہمیشہ دوا علاج کرائے کے عادی ہیں اور یہ خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ ہائے ہم تو حرمین کی زیارت
 کو آئے تھے پیغمبر کی آستانہ بوسی کو آئے تھے۔ یہاں آکر کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ اول تو ہم کو معلوم
 نہیں کہ ان خیالات کی خبر جناب پیغمبر کو ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوتی ہے تو ان خیالات سے پیغمبر صاحب

خوش ہوں گے یا ناخوش ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ناخوش ہوں گے۔ اور جب ناخوش ہوں گے تو دُعا سے بد
کریں گے یا دُعا سے نیک کریں گے۔ اور دل میں جو بے علاوہ اور ہائے ہائے پیدا ہوئی تو اس سے تعلق دل
کا جو خدا کے ساتھ ہے اس میں بے علاوہ اور نقصان ہو جاتا ہے اور جان کے اندر جو ایک قوت ایمان کی ہے
وہ کم ہوتی شروع ہوتی ہے اور جس قدر دل میں بے ادبی اور خیالات بد پیدا ہوں گے اسی قدر ایمان میں بے
علاوہ اور نقصان پیدا ہوگا۔ ان وجوہ سے ہم آپ کو اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ ہاں اگر کوئی خدا
کا بندہ اس مرتبہ والا ہو کہ اس پر کیسی ہی مصیبت اور تکلیف بیماری وغیرہ کی گزر جائے مگر اس کا تعلق جو خدا کے
ساتھ ہے وہ کم نہ ہو تو البتہ ایسے شخص کو وہاں جا کر رہنا اور مرنا نہایت سعادت مندی اور موجب نجات کا ہے۔
مگر ایسے لوگ اب کہاں ہیں۔ اس خط کو مکرر کر رہے ہیں اور بخورداران کو بھی کہہ دیجئے کہ اس کی نقل لے لیں
والسلام۔ تحریر دوم ربیع الاول روز شنبہ ۱۲۸۲ھ از دہلی۔ محلہ چلی قبر خانقاہ شریف مجددی

۲۶۔ مولوی عبدالرحمن پسر مولوی امام الدین ساکن نکو در۔ ضلع جالندھر پنجاب، مدرسہ دیوبند میں
پڑھتے تھے۔ ان کے والد حضرت سیدی ابوالدقدس سرہ کے نہایت مخلص بلکہ عاشق صادق تھے۔ مولوی
عبدالرحمن کی طبیعت سادہ تھی۔ جوابات دل میں آتی تھی حضرت سیدی ابوالدقدس سرہ سے دریافت
کر لیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان کی نیکی اور صلاح پسند تھی اور ان کو جواب لکھا کرتے تھے۔ جب دیوبند
سے فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت سیدی ابوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ان سے بہ محبت
لے۔ حضرت برادر کلاں اس زمانے میں شرح جامی پڑھ رہے تھے۔ آپ نے حضرت برادر کلاں کو
بلا یا تاکہ مولوی عبدالرحمن سے ملاقات کریں۔ وہاں کچھ باتیں ہوئیں اور حضرت برادر کلاں نے ان
سے کہا: ”أَبَا فِي فَتَى شَطْرِي فِي الشَّافِعِي“ کی ترکیب کرو اور ترجمہ بیان کرو۔ انھوں نے ”أَبَا فِي
فَتَى“ کو ملا کر پڑھا جو کہ اباحنیفہ مسموع ہوا۔ مولوی عبدالرحمن خاموش ہوئے اور حضرت والد
ماجد تبسم فرماتے رہے۔ مولوی عبدالرحمن آخری مرتبہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ میں ملاقات کے واسطے آئے تھے
اور حضرت سیدی ابوالد کے پانچ خطوط لائے تھے۔ اس عاجز نے ان کو نقل کر لیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں
نے مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق اور چندہ کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے یہ جواب
ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبدالرحمن کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط پہنچا حال معلوم ہوا
تم نے لکھا ہے کہ مجھ کو بڑے خیالات بہت آتے ہیں۔ اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ وہ خیالات کس
قسم کے ہیں اپنی خواہشات اور ضروریات کے متعلق ہیں یعنی مثلاً ضرورت نکاح یا ضرورت دبیہ وغیرہ

کے متعلق خیالات ہوتے ہیں یا کہ کچھ عقائد میں خرابی ہونے کی وجہ سے خیالات بد ہیں۔ غرضیکہ باطنی امراض اور ان کا علاج ایسی آسان بات نہیں ہے کہ صرف خط و کتابت سے حل ہو جائے۔ خدمت کی ضرورت ہے بیعت کی ضرورت ہے، حاضری کی ضرورت ہے۔ مدتوں میں کہیں جا کر کچھ علاج ہوتا ہے۔ مفصل جواب تو یہ ہے جو ہم نے لکھ دیا اور مجملاً یہ ہے کہ جہاں تک جو اسکے قرآن مجید میں دل لگاؤ اور اس کا ترجمہ سمجھا کرو۔ اور اگر ہماری طرف دل کو کچھ محبت ہے تو ہمارے پاس اپنا حاضر ہونا خیال کیا کرو اور اپنے دل کو ہماری طرف متوجہ کیا کرو تاکہ اس کی وجہ سے شیطانی خیالات دل سے دور ہو جائیں۔ اول تو تم میں جہل ہے۔ اس کی تدبیر تو یہ ہے کہ علم بڑھو۔ اور دوسری بات تم اب کہتے ہو کہ خیالات بد آتے ہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر رہو۔ اب مختلف امراض کی ایک تدبیر تو نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ابتدا ہی سے بڑے خیالات کا دور کرنا مناسب ہے تاکہ عادت نہ ہو جائے۔ مگر اس کا علاج پیر کی خدمت ہے اور ہمارے نزدیک فقط پیر کا کچھ تحریر کر دینا یا کچھ اسم بتلا دینا ان باتوں کے واسطے مفید نہیں ہے اور نہ طریقت کا کوئی مرتبہ اس سے حاصل ہوتا ہے یعنی دوسرے پیر کچھ بتا دیوے اور مرید دور سے بیٹھ کر کچھ کہہ دیوے، اس سے طریقت کا کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج کل کے پیروں کا اعتقاد جو ہم کو نہیں ہے۔ مثلاً مولوی اشرف علی تھانہ بھون کے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کی خدمت مدت مدید تک نہیں کی ہے۔ اور مدارین کے کمالات کا اسی پر ہے کہ مدت تک اپنے پیر کی خدمت کرے اور بغیر مدت مدید کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے

من تو خدم تو من شدی من تن خدم تو جانشی تاکس نہ گوید بعد از من دیگرم تو دیگر
اور جب تک یہ مرتبہ اپنے پیر کمال کے ساتھ حاصل نہ ہوئے تو شریعت کے ساتھ اور پیغمبر کے

۱۔ یہ مولوی عبدالرحمن کے سوال کا جواب ہے جس کو آپ نے مثلاً کر کے بیان کیا ہے۔ اجازت امر دیگر ہے اور مدارج تقرب امر دیگر۔ حضرات محدثین کے نزدیک ہر وہ شخص صحابی ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ایک نظر دیکھا ہے، یا آپ کی ایک مبارک بات سنی ہے، یا ایک لحظہ آپ کی مبارک خدمت میں رہا ہے۔ بیشک ان افراد کو عظیم شرف ملا ہے لیکن مقام ارشاد ان افراد کو ملا ہے جن کو حضرات اصولیتین نے صحابی قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے مدت مدید تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفر و حضر، عسر و شیر رزم و بزم میں کی ہے وہ صحابی کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ ہر آزمائش میں ثابت قدم رہے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ فرماتا ہے۔ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ اصْطَفٰۤی اللّٰهُ لَکُمْ لَکُمْ نَفْعًا۔ جب تک سالک فنانی اشخ نہیں ہوتا وہ کمال کے مدارج اعلیٰ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اور جتنا فیاض ہو گا وہ اپنے پیر و مرشد کے طریقہ میں بال برابر فرق نہیں کرے گا چ جائے کہ دعویٰ اصلاح بنے ہے

برے سجادہ رنگیں کن گرت پیر منڈا گوید کس سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

ساتھ کیے حاصل ہوگا یعنی ثانی الرسول کیسے ہو سکتا ہے۔ فرض تم نے لکھا تھا کہ کچھ دعا کرو مجھے یا کچھ اسم ہم کو بتا دیجئے۔ اس کا جواب یہ ہم نے لکھوا دیا اور مولوی حافظ احمد صاحب جو ہماری خاطر سے تمہارا خیال رکھتے ہیں اور تمہاری ضروریات پوری کر دیتے ہیں۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دے اور نیک کرے اور تم نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کی خدمت کے واسطے چندہ وغیرہ جمع کرے، کیا اس کو گداگروں میں شمار کیا جائے گا۔ یہ باتیں خاص تمہاری ذات سے تو متعلق نہیں ہیں۔ دوسروں کی باتیں ہم سے کیوں درپا کرتے ہو ہم کو اس قدر فرصت کہاں ہے۔ مگر مختصر یہ ہے کہ ان امور کا مدار زیادہ حریت پر ہے۔ اگر نیت بخیر ہے اور مقصود درخائے خدائے تعلے و خدمت دین سے تو ان شاء اللہ مُصِیب ہے۔
وَالْأَفْلَا۔

اپنے والد کی رضامندی اور ان کی مرضی کے موافق رہنا ہر حالت میں تم کو ضروری اور مقدم ہے۔ والسلام تحریر سوم شعبان روزِ شنبہ ۱۳۲۸ھ از کوئٹہ (۱۰ اگست ۱۹۱۰ء)
باقی چار مکاتیب کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تم غریب آدمی ہو یہاں تک کہ آنے میں خرچ ہوگا اس لئے آنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ طلب علم کے لئے گھر سے نکلے ہو خوب اطمینان دل اور شوق سے پڑھو اور محنت کیا کرو خوب مطالعہ کیا کرو۔ وہاں کے لوگوں سے سبق کے سب قاعدے معلوم کرو۔ اسی کے مطابق عمل کرو اور ساری کوشش علم ہی کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ اور سب باتیں ایک ساتھ کہاں ہو سکتی ہیں کہ وظیفہ بھی کرو اور علم بھی پڑھو۔ طَلَبُ الْكُلِّ قُوَّةُ الْكُلِّ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت نشان عبدالرحمن کو بعد سلام علیک واضح ہو کہ شرائطِ جمعہ میں سے کوئی شرط اگر یقیناً مفقود ہو تو جمعہ مُسْقِطُ فرضِ ظہر نہیں فرضِ ظہر ادا کرنا ضرور فرض ہے۔ کتبِ معتبرہ مذہبِ ہدایہ شرح وقایہ قدوری، کتر سے یہ مسئلہ ظاہر ہے۔ مذہبِ حنفی کو اور شرائطِ مرقومہ کتب کو جو لوگ معتبر جانتے ہیں ان کا یہی مسلک ہے۔ اور جو لوگ اصل سے مذہب کو اور شرائطِ مرقومہ کتب کو حق اور معتبر نہیں جانتے اُن کا مسلک مائل غیر مقلدی کی طرف ہے وہ سیدھی راہ پر نہیں۔ علم ضروری حاصل کر لو اس کے بعد تکمیلِ علمِ قرارت کے واسطے مصر کو جانا ان شاء اللہ مناسب ہے۔ وہ علم پورا اس ملک میں ہے یہاں نہیں اور خود قرآن مجید سے وہ علم متعلق ہے بلا واسطہ۔ وفقنی اللہ سبحانہ وایاک لعمریکہ
دیرِ ضاہ والسلام۔ شنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

تم دیوبند میں آرام سے سبق پڑھتے ہو تم کو اس کا شکر کرنا چاہیے۔ بجائے شکر کے تم کفرانِ نعمت

کرتے ہو۔ انسوس۔ مستحق اس بات کے ہو کہ یہ نعمت تم سے چھین لی جائے۔ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

بعد رمضان اگر آنا چاہو واسطے تحقیقات و قوف کے یا واسطے شاطیہ پڑھنے کے تو خوب سوچ کر لکھو ان شاء اللہ تعالیٰ خوراک اور کرایہ آمد و رفت اللہ تعالیٰ آسان کرے گا۔ ہمارے پاس آنے والے کو ہمارے مزاج سے بھی واقف ہونا چاہیے۔ فاسقوں میں رہنے والے ہمارے پاس گھبراتے ہیں، نہیں رہ سکتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں اس واسطے دور رہنا اور موافق رہنا بہتر ہے اس سے کہ پاس آکر رہیں اور مخالف و معترض بن جائیں۔ خوب فکر کرو۔ اور جواب باصواب لکھو۔ والسلام چہار شنبہ ۸ شعبان ۱۳۳۳ھ ۳ مئی ۱۹۱۴ء ۲۷۔ مولوی حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کو دیوبند کے مدرسہ کے جلسہ میں بلایا۔ آپ نے ان کو درج ذیل جواب تحریر کیا۔ غالباً یہ خط و کتابت میرٹھ کی ملاقات ۱۳۲۹ھ کے ایک سال بعد یا اسی سال جب کہ آپ کا قیام میرٹھ میں تھا ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں حافظ احمد کو بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ تم نے دو پرچے مطبوع لغاف میں بند کر کے بھیجے تھے وہ ہم کو پہنچے، تمہاری سعادت مندی اور نیکی ہے مگر ہمارے مزاج سے اور حال سے تم واقف نہیں ہو، اگر واقف ہوتے تو شاید ہم کو دعوت دیتے۔ ہم بہ وجہ ضعف کے مجمع میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری عادت ہے ہم کو معذور رکھو۔ علم دین سیکھنا سکھانا ہمارا ایمان ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا طریقہ ہم کو پسند ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۔ والسلام ۲۸۔ حافظ محمد وزیر خاں حافظ درویشہ دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے مخلصین اولین میں سے تھے معمولات کے آخر میں اُن کا قصیدہ عاجز لکھ چکا ہے۔ میلاد شریف کے متعلق انھوں نے کچھ استفسار کیا۔ آپ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ محمد وزیر خاں کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ گت ۱۹۱۰ء پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ دیوان اسعد میں اسعد نے مولود شریف کی تردید کی ہے۔ ان منکرین مولود کے جو بڑے تھے مولوی رشید احمد صاحب، خاص اُن کے ہاتھ کی دستخطی اور قہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں۔ میں مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں

۱۔ مولوی صاحب کی تحریر یہ ہے: ”ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب دستب ہے۔ اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امکر وہ وغیرہ شروع اس میں مضموم نہ ہو۔ چنانچہ اس امر کو بار بار تصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و مذہب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے اور میں اگر محضاد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں۔ اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا علم و آمد دیکھا ہے۔ جو کچھ اہل عناد نے انکار نفس ذکر مولود شریف کا اتہام بندہ اور اجاب بندہ پر لکھا ہے وہ محض افتراء ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“ کتب الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر ہر گلی کوچہ میں بہ کثرت موجود ہیں۔ اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی انشاء اللہ تعالیٰ مشہور ہے۔ ابھی اسی سال میں ربیع الاول کی بارہویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے۔ مرزا عبدالحکیم بیگ مدرس اور فشی نئے خاں اور نواب احسان الرحمن خان اور صدہا آدمی حاضر تھے۔ مولوی عبدالسبحان جو ہم سے بھی اخلاص رکھتے ہیں اور منکرین مولد سے بھی۔ وہ ہمارا مولد شریف کا پڑھنا جانتے ہیں۔ ہاں رہا یہ مسئلہ کہ پیغمبر کو مولد شریف میں حاضر جاننا اور دوسرا وہ مسئلہ جو تم نے دریافت کیا ہے۔ درود تاج کا پڑھنا۔ یہ مولوی مشتاق احمد صاحب اور دوسرے علمائے شہر سے دریافت کرو۔ غیر مقلدوں کے بڑے پیر حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطی مولد شریف کو اپنا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بد قسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں۔ حافظ جلال الدین کا ایک رسالہ ہے۔ اس کا نام حسن المقصد فی عمل المولد ہے۔ اس میں وہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔ مولد شریف کرنا بدعت حسنة ہے۔ جیسے مدرسہ بنانا، کتب تصنیف کرنی۔ اور پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیج دی ہے۔

لے وہ عربی عبارت یہ ہے۔ "وقد سئل شيخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصه: اصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة ولکنها مع ذلك قد اختلفت على محاسن و ضد ها فمن تحرى في عملها المحاسن وتجنب ضد ها كان بدعة حسنة والأفلا قال وقد ظهر لي تخريجها على اصل ثابت وهو ما ثبت في الصحيحين من أن النبي صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسألهم فقالوا هو يوم ما غرق الله فيه فرعون ونبي موسى فحسن نصوصه شكراً لله تعالى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فحسن أحق أول بموسى منكم فصامه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأمر بصيامه فيستفاد منه فعل الشكر لله على ما من به في يوم معين من اسداء نعمة أو دفع نقمة ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم من كل سنة. والشكر لله يحصل بانواع العبادة كالسجود والصيام والصدقة والتلاوة وأتى نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبي نبي الرحمة وذلك اليوم وعلى هذا فينبغي ان يتحرى اليوم بعينه حتى يطابق قصة موسى في يوم عاشوراء ومن لم يلاحظ ذلك لا يبالى بعمل المولد في أي يوم من الشهر بل توهم قوم فنقلوه الى يوم من السنة وفيه ما فيه. فهذا ما يتعلق باصل عمله وأما ما يعمل فيه فينبغي أن يقتصر فيه على ما يفهم الشكر لله تعالى من نحو ما تقدم ذكره من التلاوة والاطعام والصدقة والناشاد شئ من المدايح النبوية والزهدية المحركة للقلوب الى فعل الخير والعمل للآخرة وأما ما يتبع ذلك من السماع واللمع وغير ذلك فينبغي ان يقال ما كان من ذلك مباحاً بحيث يقتضى السرور بذلك اليوم لا بأس بالحقاق به وما كان حراماً أو مكروهاً فيمنع وكذا ما كان خلافاً الاول. انتهى" (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

اور علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی رسالہ تنظیم البدیع فی مولد النبی الشفیع میں فرماتے ہیں۔

وَأَعْلَمُ بِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ أَحْمَدًا لَا بُدَّ أَنْ يَحْتَوِيَ اسْمَهُ مُرَدَّدًا

لِذَاكَ أَهْلُ الْعِلْمِ سَنُوهُ الْمَوْلَدَا مِنْ بَعْدِهِ وَكَانَ أَمْرًا شَدِيدًا

أَرْضَى الْوَرَى إِلَّا غَوَاةً تَجِدُ

اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کر لینا۔ غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاح سعادت و درجہاں اور مصباح ہدایت انس و جان ہے۔ باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابوالفضل احمد بن محمد سے مولود شریف کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انہوں نے یہ جواب دیا۔ مولود شریف کی اصل توبہ دعوت ہے، پہلی تین صدیوں میں سلف صالح سے منقول نہیں کہ انہوں نے مولود شریف کی محفل قائم کی ہو یا وجود اس کے اس عمل میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی۔ جو شخص خیروں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے میلاد شریف کرے تو بدعت حسد ہے ورنہ نہیں۔ اور میلاد شریف کی محفل قائم کرنے کے لئے ایک اصل میرے ہاتھ لگی ہے جو کہ مصیبت کی حد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، یہود کو عاشورار کے دن روزہ رکھتے دیکھا۔ ان سے سبب دریافت کیا۔ یہود نے کہا۔ اس دن اللہ نے فرعون کو ڈبوایا اور موسیٰ کو نجات دی ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ کے زیادہ حقدار اور اولیٰ ہیں اور آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر کسی خاص دن اللہ کو فی نعمت عطا کرے یا کوئی آفت ٹالے تو اس کا شکر کرنا چاہیے اور ہر سال اس دن شکر کا اعادہ کرنا چاہیے۔ اور اللہ کا شکر انواع عبادت سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت۔ اور اس نعمت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت ہے۔ اور اس دن سے بڑھ کر کون سا دن ہے جس میں نبی رحمت کا ظہور ہوا ہے لہذا چاہیے کہ اس تاریخ کی شہرزی کی جائے تاکہ موسیٰ کے یوم عاشورار کے واقعہ سے مطابقت آجائے۔ اور جس نے اس کا ملاحظہ نہیں کیا تو وہ اس مہینہ میں کسی دن بھی مولود شریف کر لیتا ہے اور بعض اس میں توسیع کر کے سال بھر میں کسی دن کر لیتے ہیں لیکن ان لوگوں کے عمل میں جو کچھ ہے وہ ہے (یعنی حضرت موسیٰ کے تقہ اور آپ کے روزہ رکھنے سے تطابقت نہیں آ رہا ہے) یہ تو اصل مولد کا بیان ہوا۔ اب ان اعمال کا بیان سنو جو اس موقع پر کرنے چاہئیں۔ مناسب یہ ہے کہ ان اعمال کو کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر مفہوم ہو جس کا بیان ہو چکا ہے اور وہ تلاوت اور کھانا کھانا، صدقہ اور ایسے مباح نبویہ زہدیہ کا پڑھنا ہے جن کے سننے سے دلوں میں بھلائی اور عمل آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ ان کے ضمن میں سماع دہو وغیرہ بھی آجاتے ہیں۔ البتہ ضمنی امور میں ان چیزوں پر اقتصار کیا جائے جو مباح ہیں اور جن کو اس دن کی خوشی مقتضی ہے۔ ایسے امور کو مولود میں خالص کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ حرام اور مکروہ فعل سے روکا جائے اور اسی طرح خلاف اولیٰ ہے۔ انتہی۔

یہ عاجز کہتا ہے حضرت سیدی الوالد نے کیا خوب لکھا ہے کہ ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا

مفتاح سعادت و درجہاں اور مصباح ہدایت انس و جان ہے۔ اللہ آپ کے درجات بلند کرے۔

نکل جائے دم زکریا پاک نبیؑ میں یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

کے مولویوں سے تحقیق کرو۔ اس پرچہ کو احتیاط سے رکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گیارہ بارہ سوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔ والسلام۔ تحریر ہشتم رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ شنبہ ۱۳۲۵ھ ہجری

۲۹۔ حاجی عبداللہ عمر مبین اسٹریٹ بمبئی کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت آثار پر خوردار عبداللہ عمر کو پروردگار نیک کرے اور گناہ سے اور بدی سے محفوظ رکھے۔ شوق و محبت تمہارا خط سے خوب معلوم ہوا۔ تمہارے واسطے توجہ باطنی بھی ہے نماز قضاء کرو۔ تھوڑا وظیفہ صبح کو اور تھوڑا شام کو کر لیا کرو اور سات سورتیں اخیر قرآن مجید کی اور سورہ فاتحہ صبح طریق سے یاد کر لو۔ ایک بار صبح اور ایک بار شام پڑھ لیا کرو۔ اور شرع شریف کا جو حکم ہو اُسے قبول کرو۔ اگرچہ اس میں مال یا جان کا نقصان ہو۔ ہمارے حضرت ابوبکر کے ایک غلام تھے ان کا نام بلال تھا وہ بٹے مرتبے کے تھے ہمارے دادا حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ اَبُو بَکْرٍ سَيِّدُنَا وَ اَعْتَقَ سَيِّدَنَا۔ یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلال کو۔ بہ نیت تحصیل برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول مقبولؐ کی زبان پر نام بلال جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔ آج ہمارا دوسرا روز ہے۔ تحریر دوم ماہ مبارک روز شنبہ ۱۳۱۵ھ

باقی خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں

حاجی ایوب مرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ غفر اللہ لنا ولہ۔ ہم کو رنج ہوا۔ دوستوں کو چاہیے کہ کلمہ طیبہ ستر ہزار بار اخلاص دل سے پڑھ کر حاجی ایوب کی روح پر اس کا ثواب بھیجیں۔ اور پروردگار سے بہ عجز و نیاز گناہ اُن کے معاف کرائیں۔

جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی اس واسطے کہ چھوٹی بیٹی ہماری جن کا نام عثمانی بیگم تھا بیمار ہوئیں ایک ہفتہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اب اس وقت ہم ان کے مزار شریف پر بیٹھے ہیں اور یہ خط لکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللّٰہُمَّ اجْعَلْہَا لَنَا فَرطًا وَاَجْعَلْہَا لَنَا ذَخْرًا وَاَجْعَلْہَا لَنَا شَافِعَةً وَّمَشْفَعَةً۔ آمین۔

آج وظیفہ شریف میں سورہ قمر ہے اور اس کی برکات کی امید داری ہے۔ یہ سورہ مقدسہ ہمارے حضور عیدین کی دوسری رکعت میں تلاوت کرتے تھے۔ عجب نہیں جو اس سورہ مقدسہ کو ارشاد و ہدایت میں دخل تمام ہو۔ وَاذْکُرْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَاَنتُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَاَنتُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (اور ڈرنا دے ان کو اس بچتا دے کے دن کا جب فیصلہ ہو چکے گا کام اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے) تم کو جو نصیحت ہم نے کی ہے اس پر مضبوط رہو۔ دینداری کے کام سیکھو۔ عدم موت جو بات کام آئے اس بات کو

بہت شوق کے ساتھ حاصل کرو تاکہ آخرت میں حسرت نہ ہو۔ اس دن سے ڈرو جس دن بڑی حسرت اور مذمت غفلت والوں کو حاصل ہوگی۔ اس دن کے واسطے یہاں نیک عمل کرو۔ یادِ خدا اور شریعت کی تابعداری اچھی طرح ضرور ہے۔ معاملہ دنیا میں شرع کے موافق رہو۔ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔

۱۔ ہرچہ بر تو آید از اندوہ و غم
آں ز میاکی و گستاخی است ہم
۲۔ بد ز گستاخی کسوف آفتاب
شد عزازیلے ز جرات رتو باب
۳۔ بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد
بلکہ آتش در ہمسہ آفاق زد

۱۔ جو رنج اور غم تجھے پہنچتا ہے۔ وہ گستاخی اور بے باکی کی وجہ سے ہے
۲۔ چاند گرہن بدی کی وجہ سے ہے۔ شیطان جرأت کی وجہ سے مردودِ بارگاہ ہوا
۳۔ بے ادب نے صرف اپنے آپ کو برا نہیں بنایا۔ بلکہ پوری دنیا میں آگ لگادی
حاجی ایوب کا بھی خط پہنچا۔ پریشانیاں ہماری اور ان کی پروردگار کم کرے اور عافیت عطا فرمائے۔

۱۔ تو بہ علم ازل مرا دیدی
دیدمی آنگہ بہ عیب بخزیدی

۲۔ تو بہ علم آن و من بہ عیب ہماں
رد منکن آنچه خود پسندیدی

۱۔ تو نے ازل سے مجھے دیکھا۔ تو نے دیکھا پھر عیب کے ساتھ خریدیا

۲۔ تیرا وہی علم ہے اور میرے وہی عیب ہیں جس کو تو نے پسند کر لیا اس کو واپس نہ کر

کسی صاحبِ حال کے یہ اشار ہیں۔ ہم لوگوں کو جو پریشانی اور مصیبت پہنچتی ہے وہ سب ہمارے اعمال کے سبب ہے۔ پروردگار جو نعمت کسی کو عطا فرماتا ہے پھر اس سے نہیں لیتا جب تک بندہ خود اپنی صلاحیت اور نیت میں فرق نہ کرے جب بندہ فرق لاتا ہے پروردگار وہ نعمت چھین لیتا ہے۔

آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ سردی کی شدت ہے۔ صبح کی نماز ہم نے مسجد شریف میں ادا کی۔ سکندر خاں اور دلاور خاں دو شخص نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اُسی وضو سے ہم بیٹھے ہیں محرابِ مسجد میں اور یہ چند شخص وظیفہ کر رہے ہیں ہمارے حضور میں۔ مولوی سید شرف الدین خراسانی سراج الدین خاں، مرزا خاں، سکندر خاں، زمرورائے خان، گلزار خان، دلاور خان، عبد المنان خان، اختر خان۔ امید ہے کہ ان لوگوں کا وظیفہ اچھا ہوگا۔

۳۔ غلام محی الدین کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ غلام محی الدین کو بعد سلام علیک کے معلوم ہوا کہ تمہارا کارڈ پہنچا، حال معلوم ہوا۔ صلاۃ التبیح کا طریقہ تم نے دریافت کیا ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعتوں میں تین سو بار سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے۔ ہر رکعت میں پچھتر بار یہ کلمہ شریف پڑھے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد پندرہ بار۔ سورت مختتم کرنے کے بعد دس بار۔ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے بعد دس بار۔ قیام میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد دس بار۔ اول سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے بعد دس بار۔ جلسہ میں اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي کے بعد دس بار۔ دوسرے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے بعد دس بار۔ اسی طرح دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں قراءت سے پہلے پندرہ بار اور بعد قراءت کے دس بار رکوع میں دس بار قیام میں دس بار سجدہ اول میں دس بار جلسہ میں دس بار دوسرے سجدہ میں دس بار پڑھے التیمات کے بعد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے دریافت کیا کہ اس نماز میں کون کون سی سورت پڑھنی چاہیے۔ فرمایا اول رکعت میں سورہ تکوین دوسری میں سورہ عصر تیسری میں سورہ کادرون چوتھی میں سورہ اخلاص۔ شامی جلد اول ص ۱۷۱

۳۔ مولوی احمد یار خاں عرف مولوی مدن، محلہ بھیر، ریاست ٹونک، راجپوتانہ کے نام آپ نے بانیس خط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ پہلا خط ۱۳۲۷ھ کا ہے۔

سبق وہ مقبہ ہے جو استاد کے سامنے شاگرد پڑھے، وظیفہ وہ معتبر ہے کہ حضور پیر میں خادم ادا کرے۔ دورے سبق پڑھنا اور دورے وظیفہ کرنا اعتبار نہیں رکھتا۔ تمہارے خواب و خیال معلوم ہوئے اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو توفیق عمل صالح مقبول عنایت کرے۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے اور دین کے سیدھے رستے پر چلائے۔ گناہوں کا معاف کرنے والا ایک اللہ ہے اُسی کے آگے غلو ص دل سے عاجزی کرنی ہم کو تم کو اور سب کو ضرور ہے۔

۱۔ اَعُوْذُ بِكَ اللّٰهُمَّ مِمَّا جَنَيْتُهُ وَبِمَا عَصَيْتُ لَا مَرْقُوْلًا وَمَفْعُوْلًا

۲۔ وَمِنْ شَرِّ شَيْطَانِيْ وَنَفْسِيْ وَمَكْرَمَا وَاذْعُوْكَ رِقًا خَاضِعًا مُّتَذَلِّلًا

۱۔ اے اللہ میں اپنی خطاؤں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور اس سے کہ میں نے قول اور فعل کے ذریعہ حکم کی خلاف ورزی کی۔

۲۔ اور اپنے نفس اور شیطان کے شر سے تجھے رقت قلب سے ذلت اور عاجزی سے پکارتا ہوں۔

میاں جتینی دیوار بناؤ گے اتنی مزدوری پاؤ گے۔ اور بہت باتیں بنانے سے نہ روپیے ملے نہ بزرگی ملے۔

تمہارے کارڈ سے خوبی نماز و ذوق و طیفہ معلوم ہوا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔ ذکرِ جہر کے عوض قرآن مجید بہ لحاظ معنی پڑھنا مفید ہے۔

ضمان کے مباحث بہ وصایائے مردم درمیا، در قبالہا نام خود منویں، بہ محکمہ قضا حاضر مشو، خواجہ جہاں عبدالحق غجدوانی رحمہ اللہ و رضی عنہ اپنے فرزند کو وصیت فرماتے ہیں۔ وہ وصیت نامہ حضرت پیر و مرشد نے اس ناکارہ کو طفلی میں یاد کرایا تھا حفظ۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء و رضی عنہ و اکرم نزلہ و عفا عنہ ذنوبہ کلہا و غفرلہ و لوالدیہ و لا اولادہ۔ آمین۔

بیجا باتوں کو بزرگوں نے منع کیا ہے۔ لغو آدمیوں کا خیال بھی نہیں کرتے ہیں۔ نہ ہمارے خیال سے مقصود کا حصول نہ ہم کو اتنی فرصت کہ ”گاز آمد و خر رفت“ کا سبق یاد کریں۔ موافق بات یا موافق آدمی اگر ہو تو خیر ورنہ ”ہمہ داخل دفتر باید کرد“ یہی بات یہ ہے جو ہم نے کہی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ دفع پریشانی کے واسطے استغفار بہت مفید ہے۔ سب ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے۔

ختم خواجگان بہت نافع ہے ایسے وقت میں۔

سید الاستغفار ہر فرض نماز کے بعد دس بار دفع پریشانی کے واسطے بہت نافع ہے۔

تم نے ادائے قرض کے واسطے پڑھنے کو پوچھا ہے۔ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔ حُصْنِ حُصَيْنٍ مِّنْ مَّوْجِدٍ۔ اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ نَّجْرٍ اَمَلِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَنْ مَقْرٍ سَوَاكَ۔ ہر نماز کے بعد دس بار اول و آخر تین تین بار درود شریف۔ امید ہے کہ ایک ہی اربعین میں ان بشارتِ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ آسانی کی صورت کر دے۔

وظیفہ قلبی کرتے ہو۔ اگر سچے ہو تو امیدوار حضور دل ہو جاؤ اور حضور دل جس کو نصیب ہو گیا وہ صالحین میں داخل ہو گیا۔ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

سب نام انبیاء و مرسلین کے اچھے ہیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اسی طرح صحابہ کرام کے نام رضی اللہ عنہم اجمعین سب اچھے ہیں۔ جو چاہو لڑکے کا نام رکھو۔

یہ بزرگ جو ہمارے چچا کی خدمت میں رہے ہیں اور بہت بزرگوں کی خدمت میں رہے ہیں کس کے مرید ہیں اور کس خاندان سے ہیں۔ ان سے کہو ہمارے واسطے اور ہماری اولاد کے واسطے نیک بختی اور دینداری کی دعا کریں۔ کیا مرید بھی کرتے ہیں اور کس بزرگ سے ان کو اجازت ملی ہے یا نہیں۔ تم نے کوئی خواب لکھا ہے اور اس کی تعبیر دریافت کی ہے۔

جو غلام آفتاب ہم سے ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث جواب گویم
(میں چونکہ آفتاب کا غلام ہوں آفتاب کی بات کرتا ہوں میں نہ رات ہوں نہ رات کا بیماری کہ غنید کی بات کروں)
تعبیر یہی ہے کہ نیک کاموں میں رہو۔

تمہارے وظیفہ کی کمی زیادتی جو کچھ ہم کو سمجھ میں آئی دہلی میں وقت تمہارے ملنے کے ہم نے تم سے
بیان کر دی۔ والسلام

۳۲۔ قاضی وزیر حسین پسر قاضی عظیم الدین۔ ساکن سوخت روڈ۔ حال ساکن حیدر آباد سندھ کے
نام ۲۳ خطوط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تمہیں جو خیال لگ رہا ہے ہم اس سے واقف نہیں کہ وہ پسندیدہ خیال ہے کہ اس سے برکت
حاصل ہو یا خیال فاسد ہے کہ اس خیال کو دور کرنا چاہیے تم کہتے ہو کہ وہ خیال حضور سے کیا چھپا ہے۔
مَعَاذَ اللہِ مِنْ ذٰلِكَ۔ ایسے غلط عقائد سے مسلمانوں کو توبہ کرنی چاہیے۔ سب باتوں کا جاننے والا
ایک اللہ ہے کوئی شخص اس کا شریک نہیں۔ سُبْحَانَ اللہِ عَمَّا یَصِفُونَ۔ ہاں گیارھویں میں شامل ہونے
کی اجازت ہے۔ (میلاد شریف میں)

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے ٹھیک اور درست ترجمہ کیا ہے تم کو شاید علم نہیں ہے۔
مفعول یہ کو مقدم کرنا یا مؤخر کرنا سب گفتگو میں جائز ہے۔ اور دینی بات جو متعلق اپنے عمل کے ہو اس
کو دریافت کرو اور مرغ لڑانے کی باتیں جو آج کل زمانے میں مروج ہیں وہ ہم سے نہ کرو۔ اللہ کے نیک
بندے بنو۔ گناہوں کو چھوڑ دو۔

خادم ہونے کے وقت تم نے لکھا تھا اور قول محکم کیا تھا کہ دنیوی باتوں سے ہم کو غرض نہیں
خالصا اللہ کے واسطے ہم خادم ہونا چاہتے ہیں۔ ہم اور لوگوں کی طرح دنیا کے واسطے خادم نہیں ہوتے اس
قول کو اپنے یاد رکھو اور قول کو نہ بدلو۔

کالو خاں کو وظیفہ قلبی ہماری طرف سکھا دو کہ صبح کو ایک گھنٹہ شام کو ایک گھنٹہ اسم ذات کا شغل
ہر روز کیا کرے یعنی دل سے اللہ اللہ پڑھا کرے، خیالات ماسوی اللہ دل سے دور کرے۔
روز شنبہ یازدہم ربیع الاول خوشی میلاد شریف کی محفل ہے اس میں شریک ہونا اچھا ہے۔

۱۔ قاضی وزیر حسین نے حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن مجید پڑھا اور پھر موجودہ دور کے کسی مولوی کا۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں مفعول
کو پہلے ذکر کیا ہے اور مولوی صاحب نے قائل کا ذکر پہلے کیا ہے۔ اس سلسلہ میں وزیر حسین صاحب نے آپ کو لکھا اور مولوی صاحب کا نام بھی
لکھا آپ کو ان کی تحریر پسند نہ آئی اور یہ جواب تحریر فرمایا کہ بارہ مولویوں کے اختلاف کو ذکر کر کے تکرار خواہر کا سب کیوں بنتے ہو؟

۳۳۔ مولوی شمس الدین صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ آپ کے قدیم تخلص ہیں۔ ان کے نام چار خط اس عاجز کو دستیاب ہوئے ہیں۔ پہلا خط ۱۳۲۲ھ کا ہے اور چوتھا ۱۳۲۳ھ کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے سعادت آثار شمس الدین کو بعد سلام و دعائے سلامتی ایمان و ترقی صلاح معلوم ہو کہ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ وظیفہ شریف کرتے ہو اور وظیفہ میں عداوت پیدا ہوتی ہے اور کچھ حضور دل نمازیں حاصل ہوتا ہے اور محبت میں ترقی ہے۔۔۔ الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ بنعمتہ و جلالہ شتہ الصالحات۔ ہر ایک ان باتوں میں سے بڑی بڑی نعمت ہے۔ بزرگان دین ان باتوں کی قدر جانتے ہیں۔ پرہیزگاری کا شوق رکھو۔ امام غزالی کی کوئی تالیف مطالعہ کیا کرو۔ جیسے ترجمہ احیاء العلوم یا ترجمہ کیماے سعادت کہ صفائی دل کے واسطے مفید ہے۔ تھوڑا سا قرآن مجید پڑھنا با فہم معنی بھی ہر روز ضرور ہے، تاکہ یہی باتیں جو تم نے لکھی ہیں بچتے ہو جائیں۔ پرہیزگاری دینداری جس قدر زیادہ ہوتی ہے، وظیفہ میں برکت اسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ والسلام
۱۴ ربیع الآخر چار شنبہ ۱۳۲۳ھ

باقی خطوط کا اقتباس درج ذیل سے۔

تم جانتے ہو رسمی خادموں کی خاطر داری میں کم کرتا ہوں۔ جب خادم ذاکر شاغل کچھ ہوتا ہے اس کی تھوڑی بہت کرتا ہوں۔

کسی شخص کی لوگ تعریف بہت کرتے تھے۔ انھوں نے سن کر کہا۔ من آئم کہ من دانم۔ یعنی تم لوگ میری ظاہر کی نیکی دیکھ کر تعریف کرتے ہو باطن کی تم کو خبر نہیں کہ میرے کیسے بُرے عمل ہیں۔ اگر میرے بُرے اعمال کی تم کو خبر ہوتی تو تم تعریف نہ کرتے۔ پروردگار مجھ کو اور تم کو توفیق دے کہ آخرت کا خیال رہے اور بُرے اعمال کے قریب نہ جائیں۔ بُرے اعمال کا نتیجہ بُرا ہے۔ نیک کاموں کا نتیجہ اچھا ہے۔ والسلام

۳۴۔ منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں کے نام چار خطوط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

حضرت بیوی مریم کی زیارت سے دل بہت خوش ہوا۔ قرآن شریف پڑھ کر ان کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کرو۔ صبح و شام وظیفہ شریف دوسو سو کو دور کر کے کیا کرو۔ پرہیزگاری دینداری سیکھو، شریعت کے خوب پابند رہو۔

اس کی نعمتوں کی ہم پر کوئی نہایت نہیں اور ہمارے گناہوں کی کوئی غایت نہیں۔ حَسْبُنَا اللہ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور مسلمانوں کو عزت دے۔ یا اللہ مسلمانوں کو

مخالف لوگ بہت برباد اور ذلیل کر رہے ہیں۔ یا اللہ مخالفوں کو تو برباد کر اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔
یا اللہ مسلمانوں کی مدد کر یا اللہ ہم کو عافیت دے دونوں جہان میں۔

کام کرنے سے کام ہوتا ہے دل کی آرزو سے کام نہیں ہوتا۔
تم اور بخشش اللہ صرف آرزو کرنے سے چاہتے ہو کہ بزرگ بن جاؤ، آرزو کرنے سے کوئی کام
نہیں بنتا ہے۔ بہت سارے دیر بھی ہو، معمار بھی ہو، چونا بھی ہو، اینٹ بھی ہو، بعدان کے مکان کی امید
کرنی چاہیے۔

۳۵۔ اقتباسات خطوط مولوی بخش اللہ ساکن چھتہ لال میاں دہلی۔
تم لوگوں کو مناسب ہے کہ ختم شریف با حضور دل و صحت، الفاظ و فہم معنی بعد مغرب
کے پڑھا کرو کہ بہت مبارک عمل ہے اور بعد ختم شریف کے ہم سب کے واسطے دعا سلامتی
ایمان اور دعائے عافیت در ہر دو جہان اور دعائے امن و امان برائے جملہ مسلمانان اور دعائے
معفرت گناہان کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ بخش اللہ کو عافیت عطا فرمائے۔ اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
اَنْ يَشْفِيَهُ۔ مولوی کاظم علی کا حال معلوم ہوا۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَهُ۔

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر زان بیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند
قاری نیاز، مرحوم کو دہائی مرض ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ ہر تاریخ کو ان کو سرکاری آدمی کرائین میں
لے گئے جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی، بہ سبب احتیاط کے کہ دہائی مرض زیادہ نہ پھیلے۔ تاریخ
کو ان کو ذرا ہوش آیا مگر میثاب بند ہو گیا۔ اتر تاریخ عاشورا کے دن بہ وقت نیم روز ایک بجے انتقال
ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

جہاں میں تو کار نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَهُ۔ کیا اچھا وقت اور کیا اچھا دن انہوں نے پایا۔ حقیقت میں وہ لائق اسی کے
تھے۔ الخ

۱۔ لَقَدْ عَلِمْتُمْ بَانَ قَضِيٍّ خَفِيٍّ
۲۔ فَبَكَتْ بَنَاتِي تَجْوُهُنَّ وَزَوْجَتِي
۳۔ وَتَرَكْتُ فِي عَنَاءٍ مِّثْرَةً وَرَدَّهَا
عَبْرَاءُ يَحْمِلُنِي إِلَيْهَا هَرْجَحُ
وَالْأَقْرَبُونَ إِلَيَّ ثُمَّ تَصَدَّ عَنَّا
تَسْنِي عَلَى الرِّيحِ حِينِ أَوْدَعَ

- ۱۔ میں جان گیا کہ میرا محل ایک گڑھا ہے۔ گرد آلود مجھے اس کی طرف لے جایا جائے گا جنازہ
 - ۲۔ میری بیٹیاں اور میری بیوی اور رشتہ دار روئے پھر متفرق ہو گئے۔
 - ۳۔ اور میں زمین میں چھوڑ دیا گیا جس میں اترنا ناپسند ہے۔ مجھ پر ہوا میں طپیں گی جب اس میں کھدیا جاؤنگا۔
- قصری بفتح قاف آی آخر امری۔ یہ اشعار حضرت عبدہ کے ہیں حضرت عمر فاروق اُن کے ان اشعار کو بہت پسند فرماتے تھے۔

وَمَا كَانَ قَيْسُ فُلْكَ هَلْكَ وَاحِدٌ وَلَكِنَّهُ بُنْيَانٌ قَوْمٍ تَهْتَدُ مَا

(قیس کا مرنا ایک کامرنا نہ تھا۔ ہاں پوری قوم کی بنیاد ڈھے گئی)

عبدہ کا شعر ہے جس شعر کا آج تک جواب کسی سے نہ ہو سکا۔ اس شعر کو بے نظیر کہتے ہیں۔ مولوی عبدالعلی صاحب کو یہ شعر دکھانا اور سلام ہمارا کہنا۔

۳۶۔ ڈاکٹر اشفاق محمد اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شوق محمد ۱۲۲۶ء میں بیعت ہوئے۔ ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ ان کے نام آپ نے خطوط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

خدا کے فرائض پر جان و دل سے پابند ہو جاؤ۔ حرام خدا سے قطعی دور رہو، کچھ قرآن شریف ترجمہ کے ساتھ پڑھا کرو، نیکی اور دینداری کا شوق کرو، خدا کے عاجز بندہ بنو، مسلمانوں کے عقائد پر قائم ہو جاؤ نئے نئے عقائد اور نئی باتیں جو آج کل پیدا ہو رہی ہیں اُن سے اپنے کو بچاؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر اشفاق محمد صاحب و مولوی نور احمد صاحب (مکتوبات امام ربانیؒ کو عمدہ طبع کرانے والے) کو بعد سلام واضح ہو کہ روز شنبہ یازدہم ربیع الاول حاضر ہونا چاہیے تاکہ اطمینان سے ذکر شریف سنا جائے اور آئندہ دونوں صاحبان کا بلکہ نظام الدین کا بھی مناسب ہے۔

اللہ الشافی اللہ الکافی اللہ المتعافی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور عافیت ظاہری و باطنی سے ہمیں اور ہماری اولاد کو سرفراز فرمائے۔

ذکر شریف قلبی کی دونوں وقت صبح و شام پابندی رکھنی چاہیے۔ مہینہ میں ایک بار شجرہ شریف پڑھو اور کچھ کھانا پکا کر ایصال ثواب بھی کرو۔

۳۷۔ متفرق افراد کو آپ نے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سید عبدالغفر بنگالی کو خط کے ذریعہ جاہل آدمی عالم نہیں ہو سکتا غفلت والا آدمی صاحب حضور و برکت ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے معذور ہوں۔ ہاں مولوی عبدالغفر عبدالحق آبادی ہمارے ملاقاتی شخص تھے۔ سالہا سال ہماری کتابوں کی انھوں نے اچھی طرح خدمت کی۔ جزاء اللہ خیرا وغفر لی ذلہ۔

محمد احمد متعلم مصباح العلوم الابرار مریض کے واسطے جو نسخہ طبیب نے تجویز کیا۔ باقاعدہ مریض نے اگر اس کا استعمال کیا۔ اب دو حال سے غالی نہیں۔ استعمال نسخہ سے مرض زیادہ ہو یا کم۔ پس اس قدر حال طبیب سے کہہ سکتے ہو۔ باقی باتیں فضول ہیں۔

محمد حیات کو نور پور لوانہ ضلع شاہ پور تحریر فرمایا۔ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ وَغَنَّا عَنْكَ، غَفَرَ اللَّهُ لَنَا وَ لَكَ رَحِمَتَا اللَّهِ وَإِقَاتُكَ۔ تمہاری تحریر سے لیاقت معلوم ہوئی۔ دسوسوں کا کم ہونا، علم ظاہری سے زیادہ حقدار و مستحق محنت ہے۔ صرف سوال سے نہ علم حاصل ہوتا دسوسوں کا کم ہونا۔ اللہم اجعل دسوس قلبی خفیتک و ذکرک واجعل همتی و هواى فيما تحب و ترضى۔

سید زاہد حسین امر وہوی کو تحریر فرمایا۔ مجھ کو کشف نہیں ہے کہ غائبانہ کسی کا حال معلوم کر سکوں بلکہ ایک مدت کوئی شخص میرے پاس رہے اور اس کی نیکی اور استعداد کچھ مجھ کو معلوم ہو تو شاید میں بتلا سکوں کہ وظیفہ کرنا تجھ کو بہت مناسب ہے۔ اکل حلال، صدق مقال پر ہیز گاری بنائے طریقہ شریفان تین کام پر ہے جو اس وقت میں مفقود ہو گئی ہیں، شوق دنیا زیادہ اور شوق آخرت بہت کم ہو گیا ہے۔

عدالت خاں کو ضلع جہلم تحریر فرمایا۔ وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ دل کے اندر محبت الہی کے سوا کچھ نہ ہو اور تحریر فرمایا ہے۔ "اشفاق الہی کو ہم نے ایک سال سورہ اخلاص و فلق و ناس کا وظیفہ بتایا ہے۔"

نہ سیکھا ہو تو اب تم سیکھ لو بڑی برکت خدا کے نام میں ہے۔

اور تحریر فرمایا ہے۔ "عدالت خاں کے بیٹے کا نام ہدایت خاں اچھا ہے۔"

انعام الہی کو صدر بازار میرٹھ لکھا۔ اے عزیز وظیفہ شریف کے شوق والے جہاں میں بہت کم ہو گئے، یاد الہی کی لذت علالت جہاں سے اٹھ گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اَلْمُنْكَمُ الشَّكَاثُ رَسَحَتْ زُرَّتُهُمُ الْمُتَقَابِرُ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ۔

حافظ اشفاق الہی ولد کرم الہی ساکن صدر بازار میرٹھ ۱۳۲۳ھ میں آپ سے بیعت ہوئے نہایت اخلاص اور محبت سے آپ کی خدمت کرتے تھے۔ خدا کا کرم ہے کہ نسبت شریف سے بھی بہرہ مند ہوئے۔ شنبہ، ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ یکم مارچ ۱۹۴۷ء قبیل الغروب ان کی وفات ہوئی۔ اور یکشنبہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے قبرستان میں حضرت عبدالعدل کے مزار کے قرب میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ان کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اشتقاق الہی کا خط پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ وظیفہ کرتے ہو اور قرآن مجید اور مالاً بد پڑھتے ہو۔ الحمد للہ یہ سب کام بڑی سعادت مندی کے ہیں۔ بندہ اپنے مالک جلّ جلالہ کا فرماں بردار رہے اور اس کی رضا مندی کا طالب رہے اور اس کی خفگی اور غصہ سے ڈرتا رہے بیشک وہ بندہ خدا کا نیک بندہ ہے۔ اور ذکر شریف کے وقت دوسو سو کو دفع کرنا اور اس کام میں محنت اور کوشش کرنی بڑی عمدہ بات ہے۔ پروردگار مجھ کو اور تم کو توفیق نیک عنایت کرے۔

دوشنبہ ۸ رجب الحرام ۱۳۳۲ھ

امۃ القیوم اچھا نام ہے خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ دوشنبہ ۲۳ محرم ۱۳۳۲ھ از کوئٹہ
امۃ القیوم کی بہن کا نام امۃالحی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صالحات میں کرے اور
عمر میں برکت عطا فرمائے۔ چہار شنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ از رامپور

آپ نے مولوی بدرالاسلام کو، کوچہ چیلان دئی، تحریر فرمایا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور امام طبرانی و خطیب و ابن النجا حضرت عبداللہ بن عباس سے اور وہ
حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کو بہت ثواب ملے گا
ثواب کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔ میں نے نہیں لکھی۔ لالی منشورہ کو میں نے عقد منظوم کر دیا۔

بِجَزَى اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مُحَمَّدًا نَبِيَّ الْمَدَنِيِّ عَنَّا بِمَا هُوَ أَهْلُهُ

(رب العالمین محمد کو جزا عطا کرے جو کہ نبی ہدایت ہیں ہماری جانب سے جس کے وہ اہل ہیں)

کچھ دنوں کے بعد آپ نے یہ دوسرا شعر کہہ کر اس عقد منظوم کا لاحق کر دیا۔

وَصَلَّى عَلَيْهِ وَالتَّبِئُونَ كُلُّهُمْ وَاتَّبَاعُهُمْ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَآهْلُهُ

(ان پر درود نازل کرے اور تمام انبیاء پر اور ان کے اتباع پر)

آپ نے ۱۳۳۲ھ میں مولوی صدرالدین کیفی غازی پوری کو خط تحریر فرمایا اور مولوی صدالدین
کے نام کو اس طرح نظم کیا۔

شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلدِّينِ وَعَفَا عَنْهُ ذَنْبَهُ آمِينَ

(اللہ اس کے سینہ کو دین کے لئے کھول دے اور اس سے اس کے گناہ معاف کرے آمین)

مولوی صدرالدین نے آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور لکھا:

حضرت اقدس نے جو جمع اس ناچیز کے نام کا موزوں فرمایا ہے، نہایت خوب ہے۔ سُبْحَانَ

اللہ وَبِحَمْدِهِ۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ خداوند کریم حضور اقدس کی دعا کو میرے حق میں قبول فرمائے

اور اس کو توفیق نہات یا لطیفہ غیبی میرے لئے قرار دے۔ رقیۃ ارب۔

طالب النیر شیخ صدر الدین یغفر اللہ ذنبہ آمین
آپ نے خط کا اختتام ان دو شعروں پر فرمایا۔

نام ابوالخیر کام شتر و بدی سالک راہ کبر و بخردی
لینس بنی من یغیث من أحد الیفات الیفات یا احدى

(میرے لئے کوئی نہیں ہے جو مدد کرے۔ اے میرے امداد المدد)
ایماناً آپ اپنے خط کا اختتام اس شعر پر فرماتے تھے۔

ختائیک قل لی عندی نوری و مغبری لک الا من عندی من عذائی تفضل

(خوش آمدید کہہ دے میرے نزع کے وقت اور دفن کے وقت، مہربانی کی وجہ سے اے میرے بندے تجھے عذاب سے بچائے گا)
آئے ہوئے لغافوں کی پشت پر خطوط کے سادے صفحہ پر، پرچوں پر، یا رسالوں کے اوپر آپ
احادیث مبارکہ دعائے ماثورہ عرض نیاز بہ درگاہ بے نیاز تحریر فرمادیا کرتے تھے۔ شب و روز اللہ جل شانہ
کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے اپنا دل خوش فرماتے تھے۔ حدیث قدسی ہے۔ انا
عند ظن عبدی بنی ان خیرا فخیروا ان شر افشرا۔ جو آپ کو اپنے مولائے کریم سے امید لک
الا من عندی من عذائی کی ہے۔ اللہ جل شانہ و نعم احسانہ اپنے فضل و کرم سے آپ کے ظن کو
ضرور پورا کرے گا۔ باکریاں کار ہا دشوار نیست۔

۱۳۲۵ھ میں طاعون کا زور ہوا۔ میرٹھ کے مخلصین گہرائے۔ آپ کی خدمت میں عریضہ
ارسال کیا۔ آپ نے جناب مولوی سید عبد الجلیل سے درج ذیل نصیحت نامہ لکھوا کر ان کو ارسال کیا۔
گہر نے کی کوئی بات نہیں ہے جس کی اجل آگئی ہے اس کو اگر ہزاروں پیر جمع ہو کر ایک
ساعت کے واسطے روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے۔ اور جس شخص کی اجل نہیں آئی وہ اگر کچھ بھی کرے
ایک ساعت پہلے نہیں مر سکتا۔ اذ اجاء اجلهم لا یتأخرون ساعة ولا یتقدمون۔ یہ حکم ہر
وقت ہر زمانے کے واسطے خدائے پاک نے فرمایا ہے۔ چاہے موت کی کثرت ہو یا قلت۔ کثرت موت میں
نعوذ باللہ کچھ خدائے تعالیٰ بھول نہیں جاتا۔ لا یضل ربی ولا ینسا۔ تم سب کو لازم ہے کہ استغفار و
تلاوت و نماز و خیرات و نیک کام خوب کثرت سے، اطمینان و حضور دل و خشوع و خضوع سے کرو،
منہیات سے توبہ کرو۔ اگر زکات وغیرہ میں کسی سے تقصیر ہوئی ہے اس کی تکمیل کی نیت کرے، جو
ادا کر سکتا ہے وہ ادا کرے۔ گہرا کر ایک دوسرے کی مدد نہ چھوڑو بلکہ ساتھ دیتے رہو اور آپس میں

ہمدردی کرتے رہو جس کسی کا انتقال ہو وہ جو وصیت کرے اس کو سب منظور کریں۔ یہ نہ ہو کہ کوئی کہے بھائی ہم کچھ نہیں جانتے۔ خبر نہیں کون مرے کون جئے۔ یہ سب واہیات باتیں ہیں اور سب کو چاہیے کہ خوب جی لگا کر وظیفہ شریف اور دوسری عبادات کریں۔ ہر شخص اپنی صحت اور تندرستی میں ایک وصیت نامہ لکھ لے۔ یہی باتیں مسلمانی کی ہیں۔ ان پر تم سب کا رہنما رہو۔

ہمارے امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ملک شام میں طاعون ہوا تھا۔ کیا یہ ضرور ہے کہ طاعون سب کے حق میں عقوبت ہو، بلکہ جو نیک مئے اس کے حق میں امید ہے موجب رحمت و شہادت ہو۔ دین کے اصل اصول کی بات یہ ہے کہ خدا کے فعل پر بندہ راضی ہو۔ موت اور زندگی کا دینا بالاتفاق اللہ کا فعل ہے۔ اس میں کسی کی مجال چون و چرا کرنے کی نہیں ہے۔ بندہ پر لازم ہے کہ ہر حال میں اللہ کے حکم پر راضی رہے

سَرَبْنَا أَقْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ شَبَّتْ أَقْدَامَنَا۔ والسلام۔

حرفِ آخر عاجز نے اپنے پیر و مرشد استاد و مربی، والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ فاروقی مجددی قدس سرہ و نور ضریحہ کے مبارک احوال سال ۱۳۹۲ھ میں لکھے اور سب سے پہلے یہ کتاب حضرت برادرِ کلاں اور برادرِ خورد کو ارسال کی اور دونوں صاحبان کو لکھا کہ عاجز نے حتی الوسع رطبے یا بس سے اجتناب کیا ہے اور انہی امور کا ذکر کیا ہے جن کو خود عاجز نے دیکھا اور سنا ہے یا معتبر افراد سے سنا ہے۔ اب آپ دقیق نظر سے اس کا مطالعہ کریں۔ اگر کسی جگہ مستقیم پائیں مطلع کریں۔ دونوں برادران نے کتاب پڑھی اور لکھا کتاب میں جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بڑے بھائی صاحب کا جواب غالباً چھ مہینے کے بعد آیا۔ کیونکہ آپ کا مطالعہ سرسری طور پر نہیں ہوا کرتا تھا اس لئے یہ مدت کچھ زیادہ نہیں ہے۔

عاجز سے ان کے چھوٹے صاحبزادے عبید اللہ آقا سلمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ایک دن حضرت والد ماجد مقامات خیر کا مطالعہ فرما رہے تھے میں باہر سے آیا مجھ کو دیکھ کر فرمایا: دیکھو تمہارے چچا صاحب نے محنت کر کے یہ کتاب لکھی ہے تم اس کو پڑھو اور اپنے دادا حضرت کے صحیح حالات سے واقف بنو۔

حضرت برادرِ کلاں کے اس ارشاد سے عاجز کا دل خوش ہوا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کتاب میں کوئی نادرست بات نہیں ہے۔

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ و رضی عنہ ایک کامل و اکمل نقشبندی مجددی بزرگ تھے جس طرح آپ کو علم ظاہر میں تدار کی کتابوں سے رغبت تھی اسی طرح علم باطن میں حضرات خواجگان کبار نقشبندیہ کے اقوال

اور ان کے احوال و اصول کے دلدادہ تھے۔ آپ نے اپنے حضرت والد ماجد سے اور اپنے دونوں گرامی قدر بچوں حضرت شاہ عبدالرشید اور حضرت شاہ محمد منظر سے اور اپنے جدِ امجد کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالغنی محدثِ مسجد شریف نبوی سے پوری طرح مستفید ہوئے، ایسے بلند پایہ عالی درجہ مرقی اور معلم کس کو ملتے ہیں۔ اللہ نے آپ پر کرم کیا اور آپ اوصافِ الہیہ سے مہلّی ہوئے۔ مولانا اختر شاہ خاں نے خوب کہا ہے۔

مختصر کویم کہ توانم صفاتِ حصر کرد باجمال باجلالی باکمالی خوش خصال
کہ مختصر طور پر کہتا ہوں کیوں کہ آپ کی صفات کا حصر نہیں کیا جاسکتا۔ (آپ اوصافِ الہیہ سے متصف ہیں اور اللہ کی صفات بے شمار ہیں) آپ صاحبِ جمال، صاحبِ جلال، صاحبِ کمال اور اچھی خصلتوں والے ہیں۔

اور ایک پاک مشرب، صاحبِ نسبت، میلاد شریف کے موقع پر اپنے اشعار لکھ کر دے گئے۔ انہوں نے نام اور پتہ نہیں لکھا ہے۔ ان کی شکل اور لباس کسی حد تک یاد ہے۔ ان کا رقعہ پیش نظر ہے لیکن پتہ نہ ان کا ہے نہ ان کے نام کا، وہ حضرت پیر و مرشد کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور سلسلہ مبارک نقشبندیہ کے اصول و ضوابط اور حضرات خواجگان کے ارشادات سے آگاہ تھے۔ انہوں نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

قہر و عتاب میں بھی تو رحمت ہے مستتر یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے
حضرات خواجگان نے فرمایا ہے۔ جب سالک کی تربیت اور پرورش صفاتِ جمالیہ سے اور صفاتِ جلالیہ سے ہو جاتی ہے تو اس کے جلال میں جمال کی رحمت اور لذت اور اس کے جمال میں جلال کی سطوت و عظمت پائی جاتی ہے اور اس نکتہ صحیح و ثابتہ کو ناقص افراد جو صفاتِ الہیہ سے متصف نہیں ہوتے ہیں سمجھ نہیں سکتے۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَى الْقَائِلِ وَرَضِيَ عَنْهُ (اللہ کی رحمت اس بات کے کہنے والے پر ہو اور وہ ان سے راضی ہو)۔

یار محمد پسر مرزا قوم خروئی ساکن سرزردہ حضرت والد ماجد کے از قدمائے خصوصی مخلص تھے، سن تیرہ سو نوے سے س تیرہ سو تیرہ تک مسلسل چار سال خدمت کی اور نسبت شریف سے پوری طرح مالا مال ہوئے۔ وہ بالکل اُن پر مہ تھے۔ اگر علم ظاہر سے مہلّی ہوتے کچھ اور ہی بات ہوتی۔ وہ ساہا سال کے بعد سن تیرہ سو چالیس اور اکتالیس میں آئے۔ اور دونوں مرتبہ چار پانچ مہینے رہے۔ ایک دن اُن سے بے وقوفی سرزد ہوئی اور حضرت والد ماجد نے ان کے دو چلنے مارے۔ یہ عاجز دیکھ رہا تھا۔ جب وہ ایک

طرف کو ہوئے عاجز نے اُن سے کہا۔ یا محمد تم زیادہ حسارت اور بیوقوفی کیوں کرتے ہو؟ دیکھو تم نے دو چائے کھائے۔ یہ سن کر اُن پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور انھوں نے اپنے چہرے پر زور سے دو چار دو ہتر جڑا اور آفسو بہاتے ہوئے کہا: "کاش آپ میرے دس پندرہ چائے مارتے۔"

یہ ہے جلال میں جمال کی آمیزش اور جمال میں جلال کی آمیزش کا نمونہ۔

استادی، محدث کبیر حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی دہلوی سے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو محبت تھی۔ جب حضرت مولانا مدرسہ حسین بخش میں صدر مدرس تھے۔ آپ جمعہ کی نماز پڑھنے کو مدرسہ حسین بخش جاتے تھے اور جب حضرت مولانا نے مدرسہ عبدالرب کو آباد کیا، آپ وہاں تشریف لے جالے لگے نماز کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ وہاں قیام کرتے اور حضرت مولانا سے باتیں کرتے۔ عاجز نے یہ بھی دیکھا کہ اگر حضرت مولانا علیل ہوتے تھے آپ ان کی عیادت کے لئے اُن کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کوئٹہ بلوچستان سے مولوی بخش اللہ مولوی بدرالاسلام کو احیائنا عربی شعر یا عبارت تحریر فرما کے لکھتے تھے: "ہمارے مولوی عبدالعلی کے پاس لے جاؤ اور ان سے اس کا ترجمہ معلوم کرو۔" آپ کو جو لگاؤ حضرت مولانا عبدالعلی سے تھا اس کی وجہ سے آپ کے بعض مخلصین ابتدائے بخاری یا ختم بخاری کے جلسہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ عاجز سے منشی احمد حسین نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ کے جلسہ میں کوئی مولوی نہیں آیا تھا اور آپ نے منشی احمد حسین سے فرمایا۔ آج کوئی نہیں آیا۔ منشی احمد حسین نے اس کا ذکر حضرت سیدی الوالد سے کیا۔ آپ نے احمد حسین سے فرمایا۔ مولوی صاحب ہم کو خبر کر دیتے۔ ہم شریک ہوتے۔ عاجز کو یاد نہیں کہ اس طرح کی بات آپ نے کسی اور کے واسطے کہی ہو۔ باوجود اس محبت کے جب مدرسہ عبدالرب کے طالبان علم نے حضرت مولانا سے خانقاہ شریف کی محفل میلاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا۔ "ہم تم کو اجازت اس شرط پر دیتے ہیں کہ تم وہاں ادب سے رہو اور حضرت شاہ صاحب کو ناراض نہ کرو۔ ان کی تارافگی سے ہم کو ڈر لگتا ہے۔"

حضرت سیدی الوالد کے خصوصی افراد جراثمہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری طرح اصحابِ نسبت تھے اور آپ ان کی قدر کرتے تھے اور محبت سے اپنے پاس بٹھاتے تھے، ان اولیائے پروردگار کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے پاس جاتے تھے، اکثر اوقات اُن پر ریشہ طاری ہو جاتا تھا۔

یہ ڈر، یہ خوف و ریشہ جمال میں جلال کی سطوت ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔



علاقت حضرت سیدی الوالد قدس سترہ کی علالت کی ابتدا یوم جمعہ ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۱۳ء سے ہوئی۔ اس دن صبح کو دس بجے آپ نے مولوی بدرالاسلام کی اہلیہ کی نماز جنازہ خانقاہ شریف میں پڑھائی۔ پھر آپ اپنے مکان سے عصر کو باہر تشریف لائے اور ہم تینوں بھائیوں کو ہمراہ لے کر حسب معمول تفریح کے لئے تشریف لے گئے جس وقت آپ سواری میں بیٹھے آپ نے فرمایا: آج صبح کو چلو، چنانچہ کشمیری دروازے کے باہر سبلی گئے۔ وہاں امین الاسلام بنگالی آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ غالباً وہ اسپتال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے آپ کو اپنا پتہ بتایا تھا۔ تین سال سے امین الاسلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کی قیام گاہ پر نئی دہلی تشریف لے جاتے تھے۔ امین الاسلام طریقہ نقشبندیہ میں صوفی فتح علی اویسی کے خلیفہ سے بیعت تھے۔ ان کی باطنی کیفیت نہایت اچھی تھی۔ لطائف مبارکہ سب سے ذکر کرتے تھے۔ وہ حضرت سیدی الوالد کے پاس ذکر شریف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ دو ڈھائی گھنٹے آپ سے کسب فیوضات و برکات کرتے تھے۔ ان کے احوال سے آپ خوش تھے اور ان پر شفقت فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: ہاں، جب ہم کلکتہ (۱۲۹۶ھ میں) پہنچے تھے تو ان سے ملاقات ہوئی تھی۔

جب آپ کی سواری امین الاسلام کی جائے قیام پر پہنچی، امین الاسلام آئے اور آپ سے اُترنے کو کہا۔ آپ نے ان کے کندھے پر مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا: ہمارا ایک کام ہے اگر تم دل سے وعدہ کرتے ہو کہ ہمارا کام کر دو گے تو ہم اُترتے ہیں ورنہ ہم جاتے ہیں۔ امین الاسلام نے کہا: میں دل و جان سے کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: خانقاہ شریف میں ایک قبر کے واسطے اجازت حاصل کر لو، اس کے بعد آپ سبزہ زار پر بیٹھے اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

آپ نے سواری میں بیٹھ کر فرمایا۔ یہاں کسی جگہ نواب پٹھانوں کی کوٹھی ہے، وہاں چلو تاکہ داؤد احمد خاں کی عیادت کر لیں۔ داؤد احمد خاں، نواب مزی اللہ خاں صاحب کے صاحبزادے تھے اور آپ سے بیعت تھے۔ وزیر خاں کو چوان کو یہ کوٹھی معلوم تھی۔ کوٹھی کے پھانک پر سواری رکھی۔ آپ نے حضرت برادر خاں سے فرمایا: جاؤ دیکھو مزی اللہ خاں ہیں، چنانچہ برادر خاں گئے اور ان کے ساتھ نواب صاحب چند افراد کے ساتھ لاشین لے ہوئے آئے۔ آپ نے ان سے بھی وہی بات فرمائی جو امین الاسلام سے کہی تھی اور ان کے وعدہ کرنے پر آپ سواری سے اُترے اور داؤد احمد خاں کے پاس تشریف کے لئے گئے۔ ان پر ادعیہ مانورہ پڑھ کر دم لیا۔ نواب صاحب نے ایک سو روپیہ نذر پیش کیا اور آپ خانقاہ شریف کو روانہ ہوئے۔ یہ آپ کی آخری تفریح تھی اور علالت کا پہلا دن تھا۔

خانقاہ شریف پہنچ کر آپ نے عشاء کی نماز بہ جماعت مسجد شریف میں ادا کی اور نسلن بڑھ کر حرم میں تشریف لے گئے۔ رونی کا انگر کھا امارا اور لائین لے کر جلے ضرورت تشریف لے گئے۔ جائے ضرورت میں بجلی کی روشنی نہ تھی اسی لئے آپ لائین ساتھ لے جاتے تھے۔ جس وقت آپ فارغ ہو کر باہر آئے اتفاق سے یہ عاجز صحن خانہ میں کھڑا تھا۔ آپ سیدھے عاجز کے پاس آئے اور فرمایا: زید ہم کو حرارت ہے، تم ہمارے بدن پر ہاتھ رکھ کر دیکھو: عاجز نے آپ کی پیٹھ پر کرتے کے اوپر سے ہاتھ رکھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے کرتے کے اوپر ہاتھ رکھا ہے کرتے کے نیچے سے دیکھو: چنانچہ عاجز نے آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ رکھا اور کچھ حرارت محسوس کرتے ہوئے آپ سے کہا: جی ہاں کچھ حرارت ہے آپ کے بائیں ہاتھ میں لائین تھی۔ دایاں دست مبارک عاجز کے بائیں کندھے پر رکھا اور فرمایا: آؤ زید باہر چلیں۔ آپ کے تن پر صرف کڑوا تھا اور آپ مع اس عاجز کے حرم سرا کے دروازے سے باہر آئے اور پھر تشریف کے سمت جنوب سے ہو کر سمت غرب کو طے کر کے سرہانے کی محاذات میں کھڑے ہو کر عاجز سے فرمایا: زید اس حصہ میں کوئی قبر نہیں ہے یہ چھ قبروں کی جگہ ہم نے اپنے اپنے بچوں کے واسطے تجریز کی ہے۔ لہذا ہماری قبر اس جگہ بنانا:

جس وقت آپ عاجز سے یہ بات فرما رہے تھے مسجد شریف کے والوں میں تقریباً چالیس بچاس افراد بیٹھے تھے۔ چونکہ آپ کا یہ حکم تھا کہ آپ کو دیکھ کر کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور نہ کوئی تعظیم کے لئے کھڑا ہو۔ اس لئے سب نہایت خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ شیخ غلام احمد بانسوی آپ کے قدیم مخلص اور طبیعت شناس تھے۔ وہ مسجد شریف کے والوں میں بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے آپ کی بات سنی ہاتھ باندھ کر یہ ادب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ آپ کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ آپ کی پشت پر تھے۔ اُن کی آواز کو سن کر آپ نے فرمایا: ہاں غلام احمد ادھر آؤ دیکھو ہم زید سے یہ کہہ رہے ہیں: اور آپ نے اپنی بات دہرائی۔ شیخ غلام احمد نے کہا: حضور کا ارشاد درست ہے اور اگر حضور مناسب سمجھیں تو پھر شریف کے اندر بھی ایک قبر کی جگہ ہے۔ حضور ماس کو پسند فرمائیں۔ یہ بات سن کر آپ کے مبارک چہرے پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا: کیا پھر شریف کے اندر ایک قبر کی جگہ ہے؟ اچھا چلو اور ہم کو دکھاؤ: چنانچہ آپ اور یہ عاجز اور شیخ غلام احمد پھر شریف میں داخل ہوئے۔ شیخ غلام احمد نے وہ جگہ آپ کو دکھائی جہاں اب آپ استراحت فرماتے ہیں۔ آپ نے شیخ غلام احمد سے فرمایا: اچھا تم اس جگہ پر لیٹ کر ہم کو دکھاؤ: چنانچہ شیخ غلام احمد اس جگہ بیٹھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: جبرائیل اللہ یہ جگہ بہت اچھی ہے ہاں زید یہ جگہ ہمارے لئے مناسب ہے۔

ناؤ یہ فرما کر آپ حرم سرالشریف لے گئے اور وہاں آپ نے اپنا مبارک ہاتھ عاجز کے کندھے پر سے اٹھایا اور انگر کھازیب تن فرما کر بیٹھک میں تشریف لے گئے اور رات کے دو بجے تک حلقہ فرمایا۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ مستقل طور پر سالہ میں خانقاہ شریف تشریف لائے اور آپ نے خانقاہ شریف از سر نو تعمیر کرائی اور آپ حجاز مقدس جانے سے قبل تقریباً دو ڈھائی سال خانقاہ شریف میں مقیم رہے۔ لیکن آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ محرم شریف کے اندر بہ پہلوئے حضرت شاہ ابوسعید قدس سترہ جہت غرب ایک قبر کی جگہ ہے۔ یہی کیفیت آپ کی اپنے گھر میں تھی کہ بجز نشست گاہ اور اپنے سریر یا متوضی و مصلی وغیرہ کے آپ کو کسی جگہ اور کسی شے کی خبر نہ تھی۔ اور نہ آپ کسی شے کی طرف متوجہ ہوتے تھے ہمہ وقت وہمہ جاستوجہ بہ جناب مولیٰ جل شانہ رہتے تھے۔ آپ کے پاس جبری آتی تھی اس میں لوٹ ہوتے تھے، یا کسی نے لغاف میں رکھ کر نوٹ پیش کئے ہیں۔ آپ نے وہ رجسٹری یا لغاف رکھ دیا ہے۔ نہ کبھی آپ کو وہ یاد آیا اور نہ کبھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہم شیرگان صفائی کرتی تھیں تو نوٹ جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اور آپ اس شخص کے حوالہ کر دیتے تھے جس کے پاس آپ کا حساب رہتا تھا۔ آپ کا دنیوی امور سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا۔ اور امور دین کا یہ حال تھا کہ چار سال کی عمر سے جو ذکر پاک یا جو ہدایت سنی وہ دن اور تاریخ کے ساتھ یاد تھی

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ لَهٗ كِيْفِيَّتْ اَبِیْ كِهٖ اَحْوَالِ مَبَارَكِ سَیِّدِ عَلَیْہِ السَّلَامِ

حضرت والدہ صاحبہ اسپتال میں بستری ملالت پر تھیں۔ بڑی ہمیشہ صاحبہ ان کی تیمارداری کے لئے ان کے پاس تھیں۔ منجلی ہمیشہ صاحبہ پانی پت میں تھیں۔ صرف چھوٹی ہمیشہ صاحبہ اور حضرت برادر کلاں کی اہلیہ صاحبہ گھر میں تھیں اور چودھری مولاداد خاں خورجی کی اہلیہ اور دختر اور بہو اور حکیم جی کی بیٹی (سید احمد خاں کی بہو یعنی سید حامد کی بیوہ) میر قادر علی کی بہو اور آپ کی رشتہ کی بھانجی منظر جہاں اور ایک دوستورات تھیں۔ آپ کی خبر گیری اور خدمت کرنے کے قابل ان میں سے ایک بھی نہ تھی۔ پنا برس دوران علالت میں آپ کی خدمت حضرت برادر کلاں و حاجی ملا احمد خاں و ملا جان محمد حسین خیل نے کی۔ آپ کی علالت سات دن رہی۔ پہلے دن کی علالت کا کسی کو علم نہ تھا۔ جب آپ نے عشاء کے بعد عاجز سے کہا نوپہ چلا کر آپ علیل ہیں۔ آپ نے حلقہ مبارک کو ناغہ کیا۔ چنانچہ جمعہ کا دن تمام کر کے شبِ شنبہ کو دو بجے تک بیٹھک میں حلقہ و توجہ میں مصروف رہے۔ شنبہ ۲۳ جمادی الآخرہ کے دن آپ اپنی قیام گاہ میں رہے۔ تفریح کے واسطے یا عصر و مغرب و عشاء کی نماز کے واسطے باہر تشریف نہ لائے۔ دن کو آپ نے ہم تینوں بھائیوں کا مدرسہ سے آنے پر سبق سنا اور

حسب معمول چائے دونوں وقت نوش فرمائی۔ صبح کو چائے کے ساتھ ایک دوپاپے (بسکٹ) استعمال فرمائے تھے۔ رات کو (شب یکشنبہ ۲۴ جمادی الآخرہ) اپنی قیام گاہ میں رات کے دو بجے تک حلقہ و توجہ میں مصروف رہے۔ آپ شمال رُویہ والا ان میں رہتے تھے۔ وہاں اپنی مسند پر رہے اور جنوب رُویہ والا ان میں پندرہ بیس مخلصین مصروف ذکر و فکر رہے۔ یہ حلقہ شب دوشنبہ ۲۵ جمادی الآخرہ اور شب رُشنبہ ۲۶ جمادی الآخرہ اور شب چار شنبہ ۲۷ جمادی الآخرہ کو بھی ہوا۔ اگرچہ اپنی اپنی مسند سے لگے رہے البتہ شب چار شنبہ کو ضعف و نقاہت کی وجہ سے بارہ بجے حلقہ ختم ہو گیا۔ یکشنبہ دوشنبہ و رُشنبہ کو آپ نے صرف چائے استعمال فرمائی۔ آپ عمدہ سبز چائے بغیر شیر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت برادر کلاں دوشنبہ سے مدرسہ کو نہیں گئے۔ یہ عاجز اور برادر خورد دوشنبہ اور رُشنبہ کو بھی مدرسہ گئے اور وہاں سے آکر آپ کو سبق سنایا۔

رُشنبہ کو شیخ محمد رفیع تاجر ظروف چینی آپ کی جائداد کا کرایہ لے کر آئے لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوئی اور کرایہ اُن کے پاس رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حافظ غلام محمد باغ والے رامپور کی مسجد شریف کے کلاس لے کر آئے۔ آپ نے ان کو اندر بلایا اور کلاس دیکھے۔ آپ کو کلاس پسند آئے اور حافظ غلام محمد کو دعائیں دیں اور مسجد شریف کی تعمیر کے واسطے مزید ڈھائی ہزار روپیہ دیا۔ حافظ جی کی وفات رُشنبہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۷۷ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ہوئی۔ آخر وقت تک وہ ان دعاؤں کو یاد کر کے نذر گوہر غلطان پیش کرتے رہے۔ رحمہ اللہ۔

دوشنبہ کے دن عصر تک آپ کا مرض کا پوری طرح احساس کسی کو نہ ہوا۔ جب آپ نے یکشنبہ کو بھی کچھ تناؤ نہ فرمایا اور دوشنبہ کو بھی بجز ہری چائے کے کوئی شے نہ لی تو ڈاکٹر سید عبدالرحمن کو عصر کے بعد بلایا یہ ڈاکٹر انصاری صاحب کے رفیق تھے اور اُن کا علاج شروع ہوا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر عنایت اللہ کا علاج تھا جو آپ کے قدیم مخلص تھے۔

رُشنبہ کے دن منزل اللہ خاں اور امین الاسلام تھوڑی دیر کے واسطے آپ سے ملے۔ آپ نے اس دن تھوڑی دیر مُسند شریف کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ مولوی بخش اللہ عصر کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کچھ باتیں کیں اور فرمایا: میاں آثار اچھے نہیں ہیں۔ بعض افراد کو آپ کے اس

۱۵۔ ذکر خیر کے اخیر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے حضرت شاہ محمد مرشد کی مسجد شریف کو از سر نو بنانے کی خدمت حافظ غلام محمد کے سپرد کی تھی۔ دو ہزار روپے آپ نے ڈیڑھ مہینہ پہلے دیئے تھے اور ڈھائی ہزار اب دیئے۔ آپ کے بعد کچھ رقم ہم بھائیوں نے بھی دی تاکہ باقی ماندہ کام کی تکمیل ہو جائے۔

ارشاد پر تعجب بھی ہوا۔ لیکن اُن کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ۔

آپ کو شعبہ سے اجابت نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر عنایت اللہ نے خیال کیا کہ آپ کا بخار نہیں ٹوٹ رہا ہے اور اس کی بڑی وجہ قبض کا رہنا ہے۔ لہذا انھوں نے مغرب سے پہلے رافع قبض دوا دی۔ اس دوا سے رات کے بارہ بجے تک آپ کو چار غل ہو گئے۔ اور آپ کی کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ پھر بیٹھ نہ سکے۔ مخلصین آپ کے ضعف کو دیکھ کر گھبرائے اور رات کے ایک بجے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ ظاہر نہ کیا۔ اتنی بات ضرور کہی۔ مسہل نہ دینا چاہیے تھا۔

چار شعبہ ۲۴ جمادی الآخرہ آپ پلنگ پر لیٹے رہے۔ اچھا ناچستان مبارک کھول لیا کرتے تھے ورنہ انوار الہیہ میں محو رہتے تھے۔ دن میں کسی وقت برادرِ خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سفید پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور حاجی ملا احمد جان محمد حسین خیل اور محمد زمان خروئی سے جو کہ تیس سال پہلے بیعت ہوئے تھے فرمایا۔ دیکھو ہمارے سالم نے کیسی اچھی پگڑی باندھی ہے۔ اور آپ نے برادرِ خورد کو دعائیں۔

آپ سارے دن لیٹے رہے۔ آج آپ نے چائے بھی نہ پی۔ آپ کے سانس میں کوئی خرابی نہ تھی، نہ آپ کے مبارک سینہ پر بلغم کا اثر تھا، البتہ بخار تھا اور کچھ تیز تھا۔ آج جو نئی بات ہوئی وہ آپ کی تشنگی تھی۔ صبح سے رات کے نو دس بجے تک آپ نے پچاس ساٹھ مرتبہ پانی پیا۔ اگرچہ آپ ایک آدھ گھونٹ ہی نوش فرماتے تھے۔ لیکن طلب ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوتی تھی۔ کوئی نہ سمجھا کہ کس بنا پر آج آپ کو اتنی پیاس لگی۔ مغرب کے بعد یعنی پنجشنبہ کی شب کو حکیم محمد احمد خاں آپ کے دیکھنے کو آئے۔ اگرچہ انھوں نے کچھ نہیں کہا لیکن آپ پر نظر پڑتے ہی اُن کے چہرے پر نا اُمیدی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور جو شخص اُن کے ساتھ آیا تھا جاتے وقت اس سے کہا۔ حالت خطرناک ہے۔ تقریباً نو ساڑھے نو بجے یہ عاجز اور برادرِ خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جان محمد حسین خیل آپ کے اوپر کے حصے کو آہستہ آہستہ دبا رہے تھے۔ ہم دونوں پلنگ پر بیٹھ کر آپ کی مبارک پٹیلیوں کو دبانے لگے۔ تقریباً دس سوا دس بجے آپ نے آنکھیں کھولیں۔ حضرت برادرِ کلاں کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ عاجز نے کہا کہ وہ ابھی کہیں گئے ہیں۔ ہم دونوں کو دُعا دے کر فرمایا۔ جاؤ تم دونوں سو جاؤ۔ برادرِ خورد چلے گئے اور یہ عاجز آپ کے پاؤں دباتا رہا۔ تقریباً گیارہ بجے آپ نے پھر آنکھیں کھولیں اور اس عاجز کا نام لے کر فرمایا۔ تم اب تک بیٹھے ہو۔ عاجز نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت کی۔ یہ عاجز عصر کو اسپتال گیا تھا۔ عرض کیا کہ اسپتال میں ہیں اور خیریت

سے ہیں۔ آپ نے دعائیں دیں اور نہایت محبت سے فرمایا: اب بہت دیر ہو گئی ہے، جاؤ اور سو جاؤ۔ عاجز سے یہ آپ کی آخری بات تھی۔ اکیاون سال ہو گئے ہیں اور آپ کی وہ دعا اور وہ محبت بھرے الفاظ تسکین قلب اور راحت جان بنے ہوئے ہیں۔ رحمۃ اللہ و فی عنہ۔

پنجشنبہ ۲۸ جمادی الآخرہ، صبح اس عاجز کو معلوم ہوا کہ رات کو تہجد کے وقت آپ اپنے **ارتحال** بستر سے ایک دم کھڑے ہو گئے اور چار پانچ قدم چل کر پھر بستر پر آن کر لیٹ گئے اور پھر تا آخر دم نہ آپ نے آنکھ کھولی، نہ کچھ طلب کی، نہ کسی سے بات کی۔ اس دن سب کو یقین ہو گیا کہ اب آپ اس وادِ احزان سے وادِ جنان کو تشریف لے جانے والے ہیں۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب مسجد شریف سے مخلصین و مریدین نکلے تو انھوں نے آسمان پر ابر کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ شام تک آسمان پر ابر چھا گیا اور ترشح شروع ہو گئی۔ اہل علم سمجھ گئے کہ آسمان رونے کی تیاری میں مصروف ہے۔ حکیم حافظ محمد اجل خاں شریفی دہلی سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ظہر کے بعد وہ دہلی پہنچے۔ آپ کی علالت کا حال سن کر فوراً آپ کے دیکھنے کو آئے۔ مگر آپ کو دیکھ کر نہایت افسردگی کے ساتھ واپس ہوئے اور قدرے جواہر مہرہ ارسال کیا تاکہ پانی میں گھول کر آپ کو دیا جائے۔ اور حافظ عبدالحکیم کو پیغام بھیجا کہ مجھ کو آپ کی حالت سے مطلع کرتے رہو۔

مخلصین پاک نہاد مسجد شریف میں مدہوش بنے بیٹھے تھے۔ دس پندرہ افراد آپ کے مکان کے جنوبی دالان میں مصروف آہ و زاری تھے۔ اس درد و کرب کے عالم میں حاجی ملا احمد خان جنوبی دالان میں گئے اور سورہ و التازعات تلاوت کی۔ خود رو رہے تھے اور حاضرین اُن کا ساتھ دے رہے تھے عالم درد میں کسی کے منہ سے لفظ مبارک اللہ کی صدا نکلتی تھی۔ رات کے بارہ بجے رعد و برق کا شور شروع ہوا اور مینہ نے شدت اختیار کی۔ بَنَکَتْ عَلَیْہِہُمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ کا ظہور ہوا۔

رات کے ایک بجے حافظ عبدالحکیم اور حاجی ملا احمد نے آپ کے پلنگ کو ٹھیک کیا اور پھر ان دونوں نے دوران کے ساتھ مولوی بخش اللہ اور مولوی بدرالاسلام نے سورہ یاسین پڑھنی شروع کی۔ آپ عام طور پر رات کے دو بجے حلقہ ذکر شریف سے فارغ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ شب جمعہ ۲۹ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ مطابق ۲۷ دوسلہ شمس ہجری اور ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء کو رات کے دو بج کر پانچ منٹ پر یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلَی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَۃً قَاذِیْہِیْ فِی عِبَادِیْ وَاَدْخِلِیْ جَنَّۃِیْ فِی صَدَاقِیْ نے منی اور لَیْسَ لَکَ اللّٰهُ رَبُّنَکَ کہتی ہوئی آپ کی پاک رُوح اعلیٰ علیتین کو پرواز کر گئی۔

فَقَدْ نَاءَ وَالْأَمَالَ تَرْجُو أَحْيَاكَ وَفِي اللَّيْلَةِ الظُّلُمَاءِ يُفْتَقَدُ الْبَدْرُ
رَضِينَا بِقَضَاءِ اللَّهِ وَقَدْ رَكَا، اللَّهُمَّ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا، إِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ۔

آپ کی وفات کے نصف گھنٹہ بعد بارشیں رک گئی۔ زمین بچے تک مارے چکنے لگے اور صبح تک سارے شہر میں وفات کی خبر پھیل گئی اور غلق خدا جماعت و فرادی خانقاہ شریف آنے لگی۔

غسل اور کفن | مخلصین پاک نہاد کو پروردگار کامل اجر دے انہوں نے صبح کے ساڑھے چار پانچ بجے تک آپ کو غسل دے کر کفن پہنا دیا۔ ڈیڑھ سال پہلے کوئٹہ میں حاجی محمد اسلم مارکیٹی بیس گز ٹکھا زمزم سے دُھلا ہوا آپ کے واسطے حجاز مقدس سے لائے تھے۔ آپ بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا اس کو حفاظت سے رکھ لو، یہ ہمارے کام آئے گا۔ وہی کپڑا آپ کے کفن میں صرف ہوا اور حضرت والدہ صاحبہ نے بیت اللہ شریف کے غلاف کا ایک ٹکڑا دیا، جس میں کلمہ طیبہ بناؤٹ میں لکھا ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ جس وقت یہ مبارک ٹکڑا آیا تھا آپ نے فرمایا تھا۔ اس کو ہمارے سینہ پر رکھوانا۔ وہ مبارک ٹکڑا آپ کے مبارک سینہ پر ایسا درست آیا گویا کہ آپ کے مبارک سینہ کا ناپ لے کر کوئی لایا ہو۔ نہلا لے اور کفن کرنے کے بعد آپ کو قبیح خانہ شریف میں لا کر رکھ دیا گیا۔ اور لوگ تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔

قبر مبارک | شیخ غلام احمد انسوی، حافظ غلام محمد باغ والے چودھری مولاداد خاں خوجوی اور شیخ حسین علی نے جب عشاء کو آپ کی کیفیت متغیر دیکھی تو فوراً سنگتراشوں کو بلوالیا تاکہ وہ اس جگہ کا فرش اُکھڑیں جہاں قبر تیار کرانی ہے۔ چنانچہ بارش کے تھمتے ہی کام شروع ہوا۔ اور عصر تک قبر تیار ہوئی۔

صبح کو نو بجے تک امین الاسلام اور نواب منزل اللہ خاں آئے۔ یہ دونوں صاحبان قبر کی اجازت حاصل کرنے کے واسطے روانہ ہوئے۔ اُن کے ساتھ حاجی ملا احمد خان بھی گئے۔ افسر ایک انگریز تھا۔ امین الاسلام اس سے ملے۔ اس نے کہا۔ آپ کل کسی دوسرے کے واسطے پھر آئیں گے۔ امین الاسلام نے باہر آکر نواب منزل اللہ خاں سے یہ بات کہی۔ وہ جب اندر گئے ملا احمد خاں بھی ساتھ گئے اور ملا صاحب نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر انگریز افسر کے سامنے رکھا۔ وہ اس کاغذ کو پڑھ کر کھڑا ہوا اور ملا صاحب کو کرسی پر بیٹھنے کو کہا اور فوراً اجازت نامہ لکھ کر دیا۔

وہ کاغذ کیا تھا | ڈیڑھ سال پہلے ملا صاحب اپنے گھر میں افغانستان کے علاؤ کٹوا میں تھے، اچانک ایک ہوائی جہاز وہاں آکر میدان میں اُترا۔ یہ جہاز انگریزوں کا تھا۔

اس میں سے دو انگریز نکلتے۔ لوگوں نے جب جہاز اترتے دیکھا جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔ ملا صاحب بھی وہاں پہنچے۔ یہ علاقہ نہایت سرکش افراد کا مسکن ہے۔ ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ دونوں انگریزوں کو قتل کر دیں اور ان کا سامان لوٹ لیں۔ چونکہ ملا صاحب کا اس علاقہ میں اچھا اثر تھا۔ انہوں نے انگریزوں کو اپنی حفاظت میں لیا اور ان کو اور ان کے سامان کو لے کر اپنے گھر آئے۔ پھر آدمی رات کو گھوڑوں کا انتظام کر کے انگریزوں کو کابل کی طرف لے کر چلے۔ انہوں نے انگریزوں کو پٹھانی کپڑے پہنائے اور دو ڈھائی سو میل کا علاقہ طے کر کے کابل پہنچے اور وہاں امیر امان اللہ خاں کے سپرد دونوں انگریزوں کو کیا۔ ان دو انگریزوں میں سے ایک ہوائی جہاز کا چلانے والا تھا اور دوسرا بڑا افسر تھا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے ان کو جہاز اتارنا پڑا تھا۔ انگریز افسر نے اپنے چھپے ہوئے کاغذ پر ایک خط لکھ کر ملا صاحب کو دیا۔ اس عاجز نے وہ خط دیکھا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا: اس خط کا حال ملا احمد خان ہے۔ اس نے میری اور میرے ساتھی کی جان بچائی ہے۔ لہذا میں ہر برٹش افسر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملا صاحب کی مدد کرے اور ان کا جو کام ہو اُس کو کر دے۔ ملا صاحب ایک سال پہلے جب حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس خط کا ذکر آپ سے دلی کی پہاڑی پر (باؤڑ کے مقام پر) کیا تھا۔ یہ عاجز اس وقت موجود تھا۔ آپ نے ملا صاحب سے فرمایا: تم اس خط کو حفاظت سے رکھو کام دے گا۔ چنانچہ اس وقت اس تحریر نے یہ کام دیا کہ انگریز افسر نے فوراً اجازت نامہ لکھ کر ملا صاحب کے حوالہ کیا۔ یہ خط بچہ سقہ کی شورش تک ملا صاحب کے پاس محفوظ تھا۔ اس ہنگامہ طوائف الملکی میں ملا صاحب نے اس خط کو جلا دیا۔ اس خط نے صرف یہی کام دیا اور اس طرح آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا کہ تم اس خط کو حفاظت سے رکھو کام دے گا۔

نماز جنازہ حاجی ملا احمد گیارہ بجے تک اجازت نامہ لے کر آئے۔ منتظرین مخلصین صبح سے خلق خدا کے ہجوم کو دیکھ رہے تھے کہ خانقاہ شریف اور تسبیح خانہ بھرا ہوا ہے۔ شکر برقی دھرنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہر ایک کی تمنا ہے کہ آپ کے جنازے کی نماز پڑھے۔ لہذا ان افراد نے آپ کے پلنگ سے چار بانس باندھے اور آپ کے جنازے کو پرید کے میدان (جامع مسجد کے سامنے) لے چلے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت مخدوم الانام قیوم جہان کا جنازہ خانقاہ شریف سے چلا اور بمشکل ایک بجے میدان میں پہنچا۔ اس وقت یہ میدان کامل اور مسطح تھا۔ خلق خدا کا اندازہ اس میدان میں ہوا۔ تقریباً میدان بھرا ہوا تھا۔ دلی کی حکومت نے تمام مسلمان ملازموں

کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے مخدوم کے جنازے کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ممبران اسمبلی اور وائسرائے کے دفتر میں بھی تمام مسلمانوں کو چھٹی مل گئی تھی۔ میرٹھ، پانی پت، سونی پت، غازی آباد، خوجہ، بلند شہر، فرید آباد، مہرولی سے ہزار ہا افراد جنازہ کی نماز پڑھنے آئے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد جناب برادر کلاں حضرت ابوالفیض بلال ادا م السہار خادہ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ ہزار ہا ہندو ایک طرف کھڑے رنج و افسوس کر رہے تھے۔ خانقاہ شریف سے جامع مسجد اور تڑاہا بہرام خان اور جڑی والان وغیرہ تک تمام ہندو و کاندھاروں نے دوکانیں بند رکھی تھیں۔ تقریباً دو سو بیٹھان مخلصین موجود تھے۔ اُن کا کام یہ تھا کہ جنازہ شریفہ کی حفاظت کریں اور ہم تینوں بھائیوں کو گھیرے میں لے کر یہ حفاظت چلیں۔ نماز جنازہ کے بعد خانقاہ شریف کو روانگی ہوئی۔ ازدحام کی وجہ سے آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدم ہزار جان است کی کیفیت تھی۔ تمام بالا خانے اور چھتیں ذکر و اناث سے بھری ہوئی تھیں۔ ہر طرف سے رونے کی صدا اٹھ رہی تھی۔

ع۔ تو نیز بر مہربام آعجب تماثلے است

کوئی اوپر سے پھول برسارہا تھا۔ کون عرق گلاب چھڑک رہا تھا کوئی اپنے آنسو بہا رہا تھا۔ یہ دس منٹ کا رات بہ وقت تمام دو گھنٹہ میں طے ہوا۔ چوں کہ قبر مظہر بھی تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ کے جنازہ کو رکھا گیا۔ اور عاشقوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہیں۔ منتظین نے اس کا انتظام کیا۔ اور سب نے زیارت کی مجلس ہو رہا تھا کہ نیم گنوم العروس کی کیفیت میں آنکھ بند کئے لیٹے ہیں۔ انوار الہیہ جبین مبین سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ اکثر اپنا یہ شعر پڑھا کرتے اور مخلصین کے خطوط میں اور اوراق مختلفہ پر لکھا کرتے تھے۔

حَنَانِيكَ قُلُّ لِي عِنْدَ نَزْعِي وَمَقْبَرِي لَكَ الْأَمْنُ عَبْدِي مِنْ عَذَابِي تَفَضَّلَا

آپ کو اپنے مولائے کریم و رحیم سے اس کی کامل اُمید تھی اور حدیث قدسی ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔ لہذا مولائے رحیم و کریم نے آپ کے مبارک ظن کو پورا کیا ہوگا۔ اور آپ کو نہ صرف نوید مغفرت بلکہ دولتِ رضا سے مالا مال کیا ہوگا۔

قاری فیوض الرحمن ایم۔ اے نے ماہنامہ رشاد کی جلد اول شمارہ ۸، ۹

محمد زمان خان کا بیان

میں قاری محمد زمان خان کے متعلق تحریر کیا ہے۔

آپ ۱۸۹۶ء میں تحصیل ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ نسبتاً ہزارہ قوم سے تعلق رکھتے تھے ۱۹۲۲ء

میں دہلی کے لئے رخت سفر باندھا وہاں دو سال مدرسہ حسینیہ میں تحصیل علم میں مصروف رہے اور ساتھ ہی قطب زمانہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی کی خدمت میں پہنچنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہے، لیکن جب ذریعہ ملا تو وہ نہ ملے۔ ایک روز قبل از نماز جمعہ سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے

مزار پر جبکہ آپ (محمد زمان خان) تلاوت قرآن میں مصروف تھے وہاں کے مجاوروں کو یہ کہنے سنا کہ آج دہلی کا قطب الاقطاب دنیا سے رخصت ہو گیا۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ شاہ ابوالخیر کا انتقال ہو گیا ہے اور نماز جمعہ کے بعد ہی اُن کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ آپ تیزی سے لال قلعہ اور شاہجہانی مسجد کے درمیانی وسیع و عریض میدان میں پہنچ گئے وہیں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے بغرض آخری زیارت اُن کی چارپائی خانقاہ معلیٰ کی مسجد میں لا کر رکھ دی گئی۔ یہاں آپ نے (محمد زمان خان نے) دو مرتبہ ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ ہی کے قول کے مطابق حضرت کے چہرے سے نور ٹپک رہا تھا اور لبوں پر مسکراہٹیں کھل رہی تھیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم جو مرگ آید تبسم بربِ دوست

تدفین (۱) یار محمد خردی۔ آپ کے ۳۵ سالہ مرید و عاشق (۲) حاجی ملا احمد خان منٹاخیل (۳) ملایا سین جُزبانی (۴) حافظ افتخار الہی میرٹھی (۵) حافظ حفیظ الدین میرٹھی (۶) امین الاسلام کلکتوی (۷) منزل اللہ خاں رئیس بھیکن پور۔ ہم تینوں بھائی پاس ہی کھڑے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے ہاتھ بھی لگوا دیئے تاکہ اس سعادت میں شمولی ہو جائے۔ حافظ عبدالحکیم حافظ غلام محمد، شیخ غلام احمد اور ایک دو پٹھان ہمارے ساتھ کھڑے تھے۔ تدفین سے فارغ ہو کر عصر کی نماز آخر وقت میں پڑھی گئی۔

عاشق صادق شیخ غلام احمد ہانسوی اس وقت مزار شریف کے پاس آپ کے عاشق صادق شیخ غلام احمد ہانسوی نے یہ چار شعر فی البدیہہ پڑھے۔

۱۔ شاہ ابوالخیر بہ صد خیر بہ سیرِ جنت	رفتگی و دیدہ پرخوں بہ فراقت کردیم
۲۔ روح پاک تو طلب کرد خدا در قربت	خاک بادا بر سرِ ما کہ بہ خاکت کردیم
۳۔ ذات پاک تو فنا گشت بہ ذاتِ واحد	ما عجب تیرہ دروناں کہ بہ خاکت کردیم
۴۔ لے دعا کے تو سپر بود ز آفت مارا	زین جہت قصدِ نہایت بہ بذات کردیم

۱۔ شاہ ابوالخیر آپ بہ صد خیر جنت کی سیر کو تشریف لے گئے اور ہم نے آپ کے فراق میں خون سے آنکھیں بھریں۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قربت میں طلب کیا۔ ہمارے سروں پر خاک پڑے کہ ہم نے آپ کو خاک میں کھنڈا۔
۳۔ آپ کی ذات فنا ہوئی واحد کی ذات میں ہم کیسے بے عقل ہیں کہ ہم نے آپ کو خاک میں کر دیا۔

۴۔ آپ کی دعا آفت سے ہمارے سپر تھی اور اسی وجہ سے ہم نے عالم امر کے لطائف سے ابتداء کی ہے جو انتہائی مرحلہ ہے۔

اس سلسلہ میں ذکرِ خیر میں سلوکِ نقشبندیہ کو ملاحظہ کریں۔

شیخ غلام احمد حضرت سیدی الوالد کے ابتدائی دور کے مخلصین میں سے تھے۔ انہوں نے تیس سال آپ کی خدمت کی تھی۔ وہ حضرات نقشبندیہ کی اصطلاحات سے واقف تھے۔ جب اُن کے شعر کو حاضرین نہ سمجھ سکے تو انہوں نے روتے ہوئے کہا۔ اگر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو اس شعر کی داد دیتے۔

حافظ عبدالحکیم دہلوی نے عاجز سے بیان کیا کہ میں نے شیخ غلام احمد ہانسوی کی وہ کیفیت دیکھی ہے کہ جب حضرت صاحب جمعہ کی نماز پڑھ کر جامع مسجد سے خانقاہ شریف تشریف لاتے تھے وہ آپ کے پیچھے آہ دُبا کرتے ہوئے چلتے تھے اور بعض اوقات اُن کی یہ حالت ہوتی تھی کہ جس جگہ حضرت صاحب کا قدم پڑا ہے اس جگہ کو وہ چومتے تھے اور اپنا ماتھا اور منہ رگڑتے تھے۔

برزینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدہ صاحبِ نظرانِ خواہد بود

(جس جگہ آپ کا قدم پڑے گا، اصحابِ نظر کی سجدہ گاہ سالہا رہے گی)

مغرب کی نماز پڑھ کر جب شیخ غلام احمد مزار پیر انوار کی طرف آئے انہوں نے دیکھا کہ رازین نے مزار شریف پر پھول چڑھائے ہیں اور موم کی بتیاں روشن کی ہیں۔ وہ بے قراری کے ساتھ پانچ سات منٹ ٹہلتے رہے اور پھر بلند آواز سے پڑھا۔

بر مزار پیر روشن ہم چراغے ہم گلے ہم بر پروانہ سوزد ہم صدائے بلبلی

(ہمارے پیر روشن کے مزار پر چراغ بھی ہے پھول بھی ہے پروانہ کا پر بھی جل رہا ہے اور بلبلی صدابھی کر رہی ہے)

اُن کا شعر پڑھنا تھا کہ عاشقانِ پاک نہاد مصروفِ آہ دُبا ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ علیل ہوئے، ڈاکٹر عنایت اللہ، ڈاکٹر سید عبدالرحمن، ڈاکٹر مختار احمد انصاری کا علاج ہوا۔ چار شبہ کو حکیم محمد احمد خاں نے دیکھا۔ اس وقت تک آپ بات کر رہے

تھے لیکن مرض کی تشخیص صحیح طور پر نہ ہوئی۔ مولوی بخش اللہ بہت ساعی رہے کہ آپ کے مرض کو معلوم کر سکیں۔ اس سلسلہ میں وہ ڈاکٹروں سے بھی ملے لیکن کچھ معلوم نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھا ہے: "حضور کا مرض تشخیص نہ ہو سکا، مگر عام خیال یہ ہے کہ نمریہ تھا۔ آیامِ علالت میں کھانا مطلق نہیں کھایا، نہ کسی نے آہ کی آواز سنی نہ کوئی دنیوی بات کی اور اپنے مالک کی یاد کے سوا کوئی

خیال نہ تھا، مولوی بخش اللہ نے عام خیال نمونیہ کا لکھا ہے، یہ بات عاجز سے بھی بعض افراد نے کہی تھی اور بعض افراد نے کہا تھا کہ آپ کو سرسام ہو گیا تھا۔ لیکن آپ پر نہ نمونیہ کا اثر ظاہر تھا اور نہ سرسام کا۔ شنبہ، یکشنبہ، دو شنبہ اور سہ شنبہ کو آپ اپنے مکان کے دالان میں دن کو تھوڑی دیر رونق افروز رہے پھر چائے بھی قدرے نوش فرمائی۔ بعض افراد نے ملاقات بھی کی۔ ان سے آپ کی بات ہوئی۔ رامپور میں جو مسجد شریف آپ بنوا رہے تھے اس کے کلس کو بھی دیکھا اور خوش ہوئے اور ہم بچوں سے بھی گفتگو فرمائی۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنی تکلیف کا بیان فرما دیا کرتے تھے لیکن اس موقع پر نہ آپ نے سینہ کی تکلیف کا ذکر فرمایا، نہ سانس لینے میں تکلیف محسوس کی، نہ سینہ پر بلغم کا اثر تھا۔ آپ نے چار شنبہ کا دن تمام کر کے رات کے گیارہ بجے آنکھیں کھول کر عاجز کو دیکھا اور گفتگو فرمائی۔ نہ عاجز کے پہچاننے میں آپ کو مغالطہ ہوا۔ نہ ایسی کوئی بات فرمائی جس سے بہکنے کا بہتہ چلے۔ اور نہ آپ کی چشمان مبارک میں کوئی اثر تھا۔ لہذا نمونیہ یا سرسام کی تشخیص سے یہ عاجز متفق نہیں ہے۔ بے شک آپ مریض ہوئے اور آپ نے سہ شنبہ کے دن عصر کے وقت مولوی بخش اللہ سے فرمایا: "میاں آثار اچھے نہیں ہیں" لیکن نہ خود آپ نے کسی مرض کا نام لیا اور نہ اطباء نے اس سلسلہ میں کچھ کہا۔ اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ ابتدائے مرض سے تا انتہا اطباء نے دوائیاں دیں لیکن اثر کسی کا ظاہر نہ ہوا۔

ایک خیال عاجز سے بعض مخلصین نے کہا کہ آپ کا اصل مرض وہ صدمہ تھا جو ۱۳ فروری ۱۹۲۲ء کا دن تمام کر کے رات کے نویس بجے پیش آیا۔ یعنی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۴۳ھ کی شب کو۔ اس واقعہ کے بعد سے تا وفات آپ نمایاں طور پر گھٹنے لگے تھے۔ اور اس واقعہ کے دو مہینے بعد سے حضرت والدہ صاحبہ کی علالت بھی شروع ہوئی جس کا آپ پر بہت اثر ہوا۔ چار شنبہ کا دن حمام کر کے شب پنجشنبہ کو رات کے گیارہ بجے یعنی رعلت فرمانے سے ستائیس گھنٹے پہلے جب آپ نے آنکھ کھول کر عاجز کو دیکھا تو حضرت والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ پھر اس واقعہ مؤلمہ کے متعلق ایک بات ارشاد کی اور خاموش گئے۔ گویا کہ آپ ضبط فرما رہے تھے۔ پھر دو تین منب کے بعد عاجز کو دعائیں دے کر رخصت کیا۔ عاجز کا خیال یہ ہے کہ آپ کا اصل مرض وہی صدمہ تھا اور آپ اس کو ضبط فرما رہے تھے۔

ایک دن کسی نے مسلمانوں کی پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ سب کچھ ہماری بد اعمالی کا نتیجہ ہے اور اس مصیبت کا ہم کو اس قدر صدمہ ہے جو بیان نہیں ہو سکتا۔ ہم کو جزع فزع کی عادت نہیں۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ ان صدمات کے غم سے ہمارے اعضاء پر بڑا اثر پڑتا ہے اور صحت میں فرق آگیا ہے۔ حَسْبُنَا اللہ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ"

مولوی بخش اللہ حقیقی معنوں میں آپ کے مخلص اور فرید تھے۔ اُن کی کوشش رہا کرتی تھی کہ کسی طرح آپ کی طبیعت کو خوش کریں۔ وہ اپنی نیکی اور سیدھے پن کی وجہ سے آپ سے کوئی ایسی بات کہہ جاتے تھے کہ کوئی دوسرا ہرگز نہ کہہ سکتا تھا۔ آپ کبھی ان کو جھڑک دیتے تھے اور کبھی بیوقوف سمجھ کر ہال جاتے تھے۔ مولوی بخش اللہ کو آپ کے اس صدمہ کا بہت خیال تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اس صدمہ نے آپ کو ایسا گھلا دیا جس طرح پانی بتاشہ کو گھلا دیتا ہے۔ علالت سے کچھ دن پہلے مولوی بخش اللہ نے آپ سے کہا "حضور! اس واقعہ کو آپ بھول جائیں" آپ نے اُن سے فرمایا "تم جیسے بے غیرت اس کو بھول سکتے ہیں، ہم اگر بھلانا بھی چاہیں تو نہیں بھلا سکتے" عاجز کے نزدیک آپ کا حقیقی مرض یہی صدمہ تھا۔

آپ نے جمعہ ۲۲ جمادی الآخرہ کا دن تمام کر کے رات کے نو بجے جو جگہ اپنی قبر کے واسطے پسند کی تھی، ساتویں دن عصر کو آپ اُسی جگہ استراحت فرما ہوئے۔ بے شک "الْمَوْتُ جَسَدٌ يُؤْصِلُ الْحَيَاتِ إِلَى الْحَيَاتِ" آپ نے مدارج وصال طے فرمائے۔ لیکن پسماندگان کے حسبِ احوال یہ شعر ہے۔

وَمَا كَانَ خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا هَٰذَا وَاجِدٌ وَلَكِنَّهُ بُنْيَانٌ قَوْمٍ تَهْتَدُ مَا

(خیر کا مرنا ایک کامنا نہ تھا۔ ہاں قوم کی بُنیاد ڈھے گئی)

جس چارپائی پر سا لہا سال آپ استراحت فرماتے رہے اور جس پر آپ کے جدِ مبارک کو رکھ کر نماز جنازہ کے لئے گئے، جس وقت تدفین کے لئے اس پر سے آپ کو اٹھایا گیا، چارپائی پر لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ اس کے چاروں پائے ٹوٹ گئے۔ پھر وہ کسی کے استعمال میں نہ آ سکی۔ اللہ کو یہی منظور تھا کہ وہ آپ کے بعد کسی کے استعمال میں نہ آئے۔

آپ کے جنازہ پر عمدہ نارنجی دو شالہ ڈالا گیا تھا۔ خلقِ خدا نے اسی دو شالے میں آپ کے جنازہ کو دیکھا۔ آپ نے پندرہ بیس سال پہلے نواب زادہ شاکر احمد خاں انصاری پانی پتی اور ان کے رفیق حبیب اللہ سے فرمایا تھا: اگر کسی کا پیر دو شالہ اوڑھے تخت پر بیٹھے اور اپنے کو بیچ سمجھے تو کچھ ہے۔ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے جثمانِ مبارک کو بالائے سرِ برروس واکٹاف سب کو دکھایا اور ظاہر کر دیا کہ آپ "کچھ تھے"۔

زَدِ بہ ہمیں دورِ سَمکِ تارِ سَمکِ دَمْدَمِ فقرِ ابوالخیرِ پاک

لے یہ شعر حضرت عبدہ کا ہے۔ آپ نے قیس کی زبانی یہ شعر کہا ہے۔ عاجز نے بجائے قیس کے خیر لکھ دیا ہے۔ مکاتیبِ شریفہ میں مولوی بخش اللہ کے نام خطوط میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔
لے اس سلسلہ میں اکراماتِ الہیہ میں شاکر احمد خاں کے بیان کو دیکھا جائے۔

(اس دور میں سنک (بھلی) سے لے کر سنک نیر (ایک روشن ستارہ) تک ابوالخیر پاک کی فقیری کا ذکر کیا گیا)

یوں تو یوم الوصال سے ۲۹ رجب تک ہر روز روزائے اور مقیم کو صبح و شام کھانا کھلایا

فاتحہ جاری تھا۔ اور پاک باطن افراد شب و روز قرآن مجید کے ختم کر رہے تھے اور ایصالِ ثواب

کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ سلسلہ نہ صرف دینی میں تھا بلکہ مخلصین پاک نہاد کے گھروں میں بھی یہی حال تھا۔

خاص کر افغانستان میں۔ وہاں ہزار ہا دیہات میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اگر کسی گاؤں میں دو چار

دُبنے ذبح ہوئے تو کسی میں پچاس بھی ذبح ہوئے اور غریبوں کو کھانا کھلایا گیا۔ عَلٰی الْمَوْسِعِ قَدْرَةٌ وَ

عَلٰی الْمُقْبِرِ قَدْرَةٌ کی صورت ظاہر تھی۔ اور ان لوگوں نے ہزار ہا ختم کلام پاک کے کئے۔ اور نہایت

عاجزی سے بہ صدق دل آپ کے واسطے دعائیں کیں۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابوالدرداء

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ دَعْوَةُ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَبِّهِ

مَلِكٌ مُّوْخَلٌّ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلِكُ الْمُوْخَلُّ بِهِ آمِينَ وَكَذَلِكَ بِمِثْلِ (المشکات) اللہ تعالیٰ

کے نیک بندوں کی عاجزی اور ان کی دعائیں ان شاء اللہ تعالیٰ پورا اثر دکھائیں گی۔

لیکن اجتماعی طور پر ایصالِ ثواب و دعا اور آپ کی جانشینی کے اعلان کے لئے منتظیلین پاک

نہاد کا خیال تھا کہ ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ کی تاریخ مقرر کی جائے تاکہ دروازہ علاقوں اور خاص کر

افغانستان کے مخلصین شریک ہو سکیں۔ حافظ عبدالحکیم نے یہ بات چشم و چراغ خاندان شریفی حکیم

حافظ محمد اجل خان سے کہی۔ انھوں نے کہا یہ صورت اس پر آشوب دور میں غیر مناسب ہے۔ خدا نخواستہ

کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے، بہتر یہ ہے۔ تیسرے دن مختصر جلسہ رہے اور پھر ۲۹ رجب کو بڑا

جلسہ ہو۔ حکیم صاحب کے اس مشورے کو تمام منتظیلین نے پسند کیا اور اسی پر عمل کیا۔

یکشنبہ ۲ ماہ رجب مطابق ۱۸ فروری دن کے دس بجے دستار بندی و جانشینی کا جلسہ

فاتحہ سوم منعقد ہوا۔ کابل کے حضرت صاحب غلام قیوم قدس سترہ کے چھوٹے صاحبزادے

حضرت محمد صادق حج سے واپسی پر چہار شنبہ ۲۷ جمادی الآخرہ کو حضرت سیدی الوالد قدس سترہ سے

ملنے آئے تھے۔ چونکہ آپ علیل تھے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ جمعرات کو سر ہند شریف چلے گئے۔ جمعہ کو

دو پہر تک آپ کی وفات کی خبر ان کو ملی اور وہ فوراً دلی کو روانہ ہوئے۔ سوم کی فاتحہ میں شریک

ہوئے اور دستار بندی کی رسم ان کے ہاتھوں سرانجام پائی۔ دُعا بھی انھوں نے کی۔ جزاء اللہ خیر

خانقاہ ارشاد پناہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ دینی، میرٹھ، خورجہ وغیرہ کے سب مخلصین تھے۔

اور ان کے علاوہ خلق خدا تھی۔ چند قابل ذکر حضرات کے نام اس عاجز کو یاد ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

امیران اللہ خان کی ہدایت پر ان کے توفصل جنرل سردار غلام حیدر خان وہ افتتاح جلسے اختتام تک شریک رہے۔ نواب صاحب ٹونک، پیرزادہ محمد حسین ریٹائرڈ جج، پیرزادہ ڈیٹی منظر احمد، نواب سراج الدین خان سائل، سید وحید الدین احمد بیٹو، نواب فیض احمد خان، نواب ابوالحسن خان، حکیم حافظ محمد اجل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، عبدالعزیز، میر انوار احمد، پیر جی حسین مرزا، حکیم فرید احمد عباسی، سید احمد شمس العلماء امام مسجد جامع، پیر جی عبدالصمد حشتی (کالے صاحب دلے)، آخوند جی مختار احمد پیر جی کرار حسین (صابر بخش دلے)، پیر جی امیر الملک مرزا بلاتی احقر، پیر جی عبدالرحمن مودودی، سید طاہر حسن امام عید گاہ، حضرت قطب الاقطاب، حضرت سلطان جی، حضرت روشن چراغ دلی شاہ، حکیم اللہ جہان آبادی، کے صاحبزادگان، پیر جی منظر علی ستجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ پیر جی سعید الزبیر مجددی ساکن مغلیہ پورہ، مولانا رکن الدین الوری، مولانا مفتی منظر اللہ امام مسجد فتحپوری، مولوی سردار احمد مجددی رامپوری، مولانا محمد یعقوب مجددی پانی پتی، مولوی عبدالعزیز خلیفہ، مولانا کرامت اللہ خان، مولانا عبدالغفار (قاضی حوض والے)، جناب مصباح الدین (بھانک مفتی والان)، مولوی لطف القدر (سبزی منڈی)، مولوی محمد ابراہیم فانی، شیخ وحید الدین، شیخ بشیر الدین (لال کرتی میر ٹھوالے) وغیرہم۔

اس اجتماع کثیر میں جب حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ کی دستار بندی ہو چکی اور آپ نے ختمیہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالعلی صدر مدرس مدرسہ عبدالرب کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ ایک آرام کرسی پر رونق افروز تھے۔ چار آدمی کرسی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ کی مبارک آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ آپ نے نہایت محبت سے پانچ روپیے حضرت برادر کلاں کو دیئے۔ اس وقت حضرت برادر کلاں نے مستبکی کے یہ دو شعر پڑھے۔

فَإِنَّ طَالِعَةَ الشَّمْسِ غَائِبَةً وَلَيْتَ غَائِبَةَ الشَّمْسِ لَوْ تَغَيَّبَ
وَلَيْتَ عَيْنَ الْبَنَى أَبَ التَّهَارِ بِهَا فِدَاءُ عَيْنِ الْبَنَى زَالَتْ وَلَوْ تَوَبَّ

جس وقت آپ نے یہ دو شعر پڑھے اور "وَلَيْتَ غَائِبَةَ" اور "فِدَاءُ عَيْنِ" پڑھتے وقت مزار پیر انوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا ترجمہ کیا تو خلق خدا کی آنکھوں سے آنسو جاری

لے لے کاش یہ طلوع شدہ آفتاب ڈوبا ہوا ہوتا، اور اے کاش یہ ڈوبا ہوا آفتاب نہ غروب ہوتا، اور اے کاش وہ آفتاب جس کو دن نے ظاہر کر دیا ہے۔ اس آفتاب پر جو کہ غروب ہو گیا ہے۔ اور پھر طلوع نہیں ہوگا، فدا ہو جاتا۔

تھے، اس وقت حضرت مولانا کی حالت دگرگوں ہو چلی تھی لہذا شیخ غلام احمد صاحب ہانسوی نے حضرت مولانا کو بہ صد اکرام و تجلیل رخصت کیا۔

حضرت برادر کلاں نے چند روز پیشتر حضرت مولانا سے دیوان متنبی پڑھتے وقت یہ دو شعر پڑھے تھے اور پھر مدرسے آکر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو سنائے تھے۔ اور آج کے دن آپ کے جلسہ تابین میں نہایت بر محل پڑھے۔ خلق خدا پر اس وقت جو اثر ہوا اس کے بیان سے عاجز قائم۔

مبارک مقام و مبارک جلوس مبارک نذکر مبارک نفوس

فاتحہ حلیم فاتحہ سوم کے اختتام پر منتظمین اخلاص شعار نے اعلان کیا کہ شنبہ ۲۹ رجب ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۱۳ء کو بڑا اجتماع ہوگا جس میں باہر کے مشائخ کرام ان شاء اللہ تعالیٰ شرکت فرمائیں گے۔ اور شیخ غلام احمد نے ایک کاغذ لکھا جس میں ہم تینوں بھائیوں کی جانشینی اور حضرت برادر کلاں کی سجادہ نشینی کا بیان تھا۔ اور اس کاغذ پر تمام گرامی قدر افراد کے دستخط لگے۔

مخلصین رحمہم اللہ نے اجتماع دوم کے لئے پوری طرح انتظام کیا۔ باہر سے آنے والوں کو ٹھرانے کے لئے مکانات کا بندوبست کیا۔ بمبئی، بنگال، حیدرآباد، لاہور، قصور، بلوچستان اور افغانستان کے مخلصین کو اور مشہور مشائخ کو خطوط ارسال کئے۔ فاتحہ سوم میں جن افراد نے شرکت کی تھی وہ سب اس موقع پر آئے اور ان کے علاوہ قابل ذکر افراد درج ذیل ہیں۔

پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، پیر سید محمد شاہ قصوری، پیر عبدالحق ہوشیار پوری، پیر شاہ سلیمان کنگن پوری، پیر ابوالخیر غازی پوری، مولانا مشتاق احمد انبٹھوی، مولانا رکن الدین الوری، پیر سید محمد جیلانی بغدادی، رفاعی قادری خالیدی نقشبندی حیدرآبادی ثم المدنی، مولانا نور احمد پیری امرتسری، استاد مولانا محمد عمر اعظم گڑھی، مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی مع مخلصین، مولانا سید عبد الجلیل جرولی۔ کوٹہ بلوچستان کے مفتی عبید اللہ اور ان کے فرزند مفتی احمد محل، استاد مولانا امان اللہ، ملا منظر شاہ ہوانی، ملا صاحب خان قمبرانی، ملا یاز کا کڑی، ملا عبدالعزیز کا کڑی، سید عبدالرحمن، حاجی محمد اسلم مارکٹی وغیرہم۔ لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ خانقاہ شریف میں جگہ باقی نہ رہی تھی۔ دروازے کے باہر راستہ پر خلق خدا کھڑی تھی۔ شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جس کی آنکھیں آنسو نہ بہا رہی ہوں۔ سب دل دجان سے آپ کے واسطے دعائیں کر رہے تھے۔ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنِ وَعَالِیْنَا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اخراف حقیقت : ہم تینوں بھائیوں کو امور انتظامیہ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ سارا انتظام درج ذیل ایک نفوس افراد نے کیا۔

دہلی کے حافظ عبدالحکیم، حافظ غلام محمد باغ والے، منشی حسین علی، مولوی بخش اللہ، مولوی بدیع الاسلام، حاجی شہاب الدین، شیخ عبدالباری جوہری، نو مسلم شیخ محمد رفیع گلاس والے، نور الہی صندوق والے، انیس الرحمن، عبدالحق آپن، حافظ سکندر، حافظ سلطان، حافظ منیر الدین منیر، منشی احمد حسین، مستری عبدالرحیم، مستری محمد شفیع عبدالرحمن ٹہین والے، حکیم محمد شفیع معالج چشم، شیخ محمد ایاس رانی کھیت والے، شیخ غلام احمد ہانسوی، چودھری مولاداد خاں خورجوی، حافظ حفیظ الدین، حافظ اشفاق الہی میرٹھی، حاجی ملا احمد خان مناخیل، یار محمد خردی، مخلص قدیم، ملا یاسین جبرانی، ملا ولی محمد نسوخیل، ملا عمر سلطان خیل وغیرہم۔

ان پاک نہاد افراد نے اور ان کے ساتھ ان کے برادران طریقت نے دن کو دن سمجھا اور رات کو رات، ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہے۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ ہر کام اعلیٰ طریقہ پر انجام پائے۔ باہر سے صد ہا آنے والوں کی پذیرائی، ان کے قیام و طعام کا انتظام، جلسہ کا بندوبست، تقسیم تبرک وغیرہ انہی افراد نے کیا۔ حکیم محمد اجل خاں، سید احمد (شمس العلماء)، امام مسجد شاہجہانی دہلی، حکیم فرید احمد عباسی وقتاً فوقتاً اس جماعت کو مشورہ دیتے رہتے تھے۔ انہی کے مشورے پر شیخ غلام احمد ہانسوی نے ایک دستاویز تحریر کی جس میں آپ کی اولاد آپ کے جانشین اور خانقاہ ارشاد پناہ کا ذکر تھا۔ اس دستاویز پر ان تمام افراد کے دستخط تھے جو اس محفل میں شریک ہوئے۔ صد ہا افراد کے از مشائخ و اکابر و عمائدین کے دستخط تھے۔ حکیم صاحب اور امام صاحب اور

شیخ محمد ایاس آپ حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے کے فرزند اور خیر خلف تھے۔ حافظ صاحب کا کچھ سال "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ شیخ صاحب عنفوان شباب میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان تمام خدمات کو بہ وجہ حسن بجالاتے رہے جو ان کے پدر بزرگوار کیا کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد کی وفات کے بعد عرس شریف کی خدمت میں بھی شریک ہوئے اور جب تک باحیات رہے بہ صد شوق اپنی خدمات کو پورا کرتے رہے۔ کوڑے کے زلزلہ ۱۹۳۵ء میں وہ خود مکان کے گرنے سے دب گئے۔ اور ان کی اہلیہ ثانیہ اور ان کے سب بچے قابض بیمار تھے۔ شہید ہو گئے۔ پھر تقسیم ہند کے آٹھ دس سال بعد رانی کھیت کی مالی شان عمارت جس کے ایک حصہ میں دوکان اور مخزن تھا اور ایک حصہ میں رہائش تھی مع کل سامان کے خاکستر ہو گئی۔ شیخ صاحب نے پورے ضبط اور صبر سے ان خدمات کو برداشت کیا۔ اگر کسی نے دریافت کیا تو یہی کہا "جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ہوا۔ وہ ہم گنہگاروں پر اپنا رحم فرمائے۔ جب تک باحیات رہے خیرات و حسنات کرتے رہے۔ شنبہ، ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۵ء کو صبح کے آٹھ بجے اس دار فانی سے دار باقی کو رحلت کر گئے اور بین العناتین شہیدی پروردہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ عاجز نے "غفر الجلیل" سے سال وفات نکالا۔

عباسی صاحب کا مشورہ نہایت ہی درست تھا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد بعض افراد نے کرامت النساء کا قبضہ کھڑا کیا۔ جس کا مختصر بیان ”ذکر خیر“ میں گزر چکا ہے۔ پروردگار ان سب کو اجر کثیر عنایت فرما۔

- ۱۔ پیر و مرشد شاہ ابوالخیر دلی در ریاض قدس باشد باوقار
- ۲۔ خادماں را دستگیر بہا کند
- ۳۔ مخلصانش در بہشت آیند کل
- ۴۔ از مسلماناں الہی ہر یکے
- ۵۔ یا الہی ایں دعائے عاجز است
- ۶۔ فاستجب مولای ما قذ قالہ
- ۱۔ پیر و مرشد شاہ ابوالخیر دلی۔ قدس کے باغیچوں میں باوقار ہیں۔
- ۲۔ خادموں کی دستگیری کریں گے۔ محشر کے دن وہ شاہ بزرگ خاندان والے
- ۳۔ اُن کے تمام مخلصین جنت میں جائیں گے فوج در فوج قطار اندر قطار
- ۴۔ اے خدا ہر مسلمان جنت میں بے انتظار داخل ہو
- ۵۔ اے خدا یہ عاجز کی دعا ہے۔ بے اختیار یہ فریاد موزوں ہو گئی ہے
- ۶۔ اے میرے مولیٰ جو کچھ کہا اس کو قبول کرے۔ دلفگار زید پر رحم فرما۔

پیر سید محمد گیلانی بغدادی | آپ سید عبدالرحیم کے اور وہ سید عبدالکریم کے اور وہ سید محمد کے فرزند تھے۔ سید محمد موصل کے شیخ الاسلام تھے۔

سید محمد اور ان کے بھائی بغداد سے حیدر آباد آئے اور وہاں کی سکونت اختیار کی۔ حیدر آباد میں آپ صاحبان کی شہرت پیر بغدادی کے نام سے ہوئی۔ آپ رفاعیہ قادریہ سلسلہ سے وابستہ تھے۔ پھر آپ اپنی پھوپھی کے بیٹے مولانا شیخ احمد عراقی سے طریقہ خالدیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے وہ اپنے والد محمد عثمان سراج الدین سے بیعت تھے اور وہ حضرت مولانا خالد کردی شہزوری سے بیعت تھے اور وہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس اللہ اسرارہم کے خلیفہ تھے۔ اسی مناسبت سے جناب سید محمد بغدادی حیدر آبادی حضرت سیدی الوالد قدس سترہ کی فاتحہ کے موقع پر تشریف لائے تھے۔ خانقاہ شریف کے سامنے حافظ سلطان زردوز کا مکان تھا وہاں پیر صاحب اور دو تین افراد کا قیام تھا۔ پیر سید محمد یہاں کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے حضرت برادر کلاں کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی۔ ان کے پوتے سید نذیر الدین فرزند سید معین الدین حیدر آبادی عاجز سے بیان کرتے تھے کہ وہ

فرمایا کرتے تھے۔ میں نے صاحبزادہ حضرت بلال کے پیچھے نماز پڑھی۔ انھوں نے سورہ مریم کے دو رکوع پڑھے، بڑی بابرکت نماز تھی، اس کی یاد اور لذت دل میں باقی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

عاجز نے اچھی طرح محسوس کیا کہ وہ ہم سے بڑی محبت سے ملتے تھے۔ ان کی محبت اور ان کی دعاؤں دینی عاجز کو یاد ہیں۔ وہ حج اور زیارت مقدمہ کے لئے حرمین محترمین گئے۔ ان کی تمنا تھی کہ مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہو دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۶۴ء میں مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔



قصیدہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کہا کہ ابرہہ رحمت آید برافق از فضل یزدانی
معطر شد چمن از نگہت گہبائے نورانی
کہ انہوں گشتہ است اس میں محفل از شکب رضوانی
کہ دور بادہ باشد بہ ساغر ہائے روحانی
بہ سوئے خانقاہ آل مسیح و خضر ربانی
چو طور موسوی بہر تجلیہائے عرفانی
کہ شد ارباب عرفاں را چو بحر آب حیوانی
کہ عبد اللہ شد نامش پئے تقویم ایمانی
دواں آید سوئے مرقد آل غوث یزدانی
جیب حضرت حق چشمہ و مینوع فیضانی
کہ بہت او مہبط انوار ستر شیخ نورانی
دسیلہ ساختیم او را پئے درگاہ رحمانی
نملک نازد چو یا بد بر سرش فخر گلشن رانی
شہاب ثاقب علم علی و نور عثمانی
شہرہ والا نشان سلطان مجنوبان سبحانی
چو باشد ساقی ما قبلہ ارباب عرفانی
پیالے دور باید کرد با صہبائے روحانی
فضائے مستی و مدہوشی و صد فتنہ سامانی

صبا آورد پیغام بہار از سمت سبحانی
عنادل نغمہ سنجاسند و محو تہنیت خوانی
بحریم رحمت پروردگار ہر دو عالم میں
ملائک پے پے آرند مینا ہا پر از عرفاں
الا اے تشنگان بادۃ الفت دواں آید
شر مردان و ابن شاہ مرداں مظهر جاناں
دواں آید سوئے آستان آل شہ والا
امام مقتدایان جہاں آل حضرت والا
اگر خواہید توفیق سعادت ہاں دواں آید
بحار فضل ایزد بوسعید قبلہ عالم
دواں آید سوئے خانقاہ بقعہ انوار
امام مرشد برحق شہ دنیا و دین ما
شہ بواجیر ما قیوم دوراں قطب راہ ما
امین سوز صدیقی مثیل شان فاروقی
چراغ چشم آل آقائے ما آل سید مرہند
چہ ساز آسا شود سوز نہاں ما بہ بدستی
الا اے بادہ نشان محبت باز صف گیرید
بیا از جملہ خود ساقیا دانگہ بکن برپا

۱۔ یہ قصیدہ برادر طریقت مولوی علی احمد ذرند حکیم فرید احمد عباسی نے آپ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر پڑھا جو کہ
۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ کو تھا۔ جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا عجب پر کیف وقت تھا۔ کیا پڑھنے والے اور کیا سننے
والے بھی چشم پر نم تھے۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔

شہا بہر مدوا جمع اندایں عاجزوں بر خیز
نظر داکن بسیں کیں عاشقانِ مست و شیدا را
تو رفتی از میانِ ما چہ دلہا را تبہ کردی
توئی آرام جان ما، توئی درمانِ دردِ ما
فراموش کردہ ام از دل بجز روئے ملیح تو
بکنِ ایں سینہ تارِ کیم از نورِ رخت روشن
شہا پروانہ ساں رقصِ دلم گردِ سودایت
مددِ اے قبلہ عالم منتائے دلی دارم
چراغِ مصطفیٰ ہستی خوشا نسبت خوشا نسبت
امامی مرشدی قلمِ فدائے روئے تو بادا
یہ حقِ قلبِ نورانی، بہ حقِ سترِ یزدانی
بہ حقِ دستِ خود کو را گرفتہ دست گیری کن
بہ آں نسبت کہ من دارم بہ درگاہتِ ترحم کن
پئے تسکینِ قلمِ وہ جواب اے مرشدِ کامل
خیالِ تو برا فرزد ہوا و آرزوئے من

بیا کیں دردِ مندانِ محبت را تو درانی
صدائے ہوو با بر خیزد از سودائے پنہانی
چہ مشکل ساختی منزلِ بسیں اے قطبِ یزدانی
توئی خضرِ طریقی ما توئی چوں آبِ حیوانی
بیا و حکمرانی کن کہ بر قلمِ تو سلطانی
بیا رشکِ ارم کن ایں فضائے سختِ ظلمانی
چو بیند شمعِ رورت در سیاہیہائے عصیانی
بہ صد ذوقِ آمدہ ام الممدولے غوثِ ربانی
مرا ہم داد مولایم نوا سنجی حسانی
نظر سوئے مریداں کن بہ حقِ نورِ عرفانی
بہ حقِ روحِ روحانی، بہ حقِ نورِ پیشانی
بہ حقِ حبِ من کن رحم اے آقائے روحانی
کدامیں در بخویداں علامتِ ار تو خود رانی
مکن پامالِ خاموشی نوائے سوزِ پنہانی
دلم گوید کہ در مرقدِ تو دانی حالِ حرمانی

آلا اے آنکہ پندارِ شدہ شیخِ ازیں دنیا
شنو ایں مطلعِ دیگر اگر خاطر نہ رنجانی

مطلع

نہ میرد شیخِ نورانی کہ شد در راہِ حق فانی
ہمیں آید ندا از قبرِ آں سلطانِ محبوباں
پئے دیدارِ من داری اگر زوئے ہمیں باید
دلا از دستگیراں التماسِ دستگیری کن

بقا نازد بہ درباری پئے عشاقِ یزدانی
کہ من پنہاں ز دنیا گشتہ ام لیکن نیم فانی
کہ بینی اں بلالِ من کہ دارد خوئے سلمانی
رُخِ اشعارِ گرواں سوئے آں ینبوعِ فیضانی

۱۔ چراغِ مصطفیٰ میں چراغِ نبوی کی طرف اشارہ ہے جو آپ کی ولادت مبارکہ کا مادہ تاریخی ہے۔ قدس سرہ۔

شہ بوالفیض آن محبوب پیراں سر شیخ ما
 شہ بوالخیر ار رنتہ شہ بوالفیض خیر دوست
 خداوند اعطا شان بلالی کن شہ مارا
 الہی ما گنہگاریم فیضش آبشارے کن
 الہی طور گرداں سینہا را از تجلیہا
 الہی حضرت مارا بہ قرب خود مفتخر کن
 الہی بہر درگاہ تو بگر فتم من این در را
 امام در ہمائے ما پئے اسرار پنہانی
 ہمیں نور میں بنیم عیاں برفرق و پیشانی
 خداوند اس شہ بوالفیض را کن جوئے فیضانی
 کہ شوید از قلوب ما ہمہ ارجاس عصیانی
 الہی از قلوب ما بکن وسواس شیطانی
 الہی شاہ را کن مرجع عشاق یزدانی
 قبولم کن الہی بہر نور کوہ فارانی
 علی ہر دم دعائے ما ہمیں باید کہ رب الخلف
 اما جی فی ابنہ الاول و فی الثالث و فی الثانی



قطعات تاریخ وفات قصیدہ

متضمن سال وصال امام العارفین سراج السالکین جنید زماں، شبلی دوراں،
حضرت مولانا شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین الفاروقی قدس اللہ سرہ الاقدس

از

(مولانا) اختر شاہ خاں احترام دہوی مدرس مدرسہ امداد الاسلام، صدر، میرٹھ

❦

چوں نہ برگردوں رسد آہنگ ہایا ہائے ما
ایں چہ بارانِ حوادث بارد از گردوں کزو
در فراقِ ساقی وحدت بہ بزم معرفت
سینہ ہر گل اگر چاک ست از خارِ الم
روئے غمرا تیرہ و تار ست اگر از فرط غم
ہر زماں نالد بہ باغ از نعرہ زار و زغن
بلبلِ ما جز نوائے غم نہ دارد در چمن
یارب ایں سوزِ دلِ ماہست یا سوزِ جحیم
یاس طبع ما چساں خندد کہ در عالم نہ دید
آفتابِ حشر باشد بر سرِ مردم چرا
رفت آیام وصال و شامِ ہجران شد پدید
سوزِ عالم چوں نہ گردد آفتابِ روزِ حشر
چوں نشیند بلبلِ عرفاں نہ در بیت الحزن
اختر بُرجِ کمال و گوہِ درجِ جمال
شبلی دور و جنید وقت سلمانِ زمن
قطب ارشاد زمان و غوثِ اوتادِ اواں

کز سہامِ درد و غم شد ریشِ سر تا پائے ما
زعفراں روید بہ جائے لالہ حسرائے ما
خوں چکد ہر دم ز چشمِ ساغر و مینائے ما
شد سفید از حزنِ چشمِ نرگس شہلائے ما
نیلگوں پوشد بہ ماتم قُبۂ خضرائے ما
عندلیب خوش نوائی و طوطی شیوائے ما
نیست جز آثارِ حسرت بر گلِ رعنائے ما
شورِ محشر ہست ایں یا شورِ وایا وائے ما
جز سمومِ یاس و حرامِ گلشنِ اہوائے ما
شد دریں محشر نہاں مہرِ جہاں آرائے ما
تا چہ راند بر سرِ ما ایں شبِ یلدائے ما
صورِ محشر چوں نہ گردد آہ جانفرسائے ما
رخت بست از گلشنِ عالم چمن پیرائے ما
نیرِ ادجِ جلال و مرشد و مولائے ما
دُرۃ التاج ولایت ملجاؤ ما وائے ما
فخر زبا و جہان و شیخ بے ہمتائے ما

حافظ دین مبین و حامی شرع متین
حضرت شاہ ابوالخیر آں کہ از فیضان او
کاملے کتاب برق التفاتش سوختے
از دم خود بخود می فروزد و مبدم
گوهر او بود دریائے مسانی در جہاں
بود کشتیہائے گوہر کے ز شاہانِ زماں
داشته دارا شکوہاں زماں را بر رش
صحتش گر بود نافع بہم نافع در جہاں
نقشبندے حق پسندے کہ توجہ می زدود
در سلوک از بود شمس العارفین چون بایزید
چون دید بیضا نمودے از رخ پر نور خود
دست برابر دگر رفتے ہر تابان فلک
خواجہ گردوں زدے دستار خود را بر زمیں
بسکہ بود از طلعت او شان فاروقی عیاں
والد او بود اگر فاروقی اعظم راسمی
داشت فرزندان عالی تیک نام و نامدار
اولیں حضرت بلال و آلہ دین مبین
ثانی شاہ حضرت زید سہمی زید گکش
اصغر شاہ حضرت سالم کہ سالم آمدہ
خوش موالید ملائکہ کرم عالی ہر یکے
حبذا خواجہ کہ در میدان وصف شان او
بے نظیر و بے عدیل و بے بدل شیخ کہ بود
حیف بر پیر فلک کا فگندہ در چاہ لحد

ہادی راہ یقین و سید یکتائے ما
شہر دہلی بود جا بلقا و جا بلقائے ما
خرمن آزد ہوائے نفس نا پروائے ما
بود انقاس نفیش گوئی صہبائے ما
خانقاہش بود در عالم اگر ملجائے ما
دلپذیر آشنائے بحر استغنائے ما
ہمت شاہ سکندر شوکت والائے ما
لحم او چوں آب حیواں بود در روح افزائے ما
لغش ہر باطل ز ألواح سوندا ہائے ما
در قرارت بود قائلوں سید القرائے ما
دست موسی ساختے رو از رخ بیضائے ما
جلوہ فرمودے جو ہر ملت غرائے ما
رو بروئے مرشد روشن دل دانائے ما
خاطرش بتے چہ در بیضا و در صفرائے ما
بود پورش راسمی شیخ ملک دریمائے ما
ولد عبد اللہ فرزند عمر آقائے ما
جانشین صادق مولائے بے ہمتائے ما
نام باشد در کتاب منزل مولائے ما
ذات والایش ز عیب الفت دنیائے ما
ہست فخر اقبات و نازش آبائے ما
نگ باشد تو سن فکر فلک پیمائے ما
حلقہ اش جبل متین و عروہ وثقائے ما
یوسف مصر جمال و شاہ فقر آرائے ما

۱۔ جا بلقا نام شہر است و کذا جا بلقا نام شہر است و بعضے گویند شہر ہا انداز عالم مثال یعنی شہر دہلی نامن و ملا زماں اور
۲۔ اشارہ بہ طرف قبول نہ کردن ہر یائے نظام دکن و امیر کابل است۔

نے غلط عاشا و کلام نیست این کارش کہ او
سابقہ شد در جوار ساقی کوثر کہ بود
بود چوں بست و نہم شہر جمادی الثانیہ
گشت واقع در شب آدینہ از حکیم خدا
چوں بہ سال رحلت این قطب ارشاد ز من

خود جو یعقوب ست گریاں بر شہرہ والے ما
ہر دم نوشین او در مان استقائے ما
از فضلے رب وصال مرشد والائے ما
ساعت کبریٰ مثال این ساعت صغرے ما
کرد ایما بحر اخفاق و کرم سرمائے ما

اخترا کردیم از القائے ربانی رسم

حیف شد قطب عزیز ملت زہرائے ما

ولہ

۱۲۷۲ شاہ ابوالنخیر کہ بودہ فرخ

۱۳۴۱ گفت تاریخ وصالش اختر

از صدر یار جنگ جناب مولانا حبیب الرحمن شروانی رحمہ اللہ

جناب ابوالنخیر خیر مجتہم

چو بلیک گفتہ لبش از جی را

ملک گفت از بہر سال وصالش

از مولوی صدر الدین کیفی غازی پوری رحمہ اللہ

آفتاب سمائے رشد و ہدای

عالم با عمل فقیہ زمان

زاہد پاک باز و پاک نہاد

بست و نہ از جمادی الآخری بود

کہ بہ حق داد جان و واصل گشت

جائے باشد کہ دیدہ ریز و خون

کیفی بندہ گفت از پے سال

شاہ ابوالنخیر عارف باللہ

حاجی وقاری و خدا آگاہ

صوفی با صفا و الا جاہ

شب آدینہ و قریب پگاہ

جَعَلَ اللّٰهُ بَحْثَةً مِّنْوَاہ

لب شود آشنا بہ نالہ و آہ

نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَہٗ وَ شَرَّاه

۱ ۳ ۴ ۱

۱۔ حافظ اخفاق الہی کی طرف اشارہ ہے۔ ۲۔ یہ مادہ تاریخ جناب حکیم فرید احمد عباسی نے نکالا ہے۔ انہوں نے الہی کے دوسرے الفا کو بھی شمار کیا ہے اور یہ صدر یار جنگ کو ارسال کیا تاکہ وہ نظم فرمادیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ ۳۔ مولوی صدر الدین کیفی غازی پوری رحمہ اللہ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر یہ تاریخ ارسال کی تھی آج یہ عاجز پچاس سال کے بعد ان کی تحریر کو نقل کر رہا ہے۔

۱۹۲۳

روح دائرہ وصال جناب مولانا شاہ ابوالخیر صاحب

۱۹۲۳

مہر مبین، صدقین، خانقاہ مجددیہ دہلی

۲۰ ۳ ۲۰

۱۹۲۳

مشرقیہ چیل ہزار و سہ صد و بیست مطالع طیب عاویٰ بنی

۱۹۲۳

از حق جو صد والدین احمد کتی غازی پوری



مطلع مندرجہ دائرہ ہشت خانہ در بحر زجز مشتمن سالم یعنی مستفعلن ہشت بار۔
مطلع

شہناگہاں، سوئے جاناں، آں جانِ ملِ عالی مکان، جہاں، قلب جنان، سردیاں، قطب نما

۲۰۹ + ۳۶۶ + ۲۲۲ + ۱۱۳ ۲۲۲ + ۱۵۹ + ۱۸۰ + ۲۲۲

۱ ۹ ۶ ۲ ۳

شرح دائرہ ہشت خانہ یعنی طریقہ استخراج (۴۰۳۲۰) مطالعہ تاریخی حسب ذیل ہے۔

چونکہ دائرہ مندرجہ عنوان میں آٹھ خانے ہیں اور جس خانے سے چاہیں ابتدا کریں۔ ہر حالت میں مطلع مستحق و مقفیٰ موزوں و با معنی پیدا ہوگا اور اس کے مجموعی اعداد (۱۹۲۳) جو سنہ مطلوب ہے لہذا طریقہ استخراج مطالع تاریخی بہ تعداد چالیس ہزار تین سو بیس یہ ہے کہ

بار اول :- بہ دفعات ہر رکن سے ابتدائے بیت کریں اور بہ لحاظ ارکان ہشت گانہ آٹھ مطلع حاصل کریں اور ہر مطلع حاصل میں رکن اول کو اپنی جگہ قائم رکھیں اور رکن دوم کو چھوڑ کے پہلے رکن سوم سے پھر رکن چہارم سے پھر رکن پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعد رکن دوم متروک سے جس کو ابتدا میں چھوڑ دیا تھا آغاز مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان ہفت گانہ :-

مطلع حاصلہ ماسبق سے سات مطالع اخذ کر کے $۸ \times ۷ = ۵۶$ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار دوم :- اب (۵۶) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن سوم کو چھوڑ کے پہلے رکن چہارم سے پھر رکن پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن سوم متروک سے آغاز مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان شش گانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے چھ مطالع مرتب کر کے $۵۶ \times ۶ = ۳۳۶$ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار سوم :- اب (۳۳۶) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن چہارم کو چھوڑ کے پہلے رکن پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن چہارم متروک سے ابتدائے مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان پنج گانہ ہر مطلع حاصلہ سے پانچ مطالع مرتب کر کے $۳۳۶ \times ۵ = ۱۶۸۰$ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار چہارم :- اب (۱۶۸۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم و چہارم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن پنجم کو چھوڑ کے پہلے رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن پنجم متروک سے ابتدائے مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان چہار گانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے چار مطالع مرتب کر کے $۱۶۸۰ \times ۴ = ۶۷۲۰$ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار پنجم :- اب (۶۷۲۰) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن ششم کو چھوڑ کے پہلے رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن ششم متروک سے آغاز مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان سہ گانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے تین مطالع مرتب کر کے $۶۷۲۰ \times ۳ = ۲۰۱۶۰$ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار ششم :- اب (۲۰۱۶۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن ہفتم کو چھوڑ کے پہلے رکن ہشتم سے بعدہ رکن ہفتم متروک سے ابتدائے مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان دو گانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے دو مطالع مرتب کر کے $۲۰۱۶۰ \times ۲ = ۴۰۳۲۰$ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُتَعَارِضِينَ۔

مولوی صدر الدین کی تحریر تمام ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

جناب حافظ فدا احمد مجذدی رامپوری کی تاریخ صفحہ ۵۹۷ میں ملاحظہ کریں۔

از جناب مولانا رشید احمد صاحب رشید مجددی رحمہ اللہ

عارفِ کامل اٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے
 طابانِ دین کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شوق
 ہو گیا کم اب کتابِ معرفت کا اک ورق
 مسئلے علمِ حقیقت کے ادق سے بھی ادق
 دے گیا استادِ کامل کیا انھیں ایسا سبق
 شبلی دُوراں امامِ اہلِ عرفان قطبِ حق ۱۳۴۱

از جناب برادرِ سیف الدین ابوالطاهر طاہر مجددی رحمہ اللہ

وہ شیخ جہاں شاہ ابوالخیر
 جنت کو سدھارے بے تامل
 ہاتھ نے کہا کہ لکھ دے طاہر
 ہے یہ چراغ ہو گیا گل ۱۳۴۱

از جناب نور میاں ضیا مجددی

و اولئك مع الذين انعم الله الختان
 مرقدِ اطہر قطبِ زمن شاہ ابوالخیر
 خوابِ گاہ شاہ ابوالخیر دینِ پناہی
 آن چراغِ بزمِ ولا
 آہ شمعِ راہِ طریقت ۱۳۴۱

چھاں بہ قلبِ علائقِ غم و المِ روناد
 بہ علمِ دورِ رع و قناعت کہ منتخبِ بودہ
 بنیدِ وقتِ بگویم کہ بایزیدِ زماں
 سنِ وفاتِ بگفتم ضیا بغیرِ پیام
 چورقتِ سوئے جاناں زیبِ منبرِ ارشاد
 نہ شد بہ زہدِ مثیلاش بہ عالمِ ایجاد
 کہ قطبِ عصرِ بدائیم کہ از اوتاد
 ستونِ دینِ پیمبرفتاد از بنیاد ۱۳۴۱

از برادرِ طریقت مولوی محمد ابراہیم فانی رحمہ اللہ

بستِ چوں زخمتِ سفرِ سلطانِ یں
 آوازِ بالا ندادِ گوشِ دل
 شاہِ عبداللہ عمرِ خیر الزماں
 چشمہٴ رشد و ہدایت بود آن ۱۳۴۱

ولہ

زیرِ دے دل شد ابوالخیر کرد
 بگفتم چورِ ملتِ ز دنیا نمود
 جہاں را مسخرِ بلا گرزِ سیف
 بشد واصلِ حق زماں شیخِ حیف ۱۳۴۱

ولہ

جب ہوا فانی کے مرشد کا وصال
غیب سے آئی ندا ہاتف کی یہ

از برادرِ طریقت شمسِ افغنی شمسِ دہمی بناری حفظہ اللہ

حضرت کے مزارِ اقدس پر انوارِ خدا کی شمع جلے
تھا چشمِ فیضِ آبِ زمزم زخمِ دل عاصی کا مرہم
اتیس تھی جمادی الاخریٰ اے شمسِ سوئے باغِ جنت

از برادرِ طریقت محمد عابد عثمانی ڈھابلی ساکن لیڈی سمتھ، ناٹمال، افریقہ، رحمہ اللہ

حمداً خالق سے ہر اک مضمون مرا معمور ہے
بعد حمد و نعت کے لکھتا ہوں اک ذکرِ فصال
میری ہادی میری رہبر جن کی ذاتِ پاک تھی
تھا ابوالخیر اسم ان کا ذات ان کی خیر تھی
ہائے فخرِ اولیا کا سر سے سایہ اٹھ گیا
عصرِ حاضر میں وہ لاثانی تھے اسیں شک نہیں
نقشبندی سلسلہ میں فردِ اکمل آپ تھے
خوش عقیدہ آپ تھے اللہ والوں کی طرح
تھے معارف سے رسول اللہ کے آگاہ وہ
تھی شریعت اور طریقت آپ کے ارشاد میں
خانقاہِ جانِ جاناں کے تھے سجادہ نشین
ہو کے پوشیدہ مریدوں پر توجہ ہے وہی
صبر کرتا ہوں جگر کو تھام کے کہتا ہوں یہ
گم ہوا جب فکرِ تاریخ وصالِ پیر میں

از برادرِ طریقت رفیقِ قدیم حاجی حافظ منیر الدین منیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہوئے رخصت حضور والا شان
آپ ابوالخیر تھے حقیقت میں
اس جہاں سے بہ سوئے باغِ جناں
آپ تھے خاص عارفِ یزداں

آپ تھے طاق علم باطنی میں
آپ لاثانی تھے تصوف میں
آپ کے دم سے تھی بہارِ زمیں
میری نظروں میں ہے زمیں سب خاک
ہے اندھیرا تمام عالم میں
انکھ گیا سر سے سایہ مرشد
دردِ دل میں ہے لب پہ آہیں ہیں
کھینچے کچھ تو فاقہ خوانی
کہو یہ بھی کہ بخش دے یارب
چلوئے کر زباں جہاں ہے تیر
آپ مانے ہوئے تھے قطبِ نیاں
آپ تھے کیا ہی صاحبِ عرفاں
تھے کیسے آپ یہ جہاں تھا مکان
میری نظروں میں آسماں بے عنوان
روشنی کا کہیں ہے نام و نشان
اب اسے ڈھونڈنے میں جاؤں کہاں
اور آنکھوں سے شکِ خوں میں رواں
اور مناجات بخشش و غفراں
اور جنت میں ہو علوِ شاں
مرقدِ فخرِ اولیائے جہاں

مرثیہ

زخم کیا لگا ہے یہ کاری
اے نکل تا کجا ستمگاری
اشکِ ہر دم میں آنکھ سے جاری
ایک اُن کے نقطہ ہونے سے
تم کو شادی خوشی مبارک ہو
آہ کیوں بار بار اُٹھتے تھے
تھا تصور کسی کی آمد کا
نے رہے تھے ادمِ منہ لا وہ
دمِ آخر بھی تھی وہی حالت
واقعی کی وہ ہو گئے رخصت
گئے چن کر منہ دیکھو گئے
زندگی ہم پہ ہو گئی بھاری
تجھ کو زبیا نہیں دل آزاری
شغلِ اپنا ہے گریہ و زاری
خاکِ دنیا نظر میں ہے ساری
ہے ہمارے لئے تو غم خواری
تھی الہی یہ کیسی بیاری
تھی وہ غفلت بھی عینِ تیشی
کوچ کی ہنس دھن تھی تیری
قرب یہ رخسار میں تھا جاری
یہ کوئی خواب ہے کہ بیداری
بھی حیرت ہوئی ہے یہ ماری

دُعا

نئے صفتِ دگات کو اسے خدا
جو مست نہ کو بھی عانی مقم
جو مقم نہ کو دین تھا کر غیب
مست ہیں نہ کرے نصرتِ ہر دم

صاحب کشف و کرامت یہ بھی ہوں
ان کا ہر جملہ دلوں کو چیر دے
راز مخفی سارے ہو جائیں عیاں
روز و شب تیری عبادت میں رہیں
کارِ گرِ حملہ نہ ہو شیطان کا
کیدِ نفسانی کو ان سے دُور رکھ
ہر بلا و شر سے یہ محفوظ ہوں
وقتِ مُردنِ خاتمہ بالخصیر ہو
دیکھ کر اس میں تجھے اے ذوالجلال
اور جو ان کے ہوا میں شاد رکھ
مستفیض اس در سے ہوں خادمِ تیر
یہ بھی ہو جائے کہیں روشن ضمیر

عاجز نے ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ سے پہلے یعنی مصر کے سفر سے قبل آپ کے وصال کی
چند تاریخیں کہی تھیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۳۴۱

بسم اللہ الحفیظ الباقی

۱۳۴۱

نالہائے زید زالم ابوالخیر عبداللہ محی الدین

۱۳۴۱

رَضِیَ اللہُ جَلَّ وَ عَلَیْہِ

۱۳۴۱

عَاشَ مُحَرَّرًا مَاتَ شَہِیدًا

۱۳۴۱

وَدَلَّہُمْ مَسَاکِیْنُ طَیِّبَۃٍ فِی جَنَّاتِ عِصْنَانِ

۱۳۴۱

اِنْ شَاءَ اللہُ الْخَالِقُ الْمُعْطِی

فارسی میں

کنیتش بوالخیر و سرتا پا وجودش خیر وجود
قطبِ اقطابِ زمان و قدوہ اہل شہود
ذاتِ پاکش داعی حق را اجابت چوں نمود
یومِ جمعہ از جمادی ثانیہ بست و نہ بود ۱۳۴۱

قبلہ ماشہ محی الدین عبداللہ نام
در طریقت فردِ کامل در شریعت مقتدا
دید ہا پر خوں شدند و سینہا برباں شدند
گفت سالتش منظر تاریخ و روز و ماہ زید

عالم علم حقیقت واقع ہر طرف
لیلۃ الجعد بدو سلخ از جہادی الثانیہ بود
در زمین یک ہزار و سہ صد و چہل و یکم آہ
شدند اسال وصالش را رقم زید حزیں کن

ولہ
زین جہاں رفتند مٹی دین عبداللہ ابوالخیر
چوں بہ حق گشتند مٹی دین عبداللہ ابوالخیر
زخت بر بستند مٹی دین عبداللہ ابوالخیر
جاں بہ حق دادند مٹی دین عبداللہ ابوالخیر

ولہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

قطب ارشادِ خلائق پیشوائے سالکان
تاجدارِ اولیا شیر نیتانِ ہذا
روح پاکش داعی حق و اجابت چوں نمود
ہا تقم گفتا نویس اے زید سال انتقال

ملجا و مادی عالم رہنمائے کاملان
کشتہ خستیمیمبر مرشد اہل زمان
نوحہ خواں گشتہ ملائک ہم زمین آسمان
دفن عبداللہ شد زیر زمین با عز و شان

ولہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

شاہ ابوالخیر ولی سوائے جہاں تشریف برد
سال وصالش را چنین زید حزیں تحریر کرد

آباد شد غلہ بریں ویران شد اس خاکدان
شد از جہاں با عز و شان مہر زمان سوائے جہاں

ولہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

چوں قبلہ دین شد ابوالخیر آن امام اصغیا
تاریخ و صل شاہ را زید حزیں فی الفور گفت

رحلت سوائے جنات کرد از کلفت دنیائے ما
بحر صفا کان سخا نجسم ہدا ملجائے ما

ولہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

عالم میں کیسا شور ہے ہر گھر میں ہے کیسا یہ غم
یہ ابر کیسا چھا گیا عالم پہ سارے یک بہ یک
آئی صدایہ غیب سے سمجھ کو خراب تک نہیں
جن کو جہاں کہتا ہے یوں شاہ ابوالخیر ولی
وہ خاصہ خاصان حق جن پر خدا کا فضل تھا
شیدا تھے وہ اسلام کے خادم تھے وہ قرآن کے
وہ جامع صد خیر تھے اوصاف اچھے اُن میں تھے
صدیق صادق و صفا فاروق ساعدی و وفا
وہ نیک بندے حق کے تھے تائید اُن کی حق سے تھی

ارض و سماروتے ہیں کیوں کس کا ہے نہ درد و الم
کیسی فزوں ہے یہ کرک لختہ بہ لختہ دم بہ دم
رحلت جہاں سے کر گئے قطب جہاں عالی ہم
سرتاج تھے اقطاب کے وہ صاحب فیض اتم
دنیا سے رخصت ہو گئے اور جا بے ملک عدم
صاحب تھے وہ ارشاد کے اُن سا ہوا دنیا میں کم
تھے جانشین مصطفیٰ سنت پہ تھے ثابت قدم
عثمان ساعلم و حیا حیدر کا ساعلم و کرم
اُن پر خدا کا فضل ہو جب تک رہے لوح قلم

تاریخ اب رحلت کی میں لے زید کرتا ہوں رقم
علم و عمل فیض و مہر و ورع و سخا و علم و کرم

۶۰ + ۳۸ + ۶۱ + ۷۶ + ۶ + ۸۸۰ + ۱۰۰ + ۱۱۰
۱۳۴

کب تک بیاں اُن کا کروں جنت میں ہوا نکوسکوں
شاہِ زمن کے در میں بے قلب میں یہ سب کے سب

ولہ

بتا کر گئے ہم کو وہ رہ مہر کی
تمنا تھی دل میں وہ دار البقا کی
ہوئی پوری اُمید اس با صفا کی
یوں کر دے رقم اُن یہ رحمت خدا کی

۱۳۴

مرے پیر و مرشد پہ رحمت خدا کی
سفر کر گئے ہائے دنیا سے اک دم
ہے قُرب رفیقِ حقیقی جتنا میں
خرد نے کہا زید سے سالِ رحلت

ولہ

قدسیوں کے رہنا اور کاملوں کے مقتدا
تھے خدا کے نیک بندے تھے دلی بے مثال
جن کے فیضِ عام سے سرشار تھا سارا جہاں
نام عبداللہ فرزندِ عمر تھے ذی نسب
جدِ اعلیٰ ہند میں ان کے شہِ سر ہند تھے
رونق اُن کے دم سے تھی سایے جہاں آباد کی
تھا موافقِ شرع کے ہر قول اُن کا ہر عمل
قبلہ پا کاں بھی تھے اور کعبہ زہاد تھے
ظلمتوں میں خلق کی نظر و نگاہ پنہاں بھی تھے
چشمِ حق میں کے لئے سارا جہاں خیر ہوا
آج تک فرصت نہیں ارض و سما کو آہ سے
میکدہ دیراں ہوا پیرِ مغان جب چل بے
ساتی جامِ محبت کا پتہ چلتا نہیں
خالی آتا ہے نظر سارا عجم سارا حجاز
تھی شبِ جمعہ مہینہ تھا جمادی الثانیہ
منتقل جب اس سرا سے وہ ہوئے خلد بریں

چل بے دنیا سے ہائے جانشینِ مصطفیٰ
ہر گھڑی رہتا تھا جن کو نیک باتوں کا خیال
جن کی ذات پاک سے وابستہ تھیں مدخوبیاں
تھی ابوالخیر اُن کی کنیت اور محی الدین لقب
حضرت فاروق کے نورِ نظر و لبند تھے
تھی شرافت ان کے باعث منیرِ ارشاد کی
تھے محدث اور مفسر تھے فقیہ بے بدل
غوثِ دوراں قطبِ عالم صاحبِ ارشاد تھے
آپ حیواں کی طرح اک چشمِ فیضان بھی تھے
اُن کے جانے سے جہاں تاریک اور تیرہ ہوا
اہلِ دل ہیں جانِ لب اس صدمہ جانکاہ سے
عیش ہی جاتا رہا خیر جہاں جب سے گئے
بادِ عرفان کا دور اب ذرا چلتا نہیں
اب نہ وہ شوقِ عبادت اب نہ وہ ذوقِ نماز
دوبچے کا وقت تھا جب پیشِ آیاساخ
اور مہینے کی سنو تاریخ تھی اُنیسویں

فکر تباہی خون تاریخ خوب دے شری
غیب سے آتی نریمتے سونوں کو خیر
آگ عذرا میں سے نے کے جو محبوب
غیب سے کر پڑیں میں یہ بوجھت یک
غیب سے کر پڑیں میں یہ بوجھت یک
غیب سے کر پڑیں میں یہ بوجھت یک
غیب سے کر پڑیں میں یہ بوجھت یک

بہر پر تیر پوجانے کی تاریخ دھان

حقتہ شکار میں سے یہاں ہے انتقال

میں صاب سے ایک ہزار تین سو اکیس (۱۱۰۳) کا عذریہ اور سو گویا پ بھال

وقت ہے۔ حرارت و قدر میں



بجائے بولانہ حفاظت سمجھو کہ تھو مجھ نہ نہ

بجائے بولانہ حفاظت سمجھو کہ تھو مجھ نہ نہ

ظہور و غیرت و نفاذ
وقت کے۔ حقیقت سے وقت
وقت میں کے مشتاق ہو کر
میں ترمیم و تھو نے یہ خوب
تھے چہت دلایت کے رشتہ
تھے قیروان کے منات بہت
موت موت کی روش جنت کی
چراغ مجھ سے یہ بے گن

بجائے بولانہ حفاظت سمجھو کہ تھو مجھ نہ نہ

آپ کا منظوم کلام گوہر نظام

ذکر خیر میں "ذوقِ سخن" کے ذیل میں آپ کی شاعری اور ذوقِ سلیم کا بیان گزر چکا ہے اور یہ بھی عاجز نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنا بیشتر کلام ضائع کر دیا تھا۔ اتفاق سے ایک بیاض مل گئی اس میں ایک غزل فارسی کی اور ۵۸ کابل اور ایک غیر کابل غزل اور دو ٹھسے اردو کے ملے۔ مؤلف سیر الکاملین نے لکھا ہے "شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند" آپ کا شاعرانہ کلام وہی تھا جو چوبیس کپیس سال کی عمر تک آپ نے کہا اور مذکورہ بیاض میں تحریر ہے۔ لہذا یہ عاجز تحت عنوان "دورِ اول" آپ کا وہ کلام لکھتا ہے جو بیاض میں درج ہے اور پھر تحت عنوان "دورِ آخر" آپ کا وہ کلام ذکر کیا جائے گا جو آپ نے عربی، فارسی اور اردو میں بطریق مناجات احیانا فرمایا ہے۔

دورِ اول

فارسی غزل

آپ کی درج ذیل غزل کو کابل کے چند شعراء نے دیکھا اور اس کی متانت، سلاست اور خوبی کے معترف ہوئے اور یہ کہا کہ اس غزل کی بختگی بتا رہی ہے کہ آپ نے فارسی میں اور کلام بھی کہا ہے۔ (جو کہ ضائع ہو گیا ہے)

حرفے کہ ازاں دہن برآید	دُرست کہ از عدن برآید
بدمست چو آں سمن برآید	فسریاد ز انجمن برآید
در جلوہ گر خرام نازت	نسرین و مند و سمن برآید
در دل نگہ تو مست خوابت	وز دیدہ نفس ز تن برآید
خط حلقہ بگوش روئے یار است	ایں سبزہ کے از چمن برآید
گل کرد عشق خط آخر	از خاکم بوئے عنبر آید
مردیم د نہ مژد آتش عشق	دود و دم از کفن برآید
در سینہ ہمیں خلد ہمانا	خارے کہ ز پائے من برآید
در نخلِ عمر - اگر رود خیر	از پنجہ اصر من برآید

اُردو کلام

اختصار کے پیش نظر آپ کے اُردو کلام کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

اسباب عیش مادی شور و شر ہوا
جی بھر گیا زمانے کا نیرنگ دیکھ کر
بچ جائے وہ برق حوادث سے کیا مجال
دنیا بھی بچ اور غم دنیا بھی بچ ہے
ہاں کچھ خیال گور کے سامان کا چاہیئے
سامان وہاں کا یاد خداؤ رسول ہے
حاصل ہے ذکر حق سے وہ معراج بندگی
جس سر میں نعت سرورِ عالم کا ہو خیال

منحوس تر زلزل سے بھی دورِ قمر ہوا
فی الجہد اب تو دیدہ حقیقت نگر ہوا
جس آدمی کا مزرعِ امکاں میں گھر ہوا
مطبیعِ دل تو یہ سخن مختصر ہوا
جس کا بہت قریب زبانِ سفر ہوا
یہ ذکرِ مفتنم ہے بہت جس قدر ہوا
جس سے بلند رتبہ نلک پر بشر ہوا
نلکِ جہان میں وہی سر تا جور ہوا

دم بند ہوگا مطربہ چرخ کا ابھی

مدحِ نبی میں خیر اگر نغمہ گر ہوا

جس گھر میں ذکر مولدِ خیر البشر ہوا
کیوں کرنے ہو کہ اُس شہ والا کا ذکر ہے
وہ نہادِ وچِ قدس وہ شمعِ جمالِ حق
وہ سرورِ زمین و زمانِ جانِ دو جہاں
وہ شاہ جس کے سایہ احساں کے روبرو
وہ جس کے آستانہ علیا کے سامنے
ہم لوگ کیوں نہ اُس پہ فدا اپنی جاں کریں
دیوار و دروازاں کے ہوئے خالِ رُکوعِ عرش
ہے سلسبیلِ چشمہ زرقاے منفعل
ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکان ہے
عشقِ نبی جسے ہو اُسے عشقِ حق سے ہے
کچھ خوف مجھ کو تیسرگی گور کا نہیں
ہاں اک نگاہ بندہ نوازا ادھر بھی ہو

عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا
جس کا وزیرِ روحِ قدس چرخ پر ہوا
دو ٹکڑے اک اشارہ سے جس کے قمر ہوا
دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا
شرمندگی سے غرقِ غرقِ ابرتر ہوا
افسانہ بہشتِ بریں مختصر ہوا
جب سجدہ گاہِ حورو ملائک وہ در ہوا
اور سایہ نورِ دیدہ اہلِ نظر ہوا
طوبیٰ کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا
نورِ خدا ہر ایک مکانِ سر بسر ہوا
احمد میں صاف نورِ احد جلوہ گر ہوا
نورِ محبتِ نبوی ساتھ اگر ہوا
وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ در ہوا

پہنچے نہ باغ طیبہ تک افسوس خیر ہم
آئی خستراں ربیع کا موسم بسر ہوا

ہر گل کو باغ دہر میں کھٹکا ہے خار کا
آنکھیں مری وصال میں بھی سوئے دریاں
اُٹھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا
خوگر جو ایک عمر سے تھا انتظار کا
جام مئے الست کا اللہ رے اثر
مشہور میرا عشق ہے ماہی سے ماہ تک
اک نو بہارِ ناز کا کشتہ ہوں عندلیب
کیوں کرنے جلوہ ہو سرمد فن بہار کا

ہم خیر جستجوئے دہن میں فنا ہوئے
ممکن نہیں پتہ ملے اپنے مزار کا

گر لکھوں کچھ حال جوش دیدہ خوبار کا
دستومر قد پر میرے پھول نرگس کے رکھو
ہو دے ہر ہر لفظ جوئے خوں مرے اشعار کا
ہوں جو میں گشتہ نگاہ نرگس بیمار کا
نام ہے فردوس جس کے سایہ دیوار کا
میں تو عاشق ہوں صنم کے معصوف خسار کا
باغ میں گل کو نہیں کھٹکا ہے مطلق خار کا
یا الہی زلف کا فرخ سے اُن کے دور ہو
پاکدامن کو ضرر ہمسایہ بد سے نہیں

دم بخود ہوں خیر کس کس کا گلہ کرتا پھڑ
یار کا ایاجت کا، یا چرخ کج رفتار کا

دیکھ کر جوش دیدہ تر کا
پانی پانی کریں گے ابر کو ہم
شور جاتا رہا سمندر کا
جوش ہے آج دیدہ تر کا
تشنہ کاموں کو کر دیا سیراب
آب جیواں کا تشنہ کام نہیں
چشمِ فتاں نے کر دیا بے خود
سیر نرگس سے کیا غرض ہے مجھے
کیوں ہجوم بلا نہ ہو اُس پر
وہ مسیحا جو پاس سے سر کا
ہو گیا پھر مریض کا، ہی حال

کیونکہ ہم زینت کریں لے قمر
موصول حق ہے سایہ در سیر کا

دشت دشت نے کیا چاک گریساں دلا کا
بے سوز تہ اظہارِ تیغِ تالیاں دل کا
ایک کھاجب نہیں کرتے میں دروں دل کا
ایک زنگی ہے صنم اب تو نمیب ن دل کا
نہی کی فصلاں تو صفتِ مگان دل کا
کھل دیا ہے عجب ہی روزوں گھٹاں دل کا

دیکھ سہوا نہ کر اہی آفتابوں سے اے خیر
شو کیسا نہ زیاں ہو کبھی تلالاں دل کا

نچوڑ نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
نیا نہیں صحت میں دل نہیں رہا اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا

کہنے میں نے سر سے کھلی، تم تھو
خیر گریں مت کوں رزوں اپنا

دش میں نہت دیوار نے سونے نہت
سوت قتل کوں گاتی ہے یہ چاہ تہی
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا

میں نے نہت دیوار نے سونے نہت
سوت قتل کوں گاتی ہے یہ چاہ تہی
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا
تیرا دل نہیں گتا دل ہے بد گن اپنا

یاد مڑگاں جو یہاں تھی وہی مدفن میں رہی قبر میں بھی غلشِ خار نے سونے نہ دیا
اگیا ناک میں صیاد کا دم جب اُس کو نالہ مرغ گرفتار نے سونے نہ دیا

واہ رے بخت سینہ روزِ وصالِ مہِ رُو

خیر کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا

غیر آتشِ فرقت سے جو جل جائے تو اچھا حسرتِ دلِ سوزاں کی نکل جائے تو اچھا
صورتِ ترے ملنے کی تو ملتی نہیں کوئی تصویر سے اب دل جو بہل جائے تو اچھا
دمِ ناک میں ہے میرا کہ تو مجھ سے خفا ہے جھگڑا چھٹے دم میرا نکل جائے تو اچھا
کہتا ہے مجھے دیکھ کر اعدا سے پری رُو محفل سے یہ دیوانہ نکل جائے تو اچھا
عشاق سے نفرت، تجھے اغیار سے اُلفت یہ طبع جو اسے شوخ بدل جائے تو اچھا

مرنا شبِ فرقت میں تو اچھا نہیں لے خیر

گردِ وصل کی شبِ جانِ نکل جائے تو اچھا

ماں گیسوئے رسا ہو گیا میرے لئے دل ہی بلا ہو گیا
سامنے اُس ابروئے خمدار کے ماہِ نو انگشتِ مٹا ہو گیا
زندہ کیا خلق کو رفتار سے مردے اٹھے حشرِ پسا ہو گیا
کرتے ہو سوداِ زردہ سے گفتگو حضرتِ ناصح تمہیں کیا ہو گیا
غیر کا کچھ میں نے کیا تھا نگہ اِس لئے بے مہر خفا ہو گیا

مثلِ کتاں سینہ ہے جس دن سے خیر

شیفتہ ماہِ لقا ہو گیا

دہ ماہِ لقا خیر کو کیونکر نہ ملے گا اُس کا نہیں تو غیر کا کیا گھر نہ ملے گا
تیسرا سا دلِ سخت شکر نہ ملے گا اے سنگدل ایسا کوئی پتھر نہ ملے گا
اُمیدِ اخرِ نالہ و فریاد میں کیسی جزِ رنجِ تجھے اے دلِ مضطر نہ ملے گا

پامالِ خرامِ بے دست کو لے خیر

آرامِ بے خاک بھی دم بھر نہ ملے گا

پیمانہ مری عمر کا بھر جائے گا ساقی گرا بر میں مجھ مست کو ساغر نہ ملے گا
کتنا ہی گھٹے یا بڑھے یا ہوئے برابر اِس قد سے ترے قدِ صنوبر نہ ملے گا

خورشید فلک پر بھی کہتا ہے مکرر
مانندِ عمر، خیر کو رہبر نہ ملے گا

اہل دل آئینہ حسنِ خدا داد ہیں سب
چشمِ ابرو، مژہ، آمادہ بیداد ہیں سب
زندگی سے متنفر ترے ناشاد ہیں سب
نسلِ خطیب و کور و غالی رخ و زلف
شکلِ محراب میں اُس ابرو کے خمدار کی ہے
عاشق اس ماہ کے معشوق جہاں جوتے ہیں
قیدِ عالم سے ہیں وارستہ ترے دیوانے
باہم بے ہم رہتے ہیں گرفتار ترے
کون سے بلبلِ وارستہ کا ہے قصیدِ شکار
داغ ہے تیری غلامی کا جبینِ منہ پر

محو حیرت کردہ عالمِ ایکباد ہیں سب
کمریں قتل پہ باندھے ہوئے جلا د ہیں سب
آرزو مند دمِ خنجرِ فولاد ہیں سب
سورتیں مصحفِ عارض کی ہیں یاد ہیں سب
اہل دل شاد ہیں سب مسجدیں آباد ہیں سب
میرے یوسف کے طلبگار پر نژاد ہیں سب
صورتِ سرو چین دہر میں آزاد ہیں سب
صورتِ سرو چین دہر میں آزاد ہیں سب
کیوں کیوں گاہ میں بیٹھے ہوئے صیاد ہیں سب
سرود شمشاد ترے بندہ آزاد ہیں سب

اہلِ بینش ہیں فقط تاجور ملکِ وجود

غافل اے خیر مقیم دم آباد میں سب

وہ آئے گا سرمدنِ ضرور آپ سے آپ
مگر دم میں ملیں گے ضرور، آپ سے آپ
جب آفتابِ قیامت وہ نقشِ پا ٹھہرا
نہیں ہے نگِ ثبات اے فلک تیرے رخ پر
خطا ہوئی جو دیا میں نے تم کو دل اپنا
تلون اُس گلِ رعنا کا آفتِ جاں ہے
جو دل دیا تو لیا ناصحوں کا کیا میں نے
جنونِ عشق میں سرزد ہوئے ہیں اے واعظ
نہ انتظار نہ وعدہ نہ وصل کی امید
ہماری مدح کا اے خیر تو نہیں محتاج

اثر دکھائے گا تعویذِ گور، آپ سے آپ
پلِ صراط سے ہو گا عبور، آپ سے آپ
کہیں گے چال کو شورِ نشور، آپ سے آپ
یہ نقشِ بگڑے گا اک دن ضرور، آپ سے آپ
ہوں معترف میں سراپا قصور، آپ سے آپ
کبھی ہے لطف کبھی ہے غور، آپ سے آپ
طولِ مجھ سے ہیں یہ بے شعور، آپ سے آپ
معاف ہوں گے ہمارے قصور، آپ سے آپ
ہے بے تسرار دلِ ناصبور، آپ سے آپ
تجھے ہے نظم پہ اپنی غرور، آپ سے آپ

اے باہم بے ہم اشارہ ہے غلوتِ درانجن کی طرف حواصلِ ہشتنگا میں سے یہ اس ہے۔

جو دل سے پردہ غفلت ہو دور آپ سے آپ
 کھلے گا داغِ محبت ضرور آپ سے آپ
 خدا جو چاہے تو روشن ہو گور آپ سے آپ
 ہمارا مزرعِ دل تو نہیں ہے لائقِ نذر
 بزرے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن
 بسانِ سایہ دیوار تیرے کوچہ میں
 حبیبِ حضرت موسیٰؑ، محبتِ احمدؑ ہے
 عدم میں کون سے آئینہ رو کو دیکھا ہے
 محبتِ حرم و دیر میں برہمن و شیخ
 ہونقہ وقت دوام حضور آپ سے آپ
 اُس آفتاب کا ہوگا ظہور آپ سے آپ
 مری لحد پہ جلے شمع نور آپ سے آپ
 مگر قبول کرے برقی طور آپ سے آپ
 ہے تیرے ذکر میں دل کو سرور آپ سے آپ
 نہ ہونگے ہم دردِ دولت کے دور آپ سے آپ
 اُحد کو ڈھونڈتی ہے برقی طور آپ سے آپ
 کہ دم بخود میں سب اہل قبور آپ سے آپ
 ہوئے ہیں منزلِ مقصد کے دور آپ سے آپ

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے
 نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

وہ نرگسِ خوزیر سے کرتے تھے اشارات
 تقریر ہے مُغلق تری اے چشمِ سخن گو
 مقصودِ سماع اور مناجات سے ہے ایک
 تھا بندہ نوازی پہ ہمارا شبِ خواباں
 اُس نرگسِ خوزیر کے سب طرح تھے مے میں
 بے منتِ سازوئے و ساقی و منتی
 لائی تھی برے گھرا سے میری کششِ دل
 تھا بزم میں دورِ مئے سر جوشِ فنارات
 حلِ شرحِ مرثیہ سے ہے مگر متین "اشارات"
 ہر چند کہ ہیں مختلف اللفظ عبارات
 تھی بر سرِ تاثیر دُعائے فقرا رات
 تھا بزم میں دورِ مئے سر جوشِ فنارات
 غمِ خوارِ عجب لطفِ خدا ساز ہوارات
 اور شوق نے وا کر دیئے تھے بندِ قبارات

اے خیر نہیں وعدہ دیدار بھی اس میں
 کیوں حشر کے دن سے نہ ہو فرقت کی سوارا

فلک کو چرخ آیا بلبِل جاں کے نشیمن پر
 بہار آئی ہے جو بن ہے گل و شمشاد و سوسن پر
 چمن کے خار و خس بھی مثلِ گل آئے ہیں جو بن پر
 کیا ہے ابر غم نے لالہ زارِ سینہ کو گلشن
 خدا را اب تو چل کر ساقیا کر شمعِ مے روشن
 ملک کو رشک آیا آخر اس طائر کے مسکن پر
 جمایا ہے گھٹانے خوب اپنا رنگ گلشن پر
 جمایا ہے گھٹانے خوب اپنا رنگ گلشن پر
 جمایا ہے گھٹانے خوب اپنا رنگ گلشن پر
 جمایا ہے گھٹانے خوب اپنا رنگ گلشن پر

گلوں کو بھول جائے دیکھ لے بلبل اگر ان کو
شب فرقت وہم نے پھول کاٹے اپنے دامن پر
وہ تنگ آفریش ہوں کہ سب کو عار ہے مجھ سے
گراں ہوں فی الحقیقت خاطر شیخ و برہمن پر
غزل اب دوسری لے خیر لکھ کو کب کی خاطر سے
صفائی میں جو رکھتی ہو شرف میرے کی معدن پر

سحاب لطف حق ہے سایہ گستر میرے گلشن پر
فردغ حسن سیرت چاہیے صورت سے کیا حاصل
ترا نقش کف پاؤ کش خورشید تاباں ہے
ہوا میں زندہ جاوید اسی کے دم سے لے قاتل
خضر کو چشمہ حیواں پلا ہالہ میں ماہ آیا
طلبگار اس کے کیا نظروں میں لائیں دین و دنیا کو
تجھے ناصح غرض کیا ہاتھ میرے پیر میں میرا
کہ صحرے تو ادم آ دیکھ تاثیر فغاں یلی
مشام جاں میں بونے درد و غم لازم ہے لے قاتل
جواہل ضبط ہیں کب قیس کی تقلید کرتے ہیں

ہوا اللہ اکبر خیر مدفون کوئے جاناں میں

بجائے خضر کو بھی رشک کرنا ایسے مدفن پر

خط کا جواب لایا نہیں نامہ برہنوز
اللہ سے سادگی تری لے دشمنوں کے دست
کعبہ میں جا کے شیخ سے بیعت بھی کی دے
ایدار سے پوچھتے ہیں کہ کیا خیر مر گیا

گویا میں میرے قتل سے وہ بے خبر ہنوز

جنہش تیغ نگہ سے تری حاصل قاتل
تیغ ابرو ہی ہمیں کر گئی بسمل قاتل

۱۰ حضرت سیدی الوالد نے ایک دن یہ شعر پڑھ کر فرمایا: ہم نے اپنی یہ غزل اپنے حضرت والد صاحب کے سامنے بھی اس وقت مولانا حبیب الرحمن اور مولانا حاجی امداد اللہ بھی موجود تھے۔ حاجی صاحب کو ہماری غزل بہت پسند آئی۔ وہ میں سے دعا فرمائی کہ ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ یہ غزل آپ نے اپنے ہمنام صاحب کے کہنے سے لکھی ہے۔ دریں بیان میں اس وقت کے برعکس ہے۔ آپ کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔

زلف چہرے سے اٹھا لے نہ کامل قاتل
مرتے دم تو ہونف راترا حاصل قاتل
نہیں آتا کبھی بھولے سے بھی اکفت کا خیال
سخت پتھر سے زیادہ ہے تیرا دل قاتل
نہ وہ خوبی ہے نہ مستی ہے نہ وہ عشوہ گری
کیا تری چشم سے زنگس ہو مقابل قاتل
بوئے گل بے مزہ و نالہ بلبیل بے جا
تیرا گلشن میں بھلا خاک لگے دل قاتل
دم بہ دم جو شش جنوں اور ترقی پر ہے
رنگ لائی ہے عجب قید سلاسل قاتل

کیوں نہ ہو گور مری غیرت فردوس بریں

میرا اے خیر ہے اک خورشائیل قاتل

کیوں نہ سر کاٹ لیں خود خنجر خونریز سے ہم
عشق رکھتے ہیں کسی کی مژدہ تیز سے ہم
کوئی میخانہ میں ہم سا بھی تنک طرف نہیں
مست بن جاتے ہیں اک ساغر لبریز سے ہم
رسم اس ظلم کی اس عہد میں پھر تازہ ہوئی
ورنہ واقف نہ تھے کچھ فتنہ چنگیز سے ہم

خیر فرقت میں ہم اب عمر بسر کرتے ہیں

غمِ اُلفت کی دوا کرتے ہیں پر ہیز سے ہم

ہمارے گل میں ہوا بو کے کوئی رنگ نہیں
غزال چین ہے وہ شاہد فرنگ نہیں
تمہارے روئے منور کے سامنے لے دوست
ذرا بھی چاند کے چہرے پہ آب درنگ نہیں
ہے عرش و فرش سب آئینہ دار پر تو یار
فروغ عکس سے وہ کون ہے جو رنگ نہیں
ہے تیرے جلوے سے آئینہ خانہ کون و مکاں
وہ کون ہے ترامنہ دیکھ کر جو رنگ نہیں
مقابل اس قد و عارض کے ہو نہیں سکتے
ہے سر و رنگ و رخ گل پہ آب درنگ نہیں
عجب نہیں ہے جو بعضے جماد کو ادراک
ہو آدمی کی طرح گو یہ رنگ و صنگ نہیں
جور دئے ہجر نبی میں نہیں ہی چوب وہ چوب
کرے جو آپ سے باتیں وہ سنگ سنگ نہیں

یہ سب جمال ہے خیر اس جمیل مطلق کا

چمن میں بو نہیں اور میکدے میں رنگ نہیں

شکست رنگ سے اُلفت میں ہم کو ننگ نہیں
ہے بند و بست محبت شکست رنگ نہیں

لے امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اُستقن حَتَّانَ کے واقعہ کو روایت کیا ہے کہ یہ ستون بلند آواز سے رویا اور پھر
آپ کے تشریف لے جانے پر خاموش ہوا۔ اور سنگ ریزوں کی تسبیح کرتی اور آپ کی رسالت کی گواہی دینے کے
واقعہ کو خصائص کبریٰ میں سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

قتیل ابروئے خوش غم نہ کیسے عالم ہو
نئی شفق اُفقِ چرخِ حسن پر ہے عیاں
تبسم اس میں کرے فرضِ قسمتِ وہی
وہ بواہوس ہے جو دلدادہ بے قرار نہ ہو
یہ وہ کہاں ہے جو منت کشِ غمگ نہیں
کفِ نگار میں ظاہرِ جنت کا رنگ نہیں
وہ ہجرِ فرد "تمہارا وہاں تنگ نہیں
پسند دل نہیں دلبر جو شوخ و مستگ نہیں
نشانِ قیس ہوں آوارہ ہم خدا نہ کرے
فضائے کوچہ دلدار ہم کو تنگ نہیں

وہ رشک زہرہ نہیں ہے جو حقیر پہلو میں

نشاط بخش صدائے رباب و چنگ نہیں

تصورِ میکشی میں نرگس مے گوں کا کرتے ہیں
کبھی ہر م کے جیتے ہیں کبھی جی جی کے مرتے ہیں
ہم اپنے غنچہ اے زخمِ دل میں مشک بھرتے ہیں
کہوں کیا کشورِ الفت کی میں نیرنگیاں ہے
انہیں عادت ہے ناصح کوئے رسوائی میں پہنے کی
قیامت میں ادائیں قہر سب انداز ہیں اُن کے
مزا بیماریِ الفت میں صحت سے زیادہ ہے
دوا سے تیری ہم اے چارہ گر پر ہیز کرتے ہیں

نشانِ منزلِ مقصود سے واقف دی ہیں خیر

طوافِ کعبہ دل رز و شب جو لوگ کرتے ہیں

بسکہ دشوار ہے اے خیر سلوک رہ عشق
پہلی منزل میں یہاں سر کو قلم کرتے ہیں

ربط ہم شاہدِ ساقی سے صدارت رکھتے ہیں
کعبہ و دیر سے کیا کام بھلا رکھتے ہیں
دم عیسیٰ جوں روحِ فزا رکھتے ہیں
تیری پیماں شکنی تجھ کو سنا رکھتے ہیں
دل کے لینے میں جو کچھ عہد کے تھے ہم
دیکھے عالم دیوانگی عشق کی سیر
قیس و فرہاد کو کہتے ہیں جہاں بازی گر
پیر ہو کر بھی جوانی کا لٹہ رکھتے ہیں
اہلِ دل مذہبِ دائیں جدار رکھتے ہیں
افعی زلف بھی اعجازِ عصار رکھتے ہیں
تسہو کو تیرے تجھے یاد دلا رکھتے ہیں
سہو کو تیرے تجھے یاد دلا رکھتے ہیں
ہم پیری زادوں سے امید و نفا رکھتے ہیں
قدم اُس دشت میں ہم آبلہ پار رکھتے ہیں

زخمی تیر مڑے کوئی بوجھے ناصح
کشتہ تیغ محبت کو ہو صد گونہ نوید
مے دیدار نے ساقی ہمیں بے ہوش کیا
رُخ دل قبلہ ابرو کی طرف رہتا ہے
دیکھ کر اے شبِ خواباں یہ نزاکت تیری
مرحبا دردِ زبانِ دہنِ سوسن ہے

پاسِ ناموسِ محبت ہے فقط خیر ہمیں
درد نہ ہم چشمِ ترو آہ رسا رکھتے ہیں

جب کہتے وہ مجھ سے کہ ہوا اضطراب میں
روشن فردغِ جلوہ سے دلوں کو کر
کہتا ہے روزا بر میں مجھ سے وہ مہر و شش -
کس منہ سے تیرے منہ کے مقابل کہیں ہے
کرتے ہیں یاد ہم تجھے رہ رہ کے ماہر و
ساقی ہے ماہتاب و قدحِ آفتاب ہے
بُت ہو خدا نہیں ہو خدا سے ذرا ڈرو

اللہ رے بختِ خفتہ خیر ایک عمر میں
اعدا کے ساتھ رات کو آئے وہ خواب میں

رکھے نہ عمر بھر کبھی اندر چمن کے پاؤں
ہوتے ہیں لاکھوں فتنہ محشر نما بسا
اس پر خیمہ الٰہی ہمیں ترشکِ سرو ہو
رنجِ جہاں سے کر دیا آزادے کے دل
دیکھا ہے کیا ترے قدرِ عنا کو سرو قد
خوابیدہ بخت کا نہ رہے بھر گلہ مجھے
ہاتھ آتے ہیں مجھے جو مضامین بلندیوں
ہے آرزوئے خیر کہ سر پر رہیں مدام

شاہ سیدہ قبلہ اہل زمن کے پاؤں

خوشبو کہیں زیادہ ہے عنبر سے خال میں
رہتا ہے عرق زلف سید کے خیال میں
ہے روز بھی براشب تاریک سے سیاہ
شبنم نہیں ہے عارض گل رو کو دیکھ کر
میں اور نقد جاں نہ کروں نذر یار کی
دل پس گیا کسی کا کوئی زور ہو گیا
آفت اگر نہیں کسی مر کی اُسے تو کیوں
آخر کسی طرح تو شب وصل کچھ بڑھے
دامن نہ چھوڑتے عمر کا کبھی کہ وہ

خورشید نیم روز ہے چرخ کمال میں

خلق با مال صنم کب تری ٹھوکر میں نہیں
خون دل اپنا شب درو زیا کرتا ہوں
رونق افروز ہے وہ خانہ دل میں ہر دم
غضر کی راہنمائی میں نہیں شک لیکن
بوالہوس وادی آفت میں سارا م کو ڈھونڈ
باد غم ہی سے سرشار ہوں بخود ہوں میں
یہ قیامت کبھی ہنگامہ محشر میں نہیں
باد غم کے سوا کچھ مرے ساغر میں نہیں
کو نسا وقت ہے جو یار مرے گھر میں نہیں
کیا کریں آپ بقا بخت سکندر میں نہیں
لشکر غم کے سوا عشق کے کشور میں نہیں
نہی گرمی عشرت مرے ساغر میں نہیں

صندلی رنگوں سے کیوں گاڑی بھنا کرتی ہے

در آفت اگر اے قیصر مرے سر میں نہیں

جب تک تجھے نہ دیکھے سرور نظر نہ ہو
جس کو ظلم بند کرے حق روئے دوست
ہو چشم کھولتے ہی بصیرت کی آنکھ بند
جس پر نگاہ اپنی پڑے ہے وہ منتخب
اے نور چشم آنکھ میں نور نظر نہ ہو
کھولے وہ آنکھ بھی تو ظہور نظر نہ ہو
جب تک حضور دل ہو حضور نظر نہ ہو
اپنی نظر نہ ہو جو غرور نظر نہ ہو

۱۔ شاہ سیدہ مراد آپ کے جدامجد حضرت شاہ احمد سید قدس سرہ ہیں۔
۲۔ مرے مراد آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ ہیں۔

سیر قدم کا ذکر نہیں کوئے یار میں یہ وہ گلی ہے جس میں عبورِ نظر نہ ہو
ہیں چشم و دل تصورِ جانان سے بہرہ مند پیش نظر نہیں جو وہ نورِ نظر نہ ہو

محررم، ہم جو دولت دیدار سے رہے

اے خیر باعث اس کا تصورِ نظر نہ ہو

گنجینہ مراد سے دل بہرہ ورنہ ہو جب تک نیازِ شام و دُعا ئے سحر نہ ہو
پیرِ مغاں کی چشمِ عنایت اگر نہ ہو مقبول کچھ دعا و نیازِ سحر نہ ہو
جب تک وہ آفتاب یہاں جلوہ گر ہے روشن ہماری بزم میں شمعِ سحر نہ ہو
دل سے پسند ہے مجھے زلفِ دراز یار وہ شام چاہیے مجھے جس کی سحر نہ ہو
جب تک نہاں ہے یار نمایاں ہے آفتاب اُلٹے نقاب وہ تو ظہورِ سحر نہ ہو
بیتِ الحزن میں آنہ کے بوئے پیر ہن ہم پر جو مہربان نسیمِ سحر نہ ہو

پیرِ مغاں کے قول پر اے خیر کر عمل

غافلِ صبح سے کبھی وقتِ سحر نہ ہو

چشمِ بیمار کا اے دل کبھی بیمار نہ ہو حلقہٴ چشم میں زہار گرفتار نہ ہو
دیکھ اے خیر کبھی طالبِ دیدار نہ ہو مثلِ نرگس کہیں تجھ کو بھی کچھ آزار نہ ہو
اے جنوں دشتِ نوردی کے نہیں ہم قائلِ خوں میں آلودہ اگر دامنِ گہار نہ ہو

بے طرح دل جو تیرا آج ہے بیکل اے خیر

کہیں سینہ میں ترے تیر کا سوافار نہ ہو

یہاں تک آتشِ غم نے جلایا ہے مرے تن کو کراک عالم گماں کرتا ہے گلخن میرے مدفن کو
سفِ مرگ کاں نے ایسی زخم کاری کی کہ اے ہدم لبِ تر زخم دیتے ہیں دعاؤں نادک انگن کو
کھلیں باغِ جہاں میں یہ مشکوئے ظلم کے ہر دم غذا سر سبز رکھے اے ستمگر تیرے گلشن کو
یہ قد بڑا سا اور نیم خواب آنکھیں کہاں اس میں بہارِ باغ کیا پہنچے گی اے گل تیرے جو بن کو
عبثِ مصروفِ فکرِ بخیہ سب اجاب ہوتے ہیں بھلا دستِ جنوں کب چھوڑتا ہے میرے دہن کو
قبلا ہو گا نہ جامہ پاکدامنوں کی عفت کا زلیخا چاک کرتی ہے عبثِ یوسف کے دامن کو

اے سلوک نقشبند یہ مجدد میں دائرۂ حقیقتِ صلاۃ کے اخیر تک کے عروج کو سیر قدمی اور اس کے بعد کے عروج کو سیر نظری کہتے ہیں
اے غافلِ صبح سے یعنی عبادتِ نیم شبی و ذکرِ شریف سحر سے

غزل وصف دردناں میں اب منکوم کرتا ہوں
تعب کیا جو اس کو کھینچ لائے جذب دل میرا
جوروشن طبع ہیں کیا ان کو ڈر ہے تیرہ طبعوں سے
مکدر کر نہیں سکتی ہے شب خورشید روشن کو

مضامین رُخ پر نور کا ہر دم تفکر ہے

متور کر رہا ہوں خیر اپنی طبع روشن کو

تھیں جویوں مصروف شغل لالکاری رات کو
ہوتی ہے دن سے فزوں تریے قراری رات کو
تیری فرقت میں مرا ہے شغل اے آرام جاں
اور تاریکی شب یلدا کی افسردوں ہو گئی
مرتے مرتے آرزوئے مرگ سے میں بچ گیا
جلوہ گر شب کو ہوا کرتا ہے اک خورشید رو
ایک وہ دن تھے کہ اپنا مشغلہ تھا ہم نفس
یابہ چرخ دوں نے دن پھرے کہ اپنا کام اب

یار کی صورت سہائی تھی دل دیوانہ میں

خیر شیشہ میں پری ہم نے اُتاری رات کو

تو نے برگشتہ یار جب کی آنکھ
اک نظر میں بھلا دیا سب کو
میں کہاں اور خیال وصل کہاں
دل زبانی میں دونوں کامل ہیں
سچ بتا مجھ کو اے مرے طالع
خانہ چشم میں تو آمیرے
اومسیا نہ لی خبر تو نے
نور حق سے نہ چشم روشن کی

پھر گئی ہائے ہم سے سب کی آنکھ
قہر کی ہے نگہ غضب کی آنکھ
تو نے برگشتہ بے سبب کی آنکھ
چشم الطاف اور غضب کی آنکھ
تو نے برگشتہ مجھ سے کب کی آنکھ
اس تمنائیں وا ہے کب کی آنکھ
مُسند گئی تیرے جاں بلب کی آنکھ
بے بصارت تھی بولہب کی آنکھ

کھل مازاغ سے مکمل تھی

خیر اس تیر عرب کی آنکھ

یا زار و بیک

ہر کدو سے کچ ادائی ہے
دائے خال رخ ہے مد نظر
یادِ گل میں ہے جوئے خوں جاری
نگہ مست میں وہ بات نہیں
طولِ شب ہائے غم میں ہے راحت
رونقِ افزائے باغ ہے گلِ رو
دل لگی کے گذر چٹکے ایام
حسن نے ملکِ دل کیا تاراج

مرداے جذبِ عشقِ احمدِ پاک

خیر کو شوقِ جبہ سائی ہے

جب وہ آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے
جلوہ گریار کہاں ہوتا ہے
پردہ چشم سے چھپ کے وہ شوق
رودے الور پہ نمو ہے خط کا
نہ سنوارو نہ ستوارو زلفیں
نہ چل اے فتنہ گراں ٹھاٹھ سے تو
صرف جاں پر نہیں ظلمِ اکفت
شوقِ دیدار ہے کیا نزع میں بھی؟
خیر کا حال تری فرقت میں!
سینہ میں ہوتے ہیں ٹکڑے دل کے

خیر پی لے مئے مردِ افکنِ عشق

پیر بھی اس سے جواں ہوتا ہے

جو عشق ترا اے مہ کامل نہیں رکھتے
تاروں کا تو کیا ذکر مہر بھی لے دوست
ہوسر میں ہمارے تیرا سودائے محبت
افسوس کسی کام کا وہ دل نہیں رکھتے
کچھ ٹوڑے رخ کے مقابل نہیں رکھتے
کچھ اس کے سوا آرزوے دل نہیں رکھتے

کیا مٹہ ہے جو ہم نغمہ سرائے آرنی ہوں
آنکھیں ترے دیدار کے قابل نہیں رکھتے
دیوانے ہیں ہم حسنِ خداداد کے قافل
پابستگیِ ناقہ و محمل نہیں رکھتے

اے خیر ہیں ہم کشتہ شمشیر تغافل

دل میں ہو سرِ خجرت اتل نہیں رکھتے

لے لیتے ہو دل کو دوست بن کے
اُستاد ہو تم بھی اپنے فن کے
کیا لے کے کریں وہ گلِ چمن کے
عاشق ہوں جو بوئے پیرہن کے
بے وصل و فراقِ زندگی کیا
یہ ہیں گل و خار اس چمن کے
گہرائے نہیں وہ قیدِ غم سے
قیدی ہیں جو زلفِ پرشکن کے
میں ہی نہیں پائمالِ رفتار
ہیں کبک بھی کشتہ اس چمن کے
یہ کون ہوا ہے جلوہ فرما
ہوش اڑ گئے شیخ و برہمن کے
کیا عشق میں شکوہ رنج و غم کا
یہ پھول ہیں اے دل اس چمن کے

مدت سے خراب ہو سفر میں

اے خیر چلو طرفِ وطن کے

کرد آرام کوئی دم در اسی رات باقی ہے
بہت تھوڑی سی فرصت قبلہ حاجات باقی ہے
دہانِ یارِ ناپیدا ہے لیکن بات باقی ہے
ہنوز اس نغمے میں کچھ شستہ اثبات باقی ہے
نہ دورِ جرجخ دائم ہے نہ دن نے رات باقی ہے
غرض فانی ہے سب کچھ اک خدا کی ذات باقی ہے
گئے وہ دن کہ شوقِ وصل و بیمِ ہجر تھا دل میں
فقط سینہ میں اب تو حسرتِ مافات باقی ہے
کرے گا عشقِ نذرِ حسن اجزائے جگر اک دن
جواہر پارہ دل کی ابھی سو غصات باقی ہے

لے گا درِ طلسمِ حسنِ رخ کا ملک کا کل میں

ابھی اے خیر سیرِ کشورِ ظلمات باقی ہے

نہ ہو وہ گل تو اسبابِ طرب بیکار ہوتا ہے
بہار آنکھوں میں ہوتی ہے خزانِ گلِ خار ہوتا ہے
"فراقِ یار میں دل عیش سے بیزار ہوتا ہے"
خیالِ ساقی و مطرب بھی دل پر بار ہوتا ہے
کلیجہ منہ کو آتا ہے مے و ساقی کی صورت سے
فراقِ یار میں دل عیش سے بیزار ہوتا ہے
یہی اے دشمنِ اہلِ وفا شرطِ محبت تھی
عدوت دوستوں سے دشمنوں سے پیار ہوتا ہے
تری آنکھوں کی آفت میں بساں آہو و زنگس
کوئی دیوانہ ہوتا ہے، کوئی بیمار ہوتا ہے

کسی کو عشق کامل ہے کسی کو الفت رخ ہے کوئی ہوتا ہے کافر اور کوئی دیندار ہوتا ہے

یہ سب نیرنگیاں ہیں ایک تارِ مٹوئے کا کل کی

حرم میں خیر سبجہ 'ذیر میں زنا ہوتا ہے

میرے بھی دردِ دل کی دوا اے خدا ملے وہ کوچہ جس کا نام ہے دارالشفائے

رستہ میں سنگ راہ نہیں نقش پا نہیں کیا کاروانِ عمر کا ہسم کو پتا ملے

بُوے وفا جہان میں کافور ہو گئی جتنے ہمیں حسین ملے، بے وفا ملے

بحرِ مجیٹا اشک کا پوچھوں میں جزو د دریائے عشق کا جو کوئی آشنا ملے

"دور" شراب میں ہے تسلسل مجھے پسند پیہم قدح شراب کا اے ساقیا ملے

مجھ رند کو ہو بیعتِ دستِ سبوتِ نصیب زنجیرِ موجِ مے سے مرا بسلا ملے

لازم ہے کعبہ میں حجرِ الاسود اے صنم خالی سیہ کو چاہیے چہرے پہ جا ملے

فردوسِ جلوہ گر ہو اگر بیٹھ جائے چلیے تو شورِ حشر سے آواز پا ملے

بے خیر فرقِ ظاہر و باطن میں بد نما

رنگِ بدن سے چاہیے رنگِ قبلے

ہر شخص کی مرادِ دل اے مصطفیٰ ملے زاہد کو کعبہ، ہم کو ترا نقش پا ملے

ظنِ ہمائے اوجِ سعادت میں جا ملے گرم کو سایہ درِ دولت سہرا ملے

کچھ تاجِ سلطنت کی نہیں آرزو مجھے مجھ کو شراکِ آپ کی نعلین کا ملے

ہیں آپ ماہتابِ ستارے ہیں انبیاء تاروں میں شکلِ ماہ کی کیوں کر بھلا ملے

خورشیدِ حشر سے نہیں جھپکے گی اس کی آنکھ محشر میں جس کو دامنِ اہلِ عبا ملے

لوحِ دل اُس کا نقشِ دو عالم سے پاک ہو جس کو طریقِ خواجہ مشکل کشا ملے

جامِ جہاں نما ہوں مرے دیدہ پر آب گر کچھ غبارِ رہ گزرِ مصطفیٰ ملے

اے بادشاہِ لطف و کرم عینِ عدل ہے اس بندہ گر بختہ کو جو سزا ملے

وہ ہیں گناہ میرے کہ دوزخ کو عار آئے مجھ سے سیاہ کار کو گراں میں جا ملے

ہاں آپ کی شفاعتِ عظمیٰ سے یا نبی! اُمید ہے کہ حکم مجھے خلد کا ملے

بل جائے خیرِ دولتِ دنیا و دین مجھے مدفن کو گر بقیع میں تھوڑی سی جا ملے

اے یسوی خواجہ نقشبند کا مبارک طریقہ۔

جس کو چہ کا نہ خضر کو بھی راستہ ملے
ہو وصل یار اور نہ بلا سے وصال ہو
ملا ہے کس کو کعبہ دل کے حرم میں بار
رومی فداک ساقی میخانہ الست
وہ جام جس کے مست شہ نقشبند ہیں
وہ جام جس کی بو سے اڑیں قدسیوں کے ہوش
وہ جام جس سے لالہ دگل میں ہے رنگ و بو
وہ جام جس سے خاتمہ بالخیر ہو نصیب

ہمت نہ ہار خیر طریق تلاش میں

کوشش ضرور ہے نہ ملے یار یا ملے

نہ سمجھے جو حقیقت کچھ وفا کی
بڑی اے خیر یہ تم نے خطا کی
قدم بوسی کرے اُس مگلبدن کی
ہزاروں جیتے ہیں مرتے ہیں لاکھوں
گریبانِ سحر ہو چاک جلدی
نہ آیا اُس بُت بے درد کو رحم
نہیں اب تازیں دنیا میں تجھ سا
ملی ہے سایہ دیوار میں جا
شگفتہ غنچہ ہائے دل ہوں جس سے

بہ تبدیلِ قوافی لکھ غزل خیر

دکھا جودت ہمیں طبع رسا کی

کہاں طاقت ہے مشتاقو! زباں کی
نظر میں گلِ مشالِ خار کھٹکا
درِ گلشن نہ کھولے فصلِ گل میں
نگاہِ نرگسِ مخمور بس ہے
کرے تعریف شاہِ دو جہاں کی
جوبے اُس گل کے سیرِ گلستاں کی
یہ بے رحمی بڑی ہے باغباں کی
نہیں حاجت شرابِ ارغواں کی

لیا غم مول نقد دل کو کھو کر
عدوڑک جائیں شاید روکنے سے
خبر ہم کو نہیں سوز و زیاں کی
کریں گے منتیں اب پاساں کی
نہیں اب بار اُس محفل میں ہم کو
خرابی ہے یہ چشمِ خونفشاں کی

جیں سائی کر اے خیر گنہگار
شیع المذنبین کے آستان کی

اُس شعلہ رو کو سوز دروں کی خبر تو ہے
دیتا نہیں ہے جام جو ساقی تو غم نہ کھا
کچھ آہ آتشیں میں ہماری اثر تو ہے
اے دل شراب گر نہیں خون جگر تو ہے
کیوں جوشِ اضطراب ہے کیوں فرط یاس ہے
اے جانِ مضطرب شبِ غم کی سحر تو ہے
آنکھیں بھی تر ہیں رنگ بھی ہرزرد لب بھی خشک
چہرے پر میرے عشق کا ظاہر اثر تو ہے

اتنا بھی جوشِ خیر جنوں کا ہے مفتنم
طوفانِ گریہ درپے دیوار و در تو ہے

گھبراتا ہے ظلموں سے مراد دل کئی دن سے
سیراب اے کونسا جانباز کرے گا
ہوں اک نگہ لطف کا سائل کئی دن سے
ہے تشنہ خوں خنجرِ قاتل کئی دن سے
پھر سلسلہ زلف نے دیوانہ بنایا
میں جو میں راحت مجھے اب مہر سے زائد
کس مہرِ متور کا قصور ہے شبِ دروز
پھر بلبِل بیتاب کی مانند ہوں تالاں
اک گل پہ طبیعت ہوئی مائل کئی دن سے
ناقص ہے نظریں میں مہرِ کامل کئی دن سے
ہوں چشمِ غضب کا متحمل کئی دن سے
پھر بھانے لگی قیدِ سلاسل کئی دن سے

تو بھی تو ذرا باغ میں ہو خیر غل خواں
ہیں زمزمہ پرداز عنادل کئی دن سے

روزِ گور سے اُس بُت کا نظارہ ہو جائے
اے مہر تو ابھی بسل ہو جہاں دم بھر میں
کاشِ ثریت پہ مری وہ ستم آرا ہو جائے
تیغِ ابرو کا اگر تیری اشارہ ہو جائے
خوف ہے پھر کہیں وحشت نہ دوبارہ ہو جائے
نگہ لطف میں جب کام ہمارا ہو جائے
میرے گھر میں جو کبھی وہ چین آرا ہو جائے
شریت مرگ بس اب تم کو گوارا ہو جائے
وہ مسیحا تو عبادت کو نہیں آتا خیر
سیرِ گلشن کو نہ لے جاؤ مجھے ہم نفسو!
ہے عبث چشمِ غضب ہم کو دکھانا ظالم
غیرتِ خلد ہو یہ کلبہ اخزاں میرا
وہ مسیحا تو عبادت کو نہیں آتا خیر

کیوں کر سمندر فکر میرا وہاں تھکے
راہ طلب میں تیری وہاں کارواں تھکے
کچھ تو کہو ہے منزل مقصود کتنی دور
کیا عندلیب فکر وہاں ہوئے نغمہ سنج
جس جا صفت میں روح امیں کی زباں تھکے
پر تیری جستجو میں نہ ہم حسہ جاں تھکے
اے رہروان ملک عدم تم کہاں تھکے
مدحت میں جس کی بلبلی بارغ جہاں تھکے

یہ آرزو ہے نام خدا ہو زباں پر خیر

جس وقت میرا تو سن عمر رواں تھکے

پامال مجھے کر گئی رفتار کسی کی!
کیوں فتنہ خوابیدہ محشر کو جگائیں
کیوں گوش گل و دیدہ زنگس ہیں کشادہ
تاثر سہی بات میں غمخوار کی لیکن
دم بستہ میرا کر گئی رفتار کسی کی
کیوں یاد کریں شوخی رفتار کسی کی
گمراہ نہیں دیکھتا گلزار کسی کی
سُنتا نہیں ہرگز وہ دل آزار کسی کی
بے کچھ تو رسا آہ مشررباں کسی کی

اچھی نہیں گر میری غزل خیر نہ ہوئے

تحمیں کام میں طالب نہیں زہار کسی کی

اب تو اے مرگ آکسی تدبیر سے
لائیں جاناں کو کسی تدبیر سے
جانتے ہیں قتل کو ہم زندگی
حرب قسمت مٹ نہیں سکتا کبھی
ناک میں دم ہے تری تاخیر سے
چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں دلگیر سے
عشق ہے ہم کو دم شمشیر سے
فائدہ کیا شکوہ تقدیر سے
منفعل ہوں آہ کی تاثیر سے
ہو گئے پتھر سب اس تیر سے
اک جہاں ہے قید اس زنجیر سے
پھول جھڑتے ہیں تری تقریر سے
جل گیا میں آہ بے تاثیر سے
گر تجھے ہوگی عقیدت پیر سے
کعبہ مقصود جا پہنچے گا خیر سے

لے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ ساٹھ دن علیل رہے۔ دنیوی ذکر کا نام تک نہ تھا اور ہر وقت ذکر شریف میں مشغول رہے۔ قدس اللہ سرہ الاقدس۔

ہے نجل گلشن بہارِ عارضِ مشاداب سے
چاند سی صورت کسی کی یاد آتی ہے مجھے
دام ایسا دل رُبا اور مرغِ دل ایسا حریص
ہے بسانِ مرغِ بسمل کچھ مرتد میں تپاں
مِل بے جوشِ اشک گردن تک ہوا ہوں غرقِ آب
دے مئے عرفاں بحقِ شاہِ کوثر اے خدا

خیر کو سرشار کر دے اس شرابِ ناب سے
دل کھول کے کیا کوچہ محبوب میں رو آئے
ہم آبروئے عشق کو اے خیر ڈبو آئے
کیا کیا تپِ فرقت نے جلایا مرے تن کو
پر تم نے نہ پوچھا نہ کبھی دیکھنے کو آئے
ہوتا نہیں محسوس کبھی نورِ مجسّد
کس طرح نظر مجھ کو ترا حسن نکو آئے
سبھے چین دھس کو باز پچہ اطفال
اُس گل کی مشامِ دلِ بلبیل میں جو بو آئے
بے بادہ دل افسردہ ہیں مدیکے مے آشام
کیا کر کے رفتار کی طاقت نہیں ورہ
ہونے کو تصدق ترے سر دلپ جو آئے

خمسہ بر غزل خواجہ آتش لکھنوی

آیا ہے جب سے باغ میں موسمِ بہار کا
دشت میں کیوں نہ قصد کروں کوہسار کا
ہے سر کو شوقِ سنگ کا دامن کو خار کا
سودا ہوا ہے مرغِ جنوں کے شکار کا
پہنندہ بنارہا ہوں گریباں کے تار کا
مُشکرِ خدا کہ عشقِ نبی کا اسیر ہوں
کیونکر نہ اب میں رشکِ امیر و وزیر ہوں
خاکِ رو جنابِ بشیر و منیر ہوں
اُس بادشاہِ حُسن کے در کا فقیر ہوں
ظنِ ہما سواد ہے جس کے دیار کا
عشاق کو محال ہے اک لحظہ چین ہو
ہوتا نہیں ہے دردِ سر اُس کا کبھی فرد
بعدِ فنا ہے کوچہ گیسو کی جستجو
سودا تو دیکھیو مری مُشتِ غبار کا

شان و شکوہ حسن جہاں میں ہو جلوہ گر
اُڑ جائے رنگِ حورو پری تجھ کو دیکھ کر
دن رات پائمال رہیں عاشقوں کے سر
چلتی رہے چھری تری اے ترکِ صید پر
نوارہ چھوٹا رہے خونِ شکار کا

کرتا نہیں پسندہ گلِ صیدِ خوار کو
فتراکِ یار ملتی ہے کب ہر شکار کو
جانناز خاص چاہیے اُس شہسوار کو
مطلب نہیں ہے عاشقِ یوسف سے یار کو
وہ ترکِ آشنا نہیں زخمی شکار کا

مرتے نہیں ہیں عاشقِ حسنِ رُخِ بکو
ملکِ عدم میں ڈھونڈتے ہیں اپنے یار کو
لے کر چراغِ ہاتھ میں پھرتے ہیں کو بکو
اُس شمعِ رو کی بعد فنا بھی ہے جستجو
ہر ذرہ اک چراغ ہے اپنے غبار کا

کیوں خیر طور بد نہ ہوں مجھ خستہ حال کے
فرقت کی راتیں آئیں گئے دن وصال کے
قے سناؤں کیا تجھے رنج و ملال کے
آتشِ نہ پوچھ بھر میں اک نو نہال کے
سوزِ دروں سے حال ہے کہنہ چنار کا

خمسہ بر غزل شیفہ

اظہارِ رازِ عشق کسی شخص پر نہ ہو
سوزِ جگر کی چشم کو بھی کچھ خبر نہ ہو
فریادِ آہ و نال نہ ہو، چشمِ تر نہ ہو
کچھ بیچ و تاپِ دل کا جیس پر اثر نہ ہو
اتنا تو حوصلہ ہو اگر بیشتر نہ ہو
کیونکر ہمارے لب ہوں شکایت سے آشنا
کس طرح ہم ادب نہ کریں رازِ عشق کا
ہے اس میں فائدہ یہ مسلم مگر بھلا
نامح جو کام ترکِ وفا سے لیا تو کیا
جوباتِ عیب کی ہو وہ ہرگز مہتر نہ ہو

۱۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ و حشرقی فرزند نواب مرتضیٰ خاں ابتدا میں شاہ محمد اسحاق سے بیعت ہوئے پھر شاہ ابوسعید
دشاہ احمد سعید سے استفادہ باطنی کیا اور آخر میں شاہ عبدالغنی سے خلافت حاصل کی۔ ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۹ء میں ترٹھ سال
کی عمر میں وفات پائی۔ مغلِ رعنا میں ولادت ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۹ء لکھی ہے۔ واقعات دارالحکومت دہلی میں لکھا ہے۔
درگاہ حضرت سلطان المشائخ میں اپنے جدِ امجد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ ان کی سخنِ فہمی اور نکتہ شناسی کے متعلق مرزا
غالب نے کہا ہے۔ غالب بہنِ شاعری نازدِ بایں اروض کر او؛ نثوت در دیوانِ غزل تا مصطفیٰ خاں خوش ز کرد حضرت سیدی ابوالد
قدس ترے نے فرمایا۔ ہم نے جب یہ خمسہ کہا تو لکھ کر نواب محمد اسحاق خاں کو بھیج دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ رحمانہ درمنی عنہ۔

کھینچیں جو کوئی آہِ رسا اضطراب میں سنبھلے سنبھلے ہو سوا بیچ و تاب میں
رخمنہ ہو آسماں میں شگاف آفتاب میں ہم وہ نہیں کہ اس کو بھی رکھیں حساب میں
جس آہ کا چرخِ نہم تک گزرنے ہو

دیکھو تو کس بہار سے روتی ہے چشمِ تر اجزائے دل کے نخلِ مژہ میں لگے مثر
اشکوں کی جا بھلتے ہیں لختِ دل و جگر کیا بات ہے کہ تابنِ مڑگاں ہو جلوہ گر
جس قطرہ سرشک میں لختِ جگر نہ ہو

خو رو پری کو کرتے ہیں اہل جنوں پسند کرتا ہے مہر و ماہ کو گرد و دینِ دوں پسند
آنکھوں کو میری ہے وہ بُتِ پُفسوں پسند کس کو کیا پسند نہ کیوں کر کروں پسند
مجھ کو نظر نہ ہو جو غرورِ نظر نہ ہو

اُس کو چہ میں جو آمد و شد متصل کرے بدنام پھر نہ کیوں مجھے مشہور دل کرے
کس درجہ پاسبان سے ہم کو نجل کرے یہ شوقِ ہرزہ تاز بہت منفعل کرے
دربانِ دوست، دوست ہمارا اگر نہ ہو

کیوں دوستو بھٹکتے ہو دن راتِ ادمِ ادم ہیں خالقِ صومعہ بے نور سر بسر
گر دیکھتا ہے نورِ شب و جلوۂ سحر مے خانہ میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمرِ بحر
وہ شام جس میں پر تو فیضِ سحر نہ ہو

ہے عشق کی کشش اثرِ حدِ حسنِ یار ہے ان کی دل دہی سے مجھے جوشِ اضطراب
اٹھتا ہے درو سینہ میں آنکھیں ہیں اشکبار اُن کا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بے قرار
وہاں کچھ نہ ہو تو جوشِ یہاں اس قدر نہ ہو

ہرگز ابھی نہ گائے منفی غزل کوئی اور جامِ مے بھی طاق میں رکھے رہیں سبھی
گو آگئے ہیں شیخ ابوالخیر احمدی ہیں آنے والے شیفۃ کچھ دوست اور بھی
مطرب کو حکم ہو کہ ابھی نغمہ گرنے ہو



دورِ آخر

کلام عربی

بَارَكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ الَّذِي عَلَا
وَمَا مِنْ إِلَهٍ فِي الْخَلَاءِ رَفِي الْمَلَا
وَمَا مِنْ إِلَهٍ الْخَلْقِ إِلَّا الَّذِي عَلَا
وَمَا مِنْ إِلَهٍ كَقَدِّ إِلَّا الَّذِي عَلَا
رِقَابُ بِحَمْدِ الْخَلْقِ وَلَسْتُ مِنْ عَلَا
لَقَدْ جَعَلَ الصَّغَارِ لِمَنْ عَصَى
وَسُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِينَ بِحَمْدِهِ
عَلَى بَحْدِهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَخَدَهُ
وَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّ الْعَالَمِينَ
سُبْحَانَكَ صَلَاةُ اللَّهِ ثُمَّ صَلَامَةٌ
كَمَا يَرْغِبُ رَبُّنَا وَيُحِبُّهُ
أَعُوذُ بِكَ اللَّهُمَّ مِنْ مَآجِنِشُهُ
وَمِنْ شَرِّ شَيْطَانِي وَتَقِيْنِي وَخَلْقِي
خَنَائِكَ قُلْ لِي عِندَ نَزْعِي وَمَقْبَرِي
أَبُو الْخَيْرِ عَبْدُ اللَّهِ عَبْدُكَ وَأَبْنُ عَبْدِكَ
أَبُو الْخَيْرِ عَبْدُ اللَّهِ وَالِدُهُ عُمَرُ
بَنُوهُ يَلَالُ ثُمَّ زَيْدٌ وَمَسَالِمُ
وَفِي وَالِدَيْهِ ثُمَّ فِي أَخَوَاتِهِمْ
وَلِسْتَيْنِ وَفِيهِمْ وَلِيْلَهُمَا وَافْتَقَرَا
وَعِندَكَ رَبِّ اجْعَلْ لَهُمْ مَقْعَدًا تَزُولُ
وَتَبْتَ قُلُوبُ الْمُسْلِمِينَ بِحَمْدِهِمْ وَتَشْرِفُ عَلَى الدِّينِ وَاصْبِرْ فِي غَلَبَةِ الشُّرُكِ

وَقَالَ

يَا غِيثِي وَخَيْرَ مُلْتَحِدِي نَبِيْسِي مَنْ يُعِيْثُكَ مِنْ كَبَرِ

عَافِنِي رَبِّ وَاعْفُ عَنِّي قَدِي
طَهِّرِ الْعَبْدَ مِنْ خَطَايَاهُ
بِرِضَا اللَّهِ عَذْتُ مِنْ سَخَطِهِ
وَبِعَفْوِ الْعَفْوِ عَذْتُ تُقِي
وَيَذَلِّي أَعُوذُ مِنْ سَخَطِهِ
وَمِنْ اسْخَاطِهِ أَعُوذُ بِهِ
بِمُعَافَاتِهِ أَعُوذُ تُقِي
لَيْسَ لِي مِنْ يُغِيثُ مِنْ أَحَدٍ
هَلْ مُغِيثٌ سِوَاكَ مِنْ أَحَدٍ
أَمِنْ إِي رَبِّ رَوْعِي وَأُسْئِرْ
سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَى غَضَبِي
حَسْبِيَ اللَّهُ فِي الْحَيَاتِ وَفِي
وَحْسَاتِي وَوَرْنِ أَعْمَاتِي
وَإِذَا مَا صَحِيفَتِي تُشْرِتُ
وَهُوَ نِعَمَ الْوَكِيلِ يَكْلُؤُنِي
وَعَنِ الدِّينِ لَا تُزِلْ قَدَمِي
وَارْضَ عَنِّي بِرِضَايَا سَخَطِ
وَارْحَمَ ابْنَابِي الثَّلَاثَ بَلَا
أَخَوَاتِي وَوَالِدَانِ لَهُمُ
وَالْأَيُّ أَحْسَنُوا إِلَيَّ عَلَى
وَالْأَيُّ أَحْسَنُوا إِلَيَّ مِنْ أَسَا
وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ لَنَا
وَاللَّهِ بَشِيرُهُ سَكْرُهُ
هَبْ لَنَا مِنْ كَذَلِكَ مَغْفِرَةً
مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَفْرَجَ اللَّهُ كَرْبَتَهُ وَيُعْطِيَهُ سُؤْلَهُ فَلْيَنْظُرْ مُغِيرًا أَوْلِيْدَرَةً
وَنَحْطَايَايَ تُقِي بِالْبَرْدِ
وَمُعَاصِيَهُ رَبِّ بِالْبَرْدِ
فَاعِذْنِي بِلُطْفِكَ الْأَبَدِ
مِنْ عُقُوبَاتِهِ إِلَى الْأَبَدِ
بِرِضَا الْمُعِيذِ لِلْفَسَدِ
وَعُقُوبَاتِهِ إِلَى الْأَبَدِ
مِنْ عُقُوبَاتِ مَا جَنَّتُهُ يَدِي
الْغِيَاثِ الْغِيَاثِ يَا أَحَدٍ
أَنْتَ عَوْنِي وَنَحِيرُ مُلْجُوئِي
عَوْرَتِي يَا مُؤَمِّنَ الْعَبِيدِ
قَوْلِكَ الْحَقُّ ثَابِتُ السَّنَدِ
سَكْرَاتِ الْمَمَاتِ وَالْعَبْدِ
وَقِيَامِي لِزِيَارَةِ الْأَحَدِ
وَإِذَا مَا سُمِّلْتُ عَنْ لَدَدٍ
فِي نَمَارِئِي وَلَيْلَتِي وَغَدِي
وَأَقْلُ عَشْرَتِي وَخُذْ بِيَدِي
وَعَنِ الْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ
لَا وَزَيْدًا وَسَالِمًا وَلَدِي
فَاحْفَظِ الْكُلَّ رَبِّ مِنْ تَكْدِ
سُوءِي اخِينِ إِلَيْهِمْ مُوَاوَدِّ
بَارِكْ إِي رَبِّ فِيهِمْ مُوَاوَدِّ
وَاهْدِنَا فِي مَنْ اهْتَدَى وَهْدِ
وَبِخَيْرٍ وَرَحْمَةٍ ذَكَرَهُ
وَقِنَا مِنْ عَذَابِكَ الْقَعْدِ

بِحَزْنِ اللَّهِ رَبِّ الْخَلْقِ عَنَّا مُحَمَّدًا
وَصَلَّى عَلَيْهِ بِالسَّلَامِ مُبَارَكًا
بِحَزْنِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مُحَمَّدًا
وَكُلِّ النَّبِيِّينَ الْحُرَامِ وَرَفِطَهُمْ
وَصَلَّى عَلَيْهِ وَالتَّابِتُونَ كُلَّهُمْ
وَأَمِنْ رَوْعَاتِ الْأَنْبِيَاءِ آمَنُوا بِهِمْ
يَا رَبِّ عَافِيَةً لَا أَمَّ بِلَالٍ
وَيَا لِاسْمِ الْأَعْظَمِ بَلِّ بِكُلِّ نَمٍّ آتَى
حَلَاةِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٌ خَيْرُ الْوَرَى
أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ الْأَرْحَمَا
حُسْبُهُ اللَّهُ رَبُّهُ وَكَفَى
شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلدِّينِ
وَعَفَا عَنْهُ ذَنْبُهُ آمِينَ

کلام فارسی

امام اہل دینی یا محمد
طواف می کند اہل سماوات
یہ درگاہست نیاز اہل عالم
آنکہ شترش زیادہ از خیر است
نہ جنایم نہ شہ نہ مولانا
گر کنی نسبت بہ آں در فیض
در کنی زین اضافہ فی الجملہ
ابوالخیر گنہگار محقق
تو عبد اللہ ابوالخیر حزیں را
سراج المرسلین یا محمد
تو بر روی زمین یا محمد
تو بر روی زمین یا محمد
خاکپای عمر ابوالخیر است
بندہ آستانہ عظم
ہر چہ گفتم ازاں بلند تر
زشت کردار خیر محترم
کند عرض اے کریم بندہ پرور
مَعَ الْأَوْلَادِ مُنْتَقِ كُنْ بِهَ آبا

کلام اردو

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسماں
پالتا ہے ماہ سے ماہی تلک ہر چیز کو
پھول کو دیتا ہے خوشبو پھل کو دیتا ہے مزا
ہیں سب اس کے زیرِ قراں ایک ہے وہ حکمراں
پرورش پاتا ہے اس کے فضل سے سارا جہاں
سیپ کو دیتا ہے موتی جسم کو دیتا ہے جاں

فاک سر پر مجرموں کے اس کی نافرمانیاں
دونوں عالم کی تبہ ہی اس کی نافرمانیاں
سب گناہوں کی معافی عاجزی اور ڈر کے ساتھ
خیر سے ہو دوستی یا دشمنی ہو شر کے ساتھ
ہے کوئی مرد خدا ایسا جسے رغبت نہ ہو
کر دیا مجھ کو گناہوں نے تبہ
الہی معصیت میں مبتلا ہوں
دنیا نے بدنہاد کا سودا ہے سر کے ساتھ
اگر نیک ہو تم خدا کے یہاں
وگراور کچھ ہو تو ہرگز تمہیں
نام ابوالخیر، کام شر و بدی

اس کا کہنا ماننا ہے تاج فسق قدیاں
حکم اس کا ماننے میں ہر طرح کی خوبیاں
مانگ رت العالمیں سے خیر چشم تر کے ساتھ
ہے غم دنیا مقرر آدمی کے سر کے ساتھ
اس زمانہ میں زن خوب و زمین ڈر کے ساتھ
بخش دے اللہ میرے سب گناہ
گناہوں کی معافی مانگتا ہوں
انجام ہو بہ خیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ
تو کچھ میلے کپڑوں سے نقصان نہیں
لباس بزرگانہ شایاں نہیں
سایک راہ کبر و بے خردی

لَيْسَ لِي مَن يُغِيثُ مَن أَحَدُ

الْغِيَاثُ الْغِيَاثُ يَا أَحَدُ

قطعہائے تارنخ

تارنخ وفات حضرت شاہ محمد آفاق مجددی قدس سرہ

چوں جناب شاہ آفاق از جہاں
گفت سال رحلتش خیر جز ہیں
کرد رحلت سوے جنات نعیم
خلد را ماوائے او کن اے کریم

ایضاً

لور ملت لور اسلام آفتاب اوج علم
گفت رضواں از پے ضبط سنین ملتش
لور افزائے جاناں گردید با صدا احترام
جنت الماویٰ شدہ ماوائے آن عالمقام

تارنخ وفات قبلہ و کعبہ حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ

جناب شاہ محمد عمر مشہ عرناں
دوم زماہ محرم صبح یکشنبہ
کہ مرشد حرم و ہادی طریقت بود
وداع خلق و لقائے حق اختیار نمود
مکین مقعد صدقست۔ ہاتھ مسعود

ایضاً

محمد عمر آسماں پا نگاہ
مؤدب بہ آداب ختمِ رسل
شہِ اَلَف را بود تختِ جگر
ز فوٹش نہ گریہ چراغِ عالی
زماہ مشہادت محرم لقب
بکن ماتم اے نسبت احمدی
بیا معرفت گریہ کن بر سرش
کجائی کجا روح پاک سعید
مگر کشتہ شد شمعِ دین کز غمش
گلے بود در گلشنِ نقش بند
خدا را کن اے نور چشم سعید
کست نگاہِ خدا بین تو
هَلُمُّوْا اَحِبَّائِی تَنْظُرُ اِلَیَّ
مِنْ اَنْوَابِ اَحْمَدِ خَيْرِ الْوَرَى
وَأَسْرَارِ مَنْ جَدَّ وَالْأَلَفَ اِذَا
بِنَفْسِ فِدَاكَ مِنْ مَدْفِنِ

منور ز خاکِ درفشِ مہر و ماہ
مہذب بہ اوصافِ مردانِ راہ
ہم احسار را بود نورِ نگاہ
کہ غوثِ جہاں بود بے اشتباہ
دوم بود یکشنبہ و صبحِ گاہ
کزین خاکدانِ مونسِ رفتِ آہ
کہ فرقِ تو زینِ مرگ شد بے کلاہ
کہ فرزندِ تورفتِ نزدِ الہ
زماہی است ماتم کناں تا بماہ
کہ پڑمردہ از ضررِ دہرِ آہ
بحالِ مَنِ خسۃِ دل یک نگاہ
نہ سجدِ نگینِ سلیمان بکاہ
ضربِ نچِ کریمِ و ماقدِ خواہ
وَصِدِّیقِہ و کَذَا مَرْتَضَاہ
بِهِمْ و بَأَصْحَاءِ بِهِمْ مَنَّمَاہ
وَمَنْ حَلَّ فِی الْقَبْرِ رُوحِی فِدَاہ

بگو خیر تاریخِ این صدر بہ

نمردند شاہِ حقیقت پناہ

ایضاً

نورِ لمعاتِ احمدیاں
بودی چو سیمی شاہِ فاروق
اے نورِ مجسمِ الہی
نورِ نبوی صفائے صدیق
پروانہ نمط بہ شمعِ محفل

شمعِ مشکاتِ نقشبنداں
از ظلِ قومی گریخت شیطان
بر آتِ جمالِ ذاتِ یزداں
عدلِ عمر و حیاتِ عثمان
مردانہ سیردی جاں بہ جانان

ایضاً

محمد عمر آسماں پا نگاہ
مؤدب بہ آداب ختمِ رسل
شہِ اَلَف را بود تختِ جگر
ز فوٹش نہ گریہ چراغِ عالی
زماہ مشہادت محرم لقب
بکن ماتم اے نسبت احمدی
بیا معرفت گریہ کن بر سرش
کجائی کجا رُوح پاک سعید
مگر کشتہ شد شمعِ دینِ کز غمش
گلے بود در گلشنِ نقش بند
خدا را کن اے نور چشم سعید
کسبت نگاہِ خدا بین تو
هَلُمُّوْا اَحِبَّائِی تَنْظُرْ اِلَیَّ
مِنْ اَنْوَابِ اَحْمَدِ خَيْرِ الْوَرَى
وَأَسْرَارِ مَنْ جَدَّ وَالْأَلَفَ اِذَا
بِنَفْسِ فِدَاكَ مِنْ مَدْفِنِ

منور ز خاکِ درفشِ مہر و ماہ
مہذب بہ اوصافِ مردانِ راہ
ہم احسار را بود نورِ نگاہ
کہ غوثِ جہاں بود بے اشتباہ
دوم بود یکشنبہ و صبحِ گاہ
کزین خاکدانِ مونسِ رفتِ آہ
کہ فرقِ تو زینِ مرگ شد بے کلاہ
کہ فرزندِ تورفتِ نزدِ الہ
زماہی است ماتم کناں تا بماہ
کہ پڑمردہ از ضررِ دہرِ آہ
بحالِ مَنِ خسۃِ دل یک نگاہ
نہ سجدِ نگینِ سلیمان بکاہ
ضربِ نوحِ کریمِ و ماقدِ حواہ
وَصِدِّیقِہ و کَذَا مَرْتَضَاہ
بِهِمْ و بَأَصْحَابِہِمْ مَنَّامَاہ
وَمَنْ حَلَّ فِی الْقَبْرِ رُوحِ فِدَاہ

بگو خیر تاریخِ این صدر بہ

بمردند شاہِ حقیقت پناہ

ایضاً

نورِ لمعاتِ احمدیاں
بودی چو سیمی شاہِ فاروق
اے نورِ مجسمِ الہی
نورِ نبوی صفائے صدیق
پروانہ نمط بہ شمعِ محفل

شمعِ مشکاتِ نقشبنداں
از ظلِ قومی گریخت شیطان
بر آتِ جمالِ ذاتِ یزداں
عدلِ عمر و حیاتِ عثمان
مردانہ سیردی جاں بہ جانان

آئینہ فکر شد مکدر جمیعتِ ذکر شد پریشان
صد داغ بہ ہر دلیست مغمم صد زخم بہ ہر سرے نمایاں
تاریخ وصال گفت ہاتف
افسوس قتاد برج عرفاں ۱۰
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

تاریخ ولادت برخوردار محمد یوسف ابن قدرت اللہ

جناب حق پسرے داد قدرت اللہ را کہ از بیاض جیش عیاں سعادت اوست
چوں جلوہ داد ز کیم عدم پس از یعقوب غلام یوسف کی سن ولادت اوست
تاریخ تولد برخوردار حضرت زید بن عبداللہ مجددی سلمہ
حضرت زید ابن عبداللہ فرزند عمرؓ
بوالحسن عبدالغنی تاریخ میلادش بگو
ایضاً ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

سال میلاد زید شیخ جہاں شد محمد بشارت الرحمن
تاریخ بنائے مسجد شریف اندرون خانقاہ ارشاد پناہ
تعالی اللہ عجب مسجد بنا شد کز دشاہل دیں را رونق تام
رقم زد خیر تاریخ بنایش عبادت خانہ پاکیزہ اسلام
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

تاریخ طبع کتاب

خمہ چوں پنجہ رنگین یار از پے تائید مذہب طبع شد
خیر سالش بازبان لال گفت غمہ مطبوع کوکب طبع شد
تاریخ ولادت محمد اسحق و محمد یعقوب فرزند ایاں قدرت اللہ
جو قدرت اللہ نے دونوں بیٹوں کا سال مولد خوشی سے پوچھا
ظہیر اسحق خیر بولے غنیم یعقوب والد ان کے
۱۳۸۲ھ ۱۳۸۸ھ

۱۰ واضح رہے یہ تاریخی مادہ حضرت سیدی الوالد کے بڑے چچا کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم نے نکالا ہے اور حضرت سیدی الوالد نے نظم فرمایا ہے کیا لاجواب مادہ ہے اور کیا لاجواب لطم۔ قدس اللہ استوا رہما۔

تاریخ طبع دیوان میرزائے تہاں
نہیں دیوان میرزائے تہاں
واسطے کام جاں کے قدر ہے یہ
خیر تاریخ طبع لکھ اُس کی
نظم مطبوع دل پسند ہے یہ

شجرہ شریفہ نقشبندیہ

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے کوئٹہ بلوچستان میں درج
ذیل شجرہ شریفہ نقشبندیہ نظم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے سب کے پرورش کرنے والے، اور سب کے پتے حاکم، اور اے سب
کے معبود حق، میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اسم اعظم کے وسیلہ سے قبول	کرد عائن میری اور مجھ کو نہ بھول
دے محمد کے وسیلہ سے اماں	اپنے غصہ سے مجھے اے رحمان
دے وسیلہ سے ابو بکرؓ کے نور	میرے ایمان میں اور دل میں حضور
اور سلمانؓ کے وسیلہ سے پناہ	شر مخلوق سے دے مجھ کو الہ
پھر امام عسکریؑ کا اسم کے	اور جعفرؑ کے وسیلہ سے دے
بایزیدؒ اہل محبت کے امام	بوالحسنؒ مرشد شیخ الاسلامؒ
بوعلیؒ پیرو غزالی مشہور	خواجہ یوسفؒ ہوئے سرچشمہ نور
خواجہ سلسلہ عبدالخالقؒ	ہیں کمالات میں سب پر فائق
عارفؒ و خواجہ محمودؒ و علیؒ	ہیں ملقب بہ عزیزان ولی
خواجہ بابائے سہاسی و کلالؒ	جن کو کہتے ہیں امیر اہل کمال
دے وسیلہ سے بہار الدینؒ کے	آفتاب فلک تمکین کے
نقشبند چمن تہرب و حضور	آپ کے باغ سے ہے غفلت دور
نقشبند گل و نسیمین فلاح	یہ طریقہ ہے کہ آئین فلاح
آپ کے سلسلہ مشکین کا	وصف واللیل میں ہے تائید معنی

۱۰ شیخ الاسلام میر برات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہ۔

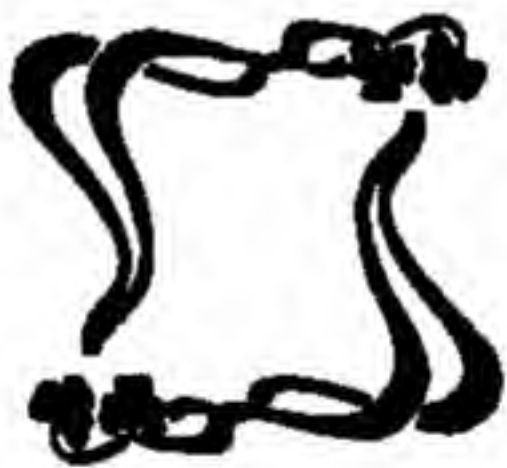
جانشین اُن کے غلام الدین تھے
خواجہ احرارؒ عبید اللہی
خواجہ زاہد و درویشؒ ولی
حضرت خواجہ باقی باللہؒ
برسرِ اُلف مجدد دین کے
حضرت خواجہ محمد معصومؒ
حضرت خواجہ دین سیف الدینؒ
سید نور محمدؒ حق داں
شہ غلام علیؒ اللہ نما
پھر جب احمد سے بلا لفظ سعیدؒ
ملے جس وقت محمدؒ سے عمر
بنے یا قوت حرم کے کنکر
رہبرِ راہ ہدیٰ شیخ عسریق
وہ رہے قاسم فیض اقدس
ابتدا میں جو عنایات ہوئی
ابتدا میں جو پدر پر گزری
ہے صحیحین میں یہ نقشہ رقم
سارے عالم کو ملی پھر یہ نوید
شاہ عبداللہ ابوالخیرؒ ولی
زینتِ انجمنِ اہل تقا
عشق دے مجھ کو الہی اپنا
لب پہ ہونا نام تراہی جاری
نیک بندوں کے طریقہ پہ چلوں

چرخ میں خواجہ یعقوبؒ ہوئے
نقطہ دائرہ آگاہی
حضرت خواجہ علیؒ اکنسکی
اور شیخ احمدؒ ارشاد پناہ
تازگی بخش رہ دائیں کے
اُن کی اولاد مبارک قیوم
پیشہ شاہانِ دیانت آئیں
شمس دینؒ منظرِ جانِ جاناں
بوسعیدؒ آئینہ لطفِ خدا
سارے عالم کو ملی خلعتِ عید
ہو گئے کور بھی آریابِ نظر
در و دیوار ہوئے لعل و گہر
آفتابِ فلک بیتِ عتیق
حرمِ مکہ میں انیس برس
انتہا میں بھی وہی بات ہوئی
انتہا میں وہ پسر پر گزری
واہ سبحانِ الہ العالم
اُن کے نائب ہوئے فرزندِ رشید
محمی دین اُن کا لقب خوب ملی
رونقِ محفلِ اربابِ ہدا
اور دنیا کے جمیلوں سے بہا
دل میں ہو فکرا ہی ساری
اُن کی اُلفت میں جیوں اور مروں

۱۔ اشارہ ہے کہ آپ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے پرتھے۔ رحمت اللہ علیہ۔
۲۔ یہ اضافہ عاجز نے کیا ہے۔ عفا اللہ عنہ و الحقہ یا بایئہ الکاملین۔

نیک بندوں کا وسیلہ کر
تیسری ان پر جو عنایت ہوئی
وہ عنایت کی نظر ہو مجھ پر
اک سفر سخت کٹھن ہے درپیش
قطع کرنا ہے بڑا راستہ
ہاتھ خالی ہے سواری کیسی ؟
چشم بے تیسرے کرم پر مولیٰ
ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوں در پر
تیسری ان پر جو کرامات ہوئی
اُس کرامت کا اثر ہو مجھ پر
اُس کی وحشت نے کیا ہے دلریش
پاس اپنے نہیں کچھ بھی توڑتہ
بے بسی اس قدر اللہ غنی !
تو ہی بس پار لگا دے بیڑا

زید ہے اپنے عمل سے ناکس
تیسری رحمت کا سہارا اور بس



آں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند : آیا بود کہ گوشہ چشمی بہ ما کنند

الباقيات الصالحات

باز خواں از نجد و از یاران نجد تادرو دیوار را آری بہ وجد

حکماء اور اہل علم کا مشہور مقولہ ہے: "اگر کسی شخص کے احوال کو صحیح طور پر معلوم کرنا ہے تو اُن افراد کا حال معلوم کرو جو اس کے رفیق و ہم نشین ہیں۔ کیونکہ انسان اپنے ہم طبع کے ساتھ وقت گزارتا ہے: اس قول کی صحت و ممانت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اکابر کا ذکر کر کے ان کے رفقاء شاگردوں اور مریدوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شاگردوں اور مریدوں کا کمال اُن کے مربی کے کمال کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اُن کے احوال سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا مربی کس پایہ اور مرتبہ کا تھا۔

حضرت سیدی الوالد نے خوردی اور دوران تحصیل علم ظاہری و باطنی میں کن حضرات سے استفادہ کیا۔ اس کا بیان تفصیل کے ساتھ "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ اور "کرامات الہیہ" میں اُن حضرات کا ذکر آچکا ہے جن کو آپ سے محبت تھی اور جن سے آپ بہ محبت و شفقت ملتے تھے اب اس فصل میں اُن افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی تربیت آپ نے فرمائی ہے۔ اور اُن میں سے وہ افراد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن کو آپ نے اجازت و خلافت دیکر نوازا ہے۔ چاہے وہ آپ کی اولاد معلبی ہوں اور چاہے اولاد معنوی۔ یہ عاجز پہلے اولاد معنوی کا ذکر کرتا ہے اور پھر اولاد معلبی کا ذکر آئے گا۔ واللہ الموفق۔

اولاد معنوی میں پہلے اُن پاک نہاد افراد کا ذکر کرتا ہے جن کو آپ نے اجازت و خلافت عنایت کی ہے اور پھر اُن افراد کا ذکر کرے گا جن سے آپ راضی رہے اور جنہوں نے حقیقی معنی میں آپ سے محبت کی۔

جب تک آپ کا قیام حجاز مقدس میں رہا۔ آپ سے ترکیہ۔ یورپ۔ تفقاز اور بخارا وغیرہ کے بہت سے افراد مستفید ہوئے۔ اور ان لوگوں میں آپ کے مجازین و خلفاء کی تعداد کافی ہے۔ اس عاجز کو صرف چار افراد کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ شیخ غلام الدین :- یہ بلغاریہ کے رہنے والے تھے۔ آپ سے سلوک ملے کیا۔ اور اجازت حاصل کر کے اپنے وطن کو مراجعت کی۔ رحمہ اللہ۔

۲۔ مولانا مختار :- سمرقند کے رہنے والے تھے۔ اچھی استعداد تھی۔ آپ نے اجازت دے کر اُن کو رخصت فرمایا۔ رحمہ اللہ۔

۳۔ شیخ محمد حسن :- صاحب استعداد تھے اور آپ کی نظر عنایت اُن پر مبند دل تھی۔ اجازت و خلافت سے

مشرف ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۴۔ قاری عبد الغنی انطاکی شامی:- آپ کا مختصر بیان "کرامات الہیہ" میں گزر چکا ہے۔ کامل چار سال آپ کی خدمت میں رہے۔ سلوک مجتہدہ حاصل کیا۔ اور ۱۳۲۸ھ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر افغانستان چلے گئے۔ اور آخر عمر تک وہاں رہے۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز پہلے افغانستان کے افراد کا ذکر کرتا ہے کیونکہ اولیت اور اکثریت ان ہی لوگوں کی ہے۔ اور آپ کی خدمت بھی اہل افغانستان ہی نے کی ہے۔ جزا بم اللہ خیر الجزاء۔

۵۔ مولوی عبد اللہ ولد مولوی عبد الحق قوم علی زئی دُرّانی قندھاری صاحب علم و فضل اور صاحب افتاء تھے۔ اُن کا اصل وطن نرمن داؤر تھا۔ جو از توابع قندھار ہے اُن کے والد ماجد اپنے وقت کے جید علماء اور اسمعیل تالیف میں سے تھے وہ قندھار آگئے تھے اور وہاں کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے بخاری کی شرح نور الساری اور قرآن مجید کی تفسیر عربی میں چودہ پاروں کی خوب شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے اس کا نام روح القمّان ہے۔ بطریقہ نقشبندیہ میں ملا محمد جان صاحب میر بازار قندھار کے خلیفہ تھے اور یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

۱۳۲۰ھ میں مولوی عبد اللہ پایادہ حجاز مقدس کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے۔ چونکہ صاحب استعداد تھے اس لئے تھوڑے عرصہ میں ولایت کبریٰ کے منازل طے کر لئے اور حضرت سیدی الوالد نے ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ میں ان کو خلافت نامہ تحریر فرما کر دیا جس کو یہ عاجز آپ کی "تحریرات" میں نقل کر چکا ہے۔

جو شخص دائرہ ولایت کبریٰ میں داخل ہو جاتا ہے اس کو حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم ارشاد و ہدایت کی اجازت عنایت کرتے ہیں۔ ولایت کبریٰ کو ولایت انبیاء علیہم السلام بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کی نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔

حجاز مقدس سے مراجعت کے دوران چالیس دن غوث اعظم سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے مزار پر انوار کے پاس خلوت نشین ہوئے۔ وہاں کے سجادہ نشین نے جو کہ نقیب الاشراف بھی تھے ان کو طریقہ قادریہ کی اجازت دی۔ اپنے وطن پہنچ کر اللہ کی عبادت اور علم ظاہر کی ترویج میں آخر وقت تک مصروف رہے۔ انھوں نے صرف اپنے فرزند مولوی حافظ عبد الکریم حقانی کو بیعت کیا ہے۔ یہ بات عاجز سے خود مولوی عبد الکریم نے بیان کی ہے۔

مولوی حافظ عبد الکریم حقانی کی عمر اس وقت پچتر سال ہے۔ پایہ علمیت خوب بلند ہے اس وقت تک

ترہین کتابیں مختلف علوم و فنون میں لکھ چکے ہیں۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیاست الشریعہ در رد و جلد ۱ خلاصہ حکمت حقانی ۲۔ الشوری فی الاسلام۔ ۳۔ ہدایت دین و معاملات
۴۔ مناکحات و طلاق و فلسفہ آں ۵۔ جنایات ۶۔ زن از نگاہ اسلام ۷۔ احکام منفعیت غیر مشروعہ (ربوہ) ۸۔ اجتہاد
و تقلید ۹۔ اصول محاکمات قضائی ۱۰۔ مقام شاہ در نظر اسلام ۱۱۔ حکم سماع ۱۲۔ اسلام و ابن سینا ۱۳۔ تفسیر منظم
پارہ عم۔ وغیرہ۔

عربی، فارسی اور افغانی میں اشعار کہتے ہیں۔ ۲۳ سال تک جامعہ کابل کے کتبہ میں استاد رہے۔ اور مراتب
قضات میں۔ ابتدائے اور محکمہ مرافعہ (استئناف) اور ریاست عالی و انتہائی کے تین بار معین وزارت عدلیہ دو
مرتبہ ہوئے جمعیت علماء کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اور اب ریاست وکلاء مدافع کے عہدہ پر ہیں۔ اس عاجز کو
لکھا ہے کہ "ما امروز چہل و ہشت سال ملازمت رسمی را بدون کدام وقفہ بہ سر بردہ ام" (آج تک پورے ۴۸
سال رسمی ملازمت میں بغیر کسی وقفہ کے بسر کئے ہیں) اب سالہا سال سے "کارتہ پرفان" کابل میں مقیم ہیں۔
عاجز سے بہ مراسم مودت پیش آتے ہیں۔ ان دنوں اتفاق سے ہفتہ عشرہ کے واسطے دلی آئے تھے۔ اپنا اور اپنے پد
بزرگوار و جد امجد کا مختصر حال لکھ کر عاجز کو دیا۔ جو کچھ اس عاجز نے لکھا ہے اُسی مختصر سے لکھا ہے۔ سَلَمَةُ اللَّهِ وَ
حِفْظُهُ وَوَقْفَتِي وَآيَاهُ لِمَا يَحْبِبُهُ وَيَرْضَاهُ۔ اگرچہ امور دنیویہ اور مناصب عالیہ میں مصروف ہیں، لیکن بفضل اللہ
و کرمہ امور لقیئہ سے بھی غافل نہیں ہیں۔

دل را طواف کن کہ عجب جائے با صفاست سعدی فرد بہ کعبہ کہ دل خانہ خداست
(اپنے دل کا طواف کر کہ خوب ہی صاف جگہ ہے اے سعدی کعبہ کو نہ جا کیونکہ دل اللہ کا گھر ہے)
۶۔ ملا حاجی نور احمد ولد میر احمد مہمند معروف بہ حاجی صاحب کلان بمقام میں رہتے تھے ۴۵ حج کئے۔ ایک
سو پندرہ سال کی عمر پر اکرا ہی ملک بقا ہوئے، حضرت سیدی الوالد کے جد امجد حضرت شاہ احمد سجد سے بیعت
ہوئے تھے۔ اور حضرت سیدی الوالد کے خصوصی خلفا میں سے صاحب ارشاد تھے۔ رحمہ اللہ۔

۷۔ ملا گل محمد ولد ملا مہر داد قوم ادغیل، ساکن کٹواڑ، نہایت صاحب نسبت اور باکمال شخص تھے۔
آپ کو بھی اُن سے محبت تھی۔ ملفوظات کے ملفوظ ۲۳ میں یہ عاجز لکھ چکا ہے کہ ایک دن خانقاہ شریف
میں آپ نے ملا صاحب سے دریافت کیا۔ ملا گل کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ خانقاہ شریف میں
داخل ہوتے ہی محو تجلیات ہو جاتا ہوں اور کسی شے کی خبر نہیں رہتی۔ آپ نے ارشاد کیا۔ اگر خانقاہ
شریف میں یہ بات حاصل ہوئی تو کیا بڑی بات ہے۔ ہاں اگر زنان فاحشہ کے بازار سے گزرتے وقت
یہ کیفیت رہے تو کمال ہے۔ صاحب استعداد مرید تھے۔ پیر کمال کی صحبت میں اللہ تعالیٰ نے اُن

کو درج کمال پر پہنچایا۔ سلام میں ان کی وفات دلی آتے ہوئے ذیرہ اسماعیل خاں میں ہوئی۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ ملا حاجی احمد خاں کو تحریر فرمایا: ”ملا گل کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ ہمارے خادموں میں اور ایسا شخص صاحب علم و عمل ثابت قدم معلوم نہیں ہوتا۔ اور ایک دن آپ نے فرمایا: ”ملا گل قطب افغانستان بود“ اور ایک دن آپ نے فرمایا: ”بد قسمتی اہل کابل بود کہ گل از میان ایشان رفتہ و رحمت اللہ علیہ۔ ملا گل افغانستان کے قطب تھے۔ اور اہل کابل کی بد قسمتی ہے کہ ان کے درمیان سے گل (پھول) جاتا رہا۔“

۸۔ ملا حاجی گل ولد ملا شیخ الدین قبیلہ خداداد خیل و ازخواہ سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحب نسبت تھے۔ دلی میں آپ کی حیات طیبہ میں وفات ہوئی اور حضرات محدثین کے قبرستان (مہندیو) میں استراحت فرما ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۹۔ ملا جموعاں ولد ملا المرآخوند زارہ از قبیلہ خداداد خیل ساکن و ازخواہ صاحب علم صاحب نسبت اور صاحب ارثاد ہوئے۔ اب ان کے بیٹے ملا عبدالقدوس ان کے قائم مقام ہیں۔ وَفَّقَهُ اللّٰهُ شُبَّانًا لِّمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادَةِ الصّٰلِحِيْنَ وَرَحِمَ اللّٰهُ اٰبَاءَهُ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۱۰۔ ملا عبداللہ ولد ملا زرداد علی زمی خصوصی افراد میں سے تھے۔ سالہا سال آپ کی خدمت کی۔ اور مراتب عالیہ حاصل کئے۔ رحمہ اللہ۔

۱۱۔ یار محمد ولد مرزا قوم خردئی ساکن سرورہ۔ آپ کے نہایت قدیم مخلصوں میں سے ہیں۔ کئی سال مسلسل خدمت کی اور اس زمانہ میں خدمت کی جب کہ آپ کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۲۔ غلام اکبر معروف بہ اکرؤ ولد محمد یاز قوم انخیل ملیری ساکن کٹواڑ۔ آپ سے بیعت ہوئے صاحب استعداد کامل تھے۔ وظیفہ شریفہ کی ملاوت نے ان کو دیوبی کاروبار سے روک دیا۔ وہ پہلے تجارت کیا کرتے تھے۔ بیعت ہونے کے بعد انھوں نے اپنے دل سے کہا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں ایں خیال است و محال است و جنوں

(خدا کی بھی طلب ہو اور گھٹیا دنیا کی بھی یہ صرف خیال ہے محال ہے اور دیوانہ پن ہے)

چونکہ اصحاب عزیمت میں سے تھے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یاد میں لگ گئے سلطان الاذکار کا ذکر

شریف ان پر ظاہر و باہر تھا۔ ان کا ایک ایک رُواں ذکر پاک میں مشغول رہا کرتا تھا اور یہ شعر

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال میدار نہفتہ چشم بہ جانب یار
(ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں چھپی نظر رکھ یار (اللہ) کی طرف)

ان کا نقد وقت تھا۔ ایک دن حضرت سیدی الوالد قدس سرہ علقہ فرما رہے تھے۔ اہل علقہ میں سے بعض افراد پر کچھ غفلت طاری ہوئی۔ آپ نے غلام اکبر کو بلا کر فرمایا۔ ان لوگوں پر غفلت طاری ہو گئی ہے آؤ اور اس غفلت کو دور کرو۔ چنانچہ وہ آپ کے سامنے اہل علقہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور ذکر شریف میں ایسے مصروف ہوئے کہ دو چار منٹ میں ارباب غفلت کی غفلت دور ہوئی اور نعرہ آہ دیکا بلند ہوا۔ ایک دن آپ نے صبح کو نو دس بجے اس عاجز سے فرمایا۔ جاؤ اور غلام اکبر سے کہو کہ حضرت سید صاحب (سید نور محمد بدایونی قدس سرہ) سے ہمارا سلام عرض کریں اور حضرت سید صاحب جو کچھ ارشاد فرمائیں اگر ہم سے کہیں۔ عاجز نے غلام اکبر سے آپ کی بات کہی۔ وہ اسی وقت حضرت سلطان جی کی بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد آپ نے بگھی منگوائی اور حضرت سید صاحب کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ جس وقت آپ وہاں پہنچے غلام اکبر مراقبہ میں محو تھے۔ آپ اُن کے پاس بیٹھے۔ پہلے آپ نے سورہ تبارک الذی بلند آواز سے تلاوت فرمائی اور پھر مراقبہ ہو گئے۔ جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے، غلام اکبر سے فرمایا۔ دیکھو غلام اکبر اس طریقہ سے مراقبہ کیا کرو۔ تم نے دیکھا کہ حضرت نے کتنی مہربانی فرمائی۔ یہ سن کر غلام اکبر نے کہا جی ہاں حضور میں نے حضرت کی مہربانیاں دیکھیں۔ اور پھر وہ وجد میں آ گئے۔

غلام اکبر برفائقے گزر جاتے تھے لیکن اُن کے ذکر و شغل میں قطعاً بال برابر فرق نہیں آتا تھا۔ ایک دن آپ نے اُن سے فرمایا۔ غلام اکبر تم نے کسی کو بیعت کیا۔ انہوں نے عرض کی حضور میں اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوں دوسرے کا بوجھ کیا اٹھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ نے تم کو اس قابل کیا ہے کہ تم بیعت کرو۔ آپ کے اس ارشاد گرامی کو سن کر انہوں نے صرف ایک شخص کو داخل سلسلہ کیا اور اس کو بھی آپ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ رحمہ اللہ۔

۱۳۔ طلا دل و جان گل مشوڑی ساکن و از خواہ اصحاب نسبت میں سے تھے۔ بعض افراد نے آپ سے شکایت کی کہ وہ نامحرم عورتوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جب وہ کوڑا آئے آپ نے چند روز اُن کو آنے نہیں دیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے تو اُن کو آنے دیا اور اُن کا ہدیہ بھی قبول کر لیا۔ اُن کے علاقہ میں کنوئیں بہت گہرے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ کنوئیں کے پاس بیٹھے تھے۔ وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور کنوئیں میں گر پڑے۔ لوگوں نے نکالا۔ ان کے کوئی جوت نہیں تھی۔ رحمہ اللہ۔

۱۴۔ مظاکر ولد حسن خان علی خیل ساکن گواشٹہ۔ نہایت صاحب اخلاق و محبت تھے۔ ذکر شریف کی لذت سے پوری طرح آشنا تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۵۔ حاجی عبدالکیم ولد خداے رحم قوم دکنانی ساکن شلگر۔ اصحاب قہار میں سے تھے اچھی تجارت تھی۔ ساہا سال تجارت بھی کرتے رہے اور ذکر و فکر میں بھی مصروف رہے۔ آخر سلطان عثمان کا قلعہ ہوا اور دنیا کی فکر سے آزاد ہو کر ذکر الہی میں مصروف ہو گئے۔ نہ سردی کی پروا تھی نہ گرمی کی۔ حضرت امام غزالی اور شاہ کلام کی تالیفات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ جس وقت حضرت برادر کلاں کی وادی ہوئی انہوں نے حضرت سیدی ابوالدے کہا کہ ان کا نام عبدالرحمن رکھیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا ہم نے حضرت بلال نام رکھا ہے۔ یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان پر بہت آیا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۶۔ عبدالقادر ولد غلام رسول خان قوم احمدی ساکن گردیز زمرہ "رجال لا تلتصقہم تجارۃ ولا بیعۃ عن ذکر اللہ" (وہ مرد کہ نہیں قائل ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے) تھے اچھی تجارت تھی اچھا پیتے اور کھاتے تھے۔ مع ہذا ہر وقت یاد الہی میں محو رہتے تھے۔ ان کی مدہوشی و مستی کا پتہ ان کی مخمور آنکھوں سے چلتا تھا۔ ہر وقت اُن کی آنکھیں سرخ رہتی تھیں۔ میرٹھ کے حافظ اشفاق الہی وغیرہ اجمائاتی کو میرٹھ بلاتے تھے اور وہ لاہور جاتے ہوئے میرٹھ اتر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہاں پہنچے تو بادۂ وحدت سے مخمور تھے۔ چلتے وقت اپنے پیروں سے قدس سرہ سے یہ شعر سناتا تھا۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شوتاغل بر دید رنگ رنگ

(بہار کے موسم میں پتھر کب سر سبز ہوتا ہے مٹی ہو جاؤ تا کہ رنگ برنگ پھول کھلیں)

ان کی مستی کا اثر میرٹھ کے برادران طریقت پر خوب ہوا خدا کے فضل و کرم سے اُن کے لطائف مبارکہ ہر طرح ناکر و شافل تھے اور اُن کے زرد، سرخ، سفید، سیاہ، سبز انوار سے راحت سینہ ملو تھا۔ یہ شعر اُن کے حبِ حال واقع ہوا اور وہ اس کے لطف سے سرشار تھے۔ برادران طریقت اُن سے مستفید ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۱۷۔ حاجی مظاہر خان ولد عبدالکریم قوم مشاخیل ساکن کشواڑے مسلسل بیس سال تک

میں چھ ماہ آپ کی خدمت کی۔ اور مذاتِ طالت میں بھی آپ کی خدمت میں رہے قیہ مبارک کی اجازت نہ دی نے حاصل کی۔ اپنے پیروں و مرشد کے پتے عاشق تھے۔ ۳۵ سالہ میں دینی آئے۔ نبیند چاہیں دن قیہ مبارک کی دن اس عاجز سے کہا۔ میرے پاس زاد راہ نہ تھا۔ مجھ کو اشارہ فرمائیے۔ ملا کہ دینی حاضر رہی دو چہا کچھ ہیں۔

سامان فروخت کیا اور دئی آیا ہوں۔ غالباً میری عمر پوری ہو چکی ہے اور یہ آخری آمد ہے۔ جب سردی کم ہوئی اپنے وطن کو مراجعت کی اور اوائل ۱۳۵۹ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وَالْحَقُّ بِمَشَايِجِهِ الْكَرَامِ۔

۱۸۔ ملا اسلم کبیر ولد ملا میر عالم قوم اندڑی ساکن شلگر اصحاب علم واصحاب نسبت سے تھے۔ انوار الہیہ سے سینہ معمور تھا۔ جس وقت انھوں نے اپنے پیر و مرشد کی وفات کی خبر سنی مسجد شریف میں درس دے رہے تھے۔ درس چھوڑ کر ستون سے پیٹھ لگا کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر بیٹھ گئے۔ یہ ستون لکڑی کا تھا۔ اس کا کنارہ تیز تھا۔ وہ گھنٹوں اپنے احوال میں مستغرق رہے۔ ستون کے کنارے نے اُن کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ خون نکل آیا اور وہ بے خبر رہے۔ ان کا مزار مودانوار الہیہ ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۹۔ سید ملا محمد سعید اولان رباط میں رہتے تھے۔ نہایت پاک دل اور پاک مشرب تھے دنیوی امور سے بے نیاز، محو انوار و تجلیات الہیہ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۰۔ ملا پیر احمد ولد ملا جان محمد قوم ٹرکی ساکن ناوہ خصوصی افراد میں سے تھے۔ ہر سال کچھ دن کے واسطے کونٹہ آیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان سے محبت تھی اور ان کی آمد سے خوش ہوتے تھے۔ اُن پر آپ کا رعب غالب تھا۔ آپ کے سامنے نہایت ادب اور آہستگی سے بات کرتے تھے۔ اور نظر جھکی رہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے جتنی بصیرت برصغیر ہے ادب میں اضافہ ہوتا ہے۔ رحمہ اللہ

۲۱۔ ملا سید باز نیازی ساکن ظلمت کر دیز آپ کے صادق عاشق و زندہ دل اور صاحب نسبت تھے۔ رحمہ اللہ۔

۲۲۔ ملا لعل محمد ولد ابراہیم خلیل قوم جانی خیل ساکن کٹواز نہایت صاف منش پاک روش صاحب نسبت تھے۔ مدتوں آپ کی خدمت کی اور گوہر مراد سے دامن طلب پر کیا۔ رحمہ اللہ۔

۲۳۔ ملا سید رحمت ولد حضرت یوسف قوم نیازی ساکن گیلان مقرر مخلصین پاک نہا اور اصحاب نسبت سے تھے۔ رحمہ اللہ

۲۴۔ ملا عبدالحق صاحبزادہ ولد ملا محمد حسن جان قوم ابوبکر خیل ساکن گیلان مقرر آپ کے خصوصی اصحاب میں سے تھے۔ ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۵۹ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۲۵۔ ملا احسان اللہ صاحبزادہ ولد ملا محمد صدیق قوم ابوبکر خیل ساکن گیلان مقرر نہایت صاف

منش پاک روش صاحب علم و صاحب نسبت و صاحب ارقاد تھے۔ شنبہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۵۴ھ کو رحلت کی۔ رحمہ اللہ۔

۲۶۔ غلام احرار صاحبزادہ ولد قلندر شاہ اندڑی ساکن جامراد صاحب علم و فضل و کمال تھے پہلے اپنے والد سے طریقہ بنواری مجددیہ میں بیعت ہوئے اور پھر حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی صحبت فیض اثر میں ان کے ظاہری و باطنی کمالات کی جلا ہوئی۔ ۱۳۲۲ھ میں کوئٹہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور بعد میں آپ کی خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

رفعة النواشی شرح تہمتہ المحاشی، و حاشی بر خیالی، و حاشی بر بیضاوی، و ازالۃ الادہام — الشریعة الاظہر شرح الفقہ الاکبر ان کی علمی کتابیں ہیں۔ اب تک ان میں سے ایک کتاب بھی نہیں چھپی ہے۔ فیض قلندری و انوار فتح محمدی چھپ چکی ہیں۔

فارسی اور افغانی میں شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ مثنوی رنگین، تحفۃ الاخیار گلشن اسرار دیوان احرار، بیان العرفان وغیرہ میں سے بیشتر طبع ہو چکی ہیں۔ تحفۃ الاخیار کا قلمی نسخہ اس عاجز کے پاس ہے۔

ہر سال سردی کے موسم میں لدھیانہ آیا کرتے تھے اور پھر کچھ دن کے واسطے دہلی آتے تھے آخری مرتبہ محرم ۱۳۵۴ھ میں دہلی آئے۔ جب وطن جانے لگے تو اپنے پیرو مرشد کے مزار پیر انوار پر فاتحہ پڑھی اور آنسو بہاتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یا آخر شد روتے گل سیر نہ دیدیم دہارا آخر شد
(افسوس کہ بلک جھپکنے کی مدت میں یار کی صحبت تمام ہوئی، پھول کا چہرہ سیر ہو کر دیکھا بھی تھا کہ بہار تمام ہوئی)
وطن پہنچ کر شب چہار شنبہ ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۳۵ء رات کے دس بجے وبائی مرض میں ۶۵ سال کی عمر پا کر راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

غالباً ۱۳۳۴ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ حسب معمول کوئٹہ تشریف لے گئے وہاں افغانستان کے مخلصین کا اجتماع تھا۔ تقریباً بیس پچیس علماء تھے۔ ان میں غلام احرار صاحبزادہ بھی تھے۔ ایک دن ظہر کے بعد آپ باہر رونق افروز تھے اور مخلصین کا حلقہ مصروف ذکر و فکر تھا کہ حاجی حافظ ملا بسم اللہ اندڑی خلیفہ پیر سید حسن قادری جیلانی کابلی حاضر ہوئے اور آپ سے صاحبزادہ غلام احرار کی شکایت کی۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت ہم قیموں بھائیوں کے

پاس باغیچہ میں تھے۔ آپ نے اُن کو بلوایا۔ یہ عاجز بھی گیا تاکہ تلاسم اللہ کی بات سنے۔ تلاسم اللہ نے آپ سے کہا۔ ملا غلام احرار نے مثنوی رنگین طبع کرائی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے یہ مثنوی اپنے مرشد و مولا کو دکھائی اور انہوں نے قبول فرمائی۔ اس مثنوی میں انہوں نے میرے متعلق لکھا ہے: قَدْ كَثُرَتْ رَمَائِنَا الْمَفْقُورُونَ الْكَاذِبُونَ الْمُتَعَصِّبُونَ وَلِلْقُرْآنِ هُمْ حَاحِلُونَ وَبِمَعْنَاهُ لَا يَعْمَلُونَ كَمَثَلِ الْجَمَّارِ يَجْعَلُ أَسْفَارًا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَثَلُ الَّذِينَ يُحْمِلُونَ ثِقْلًا لَا يُهْمُوا بِهَا كَمَثَلِ الْجَمَّارِ يَجْعَلُ أَسْفَارًا كَالْحَاجِي الْجَاهِلِ الْعَقُورِ الْمُنْبَعِ لِلشَّرِّ ذِي الشُّمْرِ ذِي الْفَسِي وَالْفُجُورِ الْمُرَادُ مِنْهُ الشُّمُّ ذِي الْقَيْظِ الْغَمْخُورِ ابْنُ الزَّرَادِ الشُّكْرِي الْأَنْدَرُجَزَاهُ اللَّهُ جَزَاءُ الْكَلَابِ الْعَادِيَاتِ فِي الدُّنْيَا وَالْخَشْيَةِ وَاللَّهُ يُجْزِي الْخَيْرَ وَالشَّرَّ ابْنُ خَيْرٍ أَخْبِرُوا إِنَّ شَرَّ أَفْشَرٍ۔ (ہمارے زمانہ میں بُرے اور جھوٹے اور متعصب افراد کی کثرت ہو گئی ہے انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس کے اوپر کتابوں کا ڈھیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ کہاوت ان کی جن پر لادی تورات، پھر نہ اٹھائی انہوں نے، جیسے کہاوت گدھے کی، پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں۔ جیسا کہ حاجی، جاہل، کنگھنا، فسادات کا منبع اور فسق و فجور کے لئے جو کس رہتا ہے میری مراد وہ جلدی چلنے والا، بد اخلاق، متکبر ہے جو زرد وادِ شِکْرِی اَنْدَرِی کا لڑکا ہے، اللہ اس کو بھونکنے والے کتوں کی جڑ اس دنیا میں اور حشر کے دن دے۔ اللہ بھلائی اور بُرائی کی جزا دیتا ہے، اگر بھلائی ہے تو بھلائی اور اگر بُرائی ہے تو بُرائی۔) تلاسم اللہ کسی پرچہ پر یہ عبارت نقل کر کے لائے تھے۔ آپ نے غلام احرار سے فرمایا۔ احرار کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں نے مثنوی لکھی اور دئی میں آپ کو دکھائی، آپ نے پسند فرمائی۔ پھر میں نے آٹھ صفحے کا دیباچہ عربی میں لکھا اور آپ کی پسند کا ذکر کیا۔ اور اس شخص کے متعلق میں نے یہ عبارت لکھی۔ کیونکہ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ مجھ پر غلط الزامات لگاتا ہے اور مجھ کو دہابی کہتا ہے اور اس سلسلہ میں اس نے حکومت کو بھی لکھا ہے کہ غلام احرار دہابی ہے۔ حالانکہ اطفالِ انسان میں کسی کو دہابی کہنا مُرْتَد اور قادیانی کہنے کے مترادف ہے۔ یہ میرے قتل کرانے کے درپے ہے۔ حضور انور ان علامہ سے دریافت فرمائیں جو اس وقت حاضر ہیں۔ آپ نے علامہ سے دریافت فرمایا اور انہوں نے صاحبزادہ کی بات کی تصدیق کی کہ تلاسم اللہ ان کو دہابی کہتے ہیں اور ایک محضر لکھ کر انہوں نے حکومت کو بھی دیا ہے اور وہاں ملا غلام احرار سے باز پرس بھی ہوئی۔ یہ سن کر آپ نے تلاسم اللہ سے کہا۔ تم غلام احرار کو بُرا کہو اور ان کو دہابی قرار دو تاکہ حکومت ان کو قتل کرادے اور وہ تم کو عقور و شمذار و شمیر و غمزہ کہیں۔

لَهُ الشُّمُّ ذِي الْجُلْدِ يَجْعَلُ أَسْفَارًا - الْخَطِيئَةُ بِدِخْلَق - الْخَيْمَةُ، مَكْبَر -

جس وقت ملائیم اللہ نے جیب سے پرچہ نکالا تھا اور مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر سنانی جا ہی تھی۔ وہ شکر و شکر جیسے الفاظ غریبہ کو صبح طور پر نہ پڑھ سکے۔ غلام احرار نے عرض کی۔ ملائیم اللہ ایں قدر خیریت کہ شکر را شکر می خواند۔

صاحبزادہ صاحب کے دو بیٹے ہیں۔ ملا غلام احمد۔ حضرت سیدی الموالد سے بیعت ہیں اور اپنے والد کے خلیفہ ہیں۔ علمیت میں ممتاز ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ حفظ اللہ۔ جس سال غلام احرار صاحبزادہ آپ سے بیعت ہوئے اسی سال ان کی ولادت ہوئی تھی۔

چھوٹے بیٹے لدائے احمد ہیں۔ سال ۱۳۳۷ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ علم ظاہر نہیں پڑھ سکے، لیکن علم باطن اپنے والد سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

پنجاب میں ان دونوں بھائیوں کے مخلصین ہیں۔ خدا کا فضل ہے نسبت شریفہ سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

۲۷۔ حسین اللہ صاحبزادہ برادر خورد غلام احرار صاحبزادہ اپنے بھائی سے سولہ سال چھوٹے تھے۔ صاحب ذوق و وجد و حال و نسبت تھے۔ حضرت سیدی الموالد قدس سرہ کی بھی ان پر نظر عنایت تھی۔ اپنے ذوق و شوق کے احوال میں حضرت سیدی الموالد کی قیام گاہ کی طرف رخ کر کے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

خواجہ نظام است و نظامی منم مفتخر شش بہ غلامی منم

اور اس کے بعد اپنے برادر کلاں کے اشعار پڑھتے تھے اور عالم وجد میں لوٹا کرتے تھے۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۵ء میں وفات پائی۔ اپنی وفات سے ایک دو سال پہلے اس عاجز سے لاہور میں کہہ رہے تھے کہ احوال وجد میں مجھ کو جو نہیں لگتی تھیں۔ اس وقت کچھ احساس نہ ہوا لیکن اب چوٹ لگی ہوئی جگہ میں درد ہوتا ہے۔ اور مشکل چلتا ہوں۔ ان کے مخلصین میں بھی سوز و درد کا اثر موجود تھا۔ اولاد کافی ہوئی، لیکن سب داغ مفارقت دے گئی۔ رحمہ اللہ

۲۸۔ لدائے بہر گل صاحبزادہ ولد باز محمد صاحبزادہ قوم کشڈی، ساکن قرہ باغ، مرد پاک طینت پاک مشرب اور صاحب نسبت تھے۔ رحمہ اللہ

۲۹۔ ملا سید احمد جان ولد سید اختر ساکن خیر کوٹ کٹواڑ۔ پاک دل صاف منہ صاحب نسبت تھے۔ حقیقت صلاۃ سے نصیبہ آؤفی حاصل تھا۔ پیر و مرشد کے مخلص صادق تھے۔ کئی حج کئے۔ ۱۳۶۷ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ رحمہ اللہ۔

۳۰۔ ملا خیر اللہ ولد ملا عبداللہ قوم جلال زی، اندڑ ساکن شلگر، مخلص صادق تھے۔ پہلے ملا نجم الدین آخوندزادہ سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور از اصحاب ذوق و شوق و نسبت ہوئے۔ افغانی میں بہت اچھے اشعار کہتے تھے، ان کو پڑھ کر خود بھی روتے تھے اور یارانِ طریقت کو بھی رلاتے تھے۔ ۵ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۳۱۔ شرف الدین ولد ملا غداوہ قوم مہمند ساکن کنواں آپ کے مخلص صادق تھے تجارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب بنگال سے تجارت کر کے آئے تو کچھ ہدیہ پیش کیا۔ غالباً پانچ روپیہ ہدیہ تھا۔ اُن کے ساتھ جو رفقا تھے انھوں نے بھی ہدیہ دیا۔ حاجی ملا احمد خاں نے ایک کاغذ پر ان سب کے نام اور ہدیہ کی مقدار لکھی اور اس عاجز کو دیا۔ یہ عاجز پرچہ کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے پرچہ دیکھ کر فرمایا۔ شرف الدین سے جا کر کہو کہ تم نے ہدیہ میں کمی کیوں کی ہے۔ عاجز نے اُن سے یہ بات کہی۔ وہ سن کر مسکرائے اور دو یا تین روپیہ نکال کر اور دیئے۔ جب اس عاجز نے وہ رقم پیش کی۔ آپ نے فرمایا: دیکھو زید، اب ٹھیک ہے۔ جب یہ عاجز باہر آیا تو حاجی ملا احمد خاں اور دوسرے برادرانِ طریقت شرف الدین سے دریافت کر رہے تھے کہ یہ کیا بات تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں جب بنگال جا رہا تھا یہ نیت کی تھی کہ مجھ کو جتنا فائدہ ہوگا اس میں سے فی صد ایک روپیہ آپ کو دوں گا۔ میں نے دو یا تین روپیہ کم دیئے تھے۔ اس پر آپ نے مجھ سے دریافت کیا۔ میری نیت کی خبر بجز پروردگار کے کسی کو نہ تھی۔ ان کی بات سن کر عاجز نے ان سے کہا کہ بقیہ رقم بکر آپ نے فرمایا۔ دیکھو زید اب ٹھیک ہے۔ ۱۳۳۶ھ کا حج عاجز اور برادرِ کلاں کے ساتھ کیا۔ اور دو چار سال کے بعد وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۳۲۔ حاجی کلاخان ولد محمد امین خروئی کوچی۔ پھر شاہ جوئے میں آباد ہو گئے تھے۔ مردِ مخلص و پاک دل تھے۔ ۱۳۳۶ھ کا حج ساتھ کیا اور پھر چند سال بعد وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۳۳۔ ملا امیر ولد حاجی بازک مسیحین خیل ساکن جامراد پاک دل صاف منش شخص تھے۔ آپ کی محبت میں فانی تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ اولاد ایک سے بھی نہ تھی۔ ۱۳۳۳ھ میں دونوں بیویوں کو لے کر رام پور پہنچے۔ اپنے مولیٰ جل شانہ کی بارگاہ میں التجا کی۔ میں اپنی دونوں بیویوں کو بیکر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جا رہا ہوں تو اُن کی برکت سے مجھ کو اولاد عنایت کر۔ اُن کی دعا قبول ہوئی۔ ایک سال بعد ان کی بڑی اہلیہ بی بی لال کو جن کے نکاح کو ۳۵ سال ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ

نے لڑکی عنایت کی۔ اس وقت وہ اور ان کے گھر والے کوڑھ میں تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے بچی کو نہلایا، کپڑے پہنائے اور اس کا نام صفیہ رکھا۔ خدا کے فضل سے بڑی ہوئی اور صاحبہ ولاد ہوئی۔ پھر ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کی چھوٹی اہلیہ بوبو جان کو سولہ سال کے بعد افغانستان میں پسر عنایت کیا۔ ملا امیر نے اس کا نام طاہر رکھا۔ جوان ہو کر رحلت کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِیَّاَہِ رَاجِعُوْنَ ۝
ملا امیر کو شہزی شریف سے بہت شغف تھا۔ اکثر اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ لوگوں کو اُن سے فیض پہنچا۔ اپنے پیر و مرشد کے دس بارہ سال بعد رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ۔

۳۴۔ ملا حسن قوم بابی قندھار کے رہنے والے تھے۔ سن تیرہ سو تیس یا تینتیس میں کوڑھ آئے۔ حاجی اسلم نورزی نے ان کو اپنے گھر میں رکھا۔ آپ کی خدمت میں گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ اور فیوضات و برکات حاصل کرتے تھے۔ حالات بلند و ارجمند سے مشرف ہوئے۔ آپ کو بھی ان سے بہت محبت اور لگاؤ تھا۔ ۱۳۳۸ھ میں جب آپ دلی تشریف لے آئے وہ قندھار چلے گئے۔ سن انتالیس اور چالیس میں وہ کوڑھ میں نہیں تھے۔ آپ نے حاجی اسلم نورزی سے کئی مرتبہ فرمایا۔ تم ملا حسن کو کیوں نہیں بلاتے۔ اگر ان کو تمہارے گھر میں تکلیف ہے ہم اُن کو کمرہ دیں گے۔ اس عاجز کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے مخلصین میں سے کسی کے واسطے اشتیاق ملاقات ظاہر فرمائی ہو۔ بجز ملا حسن کے۔ ملا حسن از اصحاب کمال و ارباب صحو تھے۔ ہر وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن قندھار میں شہر سے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ ملا باز محمد ملا جلال الدین ملا قاسم اور دو تین افراد تھے۔ یہ سب حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ یہ لوگ باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ اپنے ذکر و فکر میں مصروف تھے۔ انھوں نے ان لوگوں سے کہا۔ افسوس صد افسوس، شتر بے مہار کی طرح چلے جا رہے ہو۔ یہ دیکھو تمہارے سامنے پہاڑ ہے جو پروردگار کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے۔ تمہارے سر پر آسمان ہے وہ خدا کی قدرت کا بلکہ کا بیان کر رہا ہے۔ یہ دیکھو زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کی یاد کر رہا ہے اور تم غفلت میں وقت گزار رہے ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار روئے گئے۔ رحمہ اللہ۔

۳۵۔ ملا محمد آفاق قوم مروت صوبہ سرحد کے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کمال حاصل کیا اور اپنے وطن میں صاحب ارشاد ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ میں ان کے تین مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے محمد آفاق کی خیریت دریافت کی اور ان تینوں سے فرمایا۔ تم ہمارے اپنے ہو۔ اس عاجز کو اس دن محمد آفاق کے متعلق علم ہوا۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز بلوچستان کے ارباب اجازت کا ذکر کرتا ہے۔

۳۶۔ قاضی نعل محمد ولد قاضی سمندر قوم ڈرانی نورزی، قلات نصیر کے رہنے والے تھے۔

کوٹہ آئے اور آپ سے بیعت ہوئے اور شہر کوٹہ سے تین میل کے فاصلے پر قریہ خلیل میں سکونت اختیار کی۔ ۱۳۲۶ء میں حضرت سیدی الوالد نے اُن کو بڑا شجرہ شریف عنایت کیا۔ بلوچ اور برہی جب آپ کے پاس بیعت ہونے کو آتے تھے تو آپ قاضی نعل محمد کے پاس بھیج دیتے تھے تاکہ وہ اُن کو داخل سلسلہ کریں اور چند روز اپنی صحبت میں رکھیں۔ قاضی صاحب نہایت ضعیف تھے چند سال حیات رہے اور پھر سفر آخرت کر گئے۔ رحمہ اللہ

۳۷۔ ملا عبدالحلیم آخوندزادہ فرزند ملا عبد اللہ ساکن چڑھی، کوٹہ، قوم کا کر، جب سیدی الوالد اوائل محرم ۱۳۱۸ء مطابق مئی ۱۹ء کو کوٹہ تشریف لے گئے۔ ملا عبدالحلیم اور اُن کے بڑے بھائی ملا عبد الرشید آپ سے بیعت ہوئے۔ ملا عبدالحلیم آپ سے بیعت کیا ہوئے دل و جان سے آپ پر تصدق ہوئے۔ تمام مخلصین میں کیا از افتانستان، کیا از بلوچستان و ہندوستان بلکہ آپ کے ارشاد مبارک کی رو سے قاطبہ تمام مخلصین سے افضل و اکمل تھے۔ اس عاجز نے "نغمہ ہجراں" میں کہا ہے ۷

آں زیجڑی دو برادر باکال	در دلار و در محبت بے مثال
مخلصان با وفا ہر یک سعید	پاک دل عبدالحلیم و آں رشید
کا کڑاں را مثل تاج و سر بُدع	بہر مرشد مثل بال و پر بُدند

حضرت سیدی الوالد نے ایک دن فرمایا تھا۔ عبدالحلیم قوت بازوئے من بود۔ اور ایک دن ارشاد کیا۔ عبدالحلیم قطب کوٹہ بود۔ جب ملا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے بمبئی حاجی عبد اللہ عمر کو لکھا کہ وہ اُن کو آرام پہنچائیں۔ ہمسفرہ کلاں کے نکاح میں ملا صاحب ولی آئے۔ آپ نے ان کو بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر بھیجا۔ جب وہاں سے واپس آئے تو صد ہا مخلصین کے سامنے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ ہم کو آپ کی قدر نہ تھی۔ آپ کی عظمت کا اندازہ آج ہوا کہ جہاں بھی حاضر ہوا صاحب مزار نے یہ کہا۔ تم ہمارے ابوالخیر کے مرید ہو لہذا تم ہمارے ہو۔ جس وقت حجاز مقدس سے آئے تو انہوں نے کہا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی کہ میں آپ کے عاشق ابوالخیر کا غلام ہوں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ الطاف عنایات اور مہربانیاں کیں جن کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

معمولات کے آخر میں ملا عبدالحلیم کی وفات کا واقعہ عاثر لکھ چکا ہے۔ رحمہ اللہ
۳۸۔ ملا عبد الرشید آخوند زادہ ملا عبدالحلیم کے بڑے بھائی تھے اور تقریباً بیس سال اُن سے بڑے
تھے۔ بیعت ہونے سے پہلے انھوں نے محل کر کے ایک تعویذ حاصل کیا تھا۔ اس عاجز نے صد
اشخاص کو تعویذ دیتے دیکھا ہے۔ لیکن جو اثر ملا عبد الرشید کے تعویذ میں تھا وہ کسی کے تعویذ میں
نہ پایا۔ وہ ادھر تعویذ لکھتے تھے اور ادھر کوسوں دور مریض پر اثر ہوتا تھا۔ بیعت ہونے کے بعد
ملا صاحب نے حضرت پیر و مرشد سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں لوگوں کو
تعویذ دیا کروں۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور آخر دم تک وہ تعویذ دیا کرتے تھے۔

ملا صاحب کی عادت تھی جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ضرور دست بوسی
کرتے اور دو روپے نذر پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت سیدی الوالد مفتی
عبید اللہ کے پاس جامع مسجد قندھاریاں میں بیٹھے تھے۔ ملا عبد الرشید خلاف معمول باہر جانے لگے۔
آپ نے فرمایا۔ عبد الرشید کجا میری۔ انھوں نے کہا۔ درجیب چیز سے نہ دارم۔ کوئی آدھ گھنٹے
کے بعد وہ آئے اور آپ کی دست بوسی کی اور بجائے دو روپے کے چار روپے نذر پیش کی اور پھر ہم
تینوں کی دست بوسی کی اور ایک ایک روپیہ پیش کیا۔ وہ جہاں بھی بازار میں نکلتے تھے پروانوں
کی طرح اُن پر لوگ گرتے تھے اور تعویذ حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے تعویذ دینے کی کوئی رقم مقرر نہیں
کی تھی۔ جس نے جو بھی دیا لے لیا۔ پچیس تیس روپے لہذا نہ سے کم آمدنی نہ تھی، باوجود اس کے مقروض
رہا کرتے تھے اور اپنی جائداد فروخت کرتے تھے۔ از حد مہمان نواز اور غریب پرور تھے۔ جو کچھ ملتا
تھا، گھر پہنچتے تک خرچ ہو جاتا تھا۔ اب اگر گھر میں کوئی مہمان آگیا ہے تو اس کی ضیافت و تہذیب
کر کے کرتے تھے۔ اور قرض پر قرض چڑھتا رہتا تھا۔

اپنے پیر و مرشد کی وفات کے چند سال بعد تقریباً ۸ سال کی عمر پا کر رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ
۳۹۔ سید عبدالحق پشین کے رہنے والے تھے۔ آپ کے خالص اصحاب میں سے تھے اور آپ
کی حیات طیبہ میں چند سال پیشتر رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ

۴۰۔ خدائے رحم کا کرپشین کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد اُن کو رحمت اللہ
فرمایا کرتے تھے۔ نہایت مخلص اور عاشق صادق تھے۔ اجازت کا پروانہ لے کر سپاہی کے ساتھ
کوئٹہ سے راجپور وہی آئے تھے۔ آپ کی مبارک حیات میں وفات پائی اور آپ کی دعائیں اُن کے
لئے شمع راہ بنیں۔ رحمہ اللہ۔

۳۱۔ سید اکرم شاہ پشین کے رہنے والے صاحب نسبت اور صاحب جذبہ و صاحب استغراق تھے۔ نماز میں انوار و تجلیات الہیہ کو دیکھ کر اپنے حال میں نہیں رہتے تھے۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ اور بدن کو زور زور سے مارا کرتے تھے۔ جب تک نماز میں رہتے تھے یہی مستی اور شورش رہتی تھی۔ ان کی حالت حضرت مولائے روم قدس سرہ کے اس شعر کے مطابق ہوتی تھی۔

عشق آمد عقل او آوارہ شد صبح آمد شمع او بے چارہ شد
عشق آیا اس کی عقل بیگاہ ہو گئی۔ صبح آئی اس کی شمع عاجز آ گئی۔

ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ سید اکرم شاہ اس قابل ہیں کہ نماز میں ہمارے پاس کھڑے ہوں۔ لیکن اُن میں ضبط نہیں ہے اور ان کی حرکت غلغل کا سبب بنتی ہے۔ رحمہ اللہ
۳۲۔ سرمست بادۂ عرفان دلدادۂ خیر زماں مقبول بارگاہِ رحماں ملّا داد محمد فرزند ملّا
سیف الدین پسر ملّا جلال الدین پسر دران پسر عبدالرحیم قوم داوی ساکن شیرہ بولاک، علاقہ
ارغسان، قندھار صاف منشا پاک روش فرد تھے کسی سے تعرض نہیں کرتے تھے، بیشتر اوقات خاموش
رہتے تھے۔ یہ شعر اُن کے حسب حال تھا۔

دام ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال میدار نہ ہفتہ چشم دل جانپ یار

اُن کی ظاہری کیفیت سے کوئی نہیں سمجھتا تھا کہ وہ ملّا ہیں۔ ان کی طرف کے دیہاتیوں کا جو لباس تھا وہی اُن کا لباس تھا۔ ذرا ڈھیلّا کرتا اور شلوار۔ زیادہ تر کورے لٹھے کے کپڑے ہوتے تھے۔
چھوٹی پگڑی۔ جب کونٹا آتے تھے اذان وہی دیتے تھے۔ اُن کی اذان صبح معنی میں از دل خیزد
بر دل ریزد کی مصداق تھے کہ اُن کے پاک دل سے صدا نکلتی تھی اور دلوں پر گرتی تھی ایک
دن ایک خدمت سے حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں یہ عاجز گیا۔ اتفاقاً سے ملّا داد محمد
کی اذان شروع ہو گئی تھی۔ عاجز نے دیکھا کہ حضرت سیدی الوالد کا سارا بدن کان بنا ہوا تھا۔
آپ کی آنکھیں بند، منہ بند، تن کا کوئی حصہ حرکت نہیں کر رہا تھا اور آپ اذان کی طرف متوجہ
تھے۔ جب اذان ختم ہو گئی آپ نے پُر خمار سرخی لئے ہوئی آنکھوں سے عاجز کی طرف دیکھا۔ شمس
حساب سے بیست و نہ سال ہو چکے ہیں جب بھی ان کی اذان یاد آتی ہے، تن کا رُواں رُواں کھڑا
کھڑا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے کہا ہے۔

بازگو از دار و از آذان داد تا صدائے درد خیزد از نہاد
حَبِّ دَا دِ مُحَمَّد حَبِّ دَا رَحْمَتِ حَقِّ بَرِ رَوَانَتِ دَا دَا

ملا داد محمد نے ایک کتابچہ میں اپنی کچھ کیفیات اور واردات کا بیان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علاقہ ارغمان کی خدمت اُن کے سپرد کی تھی۔ اُن کے بڑے بیٹے ملا شمس الدین نے عبدالہادی خاں کی طلب پر ان کا کتابچہ اور کاغذات اُن کو دیدیئے۔ ۱۳۵۰ھ میں جب یہ عاجز مصر سے حج کے واسطے گیا تھا عبدالہادی خاں سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ افغانستان کی حکومت میں موقوف تھے اور بڑے مراتب پر تھے لیکن اُن سے بونے یگانگت عاجز کو آئی۔ تعجب ہوا کہ یہ بونے کیسے آئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ملا داد محمد سے وابستہ تھے اور یہ اثر اس وابستگی کا اثر تھا اور معلوم ہوا کہ انھوں نے کتابچہ اور اوراق کو اس واسطے یا تھا کہ ملا صاحب کے احوال کو کتابی شکل دے دیں۔ انھوں نے اس سلسلہ میں کچھ لکھا یا نہیں اس کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔

اب اہل ہند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۴۳۔ محمد اصحاب الدین ولد محمد زین الدین چنگامی کا بیان ذکر خیر میں مخلصین قدام کے احوال میں گزر چکا ہے۔ یہ آپ کے اول خلیفہ ہیں۔ آپ کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے ان کے خطوط سے ہوا ہے۔ غالباً ان کی وفات بیعت و خلافت کے کچھ عرصہ بعد ہو گئی۔ اصحاب الدین نے خط کا یہ پتہ تحریر کیا ہے۔ شہر چانگام، اتحاد ٹیک ناف بازار۔ ممد و جناب کو مل کر اصحاب الدین کو ملے۔ رحمہ اللہ

۴۴۔ حاجی فیض اللہ ٹھیکیدار سرسہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ خانقاہ شریف کی تعمیر کی نگرانی اور اہتمام میں وہ بھی شریک رہے۔ نہایت پاک طینت اور صاف منش شخص تھے۔ دنیا کی طرف سے بے فکر تھے اور نسبت شریف سے بھی پوری طرح بھٹی تھے۔ رحمہ اللہ

۴۵۔ مولوی برکت اللہ فاروقی ہانسوی قدیم مخلصین میں سے تھے۔ ساہا سال حاضر ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح باب کیا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں عاجز سے ملے اور سیدی الوالد کے ان تمام خطوط کو حوالہ کیا جو تھانہ فوتتا اُن کے نام گئے تھے۔ رحمہ اللہ

۴۶۔ مولانا مولوی سید عبد الجلیل ولد سید ہدایت علی ڈاسہ میں رہتے تھے۔ اس عاجز کی ولادت کے سال ۱۳۱۲ھ میں بیعت ہوئے۔ عودان کا بیان ہے کہ "دو تین مہینے آپ کے حلقہ میں شامل ہوا۔ پھر آپ کو ٹرٹ شریف نے گئے اور میں ڈاسہ چلا گیا۔ وہاں ایک صوفی صاحب رہتے تھے۔ میں ان کے پاس جا کر بیٹھ جاتا تھا اور ذکر شریف کیا کرتا تھا۔ جب آپ کو ٹرٹ سے تشریف لائے میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ کو حضرت بلال کے پڑھانے کے واسطے مقرر کیا اور میں خانقاہ شریف میں رہنے لگا لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھ پر آپ کی وہ نظر التفات نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں اس سلسلہ میں پریشان رہا

کرتا تھا۔ ایک دن آپ عصر کو تفریح سے واپس آئے اور خانقاہ شریف کے دروازے میں مونڈھے پر رونق افروز ہوئے۔ میں قریب ہی کھڑا تھا۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا۔ عبد الجلیل کیا بات ہے سال گزشتہ جو حلاوت تم میں تھی اب کے سال نہیں ہے۔ میں نے عرض کی، کوئی خطا تو مجھ سے سرزد نہیں ہوئی ہے، البتہ میں ایک صوفی صاحب کے پاس جایا کرتا تھا اور وہاں بیٹھ کر وظیفہ کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ کثافت اسی کا اثر ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت آپ اس کو سلب فرمائیں۔ آپ نے اچھا فرمایا اور آنکھیں بند کر کے میری طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے محسوس کیا کوئی شے میرے سینہ سے سمٹ رہی ہے اور پھر میں نے اقم التداغ سے کوئی شے نکلتی محسوس کی اور میں نے ”چمن“ آواز سنی۔ آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر فرمایا۔ عبد الجلیل اب کئی دن ذکر شریف نہ کرو۔ مولوی صاحب نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ کوئٹہ میں میرے نام گھر سے نفاذ آیا۔ آپ نے ملا عبد الحلیم کو میرا نفاذ دے کر فرمایا۔ اس میں پریشانی ہے۔ ملا عبد الحلیم نے مجھ کو نفاذ دے کر آپ کی بات کہی میں نے نفاذ کھول کر بڑھا۔ اس میں تحریر تھا کہ میرا لڑکا جس کا نام زید تھا رحلت کر گیا ہے۔

مولوی صاحب چار سال آپ کی خدمت میں رہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا حاصل یہی چار سال ہیں۔ شب جمعہ ۱۴ محرم ۱۳۹۷ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۷۷ء بعد مغرب ایک سو پانچ سال کی عمر پا کر راہی ملک بقا ہوئے۔ سا لہا سال سے جردل ضلع بہرائچ میں قیام تھا۔ جمعہ ۲۱ مارچ کو ہولی کا دن تھا۔ لیکن جردل کے ہندوؤں نے ہولی نہیں کھیلی اور آپ بصد اکرام اپنے مکان کے قریب مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ

۴۷۔ میر واحد خانقاہ شریف کے پاس رہتے تھے۔ اچھی استعداد پیدا کر لی۔ اور آپ کی حیات مبارکہ میں جوانی کی حالت میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۴۸۔ مولوی عبدالعزیز ولد عبداللطیف ساکن گونا کر کاٹی۔ ضلع کلٹا (بنگال) مدرسہ عبدالرب میں پڑھتے تھے۔ آپ کو مدرسہ میں جمعہ کے دن دیکھا اور فریفتہ ہو گئے بیعت ہوئے۔ سعادت نے ساتھ دیا اور اُن کا دل گردیدہ ذکر شریف ہو گیا۔ ۱۳۳۳ھ میں بیعت ہوئے۔ ہر سال چالیس دن کے واسطے میلاد شریف کے موقع پر حاضر ہوتے تھے۔ تیرہ سو ستائیس یا اٹھائیس میں آپ نے اُن کو اجازت عنایت کی۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھ چند مخلصین کو لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کے مُریدوں میں سے جوار باب قلوب ہوتے تھے وہ ان کے ساتھ چالیس دن رہتے تھے اور باقی افراد میلاد مبارک میں شریک ہو کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب اور ان کے مُریدوں کے احوال کو دیکھ کر آپ خوش

ہوتے تھے۔ اور آپ نے جو خطوط ان کو لکھے ہیں ان میں بھی اس کا اظہار فرمایا ہے۔

میلاد شریف کے بیان میں اُن کا ذکر اچھا ہے کہ وہ بلند آواز سے اپنے مشاہدات کو باگزیہ و زاری بیان کیا کرتے تھے اور آپ اس وقت خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے جو کچھ صادر ہوتا تھا بے اختیاری میں ہوتا تھا۔ اس وقت اُن کی آنکھیں قطعی طور پر مخمور اور شرح ہوتی تھیں اور جب وہ حال گزر جاتا تھا نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔

اس عاجز نے یہ بات ملاحظہ کی کہ مولوی صاحب کے آنے سے آپ کا دل خوش ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ صبح کو نو دس بجے یہ عاجز آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مولوی صاحب اور اُن کے رفقاء کے نعرہ ہائے وجد آپ نے سنے۔ خوش ہو کر عاجز سے فرمایا۔ دیکھو ہمارے مولوی عبدالعزیز آگئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے آپ کا دل خوش ہوتا تھا اس کو اپنی طرف نسبت دے کر ہمارے فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر فرمایا۔ جاؤ ان سے بوجھو خیریت سے ہیں۔

اس عاجز نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی مولوی صاحب کو جھڑکا ہو۔ اس عاجز کی یاد سے پہلے ایک سال اوائل مریدی میں وہ بار دیگر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو عبدالعزیز قاعدہ کی پابندی بہتر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد مولوی صاحب سال میں صرف ایک ہی مرتبہ چالیس دن کے واسطے حاضر ہوتے تھے۔ اور جب وہ جاتے تھے آپ ان کو اور ان کے مریدوں کو ڈعائیں دیا کرتے تھے۔ آپ دن میں باہر تشریف لا کر بیٹھ جاتے تھے اور اُن کے مریدوں کو خدمت میں مشغول دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اچانک کسی سے آپ کچھ بات کر لیا کرتے تھے۔ اور وہ بید خوش ہو جاتا تھا، مولوی صاحب بھی خوش ہو کر اس کو آداب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

سال ۱۳۱۷ میں مولوی صاحب کے ہمراہ اُن کے چالیس پچاس مرید آئے۔ اور میلاد شریف کے بعد تقریباً بیس پچیس افراد چلے گئے۔ جب مولوی صاحب کے چالیس دن پورے ہو گئے، بیس ربیع الآخر کو انھوں نے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ تم اپنے خصوصی چار پانچ مریدوں کو رکھ لو اور باقی افراد کو رخصت کر دو۔ چنانچہ مولوی صاحب نے یہی کیا۔ اور مزید چالیس دن رہے پہلی یا دوسری جمادی الآخرہ کو مولوی صاحب نے پھر گھر جانے کا قصد کیا تو آپ نے شیخ عبدالباری، مولوی بخش اللہ اور مولوی بدلاہ سلام سے فرمایا جاؤ مولوی صاحب سے پوچھو کہ اُن کو کیا تکلیف ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ ابھی وہ جائیں چونکہ مولوی صاحب کو اپنے گھر پر کچھ کام تھا اس لئے آپ نے ان کو جانے کی اجازت دیدی۔ اس عاجز نے دیکھا کہ آپ خلاف معمول باہر تشریف لائے۔ اور دروازہ میں جو تخت بچھا ہوا رہتا تھا اس پر رونق اندر دے

ہوئے۔ پہلے مولوی صاحب کے مریدوں کو بلایا اور اُن کو رخصت کیا۔ اور پھر مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ تخت کے پاس زمین پر اکڑوں بیٹھے اور آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپ نے ان کے دونوں کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور سر مبارک جھکا کر بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب بھی اسی حالت میں آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ پندرہ بیس منٹ اس کیفیت میں گزرے۔ مولوی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اُن کے حسب حال عاجز نے یہ شعر پایا ہے

نہ دامن چہ گفتی چہ ننگختی کہ از دید ہایم تو خوں ریختی

(مجھے معلوم نہیں تو نے کیا بھر کایا۔ کہ میری آنکھوں سے تو نے خون بہا دیا)

پانچ سات جمادی الآخرہ کو مولوی صاحب آپ سے رخصت لے کر اپنے گھر گئے اور انیس تاریخ کو آپ جنات نعیم تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کو اس بات کا نہایت افسوس رہا کہ آپ کے روکنے پر میں کیوں نہڑکا۔ ایسا معاملہ مولوی صاحب کے ساتھ اس سے پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا۔ جو دعائیں اس اخیر وقت میں مولوی صاحب نے حاصل کیں۔ اس عاجز نے سنیں کیونکہ یہ عاجز از اول تا آخر قریب ہی کھڑا سب احوال اور آپ کی دعائیں سن رہا تھا۔ ان دعاؤں کا اثر پوری طرح ظاہر ہوا۔ برا بہار اور یونپی کے بعض اضلاع میں اور سارے بنگال میں مولوی صاحب کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔ اُن کے مرید رحمت اللہ خان جدت نے کہا ہے اور حسب واقعہ کہا ہے۔

دہلی سے اٹھا ابر تو بنگال میں برسا سونے پہ سہاگ کا اثر دیکھ رہا ہوں

مولوی صاحب کو عاجز سے محبت تھی۔ تقسیم ہند کے بعد وہ چند سال دلی نہ آ سکے۔ ۱۹۵۵ء میں عاجز نے اُن کو لکھا کہ اب آئے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، کچھ دن کے واسطے آجائے عاجز کے لکھنے پر وہ دلی آئے، کچھ دن قیام کیا اور جاتے وقت عاجز سے کہا۔ ان شام اللہ اب ہر سال حسب معمول آیا کروں گا۔ لیکن یہ اُن کی آخری آمد رہی۔ اور رجبہ الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو وہ اس دار فانی سے دارِ باقی کو منتقل ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

اُن کے مرید خیر البشر بنگالی نے یہ عربی کا شعر کہا ہے اور خوب کہا ہے۔ جہا اللہ خیرا ہے

بِنَفْسِیْ وَ اَوْلَادِیْ وَ اَقْبَیْ وَ اِلٰہِی عَلٰی کَرَبَہٖ طَابَتْ بِطِیْبِ مُحَمَّدٍ

امیری جان اور میری اولاد اور میرے ماں باپ اس قبر پر قربان ہوں جو محمد کی خوشبو سے معطر ہے،

مولوی صاحب اپنے پیر و مرشد کا عرس شمسی تاریخ سے ہر سال کیا کرتے تھے۔ ہزار ہا افراد کا

اجتماع ہوا کرتا تھا۔ ضلع گھٹنا میں اس دن سرکاری چٹنی رہتی ہے۔

مولوی صاحب کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ عبدالرحیم، محمد یحییٰ، محمد معصوم، محمد سعید، محمد صادق، محمد زبیر۔ اور خیر النساء و اشرف النساء حفظہم اللہ و سلمہم۔ مولوی عبدالرحیم اُن کے جانشین ہیں انھوں نے اپنے والد ماجد کے مزار پر نہایت عمدہ عالی شان گنبد بنوایا ہے۔ جزاء اللہ خیر۔ مولوی عبدالرحیم شبہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۷۸ء کو رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ۔ اور ان کی جگہ مولوی صاحب کے تیسرے بیٹے مولوی محمد معصوم جانشین ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے مولوی صاحب کی خانقاہ آباد ہے۔ حفظہ اللہ و سلمہ۔

یہ ماجز اپنی تیسری بیٹی عطیہ فاروقیہ کی خواہش پر پہلی مرتبہ چار شبہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۳ جون ۱۹۷۸ء جانگم گیا تھا۔ وہاں مولوی عبدالرحیم، محمد معصوم، محمد سعید اور خفیع احمد پیر مولوی عبدالرحیم پیچھے اور بیان کیا کہ محمد زبیر کا عقد نکاح ۱۸ جون کو ڈھاکہ میں ہے اور پھر ۲۴ جون کو دلیان کے گاؤں جونا کرکائی، ضلع گھٹنا میں ہے۔ آپ کی شرکت ضروری ہے۔ ماجز کو مولوی صاحب اور اُن کی محبت یاد آئی اور بہت خوشی سے شریک ہوا۔ محمد زبیر کا عقد نکاح اختری بیگم دسترسید بابر حسین سے ہوا خطبہ نکاح ماجز نے پڑھا۔ پھر مولوی محمد اسلام چانگھی نے عربی مولد پڑھا۔ ۲۳ جون سے ۳ جولائی تک اس ماجز نے جونا کرکائی میں قیام کیا۔ مولوی عبدالرحیم اُن کے برادران امیر زعفران نے نہایت آرام سے رکھا۔ اشدان کو اجر کثیر دے۔

مولوی صاحب کے جانشین اُن کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحیم ہیں اور خلفاء چھ ہیں مولوی عبدالشکور ضلع اکیاب ملک برما، مولوی نعیم الدین آبادی، مولوی علیم الدین آزابہ ضلع شہ آباد (بنگالی)، مولوی محمد اسلام دھرم پوری (چنگامی)، شہد محمود حسن آبادی مقیم اعجاز کالونی بسید باؤس کلاہی، مولوی مخلص الرحمن ضلع اکیاب (برما)، سلمہم اللہ و تقہم خدمت الاسلام و نشر طریقہ۔ مولوی صاحب کے خلفاء کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

مولوی عبدالشکور ولد شیخ احمد ولد فدا حسین ساکن تنگٹوا، موضع میورکل، تھا۔ پکتو ضلع اکیاب برما متولد ۱۳۹۸ھ متوفی ۱۳۹۸ھ نے ایک بیاض اپنے ہاتھ سے لکھ کر چھوڑی ہے یہ بیان مولوی محمد اسلام چانگامی کے پاس ہے۔ ماجز نے اس بیاض میں سے کچھ احوال اپنے سفر نامہ میں لکھے ہیں جس کا نام۔ السفر الی البنغال ہے۔ مختصر طور پر یہاں کچھ نقل کرتا ہے۔ کیونکہ ان کے احوال کا تعلق حضرت سیدی الوالد سے ہے۔ ان کا بیان ہے۔

میں میرٹھ میں پڑھتا تھا اور ہر طریقہ کی مجھ کو تلاش تھی۔ اتفاق سے میں میرٹھ سے دہلی گیا۔ میرے دوست مولوی غلام ربانی وغیرہ مولوی رشید احمد سے بیعت ہونے سہارنپور جا رہے تھے۔ مجھ سے چلنے کو کہا۔ چونکہ بعض مسائل میں مجھ کو ان سے اختلاف تھا نہ گیا۔ اور میری خواہش طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کی تھی۔ اتفاق سے میں جلسہ دستار بندی میں مدرسہ عبدالرب گیا۔ وہاں تخت پر ایک بزرگ کو دیکھا کہ طالبان علم کو انعامات ان کے ہاتھوں سے دلوائے جا رہے تھے۔ اختتام جلسہ پر حاضرین جلسہ میں سے ہر ایک آپ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب مجھ کو موقع ملا بسم اللہ پڑھ کر میں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ کی ملائم ہتیلی ریشم سے ملائم اور برف کی طرح سرد تھی۔ مصافحہ کرتے وقت میرے سارے جسم میں ٹھنڈک کی لہر دوڑ گئی گویا مجھ کو جھٹکا لگا ہو۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ یہ حضرت شاہ ابوالخیر ہیں اور وہ اپنی خانقاہ شریف واقع چٹلی قبر میں رہتے ہیں اور آپ کا طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ہے۔ ایک چائنگامی میرے دوست تھے۔ وہ خانقاہ شریف کے پاس رہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے جائیں۔ انھوں نے کہا۔ میں تم کو نہیں لے جا سکتا کیونکہ ان سے ملنے جو بھی جاتا ہے دربان اس کی اطلاع کرتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے دن اس شخص کی طلبی نہیں ہوتی اور وہ روز آتا رہتا ہے اور پھر کہیں اُس کی طلبی ہوتی ہے۔ آپ اس طرح اس شخص کے عزم کی آزمائش کرتے ہیں۔ اور تم کو میرا مشورہ یہ ہے کہ پہلے جا کر فارغ التحصیل ہو جاؤ اور پھر بیعت کے واسطے آؤ۔ کیونکہ جو طالب علم بیعت کے لئے آتا ہے آپ اس سے فرماتے ہیں کہ پہلے علم ظاہر پڑھ لو پھر آؤ۔ اور میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ جب بھی آؤ بختہ عزم کر کے آؤ اور یہ سمجھ کر آؤ کہ اگر وہ ایک مہینہ بھی نہ بلائیں تم روز ان کے دروازے پر آتے رہو گے اور گھنٹوں انتظار کرتے رہو گے۔

میرے چٹنگامی دوست نے بچے دل سے مجھ کو صبح مشورہ دیا۔ اللہ ان کو اجر دے۔ لہذا میں میرٹھ چلا گیا۔ ایک سال میں فارغ التحصیل ہوا اور پھر حاضر ہوا۔ دربان نے اطلاع کی، لیکن طلبی نہ ہوئی۔ میں دروازے پر بیٹھا رہا۔ تین دن کے بعد آپ نے ایک شخص سے فرمایا اور اس نے دروازے کی صحنی میں بٹھا کر بیعت کیا اور وظیفہ قلبی کی تعلیم دی اور مجھ سے کہا۔ یہاں بیٹھ کر وظیفہ شریفہ کرو۔ میں پانچ دن تک صحنی میں وظیفہ شریفہ کرتا رہا اور آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ چھٹے دن تقریباً ایک گھنٹہ ذکر شریف کرنے کے بعد وہ شخص آئے جنھوں نے مجھ کو بیعت کیا تھا اور مجھ سے کہا۔ آؤ حضرت صاحب تم کو بلا تے ہیں۔ مجھ پر آپ کی بیعت غالب ہوئی اور کانپتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس پہنچ کر میں نے آپ کو سلام کیا اور روزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نہایت محبت سے ملے

آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میرے احوال دریافت فرمائے اور پھر آپ نے مجھ کو اسی طرح بیعت فرمایا جیسا کہ پہلے آپ کے خلیفہ بیعت کر چکے تھے اور آپ نے اسی طرح لطیف قلبی کی تعلیم دی جس طرح پروردگار نے چکے تھے۔ اس کے بعد مجھ کو اجازت مل گئی کہ روز آپ کے سامنے بیٹھ کر وظیفہ شریفہ کیا کروں۔

یہ واقعہ ۱۳۷۱ھ کا ہے اور جن صاحب نے مجھ کو پہلے بیعت کیا تھا ان کا نام ملا، عبداللہ تھا اور وہ پٹھان تھے۔ (علیزی)

اُس زمانہ میں آپ مغرب کی طاز کے بعد سے حلقہ اور توجہ شروع فرماتے تھے اور رات کے دس گیارہ بجے تک حلقہ ہوتا تھا۔ پھر مؤذن اذان دیتا تھا اور آپ نماز پڑھا کر حرم سرا تشریف لے جاتے تھے اور حاضرین اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

آپ کی طبیعت جلالی تھی۔ آپ پر سوز و گداز و عشق کا غلبہ تھا۔ آپ کبھی مثنوی شریف کا یا کسی دوسرے بزرگ کا کوئی شعر پڑھتے یا کوئی حدیث شریف پڑھتے اور مجھ سے فرماتے: مولوی... عبداللہ شکر و مطلب اس چیت کہ میں خاموش رہتا اور کبھی عرض کرتا: حضرت آپ ہی بیان فرمائیں: آپ اس وقت ایسا بیان فرماتے جس پر مالا اذیغ سمیعت صادق آتا تھا اور میں دیکھتا تھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوا کرتے تھے۔

لغت ہادہ عشق مستدین است میرس ذوق امیں می دشناسی بخدا تا دجشی
(عشق کی شرب کی لغت مجھ سے دیکھو: خدا کی قسم تو اس شرب کی لغت نہیں پہچان سکتا جب تک کچھ نہ لے)
کبھی آپ جھک کر گداز کیے کرتے تھے، اس وقت میں آپ کے جیم مہارک کو دباتا۔ اس دوران میں آپ ناخیز سے غلم فرماتے۔ آپ کی شیریں کلاسی کا بیان کیا کروں۔ مجھ کو یقین ہے جو بھی آپ کی شیریں کلامی سن لیتا وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتا۔ اگرچہ آپ کا قد دراز نہ تھا لیکن آپ کا مہارک سر ہزار آدمیوں میں نظر آتا تھا۔ میں آپ کے بدن کی طاقت اور مہارک چہرے کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایک شیر سے سامنا ہے کسی میں ہمت نہ تھی کہ آنکھ ملا کر آپ سے بات کرے۔ جو بھی آپ سے بات کرتا تھا اس کی نظریں خود بخود زمین کی طرف جھک جاتی تھیں۔ آپ اندھا دھن اندھوں کے عالم تھے۔ عین زباں میں آپ نے اشعار کہے ہیں:

یہ ماجو کہتا ہے کہ مولوی عبداللہ شکر نے آپ کی طاقت ذکر کیا ہے اور اس وقت
آپ کی طاقت کا ذکر کیا ہے جب کہ آپ کی مبارک عمر قریب حساب سے کال پچاس سال کی تھی۔
یہ ماجو کہتا ہے کہ اپنا چشم دید واقعہ کہتا ہے۔ آپ نے کوئٹہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی مثنوی عبید اللہ

امام جامع مسجد نے آپ کے واسطے چائے کا بندوبست کیا تھا۔ آپ چائے نوش فرما رہے تھے مفتی عبید اللہ آپ کی دائیں جانب دوڑا نوٹھکے بیٹھے تھے۔ دوران گفتگو میں آپ نے فارسی میں مفتی صاحب سے فرمایا تم اتنے ضعیف اور کمزور کیوں ہو گئے ہو۔ اور پھر آپ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے اُن کو گرفت میں لے کر اٹھایا اور بائیں جانب رکھ دیا۔ آپ چار زانو بیٹھے تھے اور آپ نے مفتی صاحب سے فرمایا: دیکھو ہم بڑے ہو کر تم کو اٹھا سکتے ہیں۔ مفتی صاحب کا وزن کسی حال میں سوا من سے کم نہ ہو گا ممکن ہے ڈیڑھ من ہو۔ اس کیفیت کو دیکھ کر سب لوگ حیرت میں رہ گئے۔ اور یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت میں آپ کے احوال میں ایک ہی ہے۔ اس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ مولوی عبدالشکور نے کسی واقعہ سے آپ کی قوت کا اعتراف لگایا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے اور ان کا باقی بیان بھی یقیناً صحیح ہے۔ اس کے مولوی عبدالشکور نے لکھا ہے۔

دو ڈھائی مہینے گزرے تھے کہ میرے والد صاحب نے ایک سو روپیہ مجھ کو ارسال کیا اور تاکید سے لکھا کہ تم بھی آجاؤ اور اپنے چھوٹے بھائی حبیب اللہ کو بھی ساتھ لے آؤ۔ میں نے حضرت صاحب سے یہ بات عرض کی۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا۔ مولوی عبدالشکور اگر تم چھ مہینے ہمارے پاس رہ جاتے تو تمہارے واسطے بہتر ہوتا۔ آپ نے تانسفانہ لہجہ میں یہ بات فرمائی تھی۔

اس وقت تک برما اور بنگال سے آپ کی خدمت میں کوئی نہیں آیا تھا (مولوی عبدالشکور کو معلوم نہیں تھا کہ بنگالیوں میں اولیت کا سہرا محمد اصحاب الدین کے سر تینیں سال پہلے ۱۲۹۵ء میں بندہ چکا تھا اور غالباً اصحاب الدین کا انہی دنوں میں انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ پھر ان کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی۔

آپ نے رخصت کرتے وقت فرمایا۔ اپنے حالات سے مطلع کرتے رہنا اور وظیفہ شریف سے صبح اور شام غافل نہ ہونا۔

افسوس صد افسوس میں غفلت میں پڑ گیا اور آپ کی ہدایت پر عمل پیرا نہ رہا۔ چودہ سال کے بعد میں نے تین خواب دیکھے (مولوی عبدالشکور نے تینوں خوابوں کو لکھا ہے) اور میں دئی آیا خانقاہ شریف کے دربان اس وقت عبدالستار تھے۔ میں نے اطلاع کرائی۔ آپ نے عبدالستار کی معرفت میرے احوال معلوم کرائے۔ لیکن مجھ کو خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ میں روزانہ صبح و شام خانقاہ شریف کے دروازہ پر حاضر ہوتا اور میری اطلاع آپ کو دی جاتی۔ لیکن داخلہ کی اجازت نہ ملتی اور میں باہر بیٹھ کر روتا رہتا۔ ایک دن عبدالستار نے مجھ سے کہا۔ مولوی صاحب حضرت صاحب تم کو سونا دینا چاہتے تھے تم

نے اس کو مٹی کیا۔ لہذا حضرت صاحب تم سے خاموش ہیں لیکن تم صبر کرو۔ حضرت صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز اپنے مریدوں کے ساتھ میلاد مبارک کے موقع پر آنے والے ہیں اور ان کی رفاقت میں تم خانقاہ شریف میں داخل ہو جاؤ گے۔ چنانچہ مولوی صاحب بنگال سے آئے۔ وہ اور ان کے مرید بلا کسی اجازت کے جب چاہتے تھے خانقاہ شریف میں آتے جاتے تھے۔ میں نے بھلائی اسی میں دیکھی کہ ان کے مریدوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے یہی کیا اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کی معیت میں خانقاہ شریف میں داخل ہوا۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ مولوی صاحب کے پاس صف میں بیٹھ گیا۔ جب نماز کے واسطے آپ آئے۔ تو ہر شخص کے پیچھے گزرے۔ ہر مقتدی کی کیفیت ملاحظہ کی۔ جب میرے پاس تشریف لائے دریافت فرمایا یہ کون ہے۔ یہ سن کر میرا بدن شل ہو گیا۔ میں بالکل خاموش رہا۔ پھر آپ نے عود فرمایا کہ یہ بنگالی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پیرا اور پھر آپ نے ناز بڑھائی۔ آپ نے نماز میں سورۃ فتح پڑھی ہے۔ آپ کس عالم میں تھے، اس کا علم بجز اللہ کے کسی کو نہیں۔ بیچارے مقتدی حقیقتِ صلاۃ کے سمندر میں غوطے لگانے لگے کوئی بخودی میں جھوم رہا تھا۔ کوئی آہ و بکا میں مصروف تھا۔ میں اپنی حالت بیان کرتا ہوں کہ میرے سینہ پر جو بھاری پتھر رکھا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میرا سینہ پھٹ جائے گا۔ آپ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے۔ آپ کی قرابت بہت صاف تھی۔ اتنی صاف گویا کہ آپ ترجمہ بیان فرما رہے ہیں۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ حرم سرا تشریف لے گئے۔ تشریف لے جاتے ہوئے آپ نے ملا احمد بٹیان سے فرمایا: احمد نماز میں چودہ آدمیوں نے تنہا کیا ہے ان سے چودہ روپیہ جبرانہ لو۔ مولوی عبدالشکور کا بیان اختصار کے ساتھ ان کے الفاظ میں ختم ہوا۔ مولوی عبدالشکور سے ملا عبدالستار مشوڑی نے بہت شیک کہا کہ حضرت صاحب تم کو سونا دینا چاہتے تھے تم نے اس کو مٹی کر دیا۔ مولوی عبدالشکور کی قسمت میں یہ تھا کہ وہ مولوی عبدالعزیز صاحب سے مستفید ہوں چنانچہ مستفید ہوئے۔ انھوں نے اجانت دی اور پھر ان کی حیات میں رحلت کر گئے۔ برہمیں ان کی وجہ سے طریق شریف پھیلا۔ مخلص الرحمن کا گھرانہ کے گھر کے قریب ہے اور اب وہ معروف کار ہیں۔ وفقہ اللہ المرصات۔

مولوی نعیم الدین آبادی رحلت کر چکے ہیں۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

مولوی طہیم الدین ضلع مرشد آباد میں جا ہیٹ خلق کر رہے ہیں۔ وفقہ اللہ المرصات۔ نہیں وہی رحلت کر گئے ہیں۔ حدیث۔

مولوی محمد اسلام میں ذوق جذبہ ہے۔ میلاد شریف خوب پڑھتے تھے۔ محمد زبیر سلمہ اللہ تعالیٰ کے عقد نکاح کے بعد مولوی محمد اسلام نے عربی مولد شریف پڑھا اور خوب پڑھا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ اس عاجز کو مدارج نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمیہ سنا کر دل خوش کیا۔

خوش مسجد و منبر و خانقاہ ہے کہ باشد در و قیل و قال محسن
وفقہ اللہ لمرضاۃ۔ افسوس چند سال ہوئے رحلت کر چکے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

سید محمود حسن آبادی کراچی میں بسیلہ ہاؤس کے پاس اعجاز کالونی میں مصروف عمل ہیں۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے پیر اور دادا پیر سے حاصل کی ہے۔ پسندیدہ نعت کہتے ہیں اور میلاد شریف ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ وفقہ اللہ لمرضاۃ۔

۴۹۔ حضرت استاد مولانا مولوی حافظ محمد عمر فرزند حافظ محمد ایوب ساکن محلہ دابوہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

آپ کی ولادت روز جمعہ یکم رمضان سن ۱۳۸۳ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۶۳ء میں۔ اور وفات روز شنبہ ۱۵ محرم سن ۱۳۹۱ء مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۷۲ء کو ہوئی۔ قمری حساب سے آپ کی عمر ۹ سال ۱۴ دن ۱۲ اور شمسی حساب سے ۸ سال ۳ ماہ ۲۵ دن کی ہوئی۔ دس سال کی عمر میں کلام الہی حفظ کیا۔ اور پھر مولانا فاروق چریا کوٹی ۲۔ مولانا ظہور الحسن جونپوری ثم رامپوری ۳۔ مولانا سید ہادی حسن جونپوری ۴۔ مولانا ماجد علی مانک پوری ۵۔ مولانا مفتی عبداللطیف بنوری ثم علی گڑھی سے علوم مروجہ کو خوب تحقیق و تدقیق سے پڑھا اور مولانا قاری عبدالرحمن آبادی سے تجوید کی مشق فرمائی۔

تحصیل علم ہی کے زمانہ میں آپ کو علم باطن کا شوق پیدا ہوا اور سن ۱۳۸۳ء میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے اور پھر ہم بھائیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کئی سال آپ کی خدمت میں رہے۔ کوئٹہ میں آپ کو قاری نیاز احمد مرحوم کی معیت میں شاطبیہ شریف — پڑھنے کا موقع ملا اور اس طرح آپ کو حضرت سیدی الوالد سے شرف تلمذ بھی حاصل ہوا۔

حضرت برادر کلاں اور برادر خورد نے آپ سے بہ نسبت اس عاجز کے جیستر پڑھا۔ کیونکہ عاجز مدرسہ عبدالرب میں باقاعدہ پڑھنے لگا اور موسم گرما میں دو سال کوئٹہ نہیں گیا۔

سن ۱۳۸۶ء میں حضرت برادر کلاں اور اس عاجز کے ساتھ حجاز مقدس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حج اور زیارت سے مکرم و مشرف ہوئے۔

آپ کے اساتذہ کرام کا تعلق ہندوستان کے کسی (یث) سے نہ تھا۔ لہذا آپ بھی علی النبیاد

۵۰۔ مولوی حافظ قاری دلی محمد فرزند شیخ نانو۔ از موضع ابراہیم پور راجہ۔ ضلع میرٹھ۔ آپ کا قیام شہر میرٹھ میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد کے قدیم نخلص تھے۔ مکرمر میں قاری عبدالرشید شیخ القادر سے شاطبیہ پڑھی اور فنِ قرأت میں کمال حاصل کیا۔ شبِ جمعہ ۱۹ صفر ۱۳۵۲ھ میں اُن کی وفات ہوئی۔ یہ عاجز مصر میں تھا۔ جب یہ خبر سنی تو قطعہ تاریخی نظم کئے۔ اُردو قطعہ کا آخری شعر یہ ہے۔

سالِ ہجری کا بخشش کئے زید کلمہ۔ حافظ و قاری دلی ۱۳۵۲

اور عربی قطعہ کا آخری شعر یہ ہے۔

قَالَتِ الْأُمُّ دَاخِلًا لَّمَّا كَانَتْ بَلْعَةً اَدْخَلُوا جَنَابَ عَذِيٍّ بِسَلَامٍ ۱۳۵۲

۵۱۔ فتح محمد از اولاد قاضی محمود شاہ درباری ساکن موضع دیر پور ضلع کھڑہ گجرات آپ سے استفادہ کیا اور اپنے وطن چلے گئے۔ ایک سال قبل تک باحیات تھے۔ جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ جِنَادِ الشَّالِحِينَ۔

۵۲۔ حافظ سکندر ولد ناصر خان صوبہ سرحد کی طرف کے تھے لیکن لاہور اور دلی میں پلے اور بڑھے۔ مدرسہ فقہوری دلی میں کلام مجید پڑھاتے تھے۔ دلی میں شادی کر لی۔ اللہ نے دو بیٹے عنایت کئے۔ نہایت نیک نفس اور پاک طینت تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔ چار پانچ سال بعد ایک خط آیا تھا، بھر کوئی خبر نہ سنی۔ رحمہ اللہ دررضی عنہ۔

۵۳۔ مولوی سعید احمد فرزند غلیل احمد فرزند سراج احمد ساکن ہلالی سرائے، سنبھل، آپ سے بیعت ہوئے۔ یہ قدر استعداد نصیبہ حاصل کیا۔ سنبھل میں مدرسہ سراج العلوم کی خدمت اور ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ دررضی عنہ۔

۵۴۔ سردار عدالت خاں ولد شرف علی خاں ساکن مقام نتموالا۔ ضلع جہلم ۱۳۷۵ھ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ یہ میرٹھ کی اس پنجابی سوار رجمنٹ میں کسی عہدہ پر فائز تھے جس نے ۱۳۷۹ھ میں آپ کو گھوڑوں کے کرتب اور شہسواری کے نہایت اعلیٰ کارنامے دکھائے تھے۔ جب پہلی جنگِ ظہیم ہوئی ان کا رسالہ فرانس بھیجا گیا۔ چونکہ یہ اپنے رسالہ کے افسر تھے ان کا مستقل خیر تھا، سردی کا موسم تھا۔ یہ عشار کو اپنے خیمہ میں دھوکہ رہے تھے، بایاں پاؤں دھو رہے تھے کہ ایک جوان عورت اُن کے خیمہ میں داخل ہوئی اور ہنستی ہوئی اُن کے قریب آئی۔ اُن کا بیان ہے کہ میں پاؤں دھو کر کھڑا ہوا اور میں نے اپنے پیرومرشد کا تصور کیا۔ آپ کا مبارک تصور کرتے ہی مجھ پر بخودی طاری ہو گئی، اور وجد کی کیفیت کا اظہار ہوا۔ گویا سردار عدالت خان رحمہ اللہ پر لَوْلَا اَنْ رَأَى نُبُوحًا وَتَبَّہ کے اسرار کا ظہور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس قتلکد سے نجات دی۔ انھوں نے بیان کیا کہ مجھ پر یہ کیفیت

کتنی دیر طاری رہی اس کا اندازہ مجھ کو نہیں۔ میں نے جب آنکھ کھولی تو وہ فتنہ جوالہ جاہلی تھی میں نے سجدہ شکر کیا اور ڈوریوں سے خیر کے راسخ کو بند کیا پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ دوسرے دن انھوں نے تین چار عمدہ چوہریاں خرید کر ڈاک کے ذریعہ مع ایک عریضہ کے پیر و مرشد کی خدمت میں ارسال کیں۔ اور جب فرانس سے واپسی ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کیفیت بیان کی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے واسطے دعائیں فرمائیں۔

سردار عدالت خاں کی باطنی کیفیت اللہ کے فضل و کرم سے نہایت اچھی تھی۔ ان کے بڑے پرائواری البیہ کا ظہور رہتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جمعہ ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ ۲۴ فروری ۱۹۳۵ء کو وفات ہوئی۔ کچھ دن گزرے تھے کہ ایک ہندو کو ان کے دو بیٹے خانقا شریف لائے۔ دو تین سال سے ان کی جینائی خراب ہو گئی تھی۔ وہ اس عاجز سے ملے اور وہ خط دکھایا جو ان کے پاس آیا تھا اور اس پر سردار صاحب کی وفات کی خبر درج تھی۔ یہ ہندو بے ساختہ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ایسا مبارک شخص میں نے نہیں دیکھا ہے۔ میں ان کی تحریر دینے اور ان کے پیر و مرشد کی قبر کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ یہ ہندو ان کے گاؤں کا تھا۔ سردار عدالت خاں یقیناً اللہ کے ولی تھے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

۵۵۔ محمد ہاشم دودانہ متصل کسی کلاں کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے دور آخر میں بیعت ہوئے۔ کئی سال تک برابر آپ کے حلقہ میں شریک ہوئے۔ اجماعاً حضرت جاتی یا دوسرے حضرات کے اشعار آپ کو سنا یا کرتے تھے۔ اردو کی ایک غزل نہایت درد و سوز سے پڑھا کرتے تھے۔ اور اہل حلقہ تڑپ جاتے تھے۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

ترتیب ہے دل جان کو بے گلی ہے یہ دولت تمہاری بدولت لی ہے
اُن سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ یکشنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۷ نومبر ۱۹۳۶ء کو رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مذکورہ بالا پچپن اشخاص وہ پاکیزہ نفوس ہیں جن کو آپ نے ارشاد و ہدایت کی اجازت دی۔ اور عاجز کو اس کا علم ہوا۔ وہ افراد جن کا علم عاجز کو نہیں ہو سکا ان کے علاوہ ہیں۔

بود ہر یک رحمت حق با یقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

آپ کے مخلصین میں بعض افراد ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جن کو آپ نے اجازت ارشاد نہیں دی ہے لیکن ان کا مرتبہ اجازت یافتہ افراد سے کم نہ تھا۔ چند افراد اس عاجز کو یاد ہیں ان کا ذکر خیر کرتا ہے۔

عبداللہ کا کرٹ | ژوب (بلوچستان) کے رہنے والے تھے۔ اُن کی کیفیت یہ تھی کہ جب آپ کے سامنے آتے تھے زار و قطار روتے تھے اور جب آپ سے الگ ہوتے تھے آتش فراق میں تڑپتے تھے اور رو کر یہ مضمون اپنے اشعار میں کہا کرتے تھے: کیسا لڑائی چہرہ ہے۔ سر پر سفید ٹوپی ہے۔ میں تم پر قربا ہوں! مشہور مقولہ ہے۔ نہ تاپ دید نہ تاپ فراق۔ عبداللہ پر یہ مقولہ کمال طور پر صادق آتا تھا۔ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ پانچ سات بکریاں تھیں۔ ان کے دودھ میں سے جو گھی نکلتا تھا اس کو جمع کر کے آپ کے واسطے لے آتے تھے۔ یہ سال بھر میں ڈھائی تین سیر ہوتا تھا۔ ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا: عبداللہ! اس قابل ہیں کہ اُن کو اجازت دی جائے لیکن وہ بالکل اُن پڑھ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

پائندہ کا کرٹ | یہ بھی ژوب کے رہنے والے اور آپ کے عشاق میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ۔

XXXXXXXXXXXX

سید بدل شاہ اور محمد یعقوب ترین | دونوں پشین کے رہنے والے اور سید اکرام شاہ کے گاؤں کے تھے۔ ذکر و شغل میں مست تھے۔ اس عاجز سے ملا محمد امان قندھاری نے کہا کہ طلب علم کے سلسلہ میں میرا پشین جانا ہوا اور میں ایک رات اس گاؤں میں رہا جہاں سید بدل شاہ اور محمد یعقوب رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ کر لوگ چلے گئے، ایک طرف سید بدل شاہ اور ایک طرف محمد یعقوب و خلیفہ شریف میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی دیر میں اُن کے سینوں سے صدا بلند ہوئی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ مسجد شریف کا ذرہ ذرہ ذکر مولیٰ جل شاذ کر رہا ہے۔ رحمہما اللہ۔

گل خان ناصر | ساہا سال بادۂ وحدت سے سرشار و بخود رہے۔ اس عاجز نے بہ کرات دہائیوں میں اُن کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے پیر و مرشد کی قیام گاہ کی طرف رخ کر کے ایک پاؤں پر آنکھیں بند کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دو ڈھائی گھنٹے اس کیفیت میں گزر جاتے تھے اور اُن کا ایک بال تک نہیں ہلتا تھا۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک مجسمہ کسی نے کھرا کر دیا ہے۔ بار بار دیکھنے میں آیا کہ نماز میں آپ کے ساتھ تکبیر افتتاح میں شریک ہوئے۔ آپ نے نماز پڑھا دی مقتدیوں نے سنت اور وتر پڑھ لئے مسجد شریف لوگوں سے خالی ہو گئی اور وہ اُسی قیام گاہ لرب العالمین میں رہے۔

بعض افراد کو یہ عاجز دیکھتا تھا کہ وہ مسجد میں گئے ہیں ان پر انوار و برکات کا ظہور ہوا اور وہ اُسی

حالت سجدہ میں روتے رہے۔ ان کے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی اور آپ نماز پڑھا کر تشریف لے گئے لیکن ان مہوشانِ بادۃ الست کو کچھ نہیں فرمایا نہ کوئی اور ملا یا مولوی نصیحت کے ابواب کھولتا تھا۔ ہر شخص کو اپنے کام سے کام تھا۔

اس گلی میں رہتے تھے جو خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے ہے۔ وہ حافظ محمد یوسف مجذوب

آپ سے بیعت ہوئے۔ اپنے ظرف سے زیادہ بادۂ وحدت پنی گئے اور عقل و خرد سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بجز آخر کے عین سال کے آپ کی نشست خانقاہ شریف کے صدر دروازہ میں ہوا کرتی تھی۔ حافظ محمد یوسف خانقاہ شریف کے سامنے سڑک پر دائیں بائیں چکر لگاتے رہتے تھے اور اپنی لکڑی کو زمین پر مار مار کر کچھ کہا کرتے تھے۔ ایک دن اُن کی شورش زیادہ تھی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا: یوسف کو گری زیادہ پہنچا گئی ہے۔ پھر ایک دن وہ زور زور سے اپنی لکڑی زمین پر مار رہے تھے اور چلا چلا کر کچھ کہہ رہے تھے۔ آپ نے ارشاد کیا: یوسف کو زیادہ چڑھ گئی ہے اگر آپ کبھی اُن کا نام لیتے تھے تو وہ بے ساختہ جی حضور، جی حضور کہا کرتے تھے۔ یہ عاجزا حیاتا اُن کو حافظ یوسف کہہ کر آواز دیتا تھا۔ وہ جی جی کہتے ہوئے آتے تھے۔ عاجز اُن سے کہتا تھا کچھ قرآن مجید سناؤ۔ وہ اسی وقت ایک دو رکعت سناتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد کی حیات مبارکہ کے آخری دو سالوں میں اُن کی مجذوبیت بہت بڑھ گئی۔ لیکن خانقاہ شریف کے دروازے کو چھوڑا اور نہ بالکل غریباں ہوئے جب حضرت سیدی الوالد کی تدفین ہو گئی تو وہ ہاں سے بالکل آزاد ہو گئے اور جامع مسجد کی سیڑھیوں کے پاس چلے گئے۔ جس سال یہ عاجز دورۂ حدیث شریف میں تھا، انھوں نے سید خورشید علی سے کہا کہ میں خانقاہ شریف آکر کتب خانہ کی زیارت کرنی چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے۔ اس وقت انھوں نے تہبند باندہ دیا تھا کتابوں پر ہاتھ پھیرا اور چلے گئے۔ ان کی وفات کامل مجذوبیت و غریابت کی حالت میں ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

شیخ عبدالباری فرزند پیارے لال جوہری دہلوی۔ ان کے والد اور برادر کلاں ہزاری لال آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور داخل سلسلہ شریف ہوئے۔ لیکن ان دونوں نے اپنے اسلام لانے کا اظہار نہ کیا۔ عبدالباری کی عمر دس گیارہ سال کی تھی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، دین اسلام قبول کیا اور بیعت ہوئے۔ کئی سال تک اسلام کا اظہار نہیں کیا۔ جب احوال سازگار ہو گئے تو اسلام کا اظہار کر دیا۔ حضرت سیدی الوالد نے حاجی فیض اللہ سے فرمایا کہ کسی نیک لڑکے سے ان کی شادی کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے سرسہ میں ان کی فادی کی۔ اس موقع پر حضرت برادر کلاں مع دو مہتممین

کے سرسہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زوجہ صالحہ عنایت کی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں موتیا بندھ کی وجہ سے عبدالباری کی بصارت زائل ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعم البدل عنایت کیا اور وہ اصحاب بصیرت سے ہوئے ایک دن حضرت سیدی الوالد نے فرمایا: عبدالباری کی بصارت نہیں ہے ورنہ ہم اُن سے اپنی بیٹی کی شادی کرتے ایک دن آپ باہر تشریف لائے۔ مخلصین کی جماعت بیٹھی تھی اُن میں عبدالباری بھی تھے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا: ہم ایسا دل چاہتے ہیں جیسا عبدالباری کا ہے۔ ۱۰ سہ شنبہ ۹ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۶۳ء دن کے سوا بجے ستر سال کی عمر پا کر راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کی وفات کے وقت یہ عاجز موجود تھا۔ وہ ذکر پاک میں مصروف تھے اور اسی حالت میں اُن کی رحلت ہوئی۔ ھینڈالہ ٹنڈھنیٹا لہ۔ خانقاہ شریف میں اُن کی نماز جنازہ ہوئی اور قبلہ حق پرستان حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں استراحت فرما ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

کوئٹہ میں مرزا نیاز محمد خان اُن خوش نصیب افراد میں سے تھے جن پر رجال لا تکلہم تجارتہم جنازہ ولا ینفع عن ذکرا اللہ صادق آتا ہے۔ کوئٹہ کے بڑے بازار میں جس کا نام قندھاری بازار تھا ان کی دوکان تھی۔ دوکان سے متصل کمرے میں اُن کا قیام تھا اہل دیال کی بندش سے آزاد تھے۔ اُن کی مہمان نوازی مشہور تھی۔ دونوں وقت بینچس اشخاص کو کھانا کھلاتے تھے۔ چائے کا دور سارے دن چلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو باطنی کمال سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ حضرت سیدی الوالد کو اُن سے محبت تھی اور وہ بھی آپ کے عاشق صادق تھے۔ آپ کی حیات طیبہ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔ ہمارے استاد ملا امان اللہ، ملا ایاز کاکڑی، مفتی عبید اللہ، ملا منظر مرزا محمد اسلم، حسن خان ندوی، بہاؤ اللہ صاحب خان، ملا سبزل، ملا عبدالعزیز، ملا خان محمد وغیرہم آپ کے خصوصی اصحاب اور پاک دل افراد تھے۔ آپ ان پاکیزہ نفوس سے خوش تھے۔ اور ان لوگوں نے بھی آپ کی خدمت پورے اخلاص سے کی۔ جزاہم اللہ خیراً ورحمہم ورضی عنہم۔

دلی میں حافظ عبدالحکیم مولوی بخش اللہ مولوی بدرالاسلام منشی حسین علی حافظ غلام محمد حافظ منیر الدین منشی احمد حسین حاجی شہاب الدین حکیم محمد شفیع، عبدالحق آیتن، محمد رفیع پٹنہ والے، محمد رفیع گلاس دلی، نور الہی طین والے، حافظ محمد اسحاق اور ان کے فرزند شیخ محمد ایاس رانی کھیت والے وغیرہم آپ کے خصوصی مرید اور پاک طینت افراد تھے۔ آپ کے امور دنیویہ کو یہی افراد انجام دیتے تھے۔ کوئی تقریب ہوتی تو انتظام یہی لوگ کرتے تھے۔ آپ اپنے مشاغل میں مصروف رہا کرتے تھے اور یہ لوگ اعلیٰ پیادہ پر سب کام انجام دیتے تھے۔ ان کی مدد شیخ غلام احمد ہنسوی، حاجی فیض اللہ سرسوی، چودھری مولاداد خاں

خوجی اور میرٹھ کے حافظ حفیظ الدین مولوی شمس الدین حافظ اشفاق الہی سید امجد علی شاہ فرزند محمد علی شاہ فرزند جانفشان خاں کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک دل و جان سے اپنے پیر و مرشد کا عاشق و مددگار تھا آپ کی وفات کے بعد جب مفسدوں نے کرامت النساء کا قضیہ کھڑا کیا تو انہی لوگوں نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس سلسلہ میں بیسیوں مرتبہ چودھری صاحب خورجہ سے دئی آئے اور دئی کے حافظ سلطان ان کی مدد میں رہتے تھے۔ تا آن کہ اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ حضرت سیدی الہی الدین سترہ کو بھی ان پاکیزہ نفوس سے محبت تھی۔ آپ نے ایک دن ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے عزیزو! ہماری اور تمہاری اطمینان کی ملاقات ان شاء اللہ جنت میں ہوگی۔ ”وَمَا ذَلِكُمْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔“

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں حافظ عبدالحکیم کو کچھ نقصان ہوا اور ان کی ملاوت باطنی میں فرق آیا۔ آپ روشن آرا باغ جاتے ہوئے چاندنی چوک میں نزد بلیار ان کی دکان کے سامنے رُکے۔ انھوں نے جب آپ کی سواری کو رُکے دیکھا فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت محبت سے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: عبدالحکیم کیوں پریشان ہوتا ہے۔ اللہ نے بیوی بچے مکان دولت اور عزت دی ہے مگر وہ ان چیزوں کو لے لے تو کیا کرے گا؟ حافظ عبدالحکیم نے اس عاجز سے بیان کیا کہ آپ کے اس ارشاد سے میرے قلب کو کامل سکون مل گیا اور ساری پریشانی جاتی رہی۔ مخلصین میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی یہی کیفیت تھی۔ آپ ہر طرح سعی فرماتے تھے کہ اُن کے قلوب اللہ کی یاد میں ہمہ وقت مصروف رہیں۔ رحمہم اللہ جمیعاً ورضی عنہم و غفرلہم۔

تتمتہ۔ در بیان بعض نثار صالحات :- اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کی خدمت کے واسطے ذوی الحجۃ والفقول کی جماعت فراہم کی تو حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت و معاونت کے لئے نثار صالحات ربّات العقول کی ایک جماعت مہیا کر دی جو کہ آپ کے واسطے بہ منزلہ مادر مہربان و خواہر مشفقہ و دختر مخلصہ ثابت ہوئیں۔ ان میں سے چند عقیقات کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے۔

سید صاحب کی بیٹی والدہ سید محمد میر وکیل اور ان کی دو صاحبزادیاں نور جہاں سلیم اور وجہ سلیم سید محمد میر حضرت سیدی الوالدہ سے دو تین سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ اور بہنوں نے والدہ صاحبہ کو دلی کے شریف گھرانوں کے طور طریقوں سے واقف کیا۔ حضرت سیدی الوالدہ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ رحمہما اللہ و رحمہم اولادہا۔

حضرت خالہ صاحبہ۔ آپ کا نام عاجز کو معلوم نہیں۔ حضرت سیدی الوالدہ آپ کو خالہ صاحبہ اور ہم بچے داری اماں کہا کرتے تھے۔ حضرت والدہ آپ کی مالی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور آپ دنوں تھام

فراقی تھیں۔ آپ کا گھر پچانک مفتی والاں 'تراہا بہرام خاں' دلی میں تھا۔ غالباً آپ حضرت والد کے نام صاحب کی بہن انجم النساء صاحبہ کی صاحبزادی اور مولوی مصباح الدین کی خالہ تھیں۔ ذاکرہ شاہد اور صالحہ تھیں۔ عمر میں حضرت سیدی الوالد سے بڑی تھیں اور آپ کی وفات کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

روشن آرا بیگم ہمشیرہ منشی نئے خاں۔ حضرت سیدی الوالد سے دس بارہ سال بڑی تھیں۔ انگریزوں کا ظلم اور ان کی سفاکی ان کو خوب یاد تھی۔ نہایت سمجھدار اور عابدہ و زاہدہ تھیں۔ استاد سید وجید الدین احمد بیچود دہلوی ان کے بھانجے اور داماد تھے۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حیات النساء والدہ ڈاکٹر عنایت اللہ، حویلی مہابت خان، چلی قبر میں رہتی تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کی مونس و ہمدرد اور نہایت نیک و صالحہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔ احمدی و محمدی دوسیدائیاں محلہ قبرستان میں رہتی تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کو ان سے بہت انس تھا اور وہ دونوں آپ کے پاس رہتی تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

منجھلی سیدانی دختر میر غضنفر علی ساکن کوچہ میرا شتم نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔ امۃ الحمی بیوہ سید حامد لپسر کلاں سید احمد خان۔ ان کی شہرت حکیم جی کی بیٹی کے نام سے تھی۔ ان کی صرف ایک بیٹی تھیں جو سید محمد علی جج کی اہلیہ تھیں۔ غدر میں ان کی عمر دس سال کی تھی۔ سید احمد خان اگرچہ اپنی ضعیفی میں خانقاہ شریف نہیں آئے لیکن خورد سالی اور جوانی میں آتے رہے۔ آثار العناؤں میں انہوں نے خانقاہ شریف کا اور خانقاہ شریف میں رہنے والے حضرات کا خوب ذکر کیا ہے۔ جب ان کی بہو نے حضرت سیدی الوالد سے بیعت کا ارادہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ حضرت والدہ صاحبہ کے پاس دنوں ان کا قیام رہتا تھا۔ نہایت پاک دل و صالحہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔ امۃ الوجید معروف بہ میر قادر علی کی بہو۔ نہایت سمجھدار عابدہ و زاہدہ پابند اوراد و وظائف تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کی نہایت مخلص مددگار تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

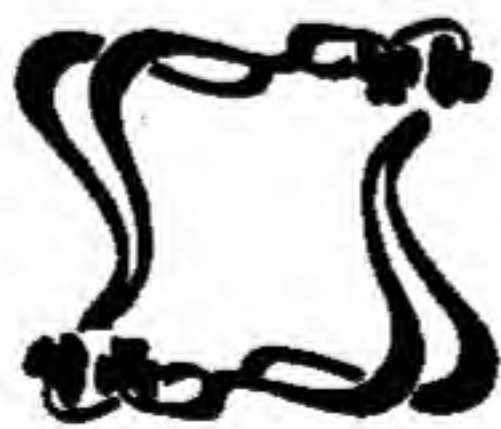
دو دختران فضل عمر مرحوم رقیہ و امۃ اللہ نہایت پاک نفس اور اپنے والد مرحوم کی محبت و اخلاص کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کو ہر طرح آرام پہنچانے کی سعی کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔ شہتی، ابتدائے دور میں بیعت ہوئیں۔ ساہا سال گھر کا کام کیا۔ پچیس ہزار مرتبہ ذکر اکرم ذات مداومت سے کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

کالی بیگم۔ شاہزادیوں میں سے تھیں اور نہایت مخلصہ و ذاکرہ و شاغلہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

مبارک بیگم۔ اہلیہ غشی عبدالمجید خاں خواجہ فرزند غشی عبدالرحیم خاں۔ بیٹیا محل دہلی میں رہتی تھیں مگر
میں اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ تھا۔ وہ اپنی آخرت کے واسطے اپنے ہاتھ سے کسب حلال کرتی تھیں۔ اُجرت پر چھالیہ
کترتیں اور احتیاط اس قدر کرتی تھیں کہ چوڑے کو بڑا یا بنا کر رکھتیں اور چھالیہ کے ساتھ اس کو بھی دیتیں۔
اُجرت کو جوڑ کر رکھتی تھیں اور سردیوں میں غریبوں کو لحاف اور نیم پیمپوں کے نکاح میں وہ پیسے خرچ
کیا کرتی تھیں۔ اُن کی کیفیت کو دیکھ کر حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ یاد آ جاتے ہیں۔
رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

ان کے علاوہ اور بھی صالحات قانات عابدات تھیں جنہوں نے حضرت والدہ صاحبہ کو آرام
پہنچایا۔ یہی حال کوئٹہ میں تھا۔ وہاں محسن پٹھانی والدہ جلال خاں خواجہ خداداد خاں اہلیہ سردار محمد علی خاں
اہلیہ سردار محمد اسحاق خاں دختر امیر شیر علی خاں اہلیہ مرزا محمد اسلم، اہلیہ حسن خان، اہلیہ حسین قندھاری، مرصعہ
عاجز زری بی بی، اُن کی دختر سعیدہ، مرصعہ برادر خورد مرادی، اُن کی دختر زینب، مائی خاتون اور ان کی
دختر اسما وغیرہن نے ہر طرح حضرت والدہ صاحبہ کو راحت پہنچائی۔ جزا ہن اللہ ورحمہن ورضی عنہن۔
یہ عنیفات صالحات پابندی سے وظیفہ شریف کیا کرتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ اُن کو
توجہات دیا کرتی تھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ حضرت سیدی الوالد بھی ان کو توجہ
دیا کرتے تھے۔ آپ دالان میں ہوتے تھے اور کمرے میں مستورات ہوا کرتی تھیں۔ غالباً ۱۲۳۳ھ سے
خوجہ سے جو دھری مولاداد خاں مع اہلیہ بی بی حنفیہ اور دختر اور بہو کے عین ماہ کے واسطے خانقاہ
شریف میں آکر قیام کیا کرتے تھے۔ ان کے گھر والوں کی وجہ سے حضرت والدہ صاحبہ کو بہت آرام
پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر کثیر عنایت کرے۔ بچتا عالیہ میں ان سب کی ملاقات حضرت
والدہ صاحبہ سے ہو۔

مخلصانِش در بہشت آیند کل فوج در فوج و قطار اندر قطار



اولادِ صلیبی

ذکر خیر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کے دو عقد نکاح ہوئے۔ پہلا عقد محترمہ السیدہ عارفہ مجددیہ سے جو کہ آپ کے ابن عجم اکبر شاہ محمد معصوم اور بنت عجم اسفراسیدہ امہ البیل کی صاحبزادی تھیں، وہ آٹھ سال آپ کے عقد نکاح میں رہیں اور پھر ان سے بہ وجہ احسن جدائی واقع ہوئی۔ اور دوسرا عقد حضرت والدہ ماجدہ السیدہ ہاجرہ دختر جناب امجد حسین صدیقی شاہجہاں پوری مہاجر مکرمہ سے جو اخیر وقت تک آپ کے عقد نکاح میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں سے اولاد عنایت کی۔

از بطن زوجہ اولیٰ:- تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ ۱۔ بی بی عابدہ ان کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں ہوئی، پانچ مہینے زندہ رہ کر شوال ۱۳۰۰ھ میں رحلت کر گئیں اور رامپور میں اپنے جد امجد کے جوار میں جہتہ جنوب مدفون ہوئیں۔ ۲۔ بی بی صابرہ ان کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ میں ہوئی، چند ماہ زندہ رہ کر دلی کی خانقاہ شریف میں ان کی وفات ہوئی اور خانقاہ شریف کے کسی حصے میں مدفون ہوئیں۔ ۳۔ بی بی کاظمہ ان کی ولادت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ ستر دن زندہ رہ کر رامپور میں اپنی بڑی بہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ از بطن زوجہ آخری گیارہ اولادیں ہوئیں، تین صاحبزادے اور آٹھ صاحبزادیاں۔

۱۔ بی بی احمدی کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی اور ۱۳۰۴ھ کے اواخر میں خانقاہ شریف دلی میں وفات ہوئی اور خانقاہ شریف کے کسی حصے میں مدفون ہوئیں۔

۲۔ بی بی محمدی کی ولادت محرم ۱۳۰۴ھ میں خانقاہ شریف واقع دلی میں ہوئی۔ دو چار مہینے زندہ رہ کر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے جوار میں آپ کے مزار شریف کے پانسی مدفون ہوئیں۔

۳۔ بی بی فاطمہ کی ولادت اواخر ۱۳۰۵ھ میں اور وفات اوائل ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔ اور حضرت خواجہ کے جوار میں اپنی بہن سے متصل مدفون ہوئیں۔

۴۔ بی بی صدیقی کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی۔ ان کا ذکر عنقریب آئے گا۔

۵۔ بی بی فاردتی کی ولادت ۱۳۱۵ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی۔ ان کا ذکر بی صدیقی کے ذکر کے بعد آئے گا۔

۶۔ ابوالفیض بلال کی ولادت شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۳۱۸ھ میں خانقاہ شریف

میں ہوئی آپ کا تفصیلی ذکر بی بی امہ اللہ کے ذکر کے بعد آئے گا۔

۷۔ بی بی عثمانی کی ولادت خانقاہ شریف میں ۱۳۲۰ھ میں ہوئی اور اوائل جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ میں کوئٹہ

میں وفات ہوئی۔ کوئٹہ شہر سے جہت غرب پانچ میل کے فاصلہ پر چمن روڈ پر نزد قریہ چوہی مدفون ہوئیں۔
۸۔ بی بی حیدری کی ولادت خانقاہ شریف میں شعبان ۱۲۲۳ھ میں اور چند ماہ بعد کوئٹہ میں وفات ہوئی اور اپنی بہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

۹۔ بی بی امہ اللہ کی ولادت خانقاہ شریف میں دو شنبہ ۲۰ محرم ۱۲۳۳ھ کو ہوئی ان کا ذکر بی بی فاروقی کے بعد آئے گا۔

۱۰۔ ابوالحسن زید کاتب مطور کی ولادت خانقاہ شریف دہلی میں جمعہ شنبہ ۲۵ رمضان ۱۲۳۳ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔ سب سے آخر میں عاجز کا ذکر آئے گا۔

۱۱۔ ابوالسعد سالم کی ولادت خانقاہ شریف میں جمعہ ۲ صفر ۱۲۳۴ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۰۵ء کو ہوئی۔ آپ کا ذکر جناب حضرت ابوالفیض بلال کے ذکر کے بعد آئے گا۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی دونوں زوجات مبارک سے چودہ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے صاحبزادے تین اور صاحبزادیاں گیارہ ہوئیں۔ صاحبزادیوں میں سے آٹھ خورد سالی میں رحلت کر گئیں۔ آپ کی وفات کے وقت تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ عاجز پہلے حضرت والدہ صاحبہ کا حال اور پھر خواہراں کا حال اور پھر ہر دو برادران کا حال لکھتا ہے۔ اور آخر میں عاجز کا ذکر آئے گا۔
واللہ ولی التوفیق۔

حضرت والدہ صاحبہ | آپ امجد حسین صاحب صدیقی کی صاحبزادی تھیں جو کہ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مکہ مکرمہ کو ہجرت فرما گئے تھے۔ یہ دونوں حضرات حضرت جد امجد سے بیعت تھے۔ غالباً مکہ مکرمہ میں شال کی تجارت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی شہرت شال والا کے نام سے تھی۔

حضرت والدہ صاحبہ کی ولادت غالباً ۱۲۸۳ھ میں ہوئی تھی کیونکہ وہ حضرت سیدی الوالد سے تیرہ سال چھوٹی تھیں۔ یہ عاجز جب آپ ددلوں کے احوال کو دیکھتا ہے تو پروردگار جل شانہ کی کار سازی کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ جتنا آپ دنیوی اور خانہ داری کے امور سے لائق اور بے خبر تھے اتنا ہی حضرت والدہ صاحبہ امور خانہ داری میں کمال مہارت رکھتی تھیں۔ کیا صفائی، کیا پکانا، کیا تربیت اولاد، کیا تنظیم خانہ۔ اولاد ان سب امور کے ہوتے ہوئے آپ کا شوق عبادت اور ذکر شریف میں انہماک عجاہل بیت روزگار میں سے تھا۔ ایک پارہ کلام مجید کا۔ درائل اعیرات و حصن حصین و حزب اعظم کا انجمن و اوراد و فتوح اور دعائے گنج العرش حالت صحت میں در سفر و حضر مداومت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

آپ کی ایک تسبیح سوادلوں کی اور دوسری پانچ سوادلوں کی تھی۔ مُنْتَحَنَ اللّٰهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، رَاحُوْنَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ ایک ایک ہزار مرتبہ پڑھتی تھیں۔ آپ نے سلوک مجددیہ ازاول تا آخر حضرت سیدی الوالد سے حاصل کیا۔ اور حضرت والد نے آپ کو اجازت و خلافت عنایت کی تھی۔ مستورات کو آپ بیعت فرماتی تھیں اور توجہ دیا کرتی تھیں۔

۱۳۳۰ھ میں جب آپ نہایت علیل ہوئیں اور کوئٹہ کے زنانہ اسپتال میں داخل تھیں تو آپ نے حضرت سیدی الوالد سے دریافت فرمایا کہ میں نہ اہل سکتی ہوں نہ بیٹھ سکتی ہوں، نماز کس طرح پڑھوں۔ آپ نے فرمایا کہ لیٹے لیٹے اشارے سے پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے چکی مٹی کا ایک ڈھیلا پلنگ پر تکیہ کے پاس رکھا رہتا تھا اس عاجز نے خالی اوقات میں بدن ذکر کبھی ان کو نہ پایا۔ عاجز احیاناً ان کے وہ مبارک پاؤں جو اس کے واسطے وَنَحْنُكَ اِلِزْم دَجَلَمَا فَكُنَّا اَلْجَنَّةَ۔ تھے، دبا یا کرتا تھا، یا کبھی جھانوس سے ایڑیوں کو گھسا کرتا تھا۔ ایک دن خوش ہو کر فرمایا۔ میں تم کو وظائف وادکار وادار کی اجازت دیتی ہوں آپ کی اجازت اس عاجز کے واسطے بمنزلہ قنبر مکرر بلکہ نور علی نور ہے۔

یہ عاجز اور برادر بخورد آپ کی رضا مندی اور اجازت سے مصر پڑھنے کے واسطے گئے۔ جب وہاں سے آنے میں ایک سال سے کم رہ گیا تو کوئٹہ میں زلزلہ ہاندا آیا۔ جمعرات کا دن تمام کر کے جمعہ کی شب کو عند السحر ۲ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء یہ واقعہ پیش آیا اس واقعہ کے متعلق لفظ "جوان" میں عاجز نے کہا ہے :-

کوئٹہ بد گرچہ یکتا در کمال	ہست آخر ہر کمالے را زوال
در شب تاریک و وقت نیم شب	شد جلالش را ظہورے بس عجب
کہ بدارد تاب انسان مہین	چوں بلرزد کوہ و شق گردوز میں
طفلیا در تہد راحت بے خبر	ہمچنان کا در صدف ماموں گہر
مردوزن بودند جملہ محو خواب	ناگہاں نازل بردشاں شد عذاب
بہر مومن گشت رحمت بالیقین	بہر کافر صد عذاب و صد مہین
شد صدائے از زمین یک دم بلند	خانہا را یک بر یک از پانگند
قصر ہا گشتند در آلے خراب	جلد اسباب تعیش شد عذاب
پرفضا گردید از خاک و غبار	شد فلک از آہ مردم بے قرار
چشم گردوں را نہ بد چوں تاب دید	زاں روائے خاک را بر رو کشید

یا المہول الامر من ذاك العذاب
زیر خشت و خاک انسان ضعیف
در دے گردید ویراں آں بلد
سال بربادی چہ پرسی از دلم
بست و بستم بود از ماہ صفر
آں سحر کو باعث حزن و ملال
آں سحر کو درد و زحمت را بیان
نفسی نفسی بود درد ہر بشر
اندریں محشر ستاں افراد چند
بد مشہادت در نصیب والدہ
عبد رحمان عائشہ زینب چساں
ہر سہ اولاد شقیق اکبر اند
مقتلہاں را ہم شدہ جانہا گداز
از جوانان خردی بُد یکے
داورم ہم زیر خاک بیکراں
لیک خالق را نگاہے بد عجب
ناصر و حافظ خدائے پاک بود
ہست احسان خدائے ذوالکرم
چوں ز قبر آمد بروں با صد شتاب
در ریاض قدس سراپ بمیل
در حظیرہ گر تو بینی شش قبور
بس ہماں آرام گاہِ آخریں
گرچہ امواتند در زیر زمین
ایستادہ ساعتے آں جا سلام
یاد کن مرگ خودت غافل مشو

امۃ امرو عظیمۃ لا اشریتاب
زیر پائے فیل چوں سور خفیف
بہر میت نے کفن بُد نے لحد
مرستخیز بود آبخاہ شد رقم
در شبِ آدمیتہ نزدیک سحر
آں سحر کو بہر عالم صد وبال
آں سحر کو صبح محشر را نشان
ہر کسے از بیم محشر در خطر
از عزیزاں نیز رحلت کردہ اند
زاں "مقام مالیش جنت شدہ"
جدہ را گشتند مونس در جنان
ہر سہ در جنت بہ فضل داور اند
چوں سلیمان رفت با احمد نواز
پیر مردے سر بریدہ دیگرے
زیر چوب و خشت و آہن بد نہاں
زاں بہ صحت رست از درد و کرب
جسم سالم جا ہا صد چاک بود
ماند سالم آں شقیق محترم
نقشہا را پس بر آورد آں جناب
دفن خانرا کرد تا وقتِ امیل
بر سرش بینی ردائے ہم ز نور
ہست بہر کشتگان پاک دین
لیک احیا اند در خلد بریں
خواں بہ اخلاص دل و صدق تمام
وز امور واقعی جہاں مشو

فاتحہ برخواں دُعاکن باحسین از خدائے پاک رب العالمین
 رحم فرما بر شہیداں اے خدا جائے شاں کن بارغ رضواں اے خدا
 جس وقت آپ کے جُثمان (جسد) مبارک کو لبد سے نکالا گیا تو آپ مُصلّٰی پر سجدے کی حالت میں
 تھیں اور پینچصدی مُسُجّد آپ کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں تھی۔ اس یوم المحشر میں جبکہ تیس ہزار افراد سے
 زائد کوڑا شہر میں مکانوں کے لبد کے نیچے مدفون تھے۔ حضرت برادرِ کلاں نے آپ کو اور اپنے فرزند کلاں
 ابوالمجد عبدالرحمن اور اپنی دو صاحبزادیوں عائشہ وزینب اور دونوں مخلصین سلیمان خردی اور احمد لاز سر بُرید
 کو نکلوایا اور پھر کوڑا سے سمت جنوب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر سراب میں دفن کیا۔ حالانکہ آپ خود
 بھی لبد میں دب گئے تھے۔ جسم مُنکوب قلب مجروح اور زبان پر رَضِیْنَا بِقَضَائِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔
 ذٰلِكَ مِنْ عَزِیمِ الْاَمُوْر۔

یہ عاجز مصر میں تھا جب یہ خبر پہنچی، دلی آکر معلوم ہوا کہ آپ اکثر اوقات ہم دونوں کو یاد کر کے
 فرمایا کرتی تھیں کہ میرے دو یوسف مصر گئے ہوئے ہیں اور آپ ہمارے واسطے دعا کیا کرتی تھیں۔ عاجز نے
 تاریخ پے کساں کے نام سے درج ذیل تاریخ وفات کہی ہے۔

تاریخ بے کساں

۱۳۵۴

کوڑا سردابِ وحشت شدہ	دائے برقعے کہ از رَجَفَت شدہ
مردماں درنازد نعمت محو خواب	یک بیک نازل چساں آفت شدہ
تیرہ دتاریک شب ویں زلزلہ	آہ ظلمت بر سرِ ظلمت شدہ
گلستاں دیران و عمراں شد حراب	حالِ مردم با عثِ عبرت شدہ
نے کسے غمخوار و نے پُرساں حال	زندگانی بر بشر زحمت شدہ
نے کسے راماں نافع نے ولد	ہمچو محشر آں زباں حالت شدہ
دشمنان را دشمنی از یاد رفت	دوستی مفقود از خلقت شدہ
ہر نفس از بیم و ترس رست خیز	رو بہ صحرایِ مونس و مدت شدہ
و تری الناس سُکّاری از عذاب	منطبق بر حالِ ایں اُمت شدہ
چشم گر بینا بود از بہر خلق	بے شُبّاتی جہاں مثبت شدہ
فَاعْتَبِرْ یَا غَافِلًا عَمَّا تَرٰی	اے بسا حُصرت کہ از غفلت شدہ

اندریں گردابِ زحمت مادم
تو دہائے خاک بر جسم گزار
عبدالرحمان عائشہ زینب چساں
بد نصیب شاں شہادت از اذل
من بہ ملک مصر و آمد این حبس
رفت ایام خوشی و خوشی
جنت حق زیر پائے موراں
غایت شاں موجب عزت شدہ

زید گر پرسد کسے سال وصال

گو "مقام عالیہ جنت شدہ"

محترمہ صدیقی صاحبہ

حضرت سیدی الوالد کی مسلسل چھ ماہ جزادیاں ہوئیں اور سب خود سالی
میں داغ مفارقت دے گئیں۔ ان کے بعد ہمیشہ کلاں صدیقی صاحبہ
کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی اور آپ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار رہیں۔ اُن کی دوا دارو میں حضرت سیدی الوالد
نے بہت مصارف برداشت کئے۔ بیماری کی وجہ سے ان کا مزاج نازک ہو گیا تھا۔ وظائف و عبادت
میں بھی ان کی مصروفیت زیادہ رہی۔ اس سے طبیعت میں مزید گرمی پیدا ہو گئی۔ ۱۳۲۳ھ ہجری میں سید
دروف احمد شاہ صاحب فرزند سید احمد شاہ قصوری سے ان کا عقد نکاح ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ
سید دروف احمد شاہ کے داغ میں دو مرتبہ چوٹ لگی اور داغی توازن درہم برہم ہو گیا۔ ہمیشہ صاحبہ
دو تین مرتبہ قصور گئیں دو صاحبزادیاں بھی ہو گئیں لیکن ان کا قیام میکے ہی میں رہا۔ گونا گوں مراض
لاحق ہوئے۔ حضرت والدہ صاحبہ کی حیات میں جمعہ ۳۰ رزی الحجۃ ۱۳۲۷ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۴۳ء کو
اُن کی رحلت ہوئی اور خانقاہ شریف میں مدفون ہوئیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔ یہ عاجز اور برادر خورد
اس سال مصر سے برائے حج حجاز مقدس گئے ہوئے تھے۔ وہاں یہ خبر پہنچی اور عاجز نے یہ قطعہ تاریخ
کہا۔ مکہ میں خبر رحلت ہمیشہ کی آئی
تاریخ جو رحلت کی کوئی پوچھے گا مجھے
کہہ دوں گا کہ ہمیشہ یہ ہو رحمت حق زید

آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ محمدی اور امۃ الرحمن سلمہا اللہ۔

۱۔ محمدی کی ولادت ۲۳ رمضان ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۲ء کو کٹا میں ہوئی۔ ذکر

خیر میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ حضرت سیدی الوالد کو اُن سے بہت محبت تھی۔ حضرت والدہ صاحبہ نے

ان کو بیٹی بنا کر رکھا اور جہیز میں اپنی بیٹیوں سے کم نہیں دیا۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۲ء کابل میں حضرت برادر کلاں نے ان کا عقد نکاح حافظ عبداللہ چارباغ سال مصر میں افغانستان کے سفارت خانہ میں میرنشی رہے۔ دینداری کا شوق تھا۔ ہر جمعہ کو قاری رفت مرحوم کی قرأت جا کر سنتے تھے۔ ایک قاری صاحب کو مقرر کر لیا تھا ان سے مشق کرتے تھے۔ اور خوب تلاوت کرنے لگے تھے۔ لہذا قاری صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی بیٹی اور صلاح کو دیکھتے ہوئے ایک دن ان سے وزیر خارجہ نے ہنس کر کہا۔ قاری صاحب تم اللہ کے فضل و کرم سے حافظ قرآن ہو اور تم نے مصر میں تجوید سے قرآن مجید پڑھا ہے تم کو تو کسی مسجد شریف کا امام ہونا چاہیے تھا۔ اس لائن سے بھلا تم کو کیا مناسبت تقریباً پانچ سال ہوئے قاری صاحب رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ محمدی بیگم کی وفات رجبہ ۲۰ محرم ۱۳۵۸ھ ۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء مطابق ۲۳ اگست ۱۳۶۶ء شمسی ہجری کو کابل میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کابل میں محرم کی ۲۲ تاریخ تھی۔

ان کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے بیٹے ڈاکٹر عبداللہ تقریباً بیس سال کی عمر ہے اور چھوٹے بیٹے نجیب اللہ تقریباً بیس سال کے ہیں اور بڑھڑہے ہیں۔ اور بڑی بیٹی رضیہ سی و ہشت سالہ صاحبۃ الاولاد ہے۔ دوسری صاحبۃ لولبت و نہ سالہ و صاحبۃ الاولاد اور تیسری فریما شہ سال کی ہے۔ حفظہم اللہ و سلمہم۔

(۲) امتا الرحمن۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۰ء میں ولادت خانقاہ شریف میں ہوئی

ان کا تاریخی نام زہرہ جبین خاتون ہے۔ دو شنبہ ۲۸ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۵ء ان کی شادی حضرت والدہ صاحبہ نے عبدالوحید فرزند ڈاکٹر اشفاق محمد ام قسری سے کر دی۔

میاں عبدالوحید نے ایک مرتبہ اس عاجز سے کہا تھا کہ ملازمت سے سبکدوش ہو کر آپ سے بیعت ہوں گا۔ چنانچہ ۱۵ محرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو وہ لاہور سے مع اہلیہ اور شاہین آئے۔ شاہین ان کی چھوٹی لڑکی ہے۔ اور عاجز سے کہا۔ میں نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے لہذا آپ مجھ کو بیعت کر لیں۔ عاجز نے ان کو بیعت کیا۔ انھوں نے صدق دل سے توبہ کیا تھا۔ اس کے آثار ان پر ظاہر تھے۔ کچھ دن رہ کر لاہور گئے۔ وہاں اللہ کی یاد میں مصروف رہے۔ پھر ان پر ظاہر ہوا کہ وہ جمعہ ۱۵ محرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۸ء کو نویچے صبح کے دنیا سے رحلت کر جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اپنا خصوصی سامان اپنے کپڑے، جوتیاں، پگڑیاں، قلیں وغیرہ لوگوں کو دے دیا۔ انھوں نے کفن دفن کے لئے کچھ روپے چھوڑے اور ایک خط اپنی اہلیہ کو لکھا کہ اب تین منٹ کے بعد میں دنیا

سے رخصت ہو رہا ہوں۔ چنانچہ یہی ہوا اور وہ اسی وقت اسی دن اور تاریخ میں رحلت کر گئے۔
رحمۃ اللہ علیہ۔

امۃ الرحمن بیگم جمعہ ۱۲ رذی القعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۸۳ء کو لاہور سے برخوردار
ڈاکٹر محمد ابوالفضل رحمۃ اللہ کی تعزیت کے سلسلہ میں... دھلی آئیں پندرہ سولہ دن کے بعد علیل
ہوئیں اور یکشنبہ ۶ رذی الحجہ ۱۳۸۵ھ ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء کو ساڑھے بارہ بجے دن کے رحلت کر گئیں۔
ان کا ایک بیٹا جس کا نام عبدالصمد ہے اور مشہور تیری کے نام سے ہے، اپنی والدہ کی علالت کی خبر
سن کر مملکت سعودیہ سے لاہور پہنچا اور اپنی بہن شاہین کو لے کر دہلی آیا۔ افسوس ہے وہ اپنی والدہ
کی وفات کے چند گھنٹے بعد پہنچا اور پھر اپنی والدہ کو لے کر لاہور گیا اور وہاں بی بی صاحبہ کے قبرستان
میں عبدالوحید صاحبہ کے پہلو میں دفن کیا۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

ڈاکٹر اشفاق محمد ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ دو شنبہ ۱۸ اشوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ ستمبر
۱۹۸۵ء میں ولادت اور جمعہ ۱۴ رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۶۶ء کو لاہور میں وفات
ہوئی۔ سن تیرہ سو ستائیس میں یہ اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شوق محمد بیعت ہوئے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے
ماثق تھے اور صاحب نسبت تھے۔ اس عاجز نے ان کو اجازت ارشاد دی تھی اور خدا کے فضل و کرم سے ان
سے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

عبدالوحید ڈاک خانہ میں کام کرتے تھے۔ اب دو عین سال سے پنشن ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے ان کو عیوب و عیوب دور فرما دے۔

۱۔ عبدالرحیم۔ جمعہ ۵ رذی القعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۳۵ء کو ولادت ہوئی۔ اور
عالم شباب میں تین بچے چھوڑ کر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق مارچ ۱۹۶۶ء میں وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ
۲۔ بلیس زماں۔ شنبہ ۲۳ اشوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۳۴ء کو ولادت ہوئی۔
۳۔ خیر النساء۔ سہ شنبہ ۲۳ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۳۹ء کو ولادت ہوئی۔ اور خورد
سالی میں فوت ہوئی۔

۴۔ نفیس جہاں۔ سہ شنبہ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۴۱ء کو ولادت ہوئی۔
۵۔ عبدالواحد۔ پنجشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۴۳ء کو ولادت ہوئی۔
۶۔ عبدالأحد۔ شنبہ ۵ رمضان ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء کو ولادت ہوئی۔
۷۔ عبدالصمد۔ سہ شنبہ ۱۳ صفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو ولادت ہوئی۔

۸۔ تاجید بانو۔ رشتہ ۲۰ رزی الحجۃ ۱۳۶۹ء مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ولادت ہوئی۔

۹۔ طارق۔ رشتہ ۲۹ شوال ۱۳۷۱ء مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۵۲ء کو ولادت ہوئی۔

۱۰۔ خالد۔ چار شنبہ ۱۹ صفر ۱۳۷۳ء مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو ولادت ہوئی۔

۱۱۔ یاسمین بانو۔ یکشنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۷۵ء مطابق ۶ مئی ۱۹۵۶ء کو ولادت ہوئی۔

۱۲۔ شاہین بانو۔ یکشنبہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۷۸ء مطابق ۴ جنوری ۱۹۵۹ء کو ولادت ہوئی۔

بجز آخر کے چار بچوں کے سب بچوں کی شادیاں ہو گئی ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے سب صاحب اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو بہ عافیت و راحت ہر دو جہاں میں رکھے۔

آپ کی ولادت ۱۳۱۵ء میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی۔ ۱۳۳۹ء
محترمہ فاروقی صاحبہ میں ان کا عقد نکاح نواب زادہ لیتق احمد خاں صاحب انصاری الہی

ولد نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب از اولاد نواب صادق خاں انصاری پانی پتی سے ہوا۔

جناب ہمیشہ صاحبہ کو اپنے گھر کی جدائی کا بہت رنج تھا جس وقت حضرت سیدی الوالدان سے اجازت لینے کے واسطے تشریف لے گئے وہ دور ہی تھیں۔ آپ نے اُن سے دریافت کیا تو اُن کے رونے میں اضافہ ہوا۔ آپ پر اس کا اثر ہوا اور آپ کے بھی آنسو نکل آئے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو بیٹی اگر تم کو یہ جگہ پسند نہیں ہے انکار کرو ہم تمہاری خوشی چاہتے ہیں۔ جب انھوں نے اجازت دے دی آپ وہاں سے چلے آئے۔

نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی نواب زادہ شاکر احمد خاں صاحب آپ کے نہایت صادق مریدوں میں سے تھے۔ شاکر احمد خاں کا جوانی میں انتقال ہو گیا۔ فاخر احمد خاں صاحب کی وفات دو شنبہ ۱۳ شوال ۱۳۵۲ء مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۳۳ء کو ہوئی۔ اس عاجز نے مصر سے دُج ذیل قطعہ لکھ کر جناب لیتق احمد صاحب کو ارسال کیا۔

آج فاخر بھی جہاں سے چلے	تھے جو ہر صورت سے ذی عز و وقار
زندگی بھر صحبت پا کاں رہی	بعدِ مُردن بھی بلا اُن کا جوار
حضرت قاضی شمس الدین کے	ہیں قریب ایسے کہ جیسے کوئی یار
ہے سعادت کی نشانی دوستو	رحمت حق اُن پہ ہو لیل و نہار
اے خوشامردے کہ باشد خاکِ او	در حریمِ دوستانِ کردگار
روحِ مرقد پر لکھو تاریخِ زید	ہے عزیزم فاخر احمد کا مزار

آپ صرف نام کے بیعت نہ تھے بلکہ راہ سلوک کی ملاوت سے پوری طرح لذت اندوز تھے۔ اس عاجز سے انھوں نے بیان کیا کہ کئی مرتبہ اپنے ذوق و شوق میں پانی پت سے دتی پا پیادہ گیا ہوں۔ ۵۳ میل کا فاصلہ ہے۔ ایک رات نریہ میں گزارتے تھے دوسری رات خانقاہ ارشاد پناہ میں۔ اُن کے لباس کو دیکھ کر ہرگز کوئی نہ سمجھتا تھا کہ یہ زمیندار اور صاحب الماک ہیں بلکہ یہ خیال کرتا کہ کوئی دیہاتی ہیں۔ گاڑھے کے سوا کسی کپڑے کا استعمال نہ کرتے تھے۔ کیا کرتہ کیا پا جامہ کیا پگڑی، کسا میدری، کپا روئی کا گھٹنے تک کا کوٹ۔ اپنے پیرو مرشد کے عاشق تھے۔ ضعیفی میں کلام پاک حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک حافظ صاحب کو رکھ لیا۔ سارے دن ان کے ساتھ دوڑ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ و علم احسان کے فضل و کرم سے کلام پاک کو اپنے مبارک سینہ میں محفوظ کر کے دنیا سے یہ بارگاہِ مولیٰ روانہ ہوئے۔ ذلک الفضل من اللہ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

تقسیم ہند کے وقت نواب زادہ لائق احمد خاں صاحب کو حکومت نے قید خانہ میں نظر بند کر دیا۔ وہ پانی پت کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔ اُن کی نظر بندی کی حالت میں پانی پت سے مسلمانوں کا اٹھلا ہوا۔ ماضی اللہ وہ صاحبزادیاں بڑی تھیں۔ ان کے جہیز کے سلسلہ میں عمدہ کپڑے کے دو بڑے صندوق بھرے ہوئے تھے۔ ہمیشہ صاحبہ کا زیور، ان کی مرحومہ ماس کا زیور اور سونا گھر میں موجود تھا۔ یہ سب ڈھائی سیر سے زائد تھا۔ ایک عمدہ دونالی بندوق ڈیڑھ ہزار کی تھی اور ہزاروں روپے کا سامانی و ظروف۔ یہ سب تاج ہوا۔ ہمیشہ صاحبہ محترمہ مع بچوں کے بہ صد رحمت ایک قافلہ کے ساتھ لاہور پہنچیں جب تک پانی پت میں مسلمان رہے نواب زادہ صاحب نظر بند رہے۔ جب شہر مسلمانوں سے خالی ہو گیا اور ان کا سارا گھر لٹ گیا تب نواب زادہ صاحب کو نظر بندی سے رہائی ملی اور وہ اپنے گھر کی بربادی دیکھ کر لاہور چلے گئے۔ کئی سال ان صاحبان پر نہایت سختی کے گزرے۔ آلام جسمانی اور اشیائے منقولہ کا عوض ان خوار اللہ عند اللہ ملے گا۔ البتہ الماک غیر منقولہ کا عوض لاہور اور ضلع جھنگ میں بغض اللہ واحسان مل گیا ہے۔ اور ان مع العشرینسہ کا ظہور ہوا۔ قَلْبُہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ۔

ہمیشہ صاحبہ کی وفات دوشنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۲ جون ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور لاہور میں بی بی صاحبہ کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ عاجز نے بہ روز دوشنبہ شانزدہم ربیع الاول سے ہجری سن نکال ہے۔ جناب نور میاں صاحب مجددی رامپوری نے درج ذیل تاریخی قطعہ کہا ہے۔

ایک دن میں نے جوئے کے میدان میں دیکھے قسبہ دوں کے جا بجا انبار
دیکھ کر نور ایک تربت پر دل سے پوچھا کہ ہے یہ کس کا مزار

بولاد دل میں تجھے بتاتا ہوں
نام تھا اُن کا بی بی فاروقی
اے ضیا دیکھ دل کی آنکھوں سے
اس کو تم نور کبیر یا جانو
ہے یہ اک خاص بَندِ غفار
نیک دل، نیک طبع، نیک کردار
ہے جو یہ نور ناطع الانوار
تسائی رحمت خدا جانو

نواب زادہ لئیق احمد خاں آپ کو آپ کے والد نے عقد نکاح سے تقریباً ایک ماہ پہلے حضرت

سیدی الوالد اپنے مکان میں تھے۔ یہ عاجز لئیق احمد خاں صاحب کو آپ کے پاس لے گیا۔ انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کو بیعت کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ان کو بیعت کیا اور پھر ہمیشہ صاحبہ سے ان کا عقد نکاح ہوا اور اللہ نے اولاد دی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا اور ان کا قیام لاہور میں ہوا۔ عاجز اچاناً لاہور جاتا تھا اور ہمیشہ صاحبہ کے پاس ۹ ایبٹ روڈ، لاہور ۷۷ میں ہفتہ عشرہ قیام کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد عاجز نے ملاحظہ کیا کہ نواب زادہ صاحب کے قلبی معاملہ میں پیش رفت ہوئی ہے۔ عاجزان کی حیات میں آخری مرتبہ ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ (۵ مئی ۱۹۷۹ء) کو پاکستان گیا۔ جب اُن کی کوٹھی پہنچا وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اگرچہ وہ کچھ علیل اور ضعیف تھے انھوں نے بچیوں کو آواز دی۔ مجھ کو باسکٹ دو، تمہارے ماموں آگئے ہیں، میں کچھ میوے لے آؤں اور پھر وہ باسکٹ لے کر بازار چلے گئے اور میوہ لائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی علالت اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے کچھ میوہ راستہ کی نذر ہوا اور کچھ گھر پہنچا۔ عاجز برادران کی ملاقات کے واسطے کوئٹہ بلوچان چلا گیا، وہاں سے واپسی پر چند روز لاہور میں قیام رہا۔ اس دوران میں ان کی عجیب کیفیت ملاحظہ کی کہ دو پہر کو عاجز کمرے میں کچھ آرام کرتا تھا۔ عاجز نے دیکھا کہ وہ اس شدید دھوپ میں کمرے کے باہر کھڑکی کے پاس عاجز کی طرف منہ کر کے کھڑے رہتے تھے۔ بدھ ۲۴ رجب، ۲۰ جون کا واقعہ ہے کہ عاجز نے عصر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد نواب زادہ صاحب نے بڑھ کر عاجز کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا۔ عاجز نے ان سے کہا۔ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ میں اپنے حضرت صاحب کے ہاتھ کو چوم رہا ہوں۔ عاجز سے پٹھان مخلصوں نے کہا کہ آج نواب زادہ صاحب نے اپنی بیعت کا واقعہ بیان کیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے اپنے مبارک ہاتھ سے مجھ کو بیعت کیا تھا۔ عاجز سمجھ گیا کہ اس دورِ آخر میں پیر و مرشد کی نسبت غالب آگئی ہے اور المنزۃ مع من آحب کا ظہور ہو رہا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ جس سے محبت رہتی ہے اُمی کا ساتھ رہتا ہے۔ برادرِ طریقت مولوی عبدالعزیز رحمہ اللہ بہت خوش ہو کر کہا کرتے تھے کہ ہمارے حضراتِ کرام آخر وقت میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتے ہیں۔

افسوس صد افسوس جمعہ ۳ شعبان ۱۳۹۹ھ ۲۹ جون ۱۹۷۹ء کو لوہاب زادہ صاحب بیہوش ہو گئے۔ اور شنبہ ۱۱ شعبان ۱۳۹۹ھ ۷ جولائی ۱۹۷۹ء کو صبح پونے پانچ بجے میواہسپتال میں رحلت کر گئے۔ عصر کو اُن کا جنازہ اٹھا اور بنی بی صاحبہ کے قبرستان میں اپنی اہلیہ صاحبہ فاروقی بیگم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔
رَحِمَہُ اللہُ وَغَفَرَ لَہُ وَرَاضِیَ عَنْہُ۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ اولادیں عنایت کیں۔

۱۔ اختر ی بانو۔ ان کی ولادت ۲۹ رجب ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔

۲۔ انوری بانو۔ ان کی ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ اُس وقت یہ عاجز مصر میں تھا، درج ذیل تاریخی قطعہ کہہ کر ہمیشہ صاحبہ کو پانی پیت ارسال کیا۔

کس کی خاکِ لحد ہے یہ جس پر سایہ گسترِ سحابِ رحمت ہے
نوحِ مرقد پہ تم لکھو تاریخ "زید یہ انوری کی تربت ہے" ۱۳۵۰ھ

۳۔ قاروق احمد خاں۔ ان کی ولادت ۱۳۳۳ھ میں ہوئی۔ اصغر احمد تاریخی نام ہے۔ حضرت برادرِ کلاں کی بڑی صاحبزادی رابعہ بیگم سے عقدِ نکاح ہوا۔ اللہ نے تین اولادیں عنایت کیں ہیں۔ ۲۳ رمضان ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء تمام دو بچیاں ہوئیں۔ ایک کا نام نزہت ہے دوسری کا نام نکبت ہے اور پھر توفیق احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ اللہ سلامت رکھے۔

۴۔ صادق بانو کی ولادت ۱۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ سلمہا اللہ

۵۔ انوار احمد خاں کی ولادت ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ "محمد مظہر جان جہاں" سے سالِ ولادت ظاہر ہے۔ ان کا عقدِ نکاح طیبہ خاتون سے ہوا۔ اُن کے والدین کراچی میں رہتے ہیں۔ اللہ نے پانچ بیٹیاں دی ہیں۔ ۱۔ ندیمہ عرف ناعمہ ۲۔ زئیرا ۳۔ عامرہ ۴۔ حمیرا ۵۔ عائذہ سلمہا اللہ

۶۔ نسیم احمد خاں۔ ان کی ولادت ۱۳۵۳ھ میں ہوئی۔ لندن جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ غزالہ بیگم سے کراچی میں عقدِ نکاح ہوا۔ اللہ نے ایک بیٹی جمالہ بیگم اور دو بیٹے کاشف اور فاخر عنایت کئے ہیں سلمہا اللہ

محترمہ اُمۃ اللہ بیگم صاحبہ آپ کی ولادت ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۰۵ء کو دہلی کی خانقاہ شریف میں ہوئی۔ دو شنبہ ۱۵ شوال ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۸

اپریل ۱۹۱۶ء کو جناب پیر جی سید محبوب علی شاہ فرزند سید محبت علی شاہ ساکن موضع قادری باغ ڈاکخانہ

ڈیبائی ضلع بلند شہر سے آپ کا عقد زواج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس اولادیں عنایت کیں۔ ۱۔ جمیل فاطمہ ۲۔ عزیز فاطمہ ۳۔ آل علی ۴۔ سلیم فاطمہ عرف سلمیٰ بیگم ۵۔ عظیم القدر عرف سید میاں ۶۔ عقیل فاطمہ ۷۔ سید حسن ۸۔ سید حسین معروف بہ سید منظر علی عرف سنے میاں ۹۔ سید جنید علی عرف اچھے میاں۔ ۱۰۔ حسین فاطمہ عرف اچھی بیگم۔

۱۔ جمیل فاطمہ کی ولادت ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام غریب فاطمہ ہے۔ ان کا عقد نکاح سید اقبال شاہ گیلانی سے ہوا۔ ساڈھورہ میں قیام تھا۔ تقسیم ہند کے وقت جھنگ چلے گئے۔ وہاں صدر سٹیل انٹ ڈاؤن میں ۱۴۔ ایف کوٹھی بنائی۔ اللہ نے تین بچے دیئے ہیں۔ ۱۔ روحی بیگم تاریخی نام خوجناں خاتون ہے ڈاکٹری پاس کی اور سید ظہیر احمد پسر سید شبیر احمد گیلانی ساکن سیالکوٹ سے عقد زواج ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایک پسر عنایت کیا ہے۔ اس کا نام سید شبیر احمد ہے۔ سلمہ اللہ۔ ۲۔ سید فیروز بخت، یہ تاریخی نام ہے ولادت ۱۳۸۷ھ میں ہوئی ہے۔ ان کا عقد زواج شہناز بیگم دختر سے ہوا۔ ان کا قیام غانیوال میں ہے۔ اللہ نے پسر عنایت کیا اس کا نام سید طہ ہے۔ ۳۔ زرگس خاتون یہ تاریخی نام ہے۔ ولادت ۱۳۸۷ھ میں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خیریت سے رکھے۔

۲۔ عزیز فاطمہ۔ ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ غراب فاطمہ تاریخی نام ہے۔ ان کا عقد نکاح سید آصف علی ولد اشرف علی سے ہوا۔ یہ ڈیبائی ضلع بلند شہر کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت کراچی چلے گئے۔ اللہ نے چار بچے دیئے ہیں۔ ۱۔ طیبہ خاتون۔ ان کی شادی اختر رشید سے ہوئی جو کراچی میں رہتے ہیں۔ اللہ نے چار بچے دیئے ہیں۔ حارث میاں، حسان میاں، اسماء بیگم اور حسن میاں۔ اللہ ان کو خیریت سے رکھے۔ ۲۔ ضیاء الاسلام۔ ان کی شادی عطیہ بیگم سے ہوئی ہے۔ ان کے والد کراچی میں رہتے ہیں۔ اللہ نے ایک بیٹا دیا ہے نام محمد علی ہے۔ سلمہ اللہ۔ ۳۔ توصیف علی مسکنی الاسلام اللہ سلامت رکھے۔

۳۔ آل علی کی ولادت ۱۳۵۱ھ میں اور وفات ۱۳۵۳ھ میں ہوئی۔

۴۔ سلیم فاطمہ عرف سلمیٰ بیگم۔ ولادت ۱۳۵۳ھ میں ہوئی۔ ان کا عقد زواج سید آصف علی ولد اشرف علی سے ہوا۔ اللہ نے چار بچے عنایت کئے۔ ۱۔ زین العابدین ۲۔ نصرت فاطمہ ۳۔ نور العارین ۴۔ اکبر میاں عرف شمس العارفین سلمہم اللہ تعالیٰ۔

نصرت فاطمہ کا عقد زواج میاں نورالابصار فرزند جناب پیر جی ضامن نظامی صاحب سجادہ نشین حضرت سلطان جی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عنایت کیا اس کا نام سعد ابو الخیر ہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۵۔ سید عظیم القدر۔ ولادت پچھنبد ۵ شعبان ۱۳۵۵ھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ یہ نام تاریخی ہے۔ شہرت سید میاں کے نام سے ہے۔ ان کا عقد زواج بشری بیگم دختر پیر ضامن نظامی صاحب سے ہوا۔ اللہ نے یمن بچے عنایت کئے۔ سیدہ بیگم، سقیدہ بیگم، عالی جناب مظفر۔

سیدہ خاتون کا عقد زواج عزیز میاں نظامی فرزند ضیف صاحب نظامی سے ہوا۔ اللہ نے صاحبہ بیگم ۲ فیضی نظامی ۳ اور سنا بیگم عطا کئے۔ اللہ سب کو سلامت رکھے۔ اور سیدہ خاتون کا عقد نکاح میاں ذی شان سے ہوا۔ وہ سیکری ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ہیں۔ اللہ نے ایک لڑکی عنایت کی ہے اس کا نام سعدیہ ہے۔ اللہ خیریت سے رکھے۔

۶۔ عقیل فاطمہ کی ولادت ۱۳۵۷ھ میں اور ۴۔ سید حسن کی ۱۳۵۹ھ میں ہوئی اور انتقال کر گئے۔

۸۔ مظہر جو سید حسین تاریخی نام ہے۔ ۲۲ زدی الحجہ ۱۳۶۱ھ (۱۰ جنوری ۱۹۴۲ء) کو ولادت ہوئی مشہور سید مظہر علی شاہ کے نام سے ہیں عرف سنی میاں ہے۔

۹۔ سید جنید علی معروف بہ اچھے میاں ۲۷ شوال ۱۳۶۲ھ ۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ولادت ہوئی۔ تاریخی نام غلام صابر ہے۔

تنبیہ :- ان دونوں کے عقد زواج کا بیان اس عاجز کی اولاد کے بیان میں آئے گا۔

۱۰۔ حسین فاطمہ عرف اچھی بیگم کی ولادت ۳ ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ یکم مارچ ۱۹۴۹ء کو قادری باغ میں ہوئی۔ اتفاق سے برادر خورد ابوالسید سالم کوڑے آئے ہوئے تھے، انھوں نے ”گل قادری باغ“ سے تاریخ نکالی ہے جو لا جواب ہے۔ ان کا عقد نکاح میاں معین نظامی فرزند جناب ضامن نظامی سے ہوا۔ اب میاں معین اور اچھی بیگم کا قیام چک ۳۶ د ۳۷ اڈکارہ ضلع ساہیوال پاکستان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین اولادیں دی ہیں۔ میاں ندیم، صبا بیگم اور زہرا بیگم۔

آپ حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سترہ کی مبارک اولاد میں سے ہیں اور طریقہ حشتیہ صابریہ اور قادریہ سے وابستہ تھے

اوراد و وظائف کے پابند تھے، اجمیر شریف اور پیران کلیر شریف عرس میں ۷ سال جاتے تھے اور پیران کلیر میں ڈیرہ لگاتے تھے۔ بلند شہر کے عبدالعلی مختار سے یہ خدمت ان کو ملی تھی۔ عاجز نے دیکھا کہ آپ بیمار ہوتے تھے اور مرض کی حالت میں جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو شفا دیتا تھا۔ عاجز بین یکس جمادی الآخرہ ۱۳۹۷ھ کو چار مہینے کے واسطے حجاز مقدس گیا، افسوس صد افسوس کہ دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۳۹۷ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۷۷ء کو رات کے پونے نیار بجے آپ صحت فاما

خُدی بریں ہو گئے۔ آپ نے اپنے گھر کے باہر لپ ٹرک مسجد بنائی ہے۔ مسجد شریف کے غرب کی طرف آپ مدفون ہیں۔ آپ کی عمر نوے سال سے دو چار سال اوپر تھی۔ بظاہر کچھ امارت کی شان تھی لیکن راہ فقیری اختیار کئے ہوئے تھے۔ بندگانِ خدا ان سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَ عَقْرَتُهُ وَ رِضَى عَنْهُ۔

ہمشیرہ صاحبہ کی وفات | ہمشیرہ صاحبہ کا عقد نکاح اپریل ۱۹۲۷ء کو ہوا اور وہ ۲۵ اپریل ۱۹۸۲ء کو پاکستان چلی گئیں۔ وہ کال پچپن سال قادری باغ

میں رہیں۔ ان کی چار بیٹیاں تھیں اور چاروں پاکستان کی ہو گئی تھیں، ان کی محبت اس ضعیفی اور ناتوانی میں جب کہ ان کو فالج ہوا اور اللہ نے شفا دی اور سینہ میں کینسر ہو گیا پاکستان چلی گئیں اُن کا زیادہ تر قیام جھنگ میں بڑی بیٹی کے پاس رہا۔ ان کی وفات جنوری ۱۹۸۵ء میں ہوئی ہے، لہذا پاکستان میں ان کا قیام دو سال دس مہینے رہا ہے۔

عاجز کے پاس برادرِ خورد کے چھوٹے فرزند شیخو بابا آئے ہوئے تھے۔ ان کا قصد جانے کا ہوا۔ عاجز نے ان کے ساتھ سفر کا قصد کیا اور دہلی سے کراچی ۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء کو گیا اور ۲۱ ستمبر کو کوٹہ پہنچا وہاں ہمشیرہ صاحبہ کے مرض کی حالت معلوم ہوئی۔ چنانچہ ۸ اکتوبر کو کوٹہ سے لاہور پہنچا اور دس اکتوبر کو جھنگ گیا۔ موزی مرض نے اُن کو بے چین کر رکھا تھا۔ باوجود سخت تکلیف کے پوری طرح صبر و ضبط سے کام لے رہی تھیں۔ عاجز تین دن رہا۔ ایک مرتبہ بھی ان سے آہ نہیں سنی۔ تیرہ اکتوبر کو لاہور پہنچا، وہاں حاجی محمد سلم نقشبندی سے جو چاہ میراں کے پاس محبوب پارک میں رہتے ہیں حضرت مولانا طاہر بندگی قدس سرہ کے احاطہ میں ہمشیرہ صاحبہ کے واسطے قبر کی زمین حاصل کرنے کے لئے کہا اور انھوں نے جگہ حاصل کر کے عاجز سے کہا اور ۸ اکتوبر کو عاجز ہمشیرہ صاحبہ سے آخری ملاقات کرنے اور اُن کی دعائیں لینے گیا۔ عاجز جیلہ بگم کو جائے قبر سے آگاہ کرنا۔ ہمشیرہ صاحبہ سے آخری ملاقات کر کے شام کو لاہور روانہ ہوا۔ لاہور میں محمد سلم سے تاکید کی اور کراچی ہوتے ہوئے دہلی آیا۔

افسوس صد افسوس ہمشیرہ محترمہ دو شنبہ کے دن ڈیڑھ بجے ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ ۲۸ جنوری ۱۹۸۵ء کو رحلت کر گئیں۔ دو شنبہ ۲۱ جمادی الاولیٰ کو سورج نکلنے کے بعد ان کے جنازہ کو لاہور لے چلے۔ بارہ بجے کے قریب منجھلی ہمشیرہ محترمہ کے گھر ۵ ایبٹ روڈ لاہور ۷ پہنچے۔ وہاں سب نے وضو کیا، تیار ہوئے اور ایک بجے برخوردار ابو بکر فرزند اکبر برادرِ خورد نے نماز جنازہ پڑھائی اور ڈیڑھ بجے تک حضرت مولانا طاہر بندگی قدس سرہ کے احاطہ میں اُن کے جسدِ مبارک کو مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهَا کُلَّمَا هَبَتِ السَّيْمَةُ وَ حَقَّ الْحَمَامُ۔ یہ عاجز جب بھی لاہور جاتا ہے فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتا ہے۔ صاحبزادہ جمیل

شرقیوری نے جنازہ میں شریک نہ ہونے والوں کو کھانا کھلایا۔ برخوردار ابو بکر اپنی بھی جان کی وفات سے بیس دن پہلے مع دو تین نفر کے جھنگ پہنچ گئے تھے اور اپنی بھی جان کے پاس ختم خواجگان اور شجرہ شریفہ اور کلام الہی کا کچھ حصہ ہر روز پڑھواتے تھے، ہمیشہ صاحبہ کو سکون ملتا تھا اور ان کو دعائیں دیتی تھیں۔ کوڑے سے میاں ابو بکر کے ڈوبھائی اور یہاں سے منے میاں اور اچھے میاں پہنچ گئے تھے۔ اللہ سب کو اجر کثیر اور صبر جمیل عنایت کرے اور ہمیشہ محترمہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ہمکنار ہوں۔

آدم کجا حوا کجا آں دانه گندم کجا
آں دم کجا ایں دم کجا آخر فنا آخر فنا

البقاء لله وحده

برادر محترم حضرت ابوالفیض بلال ادام اللہ ارشادہ | حضرت سیدی الوالد قدس سرہ جب

گئے، آٹھ صاحبزادیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند عنایت کیا۔ یہ عاجز معمولات کے بیان میں حضرت سلطانہ سے آپ کی گفتگو میں لکھ چکا ہے کہ آپ نے وہاں برائے فرزند دعا کی تھی، آپ کی دعا فائز رہی۔ من لذلک وینا یوشی۔ مقبول بارگاہ کبریا ہوئی اور شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۱۸۵ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ وکرم توائفہ نے آپ کو فرزند ارجمند عنایت کیا۔ اور آپ نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک نام پر آپ کا نام بلال رکھا۔ اتفاق سے ان دنوں آپ کے مخلص صادق صاحب نسبت حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم وفتائی آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ باہر تشریف لائے اور ان سے حضرت برادر کلاں کی ولادت کا ذکر کیا۔ انھوں نے عرض کی کہ آپ ان کا اسم گرامی عبدالرحمن تجویز فرمائیں۔ غالباً اللہ کی مناسبت سے انھوں نے یہ نام تجویز کیا ہوگا، کیونکہ عبداللہ آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ ہم نے مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر اپنے بیٹے کا نام بلال رکھا ہے۔

انہی دنوں میں آپ نے بیٹی کے حاجی عبداللہ عمر کو خط تحریر کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ ہمارے حضرت ابو بکرؓ کے ایک غلام تھے، ان کا نام بلالؓ وہ بڑے مرتبہ کے تھے، ہمارے دادا حضرت عمرؓ فرماتے

لہ ذر کبریت کے متعلق سان العرب میں ہے۔ من زاد علی ثلاثین سنتا لی الاربعین وقیل هو من ثلاث وثلاثین الی تمام الخمسین یعنی تیس سے متجاوز ہو کر چالیس تک۔ اور کہا گیا ہے۔ تینتیس سے پچاس سال پورے ہونے تک۔ اللہ میں آخری قول کا ذکر ہے۔ لکھا ہے۔ من کانت سنو عمرہ بیسی الثلاثین والخمسين تقریباً "جو کہ ماہین تیس اور پچاس کے ہو۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر شریف اس وقت چھیالیس سال کی تھی۔ لکھ دیکھو صفحہ ۲۲۵۔

ہیں: "أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاعْتَقَ سَيِّدَنَا" یعنی ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلالؓ کو بے نیت تحویل برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نام بلالؓ جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔

آپ نے ایک پرچہ پر تحریر فرمایا ہے۔

۱۔ بِلَالُ رَسُولِ اللَّهِ لِيْ مِنْهُ ذِمَّةٌ بِأَقَى أَذْعَى فِي الْوَرَى بِأَسْمَاءِ الشَّامِي

۲۔ بِلَالُ رَسُولِ اللَّهِ يَا سَيِّدَ الصَّحْبِ سَمِيَّتِكَ أَرْجُو أَنْ تَفِيضَ عَلَيَّ قَلْبِي

آپ نے تَفِيضُ عَلَيَّ پر "تَنْوِزِي" کا نسخہ تحریر فرمایا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال رضی اللہ عنہ پر میری یہ ضمانت ہے کہ ان کے اسم سامی یعنی بلند نام سے پکارا جاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال رضی اللہ عنہ۔ اے سردار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں آپ کا ہم نام امید رکھتا ہوں کہ میرے دل پر آپ فیضان فرمائیں۔ یعنی الطاف و عنایات کریں یا میرے لئے میرے دل کو منور فرمادیں۔

آپ اوائل محرم ۳۱۸ھ مطابق مئی ۹۰۰ء میں کوثر تشریف لے گئے اور وہاں علماء و فضلاء کی ایک جماعت آپ سے بیعت ہوئی تھی۔ وہاں سے دئی واپس آنے پر آپ کے وارث کاں کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اس مبارک خبر سے وہاں کے لوگوں کو مطلع کیا اور وہاں سے بجلی کی طرح یہ خوش خبر اطراف افغانستان میں مشتہر ہوئی۔ جا بجا مخلصین پاک نہاد نے شکر ایشہ و بنے زنج کئے اور لوگوں کو کھانا کھلایا اور آپ کی صلاح و درازی عمر کے واسطے دعا مانگیں کیں۔ عاجز سے رفقائے قدیم میں سے چند افراد نے کہا کہ وہاں کے لوگوں کے لئے وہ دن عید کے دن سے بڑھ کر تھا۔ سب کے دل شاد اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا حمد جاری تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس عاجز نے ملاحظہ کیا کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو حضرت برادر کلاں سے نہایت ارتباط قلبی تھا۔ ۳۳۳ھ کو جب کہ آپ رامپور میں نظر بند تھے۔ حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز اسکول میں پڑھتے تھے اور اس سلسلہ میں دئی میں قیام تھا۔ آپ کا ایک خط اس عاجز کے پاس ہے جو آپ نے مولوی بخش اللہ کے پتہ پر ارسال فرمایا تھا۔ اس میں حضرت برادر کلاں کو تحریر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ بر خوردار محمود الخصال حضرت بلال حفظہ اللہ۔

الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ عَنْ اتِّبَاعِ النَّفْسِ وَالشَّيْطَانِ وَالْهَوَى وَالضَّلَالِ وَعَنْ سُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْإِهْلِ وَالْمَالِ

وَجِدْ رَضَى الرَّفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ ذَا صِلَاحٍ وَفَلَاحٍ وَفَضْلٍ وَكَمَالٍ ۝ الْو

اور ایک خط میں تحریر فرمایا۔ مَدَحُ شَاعِرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ابْنُهُ بِلَالٌ، فَقَالَ وَبِلَالٌ عَبْدُ اللَّهِ خَيْرٌ بِلَالٍ فَغَضِبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: كَذَبْتَ! بِلَالٌ رَسُولُ اللَّهِ خَيْرٌ بِلَالٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ وَرَحِمَهُمْ قَدْ عَرَفُوا الْحَقَّ لَا هَلْه وَادْعُوا لَهُ۔ یعنی کسی شاعر نے حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے صاحبزادے حضرت بلال کی مدح کرتے ہوئے کہا: ”اور عبداللہ کے بلال“ اچھے بلالی ہیں۔“ یہ سن کر حضرت عبداللہ کو غصہ آیا۔ اور فرمایا: ”تم نے غلط کہا۔ بلکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلال (رضی اللہ عنہ) اچھے بلال ہیں“ اللہ تعالیٰ ان حضرات سے راضی ہو اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ ان حضرات نے مقداروں کے حق کو پہچانا اور اس کے سلسلے میں تسلیم غم کیا۔“

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے آخر کے چند سال حضرت برادر کلاں کو رامپور بھیجا۔ مخلصین میں سے جار پانچ افراد کو ان کے ساتھ کرتے تھے۔ تاکہ آپ خاندان مجددیہ کے اُن افراد کو جو مستحق اعانت ہوں روپیہ تقسیم فرمائیں۔ چنانچہ ہر سال تقریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ آپ وہاں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک سال کا حساب جو کہ ایک خوردبیاض پر ہے عاجز کے پاس ہے اور غالباً یہ ۱۳۳۹ھ کا حساب ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ اُن سب افراد کا ذکر ہے جن کی اعانت کی گئی ہے۔ جو رقم تقسیم کی گئی ہے وہ ایک ہزار چھ سو پچیس روپیہ ہے۔

اس سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت برادر کلاں کے جانے کے بعد دوسرے دن دستی خط مولوی بخش اللہ کے ہاتھ ارسال فرمایا ہے۔ اس میں آپ نے لکھا ہے: ”جس قدر خوبی سے اور محبت سے ہمارے عزیزوں کی خاطر اور ادب کر دے اُسی قدر ہماری خوشی اور تمہاری سعادت مندی ہوگی۔ سات وقت یا آٹھ وقت کھانا کھلاؤ سب اقارب کو اور مبلغ کی ضرورت ہو تو طلب کرو بذریعہ تارہم روانہ کر دیں گے۔ انْفِقْ۔ بِلَالًا وَلَا تَحْشَ مِنْ دِي الْعَرَضِ الْغَلَا۔“ مغرب و عشاء کی نماز پڑھایا کرو۔

برمی عمارت دل کن کہ اس جہان خراب دراز بر است کہ از خاک مابسا ز دشت
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یکشنبہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

آپ کی تعلیم کے واسطے جناب مولانا سید عبدالجلیل صاحب کا تقرر ہوا۔ تقریباً چار سال وہ رہے۔ اسی دوران میں انطاکیہ کے قاری عبدالغنی صاحب کی آمد ہوئی۔ آپ نے ان سے مخارج حروف کی اصلاح

لے انْفِقْ بِلَالًا۔ اصلہ انْفِقْ یَا بِلَالِی، بالاضافۃ لیاۃ المتکم و حذف حرف النداء و ابدال لیاۃ انْفِقْ ا غلاما یہ ارشاد نبوی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: اے میرے بلال! تم خرچ کرو اور جناب خداوندی سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے وہی مبارک الفاظ حضرت برادر کلاں کو تحریر فرمائے ہیں۔

کی۔ جناب امیر الدین خاں معروف بہ امیر خاں حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت تھے۔ اُن کا پایہ خطاطی میں نہایت بلند تھا۔ اُن سے تختی کی اصلاح لیتے تھے۔ لہذا آپ کی تجوید نہایت عمدہ اور خط نہایت پاکیزہ ہے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ جناب مولوی محمد اسحاق میرٹھی نے آپ کو پڑھایا تھا۔

سید امجد علی شاہ سر دھنوی نے حضرت سیدی الوالد سے کہا: انگریزی حکومت کی زبان ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ صاحبزادے صاحبان یہ زبان سیکھ لیں۔ چنانچہ چار سال آپ نے اسکول میں بھی پڑھا۔ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے آپ کا اور اس عاجز کا قیام دلی میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے آپ کو ایو سے تحریر فرمایا: حضرت زید بہت بد خط کارڈ لکھتے ہیں۔ ان کو لکھنا تعلیم کراؤ۔ وضو، نماز کی پابندی تم دونوں کرو۔ آدھا گھنٹہ مشق تجوید بھی چاہیے تم دونوں کو۔ سید پارہ شریف تجوید کے ساتھ پڑھو۔ گھنٹہ بھر چلنے کی عادت رکھو، ہوا خوری ہر روز کیا کرو۔ خان صاحب (منشی نئے خاں) سے ملا کرو۔ عبد المجید خاں ان کے برادر زادہ سے بات چیت کیا کرو، تاکہ تم کو سلیقہ بات کر لے، جواب دینے کا، سننے کا، بولنے کا حاصل ہو۔

نصیحت گوش کن جانان از جان دست تر داند جوانان سعادت مند پسند پیر داتا را

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۳۳۵ھ میں جناب مولوی محمد عمر صاحب کو آپ کی تعلیم کے واسطے مقرر فرمایا۔ مولوی صاحب سے آپ نے کافی عرصہ پڑھا۔ اس دوران میں آپ کو دردِ شقیقہ اور نکسیر پھوٹنے کی شکایت ہو گئی اور آپ علیل بھی ہو گئے۔ حکیم جمل خاں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے حضرت سیدی الوالد سے کہا صاحبزادے صاحب کا دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے دو سال تک یہ کچھ نہ پڑھیں۔ سیر و تفریح و خوش وقتی میں وقت گزاریں۔ اور روزانہ چار پانچ میل چلنے کی ورزش کیا کریں۔ چنانچہ دو تین سال آپ کی تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ اور ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء آپ نے شکار کی بندوق لی اور پھر ہر ہفتہ میں ایک دن شکار کے واسطے جاتے تھے۔ غلصین میں سے دو افراد آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

آپ نے تین چار سال تک موسمِ سرما میں مدرسہ مولوی عبدالرب واقع گندہ نال میں جناب مولوی حکیم محمد منظر اللہ، جناب مولوی محبوب الہی، جناب مولانا مولوی محمد شفیع اور جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب سے بھی پڑھا ہے۔ اور کوئٹہ میں جناب ملا امان اللہ نے موسمِ گرام میں دو سال پڑھایا اور کچھ دن جناب مولوی خیر محمد نے بھی پڑھایا ہے۔

قرأتِ سنۃ اور شاطبیہ کی تعلیم آپ نے جناب قاری نیاز احمد کے ساتھ حضرت سیدی الوالد سے

حاصل کی ہے۔ آپ امام ابو عمر و بعری کی قرارت بر روایت دوری میں کلام پاک کی تلاوت فرماتے ہیں۔
آپ بیعت کب ہوئے اس کا علم عاجز کو نہیں ہے۔ رامپور سے حضرت سیدی الوالد نے حضرت
برادر کلاں اور اس عاجز کے نام ایک خط تحریر فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے: "قرآن مجید اور وظیفہ
ترک نہ کریں۔ گناہ کی بات سے دور رہیں۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام۔"

۱۔ بَنُوهُ بِلَالٌ ثَمَّ زَيْدٌ وَمَسْلَمٌ فَيَاذِبُ بَارِكُ فِينَهُمْ مُتَّفَعٌ مَلَا

۲۔ وَفِي وَالِدَانِهِمَا تَعْرِفِي أَخَوَاتِهِمَا وَقَافٍ بِجَمِيعًا وَأَعْفُ عَنْهُمْ وَأَفْضَلَا

۳۔ وَالَّذِينَ وَفَّقَهُمُ لِلْعِلْمِ وَالنَّقَى وَأَوْرَثَهُمُ الْقُرْآنَ وَالصُّحُفَ الْعُلَا

۱۔ اس کے بیٹے بلال پھر زید اور پھر سالم ہیں اے خدا کرم فرما کر انھیں برکت عطا کر دے۔

۲۔ پھر ان کے والدین اور بہنوں کو سب کو عافیت عطا کر اور معاف کر دے اور لغفیلست دے۔

۳۔ اور ان کو دین اور علم اور تقویٰ کی توفیق دے اور ان کو قرآن اور بزرگ صحفوں کا وارث بنادے۔

سرخسہ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ

اس مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ از خور دسالی سلسلہ شریف سے وابستہ تھے۔ انہی ایام
میں ایک دن آپ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سیدی الوالد باہر خانقاہ شریف میں حلقہ فرما رہے تھے
آپ کی نظر حضرت برادر برپڑی اور آپ نے مخلصین سے فرمایا: "تم لوگ اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑتے
ہو، یعنی متوجہ کرتے ہو، دیکھو ہمارے بلال کے دل کو کہ وہ خود اللہ کی طرف مڑا ہوا ہے۔ یعنی از خود متوجہ
ہے۔" یہ عاجز کہتا ہے کہ مدام مقصود از تصوف یہی ہے کہ اللہ جل شانہ سے ارتباط قلب حاصل ہو۔

دائم ہم جا با ہمہ کس در ہمہ حال میدار نہ ہفتہ چشم دل جانپ یار

سولہ سترہ سال کی عمر میں آپ کو یہ نعمت عظمیٰ اور دولت علیا را اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اور آپ
کے پیر و مرشد نے اس کا بیان فرمایا۔

اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق اواخر فروری ۱۹۱۷ء میں حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز
اسکول کی تعلیم کے سلسلہ میں کوئٹہ روانہ ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ برائے توریع انیشن تشریف
لائے اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان کے ہاتھوں کو پکڑا۔ یہ عاجز ان سے متصل کھڑا تھا۔ آپ نے
کلمہ توحید اور کلمہ شہادت پڑھا۔ آپ کے ساتھ ہم دونوں نے پڑھا۔ پھر آپ نے فرائض پڑھنا بتائے
اور محرمات سے اجتناب کا وعدہ لے کر حضرت برادر کلاں سے فرمایا کہ ہم تم کو اجازت دیتے ہیں کہ طالب
مولیٰ کو سلسلہ شریف میں داخل کر کے اللہ کا نام بتاؤ۔ پھر آپ نے دعا کے واسطے مبارک ہاتھ اٹھائے آپ

کے بچے مخلصین کی ایک جماعت تھی۔ ان سب نے بھی ہاتھ اٹھائے اور دہلی کے ڈوبے میں ہم دونوں نے اور مثلاً خیر اللہ اور ملا ولی محمد نے ہاتھ اٹھائے۔ حاکم نے مستدرک کی کتاب الدعاء میں سلمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ خَيَّرَ كَرِيمًا يَسْتَعِينُ مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَبْسُطَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرُدَّهُمَا خَائِبِينَ** اس مبارک اولیائے پروردگار کی جماعت نے جس غلو سے دعا فرمائی تھی، ان شاء اللہ مقبول بارگاہ کبریا ہوئی ہوگی۔

بلوچستان اور افغانستان میں آپ کی خلافت کی خبر بہت سرعت سے پہنچی اور وہاں کے مخلصین کو قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ کوڑ میں ملا عبد الحلیم آخوندزادہ نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور از فرط مسرت روتے ہوئے کہا: پروردگار نے مجھ کو یہ خوشی کا دن دکھایا کہ میرے پیرو مرشد کے صاحبزادہ کو خلافت ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ ارشاد کو ہمیشہ جاری رکھے۔

رمضان ۱۳۳۵ھ یعنی جون ۱۹۱۷ء میں نماز پڑھانے کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ اور ۱۳۳۵ھ کی محفل مبارک میلاد شریف میں کچھ بیان آپ سے پڑھوایا گیا۔ اواخر ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ میں آپ کا عقد نکاح بی بی آمنہ دختر حضرت نور قوم نیازی سے ہوا۔ اگرچہ اس خوشی میں شریک ہونے والے افراد بہت کم تھے۔ لیکن سب کام نہایت خیر و خوبی سے انجام پائے تھے۔ خطبہ نکاح حضرت سیدی الوالد نے پڑھا۔ میرا غلم خان جو بعد میں خان قلات ہوئے مع فرزند ان شریک تھے۔ بہت مبارک محفل تھی۔

۱۳۳۶ھ میں آپ نے مع اپنی اہلیہ محترمہ کے حج کیا۔ اس مبارک سفر کا حال اس عاجز کے احوال میں ان شاء اللہ آئے گا۔ آپ ایک مرتبہ ایام غیر حج میں بھی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ کلاں تھے۔ تین دن مدینہ منورہ میں اور تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور پھر مراجعت فرمائی۔

وَالَّذِينَ وَفَّقَهُمْ وَلِلْعَلِيمِ وَالْتَقَى
وَأَوْفَرْتُمْ الْقُرْآنَ وَالْكَتَبَ الْعَلَا

اس دعا کا اثر آپ پر ظاہر و باہر ہے۔ نہ آپ کو دنیا سے تعلق نہ اہل دنیا سے، بلکہ اہل دنیا سے ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے۔ کوڑ کے زلزلہ کا حال حضرت محترمہ والدہ صاحبہ کے احوال میں گزر چکا ہے۔ اس زلزلہ میں خود آپ اور آپ کی بیوی بچے دب گئے۔ بعد میں مخلصین نے آپ کو نکالا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ اور دو صاحبزادیوں نے اپنی جدہ محترمہ کا ساتھ دیا۔

- ۱۔ عبد رحمان عائشہ زینب چساں
- ۲۔ ہریرہ اولاد شقیق اکبر اند
- ۳۔ جده راگشتہ مونس درجناں
- ۴۔ سرہ درجنت بہ فضل داوود
- ۱۔ عبد الرحمان عائشہ زینب کس طرح جنت میں دادی کے مونس بنے۔

۲- تینوں بڑے بھائی کی اولاد ہیں۔ خدا کے فضل سے دونوں جنت میں ہیں۔

جس ممبر اور ضبط و رضا پر قضاے الہی سے آپ نے اس وقت کام لیا یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس واقعہ کا اثر آپ کے قلب پر پڑا۔ اور اس اثر کو تقسیم ہند کے وقت کے کشت و خون نے مزید بڑھایا۔ آپ نے کامل گوشنیشی اختیار کر لی۔ طریقت کا کام اپنے فرزند اکبر میاں عبید الرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ وحفظہ کے سپرد کر دیا۔ کونڑ خہر سے شمال غربی سمت میں پانچ میل پر آپ کی کچھ زمیں ہے وہاں آپ نے پٹھانوں سے ایک کمرہ بنوایا ہے۔ گرمیوں میں وہاں اور سردیوں میں سیسی سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر آپ نے کچھ زمین خرید لی ہے اس مقام کا نام رندہلی (رندہلی) ہے وہاں بھی آپ نے ایک کمرہ بنوایا ہے۔ دونوں جگہ آبادی سے میلوں دور مطالعہ کتاب میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کو تفسیر و قرأت و حدیث کا شوق ہے۔ آپ نے صد کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ جس کتاب کا مطالعہ فرماتے ہیں از اول تا آخر مطالعہ کرتے ہیں اور جہاں کوئی علمی نکتہ نظر آتا ہے اس کو اپنی بیاض پر لکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی کئی بیاضیں پُر ہو چکی ہیں۔ آپ نے طبقات ابن سعد کی نہایت عمدہ فہرست مرتب کی ہے۔ اب ڈیڑھ سال سے صبح بخاری کی فہرست مرتب فرما رہے ہیں۔ نصف اول کی فہرست تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔

آپ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے عشق نبوی کی میراث بہ وجہ کامل ملی ہے حضرات اہل بیت اطہار سے قلبی محبت ہے۔ میلاد سرور کائنات علیہ الفضل الصلوات وازکی التسلیمات کی خوشی کا اظہار خاص بارہ ماہ مبارک ربیع النور کو نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک آپ کی اعلیٰ و ادنیٰ و اکمل و افضل حسنت میں سے افغانستان میں مفتاح سعادت دو جہاں کا مرقع کرنا ہے اور اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ بن تیرہ سو پچاس اور اکیادہ میں افغانستان گئے۔ میلاد مبارک کے زمانہ میں آپ نے مبارک محفل کے انعقاد کا ارادہ کیا۔ افغانستان کے بادشاہ نادر خاں کو اس کی خبر ہوئی۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ اس مبارک محفل کا انعقاد آگ (شاہی محل) میں ہونا چاہیے۔ آپ نے اپنے جدا مجد اعلیٰ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کی مبارک کتاب "سید البیان فی مولد سید الانس والجان" (سلی اللہ علیہ وسلم) کو فارسی کا جامہ پہنایا اور نہایت شان و شوکت سے اس مبارک محفل کو منعقد کیا۔ امیر نادر خاں اور ان کے تین بھائی ہاشم خاں، شاہ ولی خاں، شاہ محمود خاں و زیر خارجہ فیض محمد خاں اور افغانستان کے ہزاروں مخلصین شریک ہوئے۔ آپ نے جو مبارک بودا چالیس بیالیس سال پہلے افغانستان میں لگایا تھا اللہ کے فضل و کرم سے خوب برومند ہوا۔ اور سالہا سال یہ معمول رہا کہ صد ہا افراد افغانستان کے دور دراز علاقوں سے آپ کی خدمت میں حاضر

ہوتے تھے اور مبارک محفل میں شریک ہو کر اپنے گھروں کو لوٹتے۔ لیکن کچھ عرصہ سے آپ نے افغانستان میں جا بجا اپنے خلفاء کو مقرر فرمایا کہ وہ اپنے علاقوں میں یہ مبارک محفل منعقد کریں۔ علماء کرام پشتو زبان میں مبارک احوال کا بیان کریں اور قیام کے وقت صلاۃ و سلام پڑھیں۔ میلاد شریف کی مبارک محفل منعقد کرنے کا طریقہ یہ رکھا ہے کہ اس مبارک محفل میں شریک ہونے والوں کو درود روٹی پیش کی جاتی ہے، قرآن مجید کے ختم کئے جاتے ہیں۔ کہیں دو عین ختم ہوتے ہیں۔ کہیں پینتالیس اور پچاس ہوتے ہیں اور بخاری شریف کا ختم بھی ہوتا ہے، کہیں ایک کہیں دو اور یہ اس جگہ جہاں علماء کی بڑی جماعت ہو اور بین العشاءین چار رکعت صلاۃ التبیح پڑھی جاتی ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد علماء کرام میں سے اصحابِ قلوب نہایت ادب سے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک احوال بیان کرتے ہیں۔ اور "از دل خیزد بردل ریزد" کی کیفیت اللہ کے فضل و کرم سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیا بیان کر لے والے اور کیا سننے والے بارگاہ رسالت میں بار بار تحفہ صلاۃ و سلام کو گوہر غلطاں سے محاط کر کے پیش کرتے رہتے ہیں۔ جب سے آپ نے یہ مبارک طریقہ وہاں رائج کیا ہے یہ عاجز خصوصیت کے ساتھ آپ کے واسطے دعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ یہ عاجز افغانستان چند سال پیشتر گیا تھا وہاں بادۂ عشق نبوی سے سرشار افراد کو دیکھ کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ مشکلات شریف کے باب مَا لَا يَذُنُّ عَلَى الْمَحْدُودِ کی پہلی حدیث بخاری شریف کی ہے: "عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَّاهُ فِي الشَّرَابِ فَأَوْقَى بِهِ فَأَمْرَبَهُ فَعَلَدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَلْفَحَرُ الْعَنَةُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ" یعنی ایک شخص جس کا نام عبداللہ اور مشہور حمار کے نام سے تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور آپ نے شراب نوشی کی وجہ سے اس کو کوڑے لگوار کئے تھے۔ وہ پھر شراب نوشی کے سلسلہ میں لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا۔ اور اس کے کوڑے لگے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ اللہ کی لعنت اس پر ہو کتنی کثرت سے شراب نوشی میں... اس کو گرفتار کر کے لایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس پر لعنت نہ بھیجو قسم ہے اللہ کی جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے" عشق و محبت نبوی وہ نعمت ہے کہ اللہ کی لعنت سے محفوظ رکھتی ہے۔ جو لعنت سے محفوظ ہوا ان شاء اللہ وہ رحمت سے ہم آغوش ہوا۔ عاجز نے کہا ہے۔

ہوا جو گرفتار عشقِ نبی وہ دوزخ سے بے شک ہوا ہے بری

جو نازِ محبت کا ہے سوختہ نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
قتیلِ وفا پر ہو رحمتِ مدام بہشتِ بریں ہوگا اس کا مقام
نہ اس میں غلبہ نہ تنکیر ہے مع منِ آحب کی تفسیر ہے
حضرت برادرِ کلاں کے احوال کو یہ عاجز حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے اس بند کے مطابق پاتا ہے
شکرِ خدا کہ عشقِ نبی کا اسیر ہوں خاکِ رہِ جنابِ بشیر و نذیر ہوں
کیوں کر نہ اب میں رشکِ امیر و وزیر ہوں اس بادشاہِ حسن کے در کا فقیر ہوں
ظلی ہما سواد ہے جس کے دیار کا

آپ کی اہلیہ محترمہ دو شنبہ ۱۲ صفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۶۶ء کو رحلت کر گئیں صاحبزادہ نے درج ذیل تاریخ گہی۔

غیاں آن بلالِ پاک مشرب مبارک آمنہ درخسلد آسود
ز سالِ رحلتش چوں زیدِ پرسید ملک "یا سخی غفرانک" بفرمود ۱۳۸۰ھ
جس وقت ان کی وفات ہو رہی تھی عاجز کی بڑی بیٹی صفیہ سلمہا اللہ ان کے پاس تھیں۔ وہ کہتی ہیں۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ اچانک انھوں نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اچھا اچھا عبد الرحمن میں آ رہی ہوں۔ اور اچھا اچھا کہتے وقت انھوں نے ہاتھ سے ٹھیرنے کا اشارہ کیا۔ عبد الرحمن ان کے بڑے صاحبزادے کا نام ہے جو کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

سانحہ وفات جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ ۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء کا دن آرام سے گزرا، رات کو طالت کی ابتدا ہوئی۔ بار بار آپ کو پیشاب آیا۔ پیشاب میں خون کی آمیزش زیادہ تھی۔ جمعرات ۹ ذی القعدہ ۱۳۹۵ھ ۱۲ بارہ اکتوبر سے نقابت اور کمزوری بہت بڑھ گئی۔ ڈاکٹر نے اسپتال میں داخل کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ رات کے نو بجے آپ کو اسپتال میں داخل کیا اور فوری طور پر ڈاکٹر نے رات کے بارہ بجے تک آپ کا چھوٹا اپریشن کر دیا۔ اور پھر بدھ ۲۲ ذی القعدہ ۲۵ اکتوبر کو صبح دس بجے آپ کا بڑا اپریشن کیا، چھ غدود آدھ پاؤ کے، سات پتھریاں چنے کے دانے کے برابر اور چونسٹھ پتھریاں مونگ کے دانے کے برابر نکلیں،

افسوس صد افسوس کہ جمعرات ۲۳ ذی القعدہ الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو دن کے گیارہ بجے ۲ منٹ پر آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لے المرء مع من آحب صحیحین کی روایت کردہ حدیث ہے کہ جو شخص جس کی محبت رکھتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوگا۔

آپ کا مختصر حال عاجز نے رسالہ "سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال" (۱۳۹۸ھ) میں لکھا ہے
 "اشک غم چکید، سراج عالم ابوالفیض بلالؒ بھری تاریخ نکلتی ہے، ابن العم حضرت حافظ محمد ابوسعید
 مجددی فاروقی رامپوری نے عربی میں دو مرثی لکھے ہیں، ان میں ایک تاریخی ہے اور ایک مرثیہ فارسی
 میں لکھا ہے، عاجز کے رسالہ میں ان مرثی اور دیگر شعراء کے کلام کو ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے جنازہ کی نماز آپ کے بڑے صاحبزادے برخوردار عبید الرحمن آقا فاروقی نے قریہ قمبرانی
 میں پڑھائی اور "خطیرہ شہداء زلزلہ" میں حضرت والدہ صاحبہ کے مزار پر انوار کے پائنتی مدفون ہوئے۔
 رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَسَرَحَنِي عَنْهُمَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُمَا۔

عمر شریف قمری حساب سے ۸۰ سال ۲ ماہ ۲۳ دن

شمسی حساب سے ۷۷ سال ۱۱ ماہ ۲ دن

اولاد اللہ نے آپ کو دس اولادیں عنایت کیں۔ چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں۔ (۱) ابوالمجد
 عبدالرحمن (۲) خدیجہ (۳) عائشہ (۴) عبید الرحمن (۵) زینب (۶) عبداللہ (۷) عبید اللہ (۸) رابعہ (۹) ہاجرہ
 (۱۰) فاطمہ۔ صاحبزادوں کے سلسلہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ شوال ۱۳۳۲ھ مطابق جون ۱۹۱۳ء میں ایک ضرورت
 کی وجہ سے آپ مع برادر خورد کوٹہ سے دلی آئے۔ اس وقت عاجز سے آپ کی یہ گفتگو ہوئی کہ اگر فرزند کی
 ولادت ہو تو نام عبدالرحمن رکھا جائے۔ اور پھر فرزند ثانی کا عبید الرحمن اور ثالث کا عبداللہ اور رابع کا عبید اللہ
 اور اگر لڑکی ہو تو خدیجہ نام رکھا جائے۔ اللہ نے آپ کو چار ہی صاحبزادے دیئے اور آپ نے یہی نام رکھے۔
 ۱۔ ابوالمجد عبدالرحمن کی ولادت ۱۳۳۲ھ کے اواخر میں کوٹہ میں ہوئی۔ ہونہار اور ذی استعداد
 تھے۔ میرٹھ میں مولوی اختر شاہ خان سے پڑھتے تھے۔ مصر سے واپسی پر عاجز کی ملاقات مولوی صاحب سے
 ہوئی۔ دوران گفتگو میں برخوردار عبدالرحمن کا ذکر آیا۔ بہت تعریف بیان کی۔ شب جمعہ ۲۷ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق
 ۳۱/۱۲/۱۹۳۵ء کوٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوئے۔ سریاب میں نزد جدہ مدفون ہیں۔

۲۔ خدیجہ کی ولادت ۱۳۳۵ھ اور وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوئی اور کوٹہ میں اپنی عمات کے پاس نزد چوہی
 مدفون ہوئیں۔

۳۔ عائشہ کی ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ جدہ محترمہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ کوٹہ کے زلزلہ میں اس
 نے بھی اپنی جدہ کا ساتھ دیا اور ان کے پاس سریاب میں مدفون ہوئی۔

۴۔ عزیز گرامی میاں عبید الرحمن سلمہ اللہ وجعلہ للمتقین اماما کی ولادت چہار شنبہ ۱۸ محرم ۱۳۳۸ھ
 جون ۱۹۲۹ء کو ہوئی۔ ان کا تاریخی نام عبدالمنہار ہے۔ علوم دین اور اسکول کی تعلیم بہ قدر کفاف حاصل کی۔

حادثہ زلزلہ میں اپنے برادر کلاں کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہے تھے۔ دونوں کے سر کے نیچے ایک تکیہ تھا۔ تقریباً تین چار اینچ ان کا سر اپنے بھائی کے سر سے نیچے تھا۔ زلزلہ سے چوکھٹ کا شرقی بازو کا نصف حصہ میاں عبدالرحمن کی اُم الدماغ پر لگا۔ میاں عبدالرحمن کے سر کے بال اس بازو سے چھو رہے تھے۔ جس وقت مخلصین ملبہ میں سے ان کو نکال رہے تھے تو یہ نیچے سے کہہ رہے تھے کہ بھائی صاحب نہیں بول رہے ہیں۔ پچ ہے جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے پنجشنبہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۵۶ء کو ان کا عقد نکاح سیدہ ذاکرہ دختر سید عبدالحکیم صاحبزادہ پسر میر حسن صاحبزادہ سے کوئٹہ میں ہوا یہ عاجز دلی سے گیا تھا۔ افغانستان سے مخلصین کے کئی واقف آئے۔ ایک سو سے زائد علماء کرام تھے۔ ان کے ساتھ دفوف و مغنی بھی تھے۔ حکومت افغانستان اور حکومت پاکستان نے بلا کسی کی تحریک کے از خود یہ خصوصی مراعات کی کہ پاسپورٹ کی شرط بنادی افغانستان کی آخری چوکی پر ایک فہرست لکھ کر اس پر نمبر لگا کے ہر میر کارواں کے حوالے کر دی گئی اور اس فہرست کی نقل پاکستان کی چوکی میں رکھ لی گئی۔ اور یہ لوگ کوئٹہ آ گئے۔ حضرت برادر کلاں نے پانچ دن تک دونوں وقت کھانا اور دونوں وقت چائے سب کو دی۔ پندرہ اور بیس کے مابین دُبنے تین دن اور دس پندرہ کے مابین دو دن بیچ ہوئے۔ کھانے کا انتظام اتنا اعلیٰ تھا کہ کوئٹہ کے بعض بڑے افسر دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ نہ ایک برتن نوتا۔ نہ کوئی چیز غائب ہوئی اور نہ کھانا ضائع ہوا۔ سب کام نہایت خوبی سے بلا کسی شور کے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو سات اولادیں عنایت کی ہیں۔ (۱) آنسہ متولدہ شنبہ ۹ شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۵۶ء (۲) باہرہ متولدہ پنجشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) عالیہ متولدہ شنبہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۶۱ء (۴) نائمہ متولدہ شنبہ ۲۸ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۶۲ء (۵) خاتمہ متولدہ درماہ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق جولائی ۱۹۶۵ء (۶) سائرہ متولدہ درماہ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق مئی ۱۹۶۶ء (۷) زبیر متولدہ شنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء۔ پروردگار جل شانہ دُعم احسان اپنے لطف و کرم سے ان نو باؤہائے گلستان خیر کو تروتازہ رکھے۔ بارک اللہ فی اعمارہم و سلمہم۔

۵۔ زینب کی ولادت ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں اور وفات کوئٹہ کے زلزلے میں ہوئی۔ اپنی جدہ کے پاس مدفون ہیں۔

۶۔ عزیز گرامی عبداللہ سلم اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحبہ ویرضاه۔ ان کی ولادت روز دوشنبہ ۲۷ محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔ زلزلہ کے وقت ان کی عمر ۵۳ دن کی تھی جس وقت ملبہ میں سے نکالا بے منہ میں مٹی بھر گئی تھی سانس رُک گیا تھا۔ اس وقت ایک مخلص نے فوراً منہ سے مٹی نکالی اور بہ شدت ان کے منہ میں پھونک ماری اور سانس کی آمد ہو گئی۔

میاں عبداللہ کا عقد نکاح جمعہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو اس ماجہ

کی بڑی بیٹی صفیہ سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بچیاں عنایت کیں۔ (۱) نجمہ متولدہ ۲۷ رمضان ۱۳۵۸ء مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۶۱ء (۲) کوکب متولدہ ۲۵ رجب ۱۳۸۲ء مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ چوں کہ زوجین کے طبائع میں اتفاق نہ تھا، باوجود اولاد کے ہونے کے جدائی ہو گئی۔ وَكَانَ ذَلِكَ قَدَرًا مَّقْدُورًا۔ رَضِيَ تَابِقَضَاءِ اللَّهِ وَقَدَرِهِ۔ یہ دونوں بچیاں مع اپنی والدہ کے اس عاجز کے پاس ہیں۔ اللہ ان بچیوں کو نیک اور خوش نصیب فرمائے اور عمر میں برکت دے۔

۷۔ عزیز گرامی عبید اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وحفظہ کی ولادت شب جمعہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ء مطابق ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء میں ہوئی اور شنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۸۶ء مطابق ۳ جولائی ۱۹۶۶ء کو ان کا عقد نکاح بی بی علیمہ دختر احمد حسن صاحبزادہ سے قرہ باغ علاقہ غزنی میں ہوا۔ حضرت برادر کلاں نے اپنے بڑے صاحبزادے کے ساتھ میاں عبید اللہ اور گھر کے سب افراد کو دس پندرہ دن پہلے بھیج دیا تاکہ وہ بند و بست کریں۔ آپ تنہا عین وقت پر کوئٹہ سے تین سو میل کی مسافت قطع کر کے پہنچے۔ آپ نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اہجاب و قبول کرایا اور چونکہ آپ کی آمد کی خبر سن کر ہزار ہا افراد کا اجتماع ہو گیا تھا اور وہ سب آپ کو ایک نظر دیکھنے کے مستحق تھے اس لئے ایک بلند مقام پر آپ نے ایک موٹر بس کھڑی کرائی اور بس کی چھت پر بیٹھ کر بلند آواز سے کچھ حصہ کلام پاک رب العالمین کا پڑھا۔ بعض آیات شریفہ کا ترجمہ کیا اور پھر دعا فرمائی۔ اور آپ تنہا فوراً وہاں سے کوئٹہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ عاجز دو یا تین دن بعد ہوائی جہاز سے کابل پہنچا اور وہاں معلوم ہوا کہ افغانستان کے دُور دراز علاقوں سے ہزار ہا افراد قرہ باغ کے لئے چل پڑے تھے اگر آپ کا ایک دن یا دو دن قیام ہو جاتا یقیناً لاکھوں افراد اکٹھے ہو جاتے۔ جو مقبولیت آپ کو افغانان میں حاصل ہے وہ کسی دوسرے فرد کو حاصل نہیں۔ اس عاجز کے نزدیک یہ سب کچھ شکر و توفیق لہُ التَّوْبُول کا اثر ہے۔ ذَلِك فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

میاں عبید الرحمن حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ایک وقت کے کھانے کے لئے پچاس عمدہ بڑے دنبوں کا سالن پکوا یا تھا اور ایک بڑا بزرگ عمدہ تنوری روٹیوں کا غزنی سے بھر کر منگوا یا تھا۔ اس کے علاوہ چاول بھی پکوائے تھے۔ سات ہزار سے زائد افراد کو کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ نے میاں عبید اللہ سلمہ کو پانچ بچے عنایت کئے ہیں۔ (۱) محمد عمر شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۸۷ء مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۶۷ء کو ولادت ہوئی۔ تاریخی نام نور المعنی ہے (۲) حفصہ دوشنبہ یکم ذی القعدہ ۱۳۸۸ء مطابق ۲ جنوری ۱۹۶۹ء کو ولادت ہوئی۔ (۳) سعد شب یکشنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ء مطابق ۷ فروری ۱۹۷۰ء کو ولادت ہوئی۔ (۴) رحیمہ شنبہ ۱۱ شوال ۱۳۹۲ء مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۷۳ء کو ولادت ہوئی۔ (۵) حمزہ

پنجشنبہ ۲۷ رمضان ۱۳۸۱ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۸۱ء کو ولادت ہوئی۔ سلمہ اللہ جمیعاً۔

(۸) رابعہ کی ولادت شنبہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ چونکہ صاحبزادیوں میں وہ چوتھی ہیں اس لئے ان کا نام رابعہ رکھا گیا۔ اسکول کی ثانوی تعلیم اعلیٰ نبروں سے حاصل کی۔ جمعہ ۱۳ رزی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء کو ان کا عقد نکاح جناب ہمشیرہ دسلی کے فرزند کلاں فاروق احمد خاں انصاری سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یکشنبہ ۲۴ رمضان ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو دو پیاری بچیاں تزیبت اور نکبت عنایت کیں۔ سلمہا اللہ وسلم ابوہما۔

۹۔ ہاجرہ کی ولادت یکشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہوئی۔

۱۰۔ قاطرہ کی ولادت پنجشنبہ ۲۱ رزی القعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہوئی۔

سَلَّمَ اللّٰهُ الْجَمِیْعَ وَحَفِظَهُمْ۔

حضرت برادر کلاں نے ابتدا میں چند سال صحیح بخاری یا کسی دوسری کتاب کا درس دیا ہے آپ کے خلفاء کا حال عاجز کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ ایک دو افراد کے نام معلوم ہیں۔ لکھتا ہے۔

”ملا شیر محمد آخرند“ علاقہ قندھار کے رہنے والے تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے، کسب سلوک کیا اور خلافت پائی۔ ہزار ہا افراد ان سے مستفید ہوئے۔ چند سال ہوئے کہ رحلت کر گئے ہیں۔ یہ عاجزان کے مزار شریف پر حاضر ہوا ہے۔ بابرکت مقام ہے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ وَقَدْ سَیَّرَہُ ان کی وفات کے بعد حضرت برادر کلاں نے ”ملا عبدالحکیم کو ان کی جگہ مقرر فرمایا ہے۔ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَادْصَلَّہُ اِلٰی قَاۡیَۃِ مَا نَعْمَتًا۔“

احمد حسن صاحبزادہ فرزند خدائے مہر گل صاحبزادہ ساکن قرہ باغ، علاقہ غزنی آپ کے پرائے مخلص صادق ہیں۔ ان کے والد بزرگوار حضرت سیدی النوالہ قدس سترہ کے خلفاء میں سے تھے۔ جیسے وہ پاک مشرب و نیک طینت تھے ان کے پسر بلکہ یمینوں پسران احمد حسن، عبدالرحمن، عبدالکریم ان کے خیر خلف ہیں۔ کثر اللہ امثالہم۔ خدا کا فضل و کرم ہے۔ احمد حسن صاحبزادہ سے خلق خدا مستفید ہو رہی ہے۔ اور وہ اپنے کام میں مشغول ہیں۔ کوئٹہ کے زلزلہ کے وقت کوئٹہ میں تھے۔ اور اب ان کی دختریاں جمید اللہ سلمہ اللہ کی اہلیہ ہیں۔

حضرت برادر کلاں کے باقی خلفاء کا حال عاجز کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اتنی بات متحقق ہے کہ وہ سب نام و نمود سے دُور مصروف کار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دولت و رضا سے مالا مال فرمائے۔ وَحَفِظْہِمْ وَسَلِّمْ۔

برادر عزیز حضرت ابوالسعد سالم حفظہ اللہ وسلم | آپ حضرت سیدی الوالد کے فرزند صغر
داولاد آخر ہیں۔ جمعہ ۲ صفر ۱۲۲۶ھ

مطابق ۶ مارچ ۱۹۰۵ء کو خانقاہ شریف دہلی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اتفاق سے اس وقت حافظ
عبدالحکیم سوداگر حُفَّت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرزند
عنایت کیا ہے ہم نے اس کا نام سالم مُسَلِّم رکھا۔“ حضرت سیدی الوالد نے بارہا مخلصین سے فرمایا: ”ہماری
حضرت والد کا نام عمر ہے اور ہمارا نام عبداللہ ہے۔ اور یہ نام حضرت عمر کے بڑے صاحبزادے کا ہے
رضی اللہ عنہما۔ ہم نے اُن کے صاحبزادوں کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام بلال وزید و سالم رکھے ہیں۔“

۱۳۳۴ھ کے اواخر میں جب کہ حضرت سیدی الوالد کا قیام کوئٹہ میں تھا، عاجز کو ایک کاپی ملی تھی
اس میں حضرت برادرِ کلاں جناب ہمشیرہ خور داد اور اس عاجز اور برادرِ خورد کی ولادت کی تاریخیں آپ کے
ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اور اس کے نیچے تین شعر تھے۔ دو شعر عاجز کے سلسلہ میں اور ایک شعر برادرِ خورد کے
متعلق۔ ان اشعار میں آپ نے ولادت کی تاریخ نکالی تھی۔ برادرِ خورد کے متعلق یہ شعر تھا۔

شیخ سالم ابن عبداللہ فرزندِ عمر سالِ میلادش نو شتم محترم نورِ بصر

عاجز نے مادوں کے اعداد نکالے تو ”محترم نورِ بصر“ کے عدد ۱۲۳۶ نکلے۔ عاجز نے عصر کو جب آپ
تولد باغ برائے تفریح تشریف لے جا رہے تھے اس کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ نے عدد نکالے اور توڑے
عدد کی کمی ظاہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ”تم وہ کاپی ہمارے پاس لانا تاکہ اصلاح کی جائے“ چنانچہ دوسرے
دن یہ عاجز آپ کے پاس کاپی لے گیا۔ پھر عاجز کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اصلاح فرمائی یا نہیں اور نہ
پھر وہ کاپی عاجز کو نظر آئی۔

برادرِ عزیز خَلْقُہ کمزور و ضعیف ہیں۔ اور اس کا خیال حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو بھی تھا
عاجز کو وہ دن یاد ہے جب ہم دونوں مدرسہ عبدالرب سے پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور اپنے سبق کا خلاصہ آپ کو سنایا۔ اس وقت برادرِ عزیز نے آپ سے عرض کی کہ مولوی صاحب
نے مجھ سے کہا ہے کہ کل نحو میرے کر آنا۔ یہ سن کر حضرت سیدی الوالد بہت خوش ہوئے اور آپ نے
”واہ واہ“ فرمایا اور پھر برادرِ عزیز سے ارشاد کیا: ”جس طرح زید نے ہم سے نحو میر پڑھی ہے اگر
تم اس طرح پڑھو تو ہم خوشی سے ایک دُنبہ ذبح کریں گے“ باوجود ضعف و کمزوری کے برادرِ عزیز
نے تحصیلِ علم میں اپنی مساعی جاری رکھیں۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب جناب ملا امان اللہ صاحب
اور بعض اساتذہ مدرسہ عبدالرب سے پڑھا اور پھر عاجز کے ساتھ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۱ء مصر گئے

اور چار سو چار سال نہایت محنت سے علم دین حاصل کیا۔ اس وقت جامع ازہر میں پروفیسروں کے واسطے عین سندیں تھیں۔ ابتدائی سند کا نام شہادۃ اور ثانوی کا اعلیٰ اور عالی کا عالیہ تھا۔ انھوں نے بالترتیب تینوں سندیں حاصل کیں۔ اور حدیث شریف کی اسناد عالیہ کو حاصل کرنے میں شیخ سنوسی اور شیخ بدر الدین دمشقی اور شیخ عبدالحی کتانی فاسی سے اس عاجز کے رفیق تھے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ بار بار یہ دعا کیا کرتے تھے۔ **وَاُوْرَثْنٰهُ الْقُرْآنَ وَالصُّحُفَ الْعُلٰی** اس دعا کا اثر یہ عاجز ظاہر و باہر دیکھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کامل عنایت کیا اور کتب عالیہ سے قلبی لگاؤ ہے۔ تفاسیر شریفہ، احادیث مبارکہ، فقہ اور تصوف کی نایاب کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ عمدہ کتابوں کا اجماع ذخیرہ جمع کر لیا ہے۔ سبجاوی ضلع لورالائی اور کوئٹہ میں کاشت کی کچھ زمین خرید لی ہے۔ بعض اوقات وہاں جاتے ہیں۔ جب بھی ان کے پاس علماء آتے ہیں اُن سے مسائل میں گفتگو ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں کتابوں کی اوراق گردانی ہوتی ہے۔ اُن کے مخلصین کافی ہیں اور اس عاجز کو معلوم ہوا ہے کہ بعض افراد کو خلافت بھی دی ہے حفظ اللہ تعالیٰ وسلم۔

زواج جن کے قریب ارغمان کا علاقہ ہے از توابع افغانستان وہاں کے عبدالرحمن خاں ولد نور الدین خاں حضرت سیدی الوالد کے عشاق میں سے تھے۔ ان کے والد کی عمر تقریباً ستر پچھتر سال کی تھی کہ حضرت سیدی الوالد سے آکر بیعت ہوئے۔ عبدالرحمن خاں نے ۱۳۳۳ھ میں حضرت والدہ صاحبہ سے کہا کہ میں اپنی بیٹی حضرت سالمہ صاحبہ کے عقد نکاح میں دینی چاہتا ہوں۔ برادر عزیز اس زمانہ میں تحصیل علم میں مصروف تھے اور پھر انھوں نے مہر کا سفر کیا۔ وہاں سے واپسی کے بعد انھوں نے قصد زواج کیا حضرت برادر کلاں نے قندھار جانے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ وہ اور اُن کی اہلیہ محترمہ اور برادر عزیز اور یہ عاجز دہلی سے کوئٹہ گئے۔ وہاں ایک یا دو شب قیام رہا اور جمعہ ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء کو وہاں سے قندھار کا سفر موٹر کار سے ہوا۔ عصر تک شہر قندھار پہنچ گئے اور وہاں شہر سے باہر سمت شمال سردار عبداللہ خاں کے عالی شان مکان میں قیام کیا۔ پنجشنبہ ۲۷ شوال (۲۸ نومبر) کو برادر خورد کا عقد نکاح بی بی حوا دختر عبدالرحمن خاں بارکزی سے ہوا۔ علاقہ غزنی شلگر مقرر وغیرہ سے علماء و مخلصین کی بڑی جماعت آئی تھی۔ حضرت برادر کلاں نے شریک ہونے والوں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا تھا۔ یکشنبہ یکم ذی القعدہ و یکم دسمبر کو قندھار سے روانگی ہوئی۔ ایک رات حین میں دو آئین کوئٹہ میں قیام کرتے ہوئے پنجشنبہ پنجم ذی القعدہ کو دہلی پہنچے۔ دہلی میں حضرت برادر کلاں نے دہلی کی

پر تکلف دعوت کی۔ مدرسہ عبدالرب کے حضرات اساتذہ شہر کے علمائین اور دینی و بیرون دینی کے سب غلمیں شریک ہوئے۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے برادر خورد کو چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کی ہیں۔

(۱) ابوبکر ولادت پنجشنبہ ۲۰ رزی الحجہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۴۲ء دتی میں ہوئی۔ شیخ احمد فاروقی تاریخی نام ہے۔ ان کا نکاح ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۳ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۸۳ء کو صدیقہ دختر حاجی خدامیاد قوم ترین ساکن خوشاب نزد قندھار سے ہوا۔ اللہ نے تین بیٹے عنایت کئے ہیں۔

(۱) ابراہیم، ولادت ۲۹ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ہوئی۔

(۲) اسماعیل، ولادت ۱۴ صفر ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔

(۳) اسحاق، ولادت ۲۴ محرم ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان کو عمر دے اور نیک و صالح کرے۔

(۲) شہاد، ولادت یہ چہار شنبہ ۶ صفر ۱۳۶۳ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۴۳ء دتی میں ہوئی۔

(۳) ابوحفص عمر، ولادت یہ پنجشنبہ ۲۱ محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۴۵ء دتی میں ہوئی۔

”حفظ الالاعمر“ سے سال ولادت ظاہر ہے۔ ان کا نکاح ۱۰ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۸۳ء کو سادہ دختر ملا فیض اللہ خان برادرزادہ ملا شیر محمد آخوند الگوزی ساکن شوراب، غورک سے ہوا۔ اللہ نے ۳ بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ (۱) سیمہ۔ ۱۴ رجب ۱۳۰۵ھ ۵ اپریل ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔

عمر مبارک و زود سیمہ مبارک صبیہ مبارک سیمہ

(۲) جویریہ ولادت ۲۹ شوال ۱۳۰۶ھ ۷ جولائی ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔

(۳) اسرار، ولادت یکشنبہ ۲۳ رمضان ۱۳۰۹ھ ۳۰ اپریل ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔ اللہ ان بچیوں کو عمر دے، خوش نصیب فرمائے۔

(۴) عاصم ولادت یہ شنبہ ۶ رزی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء قندھار میں ہوئی۔

(۵) جعفر، ولادت یہ پنجشنبہ ۲ رجب ۱۳۶۹ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۵۰ء کو کونڈ میں ہوئی۔

(۶) عبداللہ، لقب عامر، ولادت یہ چہار شنبہ ۸ محرم ۱۳۷۱ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو کونڈ میں ہوئی۔

(۷) عبدالعزیز، تاریخی نام شیخ دوران عبدالعزیز، معروف بہ شیخ۔ ولادت یہ یک شنبہ

۱۴ رزی القعدہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۵۳ء کو کونڈ میں ہوئی۔

(۸) فوزیہ، ولادت یہ جمعہ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۵۶ء کو کونڈ

میں ہوئی۔

(۹) قاترہ ولادت بہ یکشنبہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء کوٹھ میں ہوئی۔
یہ گولہ خیر کے شگفتہ بچوں میں۔ پروردگار جل شانہ و عظم احسان ان کو تروتازہ رکھے۔

برادر عزیز تقریباً بیس سال سے طویل تھے۔ اس عرصہ میں ان کو شدید امراض
حادثہ وفات لاحق ہوئے۔ آخر میں صد آفریں اُن پر کہ اس طویل عرصہ میں کبھی صبر و شکر کے

علامہ کوئی حرف شکایت کا زبان پر نہ آیا۔ عاجز اس طویل عرصہ میں کئی بار ان کی عبادت کے
واسطے گیا جب بھی اُن سے پوچھا۔ کیسے ہو۔ ان کا یہی جواب ہوتا تھا۔ شکر ہے خیریت سے ہوں۔

عاجز کو روزِ دو شنبہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو دن کے دیکھے ٹیلیفون
کے ذریعہ معلوم ہوا کہ برادر عزیز شدید طویل ہیں۔ عاجز نے پاکستان سے ویزہ لیا اور اتفاق سے اپر

کلاس کی ایک سیٹ ہوائی جہاز کی مل گئی اور یکشنبہ ۲۲ دسمبر کو لاہور اور ۲۸ دسمبر کو دن کے سوار دیجے
کوٹہ پہنچا اور جب یہ عاجز ان کے پاس گیا اور انھوں نے آنکھ کھول کر دیکھا، عاجز نے ان کی خیریت

دریافت کی۔ انھوں نے دایاں ہاتھ سینہ پر رکھ کر بہت دھیمی آواز سے کہا۔ شکر ہے خیریت سے ہوں۔
اور پھر بہت ہی آہستہ کہا جو اُن کے فرزند عاصم نے کان لگا کر سنا کہ میرا سلام سب کو کہہ دیں۔ اور پھر

ذکر شریف میں آنکھ بند کر کے مصروف ہو گئے۔ عاجز سمجھ گیا کہ ان کا دورِ دنیوی اختتام پذیر ہے اور
دورِ آخری کی شروعات ہے۔ اب ان کے پاس جانا اور اُن سے بات کرنے کی کوشش کرنی۔

ٹھیک نہیں ہے۔ عاجز نے ان کے فرزندوں سے کہا کہ جو میں گھنٹے ان پر نظر رہے کہ کب اور کس
وقت سفر کرتے ہیں۔ اپنے گونا گوں امراض کی وجہ سے برادر عزیز کا چہرہ زیادہ تر بائیں جانب

دبا کرتا تھا۔ روزِ شنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۲۲ دسمبر کو اُن کا چہرہ دائیں طرف ہو گیا۔ وہ قید ہو گئے
اور ذکر شریف میں مشغول ہو گئے۔ آنکھیں بند۔ منہ بند۔ چہرہ پر روقار اور پُرسکین۔ شبِ چہار شنبہ

یکم جنوری ۱۳۵۵ھ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء کو ۸ بجے کے قریب سارے شہر کوٹھ کی بھی پانچ رات
منٹ کے واسطے گئی اور جب روشنی آئی اس کے دو منٹ بعد برادر عزیز کی پاک روح ہی نہیں

کو پرواز کر گئی۔ رَحْمَتُہٗ وَاِثَابُہٗہٗ رَاجِعُوْنِ۔ عاجز کی زبان پر بے ساختہ اُس وقت آئے۔
ہم مشہور عالی ہم کی رحلتِ حباب گایا ۱۳۵۵ھ نکلے دل نے کہا یہ انعامات کی طرف سے تے

عاجز نے نفل کی۔ کو ایک سے بڑا اور اسی وقت کہنا ہے
حضرت سالم مبارک نام شان رفت ز دنیا سوسے درمیان

سان وصل پاک مشرب شد رقم رحمت یک مشرب عالی عمر

عاجز کے برادر عزیز، رفیق ازہر و سفر حجاز، عاجز کے مونس و ہدم داغ مفارقت دے گئے۔

هٰنِیْثًا لَا سُرَّ بَابِ التَّعِیْمِ نَعِیْمُهُمْ وَلِلْعَاجِزِ الْمُسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

(نعت والوں کو اُن کی نعمتیں مبارک اور اس مسکین عاجز کو اس کے غم کے گھونٹ مبارک)

برادر عزیز نے قریہ قبرانی واقع شارع سرباب میں اپنی تدفین کے واسطے حضرت والدہ صاحبہ

رحمۃ اللہ علیہا کے مزار پر انوار کے قرب میں ایک قطعو زمین کا لے لیا تھا۔ وہاں ان کی قبر بنوائی گئی

دن کے ڈیڑھ بجے "شارع حضرت شاہ ابوالخیر" سے "قریہ قبرانی" کو جو شارع سرباب پر ڈھائی میل

کے فاصلے پر ہے، جنازہ کو ایک بڑے ٹرک پر لے چلے اور تقریباً ایک سو موٹر کاروں اور آٹھ

دس ٹرکوں اور بکثرت سکوٹر دوں پر ساتھ جانے والوں کی جماعت تھی۔ عاجز نے کافی افراد نے کہا

کہ اتنی مخلوق کو نہ میں کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھی گئی ہے۔ مختلف العقائد سب شریک تھے۔

پورے تین بجے ظہر کے اس عاجز نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ نماز کی جگہ سے تدفین کی جگہ شاید ایک

سو گز ہوگی۔ جس وقت سریر المیت کو اٹھایا ہے اس وقت ہزار ہا افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

کہ چارپائی لوگوں کے ہاتھوں سے اوپر تھی۔ یہ عاجز ان کی چارپائی کے نیچے چل رہا تھا۔ عاجز نے ہاتھ

اٹھایا لیکن چارپائی کو نہ چھوسکا۔ ایک دراز قد نے بدقت پلنگ کی پٹی تک ہاتھ پہنچایا۔ جو لوگ

دور تھے وہ بیان کرتے تھے کہ ایک منور چیز لوگوں کے سروں پر چمک رہی تھی۔ عاجز کو اپنے آنکھوں

دادا حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ کے جنازہ کی کیفیت یاد آئی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ

مَنْ یَّشَاءُ۔

اُن کی عمر:- قری حساب سے ۸۲ سال ۲ ماہ ۲۹ دن

شمسی حساب سے ۷۹ سال ۹ ماہ ۱۶ دن

اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو دونوں جہان میں عافیت سے رکھے۔ وہ آپس میں مستحضر ہیں۔ اور

اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ عالیہ کو فروغ دیں۔

کارہمین است عزیزان کرام وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِذَا وَالسَّلَام

عاجز شنبہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ ۲ جنوری ۱۹۸۸ء دن کے ساڑھے تین بجے باچشم

پُر خم و دل پر غم دہلی خانقاہ شریف پہنچا۔ نہ کوئی بھائی رہا نہ بہن۔ عاجز کے حسب حال یہ شعر ہے۔

ز رفیقے نہ مونس نہ ہمدے دارم حدیث دل بہ کہ گویم عجب غمے دارم

بندہ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی مؤلف کتاب لہذا عنہ

اس عاجز کی ولادت ۲۵ شعبہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۱۵ء کو فاقہ ارشادینہ دہلی میں ہوئی اور حضرت سیدی الوالد نے اس کا نام زید رکھا۔ آپ نے فرمایا ہم نے اپنے قینوں بیٹوں کے نام حضرت عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب کے صاحبزادوں کے اسماء گرامی پر رکھے ہیں۔ آپ نے ایک کاپی کے پہلے صفحہ پر حضرت برادر کلاں جناب ہمشیرہ خورد، اس عاجز اور برادر خورد کے تولد کی تاریخیں تحریر فرمائی تھیں اور اس کے نیچے تین شعر تحریر فرمائے تھے۔ دو میں عاجز کا سال ولادت اور ایک میں برادر خورد کا سال ولادت نکالا ہے۔ برادر خورد کے تاریخی مادہ میں جو سقم تھا اس کا ذکر ان کے بیان میں گزر چکا ہے۔ عاجز کے متعلق درج ذیل دو شعر تحریر فرمائے تھے۔

حضرت زید بن عبداللہ فرزند عمر "بوالحسن عبدالغنی" تاریخ میلادش بگو

سال میلاد زید شیخ جہاں شد "محمد بشارت الرحمن"

ہمشیرہ محترمہ حیدری مرحومہ کی وفات کے بعد سے حضرت والدہ صاحبہ کے بالکل دودھ نہ تھا اس لئے جناب ہمشیرہ خورد اور ہم دو بھائیوں نے حضرت والدہ صاحبہ کا دودھ نہیں پیا اتفاق سے جناب ہمشیرہ صاحبہ کے لئے ضلع میرٹھ میں فوری طور پر اتنا دستیاب ہو گئیں اور آخر تک وہ آنا رہیں۔ انہی کا دودھ ہمشیرہ صاحبہ نے پیا۔ لیکن اس عاجز کے لئے چند ماہ تک آنا کا بندوبست نہ ہو سکا۔ لہذا عاجز پر غم و تمنع زہر خوشہ یافتہ۔ صادق آیا۔ حضرت والدہ صاحبہ سے عاجز نے سنا ہے کہ پندرہ بیس سالکات کا دودھ عاجز نے پیا ہے۔ وہ فرماتی تھیں کہ "مولوی شمس الدین میرٹھی اور حاجی فضل عمر دہلوی بدرپور کی طرف سے ایک آٹا لائے۔ لیکن تم اس کی گود میں نہیں گئے اور نہ اس کا دودھ پیا۔ حضرت صاحب کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے مولوی شمس الدین اور فضل عمر سے فرمایا۔ جاؤ اس آٹا کے متعلق معلوم کرو۔ چنانچہ ان دونوں نے جا کر معلوم کیا کہ اس کا چال چلن اچھا نہیں ہے لہذا اس کو رخصت کر دیا گیا۔ اور جب تک والدہ ملا صاحب خان زری بی کا تقرر نہیں ہوا۔ یہی ہوتا رہا کہ کچھ دن کسی نے دودھ پلایا۔ اور کچھ دن کسی نے

اپریل ۱۹۷۰ء میں حضرت سیدی الوالد حسب معمول کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں ملا صاحب نے ملا صاحب خان کو بھائی عنایت کیا۔ حضرت سیدی الوالد نے اس کا نام محمد امین رکھا۔ اور اس وقت سے والدہ ملا صاحب خان اس عاجز کو دودھ پلانے پر مقرر ہوئیں۔ تقریباً دو سال انہوں نے

دودھ پلایا۔ اور کامل چار سال تک اپنی آغوشِ محبت میں پرورش کی۔ ان کی محبت و شفقت حضرت والدہ صاحبہ کی محبت و شفقت سے کسی حال میں کم نہ تھی۔ وہ اور ان کے خاندان بہاول اور ان کے فرزند ملا صاحب خاں اور غلام محمد اور ان کی بیٹی سعیدہ حضرت سیدی الوالد کے بچے خادم اور عاشق تھے۔ جب تک یہ مبارک افراد حیات رہے ہر طرح کی خدمت کرتے رہے۔ پروردگار ان کو اجر کثیر دے۔ جناب زربنی بی صاحبہ جمعہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء کو دارِ خانی سے دارِ باقی کو سفر کر گئیں۔ رحمہا اللہ و رحم زوجہا و اولادہا و رضی عنہم۔

تربیت ہم بھائیوں کی خدمت اور تربیت افغانستان کے علماء اور صلحاء نے کی ہے۔ ہر ایک کی خدمت کے لئے ایک شخص مقرر ہوتا تھا۔ ہم کو اجازت نہیں تھی کہ کسی سے ملنے جائیں۔ نہ ہم کسی کے گھر جاسکتے تھے۔ بغیر آپ کی اجازت کے کسی کے گھر کا پانی تک نہیں پی سکتے تھے۔ آپ کے صدا مخلص دلی اور کوسٹ میں تھے۔ کسی کا گھر ہم کو معلوم نہ تھا۔ البتہ اگر کسی نے آپ کی دعوت کر دی اور آپ کے ساتھ ہمارا جانا ہو گیا اور اس کے گھر کا راستہ معلوم ہو گیا تو یہ دوسری بات ہے۔ ہم کسی کا تحفہ دہر یہ بھی قبول نہیں کر سکتے تھے۔

افغان مخلصین کے ساتھ ہنسی مذاق، سیر و تفریح، کھیل کود کی اجازت تھی۔ حضرت برادر کلاں کو شکار کا شوق ہوا۔ سید امجد علی شاہ، چودھری مولانا داخاں وغیرہ ملنے آپ سے کہا کہ شکار کی تفریح سے ان کی صحت ابھی ہو جائے گی۔ آپ نے اسی وقت اجازت دے دی کہ جاؤ بندوق خرید لو۔ آپ ہم بھائیوں کی خواہشات کو بہ خوشی پورا کرتے تھے چاہے جتنا بھی خرچ ہو جائے۔

یہ عاجز غالباً سات سال کا تھا۔ ایک دن مسجد شریف کے صحن میں کھیل رہا تھا (خانقاہ شریف میں) آپ عصر کی نماز کے واسطے تشریف لائے۔ عاجز کو دیکھ کر فرمایا: تم ابھی نماز نہیں پڑھتے۔ ملا ولی محمد نسوخیل عاجز کے خدمت گار تھے۔ اس دن سے انھوں نے وضو کرنا اور نماز پڑھنی سکھائی اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کرم ہے کہ غور و سالی سے نماز کی عادت پڑ گئی اور پھر یہ عاجز آپ کے بائیں جانب نماز میں کھڑا ہونے لگا۔

سید امجد علی شاہ سر دھنوی نے آپ سے کہا کہ اسکول میں داخل کرانا مناسب ہے تاکہ اردو، حساب وغیرہ سے واقفیت ہو جائے۔ چنانچہ پانچ سال تک عاجز نے اسکول میں ساتویں جماعت تک پڑھا۔

یکشنبہ ۹ رجب الحرام ۱۳۳۵ھ (۳۱ اپریل ۱۹۱۸ء) کو حضرت سیدی الوالد نے حاجی عبدالکریم میرٹھی

والد ماجدی رشید احمد کو تحریر فرمایا: حضرت بلال کو ساتویں جماعت سے آٹھویں میں ترقی ہو گئی، حضرت زید کو پچھٹی سے ساتویں میں ترقی ہو گئی، الخ اس کے بعد چار مہینے ہم نے اسکول میں پڑھا اور پھر اسکول چھوڑ دیا۔ اسکول میں داخلہ کی وجہ سے قرآن مجید کے حفظ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ کیونکہ مولوی صاحب سے دینیات کا سبق، قاری صاحب سے قرآن مجید کا حفظ کرنا، اسکول میں پورے وقت پڑھنا اور پھر تھوڑی دیر ماٹریے گھر پر پڑھنا ایک ساتھ رہا۔ لہذا کلام پاک کے حفظ کرنے کی سعادت سے محرومی رہی۔ اس سعاد سے محرومی کا جتنا بھی افسوس ہو کم ہے۔ ایک دن آپ نے فرمایا: تمہارے دوسرے دادا سے تمہارے باپ تک خدا کے فضل و کرم سے سب حافظ قاری، عالم اور صاحب نسبت ہوئے ہیں: اس سلسلہ ذہنیہ مبارک کی خصوصیات میں سے اعلیٰ تر خصوصیت سے یہ عاجز محروم رہا۔ بحسب اللہ و نفعم الوکیل۔

تعلیم اس ماجرنے جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب اور جناب مولا امان اللہ صاحب سے ابتدائی تعلیم کا فائدہ تک حاصل کی۔ دس پندرہ دن جناب مولوی خیر محمد صاحب سے بھی پڑھا۔ مخیر اور کافہ کا اور رقعات عالمگیری کا کچھ حصہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے پڑھا۔ آپ کے پڑھنے کا طریقہ نہایت ہی اعلیٰ تھا۔ ایک فن میں اگر ایک کتاب آپ سے پڑھ لی جاتی یقیناً اس فن کی لذت واقفیت ہو جاتی۔ رقعات عالمگیری کا سبق کیفیات کا حال ہوا کرتا تھا۔ آپ سلطان عالمگیر کا نام حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر یا کرتے تھے۔ رحمت اللہ علیہ

آپ کا معمول تھا کہ سبق پڑھ کر جب آپ کی خدمت میں ہم بھائیوں کی حاضری ہوتی تھی تو ہم سے سبق کا خلاصہ دریافت فرماتے تھے۔ سبق کا حاصل وہی شخص بیان کر سکتا ہے جو سبق کو پوری طرح سمجھ گیا ہے۔ اس طرح آپ کے استفسار فرمانے کا اثر یہ ہوا کہ پوری توجہ سے سبق پڑھتے تھے بلکہ سبق حقیقی معنوں میں سبق ہوا کرتا تھا۔

اگرچہ علم عزم کے رسائل بعد میں پڑھے لیکن آپ نے خورد سالی سے ٹہر نہیں کرا کے اس فن کی تعلیم دے دی۔ آپ کوئی شعر پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس تقطیع کرو۔ اور ہم برادران تقطیع کیا کرتے تھے۔ اس طرح عملی طور پر آپ نے یہ فن سکھا دیا۔

یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ آپ نے علم کی لذت سے ہم کو بہرہ ور کیا۔ آپ مبارک ادعیہ ماثورہ اور عربی اشعار پڑھتے تھے اور ان کا ترجمہ بیان فرماتے تھے۔ بعض اوقات ہم سے ترجمہ کر داتے تھے۔ آپ کے اس عمل سے دل میں رغبت پیدا ہوتی تھی کہ اس مبارک دعا کو یاد کریں اور اس قصیدہ کو سمجھیں۔ آپ نے قصیدہ منفرجہ شیخ عبدالرحمن سہلی کے سات مبارک اشعار قصیدہ ہمزہ و بڑہ

کے بعض مبارک اشعار اور بعض دوسرے اشعار پڑھائے۔ اگرچہ پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن وہ علالت اسی طرح تازہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طلب علم کا جذبہ اسی طرح شباب پر ہے۔

ہر چند پیر خستہ دل ناتواں شدم ہر گز کہ یاد روئے تو کرم جواں شدم
آپ نے ۱۳۳۹ھ میں ہم تینوں بھائیوں کو مدرسہ مولوی عبدالرب واقع گندہ نالہ ایشین کے عقب میں داخل کیا۔ ۱۳۴۰ھ میں یہ عاجز کامل طور پر دو سال کے لئے مدرسہ سے وابستہ ہو گیا اس مدرسہ میں جناب مولانا عبدالوہاب جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ جناب مولانا محبوب الہی صاحبان سے علوم متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی و حضرت مولانا محمد شفیع کے حلقہ میں کیا۔ صبح بخاری، صبح مسلم اور سنن ابن ماجہ حرقاً حرقاً از اول تا آخر مولانا عبدالعلی سے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد و نسائی مولانا محمد شفیع سے پڑھیں۔ دورہ میں پچاس ساٹھ افراد ہوں گے۔

مولانا عبدالعلی غلط پڑھنے والے کو زبرد تو بیخ فرماتے تھے۔ بخاری شریف کے چار پانچ سبق عاجز کے داخل ہونے سے پہلے ہو چکے تھے۔ اور اس چار پانچ دن میں جناب مولانا کو دورہ میں پچاس ساٹھ طالبان علم کے پڑھنے کا اندازہ ہو گیا تھا۔ لہذا جب پہلے دن یہ عاجز آپ کے دورہ میں شریک ہوا تو آپ نے اپنے پلنگ کے جہت غرب موڑھا رکھوایا۔ چونکہ آپ ساہا سال سے مفلوج تھے اور حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ پلنگ پر گاؤ تکیہ سے سہارا لے کر بیٹھتے تھے۔ آپ کا کمرہ مسجد شریف کے دالان کی سمت جنوب میں تھا۔ آپ کا پلنگ دروازہ سے متصل رہتا تھا اور مسجد شریف کے دالان میں طالبان علم دائرہ طویلہ کی شکل میں ہوتے تھے یہ عاجز آپ کے کمرے میں مونڈھے پر بیٹھتا تھا اور صبح بخاری آپ کے پلنگ پر رہتی تھی۔ آپ نے پہلے ہی دن اس عاجز سے فرمایا: ”صاحبزادے تم پڑھو“ چنانچہ اس کے بعد سے آپ کے سامنے قرارت اس عاجز کے حصہ میں آئی۔ بخاری شریف کے چند اوراق کے سوا، تمام بخاری اور صبح مسلم اور سنن ابن ماجہ از اول تا آخر عاجز نے پڑھی۔ بخاری شریف کے وہ چند اوراق جو پہلے ہو چکے تھے مولانا محمد شفیع سے خصوصی طور پر پڑھے۔ ایک دن صبح کے درس میں عاجز کو غالباً دس منٹ کی تاخیر ہو گئی۔ جب یہ عاجز پہنچا تو ایک طالب علم پر حضرت مولانا ناراض ہو رہے تھے۔ اور اس عاجز کو بعد میں طالبان علم سے معلوم ہوا کہ اس دس منٹ کے عرصہ میں دو طالبان علم نے بخاری شریف

پڑھنے کی کوشش کی ایک بنگالی تھے اور دوسرے سرحد کے افغانی، لیکن مؤثق نہیں ہوئے۔ عاجز کے پہنچنے پر حضرت مولانا نے ذرا بلند آواز سے فرمایا: صاحبزادہ اتنی دیر کیوں لگا دی؟ عاجز نے غدر بیان کیا اور دریافت کیا۔ کہاں سے پڑھوں۔ آپ نے فرمایا: ان کو پڑھنا کب آتا ہے وہاں سے پڑھئے جہاں کل چھوڑا ہے۔

اس عاجز کا قاعدہ تھا کہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کرتا تھا۔ جب بخاری شریف میں حدیث شفاعت کے اس حصہ پر پہنچا۔ فَأَقُولُ يَا رَبِّ اٰثْمُنْ لِيْ فَيَمُنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ وَلٰكِنْ وِعْزَتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَايَ وَعَظَمَتِيْ لِأَخْرِجَنَّ عَنْهَا شَيْئًا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو مطالعہ کے وقت شرح و حواشی کا مطالعہ کیا اور جب حضرت مولانا کے سامنے یہ مبارک حدیث پڑھی تو کچھ خاموش ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عاجز نے علماء کرام رحمہم اللہ کا کچھ کلام ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: میاں صاحبزادہ جب اللہ کی رحمت کا ذکر عام ہے تم کیوں اس کو مستفید کرتے ہو؟ یہ فرما کر آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی مبارک مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عاجز نے لائی منظومہ میں کہا ہے:

مؤید بھی اپنی لگائے کا آس کہابر کرم سے بٹھالے پیاس

یہ عاجز مولانا محمد شفیع کے دس میں سامع رہتا تھا۔ دس پندرہ دن گزرنے پر حضرت مولانا نے ایک دن فرمایا۔ صاحبزادے آپ کیوں نہیں پڑھتے۔ عاجز نے کہا۔ کہ حضرت مولانا عبد العلی کے سامنے عاجز ہی قرات کرتا ہے، کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ اب اگر آپ کے سامنے بھی یہ عاجز پڑھنا شروع کر دے تو رفقاء کو عاجز سے شکایت پیدا ہوگی۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ ان کو پڑھنا نہیں آتا سبق بہت تھوڑا ہو رہا ہے اس لئے آپ پڑھا کریں۔ عاجز نے کہا۔ جس دن آپ فرمائیں گے قرات کر دوں گا۔ کیونکہ عاجز ہر روز مطالعہ کر کے آتا ہے اور ہر روز قرات کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں آپ دوسرے تیسرے دن عاجز سے پڑھنے کو فرماتے تھے اور پھر زیادہ تر قرات عاجز ہی کرتا تھا۔ جس دن عاجز نے صحیح امام بخاری ختم کی حضرت مولانا عبد العلی کے شانہ پر ایک بڑا رد مال پڑا تھا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے رد مال کے کونے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ صاحبزادے یہ گرہ کھولو عاجز نے گرہ کھولی تو ایک اشرفی برآمد ہوئی۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ صاحبزادے یہ قبول کرو۔ اس وقت آپ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ یاد آ گئے اور ان کے واسطے دعا فرمائی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے بخاری مسلم اور ابن ماجہ پڑھانے کے بعد عاجز سے فرمایا۔ صاحبزادہ کچھ اور شروع کر لو۔ پھر فرمایا۔ قصیدہ بردہ پڑھو۔ چنانچہ بیس پچیس دن اس مبارک قصیدہ کا سبق ہوا

اور آپ کے عشق نبوی کا کچھ اندازہ اس وقت ہوا۔ یہ عاجز قصیدہ کا مبارک شعر پڑھتا تھا اور آپ کی کنگوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا تھا۔ آپ اتنا روتے تھے کہ تکلم نہیں فرما سکتے تھے۔ آپ کی لمحہ مبارک سے آنسو کے قطرے ٹپکتے تھے۔ آپ کو اپنے استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت سیدی اللہ اللہ قدس اللہ اسرارہما سے بھی کامل قلبی تعلق تھا۔ جب بھی ان دو حضرات کا ذکر فرماتے تھے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ یہ عاجز آپ کے یمن فوائد ذکر کرتا ہے۔

۱۔ جب حدیث لا تشد الرحال عاجز نے پڑھی تو آپ نے یہ واقعہ بیان کیا: حضرت مولانا قاسم کے ایک مخلص تھے۔ وہ ضلع میرٹھ کے تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ وہ حج کو گئے۔ ان کے رفقاء جلاہے تھے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ میں وہاں بڑوں کو جلاہا کہتا ہوں۔ جب حج سے یہ لوگ فارغ ہوئے، اور انھوں نے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو جلاہوں نے میاں عبداللہ سے کہا۔ میاں صاحب اب مدینہ منورہ کا سفر کرنا ہے، تم کیا نیت کرو گے۔ آیا مسجد نبوی کی یا آپ کی زیارت کی۔ میاں صاحب نے کہا۔ میں ان پرٹھ ہوں، آپ صاحبان عالم ہیں۔ آپ بتائیں کہ آپ کس کی نیت کریں گے۔ جلاہوں نے کہا۔ ہم تو مسجد نبوی کی نیت کریں گے اور وہاں پہنچ کر زیارت بھی کر لیں گے۔ یہ سن کر میاں صاحب نے ہاتھ جوڑ کر جلاہوں سے کہا۔ میں تو اس مبارک ذات کی نیت کروں گا جن کے طفیل سے اس مسجد شریف کو یہ منزلت ملی ہے؟ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت مولانا کے آنسو جاری ہو گئے اور دو تین منٹ تک آپ روتے رہے۔

۲۔ عاجز نے جب حدیث شریف لَوْلَا قَوْمٌ حَدَّثُوا عَمِّي بِالْإِسْلَامِ پڑھی تو آپ نے فرمایا۔ حرمین محترمین کے مزارات مبارک کے گنبدوں اور عمارتوں کو نجدیوں نے توڑا۔ اور اس حدیث شریف کی رو سے اُن کا فعل ناجائز ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سلم افراد کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی عمارت کو اپنی اصل حالت پر نہیں کیا تا کہ ان کا دل رنجیدہ نہ ہو حالانکہ وہ قبلہ ہے۔ نجدیوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو اپنے اس شنیع فعل سے آزرہ کیا ہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ خواب دیکھا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور اونٹ کی نگیں مولانا کے مونڈھے پر پڑی ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کیفیت میں ہیں جس کا بیان محدثین نے کیا ہے۔ البتہ آپ کی لمحہ مبارک حلق شدہ ہے اور میں آپ کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا ہوں۔ اس خواب کو میں نے حضرت مولانا سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت مبارکہ کی ہے اور آپ کا اظہارِ خلقِ لمحہ کی صورت میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اب آپ کی یہ مبارک سنت ترک کر دی جائے گی۔ مولانا کی وفات ۱۳۹۷ھ میں ہوئی ہے، ان دنوں دارِ می منڈالے کا روز افزوں رواج مولانا کے خواب کی صحیح تعبیر بن کر سامنے آرہا ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت اور مہربانی کا بیان یہ عاجز کیا کرے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے۔

شعبہ ۹ محرم ۱۳۳۶ھ کو نصف شب کے بعد سے مینہ برسنا شروع ہوا اور فجر کو موسل دھار بارش ہو رہی تھی۔ چتلی قبر کے پاس گھٹنوں سے اوپر پانی بہ رہا تھا۔ لہذا عاجز مدرسہ نہ جاسکا۔ دس گیارہ بجے جب مینہ ٹھما عاجز نے دو عدد آم حضرت مولانا کے واسطے اور دو عدد حضرت مولانا محمد شفیع کے واسطے ارسال کئے۔ ان دونوں حضرات نے رقعے تحریر فرمائے۔ حضرت مولانا نے تحریر فرمایا: مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو عدد انبہ بڑے آپ کے بھیجے ہوئے پہنچے۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیراً۔ صبح سے ارادہ تھا کہ اگر آپ تشریف لادیں تو چار عدد انبہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مگر آپ بارش کی وجہ سے نہ آ سکے۔ باری تعالیٰ کو جب کوئی چیز پہنچانی ہوتی ہے تو وہ اس کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔ آپ کے خادم انبہ لے کر آئے۔ اُن کے ہاتھ میرا ارادہ پورا ہو گیا۔ ان میں دو عدد ٹنگڑے کے اور دو عدد ثمر بہشت کے ہیں۔ ثمر بہشت اعلیٰ درجہ کا آم ہے۔ ایسا عمدہ آم انبہ میں کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ زیادہ والسلام۔

راقم آپ کا دعا گو عبد العلی عفی عنہ دہلی مورخہ ۹ محرم الحرام اور حضرت مولانا محمد شفیع نے تحریر فرمایا: "مولانا صاحب السلام علیکم۔ آپ کا ہدیہ انبہ دو عدد بندہ کے پاس پہنچا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اور حضرت مولانا عبد العلی صاحب کے پاس بھی ہدیہ پہنچا۔ آج بہ درجہ بارش کے طلبہ مدرسہ میں نہیں آئے۔ اس وجہ سے میں نے سبق ترمذی شریف کا نہیں پڑھایا۔"

محمد شفیع عفی عنہ از مدرسہ عبدالرب

پروردگار جل شانہ ان حضرات کی قبور کو انوار سے معمور فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ مدرسہ عبدالرب کے پانچ اساتذہ کرام اس عاجز کے مرثیٰ و معلم تھے۔ ان میں سے جناب مولانا مولوی عبد الوہاب تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جانے سے پہلے عاجز کے پاس تشریف لائے۔ وہی آخری ملاقات تھی۔ پھر ان کی کوئی خبر نہ ملی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں قیام فرمایا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ باقی چار حضرات کی وفات کی تاریخیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی کی وفات یکشنبہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء دلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں ہوئی اور حضرات محدثین پاک نہاد کے جوار میں ہندوؤں کے قبرستان میں "نم کنوم العروس" استراحت فرما رہے ہیں۔

۲۔ جناب مولانا محمد شفیع داماد حضرت مولانا محمود الحسن کی وفات ۹۲ سال کی عمر میں دوشنبہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرما رہے ہیں۔

۳۔ جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ کی وفات شنبہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۶۶ء دلی میں ہوئی اور کوٹلہ فیروز شاہ کے پاس قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا محبوب الہی فرزند علامہ مولانا عبداللہ المومن کی وفات جمعہ ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۷۱ء دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرما رہے ہیں۔

اللَّهُمَّ هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ قَدْ أَحْسَنُوا إِلَيَّ فَأَحْسِنِ إِلَيَّ وَارْضَ عَنْهُمْ وَلِرَحْمَتِ الرَّحْمَنِ وَعَلَّامِ الْغُيُوبِ وَرَبِّي أَنَا وَاللَّهُمَّ اجْزِهِمْ عَنِّي خَيْرَ الْجَزَاءِ وَارْضَ عَنْهُمْ وَلِرَحْمَتِ الرَّحْمَنِ۔

عاجز نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا علمی ذوق دیکھا تھا اور خواہش تھی کہ وہ کیفیت حاصل ہو۔ اس مقصد کو حاصل کر لے کے لئے جامع ازہر مصر جانے کا قصد کیا۔ حضرت والدہ صاحبہ قدس سرہ نے بخوشی اس عاجز اور برادر خود کو مصر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

دلی سے شنبہ ۲۲ رذی القعدہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۲۰ء بمبئی کو اور مصر کا سفر بمبئی سے شنبہ ۳ رذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۱ اپریل کو سمندری جہاز سے فورٹ سیڈ مصر روانگی ہوئی۔ جمعہ ۱۲ رذی الحجہ یکم مئی کو مصر پہنچے اور وہاں شارع ازہر جدید پر احمد قبانی کی عمارت میں چوتھی منزل کا ایک حقہ کرایہ پر لے کر قیام کیا۔ برادر عزیز ساتھ تھے۔

علماء مصر کے متعلق بہت کچھ غلط باتیں لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں اور اس کی غالباً بڑی وجہ مسئلہ لمحہ ہے۔ مصر میں حضرت امام مالک کا مذہب تھا اور پھر شوافع تھے۔ احناف بعد میں زیادہ ہوئے ہیں۔ مالکیہ کے مذہب میں اتنی دائری ضروری ہے کہ مرد اور عورت میں پہچان ہو جائے اور دیکھنے میں چہرے پر دائری نظر آجائے۔ لہذا وہاں اکثر علماء کی دائری خشکی ہوتی ہے اور عام طور پر سب مالکیہ کے مسلک پر نظر آتے ہیں۔ چونکہ مصر میں اصول فقہ کو پوری تحقیق و تدقیق سے پڑھنے میں اس لئے وہاں غیر مقلد کا وجود نہیں ہے۔ وہاں کے علماء کا مسلک عقائد میں علماء اہل سنت کے مسلک پر ہے۔ اور وہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے مسلک کا زور دیتے ہیں اور اس

سلسلہ میں رسائل لکھتے رہتے ہیں۔ علامہ یوسف دہلوی شافعی کی بصارت نہیں تھی۔ ان کی توبہ بصر بھی توبہ بصیرت میں منتقل ہو گئی تھی۔ وہ صبح کی نماز کے بعد بخاری شریف کا درس دیتے تھے اُن کے درس میں علماء کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ یہ عاجز بھی ان کے درس میں شریک ہوا ہے۔ شیخ صادی حدیث شریف پڑھتے تھے اور پھر وہ بیان کیا کرتے تھے۔ پہلے اسماء الرجال پر بحث کرتے تھے۔ پھر حدیث شریف کے لطائف و عجائب کا بیان، اس سلسلہ میں معانی بیان بدیع اور نحو کے متعلق بھی بیان ہوا کرتا تھا۔ اور پھر ائمہ کے مذاہب کا ان کی تقریر کیا ہوتی تھی علم کا دریا بہتا تھا۔ ان کی تقریر کے دوران سب طالبان علم ہمہ تن گوش ہوتے تھے۔ تقریر تمام ہونے پر قدسے توقف کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لے۔ تقریباً سو اگھنٹے ان کا درس ہوا کرتا تھا۔ سال بھر میں پانچ چھ پارے سے زائد نہیں ہوتے تھے۔

اس عاجز کے وقت میں ازہر کے تیس مائے ناز علماء کی ایک جماعت تھی اور اس جماعت کو ”بیعت کبار علماء“ کہتے تھے۔ جو بھی اس بیعت کا رکن ہوتا تھا اس کو تیس مصری پونڈ ہر ماہ اس اعزاز کے بلا کرتے تھے۔ اس وقت میں ایک مصری پونڈ ہندوستان کے چودہ روپے کے برابر تھا۔ علماء کی یہ جماعت مختار تھی کہ جس وقت چاہے پڑھائے لیکن ہفتہ میں چار سبق سے کم نہ ہوں، اگر زائد پڑھائیں تو ان کی خوشی۔ شیخ ازہر اور وکیل شیخ ازہر اور کلیات ازہر کے مشائخ اسی جماعت میں سے ہوا کرتے تھے۔

شیخ یوسف کے علمی مضامین مجلہ نور الاسلام میں چھپتے تھے۔ ان کے بعض رسائل بھی ہیں۔ ازہر کے اساتذہ میں سے شیخ علی شائب عاجز کے نہایت مشفق استاد تھے۔ عاجز نے ابن عقیل اُن سے پڑھی۔ تقریباً ۵۰ سال کی عمر کے تھے۔ ان کا مذہب شافعی تھا لیکن حنفی مذہب کو نہایت دقت نظر سے پڑھا تھا۔ اُن کے صاحبزادے حنفی تھے اور ازہر کے قسم نظامی کے اساتذہ میں سے تھے۔ شیخ علی شائب کو حنفی ”کہا کرتے تھے۔ یعنی حنفی شافعی۔ وہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ منظر یہ خالدیہ میں بیعت تھے۔ جب اس عاجز نے ہندوستان آنے کا قصد کیا تو اُن سے ملنے اُن کے گھر گیا۔ اس وقت اُن کے شیخ طریقت ان کو توجہ دے رہے تھے۔ اتفاق سے ایک شخص نے عاجز کا تعارف کرایا کہ یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہے اور حضرت عبداللہ شاہ غلام علی قدس سرہ کی خانقاہ شریف واقع دہلی میں رہتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا اہم گرامی سن کر وہ اور اُن کے شیخ طریقت نور اکھرے ہو گئے اور عاجز سے نہایت محبت

سے ملے۔ اور پھر شیخ علی شائبہ نے فرمایا۔ یا شیخ زید! تم نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ اتنی مدت تک اپنا تعارف نہ کرایا۔ عاجز نے اُن سے کہا۔ عاجز علم ظاہر کے حاصل کرنے کے واسطے آیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ آپ سے دو سال تک پوری طرح استفادہ کیا۔ پھر انھوں نے اور ان کے شیخ نے ہاتھ اٹھا کر دیر تک عاجز کے واسطے دعا کی، کچھ نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا۔ دیکھو ابن تیمیہ کے شذوذات سے اور محمد بن عبد الوہاب کے مسلک سے بالکل دور رہو۔ رحمۃ اللہ علیہما ورضی عنہما۔

ازہر کے علماء اعلام میں سے علامہ شیخ محمد نجیب المطبعی الحنفی نہایت بن رسیدہ تھے۔ اپنے زمانہ میں فقہ حنفی کے ائمہ اعلام میں سے تھے۔ اُن کے صاحبزادہ مملکت مصریہ کے قاضی القضاۃ تھے اور ”انعمار امتی ما بین التثنین الی التبعین“ کے مصداق ہو کر رحلت کر چکے تھے۔ ان کے پاس حدیث شریف اور فقہ حنفی کی اعلیٰ سند تھی۔ عاجز اُن کے گھر گیا اور اُن سے حدیث مسلسل بالاولیۃ سنی اور اجازت حاصل کی۔ آپ نے اپنا قلمی اجازت نامہ عاجز کو دیا اور فرمایا نقل کر کے لے آؤ۔ چنانچہ جب میں نقل کر کے اس کو آپ کے پاس لے گیا تو آپ نے اس پر دستخط کئے اور مہر لگائی۔ یہ واقعہ پنجشنبہ ۱۴ شعبان ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۳۴ء کا ہے۔ جمعہ ۲۰ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو یہ آفتاب علم غروب ہو گیا۔ جامع ازہر شریف میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ ازہر کے تمام علماء موجود تھے۔ اس عاجز نے بھی نماز میں شرکت کی۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

حضرت شیخ کے پاس اقطار عالم سے مسائل کے متعلق استفعتے آیا کرتے تھے۔ اگر آپ کے پاس مشروبات جدیدہ یا اشیاء حادثہ کے متعلق سوال آتا تھا تو آپ اس مشروب یا اس شے کے متعلق یورپ و امریکہ کے اس کارخانہ سے حقیقت دریافت فرمایا کرتے تھے جہاں وہ بنتا تھا۔ جب وہاں سے جواب آجاتا تھا اور آپ اس کی حقیقت سے واقف ہو جاتے تھے تو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ نے اصول فقہ میں مسئلہ الوصول لشرح نہایت السؤل ”چار جلد میں تحریر فرمائی ہے۔ نہایت اعلیٰ کتاب ہے اور اس کے علاوہ آپ کے کثیر رسائل ہیں۔

مصر میں شیخ محمد حبیب اللہ بن شیخ عبد اللہ بن شیخ مایابی الجکینی الیوسفی نبأ الشفیعی قلیاً المالکی مدینہ کا قیام تھا۔ یہ اپنے وطن سے ہجرت کر کے شریف حسین کے زمانہ میں مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں نجدیوں کا تصرف حرمین شریفین پر ہوا اور انھوں نے وہاں مقامات مقدسہ و مزارات مبارکہ کی بھرتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس وقت حضرت شیخ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے حرم محترم میں نجدیوں کی ہنجیئت پر رد و نکیر کی۔ نجد کے علماء سے ان کے مناظرے

ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور وہ غالب رہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ملک عبدالعزیز نے ان کو حجاز مقدس سے نکال دیا۔ اس کی خبر مصر کے بادشاہ "ملک فواد" کو ہوئی۔ انھوں نے حضرت شیخ کو مصر میں ٹھیرایا اور وہ اخیر وقت تک مصر میں درس و تالیف میں مصروف رہے۔ اس عاجز نے اُن سے حدیث مسلسل بالاولیٰ سنی اور اجازت عامہ حاصل کی۔ یہ واقعہ ۲۰ صفر ۱۳۵۷ھ کا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے دادا کی شہرت نامائی سے اس لئے ہوئی کہ اُن سے سائل نے جو بھی طلب کیا انھوں نے دیا کبھی انکار نہ کیا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت شیخ کی تالیفات میں سے "زاد المسلم فیما اتفق بخاری و مسلم" مشہور کتاب ہے۔

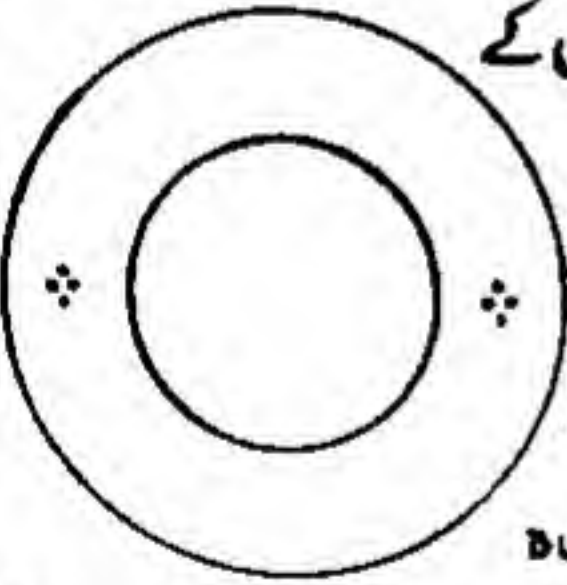
یہ عاجز مصر میں تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ محدث غرب السید محمد عبدالحی الکتانی المغربی الفاسی حجاز مقدس کو جاتے ہوئے چند روز کے واسطے مصر میں ٹھیرے ہیں۔ چونکہ اُن کے پاس حدیث شریف کی نہایت اعلیٰ اسناد تھیں، عاجز نے ان کو ایک پرچہ لکھا کہ یہ عاجز اور اس کے برادر خور شیخ سالم آپ سے حدیث مسلسل بالاولیٰ کو سننا اور اجازت عامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عاجز نے اپنا نام اس طرح لکھا: ابوالحسن زید بن ابی الخیر عبداللہ بن عمر بن احمد سعید بن ابی سعید المجددی الفاروقی۔ اور یہ پرچہ ایک شخص کے ہاتھ ارسال کیا۔ آپ نے وقت دیا اور اس وقت یہ عاجز مع برادر خور پہنچا آپ دیکھ کر کھڑے ہوئے اور فوراً بیٹھ کر حدیث مسلسل مع سند کے روایت کی۔ آپ نے وہ سند بیان کی جو آپ کو اپنے والد سے اور اُن کو حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے پہنچی تھی۔ اور پھر علماء اترہرے جو آپ سے ملنے گئے ہوئے تھے خطاب کر کے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا"۔ (تم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اصحاب کے سپرد کرو) آپ سب گواہ رہیں کہ میں آج امانت اس کے اصحاب کو دے رہا ہوں۔ میرے والد نے ان کے دادا کے چچا سے اجازت حاصل کی تھی اور میں اُن کے بھائی کی اولاد کو اجازت دے رہا ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے اجازت نامہ عاجز کو دیا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔ یہ واقعہ ۱۴ رذی القعدہ ۱۳۵۷ھ کا ہے۔

اسی سال عاجز نے دمشق الشام کے محدث شہیر شیخ بدرالدین کو خط لکھا کہ عاجز اور اس کے برادر خور آپ سے حدیث شریف کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے دونوں کو اجازت نامے ارسال فرمائے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مصر سے ۱۳۵۷ھ کا حج برادر خور اور اس عاجز نے کیا۔ مکہ مکرمہ میں شیخ ابوالفیض ابوالاسعاد عبدالستار صدیقی فرزند مولوی عبدالوہاب دہلوی ثم المکی سے مسلمات سنیں۔ انھوں نے اپنا رسالہ

”المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی“ دیا اور اس عاجز نے نقل کیا۔ اس رسالہ کا تہمہ الخاتمہ انھوں نے نہیں لکھا تھا۔ عاجز کے کہنے سے انھوں نے لکھا اور اس کی نقل اپنے ہاتھ سے کر کے مصر میں اس عاجز کو ارسال کی اور اجازت نامہ بھی خود تحریر کر کے دیا۔ اس کا نام ابو الفیض والاسعاد من رب العباد بذکر الاسناد لسلاۃ الامجاد“ رکھا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ ۱۳ محرم ۱۳۵۱ھ کا ہے۔ حرمانہ ورضی عنہ۔

مکہ مکرمہ میں عاجز نے برادر محترم حضرت ابوالشرف عبدالقادر شرف سے کہا کہ مجاہد کبیر السید احمد الشریف السنوسی سے حدیث الرحمة المسلسل بالاولیۃ اور بقیہ مسلسلات روایت کرنی اور اجازہ عامہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ اُن سے وقت لے لیں۔ برادر مہربان ان کے پاس گئے اور اُن سے وقت لیا۔ چنانچہ پنجشنبہ ۲۷ محرم ۱۳۵۱ھ دن کے ۹ بجے عاجز و برادر خورد مع بھائی ابوالشرف صاحب کے اُن کے زاویہ گئے۔ اُن کے خادم نے بیٹھک میں بٹھایا اور کہا کہ حضرت شیخ نہار ہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد وہ بلا لے آیا ہم تینوں پہنچے۔ آپ نے نہایت لطیف کپڑے پہن رکھے تھے۔ عود و بخور جلا رکھا تھا۔ عطر کا استعمال بھی کیا تھا۔ ہم کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور پھر فوراً بغیر کچھ بات کہے دو زانو بیٹھ کر پہلے حدیث مسلسل بالاولیۃ پڑھی اور پھر اپنے جد امجد السید الامام محمد بن علی السنوسی کی کتاب ”التحفة الشریفۃ والبعیۃ السریۃ المنیفۃ“ کے بارہویں باب سے مسلسلات سنائیں۔ ہر مسلسل کو اسی صفت سے روایت کیا۔ یہ دس مسلسلات ہیں۔ جب آپ مسلسلات سنا چکے اور آپ نے قلمی اجازت نامہ عنایت کیا کہ عاجز اس کی نقل کرے تو عاجز نے کہا۔ آپ یہ مسلسلات بھی عنایت کر دیں تاکہ ان کو بھی نقل کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے قلمی کتاب کا وہ حصہ بھی دیا۔ دو تین دن میں عاجز نے اُن کو نقل کر لیا اور جناب بھائی ابوالشرف صاحب کے ساتھ اُن کے پاس گیا۔ انھوں نے اجازت نامہ پر دستخط کئے اور اجازت نامہ پر



عاجز کا نام لکھا اور مہر لگائی۔ آپ کی مُدَوَّر مہر اس شکل کی ہے

بیچ کے گول دائرے میں ”المقتبس نور فیض، الفتح القدوسی
والمؤید بنصر اللہ المعید المبدی؛ مملوک ولی نعمتہ ومیدہ

الامام المہدی؛ خلیفۃ خادم الاسلام الغازی؛ فی سبیل اللہ احمد الشریف؛ السنوسی“

چھ سطروں میں یہ عبارت ہے۔ اور حاشیہ کے دائرے میں یہ شعر ہے۔

فَاتَّ بِیْ ذِمَّةً مِنْهُ یَسْمِیْتِیْ بِأَحْمَدَ وَهُوَ أَوْ فِی الْخَلْقِ بِالذِّمِّ

پہلا مصرع دائرے کے نصف تحتانی میں اور دوسرا مصرع دائرے کے نصف فوقانی میں ہے۔

کل دائرہ کی لمبائی چوڑائی ایک انچ اور پچ انچ ہے۔ اس میں سے اندر کا دائرہ ۱۱ انچ ہے۔ اور پچ انچ کا دوسرا دائرہ ہے جس میں شعر ہے۔

جس وقت حضرت سنوسی عاجز کے اجازت نامہ پر دستخط و مہر لگا رہے تھے۔ ایک الزابادی آگئے۔ غالباً یہ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے طریقت کے متعلق کچھ سوال کیا اور جناب بھائی ابوالشرف صاحب نے ترجمانی کی۔ الزابادی صاحب کے استفسار سے آپ پر گرانی ہوئی اور آپ نے گہرا کر فرمایا: میرا طریقہ طریقہ محمدیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جتنا اضافہ کر سکتے ہو کرو اور ان کے دین اسلام کی جان و مال سے خدمت کرو۔ میں اور کچھ نہیں جانتا۔

یہ عاجز مع برادر خورد مکہ مکرمہ زاد ہا اللہ شرفاً سے مہر روانہ ہوا۔ اور حضرت سید احمد سنوسی مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ عاجز مہر شنبہ ۱۰ صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۲ء کو پہنچا اور میں بائیس دن کے بعد سنا کہ حضرت سید احمد سنوسی مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ عاجز نے ان کو حقیقی معنی میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق پایا۔ ان کی تمنا تھی کہ کسی طرح اسلام کی عزت ہو اور نصاریٰ کے تعرت سے ممالک عربیہ آزاد ہوں۔ ۱۳۳۳ھ تک اٹلی وغیرہ سے جہاد کرتے رہے اور پھر مکہ مکرمہ تشریف کے آئے اور وہاں سے اپنے مخلصین کو ہدایات بھیجتے رہے اور خود حجاز مقدس میں نظر بند رہے، بالآخر اپنے حضرت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جان نثار کی۔

مَنْصِبُ الدُّهُورِ وَمَا تَكُنْ بِمِثْلِهِ وَلَقَدْ أَتَى فَجَعَزَ عَنْ نَظَرِهِ

رحمۃ اللہ ورضی اللہ عنہ و قدس سترہ۔

برادر عزیز حفظہ اللہ و سلم نے جامع ازہر میں داخل ہو کر تحصیل علم کے سلسلہ میں خوب ہی کوشش کی۔ انھوں نے ۱۳۵۲ھ میں پہلے درجہ کا امتحان دیا (ازہر اے اغراب) اور اس میں کامیاب ہوئے۔ اس کی سند کو ”شہادہ“ کہتے ہیں۔ پھر ۱۳۵۳ھ میں دوسرے درجہ کا امتحان دیا۔ اور کامیاب ہوئے اور اس کی سند کو ”اُخْلَیَہ“ کہتے ہیں۔ اور پھر ۱۳۵۴ھ میں تیسرے درجہ کا جو کہ آخری درجہ ہے امتحان دیا اور اس کی سند حاصل کی جو کہ ”عالمیہ“ ہے۔

اس عاجز کا ارادہ امتحان دینے کا نہ تھا۔ لیکن وہاں کے رفقاءے پاک منش شیخ حسین فوائلی، شیخ احمد علی مالاباری، شیخ مختار جبرتی، شیخ مصطفیٰ مغربی وغیرہم نے اہار کیا اور مائیت کے امتحان میں تقدیم کی درخواست لکھ دی۔ ان دوستوں کے اہار پر عاجز نے درخواست پر

پر دستخط کر دیئے۔ چنانچہ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء میں امتحان ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کامیاب کیا۔

اس زمانہ میں جامع ازہر کی دو قسمیں تھیں۔ ایک نظامی اور دوسری موقت۔ پہلی قسم کی تعلیم عصرِ مدینہ کے کالجوں کے طرز پر تھی۔ چار سال کا نصاب ابتدائی کا، پانچ سال کا ثانوی کا اور تین سال کا عالی کا اور پھر تخصّص کے دو سال۔ یہ سب امتحان تحریری ہوتے تھے۔

پروسیسوں کے امتحان کے لئے چار چار علماء کی جماعتیں مقرر ہوتی تھیں۔ ہر جماعت کو بُجّہ کہتے تھے۔ یہ بُجان طالب علم کا کتابوں میں زبانی امتحان لیتی تھیں۔ ہر بُجّہ میں ایک رئیس ہوتا تھا اور باقی تین اس کے معاون ہوتے تھے۔ ایک بڑی میز کے گرد پانچ کرسیاں ہوتی تھیں۔ چار پر علماء کرام اور ایک پر امتحان دینے والا ہوتا تھا۔ عالمیہ کا امتحان (۱) فقہ (۲) اصول فقہ (۳) تفسیر (۴) حدیث (۵) مصطلح حدیث (۶) توحید (۷) نحو (۸) صرف (۹) معانی (۱۰) بیان (۱۱) بیع (۱۲) منطق، میں ہوتا تھا۔ حقیقی معنوں میں امتحان اصول فقہ میں اور پھر معانی و بیان میں ہوتا تھا۔ یہ عاجز اپنے امتحان کی کیفیت تحریر کرتا ہے۔

صبح آٹھ بجے یہ عاجز حضرات ممتحنین کے پاس پہنچا۔ ان حضرات نے دس پندرہ منٹ عاجز سے باتیں کیں۔ اور یہ ان کا طریقہ تھا تا کہ طالب علم کو سکون قلب حاصل ہو۔ گفتگو کے دوران میں انھوں نے محسوس کیا کہ عاجز کو عربیت سے کچھ مناسبت ہے۔ لہذا دریافت کیا کہ تم نے عربیت کہاں سیکھی۔ عاجز نے کہا کہ خصوصی اساتذہ سے اور کچھ عرصہ مصر کے "دارالعلوم" میں پڑھ کر۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اب امتحان شروع ہوا اور سو اٹھ گھنٹے تک اصول فقہ میں استفسارات کرتے رہے۔ پھر معانی و بیان میں تقریباً پون گھنٹہ لگا اور باقی علوم میں تقریباً پون گھنٹہ صرف ہوا۔ پروردگار جل شانہ دعم احسانہ کا کرم تھا کہ عاجز سوالات کے درست جواب دیتا رہا۔ البتہ علم معانی میں اُن کے ایک سوال کا جواب دینے سے قاصر رہا۔ جناب صدر نے عاجز سے کہا۔ کیا تم سوال سمجھ گئے ہو۔ عاجز نے کہا۔ پوری طرح سوال کو نہیں سمجھ سکا ہوں۔ انھوں نے نہایت محبت سے سوال کا اعادہ کیا اور عاجز سوال کو سمجھ گیا۔ لیکن جواب معلوم نہ تھا لہذا خاموش رہا۔ صدر صاحب نے دریافت کیا کہ کیا سوال سمجھ گئے ہو۔ عاجز نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا۔ تم سوال کا اُما کرو۔ عاجز نے سوال کو پوری طرح بیان کر دیا۔ فرمایا اس کا جواب کیا ہے۔ عاجز نے کہا۔ یہ سوال نظر سے نہیں گزرا ہے لہذا جواب سے قاصر ہے۔ فرمایا اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم اس کا جواب تم کو بتائیں۔

عاجز نے کہا۔ استفادہ ہی کے لئے مصر میں آمد ہوئی ہے۔ اگر آپ بتائیں گے تو عاجز کو بڑی مسرت ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے جواب بیان کیا اور پھر عاجز سے جواب کا اعادہ کرایا۔ جب امتحان سے فارغ ہو گئے دریافت کیا کہ تمہاری آمد کس مقصد سے ہوئی ہے، کیا کسی ادارہ نے تم کو بھیجا ہے یا تمہارا ارادہ کہیں ملازمت کا ہے۔ عاجز نے کہا کہ نہ کسی ادارہ نے بھیجا ہے اور نہ کہیں ملازمت کرنے کا قصد ہے۔ ملاوت علم کھینچ کر لائی ہے اور ان شاء اللہ کتابوں کے مطالعہ میں یہاں سے جا کر عمر گزرے گی۔ اس جواب کو سن کر چاروں حضرات بہت خوش ہوئے اور انھوں نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے۔ سورہ فاتحہ پڑھ کر، جیسا کہ مصر کے علماء و فضلاء کا طریقہ ہے، دعا کی جس محبت سے ان حضرات نے دعا کی اس کی یاد خانہ قلب میں مکنون ہے۔ اور یہ عاجز اکثر ان کے واسطے دعا کرتا رہتا ہے۔ دعا کے بعد جناب صدر نے فرمایا: یا شیخ زید! عالمیہ کی سند کے یہ معنی ہیں کہ یہ شخص خانہ علم کی کنجی کا حامل ہو گیا ہے۔ اب اس کو چاہیے کہ خانہ علم کے دروازے کے قفل کو کھولے اور اس گھر کے محتویات پر نظر ڈالے۔ وہاں رطب و یابس، اچھا بُرا ہر قسم کا مال ہے۔ جو اچھی چیز ہو اس کو لئے، بُری چیز سے اپنے کو بچائے۔ امورِ نافذ میں معروف رہے اور دایہ سے اجتناب کرے۔ یہ نصیحت فرما کر ان حضرات نے عاجز کو رخصت کیا۔ تقریباً ایک بجے وہاں سے اپنی قیام گاہ پر آیا۔ اگرچہ رسمی طور پر نتیجہ کا اعلان رمضان شریف میں ہوا لیکن خصوصی طور پر اسی دن عصر کی نماز کے بعد اذہر شریف میں عاجز کو علم ہو گیا۔ یہ عاجز عصر کی نماز سے فارغ ہوا تھا کہ دو شیخ کہ جن سے یہ عاجز چند ماہ سے پڑھ رہا تھا نہایت محبت سے تشریف لائے اور فرمایا: یا شیخ زید مبارک یعنی مبارک ہو۔ تمہارے لجنہ کے صدر ابھی مجھ کو ملے تھے انھوں نے تمہارا ذکر کیا۔ وہ تم سے بہت خوش تھے اور کہا کہ وہ اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے ہیں۔ وَهَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي۔

مصر سے واپسی | مصر میں قیام یکشنبہ ۲۶ رمضان ۱۴۵۳ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء تک رہا۔ اس دن وہاں سے عصر کو بیت المقدس کے لئے روانہ ہوئے۔ اور دو شنبہ

۲۷ رمضان کو بیت المقدس پہنچے۔ زاویۃ البنود کے ایک کمرے میں سامان رکھا ناظر حسن اس زاویہ کے شیخ تھے۔ محبت سے ملے۔ وہاں سے حرم شریف کے دروازہ باب فیصل گئے اور اپنے رفیق درس شیخ اسعد الامام الحمینی سے ملے اور ان کے ساتھ صفحہ اثنتا اور جامع عمر گئے۔ عصر کو سیدنا داؤد علیہ السلام کی زیارت کی۔ رشتہ ۲۸ رمضان (۲۴ دسمبر) شیخ اسعد کے ساتھ سیدنا خلیل الرحمن گئے اور وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی۔ وہاں سے حضرت زکریا علیہ السلام کی زیارت کرتے ہوئے

یافا گئے۔ اور پھر یہودیوں کا بسایا ہوا شہر تل ابیب دیکھا اور شام تک بیت المقدس پہنچے۔ انطاہر و طعام کا بندوبست عبدالسلام افغانی نے کیا تھا۔ وہ سوق شماع میں رہتے ہیں۔ چار شنبہ ۲۵ رمضان (۲۵ دسمبر) کو کنیہ قیام کی سیر کی اور اس کے دروازے کے سامنے وہ چھوٹی مسجد شریف دیکھی جو کہ اس مقام پر بنائی گئی ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تھی۔ اور پھر بیت اللحم جا کر دیکھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مقام ہے۔ اتفاق سے وہ تاریخ نصاریٰ کے نزدیک یوم میلاد تھی اس لئے اس کنیہ میں نصاریٰ کی کثرت تھی اور ان کی عبادت ہو رہی تھی۔ وہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام، اریحا، اور بحیرہ لوط و کوہ طور گئے۔ مغرب تک مسجد اقصیٰ واپسی ہوئی۔ مسجد عمر میں نماز پڑھی۔ اتفاق سے امام صاحب نہیں آئے تھے۔ لوگوں نے عاجز سے کہا کہ نماز پڑھائے چنانچہ اس مبارک مسجد میں مغرب کی نماز عاجز نے پڑھائی۔ بیت المقدس میں مولانا محمد علی جوہر کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

پنجشنبہ ۳ رمضان (۲۶ دسمبر) صبح ۷ بجے قدس سے دمشق کے واسطے روانہ ہوئے۔ قدس میں تین رات شیخ اسعد کے مکان میں رہے۔ قدس سے نابلس، حلیفہ ہوتے ہوئے ناصرہ پہنچے۔ بس بدل کر ظہر کی نماز پڑھ کر طبریہ، قنیطرہ ہوتے ہوئے ساڑھے پانچ بجے دمشق پہنچے۔ طبریہ کے بعد نہر شریعت ملی جو کہ شام اور فلسطین کی سرحد ہے۔ ساحۂ شہدار میں، بیروت ہوٹل میں قیام کیا۔

جمعہ یکم شوال (۲۷ دسمبر) صبح سوا سات بجے (طلوع آفتاب سے بیس منٹ بعد) جامع اموی میں حید کی نماز پڑھی۔ مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور مسجد کے صحن کے متصل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی قبر بتائی جاتی ہے۔ ظہر کو شیخ اکبر محی الدین بن عربی اور شیخ عبدالغنی نابلسی قدس اللہ سرہاں کے مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالغنی کے پاس اُن کے فرزند اور فرزند کے فرزند اور ان کے فرزند مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شنبہ ۲ شوال (۲۸ دسمبر) دمشق سے بیروت موٹر میں گئے۔ ایک رات وہاں اہرام ہوٹل میں رہے۔ وہاں کے عجائب خانہ کو دیکھا۔ بازار سے کچھ کتابیں لیں اور یکشنبہ کو دن کے تین بجے روانہ ہو کر ساڑھے پانچ بجے دمشق پہنچے۔

دوشنبہ کا دن دمشق میں رہے اور یہاں سے بھی کچھ کتابیں خریدیں اور شنبہ ۵ شوال (۳۱ دسمبر) کو صبح ۹ بجے بغداد کے لئے روانہ ہوئے۔

ہم نے عربی کمپنی "شرکت دبس نکاش" کی بس کے ٹکٹ لئے۔ شرکت کے مالکان نے ہم سے کہا کہ چار پانچ دن کا کھانا اپنے ساتھ رکھ لو۔ چنانچہ ڈبل روٹیاں، پنیر، مکھن وغیرہ ساتھ رکھ لیا۔ بس ایرکٹڈیشن تھی۔ دمشق سے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء صبح کے نو بجے بس روانہ ہوئی۔ ظہر کو "أبو الشامات" پہنچے۔ یہ ملک شام کی آخری جوقی ہے۔ یہاں آدھ گھنٹہ توقف کر کے سفر شروع کیا۔ رات کے نو بجے ایک نالے کے پاس پہنچے۔ یہ جگہ دمشق سے ۲۶۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ نالے میں برساتی پانی آگیا تھا اس لئے رُکنا پڑا۔ وہاں ایک بس چار دن سے کھڑی تھی، رات وہاں بسر کی، رات بھر ترشح ہوتی رہی۔ صبح کو جب موٹر سے نکلے تو زمین پر برف کی ہلکی تہہ جمی ہوئی تھی۔ یکم جنوری کو دمشق سے دو بسیں اور آگئیں ڈرائیوروں نے ایک بس کو سامان اور مسافروں سے خالی کیا اور کوشش کر کے اس کو نالے سے پار کیا۔ اور پھر رستہ سے دوسری بس کو اس سے باندھا اور اس طرح چاروں بسیں پار ہوئیں۔ عصر کو ان چاروں بسوں کا قافلہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ عشاء کے قریب بسیں ٹھیر گئیں۔ کیونکہ ڈرائیوروں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اندھیرے میں بس کسی جگہ دھنس نہ جائے۔ پنجشنبہ ۷ شوال (۲ جنوری ۱۹۳۶ء) آفتاب نکل آنے پر وہاں سے روانہ ہوئے اور دوپہر کو بارہ بجے "رُتبہ" پہنچے۔ یہ مملکت عراق کی پہلی جوقی ہے۔ یہاں ہم سب مسافروں نے ناشتہ کیا۔ دو دن کے بعد پینے کو چائے لی۔ وہاں سے روانہ ہو کر رات کے ڈھائی بجے "الترمادی" پہنچے۔ یہاں پاسپورٹ دیکھے گئے۔ رات کا باقی حصہ یہاں بسر کیا۔ جمعہ ۸ شوال (۳ جنوری) دن کے ساڑھے دس بجے روانہ ہو کر ایک بجے ظہر کو بغداد پہنچے۔

مصر سے جب قنطرہ پہنچے تو حکومت مصر نے مسافروں کے سامان کی تلاشی لی اور نہر شریعت کے پاس شام کی حکومت نے اور بغداد میں عراقی حکومت نے تلاشی لی۔ تلاشی نہایت سخت لیتے ہیں۔ خاص کر مصری اور عراقی۔ قنطرہ میں عاجز نے تلاشی لینے والے افسر سے کہا۔ اگر اجازت دو تو ہم جا کر کھانا کھالیں اور سحری کر لیں۔ اس نے اجازت دی اور ہم دونوں نے سحری کر لی۔ واپسی پر وہ افسر ملا۔ اس نے پاسپورٹ دیکھے اور تلاشی لئے بغیر اپنے ایک آدمی سے کہا۔ ان دونوں کو ریل میں آرام سے بٹھا دو۔ نہر شریعت پر ترشح ہو رہی تھی۔ سب مسافروں کا سامان دیکھا گیا لیکن ہمارے پاسپورٹ دیکھ کر کہہ دیا۔ ان کے سامان کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ بغداد میں ہم دونوں بیٹھے رہے۔ جب سب مسافر چلے گئے تو ہم اٹھے تاکہ سامان کھولیں۔ اتنے میں افسر آیا اور اس نے پاسپورٹ دیکھ کر کہا۔ تم یہاں کتنا ٹھیرو گے۔ عاجز نے کہا۔ زیارت مبارکہ کر کے چلے جائیں گے۔ اُس نے تلاشی

نہیں لی۔ بلکہ اپنا آدمی بھیج کر بھی منگوائی، اس پر سامان رکھوایا اور اپنے آدمی کو ساتھ کیا اور اس سے کہا۔ ان کو نعمان ہوٹل لے جاؤ، ہوٹل کے منجر سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ ان دو مسافروں کو آرام دہ جگہ دیدو۔ ہم دونوں کا سامان جو کہ مصر میں بندھا تھا دہائی تک کہیں نہیں کھلا۔ ہر جگہ کے افسران مہربان ہوئے۔ وَهَذَا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا قَدْ لَمْ الشُّكْرُ۔

ہم کو عراق سے ۳۴ جنوری کو کراچی روانہ ہونا تھا۔ لیکن راستہ میں تاخیر کی وجہ سے عراق میں گیارہ جنوری تک رُکنا پڑا۔ لہذا دہائی حضرت برادر کلاں کی خدمت میں تارارسال کیا کہ ہم گیارہ جنوری کو روانہ ہو کر ۱۶ جنوری کو کراچی پہنچ رہے ہیں۔

شنبہ ۹ رضوال (۳۴ جنوری) بغداد شہر کی سیر کی پھر کر رخ گئے۔ مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے اور دریا کی سیر کرتے ہوئے شام تک ہوٹل آگئے۔ یکشنبہ کو کربلا اور نجف جانے کا قصد کیا۔ دوایرانی آقائے پرتوی اور آقائے حُسام رفیق سفر ہو گئے۔ لہذا ایک موٹر کار کرایہ پر لے کر روانہ ہوئے۔ بغداد سے کربلا ایک سو کلومیٹر اور وہاں سے نجف اتنی کلومیٹر ہے۔ اس زمانے میں راستہ نہایت خراب تھا۔ جاتے وقت کربلا نہیں ٹھہرے۔ دو بجے تک نجف پہنچے۔ وہاں سے واپسی میں پانچ بجے کربلا آئے۔ دونوں جگہ اثنا عشریہ کا کامل تصرف ہے۔ مزارات کا طواف کیا جاتا ہے اور طواف کے بعد مزار کو سجدہ کرتے ہیں۔ کربلا میں اتفاق سے ایک جنازہ آگیا اس کو سات مرتبہ قبر کا طواف کرایا اور پھر قبر کے پاس رکھا۔ ایک مجتہد اس میت کے سر کے پاس بیٹھا اور اس نے صاحب قبر سے اس کا حال بیان کیا کہ یہ آپ کے غلاموں میں سے ہے۔ پھر اس نے میت کے دربار کو بشارت دی کہ صاحب قبر نے اس کی بخشش کر دی ہے۔ کربلا میں قبر کے پائنتی ایک گڑھا دو گڑھا ایک گڑھا جوڑا بنا رکھا ہے۔ زائرین سے کہتے ہیں یہاں نفل پڑھو اور اس کے پاس دیوار میں ایک سبز پتھر لگا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو بوسہ دو۔ اثنا عشریہ نے ان مزارات کو بمنزل بیت اللہ بنا رکھا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْنَ الْخَالِصُ هَذَا هُوَ اللّٰهُ۔ دو شنبہ ۱۱ رضوال اَعْظَمِيَّة گئے۔ امام الامام حضرت ابو حنیفہ نعمان کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ سبحان اللہ کیا ہی مبارک و پُر انوار و پُر اثر مقام ہے۔ امام موفق نے اپنی کتاب "مناقب الامام ابی حنیفہ" کے جز دوم صفحہ ۱۹۹ میں حضرت امام شافعی کا یہ قول بہ سند متصل نقل کیا ہے: "اَتَى لَا تَبْرُكُ بِابِي حَنِيفَةَ وَاجَى اِلَى قَبْرِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَعْنَى ذَا ثَرًا فَذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَجِئْتُ اِلَى قَبْرِهِ وَمَسَّأْتُ اللّٰهَ تَعَالَى الْحَاجَةَ عِنْدَهُ فَمَا تَبَعْدُ عَنِّي حَتَّى تَقْضَى" یعنی میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز آپ کی قبر پر حاضر ہوتا

ہوں، یعنی زیارت کے لئے۔ اور جب بھی کوئی حاجت مجھ کو پیش آتی ہے میں دو رکعت پڑھ کر آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں تو کچھ زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ یقیناً آپ کی قبر مطہر جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے قبولیت نما کے لئے مجرب ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہاں قلب کو کامل سکون ملتا ہے۔ اور تعلق الی اللہ نقد وقت ہوتا ہے۔ آپ کے مزار شریف کے چاروں طرف کٹھرا لگا ہوا ہے، اس پر آپ کا نام اور حال اور آپ کی مدح کتہہ ہے اور لکھا ہے کہ آپ کے مزار شریف کی اصلاح و مرمت ملک فیصل پسر شریف حسین کے زمانہ میں ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔ اعظمیہ سے حضرت پیران پیر غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مزار شریف کی زیارت کو گئے۔ آپ کا مزار مبارک شہر میں ہے بلکہ نعمان ہوٹل کے قریب ہے۔ افسوس صد افسوس وہاں کے مجاوروں اور خادموں نے پانچ منٹ بھی سکون سے نہ بیٹھنے دیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بار دیگر آستانہ مبارک پر حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت امام اعظم کا مزار شریف اگرچہ دو میل کے فاصلہ پر تھا مگر جائے سکون اور زائر کے لئے بمنزلہ بہشت کے تھا۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد کے رابا کسے کارے نہ باشد

(بہشت وہ جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ کسی کا کسی سے کوئی واسطہ نہ ہو)

لہذا دو تین مرتبہ وہاں حاضری ہوئی۔ سہ شنبہ ۱۲ ارشوال کو کاظمین گئے۔ چار شنبہ ۱۳ ارشوال آقائے پرتوی اور آقائے حسام کے ساتھ مدائن گئے۔ طاق کسریٰ دیکھا جس کی بلندی ۵۵ میٹر ہے۔ یہ ایک بلند ڈاٹ ہے۔ مدائن میں حضرت سلمان فارسی حضرت حذیفۃ الیامانی، حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہم کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوئے۔ پنجشنبہ ۱۴ ارشوال مشفق عراقی جا کر دیکھا۔ کسی کے جسم کا اوپری حصہ جو کہ سنہ ۲ قبل میلاد المسیح علیہ السلام کا بنا ہوا ہے دیکھا۔ یہ برونز کا ہے یعنی کانسی کا۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ڈھالا گیا ہے۔ جمعہ ۱۵ ارشوال (۱۰ جنوری) کو عصر کے ساڑھے چھ بجے ریل سے بصرہ کو روانہ ہوئے۔ شنبہ ۱۶ ارشوال (۱۱ جنوری) صبح ساڑھے سات بجے بصرہ پہنچے۔ ہم نے یہ سفر ریل کے دوسرے درجہ میں کیا۔ بصرہ کے اسٹیشن ماسٹر ہندوستان کے ایک بوڑھے ہندو تھے وہ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ تھوڑے فاصلہ پر سمندر میں وہ جہاز بھی کھڑا تھا جو ہندوستان جا رہا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا جہاز ڈوبیجے روانہ ہوگا۔ اگر آپ صاحبان سیر کرنے کو جانا چاہتے ہیں تو سامان یہاں چھوڑ دیں۔ میں سامان جہاز پر پہنچا دوں گا اور آپ لوگ ایک بجے جہاز پر پہنچ جائیں۔

ہم دونوں بھائیوں نے سامان اُن کے حوالہ کیا۔ جو اُجرت انہوں نے طلب کی وہ اُن کو دی اور رسید لے کر اسٹیشن سے باہر آئے۔ ایک موٹر والے سے بات ہوئی کہ وہ ہم کو حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کے مزارات پر لے جائے اور پھر جہاز تک پہنچائے۔ جب موٹر روانہ ہوئی ڈرائیور سے گفتگو کے دوران عاجز نے محسوس کیا کہ وہ عرب نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ وہ پنجاب کا ہندو ہے اور کئی سال سے بصرہ میں رہ رہا ہے وہیں شادی کر لی ہے اور اب اس کے تین چار بچے ہیں۔ ماں باپ بھی پنجاب میں موجود ہیں۔ اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ہم بھی ہندوستانی ہیں تو بہت محبت سے پیش آیا۔ وہ ہم کو تینوں مبارک مزارات پر لے گیا اور واپسی میں کچوروں کے کارخانہ لے گیا۔ وہاں سے ہم نے دو پیٹیاں عمدہ کچوروں کی خریدیں اور ایک بچے تک جہاز پر آگئے۔

پنجشنبہ ۲۱ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۶ء صبح کے پانچ بجے جہاز کراچی پہنچا تو بچے ہم جہاز سے اترے۔ حضرت برادر کلاں اور ان کے ساتھ اُن کے سات ساڑھ فرزند میاں بسید الرحمن منجھلے بہتونی جناب فواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب انصاری پانی پتی، جناب حافظ اشفاق الہی صاحب میرٹھی، حضرت عبداللہ جان آقا صاحب فرزند کلاں حضرت جناب محمد حسن جان صاحب ساکن ٹنڈہ سائیں دادا حاجی فقیر محمد اور ان کے فرزند عبداللہ جان کو ٹنڈہ والے اور چند افراد کو منتظر پایا۔ اللہ جل شانہ و عم احصاؤ نے سبکے ملایا۔ فخر خاندان مجددیہ حضرت محمد حسن صاحب ایک ہفتہ پہلے تشریف لائے تھے اور اب انہوں نے اپنے فرزند کو بھیجا تھا۔ لہذا جمعہ ۲۲ شوال ۱۶ جنوری کو ہم سب ٹنڈہ سائیں دادا گئے جو حیدر آباد سندھ سے بیس بائیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک رات حضرت کے پاس قیام کیا، اُن کی دعائیں حاصل کیں۔ ۱۸ جنوری کو دتی کے واسطے روانہ ہوئے اور دوشنبہ ۲۵ شوال (بہ حساب ہند کے ۲۴ شوال) ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء صبح آٹھ بجے دتی پہنچے۔

وصول بمسقطِ راس | حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ نے تمام مخلصین کو اطلاع کردی تھی اور سب کام منتظیلین کے سپرد کر دیا تھا۔ جس وقت دتی

کے اسٹیشن پر ریل پہنچی ہزار ہا افراد کا اجتماع تھا۔ گھوسی کے حضرت الاستاد مولانا محمد عمر اور مدرسہ عبدالرب کے حضرات اساتذہ اور میرٹھ، بلند شہر، کوسی، لاہور، امرتسر، پانی پت، ہالنسی، سرسہ، ریلواری اور افغانستان و بلوچستان کے مخلصین اور افغانستان کے قونصل جنرل صلاح الدین خاں سلوٹی موجود

تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کو صلاح الدین خاں کی موٹر میں بٹھایا اور حضرت برادر کلاں اور تمام مخلصین پا پیادہ روانہ ہوئے۔ موٹر کو مخلصین پاک نہاد چلاتے ہوئے خانقاہ شریف تک لائے۔ یہاں سب حضرات کو حضرت برادر کلاں نے عمدہ اور مکلف فطوریہ پیش کیا۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔

عاجز معر گیا۔ وہاں کے علمائے کرام کی صحبت میسر ہوئی، ان سے فوائد کثیرہ حاصل **فائدہ سفر** کئے۔ وہاں کے علماء کو اہل ہند ابھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور اس کی بڑی وجہ مسئلہ لمحہ ہے اور بعض افراد ان حضرات کا استخفاف بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں مدار تقویٰ یک مشت لمحہ پر ہے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے۔

۱۔ مرا پیر دانائے روشن شہاب دو اندر ز فرمود بر روئے آب

۲۔ یکے آنکہ بر غیر بد میں مباش دوم آنکہ بر خویش خود میں مباش

۱۔ مجھے دانائے روشن شہاب نے دریائی سفر میں دو نصیحتیں کیں۔

۲۔ ایک یہ کہ دوسرے کے عیب نہ دیکھ۔ دوسری یہ کہ اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر۔

عاجز نے وہاں کے علماء کرام کو اخلاق فاضلہ سے متصف پایا۔ عقائد میں راسخ القدم ہیں۔ علماء کا احترام کرتے ہیں۔ کسی کی غیبت نہیں کرتے، کسی کو برا نہیں کہتے۔ بیشک وہاں کے علماء کا مسلک مسئلہ لمحہ میں مالکیہ کے قول پر ہے۔ علامہ شیخ محمد بن حاتم الطیسی الحنفی اپنے وقت کے مسلم فقیہ تھے۔ ان کے زمانے میں نقد حنفی میں ان جیسا تبخیر شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ ان کی دائرہ بھشکل ایک انگشت کی ہوگی۔ عاجز نے وہاں کے علماء کو ائمہ اربعہ کا مقلد اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق پایا۔ اگر وہ کسی کو غفہ کی حالت میں دیکھتے تھے تو نہایت محبت سے کہتے تھے: "مَا عَلَيْنِش، مَتَلِ عَلَي الشَّيْبِي" یعنی کوئی بات نہیں۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور پھر نہایت محبت سے تحفہ درود و سلام بارگاہ نبوت میں پیش کرتے تھے۔ ان کے اس طریقہ سے لڑنے والے بھی ٹھنڈے پڑ جاتے تھے۔ اور اگر وہ کوئی بات بھول جاتے تھے تو اس کو یاد کرنے کے لئے درود شریف پڑھتے تھے اور وہ بات ان کو یاد آ جاتی تھی۔

مسائل کے بیان کرنے میں محتاط ہیں۔ مسئلہ میں پوری تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے علمائے کرام کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں۔ پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن کسی دوسرے کا استخفاف نہیں کرتے۔ البتہ علمی پیرایہ سے اس کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔

رحمہم اللہ و اکرم و نزہم در فی غنم

مولانا عبداللطیف عیاض ایک دن خانقاہ شریف کی مسجد شریف میں دھوپ میں بیٹھا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ عاجز نے دیکھا ایک صاحب تشریف لائے ان کے ساتھ دتی کے ایک جوان بھی تھے۔ انھوں نے مسجد شریف میں دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر مہجر شریف کے اندر گئے اور فاتحہ پڑھی۔ جب مہجر شریف سے باہر آئے عاجز نے ان کی طرف دیکھا۔ انھوں نے سلام کیا۔ عاجز نے دریافت کیا۔ کیا آپ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب تو نہیں ہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ جی ہاں میں عبداللطیف ہوں۔ یہ سن کر عاجز اٹھا اور ان سے کہا۔ حضرت آپ تو میرے استاد الاستاد ہیں اور میرا نام زید ہے۔ یہ سن کر آپ نہایت محبت سے ملے۔ عاجز نے کہا کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو تھوڑی دیر تشریف رکھیں تاکہ یہ عاجز کچھ استفادہ کرے آپ نے بخوشی منظور فرمایا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت مبارک مجلس رہی۔ آپ حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب ساکن گھوسی کے محترم استاد ہیں۔ عاجز نے آپ سے مصرعہ حجاز کے استفادہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہندوستان میں ایک سند عالی حضرت مولانا فضل رحمان کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں ان ہی سے بیعت ہوں اور میں نے آپ سے حدیث مسلسل بالاولیہ سنی ہے اور حدیث کی اجازت حاصل کی ہے۔ پھر آپ نے حدیث مسلسل بالاولیہ حدیث الرحمة عاجز کو سنائی اور اجازت عنایت کی۔ اس عاجز کا سلسلہ حدیث ان دو حضرات کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچتا ہے۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ہٰذِہِ النِّعْمَۃِ**۔ آپ نے فرمایا میں کوچہ پنڈت ہر سال آکر گیارہویں شریف کے موقع پر بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ رات میں نے بیان کیا تھا۔ پھر یہ عاجز ایک مرتبہ علی گڑھ ان کی قیام گاہ پر گیا۔ نہایت ہی محبت سے ملے۔ اس وقت آپ کچھ اونچا سننے لگے تھے۔ اور ضعیفی بڑھ گئی تھی۔ آپ نے اپنی تالیف قیم شرح ترمذی عاجز کو دکھائی۔ عاجز نے تقریباً آدھ گھنٹہ اس کا مطالعہ کیا اور پھر آپ سے مرخص ہوا۔ دو تین سال کے بعد آپ عازم ملک بھاہو گئے۔ آپ کا وطن افضل گڑھ ضلع بجنور تھا اور مولانا لطف اللہ علی گڑھ کے شاگرد تھے۔ آخر میں آپ نے علی گڑھ میں قیام فرمایا تھا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

عاجز نے اپنے حضرات اساتذہ کرام کا ذکر کر دیا ہے۔ جو کچھ بھی اس عاجز کو نصیب ہوا ہے وہ انہی حضرات کرام کی تربیت کا اثر ہے۔ پروردگار ان بزرگواران کے مراتب کو بلند کرے اور رؤفًا جنات میں ان حضرات سے ملائے۔ **وَمَا ذٰلِکَ عَلٰی اللّٰہِ بِعَزِیزٍ**۔

تالیفات اللہ تعالیٰ جل شانہ و عظم احسانہ کا فضل و کرم ہے کہ اس عاجز کو کتب مینی کا شوق ہے

قدار کی تالیفات سے بھی ہے۔ ان حضرات کی تالیفات میں خیر و برکت پائے جاتے ہیں اور انہی کی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا ہے۔ اور ایسا تا بعض خواہم جمع کر کے کسی نام سے موسوم کر دیتا ہے۔ عاجز نے اب تک جو تالیفات کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ الأسانید العالیہ مع فوائد الشہادۃ۔ عربی میں ہے۔ چھپی نہیں ہے۔

۲۔ الخیر المزیذ فی اعراب الآیۃ و کلام التوحید۔ عربی میں مسئلہ عربی میں لکھی ہے چھپی نہیں ہے۔

۳۔ القول النبی فی الذب عن الطبع عبد النبی۔ فارسی میں تالیف کبیر ہے جو کہ مسئلہ میں تالیف ہوئی ہے۔ حضرت شاہ عبد النبی قدس سرہ کے رسالہ شفا السائل پر ایک شخص نے اعتراضات کئے ہیں۔ عاجز نے ان کا جواب لکھا ہے۔ ایک سو کے قریب مسائل پر تفصیلی بحث ہے۔ چھپی نہیں ہے۔

۴۔ الجوتی مسئلہ البیوتہ و النبیۃ۔ فارسی میں تالیف کبیر ہے جو کہ مسئلہ میں لکھی گئی ہے۔ چھپی نہیں ہے۔ تقریباً ساٹھ ستر علماء اس کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ایک صاحب نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور ایک صاحب اُن سے برائے مطالعہ لے گئے اور واپس نہ کیا۔ مترجم صاحب آخر تک اس میں ہی کرتے رہے۔ رحمہ اللہ

۵۔ بزم خیر الزید در جواب برہم جمہید۔ اردو میں مسئلہ میں لکھی گئی ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ پر جو غلط الزامات فائدہ کئے گئے تھے اور ایک صاحب نے جب وہ رسالہ عاجز کو دکھایا تو یہ رسالہ معروض وجود میں آیا اور چھپ کر اہل علم کے پاس پہنچا۔ اس رسالہ کا کچھ خلاصہ اس کتاب مقامات خیرہ میں آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ داؤد و عناد سے سب کو محفوظ رکھے۔

۶۔ مجموعہ خیر البیان مشتمل بر۔ رسائی۔ (۱) خیر البیان فی مولد سید الانس و الجان (۲) خیر المورث فی اثبات المولد (۳) نظم شمائل (تاریخی نام) یعنی منظوم مولود شریف۔ یہ تینوں رسائل اردو میں ہیں اور مسئلہ میں چھپ گئے ہیں۔

۷۔ مناجات السیر و مدارج الخیر۔ فارسی میں ہے۔ اس میں سلوک نقشبندیہ مجددیہ کا بیان ہے مسئلہ میں یہ کتاب چھپ گئی ہے۔

۸۔ تقویم خیری (تاریخی نام ہے) مسئلہ میں لکھی گئی ہے۔ چھپی نہیں ہے۔ تقویم قری بحری اور تقویم شمسی میلادی کا بیان ہے۔ قری تاریخ کو شمسی تاریخ میں اور شمسی تاریخ کو قری تاریخ میں تحویل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ رسالہ خیر المقال فی ردیۃ الہلال۔ اردو میں مسئلہ میں لکھا اور اسی سال چھپا۔

۱۰۔ ماذا قال الایمۃ فی ابن تیمیہ - تاریخی نام "ماذا قال الایمۃ یازید" ہے جس سے ۱۳۸۷ھ نکلتا ہے۔ یہ کتاب اردو میں ہے چھپی نہیں ہے۔ (۱۳۹۵ھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی طباعت "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء کے نام سے عمل میں آئی۔

۱۱۔ مسئلہ ضبط ولادت - تاریخی نام ہے جو کہ ۱۳۸۹ھ میں تالیف ہوا اور چھپا۔ اردو میں ہے۔
۱۲۔ منہج لا تبار فی السلام علی الانبیاء والرضاعین الاولیاء - ۱۳۹۰ھ میں پہلے اردو میں لکھا گیا اور چھپا۔ پھر فارسی میں لکھا اور چھپا۔

۱۳۔ رسالہ وحدۃ الوجود - ۱۳۹۰ھ میں اردو میں تالیف ہوا اور چھپا۔ فارسی میں بھی لکھا گیا ہے جواب تک چھپا نہیں ہے۔ (اللہ کے فضل سے فارسی نسخہ بھی چھپ گیا)

۱۴۔ النبیات من الطبقات - ۱۳۹۱ھ میں طبقات ابن سعد کا مطالب کیا۔ اس کے بعض اہار و ریاحین کا ایک گلدستہ بہ نام النبیات مرتب کیا۔ عربی میں ہے۔ چھپا نہیں ہے۔

۱۵۔ مقامات خیر - تاریخی نام ہے اور یہی زیر نظر کتاب ہے۔ جو اللہ کے فضل و کرم سے تالیف ہو چکی ہے اور کاتب کتابت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیر سے منقہ شہود براس کو جلوہ گر فرمائے۔ الحمد للہ پنجاہ سالہ تمنا پوری ہوئی۔ اب وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول کرے۔

نیا و ردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز و من چیزت
(میں گھر سے کوئی چیز نہیں لایا۔ سب کچھ تو نے دیا میں تیرا ہوں)

مزید تالیفات | ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۲ء) میں کتاب مقامات خیر چھپی تھی۔ اس وقت آخر کتاب میں عاجز نے لکھا تھا "الحمد للہ پنجاہ سالہ تمنا پوری ہوئی۔ اب وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول کرے۔" طباعت کے چند سال بعد برادر طریقت حافظ جمیل الرحمن خاں نے عاجز سے کہا کہ مجلہ برہان ازماہ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ مطابق اپریل ۱۹۷۵ء کے شمارہ میں جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اس کتاب پر اچھا تبصرہ شائع کیا ہے، جس کو عاجز نے اس نئی طباعت کے شروع میں درج کیا ہے۔ اور اس کے بعد فاضل اجل جناب قاضی سجاد حسین کا تبصرہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد برادر طریقت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور اس سلسلہ میں مولانا محمد عثمان نواسہ حضرت شیخ الہند و مہتمم دارالعلوم دیوبند کا کلام یہ عاجز لکھتا ہے۔ آپ چار شعبہ ۱۱ شوال ۱۳۹۴ھ ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء کو مولانا وحید الدین قاسمی کے ساتھ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

تقریباً ساٹھ سال پہلے میں نے آپ کو مدرسہ عبدالرب میں دیکھا ہے۔ آپ کے ساتھ ایک پٹھان کتابیں لے کر آتا تھا۔ آپ کتابوں کے مطالعہ اور اساتذہ سے پڑھنے میں معروف رہتے تھے۔ آپ کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ آپ کو دیکھا اور میں نے اپنے خالو صاحب (مولانا محمد شفیع) سے آپ کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ حضرت شاہ ابوالخیر کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے سبق سے کام رکھتے ہیں اور کسی سے نہیں ملتے۔ اور اب کئی سال پہلے میں نے آپ کی کتاب "مقامات خیر" مطالعہ کی۔ یہ معلومات کا خزینہ ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے خواہش پیدا ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں آپ نے خوب تحقیق کے ساتھ یہ کتاب لکھی ہے۔ میں کئی مرتبہ اس کا مطالعہ کر چکا ہوں اور ہر بار نئی لذت حاصل ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کروں اور اب کچھ دن پہلے آپ کی کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان" نظر سے گزری یہ علمی کتاب ہے اور آپ نے خالص علمی پیرایہ پر مولانا اسماعیل پر تنقید کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ اہل علم میں سے ہیں اور آپ کو تنقید کا حق پہنچتا ہے۔

جس وقت مولانا محمد عثمان نے یہ بات فرمائی، عاجز نے مولانا وحید الدین خاں قاسمی سے کہا، کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان" کے متعلق جو کچھ جناب مولانا فرما رہے ہیں آپ خیال سے سن لیں۔ یہ سن کر مولانا محمد عثمان نے مولانا وحید الدین خاں سے فرمایا۔

اللہ کے فضل سے آپ (عاجز کی طرف اشارہ کر کے) ایک عالم ہیں، آپ کو پورا حق پہنچتا ہے کہ کسی عالم پر تنقید کریں، آپ نے مولانا اسماعیل پر تنقید کی ہے اور خوب کی ہے، آپ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

جاتے وقت آپ نے فرمایا۔ آپ سے دل کر بہت دل خوش ہوا۔ اگر ہوا پھر ملاقات ہوگی۔ افسوس نوہینے بعد دن کے دس بجے روزِ دو شنبہ ۶ شعبان ۱۳۰۵ھ ۲۴ اپریل ۱۹۸۵ء کو اس سرسے فانی سے عالمِ جادوانی کو رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ غفر اللہ لنا وَلَہٗ وَرَحْمَۃً۔

۱۶۔ مقاماتِ اخیرہ۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ افغانستان کے مخلصین کے لئے لکھی گئی۔ ۱۳۹۳ھ میں بہت عمدہ کتابت اور طباعت سے چھپی ہے۔

۱۷۔ ایک علمی مقالہ "جو شنبہ ۲۴ صفر ۱۳۹۵ھ ۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو دن کے سوا تین بجے اس عاجز نے جامولیتہ اسلامیہ میں پڑھا۔ اس مقالہ کے سرگرم محرک محترم گرامی قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی استاد عربی و اسلامیات جامولیتہ اسلامیہ تھے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے اس مقالہ کو سنا اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمہ اللہ نے ماہنامہ بریان دہلی

از ماہ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ اپریل ۱۹۷۵ء (جلد ۷، شمارہ ۴) میں نظرات کے تحت لکھا ہے۔

”پچھلے دنوں مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی (درگاہ شاہ ابوالخیر صاحب دہلی) نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور کارناموں پر ایک بسوط اور فاضلانہ مقالہ لکھا۔ مولانا محترم مجدد الف ثانی کے ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ کی ایک درگاہ کے سجادہ نشین ہیں اور دین و تقویٰ کے علاوہ نہایت کثیر المطالعہ اور دقیق النظر عالم ہیں اور حق گوئی میں مصلحت اندیشی سے طبعاً نفور ہیں۔ اس بنا پر آپ کا مقالہ جہاں محققانہ تھا حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور آپ کے افکار و آراء کا بیباک ترجمان بھی تھا۔ مقالہ کے ختم ہونے کے بعد اسی موضوع پر ایک مختصر یاد کرہ بھی ہوا جس میں جامعہ کے اساتذہ اور بعض بیرونی اصحاب علم نے حصہ لیا۔ آخر میں پروفیسر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ نے بحیثیت صدر جلسہ ایک مختصر تقریر کی جس میں انھوں نے مقالہ کی تعریف میں کہا۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج ایک عرصہ کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کی فضا میں اس درجہ محققانہ اور فاضلانہ مقالہ لکھا گیا۔ پھر علامہ اقبال کے حوالہ سے حضرت مجدد کی ذات کے ساتھ اپنی عقیدت و ارادت کا اظہار فرمایا، لیکن آخر میں ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھتے ہوئے انھوں نے اپنے انداز میں کہا۔

لیکن اس موقع پر میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے بہت سے لوگوں کے دماغ میں بھی یہ سوال پیدا ہوا ہوگا۔ میں یہ سوال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اس کا جواب تلاش کریں اور وہ یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے مسلمان آج کل کے حالات میں حضرت مجدد کی تعلیمات اور آپ کے افکار سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور کیونکر؟

حقیقت یہ ہے کہ وائس چانسلر مسعود حسین خاں صاحب نے یہ سوال اٹھا کر آج کل کے قومیت زدہ مسلمانوں کی ذہنیت بے نقاب کر دی اس لئے ہمارے نزدیک یہ سوال بہت اہم تھا اور ہم نے اس وقت تجویز کی تھی کہ اس پر سیمینار ہونا چاہیے، بد قسمتی سے ذہنی مرغوبیت یا حقائق و واقعات کو ان کی اصل شکل و صورت میں نہ دیکھ سکنے کے باعث ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے ایک طبقہ کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ اگر کا نام لینے میں نہیں غر محسوس ہوتا ہے اور حضرت مجدد کا ذکر کرتے ہوئے ان پر محبوبیت طاری ہو جاتی ہے، جہاں تک ذکر و سترت سے کرتے ہیں اور اورنگزیب عالمگیر کا نام لینے میں جھجک محسوس ہوتی ہے، ذہن فکر کی یہ تبدیلی تقسیم کا عطیہ ہے ورنہ اس سے پہلے یہ بات نہیں تھی چنانچہ ایک علامہ نے تو مستقل انگریزی میں ایک کتاب ہی لکھ ماری جس میں حضرت مجدد کے افکار و آراء کو توڑ مڑ کر پیش کرنے کے ساتھ تنقیص توہین کا کوئی دقیقہ نہیں ہے جسے فرو گذاشت کر دیا گیا ہو۔

۱۸۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین : دیدہ زیب کتابت طباعت سے چھپی ہے سال ۱۳۹۵ھ

۱۹۔ سوانح حیات شاہ بلال - اردو میں ہے - ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹ء) میں چھپی۔

۲۰۔ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ۱۳۰۴ھ (۱۹۸۴ء) میں چھپی۔

عاجز نے خالص علمی پیرایہ پر یہ کتاب لکھی ہے اور اختصار کے پیش نظر مولانا اسماعیل کے ذکر کردہ مسائل میں سے سات مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ وہابیہ، اسماعیلیہ کو یہ بات پسند نہ آئی ان لوگوں نے کچھ اظہار اختلاف کیا۔ عاجز کا معمول رہا ہے کہ بعض فضلاء کو اپنی تالیف پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک صاحب مولانا سعید احمد اکبر آبادی صاحب تھے، چنانچہ عاجز نے ان کو کتاب ارسال کی۔ مارجن ۱۹۸۳ء کو جناب مولانا نے اس پتہ پر عاجز کو مکتوب ارسال کیا۔

مخدوم و محترم مولانا شاہ ابوالحسن صاحب زید فاروقی - درگاہ مشاہد ابوالخیر

مخدوم و محترم حضرت مولانا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عجا کرے آپ بہ ہمہ وجوہ بخیریت و عافیت ہوں۔ آپ کی ہر سہ کتاب مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان پہنچی، شکریہ، جب اس کو پڑھنا شروع کیا تو جب تک اس کو ختم نہیں کر لیا اسے ہاتھ سے نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے، آپ نے احقاق حق میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور جو کچھ لکھا ہے نہایت سنجیدگی اور اعتدال و توازن کے ساتھ جو آپ کی سرشت و خصلت جیسی ہے، مدلل اور میرین لکھا ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اب تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے عربی زبان میں ”رد الاشراک“ کے نام سے بھی ایک رسالہ لکھا تھا اس کے ایک حصہ کا ترجمہ مولانا کی زندگی میں ہو گیا تھا اور اس کا نام تقویۃ الایمان ہے، دوسرے حصہ کا ترجمہ نہیں ہوا تھا کہ شہید ہو گئے۔ لاہور میں اہل حدیث کے ایک ادارے نے مولانا کی اصل کتاب عربی میں ”رد الاشراک“ کے نام سے چھاپ دی ہے اور وہ میری نظر سے گزری ہے۔ میں آپ کی کتاب پر بردہان میں مفصل تبصرہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں۔ آپ کو اس کتاب کا ایک ایک نسخہ مولانا ابوالحسن علی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو ضرور بھیجنا چاہئے کیونکہ ان دونوں حضرات نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔

آپ کے ہاں سے تاریخ القرآن از مفتی عبداللطیف شائع ہوئی ہے۔ مجھ کو اس کی ضرورت ہے اگر آپ اس کا ایک نسخہ بطور دیہی مجھ کو یہاں علی گڑھ کے پتہ پر بھجوا دیں تو بڑا شکر گزار ہوں گا۔ میری کتاب عثمان ذو النورین چھپ گئی ہے معلوم نہیں آپ کی نظر سے گزری یا نہیں؟ اگر نہ گزری ہو تو اس کا ایک نسخہ عید الرحمن سے یہ کہہ کر منگوا لیجئے کہ اسے میرے حساب میں لکھ دیں۔ یہ کتاب میری طرف سے خدمت دالائیں دیہ ہوگی۔ والسلام مع الاکرام

مخلص سعید احمد اکبر آبادی

مولانا کا یہ خط چار شنبہ ۱۲ رمضان ۱۳۸۵ھ کو طرہ ۱۵ جون کو تاریخ القرآن کا نسخہ اس پتہ پر ان کو ارسال کیا۔

عاجز نے ان کو لکھا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا نسیم احمد فریدی امر دہوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو کتاب ارسال کر دی گئی ہے۔ کچھ دن بعد عاجز کو معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور آپ پاکستان گئے ہوئے ہیں اور دہاں جمعہ ۳ رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۵ء غروب آفتاب کے وقت وضو سے فارغ ہوئے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عاجز کی ملاقات جناب مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے ۱۹۷۸ء میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ رشتہ اخوت و محبت محکم تر و پائندہ تر ہوتا گیا۔ ایک دن دفتر برہان عاجز کا جانا ہوا۔ مولانا سعید احمد عاجز کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور قریب آکر فرمایا۔ میں ابھی جامعہ ملیہ سے تقریر کر کے آرہا ہوں۔ میں نے آپ کی کتاب حضرت مجدد اور ان کے ناقدین میں سے بہت کچھ لے کر بیان کیا ہے۔ آپ نے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔

۲۱۔ مسئلۃ المساجد المہجورۃ۔ ایک سوال کا جواب عربی میں لکھا ہے ۱۹۷۲ء میں۔

۲۲۔ صریح التبراع لا یشاف حتمیۃ التمايع۔ در مسئلہ سماع و اغانی مسودہ کی صورت میں ہے۔

۲۳۔ مقدمۃ القول ابلی فی ذکر آثار المولیٰ۔ یہ کتاب فارسی میں ہے اور عام طور سے اس کو شاہ

محمد عاشق پھلتی کی تالیف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف ہے۔ کتاب کے یمنوں حصوں کو آپ نے لکھوایا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور کسی جگہ کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ کی وفات کا حال مولانا محمد عاشق کی تالیف ہے۔ عربی میں ایسی تالیف اُمائی کہتے ہیں۔ یہ کتاب شاہ ولی اللہ کی امالی اور شاہ محمد عاشق کی تحریر ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ عزیز گرامی مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی کا کور دی لے کیا ہے۔ آپ کے والد ماجد عالی جناب مولانا حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر حفظہ اللہ تعالیٰ و ابقاؤہ ولی تشریف لائے۔ اور خواہش ظاہر کی کہ عاجز اس کا مقدمہ تحریر کرے اور اس سلسلہ میں آپ نے چودہ ملفوظ عاجز کو دیئے تاکہ ان پر اظہار خیال کیا جائے۔

اگرچہ برخوردار ڈاکٹر ابوالفضل محمد کی رحلت کے بعد سے عاجز کا دل اور دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ عاجز نے جناب مجتبیٰ حیدر صاحب کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی اور جمعہ ۱۷ ربیع الآخر

۳۰۰۰ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو مقدمہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔ اگر دو چار سال پیشتر یہ کام کیا جاتا بہتر ہوتا، ملاحظہ ۱۱ اور ۱۲ کی تشریح عاجز لکھتا ہے۔ عاجز حضرت شاہ ولی اللہ کی فارسی عبارت کے ترجمہ پر ازوجہ اختصار لکھا کرتا ہے۔ (مطبوعہ کتاب کے صفحہ چالیس اور اکتالیس کو ملاحظہ کریں)

(از درویش) اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت کی رغبت ظاہر ہوا اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے واسطے ہے، قبول نہ کیا جائے کوئی کہ یہ ہر اباح نفس و شیطان کا بتایا ہوا ہے۔ اس اُمت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لئے ادلیا اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لئے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے، حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلام کلمۃ اللہ اور انتظام امر ملت)، ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے، اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے کیوں کہ اس کا یہ فعل ازراہ نفعانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا علامہ یہ ہے کہ ادلیا حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھ لو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ ماریکت اور تحقیق ہیں۔ ایک لفظ درویش ہے دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی تو خدا سے لگ گئی ہو۔ اور الہام دل میں اچھے خیال آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہید کے مکتوب ص ۲۶ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۸ میں ہے۔ اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

”مصلحت وقت کے منظر یہ تھی کہ اس رکن اعظم جہاد کا قائم رہنا، شریعت کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا، اس لئے ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۲۳۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور صاحب حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ اس خاکسار، ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی۔“

ایسے الہامات و اشارات کو جو مرہون سلطان خیال ہوں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

مولانا کا یہ خط چار شنبہ ۱۲ رمضان ۱۳۸۵ھ کو ملا اور ۵ ارجمون کو تاریخ القرآن کا نسخہ اس پتہ پر ان کو ارسال کیا۔

عاجز نے ان کو لکھا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا نسیم احمد فریدی امر دہوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو کتاب ارسال کر دی گئی ہے۔ کچھ دن بعد عاجز کو معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناما زخمی اور آپ پاکستان گئے ہوئے ہیں اور وہاں جمعہ ۳ رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۸۵ء غروب آفتاب کے وقت وضو سے فارغ ہوئے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عاجز کی ملاقات جناب مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے ۱۳۸۵ھ میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ رشتہ اخوت و محبت محکم تردد پائندہ تر ہوتا گیا۔ ایک دن دفتر برہان عاجز کا جانا ہوا۔ مولانا سعید احمد عاجز کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور قریب آکر فرمایا۔ میں ابھی جامعہ ملیہ سے تقریر کر کے آرہا ہوں۔ میں نے آپ کی کتاب حضرت مجدد اور ان کے ناقدین میں سے بہت کچھ لے کر بیان کیا ہے۔ آپ نے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔

۲۱۔ مسأله المساجد المہجورة۔ ایک سوال کا جواب عربی میں لکھا ہے ۱۳۸۵ھ میں۔

۲۲۔ صبر نزل التیراع لإزیتاف عمیال التمايع۔ در مسئلہ سماع و افاغانی مسودہ کی صورت میں ہے۔

۲۳۔ مقدمہ القول اہلی فی ذکر آثار الولی۔ یہ کتاب فارسی میں ہے اور دام طور سے اس کو شاہ محمد عاشق پھلتی کی تالیف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف ہے۔ کتب کے یمنوں حضوں کو آپ نے لکھوایا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور کسی جگہ کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ کی وفات کا حال مولانا محمد عاشق کی تالیف ہے۔ عربی میں ایسی تالیف اُمائی کہتے ہیں۔ یہ کتاب شاہ ولی اللہ کی اُمائی اور شاہ محمد عاشق کی تحریر ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ عزیز گرامی مولانا مولوی حافظ تقی انور ملوی کا کور دی نے کیا ہے۔ آپ کے والد ماجد عالی جناب مولانا حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر حفظہ اللہ تعالیٰ و ابقاءہ دلی تشریف لائے۔ اور خواہش ظاہر کی کہ عاجز اس کا مقدمہ تحریر کرے اور اس سلسلہ میں آپ نے چودہ ملفوظ عاجز کو دیئے تاکہ ان پر اظہار خیال کیا جائے۔

اگرچہ برخوردار ڈاکٹر ابوالفضل محمد کی رحلت کے بعد سے عاجز کا دل اور دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ عاجز نے جناب مجتبیٰ حیدر صاحب کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی اور جمعہ ۲۷ ربیع الثانی

۱۲۰۰ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو مقدمہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔ اگر دو چار سال پیشتر یہ کام کیا جاتا بہتر ہوتا، موقوفہ ۱۲۰۰ھ اور ۱۲۰۱ھ کی تشریح عاجز لکھتا ہے۔ عاجز حضرت شاہ ولی اللہ کی فارسی عبارت کے ترجمہ پر ازوجہ اختصار لکھا کرتا ہے۔ (مطبوعہ کتاب کے صفحہ چالیس اور اکتالیس کو ملاحظہ کریں)

(از درویش) اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت کی رغبت ظاہر ہوا اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے واسطے ہے، قبول نہ کیا جائے کو تک یہ ہر ابلاغ نفس و شیطان کا بتایا ہوا ہے۔ اس اُمت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لئے اولیاء اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لئے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے، حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اطلاع ملت اللہ اور انتظام امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے کیوں کہ اس کا یہ فعل ازراہ لغائیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور مورد طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو مجھ کو اس کو اپنے کشف اور الہام کو کہنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخر وقت میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ عارِ بحث اور تحقیق ہیں۔ ایک لفظ درویش ہے دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش غدار سیدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی نو خدا سے لگ گئی ہو۔ اور الہام دل میں اچھے خیال آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہید کے مکتوب ص ۲۲ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۳۸ میں ہے۔ اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

”مصلحت وقت کے منظرہ تھی کہ اس رکن اعظم جہاد کا قائم رہنا، شریعت کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۲۳۳ھ مقدس کو مشاہیر کرام مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور صاحب مشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرزا امام خدہ میں پڑھا گیا۔ اس خاکسار ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت نہیں اٹھائے اور الہام کے ذریعہ جی میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی۔“

ایسے الہامات و اشکات کو جو ہوں سلطان خیال ہوں، حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے ہوتے ہیں۔

قدس سرہ مکتوب ۲۹۱ از دفتر اول میں معلول قرار دیتے ہیں۔ کاش درویش صاحب (جناب سید احمد) اور ان کے رفقاء کار حضرت شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد و سر اسرار کو پہلے ہی ملاحظہ فرمائیے۔ شاہ ولی اللہ کی وفات کے چھیا سٹھ سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا ہے۔ کاش سید صدیق حسن خاں اس مکتوب کا بھی ذکر اس دوسرے مکتوب کے ساتھ کر دیتے۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کے مقدمہ کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی۔ اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے۔

ملفوظات ۱۳۔ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ خریف کے دروازے کے پٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سربراہان اور وہ لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنہوں نے آپ کی ایذا رسانی میں کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا، تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم کہتے ہیں۔ اَنْتَ اَخِ كَوْثِرٍ۔ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ شاید تمہارا مقصد یوسف کا قصہ ڈہرائانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَقْبِضُوا اللّٰهَ لَكُمْ۔ کچھ الزام نہیں تم پر آج، بخشنے اللہ تم کو، اس بات کے سُننے ہی سارا مکرو و خدائے کے دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرقِ عادت کا قصہ تھا جو لطف و صفا کے طریقہ سے بلا شک ظاہر ہوا اس خرقِ عادت کی اصل زہرہ کی قوت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوش مار کر نکلی اور اس نے زہرہ کی اُن قوتوں کو جو نفوسِ اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں، بیان میں ڈال دیا۔ پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معاملہ کیا اور کیا ہی عمدہ و اعلیٰ انجذاب اور خوشی و راحت و مسرت کا ظہور ہوا۔

ایسا ہی معاملہ دہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بعض معینہ امور (خفیہ راز) سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفسِ مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی

لے سید صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب اتحاف النبلاء مطبوعہ نظامی کانیپور در ۱۳۵۵ھ کے صفحہ چار سو میں، اکتیس میں القول الجلی کی عبارت نقل کر کے لکھا ہے: "مصدق ایں آگاہی بظاہر وجود ہر دو نواسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی است مولوی محمد اسحاق و محمد یعقوب کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا بار اچلئے روایت حدیث بہ اہل مدینہ و مہاجر برداشتند۔"

طرح دہب کے نفس پر گری اور دہب کی رحمت اور عبادت یک سر جلی گئی۔

اسی طرح کاغذ قلم مرزبان لکھ ہندو لکھ مسلمان کا ہے۔ سب قوت زہرہ کی کاوشانی ہے کہ صاحب دولت کے نفس سے غفلت ہے اور دوسروں کے چپے ہونے توہر کی بیجاں میں ڈال کر انوکھا لکھ رکھائی ہے۔

اسی طرح بد کے دن گرے والی قوت اپنے سے ذلتی آفتابی قوت سے گھل جلی کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفس سے خوش مار کر گلی اور غالب کو اپنا مطیع کر لیا اور ایک مہینے کی مسافت تک آپ کا رعب ظاہری کر دیا۔

اسی طرح مجاہد الطاع کے دن مخری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت، زہرہ کی قوت، زحل کی قوت، عطارد کی قوت سے گھل جلی گئی۔ عقل واحد قہر جزو واحد۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزو یہ نبیل کر ایک شے ہو گئیں اور اس لیے تمام عالم میں سفر کرنے، مالوف کرنے، حکم نافذ کرنے اور ایک شریعت کا حق پھیل دیا۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی حقیقی رابطگی طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے، یہاں اجاوت دیگر سلاسل سے بھی ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلہ نقشبندیہ کے خارج کا بیان ولایت کبریٰ تک جوتا تھا حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایت نہایت تک اس کا بیان کیا۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق کے اجزاء شامل ہیں۔ اور فرمایا کہ عالم امر کے اجزاء نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں کہیں ہیں، یہ نورانی اجزاء ہماری کتابوں اور کتابوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھے ہیں اور جب انکس نصیب بندہ اللہ کی یاد میں معروض ہوتا ہے یہ اجزاء اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب واقعہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزاء راحت سینہ سے پیدا کر کے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو کہ عالم امر میں ہیں۔ آپ نے باقی نورانی اجزاء کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت الہامی رضی اللہ عنہم سے ہے۔ اس نئے سلسلہ کا تفصیل بیان عاجز کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ آپ کے اس مبارک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان باقی نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسرے نورانی طاقتوں کے اجزاء سے بھی انسان کے سینہ کو عقل اور عقل قرار دیتے ہیں۔ سورہ عم السعدہ کی آیت ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "مَنْ يَنْفَعُ آتِيَ تَنَافِي الْأَقَابِ ذِي الْأَنْفُسِ" ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی آیات انعموں میں

اور ان کے نفسوں میں وہ دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے۔

نے فلک راست مسلمہ تک را حاصل آچہ در ستر سویدار بنی آدم است

کچھ دن پہلے کتاب القول الجلیٰ پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کا کوروی کا دہلی کے جلا قاری

میں چھپا تھا، ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز سے کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیرات کو اکب کا بیان کیا ہے اور یہ سب کچھ مناسب نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ مکشوف بعض دیگر فضلاء کی نظر سے بھی گزرا اور انھوں نے اس مکشوف (نیز بعض دیگر مکشوفات) کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں اس عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا مکتوب آیا اور انھوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے ان کو تحریر کیا کہ کسی کی تالیف میں کمی بیشی کا تعارف ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی جگہ اس صحیح فعل کی بُرائی بیان کی ہے۔ انہوں نے مولانا اسماعیل کے پیر دان اس کام میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن مجید اوروں کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابر کے احوال میں خوب ہی تحریفات کر کے محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مولانا اسماعیل کا ہم فاسب کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب القول الجلیٰ کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب پلا کسی تعارف کے چپے۔ بنا بریں اس سلسلہ میں عاجز کچھ لکھتا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی دو شنبہ ارشوال سلسلہ صلیٰ اپنی تفسیر

”الجمیع مع الاحکام القرآن“ میں ”عالم المدبرات امرا“ کے بیان میں لکھا ہے: ”قال القشیری اجمعا علی

ان امراد الملائكة وقال الماوردي فيه قولان، احدهما الملائكة قاله الجمهور والقول الثاني

هي الكواكب السبعة حکاہ خالد بن معدان عن معاذ بن جبل: قشیری نے کہا ہے کہ علمائے

اتفاق کیا ہے کہ ”المدبرات امرا“ کام کی تدبیر کرنے والے فرشتے ہیں۔ اور ماوردی نے کہا ہے کہ

”المدبرات امرا“ کے بیان میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں وہ فرشتے ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے۔

اور دوسرے قول میں وہ سات ستارے ہیں۔ اس قول کو خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبل

سے بیان کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے اگرچہ تدبیر

کرنے والا اللہ ہی ہے۔ چونکہ یہ کام نجوم (ستارات) کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لئے نجوم کو مدبر بنا

فرمایا یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۸۵ میں والنازعات غرقا سے عالم الذی ترأت آمرا تک کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان کا تعلق سیاروں سے ہے۔ لکھا ہے کہ حسن، قتادہ، اخفش، ابن کیسان، ابو عبیدہ نے والنازعات غرقا کا حمل نجوم (سیاروں) پر کیا ہے اور ابن عباس، حسن، قتادہ اور اخفش نے والناشطات نشطا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور حسن، قتادہ نے والناشطات سجا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور المدبرات امرا کا حمل نجوم پر معاذ سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کوکب (سیارات) کی طرف مجازی ہے۔

علامہ محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ **مُسَلُّ الحُکام الہندی** میں جو کہ اُن کے مجموعہ رسائل کے دوسرے حصے میں ہے لکھا ہے۔

قال الامام مرغینانی، صاحب الہدایۃ فی کتابہ مختارات النوازل واما علم النجوم فهو فی نفسہ حسن غیر مذموم۔ یعنی فقہ میں کتاب ہدایہ کے مولف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات نوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔

حضرت خواہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک سیارات کی قوت فعال نورانی طاقت ہے اور ان نورانی طاقتوں سے انسان کا سینہ معمور ہے۔ اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آماجگاہ تجلیات و انوار ہیں، ان طاقتوں سے بحکم الہی کام لیتے ہیں۔ آپ کے بیان پر کوئی ایراد وارد نہیں ہوتا، اسرار و معارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے نیک بندے کرتے رہیں گے۔ **ذَٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَآءُ۔**

۲۴۔ مقدمہ تصوف حصہ اول۔ یہ کتاب محترم گرامی ڈاکٹر سید وحید اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھو کے نو مقالات کا مجموعہ ہے۔ جناب ڈاکٹر کا ذکر جناب ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں صاحب صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی سے سنا تھا۔ اتفاق سے آپ کا مکتوب آیا اور آپ نے اپنے مجموعہ مقالات کو کتابی شکل میں طبع کرا لے کے ارادے سے آگاہ کیا اور خواہش کی کہ یہ عاجز مقدمہ لکھ دے۔ اس وقت عاجز کو اپنے دسویں دادا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا خیال آیا کہ آپ نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں حضرت اشرف الدولہ سمنانی کے اقوال نقل کئے ہیں

اس خیال کے آجانے سے الأرواح جنود مجتدة فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِثْتَلَفَ کی شکل پیدا کر دی اور عاجز نے جناب ڈاکٹر صاحب کی خواہش پوری کرنے کا قصد کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے تینتیس^{۳۳} صفحات کا مقدمہ لکھ کر عاجز نے یہ تاریخی قطعہ کہا ہے

وحید اشرفی حیاک رپی تصوف راچہ خوش تعبیر کردی
دُرُز بار را بسفتی در کلامت غُرُز بادا۔ بگو سال طباعت

۱۳۴۰.۸

کتاب کی طباعت کے بعد ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عافیت سے رکھے۔ مَّا تَعَارَفَ مِنْهَا اِثْتَلَفَ کی صورت ظاہر ہوئی۔

۲۵۔ کتاب امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ نعمان کوئی۔ یہ مبارک کتاب چار سال سے زیرِ تالیف ہے۔ دل و دماغ کی کمزوری اور دیگر مشاغل میں مصروفیات کی وجہ سے تاخیر پر تاخیر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے بخیر و خوبی بہ وجہ احسن اس کام سے فارغ کرے۔

۲۶۔ عاجز نے ۱۴۰۳ھ میں یاد کردِ سرگزشتِ موسوم بہ ”ذکریاتِ ایامِ زید“ لکھنی شروع کی تھی ادھوری رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس کتاب کو بھی پورا کرائے۔

ان کے علاوہ دو بیاضیں ہیں۔ ایک عربی فارسی کی اس کا نام نجمۃ الادیب سفرۃ اللیب ہے۔ دوسری اردو کی اور اس کا نام ثمرات ہے جو کہ مختارات و تحریرات کا مجموعہ ہے۔ ثمرات کی ابتدا ۱۳۷۷ھ میں ہوئی اور اس کا تاریخی نام ”تحریرات ابوالحسن“ ہے۔

۱۳۴۲ھ میں ایک دن حضرت سیدی الوالد گنجی میں تفریح کو جا رہے تھے۔ **ذوقِ سخن** راپور کے عزیزوں میں سے جناب مولوی سردار احمد وکیل صاحب مجددی اور جناب حافظ محمد یوسف صاحب مجددی ساتھ تھے۔ آپ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا: تم دونوں زید سے کیوں نہیں شعر کہلو اتے؟ یہ دونوں صاحبان خانقاہ شریف میں ٹھہرے ہوئے تھے دوسرے دن انھوں نے عاجز کو بلایا اور پانچ سات شعر کہہ کر ثروتِ تخلص استعمال کیا۔ پھر عصر کو تفریح کے لئے جاتے ہوئے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ”ثروت کی کیا ضرورت ہے اس کا تو نام ہی تخلص ہو سکتا ہے۔“ اس وقت یہ بات آئی گئی ہوئی۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد دل میں خیال

آہا تھا کہ اخیر کریمین بھی موجود تھے، آپ نے صرف اس عاجز کے متعلق ان دو صاحبان سے کیوں فرمایا اور پھر تخلص بھی تجویز فرمادیا۔ آپ کا یہ ارشاد ان شاعرانہ اثر دکھا کر رہے گا۔

یہ عاجز تیرہ سو پینتالیس اور چھیالیس میں کوٹہ نہیں گیا کیونکہ مدرسہ عبدالرب میں پڑھ رہا تھا ماہ ذی الحجہ میں جب عید آئی تو اچانک چند شعر زبان پر آئے جو کہ برادر خورد کے نام منظوم خط کی صورت میں ہیں۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے صبا سن لے مرا بھی اک پیام حضرت سالم کو پہنچا دے سلام
اس کے بعد سے یہ عاجز اچانک کچھ کہہ لیتا ہے۔ اور یہ کہنا اپنے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ آمد پر موقوف ہے۔ ذی القعدہ ۱۳۶۹ھ میں برادر محترم حضرت محمد ابو سعید صاحب مجددی کا ایک منظوم خط رانی کھیت سے اس عاجز کے نام آیا۔ اس کے ۲۸۳۔ اشعار ہیں۔ آپ نے اس محبت نامہ کا نام ”کوہ فکر“ تجویز کیا ہے۔ عاجز نے جس وقت یہ ملاحظت نامہ پڑھا۔ آمد شروع ہو گئی اور چار دن میں ۳۴۰ شعر فارسی میں نظم ہو گئے اور چونکہ یہی عدد لفظ قمر کے ہیں اس لئے عاجز نے ان کو تحریر کیا ”قمرے بر کوہ فکر طلوع نمودہ“ اس نظم کے ابتدائی چند شعر درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت خوانم سید لولاک را	حمد گویم مر خدائے پاک را
از بیانش وصف قاصر آمدہ	نامہ رنگیں و فاخر آمدہ
می نماید دست خوش رنگ گل	ز ابتداء تا انتہا نظم است گل
دو صد و ہشتاد و سہ اندر شمار	مثل مروارید شعرش آبدار
نخبر آمد بس دلیل این کلام	ہر کہ خواند لطف اندوز د تمام
وز حروفش نہ لغت مفہوم شد	از عدد تعداد آں معلوم شد
کترش اندر زبان پہلوی	اکثرش آمد بہ حرف اردوی
توسن فکرش خجے در بازی است	چند شعرش در زبان تازی است
در لطافت خوش تراز آب حیات	در علاوت ہست اعلیٰ از نبات
در معانی بس جمیل و بس نکو	در روانی خوب تراز آب جو

اے نمبر کے عدد ۲۸۳ ہیں۔ اس میں اشارہ کوہ فکر کے اشعار کی طرف ہے کہ وہ ۲۸۳ ہیں اور نمبر کے تین حرف ہیں۔ اس میں اشارہ تین لغت کی طرف ہے کہ یہ نامہ تین لغات میں ہے۔ یعنی اردو فارسی اور عربی میں۔

جمعہ ۹ شعبان ۱۳۵۴ء کو شملہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ دین حنیف کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کا متبع ہو گیا تھا۔ اس واقعے نے قلب پر اثر کیا اور یہ چند شعر زبان پر آ گئے۔

مَا لِهَذَا شَرَكَ إِلَّا سَلَامًا بَعْدَ أَنْ بَانَ لَدَيْهِ فَضْلُهُ
وَهَلِ الدِّينُ الْحَنِيفُ يُتْرَكُ إِيَّ وَرَبِّي إِنْ هَذَا جَفْلُهُ
مَا لِسُلَامٍ وَأَذْيَانٍ أُخْرَ هَلْ يُسَاوِي رَأْسَ ثَوْبٍ ذَنْبُهُ
رَضِيَ اللَّهُ بِهِ دِينًا كَمَا قَالَ فِي الْقُرْآنِ وَلَهُ قَوْلُهُ
وَكَفَى فَخْرًا يَا نَّ يَخْتَارُهُ مَنْ لَهُ الْأَمْرُ وَلَا يَنْدَلُهُ

اسی زمانہ میں چند مسلم خواتین کو شملہ میں دیکھا جن کے جسم کا بیشتر حصہ غریاں تھا اور جس حصہ پر کپڑا تھا وہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ افسوس ہوا اور یہ چند شعر زبان پر آ گئے۔

هَلْ نِسَاءٌ مُسْلِمَاتٌ هَذِهِ أُمُّ طَالِحَاتٍ
كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ بِالْقُتُوبِ جَاهِرَاتٍ
بِنَفْسِي وَ يَنْفُسِ لِلْمَلَاهِي بَايَلَاتٍ
أَسْفَاهُنَّ عَنِ الْخَيْدِ رِثْمًا مَرَاغِبَاتٍ
وَالِي الشَّرِّ صَبَاحًا وَمَسَاءً مَابِلَاتٍ
قَدْ عَصَيْنَ اللَّهُ جَهْرًا هُنَّ حَقًّا فَاسِقَاتٍ
كَيْفَ يَرْجُوَنَّ رَضِيَ اللَّهُ وَ هُنَّ عَاصِيَاتٍ
لَعَنَ اللَّهُ عَلَيْهِنَّ نَ كَمَا يَزُوْنِي ثِقَاتٍ

۱۳۵۴ء میں عاجز نے محقق فاضل جناب الیاس برنی جزاء اللہ عن الاسلام والمسلمین خیراً کی کتاب ”قادیانی قول و فعل“ اور دوسری کتاب ”قادیانی مذہب“ کا مطالعہ کیا۔ اور جب غلام احمد قادیانی کا یہ قول دیکھا۔

انیا گرچہ بودہ اند بے
آینجہ دادست ہر نبی را جام
کم نیم زان ہمہ ہر روئے یقین
بے ساختہ زبان پر آیا۔

من بہ عرفاں نہ کمترم ز کسے
داد آں جام را مرا بہ تمام
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین
نست در دنیا لعینے غیر تو

اے غلام قادیان! بشنو ز من

دشمن اسلام گشتی بے خرد
کافر و مرتد شدی از ہر زرد
لَيْسَ بَعْدَ الْكُفْرِ ذَنْبٌ يَنْفُلُكُمْ
دَعْوَى إِلَهَامِ كَرْدِي اُولِيں
ملہمت ابلیس و موحی شد فرنگ
توتیائے چشم کردی خاک در
تا نہال کافراں در ملک ہند
ہر دماں در قابیے کردی ظہور
مہدی و عیسیٰ شدی پستربی
گر نہ دانی با تو گویم راو را
نیت شیطان اندریں عالم کسے
اُر کسے انکار آرد گویشش
قول و فعل و قادیان مذہب بخول
باز ہم انکار آرد گویشش
مرتد و کافر شدی ثبت یداک

بہر کافر جاں دہی ہم آبرو
در بہ در گشتی برایش سوبہ شو
اِنَّ هَذَا الْقَوْلَ حَقٌّ فَاسْمَعُوا
باز آمد و تھی لسن دن در جلو
پُر زخم شش جام کردی ہم سبو
وز قلامی طوق لعنت در گلو
بیخ گیرد، نشو یا بدر ہم نمو
گاہ راہب، گاہ پندت، گر گرو
راست گواہ ابلیس در دنیا ست کو
تا نہ مانی مدّے در جستجو
غیر شخصت نیک و انہم ذات او
تا بہ کے چون و چرا دیں گفتگو
تا بدانی مشاہدان عدل دو
دور شو از من کہ ہستی زشت خو
لَعْنَتِ حَقِّ دَائِمًا بِرِ فَرَقِ تُو

عربی اور فارسی کلام | عاجز کا میلان ابتدا میں اردو کی طرف تھا۔ اسی دوران میں عاجز مصر گیا۔ وہاں سے ۲۵ شوال ۱۲۵۴ھ ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو واپسی ہوئی۔ افغانستان کے رفقاء قدیم کثرت سے آئے۔ ان کی وجہ سے فارسی اور عربی کی طرف میلان خاطر ہوا۔ چنانچہ بفضل اللہ ان ہی دلوں میں ایک قطعہ ایک سو چھیالیس شعر کا موسوم بہ "نغمہ ہجران" اور دوسرا قطعہ انیس شعر کا موسوم بہ "تاریخ بے کیاں" نظم ہوئے اور بعد میں مخلصین پاک نہاد کے اصرار پر ان دو قطعات کو "اشک غم" کے نام سے طبع کرایا۔ اس رسالہ کا مقدمہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد از حمد و صلاۃ بندہ ضعیف زید ابوالحسن فاروقی مجتہدی در حضرت اہل دانش عرض می نماید، در زمانے کہ عاجز در مصر بودہ حادثہ عظیمہ و واقوۃ الیم کوثرہ بموہستان وقوع یافت کہ باعث ہلاکت جمعے و فلاکت خلقے گشت، عطفوت پناہ جناب والدہ ماجدہ مع

سہ نواسہائے خود، نور چشم ابوالمجد عبدالرحمن د عاتشہ بیگم و زینب بیگم کہ اولاد حضرت برادر کلاں
اند، حفظہ اللہ وابقاہ، بہ مرتبہ شہادت رسیدہ پیش حضرت ایزد متعال مشتافت، اگرچہ برائے
ایشان اس انتقال موجب علو درجات و وفور برکات گشت و لے برائے پسماندگان سبب
حزن عظیم و ابتلائے جسم بود کہ بہ جز صبر و تسلیم و رضا علاج دیگر نہ داشت۔

هَيْثُمَا لَا تَبَايَ التَّعِيمُ نَعِيمُهُمْ وَلِلْعَاشِقِ الْمُسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

چوں عاجز از مصربہ مستحفظ زائیں خود باز گشت، برائے دید آں دیار مصائب شعار و زیارت
ضرائح عزیزاں و ملاقات یاراں عزم نمود، وقتے کہ قدم بر آں سرزمین نہاد، آثار بربادی بہ فوج
دید کہ از تصور شل تن بہ لرزہ آمد، شہرے کہ بہ جمال و رعنائی خود عروس البلاد بودہ، در صورت خرابی
ظہور کردہ، معالیش مجاہل و محاسنش مسادی گشتہ، کسالے کہ از ناز و نعم متحمل بارگس نہ می شدند
زیر تودہائے خاک عظام بلایہ گشتہ اند و بہ سان حال زائرین رامی گویند۔

"اے منعم عاقل و اے طالب جاہل، دریں دیار خموشان چہ تگ و پوی کنی و تلاش چہ داری
نہ می دانی کہ زیر ہر قدمت عظام آں کسانند کہ بہ صد شان و شکوہ ایام خود دریں دیار بہ سری
بروند و ہیج گرم و سرد زمانہ نہ دیدہ بودند کہ دفعۃً صرصر حوادث و زید و احوال ایشان بہ این
منوال رسید کہ تو بر خواجهم ایشان اقدام می نہی"

وقتے کہ عاجز احوال آں دیار بہ این منوال دید، اشعار ابوالعلاء معری بہ یادش آمد۔
و در دل خود اندیشید کہ شاید آں شاعر مطلق بصیر احوال این دیار ہلاکت آثار دیدہ، اشعار
مندرجہ ذیل گفتہ است۔

خَفِيفُ الْوَطْءِ مَا أَظُنُّ أَدِيمًا ۖ أَرْضٍ إِلَّا مِنْ هَذِهِ الْأَجْسَادِ
وَقَبِيحُ بِنَاوَانِ قَدُمِ الْعَلَمِ..... ذُھَوَانِ الْأَبَاءِ وَالْأَجْدَادِ
وَمَنْ أَسْتَطَعَتْ فِي الْهَوَاءِ دَوِيدًا لَا اخْتِيَالًا عَلَى رُفَاتِ الْعِبَادِ

اگرچہ قیام عاجز در آں دیار چند روزہ بود و لے اثرے کہ ازاں نا تچ شد در سویدار قلب
قرار گرفت و بی مابعد در صورت "نغمہ بجران" و "تاریخ بے کسان" ظہور کرد، ہر چند کہ عاجز از
نکات شاعری دور بودہ، و کلامش شایان تشہیر و قابل تذکیر نہ بود، و لے اصرار اجاب مجبور
ساخت کہ آں را طبع کردہ سلوۃ مہموم و تحفہ مغموم سارد، اگرچہ عاجز در اجابت طلب
ایشان نیست و لعل کرد و کار بہ تشویف گرفت اما عزم راسخ ایشان مجبور ساخت کہ آں را

طبع نماید۔ چون کہ ایں دو نظم چنان کہ از اسماء تاریخی شظاہر غیر از داستان رنج و الم و بیان درد و غم چیزے دیگر نہ بودہ، لہذا عاجز مجموعہ آل ہر دو قطعات را موسوم بہ "اشک غم" گردانید تا منظر حقیقت و معنی سال طباعت باشد و تطیباً لخواطر الأجبتہ قصیدہ طبعاً عشق نمود و گفت۔

بہر تذکار عزیزاں چند بیت	زید کرد انشاد از درد و الم
نقل کرد احوال پیر و مرشدش	وز مال کوٹہ کردہ رقم
ذکر کرد آفات زلزلہ عظیم	تا کہ غافل را بود پسند و حکم
در خطابے کرد ارسالش بہ شوق	پیش آں حضرت بلال محترم
تا کہ اصلاحش کند عالی جناب	نظم گردد پاک از جملہ سقم
چوں بہ گوش دوستاں ذکرش رسید	شوق طبعش گشت شانرا یک قلم
گرچہ فی تسویف کرد اندر عمل	شوق ایشان گفت کلاً لاجرم
ناں فرستادش بہ مطبع قائللاً	لا اراھم ما یسوء ذوالنعم

باتف غیبی جواز طبعش شنید

کرد عنوانش مقرر "اشک غم"

(ترجمہ) حمد و صلاۃ کے بعد بندہ ضعیف زید ابوالحسن فاروقی مجددی اہل علم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں عاجز مصر میں زیر تعلیم تھا، کوٹہ بلوچستان میں زلزلہ کا عظیم حادثہ اور تکلیف دہ واقعہ پیش آیا جس سے ہزاروں افراد ہلاک اور تباہ و برباد ہوئے۔ شفقت و مرحمت پناہ والدہ ماجدہ مع اپنے تین پوتے پوتیوں، ابوالجہد عبدالرحمان، عائشہ بیگم، زینب بیگم جو کہ میرے برادر بزرگ کی اولاد تھی درجہ شہادت کو پہنچ کر دربارِ خداوندی میں حاضر ہوئیں، اگرچہ اُن کا انتقال ان کے لئے درجات کی بلندی اور برکتوں کا باعث بنا، لیکن پسماندگان کے لئے بڑے رنج و اندوہ کا سبب ہوا، مگر بجز تسلیم و رضا کے کوئی چارہ نہ تھا۔

نعمت والوں کے لئے ان کی نعمتیں مبارک اور عاشق مسکین کیلئے وہ غم کے گھونٹ جو پیتا ہے جب یہ عاجز مصر سے وطن لوٹا تو اس دیارِ ہلاکت آثار کے دیکھنے اور عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے اور دوستوں کی ملاقات کرنے کا ارادہ کیا اور جب اس عاجز نے اس سرزمین پر قدم دھرا، اس طرح کی بربادی دیکھی کہ اس کے خیال سے بدن کانپ اٹھا، وہ شہر جو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے شہروں کی ڈاہن کہلاتا تھا ملبہ کا ڈھیر تھا۔ اس کے جانے پہچانے مقامات نابود اور اس

کی خوبصورتی ناپید تھی، وہ لوگ جو ناز و نعمت کی وجہ سے اپنے بدن پر کبھی بھی نہ بیٹھنے دیتے تھے وہ آج مٹی کے ڈھیروں کے نیچے پڑانی ہڈیاں بن چکے ہیں اور دیکھنے والوں کو زبانِ حال سے کہتے ہیں۔ اے غفلت میں پڑے ہوئے ناز پروردہ اور اے مبتلائے جہالت تلاش کرنے والے اس شہرِ خاموشاں میں کیا دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور کیا تلاش کر رہا ہے، تو نہیں جانتا کہ تیرے قدموں کے نیچے اُن لوگوں کی ہڈیاں ہیں جنہوں نے ہزار شان و شوکت اور دبہہ سے اس شہر میں زندگی بسر کی تھی اور ان کو زمانہ کے گرم و سرد کی کچھ خبر نہ تھی۔ اچانک حوادث کی آندھی آئی اور اُن کے یہ احوال بن گئے کہ تو آج ان کی کھوپڑیوں پر قدم رکھ رہا ہے۔

جب اس عاجز نے یہ احوال دیکھے، ابوالعلاء مہتری کے یہ اشعار یاد آگئے اور دل میں یہ خیال آیا کہ شاید اس دانائے راز شاعر نے اس وقت کے لئے اور اس شہر کی تباہی پر کہے تھے۔

(۱) آہستہ قدم دھر، میں خیال کرتا ہوں کہ زمین کی آدھوڑی انہی جسموں سے بنی ہے۔

(۲) اگرچہ زمانہ گزر گیا ہے لیکن ہمارے لئے آباد و اجداد کو روندنا اچھا نہیں ہے۔

(۳) اگر ہو سکے تو فضا میں آہستہ آہستہ چل نہ کہ اکڑتا ہوا انسانوں کی پڑانی ہڈیوں پر۔

اگرچہ اس عاجز کا قیام وہاں چند روزہ تھا لیکن اس کے اثرات ایسے جاگزیں ہوئے کہ بعد میں ”نغمہ ہجراں“ اور ”تاریخ بے کساں“ کی شکل میں نمودار ہوئے۔

عاجز شاعری کے فن سے دور ہے اور اس کے اشعار اس قابل نہیں ہیں کہ وہ چھاپے جائیں اور اُن کو مستہر کیا جائے۔ مگر دوستوں کے اصرار نے مجبور کر دیا کہ ان کو چھاپ کر نغمینوں کی تسلی کا سبب اور رنج رسیدہ لوگوں کے لئے تحفہ بنا دیا جائے۔ اگرچہ عاجز نے ان کی فرمائش پوری کرنے میں ٹال مٹول کی لیکن دوستوں کے پختہ ارادے نے مجبور کر دیا کہ ان کو چھاپ دیا جائے۔ ان دونوں نظموں میں سوائے داستانِ رنج و غم اور بیانِ درد و عالم کے اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ ان کے تاریخی نام سے ظاہر ہے۔ لہذا عاجز نے ان دونوں نظموں کے مجموعہ کا نام ”اشکِ غم“ رکھ دیا ہے، تاکہ حقیقت کا منظر اور موزوں و منظوم ہونے اور ان کے چھپنے کے سال کا مُعلن رہے اور عاجز نے کہا۔

(۱) عزیزوں کی یادگاری کے لئے زید نے چند اشعار درد و غم کی وجہ سے کہے۔

(۲) اس نے اپنے پیر و مرشد کے احوال اور کوٹہ کے انجام کا بیان کیا۔

حضرت والا محمد حسن جان صاحب نے عاجز کی تحریر دیکھ کر حضرت برادر سے فرمایا: میرے چھوٹے بھائی محمد حسین فاضل و کامل ہیں اور اللہ نے اُن کو سرگونی میں اچھا ملکہ دیا ہے میں ان کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے عاجز کی تحریر اپنے برادر کو ارسال کر دی۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت برادر کوئٹہ سے سمر ہل شملہ تشریف لے آئے اور ۱۹۳۹ء (جمادہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ) کو حضرت محمد حسین جان مجددی فاروقی کا منظوم مکتوب اور عاجز کی تحریر ڈاک سے ملی۔ عاجز نے ان کا کلام پڑھا اور بہ وجہ اتم ان کو اس کا مصداق پایا جو اُن کے برادر بزرگ حضرت محمد حسن جان نے "انساب الانجاب" کے صفحہ ۷۷ میں تحریر فرمایا ہے: بہ کمال فضائل موصوف اند طبع شعری در نہایت عذوبت دارند: آپ فضائل سے پوری طرح متصف ہیں اور آپ کی شعری طبیعت میں شیرینی بہ درجہ اتم ہے۔

حضرت سرہندی نے جس محبت سے اس عاجز کو یہ منظوم مکتوب ارسال کیا ہے، اس کے پیش نظر یہ عاجز مناسب سمجھتا ہے کہ آپ کے شریں کلام کو ہدیہ ناظرین کرے۔ یہ واضح رہے کہ اس وقت حضرت سرہندی کی عمر تہتر سال کی تھی اور یہ عاجز سینتیس سال کا تھا۔ اگرچہ ہند سے دونوں کے تین اور سات ہیں لیکن اولیت و آخریت کے اعتبار سے فرق ہے، ایک سات منازل طے کر چکا ہے اور دوسرے نے تین منازل قطع کئے ہیں۔ اصل دونوں کی ایک ہے، ایک اول، ایک آخر۔ حضرت مجددان کے بارہویں دادا اور اس عاجز کے گیارہویں دادا ہیں۔ قَدْ مَنَّ اللَّهُ أَسْرَارَ الْأَنْبَاءِ الْكَرَامِ وَأَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ۔

یہ واضح رہے کہ عاجز کی اُن سے ملاقات یا خط و کتابت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ نغمہ بجاں اور تار تار بے کساں "یہ ظاہر تعارف کا سبب بنا ہے اور درحقیقت اس کا سبب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم الْأَمْرُ وَاحٍ جُنُودٌ مُجْتَدَّةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اُتْلَفَ وَمَا تَنَافَرَتْ مِنْهَا اُخْتَلَفَ رد میں فوج در فوج اکٹھی ہیں جن کا آپس میں تعارف ہوا، ان میں الفت ہوئی اور جن میں توافقت رہی اُن میں اختلاف ہوا۔

اب ناظرین حضرت سرہندی کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب منظوم حضرت سرہندی رحمہ اللہ

خَيْرُ ارشاد إِلَى الْعَبْدِ الضَّيِيلِ

۱۔ قَدْ آتَى مِنْ صَاحِبِ الْمَجْدِ الْأَصِيلِ

حضرت محمد حسین سرہندی کا قیام مقام ناکہ از قوالیع ماسارہ ضلع شہر پارکر سندھ میں تھا۔ رحمہ اللہ۔

- ۲۔ نَامَةُ مِلْكٍ لَا تَنِي رَامِثَال
- ۳۔ زَيْدٌ الْعَلَامَةُ الْفَرْدُ الَّذِي
- ۴۔ تَاكُنْ اَصْلَاحَ لَفْظٍ وَمَعْنِيَتِهِ
- ۵۔ خورده چوں گیرد شہا بر آفتاب
- ۶۔ چوں کنم اصلاح لفظ و معنی
- ۷۔ عزت و تعظیم قول از قائل است
- ۸۔ در میان شعر و شاعری ہے است
- ۹۔ لَا يَعْيبُ النَّاسُ بَدَنًا يَا نَكَلَفُ
- ۱۰۔ از مشکج و عقدہ و بیج و تاب
- ۱۱۔ عیب خوابش نیاید در نظر
- ۱۲۔ از تکویناں ہرچہ آید آن نکو است
- ۱۳۔ کس کند تعبیر شعرش را شعار؟
- ۱۴۔ زان سبب اصلاح بالمدحش کنم
- ۱۵۔ تا بہ معنای تسریب آید کرب
- ۱۶۔ تا معطر سخن باغ از بوئے گل
- ۱۷۔ در روانی باد طبع جویبار
- ۱۸۔ تا دہد مرتلح کا ماں را شکر
- ۱۹۔ از کلام حافظ شیریں مقال
- ۲۰۔ حسن این نظم از بیان مستغنی است
- ۲۱۔ معجز است این شعر یا سحر حلال
- ۲۲۔ کس نہ داند گفت شعرے زیں نمط
- ۲۳۔ نظم سرہندی بہ وصف شعر تو
- ۲۴۔ باد چوں طومار او صافست طویل

ترجمہ

۱۔ بندہ حقیر کے پاس بہترین رہنمائی اصل بزرگ کی جانب سے آئی۔

- ۲۔ وہ گرامی نامہ جو موتیوں کی لڑی جیسا ہے۔ وہ خط جو عقد ثریا کی طرح ہے۔
- ۳۔ علامہ زید کی جانب سے جو منفرد شخصیت ہیں جس کو خدا نے گھنے فضل کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔
- ۴۔ تاکہ میں اس کے الفاظ اور معانی کی اصلاح کروں تاکہ میں اس کے حسن بیان کی دلیل بنوں۔
- ۵۔ سہا (ستارہ) سورج پر کیسے نکتہ چینی کرے۔ دریائے نیل پر جھاگ سے کیسے مشبہ پیدا ہو۔
- ۶۔ میں اس کے الفاظ و معانی کی اصلاح کیسے کروں۔ میں اس کے لکھے کے مٹانے میں کیوں دخل دوں۔
- ۷۔ قول کی عزت اور تعظیم قائل کی وجہ سے ہے۔ قرآن کی عزت رب جلیل کی جانب سے ہے۔
- ۸۔ شعر اور شاعر میں باہمی ایک نسبت ہے۔ جیسے کھجور کو کھجور کے درخت سے نسبت ہے۔
- ۹۔ جھائیوں کی وجہ سے لوگ چاند پر عیب نہیں لگاتے ہیں۔ بل کو خوبصورت چہرے کے لئے معیوب نہیں کہا جاتا۔

- ۱۰۔ گزہوں اور شکنوں اور بیچ و تاب کی وجہ سے حسینوں کی زلف کو کوئی رسی نہیں کہتا ہے۔
- ۱۱۔ معشوق میں عیب اس شخص کو نظر نہیں آتا جس کی آنکھ محبت سے سرگیں ہو۔
- ۱۲۔ بھلوں سے جو سرزد ہو وہ بھلا ہے۔ اس دعوے پر دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔
- ۱۳۔ ان کے اشعار کو کون تغیر کر سکتا ہے۔ ان کے حسن بیان کو کون زائل کر سکتا ہے۔
- ۱۴۔ اس لئے میں تعریف کے ذریعہ اس کی اصلاح کرتا ہوں تاکہ کسی کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔
- ۱۵۔ تا وقتے کہ کرب قرب کے معنی میں آئے۔ جب تک کہ فعیل صفت کے اوزان میں سے رہے۔
- ۱۶۔ جب تک کہ باغ کا صحن پھول کی خوشبو سے معطر ہے۔ جب تک کہ چاہ زمزم حضرت خلیل اللہ کی وجہ سے مشرف ہے۔

- ۱۷۔ روانی میں آپ کی طبیعت نہ رہنے۔ آپ کے اشعار مٹھاس میں سلسبیل ہوں۔
- ۱۸۔ تاکہ کڑوے حلق والوں کے لئے شکر بنیں۔ تاکہ پیاسوں کے لئے شربت بنیں۔
- ۱۹۔ شیریں کلام حافظ (شیراز) کے کلام سے تین بے مثال شعر لکھتا ہوں۔
- ۲۰۔ اس نظم کی خوبی بیان سے بے نیاز ہے۔ سورج کی روشنی پر کون دلیل تلاش کرتا ہے۔
- ۲۱۔ یہ شعر معجزہ ہیں یا حلال جادو۔ اس کلام کو نجی فرشتہ لایا ہے یا جبرئیل۔
- ۲۲۔ اس طرز پر شعر کہنا کسی نے نہیں سیکھا ہے۔ اس طرح کے موتی کوئی نہیں پرو سکتا۔
- ۲۳۔ ستر ہندی کی نظم آپ کے شعروں کی تعریف میں بہت سی خوبیوں کے صحیفہ کی طرح بنے۔

ابوالحسن زید کا منظوم جواب

- ۱۔ قَدْ أَنتَ مَا لَكُ مَنظُومَةٌ مِنْ يَلْبِغِ ذِي صِفَاتٍ بَاهِرَةٍ
- ۲۔ قِطْعَةٌ مُرْدَاةٌ قَنَاطَةٌ لَا تُضَاهِيهَا الْعُيُونُ الشَّاحِرَةُ
- ۳۔ كُلُّ شَعْرِ وَرْدَةٍ فِي حُسْنِهِ كُلُّ لَفْظٍ مِثْلُ دُرِّ فَاحِرَةٍ
- ۴۔ بَهْجَةٌ الْأُسْلُوبِ مِنْ مِيزَانِهَا دِقَّةُ التَّعْبِيرِ فِيهَا ظَاهِرَةٌ
- ۵۔ إِنَّمَا مِنْ حُسْنٍ مَبْنِيٍّ أَصْبَحَتْ فِي سَنَاهَا كَالْبُدُورِ الشَّافِرَةِ
- ۶۔ كَمْ مِنَ الْأَمْثَالِ فِي طَيَّانِهَا لَا لَأَتِ مِثْلَ النُّجُومِ الزَّاهِرَةِ
- ۷۔ وَاخْتَوَتْ مِنْ خَافِظِ اشْعَارِهِ نَشْوَةَ الشَّيْرَازِ جَاءَتْ آخِرَهُ
- ۸۔ يَا لَهَا مِنْ تَبَعَةٍ فَيَاضَةٍ مَارَعَتْ حُسْنَ الْعُيُونِ الشَّاهِرَةِ
- ۹۔ كَيْفَ لَا تَسْمُو إِلَى الْمَجْدِ وَقَدْ هَدَى بِهَا اللُّودُوعَى النَّادِرَةِ
- ۱۰۔ مَنْ حُسَيْنٌ ذُو دُكَاةٍ مَالٍ مِنْ كُلِّ عِلْمٍ بِسَهَامٍ وَافِرَةٍ
- ۱۱۔ قَالَهَا فِي مَدْحِ اشْعَارِ الْبَنِي قُلَّتْهَا فِي ذِكْرِ يَوْمِ الدَّائِرَةِ
- ۱۲۔ رَفَعَ الْمَدْحُ قَصِيدَتِي شَانَهُ فَلَهُ مِثْمَى مَدْحٍ عَاطِرَةٍ

۱۳۔ وَلَيُرْقِلُهُ الْإِلَٰهُ دَائِمًا

فِي الْمَنَاءِ وَالنِّعَمِ الْغَامِرَةِ

ترجمہ

- ۱۔ روشن خوبیوں والے بلیغ کی جانب سے منظوم خط پہنچا۔
- ۲۔ حسین قیمتی خوبصورت اشعار میں جادوگر آنکھیں بھی اس جیسی نہیں ہیں۔
- ۳۔ ہر شعر اپنے حسن میں گلاب کا پھول ہے۔ ہر لفظ قیمتی موتی کی طرح ہے۔
- ۴۔ انداز کی خوبی اُن کا امتیاز ہے۔ تعبیر کی نزاکت اُن میں روشن ہے۔
- ۵۔ وہ بناوٹ کے حسن کی وجہ سے اپنی چمک میں روشن چاندوں کی طرح ہیں۔
- ۶۔ اُن کی تہوں میں بہت سی ضرُوب الامثال ہیں جو روشن ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔
- ۷۔ اُن کا منظوم مکتوب مشتمل ہے حافظ کے اشعار پر اور شیراز کی مستی آخر میں آئی ہے۔
- ۸۔ کیا ہی اچھی بہتی ہوئی اصل ہے جو نیم خواب آنکھوں کے حسن کے مشابہ ہے۔
- ۹۔ اُن کا یہ منظوم قطع بڑائی کی طرف کیوں نہ بلند ہو جبکہ اس کو نادر روزگار زمین نے مہذب کر دیا ہے۔

۱۰۔ وہ کون ہیں؟ حُسنِ ہیں جو زمین ہیں جنہوں نے ہر علم سے مکمل حصہ پایا ہے۔

۱۱۔ انہوں نے میرے اُن اشعار کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں جو میں نے مصیبت کے دن کے بارے میں کہے ہیں۔

۱۲۔ اُن کی تعریف نے میرے قصیدے کی شان بلند کر دی تو اُن کے لئے میری جانب سے خوشبودار تعریفیں ہیں۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ باقی رکھے خوشی میں اور گھنی نعمتوں میں۔

حضرت سرہندی رحمۃ اللہ کا منظوم قطعہ جمعہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ موافق ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو ڈاک سے ملا۔ عاجز نے منظوم عربی قطعہ یکشنبہ ۵ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۵۸ھ ۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء کو ارسال کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس دوران میں قاضی داریب جناب صلاح الدین خان سلجوقی جنرل قونصل مملکت خداداد افغانستان عاجز کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت سرہندی کا منظوم فارسی اور عاجز کا منظوم عربی پڑھا اور خوش ہوئے اور دو دن بعد پھر آئے اور اپنا منظوم ۲۷ شعر کا لائے پہلے عاجز کو سنایا اور پھر وہ تحریر عاجز کو دی جس کو اب انچاس سال کے بعد یہ عاجز طبع کر رہا ہے۔

اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جناب سرہندی اواخر ماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اس عاجز سے ملنے دہلی تشریف لائے اور مل کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی شفقت اور محبت یاد آتی رہتی ہے اس کے بعد نہ کبھی ان سے ملاقات ہوئی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ ان کی وفات کب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور آپ کو اُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الصَّالِحِينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ کے زمرے میں شامل کرے۔

قطعہ صلاح الدین خان سلجوقی

رَحْمَةُ اللَّهِ

إِذَا السَّاعَةُ اقْتَرَبَتْ يَا لَهَا
وَذُكِرَتِ الْأَرْضُ مِنْ زُلْزَالِهَا

امرؤ القیس

۱۔ شبے بود تاریک چوں چاہ دِل
۲۔ غبارِ سیہِ خفہ بر کوہِ سار

فرد ہستہ ظلمت بہ آفاقِ ذیل
خزانِ اجل رفتہ بر مرغزار

مینہ نام دادی است از درخ۔ مرغزار بروزن شہسوار بمعنی جائے سبزہ دریا میں۔

طبیعت بہ چشم آمدہ بر زمین
زلزل مشمت بر زمان ریختہ
خبر خلق را از شبنم می کند
ہم آغوش احلام رنگیں بودند
زمان با زمین در سر جنگ بود
برای گشت بر خاکیاں غلغلہ
کہ درید ازاں صدمہ پرستوہ
بلمبید شہر و بغلطید کاخ
وزلزلیت الارض زلزالہا
زگوگرد آتش بہ صورت زئیر
تف و دور آہش بر افلاک شد
بے خلق را رخت ہستی بسوخت
یکے راستہ سر بہ سینہ دروں
دگر می دند از درون مفاک
رواں بر لب ونیت کس را خبر
دگر می بموید کہ بشتاب زود
دگر خفتہ سکرت در آغوش آن
دگر رنگ و لنگاں بہ طوف حجیم
دگر در گلوخوں چو تنگ شراب
بداں ساں کہ بیعت مانی القبور
ہمی رفت و گفت لے رفیق بریں
روان شریفش بر افلاک شد
چو یک قطرہ در بحر وحدت چکید

۳۔ جبین افق نہ ابرا خوردہ ہیں
۴۔ شدہ تیغ بہ شرام آہینہ
۵۔ ستارہ بہ چشمک سخن می کند
۶۔ ولے خلق در خواب سنگیں بدمند
۷۔ دل دہراز کینہ ہا تنگ بود
۸۔ دل خاک را تنگ شد حوصلہ
۹۔ بغیر یدر عدد بلرزید کوه
۱۰۔ بجنبید وادی بیفتاد لاغ
۱۱۔ ز دیو اجل پہن شد بال ہا
۱۲۔ بجوشید لاوہ بر آمد سیر
۱۳۔ دل تیرہ خاکداں چاک شد
۱۴۔ ازاں دودنا را جل بر فروخت
۱۵۔ یکے مغزش از منخر آمد بروں
۱۶۔ یکے می طپد در بر خون و خاک
۱۷۔ یکے گردنش خستہ دیگر کمر
۱۸۔ یکے می بتالد کہ دریاب زود
۱۹۔ یکے رفتہ شہتیر بر دوش آن
۲۰۔ یکے خوش خراماں بہ سونے نعیم
۲۱۔ یکے خاک در خلق و گوید کہ آب
۲۲۔ یکے سر بر آوردہ از خاک گور
۲۳۔ مگر آن دن صابر راستیں
۲۴۔ اگر خرقہ ہستیش چاک شد
۲۵۔ رواں از ثری بر ثریا رسید

۱۔ ہرام منہج را گویند کہ در ستارہاں نفس شمارندہ دانند۔ ۲۔ شعلہ آتش سے زئیر آواز شہ سے بریدہ سنی بنا۔
۳۔ از آن دن اشارہ بہ حضرت والدہ ماجدہ است۔

۲۶۔ سہ احقاد با او زد نیا شدند
۲۷۔ خدایش رساند بہ او رج قبول
سہ روح رواں با خرد پر شدند
بنو شد منے مغفرت با بتول

ترجمہ

- ہائے قیامت قریب آگئی۔ اور زمین جھٹکا دے گئی زلزلوں سے۔ (امرؤ القیس)
- ۱۔ رات ویلے کے کنویں کی طرح تاریک تھی۔ اندھیرے نے دنیا کے اطراف پر دامن ڈال دئے تھے۔
 - ۲۔ پہاڑ پر کالا غبار سویا پڑا تھا، چمن پر موت کی خزاں چل پڑی تھی۔
 - ۳۔ افق کی بیتابی پر ابروؤں کے شکن پڑ گئی تھی۔ زمین پر طبیعت غصہ سے بھر گئی تھی۔
 - ۴۔ بہرام نے تلوار سونت لی تھی۔ زحل نے زمانہ پر نخواست بہادی تھی۔
 - ۵۔ ستارہ اشاروں سے بات کرتا ہے۔ لوگوں کو غم کی خبر دیتا ہے۔
 - ۶۔ لیکن لوگ سخت نیند میں تھے۔ رنگین خواب سے ہمکنار تھے۔
 - ۷۔ زمانے کا دل کینہ کی وجہ سے تنگ تھا۔ زمانہ زمین سے برسہا پرکار تھا۔
 - ۸۔ زمین کے دل کا حوصلہ تنگ تھا۔ اس نے زمین والوں پر غل مچایا تھا۔
 - ۹۔ بجلی کڑکی، پہاڑ لرزا، چوں کہ اس پر ملاں صدمہ سے وہ پھٹ گیا۔
 - ۱۰۔ دادی ہل گئی، زمین دھنس گئی، شہر تباہ ہوا، محل گر گیا۔
 - ۱۱۔ موت کے بھوت سے دل پھیل گئے اور زمین زلزلوں سے لرز گئی۔
 - ۱۲۔ لاوہ پھٹا، شعلے نکلے، آگ کی گندھک سے شیر کی دھاڑنے کی طرح آواز نکلی۔
 - ۱۳۔ اندھیری زمین کا دل پھٹا، اس کی آہ کی سوزش اور دھواں آسمانوں پر پہنچا۔
 - ۱۴۔ اس دھوئیں سے موت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے بہت سی مخلوق کے وجود کو پھونک دیا۔
 - ۱۵۔ کسی کا بھیجا ناک سے نکل پڑا۔ کسی کا سر سینہ میں گھس گیا۔
 - ۱۶۔ کوئی خاک و خون میں بے قرار تھا۔ کوئی گڑھے میں سے پھٹکارے مارتا تھا۔
 - ۱۷۔ کسی کی گردن ٹوٹی تھی کسی کی کمر۔ جان ہونٹوں پر آگئی تھی اور کسی کو خبر نہ تھی۔
 - ۱۸۔ کوئی فریاد کرتا تھا جلد مدد کرو۔ کوئی رو رہا تھا کہ جلدی کرو جلدی۔
 - ۱۹۔ کسی کے کاندھے پر شہتیر گرا تھا۔ کوئی اس کی بغل میں سکران کی نیند سو رہا تھا۔

۱۔ سہ روح یعنی روح۔ طبیعی حیوانی و انسانی کو تابع عقل اند۔ ک معرفت
۲۔ ویل روزخ کی ایک دادی کا نام ہے۔ بہرام مرتج کو کہتے ہیں۔

- ۲۰۔ کوئی جنت کی جانب خوش خرامی کر رہا تھا۔ کوئی جہنم کے چکر میں لنگر اڑا رہا تھا۔
- ۲۱۔ کسی کے حلق میں مٹی تھی اور پانی پانی کہتا تھا۔ کسی کے گلے میں خون تھا شراب کی صراحی کی طرح۔
- ۲۲۔ کسی نے قبر کی مٹی سے سر نکالا ہوا تھا۔ اس طرح کہ قبور سے مڑے نکلتے ہیں۔
- ۲۳۔ مگر وہ صابری بھی خاتون جا رہی تھی اور اے رفیق اعلیٰ کہتی تھی۔
- ۲۴۔ اگر اس کے جسم ہستی کا خرقہ چاک ہو گیا ہے۔ اس کی روح شریف آسمانوں پر پہنچی ہے۔
- ۲۵۔ روح زمین سے ثریا پہنچ گئی ہے۔ ایک قطرہ کی طرح وحدت کے سمندر میں ٹپک گئی ہے۔
- ۲۶۔ اس کے ساتھ تین پوتے پوتیاں روانہ ہوئے، تینوں روحیں عقل سے پُر ہو گئیں۔
- ۲۷۔ خدا اس کو قبول کے بلندی پر پہنچائے وہ حضرت فاطمہ کے ساتھ معرفت کی شراب پیئے۔

قطع تاریخ و تقریظ دیوان حاجی حافظ منیر الدین منیر دہلوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

- ۱۔ پیامے از منیر الدین رسیدہ
- ۲۔ فرستاد دست دیوان بلیغش
- ۳۔ بہ اندک مدتے این نظم مطبوع
- ۴۔ بہ این زودی ز دریائے فصاحت
- ۵۔ بہ این تقریب بودم در ترصد
- ۶۔ کہ ہاتف سر بر آورد و چنین گفت

کلام دلپذیر و رسم زیبا

برابر اب بعیرت مخفی نہ ماند کہ شعر کلاسیست موزوں و مقفی کہ باشعور شریف انسان اتصال
تام دارد، از ہمیں جا است کہ نفوس بشریہ از سماعش لذتے می یابند، شخصے کہ بہ این کمال ممتاز
شدہ، نعمتے از نعم کبریٰ بہ دستش رسیدہ، ویرا باید کہ این نعمت را بہ کار آرد، پیئے اصلاح قوم بکوشد
و فائدہ بہ خلق رساند، بہ جاذبیت کلام و علاوت بیان مردماں را مائل بہ دین متیں کند از فسق
و فجور متنفر گرداند، در مسائل اجتماعیہ و اخلاقیہ و عمرانیہ و ماشا کلہا اشعار بگوید تا کلامش منتج شود
و ثمرہ ازاں حاصل آید و شعرش از زمرہ *إنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِکْمَةٍ* گردد، بالخصوص اندرین زمان کہ

لے خاتون سے مراد حضرت والدہ ماجدہ ہیں۔ رحمہا اللہ۔ تین پوتے پوتیاں ابوالجود عبدالرحمان، عائشہ اور زینت ہیں۔

احوال مسلمانان قابل رحم گشتہ، از دولت علم تہی دست، از اخلاق فاضلہ بے بہرہ، رسومات قبوہ در ایشان سرایت کردہ و اخلاق رذیلہ در نفوس متمکن گشتہ از سماع وصف گل و بلبل یا قصہ ہائے عشقیہ کہ بیشترش کاذب و مہیج بہ عطالت و لالی یعنی اندچہ فائدہ بایشان خواہد رسید۔

شعرا بہ تقدیم اگر اشعار غرامیہ گفتہ اند یا ذکر می کردہ اند مقصد شریف داشتند، آتش عشق تلوب ایشان را در گرفتہ بود، از شراب معرفت جا بہا نوشیدہ بودند، عشق مجازی برائے ایشان بمنزلہ جبر بود کہ از ان گزشتہ بہ عشق حقیقی می رسیدند، بہ خلاف این زمان کہ احوال برعکس شدہ پس تقلید ایشان تا کلام حد درست آید، کہے خوش گفتند، ہر سخن وقتے دہر نہ کہ مکالتے دارد، حافظ منیر الدین منیر دہلوی در بعض مسائل مہم مذکورہ فوق، کوشیدہ و تا حدی موفق شدہ جزاہ اللہ خیر الجزا و وفقی و آیاہ لما یجہ و یرضاہ۔

زید الوالحسن فاروقی عفی عنہ
شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۵۸ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء

ترجمہ

قطعہ تاریخ و تقریظ دیوان حاجی حافظ منیر الدین منیر دہلوی رحمہ اللہ

خدا کی تعریف ہے اور آں حضور پر اور اُن کی اولاد و صحابہ پر درود ہو

- ۱۔ منیر الدین کا پیغام پہنچا کہ فیصیح تاریخ کہنی چاہیے۔
- ۲۔ انھوں نے اپنا فیصیح و بلیغ دیوان مطبع میں بھیجا ہے تاکہ اُس کا حسن روشن ہو جائے۔
- ۳۔ یہ پسندیدہ اشعار تھوڑے سے عرصہ میں حسن طباعت سے مزین ہو جائیں گے۔
- ۴۔ اس عجلت میں فصاحت کے دریا سے معافی کے موتی میرے ہاتھ کہاں آئیں گے۔
- ۵۔ میں اس سلسلہ میں منتظر تھا کہ غیب سے سامان مہیا ہو جائے۔

۶۔ کہ فرشتہ غیبی نمودار ہوا اور اس نے یوں کہا: دلپند کلام اور عمدہ نقش ہے۔

ذہین اشخاص پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ شعر و موزوں و مقفی کلام ہے جو انسان کے عمدہ شعور سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اُس کے سننے سے لذت حاصل کرتا ہے۔ جو شخص اس کمال سے ممتاز بن جاتا ہے تو بڑی نعمت اس کے ہاتھ آ جاتی ہے۔ اس کو چاہیے کہ اس نعمت کو کار آمد بنائے، قوم کی اصلاح کی کوشش کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔ کلام کی جاذبیت اور بیان کی شیرینی سے لوگوں کو دین کی جانب مائل کرے اور فسق و فجور سے متنفر بنائے اجتماعی اخلاقی اور اچھے مضامین کے اشعار کہے تاکہ اس کے کلام کا کوئی نتیجہ برآمد ہو اور اس کا

پہل ہاتھ آئے اور اس کے اشعار بعض اشعار داتا گنی میں "کے زمرے میں داخل ہو جائیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کے احوال قابلِ رحم ہیں علم کی دولت سے خالی ہاتھ ہیں عمدہ اخلاق سے بے بہرہ ہیں، بڑی رسمیں اُن میں گھس گئی ہیں اور بڑے اخلاق ان کی طبیعت میں جڑ پکڑ گئے ہیں، گل و بلبل کے قصوں سے اور اُن عشقیہ داستانوں سے جو زیادہ تر چھوٹے ہیں اُن کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ متقدمین نے اگر عشقیہ اشعار کہے ہیں تو اُن کا اچھا مقصد تھا، عشق کی آگ اُن کے دلوں میں لگی تھی معرفت کی شراب کے جام پئے تھے۔ عشق مجازی اُن کے لئے بمنزلہ ایک پُل کے تھا جس سے گزر کر وہ حقیقی عشق تک پہنچ گئے تھے، مگر اس زمانے میں تو معاملہ الٹ گیا ہے۔ لہذا ان کی تقلید اب کہاں تک درست ہو سکتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حافظ منیر الدین منیر نے بعض مذکورہ مسائل میں کوشش کی ہے اور ایک حد تک ان کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے اور انہیں اور ہمیں اپنی مرضات کی توفیق عطا فرمائے۔

شعبہ ۲۳ رجب ۱۳۵۵ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء زید ابوالحسن فاروقی عفی عنہ

عاجز لغتہ ہجراں و تارِ پنج بے کساں و مکتوب حضرت سرہندی میں مصروف تھا کہ برادرِ طریقت حافظ منیر الدین کا خط دتی سے آیا۔ عاجز کو ان سے خاص تعلق تھا اور وہ اس کے شایاں تھے کہ ان کی طلب پوری کی جائے۔ چنانچہ عاجز نے مندرجہ بالا تحریر ان کو ارسال کی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ

طریقت | علم ظاہر میں آپ نے جس طرح تربیت فرمائی اور جس طرح علمِ دین کی حلاوت سے بہرہ مند کیا وہی کیفیت اور تربیت علمِ باطن و معارفِ الہیہ کی تھی۔ آپ اچاننا شیخ الاسلام پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری کا کوئی مبارک ملفوظ پڑھتے تھے مثلاً "اگر بہ ہواروی نگے باشی" دربر آب روی خستے باشی "دل بہ دست آرتا کسی باشی" کبھی آپ فرماتے تھے۔ تصوف اس کو کہتے ہیں کہ مکروہات شرعیہ بمنزلہ مکروہاتِ طبیعت کے ہو جائیں "اور کبھی فرماتے تھے "کوئی چشتی ہے کوئی قادری کوئی نقشبندی اور کوئی سہروردی۔ اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہو تو تم سب کچھ ہو در نہ کچھ بھی نہیں " اور فرماتے تھے "ذلیفہ کی خوبی یہ ہے کہ آٹھ پہر غیر کا دوسرے نہ آئے " اللہ جل شانہ و علم احسان نے آپ کے صاحبِ سید مبارک کو غفلت سے بہ تمام و کمال پاک کر دیا تھا۔ آپ مخلصین کو اور اپنی اولاد کو اسی دولتِ لازوال کا گرویدہ بنانے کی سعی فرمایا کرتے تھے۔ نہ آپ خود کبھی ہوا پراڑے اور نہ کسی کو اڑانے کی کوشش فرمائی " اَلْعَمَّٰیۃُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ یَّخْلَعُوۡۤا حُلُوۡۤاہُمۡ لَیۡذَکُرَ اللّٰہُ " کی کیفیت سے متکلیف کرنے کی سعی آخر وقت تک فرماتے رہے۔ اس سلسلہ میں کسی کی

بے راہ روی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چاہے وہ فرزندِ دلہند ہو، چاہے میرا جہند۔ اگر محبت تھی تو سب کے واسطے تھی، اگر جھڑکی تھی تو سب کے واسطے تھی۔ اگر ضرب تھی تو وہ بھی سب کے لئے تھی۔ اس عاجز کو وہ اوقات مبارک خوب یاد ہیں جب آپ نے نفسِ اتارہ کی سرکوبی کرتے ہوئے صد مخلصین کے سامنے عاجز کو کفشی پایا چوبِ دست سے نوازا۔ یہ عاجز وہ دن نہیں بھول سکتا کہ آپ نے کوسٹ بلوچستان میں عاجز سے فرمایا: "زید کیا بات ہے جو تم ضد کرتے ہو؟" چونکہ اس سال آپ نے اس عاجز کی تربیت میں سعی فرمائی تھی اور کئی مرتبہ زجر و توبیخ کے احوال گزر چکے تھے اس لئے بے ساختہ عاجز کی زبان پر آیا: "جی حضرت! آپ مجھ سے ضد فرماتے ہیں؟" اس بات کو سن کر آپ ایک دم چونک گئے اور آپ نے اس عاجز کی طرف دیکھتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے: "زید ہم قسم کہتے ہیں کہ ہم کو تم سے ضد نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں تمہاری اصلاح کے واسطے کرتے ہیں۔" تقریباً چوں سال اس بات کو ہوئے اور اس عاجز کو بار بار خیال آتا ہے کہ یہ بات کیوں آپ سے کہی۔ چوں کہ عاجز کے کہنے میں اپنے ارادہ کو دخل نہ تھا اس لئے عاجز کے لئے مٹھری خیرات و برکات و فتوحات ہوئی۔ یہ بات کَالشَّمْسِ فِي زَايَعَةِ النَّهَارِ مستحق ہے کہ اگر انسانیت سے کچھ بھی حقہ ملا ہے تو وہ آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے۔ ورنہ من یہاں خاکم کہ بودم۔

اس عاجز پر جو احوال گزر چکے ہیں اُن سے متاثر ہو کر نظمِ شاعری کے آخر میں کہا ہے۔

سُنو اب کچھ احوال اُس پار سا کے	گیا نفسِ اتارہ کو جو سدھا کے
مئے بیخودی سے خودی جس نے کھوئی	کیا زہد دل نوشدار و کھلا کے
ابھی تک ہے دل میں مزا اور گئے وہ	نئی چاشنی معرفت کی چٹا کے
کھڑا کر دیا لا کے راہِ ہدیٰ پر	شریعتِ زدی کی ریاضت کرا کے
محبت سے گرویدہ اپنا بنا یا	پڑھا کے لکھا کے سدھا کے سکھا کے
اثرِ دل سے زائل کیا ماسویٰ کا	بس اللہ کا اک نقش رکھا لگا کے
کئے چاکِ غفلت کے پردے ہزاروں	گئے یاد اپنے خدا کی دلا کے
کیا قلبِ عاجز کو خانہ خدا کا	پھر انوار سے اس کو رکھا سجا کے
ہوا نورِ وحدت سے معمور سینہ	گئے جو سبق معرفت کا پڑھا کے
نرالی اِلَفِ بَا کی تختی پڑھائی	کرشمے دکھائے نئی کیمیا کے

لے نظمِ شاعری کے اشعار یا قدوس کے عدد پر ۱۸۱ ہیں۔ مگر رقا فیہ بیک معنی نہیں ہے۔

تو جہ سے روشن کئے سب لطائف
بہت کچھ پڑھایا عنایات کر کے
بہت کچھ ہنسایا مگر ہائے قسمت
تصور میں اُن کے مزا جانِ جاں کا
محبت نے ان کی اثر یہ دکھایا
عزیز وہ کیا تھے بیاں کیا کروں میں
یہی ایلیا کی نشانی ہے سُن لو
گدائی میں ان کی سعادت تھی مخفی
رہی جس کو ان کی غلامی وہ نہ تھا
درِ فیضِ انور کا وہ خاکِ یزہ
نہ سمجھو اُسے خاک، اکیر ہے وہ
وہ کیسے سدھائے فدا اُن پر جان
کہاں سے ملے اب وہ مہبلے عرفاں
نہ اب دور ہے نہ مینا نہ ساقی
نہ وہ رقصِ بسل نہ شورِ حریفان
نہ وہ نعرہ صُور کہ جس کے اثر سے

گزرتا تھا اک دم وہ عرشِ بریں سے
درِ فیضِ اقدس کی کُنڈی ہلا کے

بیعت | ادائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ کو حضرت برادرِ کلاں اور یہ عاجز کوٹہ جارہے تھے حضرت
سیدی الوالد اسٹیشن تشریف لائے۔ ہم دونوں ریل کے ڈبے میں تھے دروازہ بند تھا، پلیٹ فارم پر
دروازے کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے الفاظِ بیعت پڑھے اور حضرت برادرِ کلاں کو خلافتِ عطا کی اور
عاجز کو داخلِ سلسلہ عالیہ کیا۔ کوٹہ میں آپ نے عاجز سے فرمایا: زید ہم نے دلی کے اسٹیشن پر تم کو
بیعت کر لیا۔ اس وقت عاجز گیارہویں سال میں تھا۔ اس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

کرم ہے زید کچھ تجھ پر خدا کا
لڑکپن میں ملی تجھ کو یہ دولت

ماہِ شوال ۱۳۳۸ھ میں حاجی ملا احمد خاں مٹاخیل ایک بیٹھان کو کوٹہ میں عاجز کے پاس لائے

کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے اس کو بیعت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ عاجز نے اس شخص کو داخل سلسلہ شریف کیا۔ اتفاق سے اسی سال بعد رمضان ملا عبد العزیز کا کڑی کی معرفت کچھ کتابیں ابنائے غلام رسول سورتی تاجر کتب ممبئی سے حضرت سیدی الوالد نے طلب کرائیں۔ ہم تینوں بھائیوں نے بھی مجموعہ دلائل الخیرات کے تین نسخے طلب کئے۔ جب پارسل آیا تو ملا عبد العزیز نے پارسل آپ کے سامنے کھولا اور مجموعہ دلائل الخیرات کے تین نسخوں کو نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔ آپ نے ان تین نسخوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا یہ ہمارے بچوں نے طلب کئے ہیں۔ ملا عبد العزیز نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمایا۔ جاؤ ہمارے بچوں سے کہو کہ ہماری طرف سے تم کو سب چیز کی اجازت ہے۔ چنانچہ ملا عبد العزیز نے آکر یہ مبارک خبر سنائی۔ فلتہ الحمد والاشکر۔ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید رحمت حق بہانہ می جوید۔ ایک سال حضرت سیدی الوالد قدس سرہ ہماری چھٹی کے دن ہر ہفتہ اوکھلا تشریف لے جاتے تھے اور عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوا کرتے تھے۔ کسی سایہ دار درخت کے نیچے آپ نوکر و مکر اور یاد حق میں مصروف رہتے اور ہم برادران سیر و تفریح میں۔ ہم نے وہاں لوگوں کو پھلیاں پکڑتے دیکھا خیال ہوا کہ ہم بھی پھل کا شکار کھیلیں۔ چنانچہ ہم تینوں نے ڈور کاٹنے کا انتظام کیا اور اپنی اپنی ڈور پانی میں ڈال دی۔ اتفاق سے عاجز کی ڈور میں پھل پھنس گئی۔ ایک نخت کھینچنا چاہا۔ وہاں پر ایک بڑے میاں کھڑے تھے۔ انھوں نے پک کر عاجز کے ہاتھ سے ڈور لے لی اور ڈھیل دے کر پھل کو نکالا۔ پھر اسی طرح حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ عمدہ قسم کی پھل ہے اس کا نام رہو ہے یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ عصر کو جب گھٹی کی طرف تشریف لارہے تھے اور پھل ہاشم جڑانی پٹھان کے ہاتھ میں تھی تو آپ نے ہاشم سے فرمایا۔ دیکھو ہاشم، زید نے یہ عمدہ پھل پکڑی ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو اچھا نصیب ملے گا۔ آپ نے اپنے مولیٰ جل شائد سے ایک امید وابت کی اور حدیث شریف ”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بَنِي“ کی رو سے یہ عاجز دائما امید دار الطاف باری رہتا ہے۔

گر میل کند سوسے ہلالی عجے نیست شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

آپ کی کتابیں | آپ نے اپنی مبارک حیات میں حضرت والدہ صاحبہ محترمہ اور بہنوں سے بار بار فرمایا تھا کہ ہماری کتابیں ہمارے تینوں بیٹوں کی ہیں۔ جب آپ کی وفات کے بعد آپ کے متروکات کی تقسیم ہوئی تو حضرت والدہ صاحبہ اور بہنوں نے تقسیم کرنے والوں سے کہہ دیا کہ آپ کی کتابیں تینوں بھائیوں کی ہیں۔ لہذا کتابوں کا ذخیرہ ہم تین بھائیوں پر تقسیم ہوا۔ تقسیم ہند تک سب کی کتابیں دلی

میں تھیں اور ہر کتاب سے ہر ایک مستفید ہوا کرتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد دونوں بھائیوں کی کتابیں کوئٹہ چلی گئیں۔ اس وقت عاجز کو بعض کتابوں کی کمی محسوس ہوئی۔ مثلاً شرح معانی الآثار از طحاوی، بدائع الصنائع از کاسانی، تہتین الحقائق از زلیخا، فتح القدر از ابن ہمام، بحر الرائق اور الاضواء والنظار از ابن نجیم، احکام القرآن از جصاص، التفسیرات الاحمدیہ از ملا جیون۔ الہامیہ لاحکام القرآن از قرطبی، تفسیر کشف الاسرار و مآثر الامار طبع ایمان از شیخ الاسلام ہرات، تفسیر الجواہر از طنطاوی جوہری، تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری، طبقات ابن سعد شذرات الذہب از ابن عماد، الدرر الکامنه از ابن حجر عسقلانی، مرآت الجنان از یافعی حلیۃ الاولیا از اصغہانی، نزہۃ الخواطر از سید عبدالحی تقی الطیب از مقرئ، التہتم الزاہرہ از اتابکی، اخبار مکر از ازرقی، المنتظم از ابن جوزی، تاریخ الامم والملوک از طبری، البدایہ والنہایہ از ابن کثیر، منہاج السنۃ النبویہ از ابن تیمیہ، مجموعہ رسائل ابن تیمیہ، مرقات المفاتیح از ملا علی نقاری وغیرہ من المکتب النفیثہ۔ پروردگار جل شانہ و عم احسانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ کتابیں ہتیا کر دیں۔ ان کی بہ دولت خلوت میں جلوت کا لطف حاصل ہے۔ نہ بالکسے کا رے و نہ از کسے بارے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

خانقاہ ارشادیناہ | حضرت شاہ غلام علی کی وفات شنبہ (ہفتہ) کے دن ۲۲ صفر ۱۲۴۳ھ ہجری (۱۶ اکتوبر ۱۸۲۳ء) کو ہوئی ہے۔ آپ نے اپنی وفات سے دس پانچ دن پہلے اس عاجز کے دادا کے دادا حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ کو خانقاہ شریف حوالے کی۔ اس وقت سے یہ خانقاہ آپ کے اولاد کے تعزیت میں رہی ہے۔ بیچ میں انگریزوں کی غدار کی وجہ سے آپ کی اولاد کو ہجرت کرنی پڑی اور ان حضرات نے تقریباً اکتیس سال اپنے خلفاء کے ذریعہ خانقاہ کی خدمت کرائی۔ ہجرت کے بعد حضرت سیدی الوالد شاہ عبداللہ ابوالخیر کی حجاز مقدس سے آمد ماہ ربیع الآخر ۱۲۰۶ھ (دسمبر ۱۷۹۰ء) میں ہوئی اور آپ نے خانقاہ شریف کو ظاہر و باطنیہ وجہ احسن و نفع بخشی۔ بیستیس سال یہ خانقاہ شریف آپ کے تعزیت میں رہی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت ابوالفیض بلال نے تقریباً پچیس سال خانقاہ شریف کی خدمت بہ وجہ احسن کی اور دہلی کے قیامت خیز ہنگاموں میں پہلے ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۸۴۹ء جمعرات کے دن ہوی بیچوں کو لے کر کوئٹہ بلوچستان شریف لے گئے اور اس دن سے خانقاہ شریف کی خدمت اس عاجز کے سپرد ہوئی۔

دلی کی بربادی کا بڑا اثر اس عاجز پر یہ ہوا کہ دونوں بھائی اور منجھلی آپا صاحبہ اور ان کے

بچے چھٹے۔ اور دلی کے مخلصین سوائے چند افراد کے پاکستان چلے گئے اور افغانستان کے مخلصین کے لئے راستہ مسدود ہوا۔ اس دور میں احیائے شاعر عجز کی زبان پر آتا تھا۔

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفانِ شور و فرا
سرافگندِ بزمِ بسمِ اللہ تجر بہا و مرسا تھا
پروردگار جلتِ حکمت جب کسی کے سپرد کوئی کام کرتا ہے، وہ اپنے لطف و کرم سے اس کو استعداد اور صلاحیت بھی عطا کرتا ہے۔ یہی صورت اس عاجز کے ساتھ پیش آئی۔ یہ عاجز یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ ۵ اگست ۱۹۱۷ء سے خانقاہ شریف کی خدمت میں معروف ہے۔ اس نئی صورتِ حال کے پیش نظر سب سے پہلے یہ ضرورت لاحق ہوئی کہ اپنے لکھنے پڑھنے کے لئے حرم سرا سے متعلق کوئی جگہ بنوائے چنانچہ حرم سرا کے شمالی حصہ کو عاجز نے ایک منزلہ بنوایا جو کہ ایک دالان، دو کمروں اور ضرورتاً پر مشتمل ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ جن دنوں اس جگہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضرت سیدی الوالد کے مرید خاص حاجی حافظ عبدالحکم سوداگر جفت کراچی سے آگئے۔ انھوں نے کچھ مشورہ دیا اور بہت خوش ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خانقاہ شریف کے صدر دروازہ اور اس کی صحنچیوں اور بالاخانہ کی چھت کمریوں کی تھی۔ کمریوں کو دیمک نے چاٹ لیا تھا لہذا گارڈ رولوا کر نئی چھت بنوائی۔

۱۹۳۷ء کے ہنگامہ کی وجہ سے محلوں کے شریف افراد زیادہ تر پاکستان چلے گئے۔ ان کی جگہ غیر مہذب افراد نے لی اور ادارہ منشی افراد رات دن میں جس وقت چاہتے تھے خانقاہ شریف میں اتر آتے تھے۔ لہذا چار پانچ سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے چاروں طرف کی دیواروں کو جو کہ پست تھیں خوب بلند کرایا۔

۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء) میں برخوردار ابوالفضل محمد رحمہ اللہ کا نکاح ہوا۔ ان کی رہائش کے واسطے عاجز نے اپنی بیٹھک تجویز کی اور مناسب معلوم ہوا کہ دونوں کمروں کے اوپر بالاخانہ بنوایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہ خوبی یہ کام ہوا۔

تبییع خانہ کے صحن کا شمالی حصہ خالی تھا۔ اس کے غرب کی طرف تین چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ اُن کی چھت ناکارہ ہو چکی تھی۔ عاجز نے ان تین کمروں کا ایک کمرہ کیا اور اس حصہ کو بنوا کر اپنے رہنے کی جگہ بنائی۔ برخوردار کی شادی کے بعد سے عاجز کا قیام اسی حصہ میں ہے۔

دو چار سال بعد خیال آیا کہ تبییع خانہ کے صحن کے شمالی حصہ میں عمدہ آرام دہ دالان بنوایا جائے۔ اس کا شرقی حصہ برخوردار ابوالفضل محمد کے دالان سے اور غربی حصہ عاجز کی قیام گاہ سے

متصل ہو۔ چنانچہ یہ ۲۸ فٹ ۵ انچ لمبا اور ۹ فٹ ۱۲ انچ چوڑا عمدہ دالان اور اس کے سمت جنوب میں پست چھت کا دالان پانچ فٹ دو انچ چوڑا بنوایا تاکہ برسات اور دھوپ سے بچاؤ رہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ کام بر خوردار کے مشورے کے مطابق بہت عمدہ اور آرام دہ رہا۔

مسجد شریف کے دالانوں اور صحن کا فرش جولال پتھر کا تھا بہت خراب ہو گیا تھا۔ عاجز نے دالانوں کا فرش ماربل کا اور صحن لال پتھر کی ٹکڑیوں سے بنوایا۔

یہ سب کام خیر و خوبی سے ہوا، لیکن روزِ اول سے عاجز کی تمنا تھی کہ محجر شریف پر کسی طرح کاسایہ ہو جائے تاکہ دھوپ اور بارش سے زائرین محفوظ رہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب وہ وقت آگیا کہ عاجز اپنی تمنا پوری کرے۔

اب وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ کے بھر دسیر پنجشنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۰۰

قبہ زرقا کی تعمیر

۲۱ فروری سنہ ۱۳۰۰ء کو چاروں پایوں کی بنیاد کی کھدائی کا کام شروع کیا۔ مقصود ٹھیکہ دار سے عاجز نے کہا کہ یہ محجر شریف سنگ باسی کا حضرت والد ماجد نے بنوایا ہے۔ دیکھو اس پر بال برابر اثر نہ آئے۔ تم عمدہ مضبوط پاڑ بندھو اگر محجر شریف پر دو انچ موٹے تختوں کی چھت بنوادو تاکہ اوپر سے جو شے بھی گرے اس پر گرے۔ مقصود کو اللہ اجر دے اس نے اسی طرح کیا اور بہت احتیاط سے راج مزدوروں سے کام کرایا۔ محجر شریف اور مزارات مبارکہ پر کوئی شے نہیں گری۔ عاجز نے محجر شریف کے دروازے کے اوپر انگل مڑوا کر لٹکوا یا کہ اس میں پانچ فٹ کا پتھر آجائے اور دوسرا انگل حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے مزار شریف کے محاذ میں لٹکوا یا کیونکہ برادر خورد کے بچوں کا خط آیا کہ ہم نے بہت عمدہ پتھر پر تاریخ لکھوائی ہے۔ وہ چار فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا پتھر ہے۔

مقصود نے چار مہینے تیرہ دن میں اللہ کے فضل و کرم سے قبہ زرقا بنادیا۔ عاجز نے اس قبہ زرقا کی درج ذیل بھری سن کی تاریخیں کہی ہیں۔

۱۔ بسم اللہ العلیم العظیم	۲۔ بسم اللہ العلی الغنی
۳۔ آرام گاہ مشائخ عالی حسب	۴۔ زیب جہاں کا رخ بہشت
۵۔ تعالیٰ اللہ عجب زیب تعمیر داد	۶۔ چتر نور نیست زیب
۷۔ درگاہ شاہ ابوالخیر آباد	۸۔ چراغ نبوی کا قبہ

۹۔ درگاہ شاہ ابوالخیر ہے

عاجز نے چھٹے مادہ تاریخ کو نظم کیا ہے اور کہا ہے۔

وہ چہ عالی شان گنبد شد بنا بر قبور اولیائے محترم
سال تعمیرش ز لطف کردگار چتر نورانیست زیبا شد رقم
اس تاریخی مادہ کو نیک اطوار برادر زادوں نے عمدہ پتھر پر اس طرح لکھوایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آرام گاہ مشائخ عالی حسب

وہ چہ عالی شان گنبد شد بنا بر قبور اولیائے محترم
سال تعمیرش ز لطف کردگار چتر نورانیست زیبا شد رقم
تاریخ تعمیر گنبد ماہ جمادی الآخرہ سن ۱۳۴۸ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء

منظر

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے کراہی مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے
عاجز نے اردو کے مشہور شاعر جناب زاہد حسن دسیم بریلوی کو قبۂ زرقار چراغ نبوی کا قہ
لکھ کر دیا کہ اس پر تین مصرعے لگا دیں۔ اللہ ان کو اجر دے کہ انھوں نے نہ صرف مصرعے لگائے
بلکہ وہ مکرانہ گئے وہاں سے پانچ فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا عمدہ سنگ مرمر کا پتھر خرید کر آگرہ
لے گئے اور وہاں اس پر کندہ کرایا۔

رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ

منظر معرفت آگاہ علی کا قبۂ موج در موج سمندر صفتی کا قہ
محو تعمیر ہیں کس حسن سے الوار سعید قبۂ زرقار۔ چراغ نبوی کا قہ
لے حضرت شاہ ابوالخیر کا تاریخی نام چراغ نبوی ہے۔ پیش کردہ زاہد حسین دسیم بریلوی
یہ پتھر محجر شریف کے دروازے پر آویزاں ہے۔ اور دوسرا پتھر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ
کے مزار شریف کے محاذات پر آویزاں ہے۔

صاحبزادہ عبد السلام اشیم کا تاریخی قطعہ
صاحبزادہ عبد السلام اشیم فرزند صاحبزادہ محمد
یوسف فرزند صاحبزادہ عبد القدیر فرزند صاحبزادہ

حضرت عبد الباقی فرزند حضرت صفی اللہ فرزند حضرت غلام محمد معصوم فرزند حضرت محمد اسماعیل فرزند حضرت
صنعت اللہ فرزند حضرت محمد معصوم فرزند حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم العلیہ۔

یہ خاندان عین سو سال سے کابل میں آباد ہے۔ جمعات ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ ۱۵ اپریل ۱۹۷۷ء کو افغانستان کے دہریوں نے روس کے اشارہ پر شاہ داؤد کو قتل کر کے دہریوں کی حکومت قائم کی اور چار سو چالیس صفحات کی کتاب ”زندگی نویں“ لکھ کر اپنے مذہب اور طریقہ کار کا اعلان کر دیا کہ اللہ کا وجود نہیں ہے۔ دین کے سب مذاہب باطل ہیں۔ مرد و عورت آزاد ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ کتاب بے دین نظر زادہ نے فارسی میں لکھی ہے۔ کوئٹہ بلوچستان میں عاجز کے برادر خورد کے بچوں کے پاس ہے۔ عاجز نے اس کتاب کے ۲۶ صفحات کے ابتدا سے اور دو صفحات کے انتہا کے فوٹو اسٹیٹ لئے ہیں۔

اس ملعون جماعت کا پہلا کام یہ ہوا کہ علماء و مشائخ کو قتل کرایا جائے۔ چنانچہ ابتدائی تین چار مہینے میں سینکڑوں علمائے کرام، پیرانِ عظام اور دیندار افراد کو قتل کر دیا گیا۔ ہمارے عزیز حضرت محمد ابراہیم ان کے چار جوان بیٹے اور تمام افغانستان سے حضرت مجدد الف ثانی کی ایک سو سولہ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ ۱۹ صفر ۱۳۹۹ھ ۱۹ جنوری ۱۹۷۹ء کو کابل میں حضرت محمد ابراہیم اور ان کے بیٹے گرفتار ہوئے۔ ان ایک سو اکیس افراد کو رائفلی کی گولی کا نشانہ بنایا اور پھر ان کو ایک گروہ میں ڈلوایا۔ عاجز سے زلمی امیر یار قوم ہتک نے بیان کیا کہ مقتولین میں سے بعض افراد مرے نہیں تھے کہ ان پر مٹی ڈالی اور پھر ان پر بلبڈ زر چلوا یا گیا۔ دو مہینے کے عرصے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ عاجز کو جب یہ خبر پہنچی بے ساختہ زبان پر آیا۔

۱۔ سَلَامٌ عَلٰی اٰخُوۡتِی الْمُسْلِمِیۡنَ سَلَامٌ عَلٰی سَادَةِ الْمُسْلِمِیۡنَ

۲۔ فَطِنَ رَحْمَۃُ اللّٰهِ لَہُمْ خَالِدُوۡنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاٰجِعُوۡنَ

۱۔ میرے مکرم بھائیوں پر میرا سلام۔ مسلمانوں کے سرداروں پر میرا سلام۔

۲۔ وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں رہنے والے ہیں اور ہم بیشک اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ان احوال جاں فرسا میں صاحبزادہ عبدالسلام اشیم بیوی بچوں کو لے کر لاہور آئے۔ اور

وہاں سے عاجز سے ملنے اور نسبت شریفہ حاصل کرنے دہلی آئے۔ پروردگار نے اُن پر کرم کیا

وہ نسبت شریفہ اور خلافت طیبہ سے محلی ہوئے اور لاہور گئے۔ وہاں دو شنبہ ۱۵ جمادی الآخرہ

۱۳۹۹ھ ۱۹ مارچ ۱۹۸۴ء کو رحلت کر گئے اور دائرۂ حضرت طاہر بندگی میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ علیہ۔

جاتے وقت ”قبر زرقا“ کی تعمیر کی تاریخ لکھ کر عاجز کو دی جو درج ذیل ہے۔

قطعہ تاریخ

- ۱۔ حضرت زید از کرم بنیاد ایں گنبد نہاد
- ۲۔ گنبد فیروزہ گوں چرخ رشک آرد برو
- ۳۔ منظر نازک مزاج اینجا بود پر تو فلک
- ۴۔ مرکز فیض ازل آئینہ علم و عمل
- ۵۔ منظر خیر است و نور قدس می تابد درو
- ۶۔ نور از خاک مزار اہل دل در یوزہ کن
- ۷۔ آنکہ اندر چرخ عرفاں ہجومہ واختر است
- ۸۔ زانکہ ایں گنبد بہ جاہ در تہ از مے برتر است
- ۹۔ آنکہ خورشید فلک از ذرہ پیش کتر است
- ۱۰۔ روح بخش نقشبنداں قلب را روشنتر است
- ۱۱۔ مہر و مہ فرش حریم آستان ایں در است
- ۱۲۔ زانکہ در ہر ذرہ آتش صد مہر تابان مضمحل است

۷۔ سر کشید از جیب فکر و گفت تاریخش انیم

”منظر انوار“ بنویس ایں چہ زیبا منظر است

- ۱۔ از راہ کرم حضرت زید نے اس گنبد کی بنیاد رکھی ہے جو معرفت کے آسمان کے اندر چاند اور ستار کی طرح ہے۔
- ۲۔ یہ نیل گوں گنبد ہے، اس پر آسمان رشک کرتا ہے، کیونکہ یہ گنبد رتبہ اور مرتبہ میں اس سے افضل ہے۔
- ۳۔ نازک مزاج حضرت منظر اس جگہ سایہ فلک تھے، وہ جن کے سامنے آسمان کا چاند ذرہ سے کمتر ہے۔
- ۴۔ وہ ازل فیض کا مرکز، علم و عمل کا آئینہ ہیں، نقشبندیوں کو روح عطا کر نیوالے، دل کو روشن کر نیوالے ہیں۔
- ۵۔ وہ خیر کا منظر ہیں، اُن میں خدائی نور چمکتا ہے، چاند اور سورج اس چوکھٹ کے فرش ہیں۔
- ۶۔ اہل دل کے مزار کی خاک سے نور کی بھیک مانگ لے اسلئے کہ اس کے ہر ذرہ میں سینکڑوں سورج پوشیدہ ہیں۔
- ۷۔ جیب فکر سے سر نکال اور انیم لے اس کی تاریخ کہی۔ اس کو منظر انوار لکھ، کس قدر حسین منظر ہے۔

مسیح شریف کے صحن اور ملحقہ اراضی کا فرش

متصل زمین کا عمدہ فرش سنگ مرمر کے چھوٹے ٹکڑوں اور سیمنٹ سے بنوا دے۔ چنانچہ مقصود ٹھیکیدار کی معرفت یہ فرش بنوا دیا گیا۔

عجیب کیفیت کا ظہور

مسجد شریف کے صحن اور ملحقہ اراضی کے فرش کی گھسانی ہو رہی تھی یہ عاجز کتب خانہ کی زمین پر جو کہ صحن مسجد کے شرق میں ہے، کھڑا گھسانی کرنے والوں کا کام دیکھ رہا تھا۔ ان کے دس گیارہ بجے کا وقت ہو گا، عاجز نے اپنی ظاہری آنکھوں سے حضرت

۱۷۔ تین عدد کا تخرج ہے کہ جیب فکر کا سر جو جمیم ہے اور اس کے عدد تین ہیں، تاریخی مادہ سے جو کہ ”منظر انوار“ ہے نکال دے۔ نہایت لطیف و مستحسن تخرج ہے۔

سیدی الوالد قدس سرہ کو اپنے لباس اور دستار و کلاہ میں بھر شریف کے غب کی طرف سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ آپ عاجز کے قریب سے شرقی طرف سے ہوتے ہوئے اس جگہ تک تشریف لے گئے جہاں کتب خانہ کے واسطے بنوائے ہوئے داسے اور ستون رکھے ہوئے تھے۔ آپ وہاں ایک دو منٹ کھڑے ہوئے اور ان پتھروں کو دیکھا اور جس طرف سے آئے تھے اُس طرف تشریف لے گئے۔ عاجز حیرت میں کھڑا رہ گیا۔ اس کے بعد پانچ چھ دن تک آپ اس عاجز پر متفرق اوقات میں ظاہر ہوتے رہے اور یہ عاجز ظاہری آنکھوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ عاجز کو ایک بار بھی ہمت نہ ہوئی کہ آپ سے کچھ عرض کرتا۔ البتہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ عاجز کی قیام گاہ یا تسبیح خانہ میں آپ کرتا پا جامہ اور عرق چپیں ٹوپی میں ظاہر ہوئے اور باہر کے حصہ میں روئی والے انگرکھے اور کلاہ و دستار میں ظاہر ہوئے۔

چہار شنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو دن کے دس گیارہ بجے عاجز کتب خانہ کی زمین پر کھڑا تھا کہ آپ تشریف لائے اور عاجز کے قریب پہنچ کر پتھر کے بنے ہوئے داسوں اور ستونوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ عاجز آپ کے مطلب کو سمجھا کہ آپ کتب خانہ کی تعمیر چاہتے ہیں اور آپ تشریف لے گئے۔ عاجز نے اسی وقت مقصود کے بلانے کو آدمی بھیجا کہ وہ فوراً آجائے۔

تعمیر کتب خانہ ۲۳ ربیع الآخر ۲۰ جنوری کو دن کے دو تین بجے عاجز نے مقصود ٹھیکیدار کو داسے اور ستون دکھائے اور ان کے سپرد تعمیر کا کام کیا۔ دو دن کے بعد عاجز نے حضرت سیدی الوالد کو آنکھوں سے تسبیح خانہ میں دیکھا۔ آپ نے عاجز کی طرف دیکھا آپ بہت خوش ہوئے اس کے بعد پھر آپ نظر نہ آئے۔ اس ہفتہ عشرے میں تقریباً دس بار آپ نظر آئے۔ پوری طرح خوشی کے آثار آخری مرتبہ آپ پر پائے گئے۔ لیکن آپ سے بات نہیں ہوئی۔ کتب خانہ کی بنیاد نہایت عمدہ طریقہ سے بختہ اور چوڑی حضرت سیدی الوالد بنوا چکے تھے۔ اب صرف داسوں کا لگوانا ستونوں کا کھڑا کرنا اور دیوار چمنوائی تھی۔ اللہ کے فضل و کرم سے شنبہ ۲ شوال ۱۳۸۲ھ ۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء کو کتب خانہ اور اس کا شمالی اور جنوب مشرقی حصہ بہت خیر و خوبی سے بن گیا۔ عاجز نے کتابوں کی سولہ الماریوں کو درست کرائے کا کام شروع کر دیا، الماریوں کی اونچائی ۹۳ انچ چوڑائی ۶۰ انچ اور گہرائی ۱۸ انچ ہے۔ ہر الماری میں پانچ درجے ہیں۔ گرد و غبار سے بچاؤ کے لئے سرکتے ہوئے شیشہ کے دروازے ہیں۔ عاجز نے کتب خانہ کی درج ذیل تاریخ کہی۔

فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ

خدا را منت و مدحت نبی را

زہاتف زیدچوں پر سید سالش

مبارک اس کتب خانہ بفرمود
ہے واضح رہے کہ لفظ مسعود سے اشارہ ہے کہ یہ بنیاد بہت مبارک ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی بنوائی ہوئی ہے۔

حضرت ابن العم کی ارسال کردہ تہانی

حضرت حافظ محمد ابوسعید مجددی فاروقی فاج کی وجہ سے صاحب فراش تھے، کتب خانہ کی تعمیر سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ایک قطعہ عربی کا، ایک فارسی کا اور ایک اردو کا لکھ کر ارسال کیا۔ عربی کا قطعہ ایک چوکھٹے میں اور فارسی و اردو کے قطعات ایک چوکھٹے میں۔ اور تحریر فرمایا کہ ان چوکھٹوں کو کتب خانہ میں میری طرف سے نمایاں جگہ لٹکا دو۔ چنانچہ عاجز نے ان کو نمایاں جگہ رکھا ہے۔ اب اس کتاب میں ان کو محفوظ کر کے ایک طرح کی بقار دیتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

قَصِيدَةٌ

بِمُنَاسِبَةِ تَأْسِيسِ مَكْتَبَةِ جَدِيدَةٍ

- ۱۔ مَكْتَبَةُ الْخَيْرِ خَيْرُ مَكْتَبَةٍ
- ۲۔ قَالَ زَيْدٌ هُنَا كُلُّ تَقْدِيرٍ
- ۳۔ شَادَ بِنَاءٌ شَائِحًا لَهَا
- ۴۔ بَيْنَ دَوَالِبِهَا أُلُوفُ كِتَابٍ
- ۵۔ هَذِهِ نِعْمَةٌ لِدَوَى الْعِلْمِ
- ۶۔ لِيُغْلِيْلَ الْعُلُومَ مَنَهْلٌ عَذْبٌ
- ۷۔ لِيَسْتَبِي زُرَّتْهَا فِي حَيَاتِي
- ۸۔ هَذِهِ فُجْمُوعَةٌ أَلَلَا لِي
- ۹۔ جَوْهَرَةٌ الْعِلْمِ تَلْمَعُ عِلْمًا

محمد ابوسعید المجددی

یوم الخمیس ۸ من جمادی الآخرة سنة ۱۴۰۳ھ ۲۴ من مارس سنة ۱۹۸۳م

ترجمہ قصیدہ

نئے کتب خانہ کی تعمیر کی مناسبت سے

- ۱۔ شاہ ابوالخیر کا کتب خانہ بہترین کتب خانہ ہے۔ قیمتی کتابوں کے نادر نسخوں کی وجہ سے۔
- ۲۔ زید نے یہاں (دنیا) میں مقدر کا لکھا پایا۔ عنقریب وہاں (آخرت میں) رتبہ اور مرتبہ پائے گا۔
- ۳۔ اس کتب خانہ کے لئے ایک ایسی بلند عمارت بنوائی۔ بلند بادل اس سے درے ہیں۔
- ۴۔ اس کی الماریوں میں ہزاروں کتابیں ہیں۔ جو مختلف فنون سے مزین ہیں۔
- ۵۔ یہ علم والوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ معرفت کے ٹھنڈے پیالوں کی۔
- ۶۔ علم کے پیاسوں کے لئے شیریں چشمہ ہے۔ اس کا ہر گھونٹ خوشگوار، خوشبودار ہے۔
- ۷۔ کاش میں اپنی زندگی میں اس کی زیارت کر لیتا۔ اپنی مقدس تمنائیں تکمیل کر لیتا۔
- ۸۔ یہ موتیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علم کے دریاؤں سے نکالا ہوا۔
- ۹۔ علم کا موتی علم سے چمکتا ہے۔ اور گویا کہ وہ معارف کا روشن سورج ہے۔

محمد ابوسعید مجددی

۸ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ روز جمعرات مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء

قطعاتِ مداحیہ

فارسی وارد و بمناسبت تاسیس کتب خانہ جدید در دہلی

پنجشنبہ ۸ جمادی الآخرہ ۱۴۱۸ھ ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء

- | | |
|-------------------------------------|-----------------------------------|
| ۱۔ برائے رفیع جہالت چہ باب علم کشود | بخواں بہ شوق کہ پشت کتاب علم کشود |
| ۲۔ چہ نغمہ کہ بگوشم چو آمدہ آواد | کسے بگفت کہ اکنون رباب علم کشود |
| ۳۔ برائے علم و عمل بہر استفادہ خلق | ز درس گاہ مبارک نصاب علم کشود |
| ۴۔ زمین علم ز کشت فنون روئیدہ | بہ قلبہ رانی دانش ز آب علم کشود |

۵۔ سید صرف زرد و غم و شوق زید ہیں

دگر مثال نیابی کہ باب علم کشود

- ۱۔ جہالت کو مٹانے کے لئے علم کا کیسا اچھا دروازہ کھلا۔ شوق سے پڑھتیرے سامنے علم کی کتاب کھلی۔
- ۲۔ کیا اچھا نغمہ تھا جب میرے کان میں آواز آئی۔ کسی نے کہا کہ اب علم کا ستار چھڑا۔
- ۳۔ علم و عمل کے لئے، مخلوق کے فائدے کے لئے، بابرکت درس گاہ سے علم کا نصاب کھلا۔

۴۔ علم کی زمین فنون کی کھیتی سے اُگی۔ عقل کی جٹائی سے علم کے پانی سے کھلی۔
۵۔ سعید، زید کے روپے اور عمر کے خرچ اور شوق کو دیکھ تو دوسری مثال نہ پائے گا، کیوں کہ علم کا دروازہ کھلا۔

اُردو قطعہ

چمن علم میں گلگشت مبارک سب کو واہ اس نیست میں یہ ہست مبارک سب کو
زید کے سر ہے کتب خانے کا علمی سہرا سند علم ہے در دست مبارک سب کو
پڑھنے والوں کی سعید ایسی ہی ہمت دیکھی
جہل سے علم کی سوجست مبارک سب کو
نتیجہ فکر: محمد ابوسعید مجددی

تعمیر حرم سرا | یہ حرم سرا غالباً سن ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) کا بنا ہوا تھا۔ اس کی دیواریں لکھوری اینٹ اور گارے سے بنی تھیں البتہ دروازوں اور دروں کی کمائیاں لکھوی اینٹ اور مصالحہ سے بنی تھیں۔ دونوں دالانوں کی چھت سن ۱۹۳۳ء میں گر گئی تھی، عاجز نے عارضی طور پر چھت بنوادی تھی، کتب خانہ کی تعمیر کے بعد برخوردار ابوالفضل محمد مرحوم نے عاجز سے کہا۔ اب یہ مکان بہت مخدوش حالت میں ہے۔ اور پھر انھوں نے دو دیواروں کی بہت عمدہ بنیاد ماہ شعبان ۱۳۰۴ھ مئی ۱۹۸۳ء میں بنوادی اور انھوں نے عاجز کو مکان کا نقشہ بتایا اور کہا کہ اب یہ مکان اس طرح کا بنے گا۔ عاجز نے کہا برسات گزر جانے کے بعد ان شاء اللہ اسی ڈھب کا مکان بنوایا جائے گا۔ برخوردار تقریباً چالیس پینتالیس دن کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوئے اور مکان ان کے بنائے ہوئے نقشہ کے مطابق چار شنبہ ۲۳ شعبان ۱۳۰۵ھ ۱۵ مئی ۱۹۸۵ء کو تیار ہوا اور رنگ روغن وغیرہ سے ۳۱ رمضان ۱۳۰۵ھ جون تک فراغت ہوئی۔ عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی۔

حَمْدُكَ يَا وَلِيَّ كُلِّ نِعْمَةٍ
بَارَكْتَ عَلَيَّ بِنَائِهِ اَوْلِيَّيْ حَقْ
از یمن خدائے ذوالجلال زید شد
تعمیر حرم سر لے اولیائے حق

لوہے کی جالی | جہاں محلہ کے آوارہ گردوں اور چابک دستوں کی وجہ سے خانقاہ شریف کی دیواروں کو بلند کرنا پڑا وہاں ان بدطینتوں کی وجہ سے محجر شریف کے چاروں طرف لوہے کی جالی لگوانی پڑی تاکہ محجر شریف کی پتھر کی جالیاں محفوظ رہیں۔ اللہ

بڑے ہمسایہ کے شہر سے محفوظ رکھے۔

واضح رہے کہ محضر شریف کے شرق کی طرف جناب مولانا رحیم بخش اور بر خوردار رحمانہ کی قبریں ہیں لہذا جالی کو ان کی قبروں پر ٹھاطا کر دیا ہے۔ اس کی تاریخ درج ذیل ہے۔

پنے سال بتائیں اسے زید حویں حریم پیر ٹون الفردوس - بگو

مکاشفہ کا ظہور | اس کتاب کے اکرامات الہیہ کے اواخر میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا یہ مکاشفہ عاجز لکھ چکا ہے کہ کوئٹہ بلوچستان میں افغانستان کے علمائے آپ نے فرمایا: "زید جائے گیر باشد" زید میری جگہ لینے والا ہوگا۔ عاجز کے خیال میں خانقاہ شریف سے متعلق عاجز کی جملہ خدمات اسی پیش گوئی اور مکاشفہ کا فیضان ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے خانقاہ شریف کی عمارات کو پختہ اور عمدہ بنوایا اور مابقی کی تکمیل پر وردگار نے اس عاجز سے کرائی۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلِلّٰهِ الشُّكْرُ۔**

مرغدار احمد و منت مرغدار اشکر | ہر زماں بر زید عاجزی نہاید نطفہا
جب سے عاجز نے قبۃ زرقاء کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا اور جب تک تعمیر حرم سرانے اولیائے حق کی تکمیل ہوئی ہے عاجز کی زبان پر اکثر اوقات حضرت جدامجد قدس اللہ سرہ کا یہ شعر آتا تھا۔
شاہم امر فہ کر سنگ در تو یافتام گرچہ مورم مگر اورنگ سلیمان دارم
بعض فضلار کا اعتراض | قبۃ زرقاء کی تعمیر پر بعض فضلار کو اعتراض ہوا ہے کہ یہ عمل اچھا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مختصر طور پر عاجز لکھتا ہے۔

شیخ بدرالدین سرہندی حضرت مجدد رحمہما اللہ کے خلیفہ اور ان کے سوانح نگار ہیں، جو کچھ لکھا ہے دیکھ کر اور سن کر لکھا ہے۔ ان کی کتاب کا نام حضرات القدس ہے۔ اس کتاب کے گیارہویں حضرت (فصل) میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد صادق کی رحلت ہو گئی۔ حضرت مجدد نے اُن کو اپنی حویلی کے صحن میں دفن کرایا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے فرمایا: "چوں قبر فرزند در میان عمارات واقع شدہ است، بہتر آن است کہ دریں مقام گنبد ساختہ شود و متاع بہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نمودہ آید" (صفحہ ۲۶۷ قلمی نسخہ ۹۹۹ م میں لکھا گیا ہے اور حضرت شاہ عبدالغنی کے مطالعہ میں رہا ہے) یعنی جبکہ میرے فرزند کی قبر عمارات کے بیچ میں واقع ہے، بہتر یہ ہے کہ اس جگہ گنبد بنوایا جائے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کی جائے۔

آپ کے نزدیک آبادی میں اگر قبر ہو تو اس پر گنبد بنانا بہتر ہے اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

۱۳۳۷ھ (۱۹۲۸ء) میں عاجز حج کو گیا۔ استاد محترم مولانا مولوی محمد عمر صاحب گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے ساتھ مدینہ منورہ میں علامہ اجل مولانا عبدالباقی لکھنوی شاگرد فخر علماء ہند مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مولانا محمد عمر سے فرمایا۔ مجھ سے نجد کی بحث کی۔ میں نے ان سے کہا۔ مزارات پر تعمیر سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

علامہ اجل شیخ حبیب اللہ شنفی مؤلف زاد المسلم فیما اتفق البخاری و مسلم مالکی تھے وہ ہجرت کر کے حرمین شریفین چلے گئے تھے۔ نجدیوں کے آنے کے بعد ان سے آپ کے مناظر ہوئے۔ آپ کا جواب نجدی نہیں دے سکے۔ لہذا انھوں نے علامہ کو حجاز سے نکال دیا۔ عاجز اُن سے بکثرت مصر میں ملا ہے اور اُن سے حدیث شریف کی اجازت لی ہے۔ سبحان اللہ کیا صاحب فضل و کمال اور صاحب لسان تھے، بھلا نجدی ان کا یا مولانا عبدالباقی کا کیا جواب دیتے۔ یہ دونوں باکمال علماء کرام حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کے مؤید ہیں۔

رد المحتار کے باب صلاة الجنائز میں لکھا ہے: (ولا یرفع علیہ) ای یحرم لوللزینۃ و یرکھ للأحکام بعد الدفن و اما قیلہ فلیس بقبر۔ الامداد۔ و فی الاحکام عن جامع الفتاویٰ و قیل لا یرکھ البناء اذا کان المیت من المشائخ و العلماء و السادات۔ قلت هذا فی غیر المقابر المسبلة کما لا ینحی

یعنی قبر پر تعمیر نہ کی جائے اور یہ تعمیر اگر زینت کے واسطے ہو حرام ہے، اور اگر دفن کرنے کے بعد اس کی مضبوطی کے واسطے ہو تو مکروہ ہے۔ اور اگر تدفین سے پہلے بنائی جائے تو وہ قبر نہیں ہے، اور کتاب "الاحکام" میں "جامع الفتاویٰ" سے لکھا ہے۔ کہا گیا ہے عمارت کا بنانا مکروہ نہیں ہے۔ اگر میت مشائخ یا علماء یا سادات کرام میں سے ہو۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ عدم کراہت اسی صورت میں ہے کہ قبرستان عام مسلمانوں کا نہ ہو۔

اور مرقات شرح مشکات کی دوسری جلد کے باب دفن المیت میں ہے۔

"وَقَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبَنَاءَ عَلَى قَبْرِ الْمَشَائِخِ وَالْعُلَمَاءِ الْمُشْهُورِينَ لِيُزَوِّدَهُمُ النَّاسُ وَ

يَسْتَرْيَحُوا بِالْجُلُوسِ فِيهِ"

سلف نے حضرات مشائخ اور مشہور علماء کی قبر پر عمارت بنانے کو مباح قرار دے دیا ہے تاکہ

لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر راحت پائیں۔

ان جلیل القدر علماء اور اولیاء کے ارشاد پر عمل کرنا جائز ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْذِبُ عَلَى قَوْلٍ اخْتَلَفَ فِيهِ الْعُلَمَاءُ" اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا اس قول پر جس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ شافعی کچھ کرتے ہیں مالکی کچھ اور حنفی کچھ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے شامل حال ہے۔

ہم عاجزوں کے لئے اتنی سند کافی اور کافی ہے۔ لہذا جلسے تکیر نہیں ہے۔ اپنے مولیٰ جل شانہ و علم احسان سے ہم کو بوری امید مغفرت ہے۔

زید ہے اپنے عمل سے ناکس تیری رحمت کا سہارا اور بس

آل مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) اگرچہ نیک مقاصد کے لئے بنایا گیا تھا لیکن ہرچہ علنی گیر دلتی گروہ "کامہدق بن گیا ہے۔ اس آل سے جو تکلیف

بندگان خدا کو پہنچ رہی ہے اس کو دیکھتے ہوئے عاجز کو یہ حدیث شریف یاد آتی ہے۔ مشکات کے کتاب الفتن میں مصححین کی حدیث ہے: "عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَطْلَافِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتْنَ تَقَعُ خِلَالَ بَيْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی کسی بلند عمارت پر (پتھر کی بنی ہوئی عمارت) چڑھے اور آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ صحابہ نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں پر مینہ کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔

اگر فاسقوں نے اس نامسعود آل کو فسق و فجور کے نشر کا ذریعہ بنایا ہے تو مسائل سے ناواقف افراد نے بھی ناجائز طریقہ پر اس کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ ہر مسجد شریف میں یہ آل نصب کر دیا گیا ہے۔ اذان اسی آل کے ذریعے نشر کی جاتی ہے۔ اور اذان کا وقت تمام مساجد کا ایک نہیں ہے اسلامی محلوں میں مساجد شریفہ ایک دوسری سے قریب واقع ہیں۔ لہذا یہ صورت پیدا ہو گئی ہے کہ ایک مسجد میں نماز ہو رہی ہے اور دوسری مسجد کا مؤذن اذان دے رہا ہے جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں ان کی نماز خراب ہو رہی ہے۔ اور یہ مؤذن اپنی ناجبھی سے۔ وَالْعَوَاقِبَةُ لَكُمْ تُغْلِبُونَ کا مرتکب ہو رہا ہے۔

بعض ائمہ مساجد اس آل میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے کہہ رہا ہے۔ وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ مَخَافَتَ الْبَلْعِ ذَلِكُمْ سَبِيلٌ أَلَمْ يَأْتِ بِآيَةٍ بَلَدٌ أَوْ

سے پڑھو اور نہ زیادہ دھمی آواز سے اور ان دونوں کے درمیان راہ وسط اختیار کرو۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مسجد شریف کی حدود میں آواز دائر رہے۔ بعض افراد رمضان شریف میں ساری تراویح اس آلہ میں پڑھتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔ اِذَا دُشِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔ کما رواہ البخاری۔ بعض ائمہ مساجد اذان کے بعد اور نماز سے پہلے وعظ و ارشاد کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ لوگ طریقہ نبویہ کو چھوڑ کر حجاج کے طریقہ کو لے رہے ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ۹ ص ۱۸۱ میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ فتح کر کے جب حجاج وہاں گیا تو اس نے یہی کیا کہ اذان کے بعد نصیحت کا دفتر کھول کر بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں بیٹھے تھے انہوں نے دین مرتبہ نماز، نماز کی آواز لگائی۔ حجاج نے کوئی اثر نہ کیا۔ آپ کھڑے ہو کر تکبیر کہنے لگے۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو سب لوگ کھڑے ہو گئے اور مجبوراً حجاج کو نماز پڑھانی پڑی۔ نماز کے بعد حجاج نے آپ سے کہا۔ کس بنا پر تم نے یہ کام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اِنَّمَا نَحْنُ لِلصَّلَاةِ فَفَصِلِ الصَّلَاةَ لَوْ قَتَلْتُمْ فَتَقْتُلُوا مَاشَتْ۔ یعنی ہماری آمد نماز کے لئے ہوئی ہے۔ نماز کو اس کے وقت میں پڑھو اور پھر جب تک چاہو باتیں بناتے رہو۔

واللہ اعلم یہ کیا نصیحتیں ہیں جو تمام ہونے کو نہیں آتیں۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الَّذِينَ يُسْرُّ دِينَ سَهْوَةٍ هِيَ لِي فِي دِينِي سَهْوَةٌ هِيَ لِي فِي دِينِي سَهْوَةٌ۔ حضرت سیدی اؤالد نے مخلصین سے فرمایا۔ یہ انحطاط کا زمانہ ہے فرض خدا پر قائم رہنا اور حرام خدا سے بچنا اور خلق خدا کے ساتھ صحیح معاملہ رکھنا موجب نجات ہے۔ آپ نے دو لفظوں میں حقیقت کا اظہار کر دیا۔ اللہ سب کو سمجھ دے۔ اس نامسعود آلہ کی وجہ سے خانقاہ شریف میں بھی نزولِ فتن کو قُبْحُ الْمَطَرِ ہو رہا ہے۔ کبھی فاسقوں کی نشریات اور کبھی واعظوں کا شور۔ یہ عاجز دیکھتا ہے کہ جب یہ تکلیف دہ آوازیں آتی ہیں زائرین لاجول پڑھتے ہوئے واپس جاتے ہیں۔

عاجز کا مسلک | اس دورِ پُر فتن میں عاجز کا مسلک اس حدیث شریف پر ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

كَيْفَ بِكَ إِذَا أَبْقَيْتَ فِي حَتَالَةٍ مِنَ النَّاسِ مَرْجَتَ عَهْدِهِمْ وَأَمَانَتَهُمْ وَاخْتَلَفُوا فَكَانُوا هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالَ فَبِمَ تَأْمُرُنِي قَالَ عَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعِ مَا تَنْكَرُ وَعَلَيْكَ بِمَخَاصِئِ نَفْسِكَ وَأَيَاكَ وَعَوَامِمِهِمْ فِي رَوَايَةِ الزَّمِ بَيْتِكَ وَأَمَلِكَ عَلَيْكَ لِسَانُكَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعِ مَا تَنْكَرُ وَعَلَيْكَ بِمَخَاصِئِ نَفْسِكَ وَدَعِ أَمْرَ الْعَامَةِ۔ کافی کتاب الفتن من المشکات۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا۔ تم کیا کرو گے جب ایسے بے خیر لوگوں میں رہ جاؤ گے کہ ان میں نہ ایقانے وعدہ ہوگا اور نہ امانت۔ ان میں اختلافات ہونگے

اور وہ اپنے احوال کے اعتبار سے اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائیں۔ عبد اللہ نے کہا۔ میرے لئے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ان امور کے پابند رہو جن کو تم جانتے ہو اور جس کو نہیں جانتے اس کو چھوڑو۔ تم صرف اپنے نفس کی فکر کرو۔ عوام الناس سے اپنے کو بچاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ تم اپنے گھر کے ہو رہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو جو تم کو معلوم ہے اس کو لو اور جس کو نہیں جانتے اس کو چھوڑو۔ تم اپنے نفس کی فکر کرو۔ عوام کو ان کے احوال پر چھوڑو۔ عاجز نے اس حدیث شریف کو اس دور پر فتن میں اپنے لئے مشعلی راہ بنا رکھا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے بارہا فرمایا تھا کہ اپنے بزرگوں کے مسلک سے سر مو اٹھاؤ نہ کرو ورنہ فتن پر مضبوطی سے قائم رہو، حرام سے اپنے کو بچاؤ، ان خوار اللہ تمہاری نجات ہوگی یہ آپ کا ارشاد اس مبارک حدیث شریف کا خلاصہ ہے۔ وقفی اللہ لرمضات۔

عید گاہ کی امامت | دلی کی شاہی عید گاہ کی امامت سید طاہر حسن سے انا ب وجد متعلق تھی۔ تقسیم ہند کے وقت وہ کراچی چلے گئے اور عید گاہ کی امامت کا تعلق مولانا احمد سعید سے ہوا اور ان کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سعید سے ہوا۔ ان کے بعد چند گرامی قدر علماء و علمائین عاجز کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ وقف بورڈ کی خواہش ہے کہ عید گاہ کی امامت آپ سے متعلق ہو۔ زمانے کے احوال کو دیکھتے ہوئے عاجز کو کچھ تردد تھا۔ چونکہ ان حضرات کا امر ار تھا اس لئے عاجز نے دو شنبہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو ان حضرات سے کہا کہ عاجز خالصاً وجہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو بجالائے گا۔ نہ یہ عاجز کچھ لے گا اور نہ کوئی شخص اس عاجز کے کام میں مداخلت کرے گا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ہندوستان میں عام طور پر خطبہ کے بعد دعا کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ حالانکہ سنتِ مطہرہ سے اس کا ثبوت نہیں۔ عاجز نے تسکیناً لخواطر العوام واتباعاً للسنۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلاۃ والتیمۃ یہ صورت نکالی ہے کہ خطبہ ثانیہ کے آخر میں لفظ "دعا" کہہ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ یہ عاجز اپنے مولائے کریم و رحیم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے اس صورت جمع کو طریقہ مسنونہ میں شامل کر لے گا۔ ع باکریم! کار بادشاہ نیست۔ عاجز درج ذیل خطبات پڑھتا ہے۔

عید الفطر کا پہلا خطبہ

اللہ اکبر۔ ۹ مرات۔ اللہ اکبر کبیراً والحمد لله کثیراً و سبحان
 اللہ العظیم بکرةً و اصیلاً، اللہ اکبر ما اشرق فی صبح هذا
 الیوم شمس المشرق، و تم شهر الصوم و استعد و قد ایلح و العمرة، و لبس المؤمنون جدید
 الثیاب اظہاراً للجمیل النعمة، سبحان من اوجب الفطر فی هذا الیوم و حرم الصیام احمده
 و اشکوه علی جمیل الانعام، و اتوب الیه و استغفره من الذنوب و الاثام، و اشهد ان لا
 اله الا الله و حده لا شریک له و اشهد ان سیدنا محمداً عبده و رسوله، اللهم صل وسلم
 و بارک علیہ و علی آله و اصحابہ حملاً شریعته و خزنة أسراره، اما بعد، فیا عباد الله، ان
 من آداب الاسلام المشہورة اخراج زکاة الفطر حسب السنة الماثورة، و اوجب ابو حنیفة
 عن نفسه و ولده الصغیر و عبد الخدمۃ بشرط ان یملک نصاب الزکاة زیادة عما اھم،
 و اسقط عنه زوجته و والدیہ الا علی سبیل التبرع، و یحب عند باقی الائمة علی المكلف
 عن نفسه و عن من یلزمہ الإنفاق علیہ و هم اولادہ الصغار و العاجزون عن الکسب
 و رفیقہ و زوجته و الفقیر من والدیہ و اشترطوا ان یملک زیادة عن لوازم من یؤمہ
 و قد رما نصف صاع من الحنطة و صاع من الشعیر و من غالب قوت اهل البلد و تکفی
 القيمة عند الامام الاعظم فقیہنا و اخرجها، ففی موطأ لیسامکم، و من جاء من طریق
 فلیزج من آخری لتشهدکم عند ربکم، و استبشر و ابنعمة من الله و رضوان منہ،
 ربنا آتانا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔

عید الاضحی کا پہلا خطبہ

اللہ اکبر۔ ۹ مرات۔ اللہ اکبر کبیراً، والحمد لله کثیراً و
 سبحان الله بکرةً و اصیلاً، الحمد لله الذی بسط لنا بساط
 الانس و المحبة، و قیل عمل حجاج بنیہ فعاملهم معاملة الاجبة، احمده جل شانہ و اشکوه
 عز بزمائہ و اشهد ان لا اله الا الله و حده لا شریک له و اشهد ان سیدنا محمداً
 عبده و رسوله، اللهم صلی وسلم و بارک علیہ و علی آله و صحبہ ما هلل مسلماً و کبر، الله
 اکبر الله اکبر۔ اما بعد، فیا عباد الله، قد اوحی الله فی المنام، الی خلیلہ (براهیم علیہ السلام)
 بذبح ولده فہم فی مثل هذا الیوم بذبحہ، فنزل الفداء و استبشر، الله اکبر الله اکبر
 فصارت الاضاحی من ذلک الوقت مرغوبة، و فضيلة من فضائل الاسلام مطلوبة، فاستغوا فیہا
 السنة، و استوجبوا فیہا المنة، فمن کانت له اضیحة، فلیبدأ بہا و لیستقبل بہا القبلة،

وَلِكَبْرَةِ اللَّهِ وَلِيَقُلَّ. اللَّهُمَّ هَذَا مِنْكَ وَلَكَ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِكَ وَمُحَمَّدٍ
خَلِيِّكَ وَأَوَّلَ وَثِقَتَا مِنْ صَلَاةِ الْعَبِيدِ وَخَلِّ الْأَمْسَارَ وَلَا هَلْ تَقْرَى مِنْ فَجْرِ هَذَا التَّهَارُ وَتَقْتَنِي
وَقَتْمَا بِغُرُوبِ شَمْسِ الْيَوْمِ الْثَالِثِ وَلَا يَمْنَعُ لِحْصَانِ أَصْحَابِيهِ وَلَا يَنْطَلِقُ الْخَرَجُ رَضِيئًا فِي أَجْرَتِهِ
فَعَقِلْتُمْ وَأَرْحَمُكُمْ اللَّهُ شَعَائِرُ اللَّهِ قَائِمًا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ وَتَقَرُّبُ بِضَعَى يَا كُمْ قَائِمًا عَلَى الْقَرَارِ
مَقَالِيَا كُمْ. ذِكْرُكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَظْهَرُ وَكَبِيرُ اللَّهِ فِي أَيَّامِ الشَّرِيقِ عَقِبَ الصَّلَاةِ وَمَنْ جَمَعَ مِنْ
طَرِيقِ فَلْيَرْجِعْ مِنَ الْخَرَى لِكَثْرَةِ لَكُمْ الْحَسَنَاتِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ
حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

عِيدِينَ كَادُوسِ اخْطَبَةِ

اللَّهُ أَكْبَرُ ۷ مَرَّاتٍ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَبِهِ نَحْمَدُ
الْحَمْدُ لِلَّهِ خَدَا كَثِيرًا كَمَا مَرَّ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وَعَدَةُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِزْعَامُهُ مَنْ يَحْدِثْ بِهِ وَكَفَرُوا. وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ مَا تَصَلَّتْ عَيْنٌ بِنَظَرٍ وَأُذُنٌ بِخَبَرٍ. ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَتَقُورُوا
اللَّهُ فِي السِّرِّ وَالْعَنَانِ وَذُرُّوا الْفُقَرَاءَ حَتَّى مَ ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَقِيَ وَأَعْمُوا أَنَّ اللَّهَ أَمْرُهُمْ بِمِ
أَنَا لَكُمْ بِهِ شَرِّى وَتَكْرِى بِقَوْلِهِ. إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ
وَارْضُ اللَّهُ عَنْكَ دَرَجَاتِهِ الْارْبَعَةَ. أَبْنَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَبِي وَعَنِ الْبَقِيَّةِ مِنَ
الْعَشْرَةِ الْمُبَشَّرَةِ وَعَنِ الَّذِينَ يَلْعَنُهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَعَنِ سِبْطِيهِ الشَّهِيدِينَ أَبْنَى مُحَمَّدًا خَيْرَ
وَأَبْنَى عَبْدَ اللَّهِ أَحْسَنَ وَعَنِ عَمَّتَيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ الْحَمْرَةَ وَالْعَبَّاسَ وَعَنِ أَرْوَاحِهِ
الْقَاهِرَاتِ مُقَاتِلِ الْمُؤْمِنِينَ وَعَنِ جَمِيعِ الصَّالِحِينَ وَالْقَرَّائَةِ وَالشَّابِعِينَ وَمَنْ يُعْتَمِدُ بِهِمْ
إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَعَنْ مَعْقَمِيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ إِنَّ اللَّهَ يَا مُرُوبَ الْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَابْتَغَى عَزَى عَزَى
وَيَقْضَى عَنْ الْفَحْشَاءِ وَتَشْتَرُوهُ الْبَغْيَ يُعْطِيكُمْ لَعَنَكُمْ تَذَكَّرُونَ أَذْكُرُوا اللَّهَ الْعَظِيمَ يَذْكُرْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
يَسْتَجِيبُ لَكُمْ. وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَأَجْزَى وَكَبِيرُ الدُّعَاءِ. اللَّهُمَّ تُصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ
أَنْتُمْ جِيئْتُمْ مَسْجِدِينَ. أَنْتُمْ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ هَلْ تَبْتَغِي وَتَشْرِكِينَ الَّذِينَ تَخْذُلُونَ يَدَيْتِ
وَيَعْدُونَ رُسُلَكَ. وَيَعْدُونَ عَنْ حَيْبِكَ وَيَتَعَدُّونَ حُدُودَكَ. وَيَقْتُلُونَ أَوْلِيَاءَكَ تَهْتَمُّ
خَدِيفَتَيْنِ كَيْفَ تَهْتَمُّ أَنْتُمْ زَلِيلُونَ قَدْ مَهْمُهُمُ أَنْتُمْ أَنْتُمْ زَلِيلُونَ بِهَذَا سَبْكَ الْبَدَى رَافِدًا عَنْ
الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ. اللَّهُمَّ مَقْرُونِ نَبَاتٍ وَفَجْرِي شَجَابٍ وَهَارِ الْخَرَابِ هَذَا سَبْكَ الْبَدَى رَافِدًا عَنْ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ، اَللّٰهُمَّ اَمْنًا فِيْ اَوْطَانِنَا
وَلَا تَسْلُطْ عَلَيْنَا مِنْ لَاحِقَاتِكَ وَلَا يَزِحْمُنَا، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ
مِنْ الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنََ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اخْذْ مَنْ خَذَلَ دِيْنََ مُحَمَّدٍ
اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ فَتْرِجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سعادت حج و زیارت پہلی مرتبہ ۱۳۳۶ھ میں حضرت برادر کلاں حفظہ اللہ وابقاہ نے حج کا ارادہ کیا۔ اُن کے ساتھ ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ عاجز بھی مع اہلیہ ان کے ساتھ ہوا۔ افغانستان اور بلوچستان کے پچیس مخلصین ساتھ تھے اور جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب بھی اس مبارک سفر میں ساتھ رہے۔ بنگال کے مولوی عبدالعزیز صاحب کو خبر ہوئی اور وہ بھی دس پندرہ مخلصین کے ساتھ آئے۔ لیکن اُن کا سفر دوسرے جہاز سے ہوا۔ سفر کی تفصیل اس طرح پر ہے۔

شنبہ ۲۴ رمضان ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۲۸ء دئی سے بمبئی کو روانگی ہوئی۔
یکشنبہ ۲ شوال (۲۵ مارچ) کو خسر و جہاز میں بمبئی سے جدہ کو روانگی ہوئی۔
شنبہ ۵ شوال (۲۸ اپریل) جدہ اور پھر مکہ مکرمہ پہنچے۔
شنبہ ۸ رذی القعدہ (۲۸ اپریل) مدینہ منورہ کو روانگی ہوئی۔
چار شنبہ ۱۲ رذی القعدہ (۲ مئی) مدینہ منورہ پہنچے۔
پنجشنبہ ۲۱ رذی القعدہ (۱۱ مئی) مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو واپسی ہوئی۔
یکشنبہ ۸ رذی الحج (۲۸ مئی) احرام باندھ کر منیٰ کو گئے۔
دو شنبہ ۹ رذی الحج (۲۹ مئی) منیٰ سے عرفات گئے۔
بعد مغرب عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ آئے اور شنبہ ۱۰ رذی الحج (۳۰ مئی) کو منیٰ پہنچے۔
ظہر کو مکہ مکرمہ گئے۔ طواف و سعی کی اور مغرب تک منیٰ واپسی ہوئی۔
پنجشنبہ ۱۲ رذی الحج (۱ جون) منیٰ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔
سہ شنبہ ۱۴ رذی الحج (۶ جون) مکہ مکرمہ سے جدہ آئے۔
یکشنبہ ۲۲ رذی الحج (۱۱ جون) جدہ سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے۔
سہ شنبہ ۳۰ رذی الحج (۱۹ جون) کراچی پہنچے۔
پنجشنبہ ۲ محرم ۱۳۳۷ھ (۲۱ جون) کراچی سے کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔

جمو ۳ محرم ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۲۸ء حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں کوڑھ پہنچے۔
یہ مبارک حج نہایت گرمی کے زمانہ میں تھا۔ منیٰ میں پانی کی بے حد قلت تھی۔ ہزار ہا افراد کی
منیٰ میں وفات ہوئی۔ ہمارے رفقاء میں سے دو کی منیٰ میں وفات ہوئی۔ ادرتین بیمار ہوئے۔
اور ہندوستان آکر رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

حجاز مقدس پر بیچ نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا۔ ان لوگوں میں نہ علم ہے اور
نہ تہذیب۔ محمد بن عبد الوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے وہ بمنزلہ منزل
من اللہ ہے۔ عاجز نے محمد بن عبد الوہاب کے بعض رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ حفظت شیناء
غابت عنک اشیاء۔ اس پر صادق آتا ہے۔ اس کی علمیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان
مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے۔ نجدیوں نے حجاز مقدس میں مقامات مقدسہ اور مزارات
مبارکہ کی جو توہین کی ہے یقیناً وہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوب رب العالمین
صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیران والدہ ہارون رشید نے سنہ
۱۶ھ میں مسجد شریف بنائی تھی، کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔

يُمَثِّلُ هَذَا أَقْلِيذُوبَ الْقَلْبِ مِنْ كَيْدِ إِنْ كَانَ فِي الْقَلْبِ إِسْلَامٌ وَإِيمَانٌ

(اس جیسی بات پر رنج سے قلب کو پگھل جانا چاہیے اگر دل میں ایمان اور اسلام ہے)

نجدیوں کے فتنہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے۔ صحیح بخاری میں
یہ حدیث شریف ہے: عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي
شَامِنَا. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا. قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَفِي نَجْدِنَا. قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي
شَامِنَا. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَفِي نَجْدِنَا فَظَنُّهُ قَالَ فِي الثَّابِتَةِ هَذَا
الزَّلَالُ وَالْفِتْنُ وَبِمَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ: صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکہ مکرمہ میں جناب محترم وشفیق شیخ ندیم احمد صاحب مجددی اور ان کے فرزند ان گرامی
شیخ محمد صادق، شیخ محمد حسن، شیخ محمد مدنی کے پاس قیام رہا اور مدینہ منورہ میں ٹونک کی رباط میں۔
مکہ مکرمہ میں بڑے ماموں جناب محمد اسماعیل صاحب محترم اور ان کی اہلیہ صاحبہ سے ملاقات
ہوئی۔ نہایت محبت سے ملے اور انھوں نے نہایت پُر تکلف دعوت کی۔ کافی افراد کو بلایا تھا۔
باب السلام میں ان کی دوکان تھی۔ وہ سُرمد فروخت کرتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ سے بڑے تھے
ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

دوسری مرتبہ مصر سے حجاز مقدس کا سفر ہوا۔ عاجز نے قرآن کی نیت کی۔ سہ شنبہ ۲۹ رزی القعدہ ۱۳۵۰ھ (۱۵ اپریل ۱۹۳۲ء) سویس سے جدہ کو روانہ ہوا۔ جمعہ ۲ رزی الحجہ (۸ اپریل) جدہ پہنچا۔ جناب شیخ ندیم احمد صاحب ادران کے فرزند ان گرامی کے پاس قیام رہا۔ برادرِ خورد حضرت ابوالسعد سالم مع محمود اللہ پسر بلند جنگ مرحوم کا قیام بھی وہاں تھا۔ پنجشنبہ ۸ رزی الحجہ کو مع برادرِ خورد محمود اللہ و ملا عمر ولد زُرْزُک قوم سلطان خیل منیٰ کو روانہ ہوئے۔ رات منیٰ میں رہے۔ جمعہ ۹ رزی الحجہ کا وقوف (وفات میں) ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جمعہ کا وقوف نصیب کیا اور سردارِ کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وقوف سے توافقی نصیب ہوا۔ فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالشُّکْرُ لِلّٰہِ۔ ملا عمر سے حرم شریف میں ملاقات ہوئی اور وہ ہمارے ساتھ ٹھہرے۔

ملا عمر قدیم مخلص تھے۔ خورد سالی میں عاجز کی اور برادرِ خورد کی خدمت ملاولی محمد نسوخل کے ساتھ کی ہے اور ان کا قیام خانقاہ شریف میں آخر تک رہا۔ اپنے پیرومرشد کے سچے عاشق اور فدائی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و رحمہ دلی محمد و رضی عنہما۔

اتفاق سے مکہ مکرمہ میں برادرِ طریقت مولانا سیف الرحمن سابق صدر مدرس مدرّسہ فتویٰ دلی سے عندالمقام ملاقات ہوئی۔ جناب مولانا کی پیرانہ سالی تھی۔ عاجز سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی محبت اور کیفیت کو دیکھ کر عاجز کو یقین ہوا کہ ان کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے کمال اخلاص تھا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

دوشنبہ ۱۲ رزی الحجہ کو بعد زوال رمی جمار کر کے منیٰ سے مکہ مکرمہ آمد ہوئی اور پنجشنبہ ۵ صفر ۱۳۵۱ھ (۱۰ جون ۱۹۳۱ء) کو مکہ مکرمہ سے جدہ اور پھر شنبہ ۱ صفر کو جدہ سے سویس کو یہ عاجز مع برادرِ عزیز روانہ ہوئے اور سہ شنبہ ۱ صفر کو سویس پہنچے۔

افسوس صد افسوس کہ حضرت خال محترم اور ان کی اہلیہ محترمہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو رحلت فرما چکے تھے۔ رحمہما اللہ و رضی عنہما۔

چونکہ یہ عاجز مصر سے تقریباً بے زاد و راحلہ کے آیا تھا۔ اس لئے مدینہ منورہ کا سفر نہ کر سکا۔ حضراتِ مجددیہ سے طلب و استقراض کی ہمت نہ ہوئی حضرت جدّ امجد قدس سرہ کا وہ قول یاد آرہا تھا جو انھوں نے اپنے برادرِ کلاں سے فرمایا تھا: ”کہنے کے بعد وہ لذت و علالت کب نصیب ہوتی جو نہ کہنے کی صورت میں ہے“

تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۸۶ھ کا حج کرایا۔ عاجز کے رفیق سفر شیخ عبدالباقی نو مسلم د

صاحب نسبت تھے۔ یہ سفر مبارک ہوائی جہاز سے ہوا۔ دو شنبہ ۲۴ رذی القعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۶۷ء دہلی سے بمبئی ریل سے روانگی ہوئی اور یکشنبہ یکم رذی الحجہ (۱۲ مارچ) کو علی الطائر المیسون جدہ کو۔ صبح کی نماز اول وقت میں بمبئی میں پڑھی اور ظہر کی اذان حرم محترم کی سنی۔ مکہ مکرمہ میں عاجز کی دختر دوم سنیۃ سلمیٰ اللہ کا قیام ہے۔ ان کے خسر حافظ نور محمد صاحب اللہ والے جدہ آگئے تھے اور وہ جدہ سے اپنے گھر لے گئے۔ لہذا قیام دختر نیک اختر کے پاس رہا۔ موسم نہایت خوشگوار تھا۔ عاجز نے ایک چھوٹی دری ایک چٹوا تکیہ ایک چادر اور چند دراہم لے کر یکشنبہ ۸ رذی الحجہ کو بیت اللہ شریف کے پاس سے حج کی نیت کر کے پاپیادہ منیٰ کو روانہ ہوا۔ عبدالباقی ساتھ تھے۔ منیٰ میں رات کو رہے۔ وہاں سے تین ہندوستانی رفیق ہو گئے اور ۹ رذی الحجہ کو پاپیادہ عرفات کو روانہ ہوئے۔ جبل رحمت کے پاس ایک چھتر میں ٹھہرے۔ اب کی مرتبہ جبل رحمت پر چڑھنا نصیب ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کو روانہ ہوئے وہاں سے صبح کو منیٰ پہنچے۔ رمی جمرات کر کے قربانی کی اور پھر مکہ مکرمہ جا کر طواف سعی کی اور سر کے بال اتروا کر نہا کر احرام کھولا اور ظام تک منیٰ واپسی ہوئی اور یکشنبہ ۱۲ رذی الحجہ کو بعد ظہر رمی جمرات کر کے مکہ مکرمہ آگئے۔

اب کی مرتبہ حج میں خوب لطف آیا۔ قلب کو سکون ملا۔ نہ کہیں سواری کا انتظار کیا نہ مطوف کی تلاش کی۔ جہاں خالی زمین ملی دری بچھا کر لیٹ گئے۔

چار شنبہ ۲۵ رذی الحجہ (۵ اپریل) ظہر کی نماز حرم محترم میں پڑھ کر یہ عاجز مع عبدالباقی مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ عصر کی نماز حرم نبوی میں ہوئی۔ عاجز نے قیام رہا حضرت محمد منظر قدس سترہ میں کیا۔ عبدالباقی ساتھ تھے۔ برادر محترم شیخ محمد منظر نہایت محبت سے پیش آئے۔ پندرہ دن وہاں قیام رہا اور دل کو کامل سکون نصیب ہوا۔ یکشنبہ ۱۰ محرم ۱۳۸۷ھ (۲۰ اپریل) عصر کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر جدہ کو روانہ ہوئے۔ جمعہ ۱۱ محرم کو اپنے رفیق سفر عبدالباقی کو بمبئی روانہ کیا اور یہ عاجز مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ کیونکہ حجاج کی کثرت کی وجہ سے یہ عاجز بیت اللہ شریف کا طواف نہ کر سکا تھا۔ عاجز کو حضرت شاہ عبدالغنی قدس سترہ کی وہ عبارت یاد آئی جو حضرت سیدی الوالد قدس سترہ کو تحریر فرمائی: "صَلَّیْ بِسْمِ اللَّهِ مَا يَنْبَغِي عَلَى مَا يَنْبَغِي" لہذا عاجز نے ہوائی جہاز کا واپسی کا ٹکٹ ضائع کیا اور سکون قلب کے چھبیس دن۔ ازندائے تہجد تا وقت چاشت صبا خاوا از عصر شامی تا صلاة العشاء مساءً اپنے مولیٰ جل شانہ و علم احسانہ کے مبارک گھر کے چاروں طرف گھومتا رہتا تھا۔ اس کی عظمت و بے نیازی اور اپنی مسکنت عاجزی ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ تن کارواں رواں کہتا تھا۔ الہی انت مقصودی درضاک مطلوبی۔

- ۱۔ نے از توحیات جاوداں می خواہم
 - ۲۔ نے کام دل و راحت جاں می خواہم
 - ۱۔ میں تجھ سے ہمیشگی کی زندگی نہیں چاہتا ہوں۔ نہ دنیا کا عیش و عشرت چاہتا ہوں۔
 - ۲۔ نہ دل کا مدعا اور جان کی راحت چاہتا ہوں۔ جس چیز میں تیری رضا ہو وہ چاہتا ہوں۔
- عاجز نے سلسلہ ۱۳۷۱ھ میں نظم شائل لکھی تھی جو کہ مجموعہ خیر البیان کے ساتھ چھپی ہے۔ اس نظم میں عاجز نے اپنے مولیٰ جل شانہ و عم احسان سے مناجات کی تھی۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے اسے پورا کر دیا۔ وہ مناجات درج ذیل ہے۔

مناجات

الہی کا حرم کا سفر ہو میسر
وہاں جا کے ارباں نکالوں میں دل کے
کبھی سنگِ اسود کو جا کر میں چوموں
گھسوں تیری چوکھٹ پہ اپنی جبیں کو
کھڑا ہو کے میزابِ رحمت کے نیچے
کروں آبِ زمزم سے سیراب خود کو
محبت میں مردہ کے چکر لگاؤں
کبھی کوہِ رحمت کی چوٹی پہ جاؤں
کبھی شوق میں مشعر و خیف پہنچوں

دیارِ حبیب

چلوں چشم سے جانبِ طیب گاہے
بہ اخلاص و شوق و بصد شادمانی
پہنچ کر مدینہ اُحد جا کے دیکھوں
کبھی دُور سے قبتِ نور دیکھوں
پڑھوں گاہِ مسجد میں جا کر دو گانہ
حضورِ ی میں جاؤں پھر اس بادشہ کے
فرشتے زیارت کریں جس کی آ کے
رہ شوق میں اپنی پلکیں بچھا کے
منازل ہوں طے اس رہِ دلکش کے
کبھی دیکھ آؤں مناظرِ قبت کے
کبھی جا پڑوں در پہ دارا شفا کے
پھر اُس در پہ مانگوں دعا گرد گرلا کے
اٹھائے ہوئے ہاتھ اپنے رجا کے
پھر میں گرد اس روضہ ذوالنور کے

کروں نذر بے حد درودِ مبارک
مری جان و اولاد ماں باپ سب کچھ
جیس جس نے لے زید اس در پہ گھس لی
تاشے وہ پھر دیکھے دل کی جلا کے

یہ عاجز مولیٰ جل شاذ کی عنایات کا کیا بیان کرے۔ حضرت سعدی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے
حسن غلیتے دار و نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد شہ مستقی و دریا، بچناں باقی

(نہ اس کے حسن کی انتہا ہے نہ سعدی کے کلام کا خاتمہ۔ استعارہ کا پیا سامر جا رہا ہے اور دریا ویسا ہی باقی رہتا ہے)
اللہ تعالیٰ دار النعیم میں اتمام مقام رضا سے مشرف فرمائے۔ جبکہ وہ اپنے بندوں سے فرمائے گا۔
يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ قَيِّمُوا لَكُمْ رَبَّنَا وَسَعْدَىٰ كُنَّا وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، قَيِّمُوا هَلْ رَضِيتُمْ
قَيِّمُوا وَمَا لَكُمُ لَا تَرْضَوْنَ يَا رَبِّ قَدْ أَعْطَيْنَا مَا لَمْ تَعْطُوا أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، قَيِّمُوا أَلَا
أَعْطَيْنَاكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَيِّمُوا يَا رَبِّ وَأَمَّا شَيْءٌ أَفْضَلُ أَحَلَّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا تَنْخَطُ
عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا۔ كَمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ۔ جَعَلَنَا اللَّهُ مِنْهُمْ۔

زواج عاجز کا عقد نکاح یکشنبہ ۱۴ شوال ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۲۴ء صدر بازار میرٹھ میں

امۃ القیوم دختر حافظ اشفاق الہی صاحب سے ہوا۔ حافظ اشفاق الہی اور ان کی اہلیہ زہرہ بی جو کہ
ان کی بنت اہم تھیں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے بیعت تھے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔ حضرت
والدہ صاحبہ نے ان کی اہلیہ سے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ نعم کو بیٹی عنایت کرے تو میں زید کے واسطے
اس کو لوں گی۔ انھوں نے کہا۔ بی بی صاحبہ آپ دعا فرمائیں اللہ مجھ کو بیٹی دے، اگر اللہ نے مجھ کو
بیٹی دی میں ضرور آپ کے حوالہ کر دوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سال ماہ محرم ۱۳۳۲ھ میں ان
کو لڑکی عنایت کی۔ حافظ اشفاق الہی نے حضرت سیدی الوالد کو عریضہ ارسال کیا اور نام دریا
کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا: امۃ القیوم اچھا نام ہے خدائے تعالیٰ مبارک کرے پھر میلاد شریف
کے موقع پر حافظ صاحب مع اہلیہ و دختر آئے۔ حضرت والدہ صاحبہ ان کی دختر کو لے کر حضرت
سیدی الوالد کے پاس گئیں اور اپنا خیال ظاہر کیا۔ آپ نے بچی پر دم کیا اور کہا۔ تمہارا خیال ٹھیک
ہے۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے حضرت سیدی الوالد کی اجازت سے بچی کے ہاتھ میں سونے کے کڑے
ڈال دیئے۔ چند سال کے بعد حافظ صاحب کی اہلیہ رحلت کر گئیں۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

عاجز کا عقد نکاح حافظ قاری حاجی اشفاق الہی صاحب کی اس دختر نیک اختر سے
ہوا۔ حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھے صاحب نسبت تھے۔ ان کی بیٹی حضرت

والدہ ماجدہ کی دعاؤں کا اثر تھیں اور حضرت سیدی الوالد نے اُن پر دم کیا اور اس رشتہ کو پسند کیا تھا۔ اس کا اثر ان پر ظاہر و باہر تھا۔ وہ اپنے والد صاحب کی خوبیوں کا مجموعہ تھیں۔ تجوید سے کلام الہی کی تلاوت کرتی تھیں، صبر و شکر سے پوری طرح آراستہ تھیں، بحث و مباحثہ سے متنفر تھیں۔ اگر کسی نے کچھ کہا خاموشی سے برداشت کیا۔ اُردو کا پڑھنا آتا تھا، لکھنا شادی کے بعد اپنے شوق سے کچھ سیکھ لیا، عاجز کے گھر کی رونق تھیں، تین مرتبہ حج کیا، قصص الانبیاء اور بزرگان دین کے حالات میں لکھی کتابیں بہت شوق سے پڑھتی تھیں، نفلی روزے بھی رکھتی تھیں، احیانا صلاۃ التبسح بھی پڑھتی تھیں۔

یکشنبہ ۲ شوال ۱۳۹۷ھ ۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ان کو فالج ہوا، بر خور دار نیک اطوار محمد ابوالفضل نے ان کو خدمت پوری طرح کی۔ ایک مہینہ کے واسطے نئی دلی کے ونگڈن اسپتال لے گئے وہاں خصوصی کمرہ میں ان کو رکھا، ایک نرس خدمت کے واسطے مقرر کی، صبح و شام اُن کو دیکھنے کے واسطے ہر روز جاتے تھے۔ اور پھر گھر میں وہ خود علاج کر رہے تھے کہ شب جمعہ ۳ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ یکم فروری ۱۹۷۹ء کو رات کے پونے نویسے اُن پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور آٹھ منٹ میں وہ رحلت کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بر خور دار نے اپنی والدہ صاحبہ کی قبر حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے احاطہ میں جو کہ بستی نظام الدین سے نار پار سمت جنوب میں ہے اپنے دادا حضرت قدس سرہ کی دادی جنا کی قبر کے پہلو میں جانب شرق بنوائی۔ ڈھائی بجے جنازہ کی نماز خانقاہ شریف میں ہوئی۔ پھر جنازہ کو حضرت سید صاحب کے احاطے لے گئے۔ وہاں قبر میں روضہ مطہرہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کچھ خاک پاک ڈال کر اپنی والدہ صاحبہ کے جسد کو بہت آرام سے قبر میں اتارا۔ بر خور دار کی خدمت گزاری اور انہماک کو دیکھ کر محترمانہ گرامی مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب اور مولانا قاضی سجاد حسین صاحب نے ان کو دعائیں دیں۔

قمری حساب سے ۵۳ سال ۴ مہینے ۲۰ دن، اور شمسی حساب سے ۵۱ سال ۹ مہینے ۱۴ دن اُن کی اس سرائے فانی میں رفاقت رہی۔ اب اللہ تعالیٰ سرائے باقی میں دائمی رفاقت عنایت کرے۔
اولاد اللہ تعالیٰ نے عاجز کو تین بیٹے اور چھ بیٹیاں عنایت کیں۔ ۱۔ ابوالفضل محمد ۲۔ صفیہ بیگم ۳۔ ابوتراب حامد ۴۔ ابوالخیر احمد ۵۔ سنیہ بیگم ۶۔ عطیہ بیگم ۷۔ نقیہ بیگم ۸۔ زکیہ بیگم ۹۔ خیرہ بیگم۔ ان میں سے ابوتراب حامد اور ابوالخیر احمد ذخیرہ آخرت ہوئے۔ لہذا پہلے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر بیٹیوں

کا ذکر آئے گا اور آخر میں برخوردار ابوالفضل محمد کا۔

ابو تراب حامد کی ولادت ۲۳ رمضان ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی اور اسی دن داغ مفارقت دے کر دتی دروازے کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جَعَلَهُ اللهُ ذَخْرًا لِلْأَبْوَنِ۔
ابوالخیر احمد کی ولادت دو شنبہ ۱۲ محرم ۱۳۶۰ھ ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء کو ہوئی۔ اُن کی آنکھ میں کینسر ہو گیا تھا۔ دلی اور بمبئی میں علاج کرایا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تین سال حیات رہی اور سہ شنبہ ۲۶ صفر ۱۳۶۳ھ ۲۲ فروری ۱۹۴۲ء کو داغ مفارقت دے گئے اور دلی دروازہ کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جَعَلَهُ اللهُ ذَخْرًا لِلْأَبْوَنِ۔

۱۔ صفیہ بیگم سلمہا اللہ کی ولادت شپ جمعہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۳۸ء کو خانقاہ شریف میں ہوئی۔ تاریخی نام ۱۳۱۴ الخیر بیگم ہے۔ جمعہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو ان کا عقد نکاح عزیزم عبداللہ فرزند برادر بکلاں حضرت بلال سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دولڑکیاں عنایت کیں۔ ۲۷ رمضان ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۶۱ء کو نجمہ بیگم اور ۲۵ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء کو کوب بیگم سلمہا اللہ۔ باوجود اس کے زمین میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ ۵ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۶۵ء کو جدائی واقع ہو گئی اور صفیہ بیگم مع نجمہ بیگم و کوب بیگم پینچ شنبہ ۲۳ ماہ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۶۶ء کو تڑ بلوچستان سے اس عاجز کے پاس دئی آگئیں۔ پروردگار ان کو اور ان کی دونوں بچیوں کو اپنے حفظ و امان میں بہ عنایت رکھے۔

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے نجمہ بیگم کا عقد نکاح میاں خواجہ ثاقب الدین فرزند خواجہ غلام محی الدین ناظر خانونی نظامی گویا رے سے پینچ شنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۸۲ء کو خانقاہ شریف میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اب تک دو فرزند عنایت کئے ہیں۔

۱۔ محمد عارف۔ ولادت بدھ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔

۲۔ محمد سفیان۔ ولادت دو شنبہ ۱۹ شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۵ء میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ دونوں کی عمر میں برکت عنایت کرے اور نیک و صالح اور خوش نصیب فرمائے۔

کوب بیگم کا عقد نکاح میاں ضیاء الدین فرزند شیخ نواب الدین سے یک شنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۸۶ء کو خانقاہ شریف میں ہوا۔ اب تک اللہ تعالیٰ نے دو اولادیں اپنے لطف و کرم سے عنایت کی ہیں۔ ایک بیٹی جس کا نام سندس ہے اس کی ولادت جمعرات ۸ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۸۶ء میں ہوئی اور ایک بیٹا ہے جس کا نام حماد ضیل ہے۔ اس کی ولادت چہار شنبہ یکم صفر ۱۴۰۹ء مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۸۸ء میں ہوئی۔ اللہ دونوں کی عمر میں برکت عنایت کرے اور نیک و صالح اور خوش نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر بڑا کرم فرمایا کہ ان دونوں بچیوں کے فرض سے بہ خیر خوبی بیک دوش کر دیا۔

۲۔ سنیہ بیگم سلمہا اللہ کی ولادت ۱۰ رزی الحجہ ۱۳۶۱ء مطابق ۸ دسمبر ۱۹۴۲ء کو دہلی میں ہوئی، ہائر سیکنڈری میں کامیاب ہوئیں۔ دو شنبہ کا دن تمام کر کے بعد مغرب ۲ شوال ۱۳۸۵ء مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۶۶ء کو ان کا عقد نکاح ان کی حقیقی خالہ امہ النبی کے چھوٹے بیٹے محمد مابد ولد حافظ نور محمد اللہ والے سے ہوا۔ حافظ نور محمد تقسیم ہند کے بعد دہلی سے کراچی اور پھر کراچی سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ وہاں عطر کی تجارت کر کے خدا کے فضل و کرم سے آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سنیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ حامد۔ سلمیٰ۔ اسماء عادل۔ سعد۔

حامد کی ولادت ۱۴ رمضان ۱۳۸۶ء مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۶۶ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی تاریخی نام ”مرغ جن حامد“ ہے اور ان کا عقد نکاح ہدیٰ بیگم بنت ڈاکٹر محمد ابوالفضل سے شب جمعہ ۲ شوال ۱۴۰۸ء مطابق ۷ اپریل ۱۹۸۸ء کو عشاء کے وقت بہت خیر و خوبی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس شہرہ کو باعث خیر و برکت کرے زوجین میں محبت ہو اور اللہ تعالیٰ اولاد صالح اور نیک بخت عنایت کرے۔

سلمیٰ بیگم کی ولادت ۱۲ محرم ۱۳۸۸ء مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۶۸ء کو ہوئی اور ان کا عقد نکاح زاہد اقبال ولد حبیب احمد دارٹی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عنایت کیا ہے۔ اس کا نام شعل ہے اور اس وقت وہ دس مہینے کا ہے۔ اللہ عمر دے اور نیک و صالح فرمائے۔

اسما بیگم کی ولادت ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۸۹ء مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور ان کا عقد نکاح جمعرات ۱۲ رجب ۱۴۰۵ء مطابق ۴ اپریل ۱۹۸۵ء کو احمد سعید ولد محمد یوسف سے ہوا۔ اللہ نے ان کو ایک بیٹا عبد المحسن عنایت کیا ہے جو کہ اس وقت پونے دو سال کا ہے۔ اللہ عمر دے اور نیک و صالح فرمائے۔

عادل کی ولادت ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ء مطابق ۸ جولائی ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔

سعد کی ولادت رجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۵ جون ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔
اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بچوں کو اور ان کے والدین اور جدین کو عافیت اور
راحت سے رکھے۔

۳۔ عطیہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت رجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۷۵ء کو
دلی میں ہوئی۔ ہائر سیکنڈری میں کامیاب ہوئیں۔ شنبہ ۲ رزی القعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۶ مارچ
۱۹۶۵ء کو ان کا عقد نکاح میاں محبوب بیگ فرزند مرزا فاضل بیگ ساکن کلاں محل دلی سے
ہوا۔ برادر کلاں حضرت شاہ ابوالفیض بلال نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا اور
دعا کی۔

حضرت برادر کے خطبہ پڑھنے کی لذت کا بیان یہ عاجز کیا کرے۔ دلی کے مشہور واعظ
مولانا احمد سعید آپ کی قرأت سن کر بہت محفوظ ہوئے اور انھوں نے کہا۔ الفوس ہے کہ پہلے
آپ کی قرأت سنتے کا موقع نہیں ملا۔

میاں محبوب بیگ کا کاروبار چٹاگانگ مشرقی پاکستان میں تھا۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد
اللہ کے لطف و کرم سے میاں محبوب بیگ اپنی بیوی بچوں کو لے کر کسی طرح کراچی پہنچ گئے اور
پھر وہاں سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

عطیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے عین بیٹے اور تین بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ غوثیہ بیگم میاں منصور
فوزیہ بیگم، سعدیہ بیگم، میاں ارشد میاں ہارون۔

غوثیہ بیگم کی ولادت ۲ رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۶۵ء میں ہوئی قمری سال
سے ”نور دیدہ ثروت“ اور شمسی سال سے ”پری پیکر غوثیہ“ تاریخی نام ہے۔

غوثیہ بیگم کی شادی میاں عاکف پسر میاں عارف سے مکہ مکرمہ میں ۲۴ شعبان ۱۳۸۲ھ
مطابق ۷ جون ۱۹۸۲ء جمعرات کے دن ہوئی۔ اللہ نے غوثیہ بیگم کو تین بیٹے اور ایک بیٹی عنایت
کی۔ پہلے بیٹے کا نام محمد ہے۔ جب عاجز کو اس کی خبر ملی یہ دو شعر کہے۔

عطیہ کو مبارک ہو نواسا محمد نام رکھا ہے پیارا

حرم میں زید بخشا ہے خدا تجھے اپنے کرم سے یہ کنواں

اب اس وقت اس کی عمر سوا پانچ سال کی ہے اور دوسرے بیٹے کا نام عمر ہے اور اس
کی عمر تقریباً سوا چار سال کی ہے اور تیسرے بیٹے کا نام عبداللہ ہے اور اس کی عمر تقریباً پونے تین

سال کی ہے اور بیٹی کا نام منیرہ بیگم ہے اور وہ تقریباً ڈیڑھ سال کی ہے۔
افسوس صد افسوس کہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو پیاری غوثیہ بیگم اچانک
ہم سب کو داغ مفارقت دے گئی۔ جس وقت عاجز نے یہ خبر سنی فی البدیہہ درج ذیل اشعار زبان
پر آئے۔

ہائے یہ کیسی خبر میں نے سنی دل پہ میرے ایک برہمی آگئی
غوثیہ سیری پیاری غوثیہ یک بیک دنیا سے رخصت ہوگئی
وہ حرم سے جنت المادوی گئی زید کہہ دے "غوثیہ اب جنتی"

میاں منصور کی ولادت ۱۴ رجب ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ تاریخی نام
منصور رضا ہے۔ وہ یونیورسٹی جس کا نام جامعہ ملک عبدالعزیز ہے، پڑھ رہے ہیں۔ تین سال کی
پڑھائی باقی ہے۔ اللہ ان کو اچھے تمیزوں سے کامیاب کرے اور خوش نصیب فرمائے۔
فوزیہ بیگم کی ولادت ۲۳ شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور پنجشنبہ بیگم
رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو ان کا عقد نکاح میاں عبدالقادر ولد محمد قمر سے ہوا
اور ماہ صفر ۱۳۸۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۷ء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پیاری بیٹی عنایت کی۔
اس کا نام عالیہ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور نیک بخت فرمائے۔

سعدیہ بیگم کی ولادت ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ مطابق ۸ جون ۱۹۷۱ء کو ہوئی اور ۱۲
شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو اس کی رخصتی ہوئی۔ اس کا عقد نکاح میاں طائف
ولد محمد عارف کے ساتھ کچھ دن پہلے ہو گیا تھا۔ اللہ ان کو عافیت سے رکھے اور اولاد صالح
عنایت کرے۔

میاں ارشد کی ولادت چارشنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۷۳ء کو صبح پونے پانچ بجے
ہوئی۔ اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم دے اور خوش نصیب فرمائے۔
میاں ہارون کی ولادت سہ شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔
اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو علم دے اور خوش نصیب فرمائے۔

۴۔ نقیۃ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت چہار شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰ نومبر
۱۹۷۸ء کو رتی میں ہوئی۔ انھوں نے ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے
کی ڈگری حاصل کر لی اور شنبہ ۹ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۷۶ء کو ان کا عقد نکاح

برخوردار منظر جو دسید حسین سے ہوا۔ اب سید منظر علی شاہ سے شہرت ہے اور عرفیت نئے میاں ہے۔ وہ پیر جی سید محبوب علی شاہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ قادری باغ ڈاکخانہ ڈیبائی ضلع بلند شہر میں رہتے ہیں۔

نقیۃ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا عنایت کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔
 نادیہ بیگم کی ولادت شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔
 مدد بیگم کی ولادت شنبہ ۹ ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔
 سیدہ بیگم کی ولادت دو شنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔
 میاں سید حسن کی ولادت سہ شنبہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔
 اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اور ان کے والدین کو اپنے فضل و کرم سے بہ عنایت و راحت رکھے۔
 ۵۔ زکیہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، ولادت جمعہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو دہلی میں ہوئی۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے کیا ہے۔ شنبہ ۹ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۷۹ء کو ان کا عقد نکاح برخوردار سید جنید علی شاہ معروف بہ اچھے میاں فرزند پیر جی سید محبوب علی شاہ ساکن قادری باغ ڈاکخانہ ڈیبائی (پن کوڈ ۲۰۲۳۹۳) ضلع بلند شہر یوپی سے ہوا۔

زکیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں عنایت کیں جو درج ذیل ہیں۔
 سید محسن گیلانی کی ولادت شب سہ شنبہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔

سیدہ حنا بیگم کی ولادت ۱۸ رمضان ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء روز پنجشنبہ کو ہوئی۔

سید مونس گیلانی کی ولادت شب یکشنبہ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۸۳ء کو ہوئی۔ مونس کی والدہ نے محبت میں مونس کو خورم کہا۔ عاجز نے یہ شعر کہا۔

دعا اللہ سے یہ زید کی ہے میاں مونس سدا خرم رہے

سیدہ نغمہ بیگم کی ولادت شب چار شنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔ عاجز نے اس وقت یہ دو شعر کہے۔

زکیہ ہو مبارک تم کو دختہر یہ نعمت ہے خدا کی یاد رکھ لو

اگر پوچھے کوئی سال ولادت "مبارک نغمہ بیگم ہے" یہ کہہ دو ۱۳۰۵
 افسوس پیاری نغمہ بیگم شبِ دو شنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ء مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۸۶ء کو
 داغِ مفارقت دے گئی اور دلی دروازے کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئی۔ عاجز نے کہا۔
 سالِ وصلش راجہ پرسی از دلم یاد کرد نغمہ بیگم "شد رقم

اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اور ان کے والدین کو اپنے فضل و کرم سے عافیت اور راحت میں رکھے۔
 ۶۔ خیر یہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت چار شنبہ ۲۹ شعبان ۱۳۰۵ء مطابق ۱۱ اپریل
 ۱۹۵۶ء کو دلی میں ہوئی۔ ہائر سیکنڈری پاس کی۔ ۱۳۰۵ء مطابق اگست ۱۹۸۵ء میں اللہ کے
 فضل و کرم سے حج و زیارتِ مبارک کی سعادت حاصل کی اور شبِ جمعہ ۲۷ شعبان ۱۳۰۵ء ہجری
 مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۸۵ء کو محمد اکرم صدیقی پسر اشرف الدین احمد صدیقی سے (ساکن نوشاہ پو
 سڑیاں، ڈاکخانہ بہمن گیارہ شریف ضلع سیواں، بہار) ان کا عقدِ نکاح عشاء کو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ
 اس عقدِ نکاح کو مبارک فرمائے۔ اور زوجین کو خیریت سے رکھے اور اولادِ صالح عنایت کرے۔
 اللہ نے دو شنبہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ء ۲۶ دسمبر ۱۹۸۸ء میں خیر یہ بیگم کو پرنیک اختر عنایت کیا۔ اس
 کا نام محمد فضل اللہ ناصر رکھا۔ اللہ عمر دے اور نیک و صالح فرمائے۔ عاجز نے کہا۔

بہ خیر یہ عنایت کرد موئی چہ فرزندِ مبارک نیک و مسعود

زہاتف زید چوں پر سید سالش محمد ناصر فضل اللہ۔ فرمود ۱۳۰۹
 خیر یہ بیگم کے عقدِ نکاح کے سلسلہ میں قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ عاجز کی دوسری بیٹی سنیہ بیگم
 اور ان کے خاوند محمد عابد دہلوی کئی اپنے بچوں اور ایک بیٹی داماد کے ساتھ مکر مرہ سے آئے انھوں
 نے اپنے بڑے فرزند برخوردار عابد کا عقدِ نکاح عاجز کی پوتی ہدی بیگم سے جمعرات کا دن تمام
 کر کے شبِ جمعہ ۲ شعبان ۱۳۰۸ء مطابق ۷ اپریل ۱۹۸۸ء کو عشاء کے وقت پونے آٹھ بجے
 کیا، ان کو عاجز کی چھوٹی بیٹی خیر یہ بیگم کے عقدِ نکاح کا خیال تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے اور عاجز
 کی بڑی بیٹی صفیہ بیگم نے محمد اکرم صدیقی سے بات کی اور تاریخ مقرر کر کے عاجز کو خبر کی اور اللہ
 کے لطف و کرم سے نہایت خیر و خوبی سے یہ کام ہوا۔

ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی

نور چشمِ راحتِ جانم، لختِ جگر م ابوالفضل محمد کی ولادت جمعہ ۱۳ شعبان ۱۳۰۵ء ہجری
 مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو خانقاہ شریف واقع مابین ترکمان دروازہ و چکی قبر دلی ۷ میں ہوئی۔
 عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی۔

- ۱۔ محمد ابوالفضل جلوہ نمود
- ۲۔ جگر گوشہ زید و نور بھر
- ۳۔ بہ باغ عمر میوہ نورس است
- ۴۔ الہی نگہ دار دے نامدام
- ۵۔ چوتاریخ میلاد جستم ز دل

ملک گفت "خورشید مصطفیٰ" ۱۳۵۵ھ

- ۱۔ محمد ابوالفضل کی پیدائش ہوئی۔ اس سے میری آنکھوں میں نور اور جان قوی ہوئی۔
- ۲۔ وہ زید کا جگر گوشہ ہے اور اپنے دادا شاہ دہلوی ابوالخیر کا نورِ نظر ہے۔
- ۳۔ وہ عمر کے باغ کا تازہ پھل ہے۔ احمد کے گلزار کا معنوی پھول ہے۔
- ۴۔ خدا اس کی ہمیشہ حفاظت فرمائے دینی اور دنیوی آفات سے۔
- ۵۔ جب میں نے دل سے اس کی ولادت کی تاریخ تلاش کی۔ فرشتہ نے خورشید مصطفیٰ کہا۔ اتفاق سے برخوردار کے تانا حافظ اشفاق الہی میرٹھ سے آگئے۔ اس تاریخی قطعہ کو نقل کر کے میرٹھ مولانا اختر شاہ خاں صاحب کے پاس لے گئے۔ مولانا نے پڑھ کر کاغذ پر چند الفاظ تحسین کے تحریر فرمائے اور بہت خوش ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ و علیٰ الحفاظ۔
- عاجز نے اپنے فرزند کا نام حضرت زید بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر الفاروق کے فرزند حضرت محمد کے نام پر رکھا ہے۔ مناسبت ظاہر ہے۔ جعلہ اللہ من اہل الفضل والکمال۔
- فہم و فراست کے آثار خورد سالی سے ظاہر تھے۔ دہلی سے گیا رہویں، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ ایس۔ سی اور سرینگر سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ڈگری رشتہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ، ۱۷ اپریل ۱۹۷۷ء کو ڈاک کے ذریعہ ان کو ملی اور وہ دو شنبہ ۲۰ صفر ۱۳۹۷ھ، ۲۷ اپریل ۱۹۷۷ء کو خیر سے عمرہ اور زیارتِ مبارکہ کے واسطے حجاز مقدس گئے اور یکشنبہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ، ۱۹ جولائی ۱۹۷۷ء کو خیر سے آگئے۔

چار شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ، ۱۲ مئی ۱۹۷۱ء کو یمن سال کے لئے مملکتِ سعودیہ گئے اتہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کی حکومت ان کی کارکردگی کی وجہ سے خوش ہوئی اور ان کو تمام مملکتِ سعودیہ میں آنے جانے کی اجازت دیدی۔ اور حکومت کی خواہش تھی کہ وہ مزید دو چار سال کے لئے

۱۷ عاجز کے بھائی کا نام ہے حضرت مجدد کا نام۔

قیام کریں لیکن انہوں نے منظور نہ کیا اور اپنے والدین کی ضعیفی اور علالت کا عذر بیان کر کے وہاں سے
 خنبہ ۷ اے صفر ۱۳۹۵ھ یکم مارچ ۱۹۷۵ء کو خیر سے دلی آگئے۔ حجاز مقدس میں چار سال ان کا قیام
 خانقاہ شریف میں عاجز کی بیٹھک ۱۹۷۴ء سے کتب خانہ کی شکل اختیار کر گئی تھی برخوردار
 نے اس بیٹھک کو اپنے مطلب کے واسطے تجویز کیا اور سترہ ہزار روپے صرف کر کے وہاں جمعہ ۵ رمضان
 المبارک ۱۳۹۶ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۵ء کو اپنا مطلب کھولا۔ جناب سید حمید امام جامع مسجد دہلی، جناب
 مفتی عتیق الرحمن، جناب قاضی سجاد حسین، جناب میر مشتاق احمد، جناب مفتی شوکت علی فہمی، جناب
 حسن ثانی، جناب حکیم سید حسین، جناب خلیل باغ والے اور دیگر افراد اس موقع پر تھے۔ ان حضرات
 نے تقریر کی اور دعا کی کہ اللہ مبارک فرمائے۔

شادی خانہ آبادی | برخوردار کا عقد نکاح حاجی حافظ محمد اسحاق فرزند حاجی محمد صدیق ساکن
 صدر بازار کی بیٹی خدیجہ بی بی سے خنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۶۷ء کو دن کے
 دس بجے مدرسہ امداد الاسلام واقع صدر بازار میرٹھ میں ہوا اور دوسرے دن یکشنبہ کو خانقاہ شریف
 دہلی میں دعوت ولیمہ بوجہ احسن ہوئی۔

خدیجہ بی بی کی ولادت جمعہ ۲۱ محرم ۱۳۷۰ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۵۰ء صدر بازار میرٹھ
 میں ہوئی۔ ان کی ولادت پر ان کے والد صاحب نے عاجز سے نام دریافت کیا تھا۔ عاجز نے
 اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی تجویز کیا۔ چون کہ یہ اسم مبارک محترم نام ہے
 لہذا عاجزان کو مسترت کے نام سے یاد کرتا ہے۔

اولاد | اللہ تعالیٰ نے برخوردار کو پانچ اولادیں عنایت کی ہیں۔ سفید، ہڈی، ابوالنعمانس، ہما
 اور ثنا۔

۱۔ سعد کی ولادت جمعہ ۳ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۶۹ء صبح کے سوانو بجے
 ہوئی اور شب یکشنبہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ ۲۲ جون ۱۹۶۹ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ تا
 کو ان کا جنازہ سامنے تھا۔ یہ چند شعر زبان پر آگئے۔

روح من ریحان من ازمن ریمید	جان من جانان من سعید سعید
روزِ دُوم طائرِ وحش پرید	روزِ اول کرد شادم از قدم
چوں ردائے خاک بر رویش کشید	حیف آں پاکیزہ جان نازک بدن
یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ مَا يَظُنُّ	اِنْتَبِهْ يَا زَيْدُ عَمَّا اَنْتَ فِيْهِ

ہر کہ جام وصل می نوشد دے
جام فرقت سالہا خواہد چشید
دو بہ درگاہ خدا آراے حزیں
اِنَّہٗ بَرُّ رَوْفٍ بِالْعَبِیدِ
ہر کرا خواہد نواز دے حساب
رحمتش راتے نہایت نے عدید
ہاں دُعاے خیر کن بہر پسر
تا نہ بیتد مثلِ این حُزنِ شدید
آں ابوالفضل محمد صاف کیش
بخشدش صبر و دہرا جسرِ مزید
ہم عطا فرمایدش نعم البدل
روز ہایش جملہ باشد روزِ عید
سالِ این ماسات شد از خود رقم
وائے زخمِ معبد شیرین جدید ۱۳۸۹ھ
بَلَّغْ مَا اَعْطٰی وَلَهُ مَا اَخَذَ وَعِندَهُ کُلُّ نَفْسٍ وَحُشْنٌ مِّمَّآی۔

۲۔ دینی بلیم سلمہا اللہ کی ولادت پیرکادن تمام کر کے منگل کی رات کو دس بجے ۱۸ ماہ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۲ رجب ۱۹۷۷ء میرٹھ میں ہوئی۔

۱۹۸۷ء کو دسویں جماعت کا امتحان فرسٹ پوزیشن فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔
۱۹۸۸ء کو گیارہویں کا امتحان ریا، چاروں کلاسوں میں فرسٹ پوزیشن آئی اور امتیازی فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہوئیں، مارچ میں یہ امتحان ہوا اور اپریل میں ان کا عقد نکاح ہو گیا اور خیر سے وہ ۲۴ اپریل کو مکہ مکرمہ چلی گئیں، اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے رکھے، ان کا گھر آباد ہوا اور اللہ تعالیٰ ان کو اولادِ صالح غایت کرے۔

۳۔ ابوالنصر انس سلمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۶ رجب الحرام ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۷۷ء جمعہ کادن تمام کر کے ہفتہ کی رات کو دس بجے میرٹھ میں ہوئی۔

عاجز نے ان کا نام سرور اردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی پر رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کے واسطے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اَکْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ۔ اے اللہ تو اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں برکت عطا کر۔ آقاؤں کے انعامات اور اکرامات میں اُن کے غلاموں اور اُن سے وابستگان کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ عاجز کو پوری اُمید ہے کہ حضرت انس سے اس نعتِ جگر کی وابستگی موجبِ خیرات و برکات ہوگی۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ وَبَلَدَ اَرْضٍ مِنْ کُنْثَرِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔ اصحابِ کرام کے جام میں زمین کا بھی حصہ ہوا کرتا ہے۔ اُن کا جام چھلک جاتا ہے اور اس طرح زمین کو کچھ حق مل جاتا ہے۔

برخوردار ابوالنصر انس فاروقی نے ۱۳۸۷ھ (۱۹۸۷ء) میں نویں جماعت کا امتحان دیا۔ اور

اللہ تعالیٰ نے ان کو فرسٹ ڈویزن سے کامیاب کیا۔ اور وہ اپنی جماعت میں نمبر اول رہے تھے۔

دوسرے امتحان سے ۱۳۰۸ھ (۱۹۸۸ء) کو آٹھ اپریل تک فارغ ہوئے۔ انھوں نے عاجز

سے کہا کہ نتیجہ جولائی کے شروع میں ظاہر ہوگا لہذا آپ مجھ کو چالیس دن کے واسطے میری بہن اور

بہنوئی کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیج دیں۔ چنانچہ عاجز نے ان کو بھیج دیا اور وہ عمرہ اور زیارت مبارکہ سے مشرف

ہو کر ۱۵ جون، ۲۹ شوال کو خیریت سے آگئے۔ ان کا نتیجہ امتحان کا ۱۳ رجون کو نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے

ان کو فرسٹ ڈویزن سے کامیاب کیا ہے۔ اور وہ اپنے اسکول میں سب سے اول نمبر پر ہیں۔

برخوردار نے ایف اے میں داخلہ لے لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے۔

۴۔ ہما بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت ہفتہ کے دن صبح کے چھ بجے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

مطابق ۸ فروری ۱۹۷۶ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ بیس دن کی تھی کہ ہندوستان آگئی۔ حضرت برادر

کلاں ۸ جولائی ۱۹۷۶ء کو دہلی تشریف لائے، اس بچی کی عمر پانچ مہینے کی تھی وہ بغیر دودھ کے ہلکی چائے

پیا کرتے تھے۔ اس وقت وہ اس بچی کو اپنے پاس بٹھا کر چچہ سے بچی کو اپنی چلنے پلانے تھے اور خوش ہو کر

حافظ شیراز کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ ع۔ ہما بے اوج سعادت بہ دام یافتہ۔

اب کے سال ۱۳۰۸ھ (۱۹۸۸ء) میں اللہ کے فضل و کرم سے چھٹی جماعت پاس کر کے ساتویں

جماعت میں چلی گئی ہے۔ اللہ اس کو نیک اور خوش نصیب فرمائے۔

۵۔ ثنا بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت بدھ کا دن تمام کر کے رات کے سوا گیارہ بجے ۸ شعبان

۱۳۹۶ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۷۶ء میرٹھ میں ہوئی۔ عاجز نے برخوردار سے پوچھا تھا کہ اس بچی کا

نام ٹے سے ہے یا سین سے۔ انھوں نے کہا حضرت قاضی ثنار اللہ کا نام ٹے سے ہے میں نے بھی

اس کا نام ٹ سے رکھا ہے۔ عاجز کا دل خوش ہوا کہ ایک جلیل القدر عالم کے نام کی مناسبت سے

یہ نام رکھا گیا ہے۔ اللہ اس بچی کو نیک و خوش نصیب فرمائے۔

اب کے سال ۱۳۰۸ھ (۱۹۸۸ء) اللہ کے فضل و کرم سے پانچویں جماعت پاس کر کے

چھٹی جماعت میں چلی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا "مال اور

حادثہ جانکاہ بیٹے رونق ہیں دنیا کے جیتے۔ نور چشم راحت جانم قوت بازو ایم ابو الفضل محمد تھے

عاجز کے گھر کی رونق انہی سے تھی۔ اللہ نے اس عاجز کو ایسی نعمت عنایت کی تھی کہ کم افراد کو ملتی ہے۔

طبیعت کے بہت نیک، اخلاق نہایت پاکیزہ، جھوٹ فریب، دغا سے بالکل پاک، سب دشمن سے دُور

کبھی کسی کا ایک پیسہ نہیں کھایا، حلال کمائی پر گزر بسر کرنے کے عادی، اُن کی احتیاط کو دیکھتے ہوئے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول یاد آتا ہے جو مشکوٰۃ میں ہے: "الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ الشَّرَفُ" حلال مال اسراف کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

اُن کو جب ڈاکٹری کی ڈگری ملی فوراً عمرہ اور زیارتِ مقدسہ کے لئے حجاز روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ تین مہینے کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔ عاجز نے دیکھا کہ بیعت کا اثر ان پر کافی ہوا ہے۔

اس نصبتِ کبریٰ اور اس رونقِ وزینتِ حیاتِ دنیویہ نے عاجز کے قلب کو کامل سکون بخشدیا تھا، عاجز پوری طرح مطالعہ اور تالیف میں مصروف ہو گیا تھا۔

شعبہ ۲ جون ۱۹۷۷ء کو پہلی رمضان ۱۳۹۷ھ ہوئی۔ برخوردار محمد ابوالفضل نے بہت شوق سے سارے روزے رکھے۔ اس سال یہ بات نئی ہوئی کہ دس گیارہ رمضان سے روٹی نہیں کھاتے تھے۔ وہی ٹپکلی، ابلے ہوئے آلو، میوہ، خشک پراکتفا کرتے تھے۔ اواخر رمضان میں ان کے بائیں بازو میں درد ہوا اور اس درد نے ان کو بے قرار کر دیا۔ انہوں نے عاجز سے کہا۔ میرا خیال ہے اس درد کا تعلق ہارٹ اٹیک سے ہے۔ چنانچہ عاجز نے ان کو پنٹھا اسپتال بھیجا۔ وہاں کے بڑے ڈاکٹر نے ان کو چیک کیا اور ان سے کہا کہ دل بہت صحتِ صحت میں ہے اور برخوردار جو دوا استعمال کر رہے تھے اس کو پسند کیا۔ ایک دوا کے متعلق کہا کہ اس کی مقدار ڈگنی کر دو۔ یہ واقعہ تین جولائی کا ہے۔

رمضان شریف میں تہجد پابندی سے پڑھی اور بیس رمضان سے آخر رمضان تک ہر روز تہجد کے وقت صلاۃ تسبیح بھی پڑھی۔

ہفتہ، شوال اور، جولائی کو صبح صادق کے وقت دوا کھائی۔ اور پھر پونے سات بجے دوا کھائی اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ پانی پلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے پانی کا گلاس لیا۔ ایک گھونٹ لیا تھا کہ گلاس ہاتھ سے گرا اور وہ چپت زمین پر بیٹھے سے گرے۔ منہ سے پانی بہہ رہا تھا اور طائر جاں پرواز کر رہی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَضِیْتُ بِقَضَاِ اللّٰہِ وَقَدَرِہِ۔

عاجز نے خانقاہ شریف کے محقر کے سمتِ شرق میں اپنے لئے دلی کامل مولانا رحیم بخش رحمہ اللہ (کہ جن کا سالِ وفات اس آیت شریفہ سے بہ حساب ابجد ظاہر ہے: "اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ کَا یَحْشَرُ عَلَیْہِمْ وَلَاہُمْ یَحْزَنُوْنَ" (۱۲۸۳ھ) کے سرہانے محقر سے متصل دو سال پہلے سردابہ

بنوایا تھا۔ وہ سردار بہ اپنے لخت جگر کو دیا۔ اس سردار کا کچھ حصہ حضرت شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں منظرِ قدس اللہ سرہ و توفیقہ سے متصل ہے۔

اے خوشامردے کہ باشد خاکِ او در حریمِ دوستانِ کردگار
بر خوردارِ کو دن کے دس بجے تک غسل دیا گیا اور ان کے پاک سینہ پر بیت اللہ کے غلاف کا ٹکڑا رکھا۔ بر خوردار کی وفات کے سلسلہ میں نہ کوئی اعلان کرایا گیا اور نہ کوئی اشتہار دیواروں پر چسپاں کیا گیا۔ باوجود اس کے خلقِ خدا بہ کثرت آئی۔ لہذا بعض گرامی قدامتداروں کی رائے ہوئی کہ شاہجہانی جامع مسجد میں نماز جنازہ ہو۔ چنانچہ اُن کے جنازہ کو جامع مسجد لے گئے۔ اور عصر کی نماز کے بعد بر خوردار کی نماز جنازہ ہوئی اور خلقِ خدا ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر لے چلی۔ تدفین سے پہلے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ و مطہرہ کی خاک پاک بر خوردار کی آرام گاہ میں پھیلا دی اور پھر بر خوردار کے جسدِ خاکی کو اس پر رکھا۔ جس وقت بر خوردار کا جنازہ جامع مسجد سے درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر لایا جا رہا تھا ایک شخص نے پیچھے چلنے والوں کی کثرت دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ کسی شخص نے جواب میں کہا: اللہ کے نیک بندے کی اولاد میں سے ایک صاحب کا ہے۔ عاجز کا خیال سورہ کہف میں حضرت موسیٰ اور خضر کے قصہ میں وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا کی طرف گیا کہ ان کے والد نیک تھے لہذا مولائے کریم کی طرف سے مستحقِ کرامت ہوئے۔

دوستوں نے بر خوردار کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور تاتف کرتے ہوئے رخصت ہوئے اور عاجز نے دیکھا کہ بر خوردار نیک اطوار ابوالنصر انس نے اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے مزار پر پھول رکھا۔ عاجز کی زبان پر آیا۔

می نہد قرزندے گل بر مزار کاش بودے جان من بر گل نثار

اور پھر رات کو عاجز نے اپنے درِ دل کا اظہار اس طرح کیا۔

یا دِ جاناں

یاد آتے ہیں مجھے لختِ جگر	وہ ابوالفضل محمد خوش سیر
اُن کی ذاتِ نیک عاجز کے لئے	حضرت موسیٰ کی رحمت جاننے
پاک طینت پاک باطن پاک دل	پاک از آلائش ہر کید و غل
با امانت با دیانت راست باز	با حمیت بامر و ت بانیاز

سلسلہ میں ہو کے داخلِ شوق سے سوئے بطنی یک بیک وہ چل دیئے
 حج و عمرہ کی سعادت مل گئی پھر مدینہ کی خلاوت مل گئی
 زید کرتا ہے دعا ان کے لئے
 اُن کی تربت موردِ رحمت بنے

داغِ فرزندِ محبوب

محمد ابوالفضل نورِ مکاں خداوند بخشید آں نورِ عین
 قرارِ دلم بود و آرامِ جاں تمتع از و یافتم یک زماں
 خداوند نیک انجام داد بے خدمت نیک انجام داد
 چو وقتش رسید و شنید ارجی چو وقتش رسید و شنید ارجی
 بہ شنبہ کہ ہفتم زشتوال بد بہ شنبہ کہ ہفتم زشتوال بد
 رقم "داغِ فرزندِ محبوب" کن رقم "داغِ فرزندِ محبوب" کن
 خدائیش رساند بہ اوج قبول خدائیش رساند بہ اوج قبول
 خداوند گا را توئی ذوالکرم خداوند گا را توئی ذوالکرم
 درِ خلد در تربتش باز کن درِ خلد در تربتش باز کن
 بہ سانِ گلان است اولادِ دے بہ سانِ گلان است اولادِ دے
 انس نام فرزند نیکش بود انس نام فرزند نیکش بود
 ترو تازہ ماند الہی مدام ترو تازہ ماند الہی مدام
 الہی انس را تو توفیق دہ الہی انس را تو توفیق دہ
 رُوئی لطیفی تو آباد دار رُوئی لطیفی تو آباد دار

دعا کرد زید و کند حق قبول

کہ بڑا است و رحمان دس مہرباں

مُشتِ خاکِ پاکِ بازے

آں ابوالفضل محمد گل بہار نورِ چشم و روح جسمِ خاک سار
 نیک نام و خوش خصال و خوش سیر پاک باز و پاک مشرب باوقار
 سالہا کسبِ معارفہا نمود فنِ طب را کرد آخر اختیار

حق عطا فرمود دیرا زیر کی
بہر حج و بارگاہِ سروری
لیک بہر خدمتِ مادر پدر
بار بار داشت و شد نعم المعین
چوں شدم ہشتاد سالہ پیر مرد
خاک پاکش ماند پیشِ این فقیر
یا الہی رحمتِ بآرد مدام
می سزد اے دوستانِ با وفا
مونسیم، درد و الم شد آہ آہ

شد مؤظف در عرب سالِ چہار
رفت مکہ ہم مدینہ بار بار
ترک خدمت کرد آمد زان دیار
کم کسے مثلش بود طاعتِ شعار
رفت از من در دے آں غم گسار
روح پاکش رفت نزد کردگار
روز و شب تار و ز محشر بر مزار
چشم ماند تا دفناتم اشکبار
خزمنی و شادمانی شد فرار

”مشتِ خاکِ پاکبازے“ شد رقم
سالِ رحلت اے کئیب و اے نزار

بر خوردار کی وفات : روز شنبہ ۷ شوال ۱۲۵۴ھ ۷ جولائی ۱۹۸۳ء میلادی

بر خوردار کی ولادت : روز جمعہ ۱۲ شعبان ۱۲۵۵ھ ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء

بر خوردار کی عمر : ۲۹ سال ایک مہینہ ۲۴ دن قمری حساب ۴۷ سال ۸ مہینے ۷ دن شمسی حساب ہے۔

ازدواجی مدت : ۱۷ سال ایک مہینہ ۱۴ دن قمری حساب ۱۶ سال ۷ مہینے ۱۶ دن شمسی حساب ہے

بر خوردار نے چار سال حجاز میں کام کیا اور تقریباً ۹ سال یہاں مطب چلایا۔ اس عرصہ میں انھوں نے کسی قسم کی کوئی خوشی نہیں کی۔ رہن سہن سادہ، فضول خرچی سے مجتنب، مع ہذا ان کی وفات ہوئی قابل ذکر کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا، معلوم ہوا کہ ایک باغ ساٹھ ہزار کا تھا، وہ چاہتے تھے کہ اس کو خرید لیں، لیکن لے نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

برادرِ طریقت مولانا محمد نعیم اللہ خان خیالی جَعَلَهُ اللہُ مِنْ خَیَارِ عِبَادِہ نے بر خوردار کے وفات کی لاجواب تاریخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکالی ہے ”حَبِیْبٌ غَابَ عَنْ عَیْنِی وَ جَسَمِی“ ۱۲۵۴ھ۔ میرے جسم سے اور میری آنکھ سے حبیب پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اب میں د اس کو چھو سکتا ہوں اور نہ دیکھ سکتا ہوں۔ لوحِ مزار پر یہ تاریخ اور نیچے ”داغِ فرزندِ محبوب“ کندہ کرائی ہے۔ جب تک یہ عاجز زندہ ہے دُعاے مغفرت کرتا رہے گا۔

سلام از ما رسد ہر دم بجالش
الہی از تو رحمت بر روانش

ہر گھڑی ہمارا سلام اُن کی جان پر، اے اللہ تیری رحمت اُن کی روح پر
اب یہ عاجز بر خوردار سعادت اطوار ابوالنصر انس کے متعلق کچھ لکھا ہے۔ وَفَّقَهُ اللّٰهُ
لِالْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ۔

تتمتہ | دو شنبہ ۹ شوال ۹ جولائی کو تعزیت کے سلسلہ میں کثرت سے لوگ آئے۔ اس موقع
پر عاجز نے درج ذیل مضمون لکھوا کر پڑھوایا حاضرین نے سنا اور انھوں نے دستخط کئے۔

مضمون۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

آقا بعد میں نے اب سے تقریباً آٹھ سال قبل اپنے بر خوردار ڈاکٹر ابوالفضل محمد فاروقی
کو خانقاہ حضرت شاہ قلام علی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ خانقاہ شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ واقع شاہ
ابوالخیر مارگ دہلی کا متولی اور سجادہ نشین بنایا تھا۔ تقدیر الہی سے ۷ جولائی ۱۹۸۴ء مطابق
۷ شوال المکرم ۱۴۰۵ھ بر خوردار اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔

متولی اور سجادہ نشین بننے کے بعد سے خانقاہ شریف کا جملہ انتظام و انصرام بر خوردار
مرحوم کر رہے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے انس سلمہ اللہ تعالیٰ کو میں اس خانقاہ کا
سجادہ نشین اور متولی مقرر کرتا ہوں۔ اپنی حیات میں ان کی سرپرستی کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد وہ
خود جملہ انتظام و انصرام کریں گے۔ آپ صاحبانِ خدا سے دعا کریں کہ حضرت حق جل مجدہ ان کو اس
کا اہل بنائے اور وہ اپنے بزرگوں کی رسوم کے مطابق خانقاہ شریف کی خدمت انجام دیتے رہیں۔
میں بھی حضرت حق جل مجدہ سے دعا کرتا ہوں کہ بر خوردار کو خدا اپنے بزرگوں کے طرز پر چلنے کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین

ابوالحسن زید فاروقی عقی عنہ

دو شنبہ ۹ شوال المکرم ۱۴۰۵ھ ۹ جولائی ۱۹۸۴ء

اس واقعہ کو اب چار سال ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں عاجز نے بر خوردار ابوالنصر انس سلمہ اللہ
وَفَّقَهُ لِمَرْضَاتِہِ کے احوال کو دیکھ کر حضرت حق جل مجدہ و تعالیٰ شاذ کا شکر ادا کیا کہ بر خوردار کے احوال و
اطوار نیکی کی طرف مائل ہیں۔ اپنے والد ماجد کے زمانے میں پڑھائی میں سستی کرتے تھے اور اب اللہ کے
فضل و کرم سے بہت اچھے نمبروں سے کامیاب ہو رہے ہیں۔ نماز روزہ کے پابند ہیں۔ گھر میں ہوتے
ہیں تو جماعت سے نماز پڑھتے ہیں۔ بد اخلاق اور غلط روش والے افراد سے کسی طرح کا تعلق نہیں
رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیکی اور صلاح کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تَسْلِیْمًا۔

اے ابوالنصر انس پاکیزہ جاں حافظت بادا خدائے مہرباں

چوں شدہ احوالِ فرزندِ رقیم
نیمہ شافل بہ گنگشتِ جتناں
حق تعالیٰ رحم فرماید برو
چوں ابوالنصر انس پورش بود
وے ستمی خادم پیغمبر است
دارث اجدادِ عالی شاں شدہ
چشم دارد این حقیر بے نوا
از تَوَهُّب دور ماند این پسر
این فساد بس عظیم است و و خیم
نعرۂ توحید را پس منظر است
ہم ذیاب فی ثیاب بالیقین
اہل سنت راست مسلک پاک و صاف
سرورِ عالم شفیع المذنبین
کرد چوں در نجد این رنخلہ ظہور
مخبر صادق خبر داده ز حال
ہر چہ فرمودہ ہماں حق و صواب
رب نگہ دارد ہمہ را از فتن
اے انس این قول را محکم بگیر

آن کہ از ہجرش دلم گشتہ دو نیم
ہمچو بسمل نیمہ شد دیگر تپاں
وے رحیم و راحم است و ہم عفو
حق پزیری و انما شغلش بود
وے حبیب بن الحبیب احقر است
جاشین پاک در ویشاں شدہ
جائے پا کاں پاک ماند داما
يَحْتَنَّا يَا رَبِّ عَنْ زَيْغِ الْبَصَرِ
راہ گمراہیت در دینِ تویم
قول حق از بہر باطل مزرعیت
حضرت جامی است را قول متین
پیروشاں از گروہ لایخاف
انبیا را بس وجاہت بالیقین
گشت دنیا دار زلزال و شرور
رحمت حق بروے و ہر جملہ آل
غیر آں زور است و باطل بے ارباب
از بلا رستخیز پر محن
زید بہرت سفتہ این درِ نصیر

مشادمانی حق گزینی بردوام
رب معینت باد و ناصر و السلام

مع مراد از نیمہ یک
جان اللہ ماجراست

۱۱۴۱ھ از قزوین
فرستادہ شد

مبارک ثنا

لَمْ نُؤْمَرْكَ فَعَدَّيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، عَظَمَ جِلْدُكَ فَعَقَوْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، بَسَطْتَ يَدَكَ
فَأَعْطَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، رَبَّنَا وَجْهَكَ أَكْرَمُ الْوُجُوهِ وَجَاهُكَ أَعْظَمُ الْجَاهِ وَأَعْظَمُكَ أَفْضَلُ
الْعَظَمَةِ وَأَهْنَأُهَا، تُطَاعُ رَبَّنَا فَتُكْرَمُ وَتُعْصَى رَبَّنَا فَتُغْفَرُ وَتُجِيبُ الْمُسْتَظَرَّ وَتُكْشِفُ الضَّرَّ
وَتَشْفِي السَّقِيمَ وَتَغْفِرُ الذَّنْبَ وَتَقْبَلُ التَّوْبَةَ وَلَا يَجْزِي بِآلَائِكَ أَحَدٌ وَلَا يَبْلُغُ
مِدْحَتَكَ قَوْلٌ قَائِلٍ۔

ترجمہ :- تیرا نور پورا ہوا تو نے ہدایت کی پس تیرے ہی لئے تعریف ہے، تیرا علم بڑھا تو
تو نے بخشش کی، پس تیرے ہی لئے تعریف ہے، تو نے اپنے ہاتھ کشادہ کئے تو عطا کیا، پس تو ہی
قابل تعریف ہے، اے رب ہمارے، تیری ذات سب سے مقدس ہے اور تیرا رتبہ سب سے بڑا ہے۔
اور تیری بخشش سب سے بڑھ کر اور خوشگوار ہے، اے رب تیری اطاعت کی جاتی ہے تو تو اس
کا ثواب دیتا ہے اور تیری نافرمانی کی جاتی ہے تو تو بخش دیتا ہے اور توبے قرار کی دے سکتا ہے اور
معصیت دور کرتا ہے اور بیمار کو شفا دیتا ہے اور گناہ بخشتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے، تیری نعمتوں
کا نہ کوئی بدلہ دے سکتا ہے اور نہ کوئی ثنا خواں تیری تعریف کر سکتا ہے۔

نعت مبارک

علامہ ابوالطیب احمد بن عبدالعزیز بن محمد مقدسی نے اپنے شعر نمبر چار اور پانچ پر تعصین کی ہے۔ رحمۃ اللہ

- | | |
|---|--|
| ۱۔ اقْوَلْ وَالذَّمُّعُ مِنْ عَيْنِي مُسِيحٌ | لَمَّا رَأَيْتُ دَارَ الْقَبْرِ يُسَلَّمُ |
| ۲۔ وَالنَّاسُ يَعْشَوْنَهُ بَابٌ وَمُنْقَطِعٌ | مِنْ الْمَدَائِنِ أَوْ دَاعٍ فَمُلْتَزِمٌ |
| ۳۔ فَمَا تَمَّا لَكَ أَنْ تَدَايْتُ مِنْ حَرِّ | فِي الصَّدْرِ كَادَتْ لَهَا الْأَحْشَاءُ تُضْطَرُّ |
| ۴۔ يَأْخِذُونَ مِنْ دَفْنِكَ فِي الْقَاعِ عَظْمَةٌ | قَطَابٌ مِنْ طَيْبِهِ الْقَاعُ وَالْأَلَمُ |
| ۵۔ نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَمْتٍ سَاكِنَةٌ | فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ |
| ۶۔ وَفِيهِ شَمْسُ الشَّقَى وَالذِّينُ قَدْ غَوِيَتْ | مِنْ بَعْدِ مَا أَشْرَقَتْ مِنْ نُورِهَا الظُّلُمُ |
| ۷۔ حَاشَى لَوْجْهِكَ أَنْ يَبْلَى وَقَدْ هَدَيْتُ | فِي الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ مِنْ أَنْوَارِهِ الْأَمَمُ |
| ۸۔ وَإِنْ تَمَسَّكَ أَيْدِي التُّرْبِ لَامِسَةٌ | وَأَنْتَ بَيْنَ السَّمَوَاتِ الْعُلَى عَلَمُ |
| ۹۔ لَقِيتُ رَبَّكَ وَالْإِسْلَامُ صَارَ مَهْ | فَاضٍ قَدْ كَانَ يَجْعَلُ الْكُفْرَ يُلْتَطَمُ |
| ۱۰۔ فَمَمَّتْ فِيهِ مَقَامُ الْمُرْسَلِينَ إِلَى | أَنْ عَرَفَهُمْ عَلَى الْأَدْيَانِ يَخْتَكِمُ |

- ۱۱۔ لَبِنٌ رَأَيْنَاكَ قَبْرًا إِنَّ بَاطِنَهُ
لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاحِ الْخُلْدِ تَنْشِيمُ
۱۲۔ طَافَتْ بِهِ مِنْ نَوَاحِيهِ مَلَائِكَةٌ
لَعَنَاشًا فِي كُلِّ مَا يَوْمٍ وَتَزِدُّ حِمْمُ
۱۳۔ لَوْ كُنْتُ أَبْصَرْتُهُ حَيًّا لَقُلْتُ لَهُ
لَا تَمْسُ إِلَّا عَلَيَّ خَدَيَّ لَكَ الْقَدَمُ
۱۴۔ هَدَى بِهِ اللَّهُ قَوْمًا قَالَ قَائِلُهُمْ
بِطْنٍ يَثْرِبُ لَمَّا ضَمَّتْهُ الرِّجْمُ
۱۵۔ إِنْ مَاتَ أَحْمَدُ فَالزَّمْنُ خَالِقُهُ
حَيٌّ وَنَعْبُدُهُ مَا أَوْدَقَ السَّلَامُ

ترجمہ

- ۱۔ میں کہتا ہوں اور آنسو میری دونوں آنکھوں سے جاری ہیں جبکہ میں نے دیکھا قبر کی دیوار کو بوسہ دیا جا رہا ہے۔
- ۲۔ لوگ اس کو ڈھانپے ہوئے ہیں کوئی رونے والا ہیبت سے دور کھڑا ہے یا دعا کرنے والا چٹنے والا ہے۔
- ۳۔ میں قابو میں رہا کہ میں نے پکارا سینہ کی ایسی سوزش سے کہ قریب تھا باطن اس سے شعلہ زن ہو جائے۔
- ۴۔ اے اُن لوگوں میں بہتر کہ جن کی ہڈیاں میدان میں دفن کی گئی ہیں اور اُن کی پاکیزگی کی وجہ سے میدان اور ٹیلے پاکیزہ ہو گئے ہیں۔
- ۵۔ میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں پاک دامن ہے اور اس میں سخاوت ہے اور اس میں کرم ہے۔
- ۶۔ اور اسی میں تقویٰ اور دین کا سورج ہے جو غروب کر گیا اس کے بعد کہ اس کے نور سے تاریکیاں روشن ہو گئیں۔
- ۷۔ منزہ ہے آپ کا چہرہ اس سے کہ بوسیدہ ہو جب کہ اس کے نوروں سے مشرق و مغرب میں امتیں ہدایت یافتہ بنی ہیں۔
- ۸۔ اگرچہ ہاتھ چھوتے وقت مٹی کو چھو رہے ہیں آپ تو بلند آسمانوں میں عظیم شخصیت ہیں۔
- ۹۔ آپ اپنے رب سے جا ملے اور اسلام کی تلوار جل رہی ہے جب کہ کفر کا سمندر موجزن تھا۔
- ۱۰۔ آپ اس میں رسولوں کے قائم مقام بنے یہاں تک کہ وہ غالب آگیا اور اب وہ دینوں پر حکمران ہے۔
- ۱۱۔ اگرچہ ہم نے اس کو قبر سمجھا اس کا باطن جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے جو کھل رہا ہے۔
- ۱۲۔ ملائکہ نے اس کے اطراف میں طواف کیا وہ اس کو ڈھانپتے ہیں اور جھگٹا لگاتے ہیں۔
- ۱۳۔ اگر میں آپ کو زندہ دیکھتا تو آپ سے کہتا کہ نہ چلیں آپ کے قدم مگر میرے چہرے پر۔
- ۱۴۔ ان کے ذریعہ اللہ نے ایک قوم کی ہدایت کی ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا جب کہ یثرب کی زمین میں ایک قبر نے آپ کو اپنے اندر لے لیا۔

۱۵۔ اگر احمد وفات پا گئے ہیں تو ان کا خالق اللہ زندہ ہے اور ہم اس کی پرستش کرینگے جب تک کہ سلم سر ہنر رہے

لالی منظوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الہی کہاں مُشتِ خاکِ ذلیل	کہاں بارگاہِ رفیع و جلیل
تری رحمتوں نے اٹھایا اُسے	اَلْیَسِرَ الْوَسِیلَ سُنایا اُسے
وسیلہ نے پھر اس کو پروازدی	کرے عرضِ تجھ سے وہ آواز دی
وسیلہ نے پہنچایا اس کو وہاں	ملک کی رسائی نہیں ہے جہاں
ترے در پہ آیا وہ عبیدِ ذلول	تو تسل سے اپنے تو کر لے قبول
تو تسل بہ اسماءِ حُسنی تمام	تو تسل بہ اوصافِ زیبا تمام

تو تسل بہ اسمِ جلیل و عظیم
دُعادوں کو سن لے بہ لطفِ عیم
سلسلہ مبارکہ

تو تسل بہ نورِ مقدس صفات	جناب محمد علیہ الصلوات
تو تسل بہ سالارِ کُلِ اولیا	ابوبکر صدیقِ رَمَزِ وفا
تو تسل بہ سلمانِ رفیقِ رسول	ہوا آلِ اطہر میں جن کا شمول
تو تسل بہ قاسمِ امامِ خدا	زمانے میں اپنے وہی مقتدا
تو تسل بہ جعفرِ مبارکِ نسب	کہ صادق ہوا جن کا روشن لقب
تو تسل بہ شہبازِ اوجِ بعید	جنہیں کہتے ہیں حضرتِ بایزید
تو تسل بہ اسرارِ شیخِ زمن	اویسی قَدمِ حضرتِ بواحسن
تو تسل بہ قطبِ جہاںِ بوعلی	کہ جن کی نظر سے بنے صندولی
تو تسل بہ یوسفِ مبارکِ لقا	خدا نے کیا ان کو غوثِ الوری
تو تسل بہ سرِ حلقہٗ خواجگان	جنہیں عبدِ خالق ہے کہتا جہاں
تو تسل بہ عارفِ دہے حقِ منش	کہ پاکیزہ تھی جن کی ہر ہر روش
تو تسل بہ محمودِ شائستہ نام	مئے وصل کے جو لٹاتے تھے جام

توسل بہ فرخندہ طینت دلی
توسل بہ سحر خیل بزم طرب
توسل بہ ستیار برج کمال
توسل بہ داروئے ہر درد مند
توسل بہ عطار دیں کے علا
توسل بہ یعقوب دانائے راز
توسل بہ احرارِ عالی مقام
توسل بہ زاہد محمّد ولی
توسل بہ درویش شب زندہ دار
توسل بہ طاعاتِ روشن ضمیر
توسل بہ سرچشمہ نورِ حق
توسل بہ احمد مجددِ خطاب
توسل بہ معصومِ عالی مسم
توسل بہ سیفِ مجلائے دیں
توسل بہ سید چہ پاکیزہ جاں
توسل بہ مرزائے نازک دماغ
توسل بہ شاہِ غلام علی
توسل بہ شیخِ عدیم المثال
توسل بہ فیضانِ قطبِ وحید
توسل بہ شاہِ محمّد عمر
توسل بہ شاہِ ابوالخیر من
توسل بہ شہِ زید پاکیزہ جاں

کہ تھا نام جن کا عسیرِ نیاں علی
محمد کہ بابا تھا جن کا لقب
خدا کے مقرب امیرِ کلال
وہ مشکل کشا حضرت نقشبند
معطر ہوئی جن سے بزم صفا
ہوا جن سے چرخِ صفا سرفراز
کہ شاہانِ عالم تھے جن کے غلام
جو تھے واقفِ رمز ہائے خفی
محمد جو تھے مرشدِ روزگار
ہوئے بندگی خواجگی سے شہیر
منور ہیں باقی سے چودہ طبق
ہوئے الفِ ثانی کے وہ آفتاب
وہ قیومِ دوراں وہ ابر کرم
سلاطین ہوئے جن کے زیرِ نگین
وہ نورِ محمّد ہے نورِ جہاں
وہ ہیں جانِ جانانِ روشن چراغ
خلائق کے ہادی خدا کے ولی
شہِ بوسعید آفتابِ کمال
سعیدِ ازل شاہِ احمد سعید
میسّا نفسِ کیمیایِ نظر
وہ خیرِ مجسم وہ قطبِ زمن
خدا نے کیا جن کو شیخِ جہاں

مناجات

توسل سے ان نیک بندوں کو سب
کیا عشق نے جن کا سینہ نگار
رہی جن کو ہر آن تیری طلب
ہوا وجد سے جن کا دل بے قرار

رہا ذکر میں جن کا ہر ہر دواں
 ہر اک ذرہ کہتا تھا رَبِّ الْمَلِیْکَ
 لگاتے تھے دل بدم بہ صُبح عجیب
 تعلق سے پھر رہ پہ لاتے تھے وہ
 لطائف میں ہوتا تھا بھر تو اثر
 جہاں کو سکھایا یہی نیک کام
 ترے برگزیدہ تھے وہ، کردگار
 نہیں گرچہ کوئی بھی حُسنِ عمل
 انھیں کے توکل سے یہ بے لوث
 دعا مانگتا ہے بہ عجز و نیاز
 سوا تیرے در کے نہیں کوئی دُر
 تو ہے سب کاموں تو ہے کارِ صا
 غنی ہے تری ذات سب ہیں فقیر
 شب و روز کرتا ہے سب پر عطا
 کرم سے ترے پل رہا ہے جہاں

دُعَا

میرے جرم و عصیاں ہوں ساکھنا
 جلی اور خفی کا نہ اُٹھے سوال
 ہو جس دم مری جان تن سے جدا
 ترے ذکر سے قلب معمور ہو
 مرا جسم جب ہو در آغوشِ خاک
 لحد میں مجھے پھر نہ تکلیف ہو
 قیامت میں سر پر ہو جب کُتاب
 نہ ہو نامہ یارب بہ دُستِ یسار
 رہے ربِ سلیم ہی وردِ زباں
 گناہوں کے دھبوں سے نامہ موصاف
 خطا اور عمدہ کا بیٹے ہر دباں
 زباں پر رہے نام جاری ترا
 ترے نور سے چشم مسرور ہو
 نہ ہے ساتھ اُس دم ترا نور پاک
 جوابوں میں ہرگز نہ توقیف ہو
 ہو میزانِ استادہ بہر حساب
 ترے لطف سے ہو میرا بیڑا پار
 ہوں جس دم بہشت بریں کو رواں

اہوالِ عظمیٰ

اٹھاؤں نہ زحمت بہ روزِ وعید
وہ محشر کا میداں وہ گرمی کا زور
مصاب ہیں اُس دن کے بیدرِ شدید
ادھر بل صراط اور دوزخ کا شور
نہ ہوگا کسی کو بھی تن من کا ہوش
رسولوں کو ہوگا بس اپنا خیال
نہ ہمدرد کوئی نہ پُرساں حال

شفاعتِ کبریٰ

اشارے سے نبیوں کے خلقت کا رُود
ازل میں تھے منظورِ ارواح کے
پھرے گا بالآخر محمد کے سُو
اُبد میں ہیں مشہورِ اشباح کے
یہ نورِ یی ناری یہ اہلِ زمیں
یہ دُنیا یہ عقبیٰ یہ سب کُردِ فر
ہے ان پر ہی سب کا مدارِ نجات
کہ خلقت کی نظروں میں ہوگا عذاب
رہے گی نہ جب طاقتِ دم زدِ دن
بدل جائے رحمت سے جوشِ غضب
نہیں بس کا ہرگز ہمارے یہ کام
کہ مقبول اُن کی ہر اک بات ہے
مقدمِ مؤخرِ سبھی اُن کا صاف
وہ دیکھو نمایاں ہے اُن کا لُوا
روان و دواں ہوگا سُوئے نبی
کہیں یا محمد علیک السلام
خدا را بجائے خدا کے حبیب
کہیں گے یہ ہے کام بے شکِ مرا
تائش کریں گے بہ عجز و نیاز
کہ معبودِ برحق کو راضی کریں
اشارے سے نبیوں کے خلقت کا رُود
ازل میں تھے منظورِ ارواح کے
ہوا نور سے ان کے ایجادِ کل
زمین و فلک اور عرشِ بریں
یہ تارے یہ کوکب یہ شمس و قمر
ہے ان کے ہی دم سے یہ کل کائنات
ظہور اس کا ہوگا بہ روزِ حساب
گھڑی ہوگی یارب وہ کیسی کھٹن
رسولوں سے ہوگی یہ سب کی طلب
جواب ان کا ہوگا یہی اک کلام
حبیبِ خدا ہی کی وہ ذات ہے
خدا نے کیا ان کا سب کچھ معاف
سبھی جاؤ اُن سے کردِ التجا
یہ سُن کر زن و مرد با حاضری
پہنچ کر حضورِ مقدس تمام
مرضِ لا دوا ہو گیا اے طبیب
یہ سُن کر وہ سردارِ ہر دوسرا
وہ سجدے میں جا کر زمانے دراز
خدا کی وہ تعریف ایسی کریں

نہا آئے گی پھر ز رست و دور
کرو اب طلب جو بھی مطلوب ہو
بدل جائے گا پھر تو نقشہ ہی اُرد
کھلے گا درِ رحمتِ کردگار
کریں گے شفاعت کی پھر ابتدا
وہ اپنی شفاعت کے فیضان سے
محمدؐ اٹھوتا بہ کے درِ سجود
شفاعت کرو جو بھی مرغوب ہو
چلے گا وہ شانِ جمالی کا دور
رحیمی دکھائے گی اپنی بہار
حبیبِ خدا ستیرِ انبیاء
بچالیں گے خلقت کو بحران سے

انبیاء اور اولیاء کی شفاعت

شفاعت کا پھر ہو گا سب کو خیال
نبی ساری امت کے سردار ہیں
ہر اک شیخ کا ہو گا عالی مقام
مشائخ کے صدقے ہزاروں خراب
مشائخ ہیں سارے دہاں کے پیر
ہر اک شیخ ہے سلسلہ کی کڑی
مشائخ کریں گے تہاجت ضرور
یہ کوشش رہے گی ہر اک کی دہاں
کسی کو رہائی ملے باعثِ اب
کوئی جا کے جنت میں شاداں بھی ہو

کریں گے نبی اور ولی عرضِ حال
ولی اپنے حلقہ کے غم خوار ہیں
ابوالخیر ہوں گے ہمارے امام
بہشتِ بریں کی پیئیں گے شراب
مُریدوں کی اُن پر رہے گی نظر
پیمبر سے ملتی ہے جا کر لڑی
پیمبر کریں گے شفاعت ضرور
کہ پہنچائے اپنوں کو روضِ الجنان
کسی کو سزا اور کسی کو عذاب
کوئی گر کے دوزخ میں نالاں بھی ہو

رحمة للعالمین

مددگار جن کا نہ کوئی رہا
نہ پائے جو شومی سے اپنی مفر
وہی بے کسوں کے مددگار ہیں
وہی سب کے آقا وہی پیشوا
وہی ربِّ عزت کے محبوب ہیں
وہی سارے عالم کے ہیں واسطہ
ازل سے ابد تک وہ سب کے نبی

گرفتارِ آلام جو بھی ہوا
پیمبر پر بس ہوگی اس کی نظر
وہی بے سہاروں کے غم خوار ہیں
وہی سب کے ہادی وہی مقتدا
وہی آفرینش سے مطلوب ہیں
وہی ہیں وسیلہ وہی رابطہ
تمام انبیاء اُن کے ہیں اُمتی

ہے میثاق سب کا خدا سے۔ یہی
ہر اک اُن کی رحمت سے ہے مُنتزِف
ہے اُحمد میں ظاہر اُحد کا اثر
خدا نے کیا اُن کو سردارِ کل
بلا شک رسولوں کے برحق امام
شفاعت ہے ان کی ہر اک کیلئے
کریں عرض جو بھی وہ سب مستجاب
وہ ان کی شفاعت کا حقدار ہے
کہ ابرِ کرم سے بچھالے پیاس
یہ سمجھو کہ اک بحر ہے بے کراں
خدا کے کرم کا نہیں کچھ شمار
نبی کے مدارج کا اظہار ہے
فرضی کا یوں ہو رہا ہے ظہور
ہے اُن سے ہی ارشاد لَا تَقْنَطُوا
کرم کر رہا ہے خدا نے کریم
بلا خوف جاتا ہے دارالسلام

التجبا

ہر اک کو نبی کی محبت رہے
مقامِ رضا ہو الہی نصیب
ہر اک ذرہ تن کا لگے کام سے
کسی حال میں بھی د آئے فتور
اسی پر ہو یا رب برا خاتمہ

قطعہ

برا بر یہ رہتا ہے دل میں خیال
نبی تیسرا شافع، خدا مہرباں

پڑھو آیت تَوْصِيٍّ بِہ
سبھی شانِ عالی کے ہیں مُعترف
نہیں خلق میں اُن سا کوئی دگر
خدا کی خدائی میں یکتا وہ گل
وہ سرتاجِ کل انبیاءِ لاکلام
نبوت ہے اُن کی ہر اک کیلئے
ہر اک کام اُن کا سرِ اسرِ صواب
نبوت کا بس جس کو اقرار ہے
موجود بھی اپنی لگائے گا اس
شفاعت کا پھر ان کی ہو کیا بیاں
سمندر کا ہوتا ہے پھر بھی کنار
مُعز و مُذل کا یہ دربار ہے
غفوری دکھاتا ہے رَبِّ غفور
گزار ہیں داخلِ اَسْرَفُوا
طلب کر رہا ہے رسولِ رحیم
خطا کار ہر اک خراماں خرام

الہی بزرگوں سے اُلفت رہے
فنا رالفنا ہو الہی نصیب
لطائف ہوں جاری ترے نام سے
نہ ہرگز خلل ہو، نہ کوئی قصور
رہے زندگی بھر یہی مشغلہ

گنہ سے ہوا گرچہ میں حسدِ حال
نہ ڈر زید مرشد ہے خیرِ جہاں

قطعات تاریخ

از برادر محترم حضرت محمد ابوسعید مجددی دامت بکارت

مَعِينٌ بِمَا جَدَّ زَيْدٌ بِهِ
مَقَامَاتُ خَيْرٍ وَ تَارِيخُهُ
وَحَيْرٌ لِمَا حَظَّ فِيهِ بَيَانَاتُ
لَقَدْ قُلْتُ فِي ذَاكَ تَحْيِيْرُ مَقَامَاتُ
۱۳۹۲ م

وله

یہ ہے تحفہ خوش مقامات خیر
آب وجد وغیرہ کا کھا ہے حال
حقائق سے لبریز کیا ہے مفید
یہ ہے غنیہ نخل شاہ مجدد
مؤلف کی تعریف میں ہے یہ کافی
سید ایسی تالیف کے قدرداں ہیں
یہ اشعار کیوں کر مبارک نہ ہوں
یہ دو نکلے دو جملوں میں سالِ طبع
۱۳۹۲ م

وله

بیان سعادت مقامات خیر
یہ سرچشمہ ہے فیض و ارشاد کا
کسی زید نے خوب تاریخ طبع
مقال کرامت مقامات خیر
پئے دل ہے راحت مقامات خیر
نسیم ہدایت مقامات خیر
از عزیز فاضل حافظ عبد الحمید مجددی حفظہ اللہ

يَا مَقَامَاتِ خَيْرٍ خَيْرُ كِتَابٍ
أَبَى قُرْدٍ مُجَدِّدِيْ أَصِيلٍ
ذَاكَ فِي الْعِلْمِ لَوْ مُخْطَىْ أَمَامَاتٍ
عِنْدَ تَحْقِيقِ فِكْرِهِ لَا يُبَالِي
يَا مَقَامَاتِ خَيْرٍ لَا رَيْبَ فِيهِ
هَآكَ تَارِيخُهُ وَقَدْ قُلْتُ فُخْرًا
جَدَّ فِيهِ بَرَاعَ زَيْدٍ الْمُهَابِ
قَالَ عَنْ كُلِّ ذَاكَ بِالْإِسْتِثَابِ
هَاتِكَ الشَّمْسِ دُونَهُ وَالْجَبَابِ
وَلِجِ الْبَحْرِ أَمَّ سَرَى فِي الْقَبَابِ
لَكَ يَا زَيْدُ فِيهِ فَضْلُ الثَّوَابِ
لِلْمَقَامَاتِ دُرَّةٌ إِلَّا سِتَابِ

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی کی مطبوعات

- ۱ مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر) فارسی - آفٹ قیمت ۶۰ روپے
- ۲ مقاماتِ خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) طبع جدید مع اضافہ - اُردو - آفٹ ۲۶x۲۰ ۴۵ روپے
- ۳ مقاماتِ خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) طبع قدیم - اُردو ۳۰ روپے
- ۴ حضرت مجدد اوران کے ناقدین اُردو - آفٹ ۲۴ روپے
- ۵ بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید اُردو - آفٹ ۱۵ روپے
- ۶ علامہ ابن تیمیہ اور اُن کے ہم عصر علماء اُردو - آفٹ ۱۵ روپے
- ۷ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان - اُردو - آفٹ ۱۵ روپے
- ۸ مجموعہ خیر البیان فی مولد سید الانس والجان - خیر المورِد، نظم شامل - اُردو - آفٹ ۲۴ روپے
- ۹ مدارج النخیر، طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ما ۱۵ روپے
- ۱۰ المجموعۃ السنیۃ (ردروافض از حضرت مجدد فارسی المقدّمۃ السنیۃ از شاہ ولی اللہ و مکتوب بہ محمد امین) ۱۵ روپے
- ۱۱ تاریخ القرآن از مفتی عبداللطیف رحمانی - اُردو - آفٹ ۲۴ روپے
- ۱۲ معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی اُردو - آفٹ ۱۵ روپے
- ۱۳ مسئلہ ضبط ولادت - طبع جدید - اُردو - آفٹ ۱۲ روپے
- ۱۴ فیصلہ پنج مسئلہ ۶ روپے - خیر المقال ۲ روپے
- ۱۵ سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال - اُردو - آفٹ ۳ روپے
- ۱۶ عرفانیاتِ باقی - حضرت خواجہ باقی باللہ کا فارسی کلام ۱۰ روپے
- ۱۷ مونس الارواح - شاہ جہاں کی بیٹی جہان ارا بیگم کا رسالہ مشائخِ چشت کے حال میں ۶ روپے
- ۱۸ منہج الابرار فی السلام علی الانبیاء والرضاعن الاولیاء ۲ روپے
- ۱۹ زیارتِ خیر الانام - شفا السقام کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔
- ۲۰ امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ - زیرِ تالیف
- ۲۱ القول الجلی فی ذکر آثار الوئی - فارسی قلمی نسخہ کا آفٹ سائز ۲۶x۲۰ ۳ روپے
- ۲۲ وحدۃ الوجود از بحر العلوم مع بیان وحدۃ الشہود - آفٹ ۱۲ روپے

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر - شاہ ابوالخیر مارگ - دہلی - ۶